ناول : حاصلِ زیست

وجیہہ محمود مصنفہ:

اردوناولز بلاگز

اردوناولز بلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردوناولز بلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے

آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے-

براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر

اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے-

اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں-:

ویب سائٹ: urdunovels.blog

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹاگرام: @urdu_novels.blog

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے

"حاصلِ زیست"

از قلم (وجیہہ محمود)

(مکمل)

یہ کہانی ہے !

"ٹوٹے ہوئے اعتبار کی کِرچیوں سے زخمی انسانوں کی"

"گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے انسانوں کی"

"رشتوں کی ڈور کو ٹوٹنے سے بچاتے انسانوں کی"

"سب حاصل کر کے خالی ہاتھ رہ جانے والے بدنصیبوں کی"

"زندگی کو زندہ دلی سے جینے کی کوشش کرنے والوں کی"

"دوست کا لبادہ اُوڑھے حاسدوں کی"

"اپنوں کی خاطر خود قربان ہوتی جانوں کی"

"اپنا اصل بھول کر گمراہی کی راہوں میں بھٹکتے لوگوں کی"

"دل میں پیدا ہوتے محبت و نفرت کے جذبوں کی"

"حلال و حرام میں تمیز بھول جانے والوں کی"

"اچھے اور برے مکافات کی"

"نسلوں کو برباد کرتے معاشرے کے ناسوروں کی"

urdunovelsblog

"ڈوب کر اُبھرتی اُمنگوں کی"

"زندگی میں کچھ حاصل کرنے اور کچھ لُٹا دینے کی"

،یہ کہانی ہے

"!حاصل زیست کی"

حقیقت کے آئینے میں ہر شخص کو مجبور دیکھا ہے

بے گناہوں کو اکثر غم میں چور دیکھا ہے

وہی لوگ تھے کہ دنیا جن کے قدموں میں ملی

دنیا میں جن کو دنیا سے دور دیکھا ہے

جس دور میں مل جائے بادشاہت درویش کو

اس وقت میں نے وقت کا غرور دیکھا ہے

ہر روز دیتا ہے سبق موت کا سب کو

سورج نے قیامت کا منظر ضرور دیکھا ہے

حسرت جب جاگتی ہے دل میں دیدار کی

خود میں تڑپتا ہوا طور دیکھا ہے

دل بیٹھ سا جاتا ہے زوال کے ڈر سے

جس گھڑی میں نے اپنا عبور دیکھا ہے

urdunovelsblog

رات کا اندھیرا ہر سو پھیل چکا تھا، سردیوں کی خنک رات میں سب لوگ لحاف میں دبکے خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ سیاہ آسمان کو بادل آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لینے لگے، فاصلوں کو عبور کرتے بادل آپس میں ملنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس اتحاد کا نتیجہ زمین کی خشک مٹی پر اپنے نقش چھوڑنے لگا۔ کچھ ہی لمحوں بعد ایک بوند سے شروع ہونے والی بارش، طوفانی بارش کا روپ اختیار کر گئی۔ زمین پر موجود مٹی کیچڑ کا روپ دھارنے لگی، تیز بارش کے ساتھ گرجتے بادل اپنے باہمی اتحاد کا اعلان کر رہے تھے۔ اِس پہر قبرستان میں مکمل تاریکی کا راج تھا، بارش کی بوندیں قبروں کی مٹی پر گرتے ہی جذب ہونے لگیں کہ اچانک ایک بار پھر بادل زور سے گرجے، آسمان لمحے بھر کو روشن ہوا اور ایک درخت کے نیچے دو قبروں کے قریب کسی وجود کا گمان ہوا، آسمان ایک بار پھر تاریک ہو گیا، چند لمحے بعد دوبارہ بجلی چمکی، بادل گرجے اور آسمان پھر سے روشن ہوا، تو معلوم ہوا کہ ان دو قبروں کے درمیان وہ وجود گمان نہیں حقیقت ہے!

وہ سیاہ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس اس سیاہ رات کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ قبروں کے درمیان موجود تنگ جگہ پر بیٹھے وہ اِس وقت بِلک بِلک کر رو رہا تھا، بارش کی بوندیں اُس کے چہرے سمیت پورے وجود کو بھگو چکی تھیں۔ اُس کے آنسو اب بارش کی بوندوں کا حصہ بننے لگے۔ وہ کبھی ایک قبر پر ہاتھ پھیرتا تو کبھی دوسری پر۔ وہ ان دونوں قبروں کی مٹی کو اپنے سینے سے لگاتا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ دل میں ایک حسرت تھی کہ کاش وہ ان قبروں میں لیٹے لوگوں کو ایک بار سینے سے لگا پاتا، صرف ایک بار! اُس پر برستی بارش، سرد رات، چمکتی بجلی کوئی اثر مرتب نہ کر رہے تھے، وہ ہر چیز سے بے نیاز با آواز رو رہا تھا۔ اُس کے ہر آنسو میں "تکلیف تھی، افسوس تھا، ملال تھا، درد تھا اور پچھتاوا تھا"۔

وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی سوجھی ہوئی آنکھوں کو مَسلتا ان قبروں کے کَتبوں کی جانب بڑھ گیا اور باری باری روتے ہوئے اُن کَتبوں پر لکھے ناموں کو چومنے لگا۔ کاش زندگی ایک بار اسے ان دونوں کی پیشانی چومنے کا موقع دیتی، کاش! روتے روتے اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی، وہ کَتبوں کو چومتا اٹھ کھڑا ہوا اور دائیں جانب موجود قبر میں لیٹے انسان کے پیروں کے ساتھ لپٹ گیا۔ کاش زندگی اسے ایک موقع دیتی اور وہ ان پیروں سے لپٹتے اپنی ہر غلطی، ہر خطا کی معافی مانگ لیتا، کاش! وہ زار و قطار رو رہا تھا، اگر آج کوئی اُسے اِس حال میں دیکھ لیتا تو وہ کبھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ کر پاتا، زندگی نے اِس وجود کو آسمان سے زمین پر بڑی شدت سے لا پٹخا تھا۔ یہ مقام، یہ تکلیف، یہ پچھتاوے اس کا حاصلِ زیست تھا، وہ زندگی میں سب حاصل کر کے بھی خالی ہاتھ رہ جانے والوں میں سے تھا۔

اک دم وہ کھانسنے لگا، کھانستے کھانستے اُس کے منہ سے مائع بہنے لگا، اُس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے کُرتے کی جیب سے رومال نکالتے اپنا منہ صاف کیا، سفید رومال پر گہرا سرخ رنگ اپنے نقش چھوڑ چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ مائع کچھ اور نہیں بلکہ خون ہے۔

urdunovelsblog

قبرستان آنا اُس کے معمول میں شامل تھا، پچھلے ایک ماہ سے ہر رات وہ یہیں اِس قبرستان میں گزارتا اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ہی واپس چلا جاتا۔ یہاں آکر اُس کے لب مکمل طور پر سل جاتے، صرف آنکھوں کو اجازت ہوتی کہ وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ گریہ زاری کرتے گزرے وقت پر ماتم کر سکیں مگر آج کی رات گزری تمام راتوں سے کچھ مختلف تھی، پچھلی تمام راتوں سے زیادہ تاریک اور طویل! اور تاریک راتوں کے بعد طلوع ہونے والے دن بھی اکثر اُنہیں راتوں کے زیرِ اثر تاریک ہوا کرتے ہیں اور !بلاشبہ یہ رات بہت تاریک تھی، بہت تاریک

کرلوں گا جمع دولت وزر، اُس کے بعد کیا؟

لے لوں گا شاندار سا گھر، اُس کے بعد کیا؟

شعر و سخن کی خوب سجاؤں گا محفلیں

دنیا میں ہو گا نام مگر، اُس کے بعد کیا؟

موج آئے گی تو سارے جہاں کی کروں گا سیر

واپس وہی پرانا نگر، اُس کے بعد کیا؟

ایک روز موت زیست کا در کھٹکھٹائے گی

بجھ جائے گا چراغِ قمر، اُس کے بعد کیا؟

اُٹھی تھی خاک خاک سے، مل جائے گی وہیں

پھر اُس کے بعد کس کو خبر، اُس کے بعد کیا؟

شام کے اِس پہر جب ہر شخص اپنا رِزق، جس کی تلاش میں وہ نکلا تھا، حاصل کر کے اپنی منزلوں کی جانب گامزن تھا۔ تمام چرند پرند بھی اپنا رِزق حاصل کرتے، اپنے پاک رب کا شُکر ادا کرتے، واپس اپنے گھروں کی جانب پرواز کر رہے تھے۔ اِسی پہر مال روڈ پر بھی ہر جانب افراتفری کا سماں تھا، سورج غروب ہوتے ہی آسمان پر ہلکی ہلکی سرخی چھا رہی تھی۔ اتنے میں روڈ پر تیز تیز قدم اٹھاتا ایک شخص جس کی عمر تقریباً 55 برس کے قریب تھی، سڑک پار کرنے لگا، اس کے ہاتھوں میں پھلوں کے چند تھیلے موجود

تھے جنہیں شاید وہ کچھ دیر پہلے ہی خرید کر لایا تھا۔ ابھی وہ سڑک پار کرنے کے لیے دو قدم ہی آگے بڑھا کہ اک دم ایک تیز رفتار گاڑی اِس آدمی کو دو فُٹ دور اچھالتی آگے نکل گئی، اِس آدمی کے ہاتھوں میں موجود پھل سڑک پر جگہ جگہ بکھر گئے۔ اِس آدمی کے سر کا پچھلا حصہ فُٹ پاتھ پر اس شدت سے لگا کہ خون فوارے کی صورت بہنے لگا۔

بے حسی کا یہ عالم تھا کہ وہ شخص جس کی گاڑی کا ٹکراؤ اِس آدمی سے ہوا، وہ لمحے بھر کو بھی نہ رُکا اور زن سے اپنی گاڑی بھگا کر لے گیا لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ اس نے دنیا جہان کے تمام گناہوں میں جس گناہ کو آج تک سرزد نہ کیا تھا، آج وہ اُس گناہ کو بھی کر گزرا تھا اور وہ گناہ تھا "قتل" اور اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ قتل ہونے والا شخص آخر کون ہے! یہ قتل اُس کی زندگی میں جو طوفان برپا کرنے والا تھا وہ اُس سے بے خبر اپنی منزل کی جانب گامزن تھا۔

جبکہ دُوسری جانب سڑک پر انسانیت کے نام پر چند لوگوں نے آگے بڑھ کر اُس شخص کو دیکھا جو کافی دیر تک تڑپنے کے بعد اب کافی حد تک پُرسکون ہو چکا تھا (یہ سُکون موت کا سُکون تھا)۔ ایک شخص نے جا کر اُس کی نبض کا معائنہ کیا، جبکہ دُوسرے نے آبرو اُچکا کر پوچھا کہ " کیا یہ شخص زندہ ہے؟" دُوسرے شخص نے نفی میں سر ہلاتے اِس بات کی تصدیق کی کہ ایک اور نیک رُوح اِس جہانِ فانی

سے کوچ کر چکی ہے۔

کچھ دیر بعد لوگوں نے ایمبولنس منگوا کر اُس کو ہسپتال منتقل کروایا اور سب اپنے معمولِ زندگی پر واپس آ چکے تھے۔ چونکہ اُس آدمی کا موبائل بھی گاڑی کے نیچے آ کر کُچلا جا چکا تھا سو اُس کے بدنصیب گھر والوں کو اُس کی موت کی خبر نہ مل سکی۔ اِس ایک لمحے کے تصادُم نے نہ تو اس سڑک پر کوئی فرق ڈالا، نہ اس سے گزرنے والے لوگوں پر، لیکن اِس ایک لمحے نے کسی کی زندگی میں سیاہ راتیں لکھ دیں، کسی کے جینے کی وجہ چھین لی، کسی کی آنکھوں میں زندگی بھر کے لیے آنسو لکھ دیے اور کسی کو جیتے جی مار دیا کیونکہ مرنے والا شخص کسی کے سر کا سائباں، کسی کا مُحسن اور کسی کا سب کچھ تھا۔

وہ مرنے والا شخص "حیات صدیقی" تھا۔

زندگی میں دو طرح کے امتحان ہوتے ہیں، ایک جن کی ایک خاص مُدت ہوتی ہے، وہ کچھ مخصوص وقت کے لیے آتے ہیں مشکلات میں انسان کو بے بس کرنے کے بعد چلے جاتے ہیں، یہ "وقتی امتحانات" ہیں جو زندگی کے ہر مرحلے پر نئی صورت میں آپ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور دُوسرے امتحانات، وہ امتحانات ہیں جن کی کوئی مُدت نہیں ہوتی، وہ خود تو ختم نہیں ہوتے مگر انسان کو ختم کر دیتے ہیں، اور "حیات صدیقی" کی موت بھی ایک ایسا ہی امتحان تھا، بہت سے لوگوں کے لیے، خاص طور پر "آبرو صدیقی"، "اِصباح صدیقی" اور "رُتبہ صدیقی" کے لیے۔

کراچی کے اِک گُمنام اور قدرے کچے علاقے کے ایک چھوٹے سے مکان میں اس وقت دو نُفوس موجود تھے جو ایک دوسرے کے لیے سب کچھ تھے، اِن دونوں کا ایک دوسرے کے سِوا اِس دنیا میں کوئی نہ تھا۔ اِس مکان میں ایک چھوٹا سا کچن، چھوٹا سا باتھ روم اور صرف ایک ہی کمرہ تھا اور لاؤنج کے نام پر ایک چھوٹی سی رہداری تھی۔ لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے اِس وقت کمرے میں موجود پنکھا بھی ہلنے سے قاصر تھا جبکہ سامنے لگی کھڑکی میں سے روشنی چھن چھن کر کمرے میں آ رہی تھی۔ اِس کمرے میں ایک چھوٹا سا پلنگ، دو کرسیاں اور ایک چھوٹی سی الماری تھی اور یہی اِس کمرے کا کل سامان تھا۔ سامنے پلنگ پر بیٹھی عورت اپنے سامنے بیٹھے سات سالہ بچے کو اس کے سکول کا ہوم ورک کروا رہی تھی، عورت کی عمر تو زیادہ نہ تھی مگر چہرے پر موجود جُھریاں اِس بات کی نِشاندہی کر رہی تھیں کہ زمانے کی ٹھوکروں نے اس عورت کو عمر سے پہلے ہی بوڑھا کر ڈالا ہے۔ کسی بات پر اس کے سامنے بیٹھے بچے نے اپنی باریک سی آواز میں ہلکا سا قہقہہ لگایا، جس سے اس کی بُھوری آنکھیں جو ویسے بھی چھوٹی ہی تھیں مگر ہنسنے پر مزید چھوٹی ہو جایا کرتی تھیں، اِس عورت کو کسی کی یاد دِلا گئیں اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے ماضی کے دریچوں میں کھو گئی۔ آج سے آٹھ سال قبل جب زندگی اتنی حَسین تھی کہ تصور میں بھی نہ تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب زندگی میں مُسکرانے کی وجہ تو ہو گی مگر مُسکرایا نہ جائے گا، جب ہر وقت کے آنسو مقدر کا حصہ بن جائیں گے۔

ماضی کی یادیں انسان کو ہمیشہ تکلیف ہی دیا کرتی ہیں، اگر حال سے زیادہ خوشگوار ہوں تو گزر جانے کا دُکھ، اگر حال سے بد تر ہوں تو حال پر اثر انداز ہونے کا دُکھ۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب

چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

urdunovelsblog

ہر جانب محض آہیں اور سِسکیاں ہی تھیں، ماحول میں جیسے دکھ، افسوس، ماتم رَچ بَس گیا تھا۔ ہر جانب عورتیں بین کر رہی تھیں، ہر آنکھ اَشکبار تھی، آسمان بھی اُسی طرح سیاہ تھا جس طرح اس گھر کی مکینوں کا مقدر، چاند بھی آج کے نُقصان کی تاب نہ لاتے ہوئے پوشیدہ ہی تھا کیونکہ آج کا نُقصان بہت بڑا تھا، بہت بڑا!

سامنے سفید کفن میں لپٹا وُجود محض ایک مردہ جسم نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ بہت سے ارمان، خواہشات، خوشیاں بھی مردہ ہو چکی تھیں۔ سامنے پڑا مردہ جسم کسی اور کا نہیں بلکہ اس گھر کے سائبان "حیات صدیقی" کا تھا، اُن کے چہرے پر نُور ہی نُور تھا۔ میت کے اِرد گرد موجود ہر آنکھ اشکبار تھی سوائے سامنے موجود ایک سیاہ آنکھوں والی لڑکی کے جو شاید اب تک اِس موت کا یقین ہی نہ کر سکی تھی، آس پاس موجود عورتیں اِسے بار بار آنسو بہا کر اپنا غم ہلکا کرنے کا کہہ رہی تھیں مگر وہ اگر حقیقی طور پر وہاں موجود ہوتی تو کچھ کہہ اور سُن پاتی۔

اِنسانی زندگی لمحوں کا کھیل ہے، پل میں کچھ تو اگلے ہی پل میں کچھ اور۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی کی تو بات ہے جب وہ اپنے آپ کو خوش قسمت ترین تصور کر رہی تھی اور اب شاید ہی اس سے زیادہ کوئی بدنصیب ہو گا۔ ابھی شام ہی کی تو بات ہے جب وہ یہیں، اِسی جگہ پر بیٹھی تھی جہاں اب میت کو رکھا گیا تھا۔

شام کا منظر!

موبائل کو دیکھتیں دو سیاہ اور پُرکشش نگاہیں مسلسل مُضطرب نظر آ رہی تھیں کہ اچانک سکرین پر لوڈنگ کا دورانیہ ختم ہوتے ہی چند تحاریر سامنے آئیں اور وہ سیاہ آنکھیں جن میں اضطراب اور بے چینی تھی اب خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"امی، امی!" وہ خوشی سے چہکتی ہوئی بولی۔

کچن میں موجود صالحہ بیگم اور اِصباح جلدی سے بھاگتی ہوئی اِس کی جانب آئیں کیونکہ اُس کی آواز اِتنی بُلند تھی کہ خدانخواستہ کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہو۔

"کیا ہوا آبرو؟" وہ متفکر انداز میں گویا ہوئیں۔ آبرو کوئی بھی جواب دیے بغیر آ کر اُن سے لپٹ گئی اور اُن کو مزید پریشان کر گئی۔ جبکہ اِصباح اُسی موبائل کی جانب بڑھ گئی جسے چھوڑ کر وہ صالحہ بیگم کی جانب آئی تھی۔

"آبرو مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے" وہ پریشانی سے پوچھنے لگیں۔

"امی میرا رزلٹ آ گیا ہے۔" آبرو نے سَسپنس کا ماحول بنانے کے لیے صرف آدھی بات ہی اُنہیں بتائی۔ صالحہ بیگم اُس کی بات سن کر کچھ حد تک مطمئن ہوئیں کہ دوبارہ بولیں،

"کوئی بات نہیں بیٹا، جو اللہ کو منظور تم دل چھوٹا مت کرو" صالحہ بیگم سمجھیں کہ آبرو کا ایڈمیشن نہیں ہو پایا اسی لیے وہ اُس کو تسلی اور دلاسہ دینے لگیں۔ آبرو کا صالحہ بیگم کی بات سن کر منہ حیرت کے مارے کھل گیا۔

اِس سے پہلے کہ وہ وضاحت دیتی اِصباح جو کہ اُس کا موبائل دیکھ چکی تھی کہنے لگی،

"امی مبارک ہو! آبرو کا نام آ گیا ہے لِسٹ میں، میرا مطلب اس کا ایل ایل بی کے لیے ایڈمیشن ہو گیا ہے۔" وہ اپنی بات میں مکمل وضاحت دیتے ہوئے بولی کہ کہیں امی کچھ اور ہی نہ سمجھ جائیں۔ صالحہ بیگم کو جونہی اِصباح کی بات سمجھ آئی اُنہوں نے پاس کھڑی آبرو کو گلے لگایا اور محبت سے اس کی پیشانی پہ بُوسہ دیا۔

مبارک ہو میرا بچہ" وہ محبت میرے لہجے میں بولیں، آبرو اور اُن کی آنکھوں میں خوشی کی آنسو چمک رہے تھے- صالحہ بیگم سے الگ ہونے کے بعد وہ فوراً دوبارہ موبائل" کی جانب بھاگی اور حیات صاحب کو فون ملانے لگی اتنی دیر میں رُتبہ اور حرم بھی چھت سے نیچے آچکی تھیں اور اِصباح اُنہیں آبرو کے ایڈمیشن کے بارے میں بتانے لگی-

آبرو مسلسل حیات صاحب کو کال مِلا رہی تھی مگر دُوسری جانب سے ایک ہی جواب موصول ہوتا کہ "آپ کا ملایا ہوا نمبر فلحال بند ہے" اُس کو مسلسل فون ملاتا دیکھ کر صالحہ ،بیگم نے اس سے اِستفسار کیا

"کیا ہوا بیٹا؟ کس کو فون ملا رہی ہو؟"

بابا جان کو، مگر شاید بیٹری ڈیڈ ہوگئی ہے اِس لیے فون بند آرہا ہے" وہ پریشانی سے بولی" کوئی بات نہیں بیٹا، راستے میں ہوں گے، فکر مت کرو ابھی تھوڑی دیر میں آ " جائیں گے" وہ اُسے تسلی دیتے ہوئے واپس کچن میں چلی گئیں، آبرو نے ایک بار پھر فون ملایا مگر فون پھر سے بند ملا- اُسے کیا معلوم تھا کہ اب یہ نمبر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند -ہو چکا ہے

-جب رات کو نو بجے تک حیات صاحب کی واپسی نہ ہوئی تو اب سب پریشانی میں لاؤنج میں ہی موجود تھے- اُن کا نمبر ابھی تک بند تھا

آبرو بیٹا اپنے تایا کو فون ملا کر پوچھو، کیا پتہ تمہارے ابو وہاں چلے گئے ہوں" صالحہ بیگم پریشانی سے بولیں- آبرو نے فوراً جلال تایا کا نمبر ڈائل کیا مگر اِس سے پہلے کہ کال" -دوسری جانب جاتی اچانک گیٹ بجنے کی آواز نے سب کو متوجہ کیا آبرو اور رُتبہ فوراً گیٹ کی جانب بھاگیں

لگتا ہے بابا آگئے" اِصباح صالحہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے بولی، اِس سے پہلے کہ صالحہ بیگم اِسے کوئی جواب دیتیں باہر سے آنے والی رُتبہ کی دردناک چیخ نے انہیں باہر کی" -جانب بھاگنے پر مجبور کیا، لیکن باہر پہنچتے ہی آنکھوں نے جو منظر دیکھا، وہ اُن کے سر سے آسمان اور پاؤں کے نیچے سے زمین دونوں ہی چھین گیا

اِصباح نے صحیح کہا تھا" بابا آئے ہوں گے" حیات صاحب آئے تو تھے مگر اُن کے سینے میں دھڑکتا دل اب ساکت تھا، اُن کی رُوح کا اُن کے جسم سے ناطہ ہمیشہ کے لیے مُنقطع ہو گیا تھا- سامنے چارپائی پہ پڑا وجود زندگی کی بازی ہار چکا تھا، موت نے اِس وجود کو اپنے آغوش میں لے لیا تھا- حیات صاحب کی لاش جب ایمبولنس سے ہسپتال پہنچائی گئی تو اُن کی شناخت کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ تھا جس سے اُن کے لواحقین کو اطلاع دی جاتی کہ اچانک پاس سے گزرنے والے ایک آدمی نے جو کہ کسی مریض کے ساتھ یہاں آیا تھا حیات صاحب کو پہچان لیا، کئی لمحے تو وہ شاک کی کیفیت میں رہا مگر پھر ڈاکٹر کے پوچھنے پر اس نے شناخت کرتے ہوئے جلال صاحب کو ہاسپٹل بلوایا اور پھر -ہاسپٹل سے گھر تک کا سفر طے ہوا- حیات صاحب کی میت کو جلال تایا، عماد، اَشعر اور وُہی صاحب لائے تھے جنہوں نے حیات صاحب کی شناخت کی تھی

پاس بیٹھی حَرم کی چیخ نے آبرو کو حال میں لا پٹخا، "امی، امی اُٹھیں" رُتبہ اور حَرم روتے ہوئے صالحہ بیگم کو ہوش دِلا رہی تھیں جو صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہوگئی تھیں- آبرو بھی اُن کی جانب بڑھی، پاس بیٹھی خواتین بھی اُنہیں ہوش دِلانے لگیں- آج کی رات اِن سب کے لیے بہت بھاری تھی، صِرف بھاری ہی نہیں بلکہ طویل بھی تھی، اَگلی صبح کا سورج تو طلوع ہوگا مگر اِس گھر میں سَحر نہ ہوگی کیونکہ اِس گھر میں غموں کی ایک طویل رات اپنے تمام پَر پھیلا کر اِس گھر کو اپنے آغوش میں لے چکی تھی-

اپنے بچے کو سُلا دینے کے بعد جب وہ خود سُونے کے لیے لیٹی تو ایک بار پھر ماضی کے شِکنجوں نے اِسے جکڑ لیا اور سوچوں کا سلسلہ آٹھ سال پیچھے چلا گیا-

آٹھ سال قبل!

سبرینہ اپنے والدین کی اِکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے بے حد لاڈلی، ضدی اور کچھ حد تک خود سَر لڑکی تھی، اپنے والدین سے اپنی ہر خواہش پوری کروانا اُس کی عادت تھی، چاہے وہ خواہش جائز ہو یا ناجائز- احمد صاحب (سبرینہ کے والد) جو کہ ایک بینک میں مینجر کی پوسٹ پر تھے، سبرینہ جو اُن کا کل اثاثہ تھی، اُس کی ہر خواہش کو پورا کرتے تھے- سکینہ بیگم (سبرینہ کی والدہ) ہمیشہ انہیں روکتیں کہ لڑکی ہے کل کو اَگلے گھر جائے گی تو یہ عادتیں اُس کی زندگی کو مشکل بنا دیں گی مگر وہ ہمیشہ ایک ہی جواب دیتے کہ جب تک اُن کی بیٹی اُن کے پاس ہے اُس کے ناز نخرے اگر وہ نہیں اُٹھائیں گے تو کون اٹھائے گا مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جب اولاد کی ہر خواہش کو سر آنکھوں پر رکھا جائے تو ایک وقت ایسا آتا ہے جب آپ کی اولاد صحیح غلط کی تفریق بھول جاتی ہے اور جب انسان صحیح اور غلط میں تفریق کرنا بھول جائے، تب اُس کے اُٹھائے جانے والے قدم اُسے گناہوں کی ایسی دَلدل میں دھکیل دیتے ہیں جہاں سے واپسی ناممکن ہو-

سبرینہ ایک درمیانے قد کی، کَتھئی رنگ کی خوبصورت آنکھوں کی مالک لڑکی تھی- رنگ گندمی جبکہ نقوش بھی مناسب تھے مگر سب کی توجہ کا مرکز اِس کی خوبصورت آواز اور روشن کَتھئی آنکھیں تھیں- سکول سے کالج تک کا سفر تو بہت آرام سے طے ہوا مگر یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے احمد صاحب کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اُن کے خاندان میں عورت کی تعلیم کو بہت معیوب جانا جاتا تھا کیونکہ اُن کے خاندانی نظریات یہ تھے کہ اگر ایک لڑکی یونیورسٹی کے آزاد ماحول میں ایک بار چلی گئی تو اُس کی واپسی ناممکن ہے بے پردگی، بے راہ روی، غیر محرموں سے دوستی، اِن سب سے بچنا ناممکن تصوُر کیا جاتا تھا مگر احمد صاحب کو اپنے لاڈوں پلی بیٹی پر پورا بھروسہ تھا- انہوں نے اپنے خاندان والوں کے خلاف جا کر اپنی بیٹی کی تعلیم کے لیے راہیں ہموار کی مگر آنے والا وقت ہی یہ جانتا تھا کہ احمد صاحب کے اپنی بیٹی پر کیے جانے والے اِس بھروسے کے کتنے ٹکڑے ہونے والے تھے-

urdunovelsblog

ساری رات آہ وبکا اور سسکیوں میں گم ہوئی۔ نمازِ جنازہ نمازِ ظہر کے بعد رکھی گئی، تدفین وغیرہ کا سارا انتظام حیات صاحب کی کمپنی نے اٹھایا تھا، اپنی زندگی کے 30 سال اِسی کمپنی کے نام کیے تھے۔ اُن کی کمپنی کے اونر (فیاض لاشاری) اور ساتھ کمپنی کے سی ای او (غفار علی) بھی وہاں موجود تھے۔ آبرو کی آنکھ سے اب تک ایک آنسو نہ نکلا تھا، یہ درد اور تکلیف کی اِنتہا تھی۔ رابعہ پُھپھو بھی پہنچ چکی تھیں اور آتے ہی اپنے بھائی کی میت سے لپٹ کر رونے لگیں، حیات صاحب اُن کے لاڈلے بھائی تھے، اپنے والدین کے بعد اُنہیں سب سے زیادہ محبت اپنے اِس بھائی سے تھی۔ مہمل (رابعہ پُھپھو کی بیٹی) آکر آبرو کے گلے لگی اور اُسے تسلی دینے لگی اور یہیں آبرو کا جسم مزید تکلیف برداشت نہ کر سکا اور آبرو ہوش وحواس سے بیگانہ ہوگئی۔ حفصہ اور اصباح کا اُس کی جانب آئیں، اُسے ہوش دلانے لگیں مگر وہ بے سُدھ پڑی رہی۔ رُتبہ نے بھاگ کر دروازے میں کھڑے اشعر کو بُلایا جو وہاں آفاق کے ساتھ کھڑا تھا، وہ دونوں بھاگتے ہوئے آئے اِس سے پہلے کہ اشعر آگے بڑھتا، آفاق نے فورا" آبرو کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھایا اور کمرے کی جانب بھاگا۔ اشعر نے فورا" ڈاکٹر کو کال مِلائی، ٹھیک 20 منٹ بعد ڈاکٹر آیا اور آبرو کا معائنہ کیا اور پاس کھڑے آفاق سے مخاطب ہوا

اِن کی نبض بہت آہستہ چل رہی ہے ہمیں اِنہیں جلدی سے ہاسپٹل لے کر جانا ہوگا" ڈاکٹر کی بات سنتے ہی آفاق نے اشعر کو گاڑی نکالنے کو کہا اور ساتھ ہی باہر بیٹھی صالحہ " بیگم کو اِطلاع دیتے آبرو کو اُٹھائے باہر گاڑی کی جانب لے گیا۔ پیچھے جنازے کا وقت بھی ہو چکا تھا، مرد اندر داخل ہونے لگے اور کلمۂ شہادت کی صداؤں میں میت کو اُٹھایا گیا۔ میت کو روکنے کی بہت کوشش کی گئی مگر "کیا آج تک جانے والے کو کوئی روک سکا ہے!" حیات صاحب زندہ تھے، سب کے دِلوں میں مگر ہاں اُن کی زندگی چلی گئی تھی۔

ڈرتا ہوں موت سے مگر مرنا ضرور ہے

لرزتا ہوں کفن سے مگر پہننا ضرور ہے

ہو جاتا ہوں غمگیں جنازے کو دیکھ کر

لیکن میرا جنازہ بھی اٹھنا ضرور ہے

ہوتی ہے بڑی کپکپی قبروں کو دیکھ کر

پر مُدتوں اس قبر میں رہنا ضرور ہے

urdunovelsblog

سبرینہ نے سائیکالوجی میں ایڈمیشن لیا تھا وہ اپنی کلاس کی سب سے ہونہار اور بااِعتماد طالبہ تھی، پہلے دو سیمیسٹر میں اِس نے پہلی پوزیشن حاصل کی تھی یہ سیکنڈ سیمیسٹر کے بعد کے ایک فنکشن کی بات ہے، جس میں سبرینہ کی سِنگنگ پر فارمنس تھی، جب وہ اپنی خوبصورت آواز کا سحر سب پر طاری کیے، پُرجوش سی سٹیج سے بیک سائیڈ پر جا رہی تھی تو اُس کی کتھی آنکھوں کا ٹکراؤ سامنے سے آتی بُھوری آنکھوں سے ہوا، وہ نظروں کا زاویہ بدلتے آگے بڑھ گئی لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ لمحے بھر کر ٹکراؤ اُس کی زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز کرنے والا ہے-

سبرینہ لائبریری میں بیٹھی اپنے نوٹس بنا رہی تھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اُسے اپنے ساتھ والی کُرسی پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، اُس نے نظرانداز کرتے نامحسوس طریقے سے اپنا سامان دوسری جانب کر لیا، وہ دوبارہ اپنے کام میں مگن ہونے ہی والی تھی کہ ایک آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی،

"ایکسکیوزمی، یو آر مِس سبرینہ احمد، رائٹ؟" اُس کے سوال پر سبرینہ نے فوراً اپنا چہرہ موڑتے اُس جانب دیکھا،

وُہی بُھوری آنکھیں!

"یس آئی ایم،" اس نے بااعتمادی سے جواب دیا،

"اِیکچولی اس دن فنکشن میں، میں نے آپ کی پرفارمنس دیکھی تھی، یو ھیو سَچ آ سوُل فل وائس" اُس کے اِس جملے سے سبرینہ کو یہ احساس تو بخوبی ہو گیا تھا کہ اُس کی آواز بے حد خوبصورت ہے، شاید اِس جملے میں سبرینہ کی تعریف تھی اس لیے!

"تھینک یو"، سبرینہ نے اِس لہجے میں جواب دیا گویا کہنا چاہ رہی ہو کہ "ہو گئی تعریف اب جاؤ" مگر وہ شخص تو شاید فراغت کا صحیح وقت نکال کر تسلی سے بات کرنے آیا تھا-

"آپ کس ڈپارٹمنٹ سے ہیں؟" وہ اپنا رخ اسکی جانب کرتے بولا،

"سائیکولوجی!" ایک لفظی جواب دیتے وہ خاموش ہوئی،

"میں ماس کامیونیکیشن کے ڈپارٹمنٹ سے ہوں۔۔۔ کونسا سیمیسٹر ہے آپکا؟"

"ایکسکیوزمی۔۔۔" وہ قدم اٹھاتی لائبریری سے باہر نکل گئی۔ مگر یہ سلسلہ یہاں رکا نہیں، اگلے کئی روز وہ لائبریری میں یا کہیں باہر اپنے آس پاس نظر آتا رہا۔

urdunovelsblog

آبرو کو پورے چار گھنٹے بعد ہوش آچکا تھا، ڈاکٹرز کے مطابق یہ سیوِیر شاک کے باعث ہوا تھا اور نَروس بریک ڈاؤن کا بھی خطرہ تھا مگر وقت پر ہاسپٹل لانے سے یہ خطرہ اب ٹل چکا تھا- ہوش میں آتے ہی جو پہلا لفظ آبرو کے لبوں سے ادا ہوا وہ تھا" بابا" یہ کہتے ہی آنسو اُس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر اُس کے گال بھگونے لگے وہ زارو قطار روتے بس ایک ہی لفظ دُہرا رہی تھی" بابا"-

چونکہ تدفین کیے بھی دو گھنٹے بیت چکے تھے اِس لیے اِصباح اور حفصہ بھی ہاسپٹل آچکی تھیں، آبرو حفصہ کو گلے لگائے روتے ہوئے دوبارہ بے ہوش ہو گئی- اِصباح نے فوراً ڈاکٹرز کو اطلاع دی، اُنہوں نے آبرو کو چیک کر کے آبرو کو کسی بھی قسم کی پریشانی سے دور رکھنے کا کہا، مگر جن کے مقدر میں دُکھ اور پریشانیوں کی سیاہی مل دی جائے کیا وہ ان سے دور رہ سکتے ہیں- کچھ دیر بعد آفاق نے ڈاکٹرز کو حالات سے آگاہ کرتے آبرو کو ڈِسچارج کروالیا- آبرو کی تو ضد تھی کہ وہ سیدھا قبرستان جانا چاہتی ہے جہاں اُس کے بابا کی دائمی رہائش گاہ ہے مگر اُس کی طبیعت کو مد نظر رکھتے اُسے سیدھا گھر لے جایا گیا-

آبرو صدیقی کے سَر سے صرف اُس کے باپ کا سایہ نہیں اُٹھا تھا بلکہ اُس کا ہمراز، اُس کا دوست، اُس کا مینٹور، اُس کا آئیڈیل، اُس کا اُستاد، سب چِھن گیا تھا- آج آبرو صدیقی "یتیم" ہو گئی تھی-

یتیمی ساتھ لاتی ہے زمانے بھر کے دُکھ

سُنا ہے باپ زندہ ہو تو کانٹے بھی نہیں چُبھتے

urdunovelsblog

اِیگزامز کا سیزن تھا اِس لیے زیادہ تر طلبا لائبریری یا مختلف کلاس رومز میں پڑھائی میں مصروف تھے، اِسی وجہ سے کیفٹیریا کی طرف رَش نہ ہونے کے برابر تھا- سردیوں کے دن تھے، سورج بھی کم ہی اپنا دیدار کرواتا، وہ چاکلیٹ براؤن کلر کی لانگ فراک پر ہم رنگ سویٹر پہنے، بالوں کو پونی ٹیل میں قید کیے، ایک ہاتھ میں بُکس لیے دوسری کلائی میں موجود گھڑی کو بار بار دیکھتے اِسی جانب آرہی تھی، اسکی کلاس میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا- اُس نے نگاہیں گھما کر دیکھا تو "وہ" اُسے سامنے بیٹھا اِسی جانب دیکھتا نظر آیا، سبرینہ سے نظریں ملتے ہی اُس نے یوں ہاتھ ہلایا جیسے برسوں کی شناسائی ہو- سبرینہ اس کا ہِلتا ہوا ہاتھ اور ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ نظر انداز کرتے کچھ فاصلے پر رکھے بینچ پر جا بیٹھی- ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ اسے اس جانب آتا دکھائی دیا-

"ہیلو، کیسی ہیں آپ؟ کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" وہ اسکے پاس آتے مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا-

"کیوں؟ کوئی کام تھا آپکو؟" اس کے لہجے میں تلخی تھی-

-نہیں، وہ دراصل۔۔۔"وہ اپنا سر کھجاتے الفاظ تلاش کرنے لگا"

"آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر۔۔۔"

"فیضی! فیضی نام ہے میرا "

،مسٹر فیضی کہ آپ مجھے فالو کریں گے اور مجھے معلوم نہیں ہو گا؟"وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی"

"!آپ غلط سمجھ رہی ہیں، ایسی بات نہیں"

"!تو پھر آپ ہر اس جگہ کیوں پائے جاتے ہیں؟ جہاں میں ہوتی ہوں"

یہ اتفاق بھی تو ہو سکتا ہے!"اسکی بات پر سبرینہ کو غصہ آگیا۔"

-کیا آپ کو میرے چہرے پر بے وقوف لکھا دِکھائی دے رہا ہے؟"وہ سختی سے بولی، جس پر اُس نے بے ساختہ نفی میں گردن ہلائی"

،تو پھر آپ کیوں جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں؟"وہ درُشتگی سے کہتی اپنی بُکس جو اُس نے بینچ پر رکھی تھیں اُٹھانے لگی"

"آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں"

میں آپ کو بہت اچھے طریقے سے سمجھ چکی ہوں۔۔۔اُس دن لائبریری میں ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا"وہ یہ کہتے رکی نہیں۔"

سبرینہ، سبرینہ!"فیضی نے اسے پُکارا، نجانے اُس آواز میں کیا تھا کہ سبرینہ کے قدم ناچاہتے ہوئے بھی تھم گئے(شاید التجا، شاید مان یا شاید کچھ اور) وہ بھاگ کر اُس کے" سامنے آیا۔

،پلیز آپ مجھے دو منٹ دیں، میں اپنی بات کلیئر کرنا چاہتا ہوں"سبرینہ نے نظریں اُٹھا کر اُس کی بے داغ چہرے کو دیکھا اور بولی"

،جی دیا ایک منٹ!"اسکی بات پر فیضی نے ایک نظر آس پاس دیکھا اور ایک گہری سانس لیتے سبرینہ کی جانب دیکھا"

میں آپ کو پسند کرتا ہوں"سبرینہ کے لیے اسکا کہا یہ جملہ انتہائی غیر متوقع تھا۔"

urdunovelsblog

"دیکھیں سبرینہ مجھے غلط مت سمجھیے گا، میرا اللہ گواہ ہے میری نیت بالکل صاف ہے، میں کافی دنوں سے آپ سے بات کرنا چاہتا تھا مگر ہمت نہیں کر سکا" سبرینہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جو دوسری ملاقات میں ہی اسے یہ سب کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں تو ایک دوسرے کو صحیح طرح جانتے بھی نہیں تھے۔

"میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں سبرینہ، زندگی کا سفر آپ کے ہمراہ طے کرنا چاہتا ہوں" سبرینہ کے چہرے پر چھائے شاک کے تاثرات ایک دم غصے میں تبدیل ہوئے، وہ شخص جس کا وہ صحیح نام بھی نہیں جانتی تھی، اُس کے سامنے کھڑا اُسے پرو پوز کر رہا تھا۔

"ہاؤ ڈیر یو، ہماری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اِس قسم کی بات کرنے کی" وہ شدید طیش کے عالم میں چلائی،

"دیکھیں سبرینہ۔۔" وہ سبرینہ کے تنے ہوئے تاثرات دیکھتا فوراً بولا، اِس سے پہلے کہ اُس کی بات مکمل ہوتی سبرینہ کاٹ دار لہجے میں غرائی،

"کیا دیکھیں دیکھیں لگا رکھی ہے، دیکھ تو لیا ہے تمہیں، اِنتہائی غیر مہذب اور گھٹیا بات کی ہے تم نے" اُس کی آواز اتنی بلند تھی کہ آس پاس موجود لوگ بھی اِس جانب متوجہ ہوئے۔

"سبرینہ آہستہ بولیں پلیز سب ہمیں دیکھ رہے ہیں" لوگوں کی نظریں اپنی جانب محسوس کرتے وہ فوراً بولا،

"دیکھتے ہیں تو دیکھیں، اُنہیں بھی تو پتہ چلے تم جیسے انسان کے بارے میں" سبرینہ غصے سے بولی،

"سبرینہ آپ۔۔۔"

"نام مت لو میرا اور آج کے بعد اگر تم مجھے اپنے آس پاس دکھائی دیے، تو یقین مانو میں تمہارا وہ حشر کروں گی کہ تم زندگی بھر یاد رکھو گے" یہ کہتے ہی سبرینہ تیز تیز قدم اٹھاتے وہاں سے چلی گئی لگی جبکہ وہ پیچھے سبرینہ، سبرینہ کرتا رہ گیا۔

حیات صدیقی اپنے والدین کی لاڈلی اور آخری اولاد تھے، اُن کے دو بھائی اور ایک بہن تھیں۔ بڑے بھائی جلال صدیقی تھے، جن کا اپنا اِمپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کا کاروبار تھا جبکہ اِن سے چھوٹے بھائی 25 سال سے اپنی اہلیہ کے ہمراہ بیرونِ ملک مقیم تھے۔ اِن کے بعد رابعہ صدیقی تھیں، جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد اب اسلام آباد میں رہائش پزیر تھیں۔ جلال صدیقی کو اللہ نے اولادِ نرینہ سے نوازا تھا، اُن کی اہلیہ صائمہ صدیقی اُن کی تایا زاد بھی تھیں۔ اللہ نے اُنہیں دو بیٹوں عماد صدیقی اور اشعر صدیقی جبکہ ایک

urdunovelsblog

بیٹی وشمہ صدیقی سے نوازا تھا۔ اب اِن کے بچے بھی اِنہی کے کاروبار میں شراکت دار تھے۔ جلال صدیقی نے حلال اور حرام کمائی میں نہ کبھی خود فرق کیا تھا، نہ کبھی اپنی اولاد کو سکھایا تھا، اُن کا ماننا تھا کہ رزق اللہ ہی دیتا ہے پھر چاہے وہ حرام ذریعے سے ہو یا حلال ذریعے سے۔

حیات صدیقی کو اللہ نے پانچ رحمتوں سے نوازا تھا، وہ اپنی اہلیہ صالحہ بیگم جو ان کی پھپھو زاد بھی تھیں، اُن کے ہمراہ لاہور میں مقیم تھے، جبکہ جلال صدیقی کو اپنا کاروبار لاہور میں شفٹ کیے ابھی چند ہی سال گزرے تھے۔ اُن کا گھر حیات صدیقی کے گھر سے 10 منٹ کے فاصلے پر تھا۔ حیات صدیقی کا کل سرمایہ اُن کی بیٹیاں ہی تھیں۔ سب سے بڑی حفصہ صدیقی، پھر آبرو صدیقی، اِصباح صدیقی، رُتبہ صدیقی اور آخر میں حَرم صدیقی تھی۔ جلال صدیقی نے اُنہیں بہت بار کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر اپنے ساتھ کاروبار کرنے کا کہا تھا مگر حیات صدیقی اپنے بھائی کے ذرائع آمدنی سے واقف تھے اور وہ حلال و حرام میں تمیز کرنا بخوبی جانتے تھے۔ اُن کا ماننا تھا کہ انسان کم کھالے مگر حلال ذرائع سے کمایا ہوا ہو، کیونکہ حرام میں تو خدا کی برکت بھی نہیں ہوتی، پھر چاہے آپ جتنا مرضی حرام کما کر اُس سے صدقہ دیں مگر وہ حرام مال کبھی بھی حلال میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اُن کی آمدنی اپنے بھائی سے کم ضرور تھی مگر اتنی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کو اچھا کھلا سکتے تھے، اچھا پہنا سکتے تھے، اپنی اولاد کو اچھی تعلیم دلوا سکتے تھے، مختصرا" وہ اپنے گھر والوں کو ایک اچھا طرزِ زندگی ضرور مہیا کر سکتے تھے۔ اُن کی بہن اپنے دو بچوں آفاق قریشی اور مہمل قریشی کے ساتھ اسلام آباد میں مقیم تھیں۔ آفاق قریشی نے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے پاکستان ایئر فورس جوائن کی تھی اور اب بحیثیت پائلٹ ڈیوٹی سر انجام دے رہا تھا جبکہ مہمل ابھی ایف ایس سی کی سٹوڈنٹ اور آبرو کی ہم عمر تھی۔ حیات صاحب نے اپنی سب سے بڑی بیٹی حفصہ کا رشتہ اپنے دوست کے بیٹے سے طے کیا تھا اور اپنی زندگی میں ہی اپنے پہلے فرض سے سُبکدوش ہو گئے تھے۔

urdunovelsblog

رات کے اِس پہر جب سب اپنے اپنے گھروں میں، اپنے لحافوں میں دُبکے نیند کا مزہ لے رہے تھے، چاند بھی اپنی حاضری لگوا کر جا چکا تھا، تارے اپنی ڈیوٹی سر انجام دے رہے تھے، تبھی لاہور کے ایک پوش علاقے میں سفید رنگ کے محل نما گھر میں ایک شخص اپنے کمرے میں جلے پاؤں کی بلی کی طرح اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر اضطراب اور پریشانی کے تاثرات عیاں تھے۔

"فیاض آپ بتائیں تو سہی کیا ہوا ہے؟" فائقہ بیگم جو مسلسل اپنے شوہر کو اِدھر سے اُدھر چکر لگاتے دیکھ رہی تھیں تنگ آ کر پوچھ بیٹھیں۔ اُن کے اِس سوال پر فیاض لاشاری نے ایک غصیلی نگاہ اُن پر ڈالی، "یہ سب تمہارا قصور ہے، تمہارے بے جا لاڈ پیار کا نتیجہ ہے جو ہمیں آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے" وہ غصے سے چلائے۔

"فیاض آپ کچھ بتائیں تو سہی" اپنے شوہر کی بات سن کر اب وہ حقیقتاً پریشان ہو چکی تھیں۔ اِس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے، باہر پورچ میں گاڑی رُکنے کی آواز نے اُن دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا، "لو آ گیا ہے تمہارا لاڈلا!" وہ یہ کہتے ہی باہر لاؤنج کی جانب بڑھے۔ اپنی سپورٹس کار سے شانِ بے نیازی سے اُترتا "شاہزین لاشاری" اُنہیں سامنے سے آتا دیکھ کر چونکا مگر ایک لمحے بعد ہی اُس کے ہونٹوں پر ایک جاندار مسکراہٹ تھی۔

واٹس ایپ ڈیڈ، آج میرا ویٹ ہو رہا ہے، واؤ" وہ متاثر ہونے والے انداز میں بولا۔ فیاض لاشاری نے اپنے بیٹے کا حُلیہ دیکھا، فیشن کے نام پر پھٹی ہوئی بلیک جینز کے ساتھ" وائٹ شرٹ جبکہ ہاتھوں میں پہنے بینڈز، کھلا ہوا گریبان، بکھرے ہوئے بال اور سگریٹ کی وجہ سے سیاہ ہوتے جامنی ہونٹ، بلاشبہ وہ ایک بگڑا رئیس زادہ لگ رہا تھا۔ فیاض لاشاری اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے لاؤنج کی جانب چل پڑے۔

"!ٹائم دیکھا ہے شاہزین تم نے"

جی ڈیڈ دو بج رہے ہیں" اور لاپرواہ انداز میں کہتا صوفے پر دھپ سے گرا۔"

یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا!" اِس بار وہ اپنے غصے پر قابو نہ رکھ پائے اور بلند آواز میں بولے۔ "

ڈیڈ میں روز اِسی ٹائم گھر آتا ہوں، کوئی نئی بات نہیں ہے جو آپ یوں ہائپر ہو رہے ہیں" وہ باپ کو جواب دیتے پاس بڑی بوتل سے پانی پینے لگا۔ فیاض لاشاری کا بس نہیں" چل رہا تھا کہ اُسے ایک تھپڑ جڑ دیں مگر اُنہیں یہ خیال بہت دیر سے آیا تھا۔

تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا کیا ہے؟" وہ مدعے کی بات پر آئے۔"

نہیں ڈیڈ آپ بتا دیں" وہ لاپرواہی سے بولا"

تم ایک قتل کر چکے ہو شاہزین قتل!" وہ غصے کی شدت سے دھاڑے"

کیا ہو گیا ہے آپ کو ڈیڈ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں، جائیں جا کر ریسٹ کریں کل بات کریں گے" وہ شانِ بے نیازی سے کہتا اپنی پاکٹ سے سگریٹ نکال کر سامنے " پڑے لائٹر سے اُسے جلانے لگا۔ اُس کی بات سن کر فیاض لاشاری کا ضبط جواب دے گیا اور وہ اُس کے سر پر پہنچے، اُس کے ہاتھ سے سگریٹ لے کر نیچے پھینک دی۔

ہماری کمپنی کے ایک ایمپلائی قتل کر دیا ہے تم نے شاہزین" وہ غرائے"

"ڈیڈ کیا بول رہے ہیں، کلیئر کریں"

کل تمہاری گاڑی نے شام کو ایک شخص کو ہِٹ کیا تھا اور وہ شخص موقع پر ہی دم توڑ گیا، وہ ہماری کمپنی کا ایک سینیئر ایمپلائی تھا" وہ اب اُسے اُس کے کیے گئے گناہ کا" احساس دِلا رہے تھے۔

"کون تھا وہ؟"

"حیات صدیقی" اُن کی بات سنتے، شاہزین کے ذہن کے پردے پر ایک ضعیف سا چہرہ نمودار ہوا۔

"اوہ آئی سی" وہ اتنا کہتے دوبارہ سے سگریٹ نکالنے لگا۔

"کیا مطلب، تمہیں ذرا احساس ہے اپنی غلطی کا" فیاض صاحب اس کا ردِ عمل دیکھ کر حیران تھے۔

"تو ڈیڈ کیا کروں، ہو گیا نہ، میں نے جان بوجھ کر تو نہیں کیا! سولیو دِس ٹاپک" اُس نے گویا ناک سے مکھی اُڑائی۔

فیاض صاحب اُس کا جواب سن کر ششدر رہ گئے، وہ کیسے ایک قتل کرنے کے بعد موضوع تبدیل کرنے کا کہہ رہا تھا، ابھی وہ کچھ اور سوچتے ہی کہ شاہزین کی آواز اُن کے سماعت سے ٹکرائی،

"ویسے ڈیڈ ایک بات کہوں" فیاض لاشاری نے اُس کی جانب دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا

"اُن کا ٹائم آ گیا تھا ڈیڈ، اچھا ہی ہوا" وہ جو سمجھے تھے شاید اُسے احساس ہو گیا ہے اُس کی بات سن کر دھاڑے

"شاہزین"

"ہاں تو ڈیڈ بیمار ہوتے، بستر پر پڑتے، تکلیف ہوتی نہ کافی، اِس طرح ایک ہی جھٹکے میں۔۔۔" وہ اتنی سفاکانہ بات اتنے اطمینان سے کہہ رہا تھا، فیاض لاشاری تو کچھ کہہ ہی نہ سکے۔

"ویسے بھی میں تو وسیلہ بنا ہوں، اُن کا ٹائم آیا ہوا تھا میری گاڑی اُنہیں نہ کچلتی تو کوئی اور گاڑی"

"شاہزین" وہ اُس کی بات کاٹتے ہوئے بولے

"کیا ڈیڈ، اچھا چلے جائیں اب سو جائیں" اُن کے غصے اور باتوں کو کسی خاطر میں نہ لاتا کہنے لگا۔

"تمہیں ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوئی شاہزین!" وہ قدرے افسوس سے پوچھنے لگے

"ہوئی ہے نہ ڈیڈ، دیکھیں میرے آنسو۔۔" وہ اپنے مصنوئی آنسو صاف کرتا بولا

"شاہزین میں تمہیں۔۔" وہ دھاڑے

کیا کریں گے ڈیڈ، کمپنی سے نکالیں گے، نکال دیں!" وہ لمحے بھر کو رکا "

مجھے پتا ہے آپ ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ نقصان میرا نہیں آپ کا ہوگا۔" وہ اپنی اُنگلی سے اُن کے سینے پہ دستک دیتا بولا "

کیونکہ یہ بات آپ جانتے ہیں کہ شاہزین لاشاری صرف آپ کا بیٹا ہی نہیں، آپ کی ضرورت بھی ہے! گُڈنائٹ" یہ کہتے وہ اپنے کمرے کی جانب چل پڑا اور پیچھے "

فیاض لاشاری فائقہ لاشاری کی جانب غصے سے دیکھنے لگے، جو تب سے کھڑی دونوں باپ بیٹا کی باتیں سن رہی تھیں۔فیاض لاشاری تن فن کرتے اپنے کمرے کی جانب چل دیے جبکہ فائقہ لاشاری کی سماعتوں میں تو محض ایک ہی نام گونج رہا تھا۔

"حیات صدیقی"

کیفیٹیریا میں اِس وقت خوب گہما گہمی تھی، فروری کے آغاز میں سردی کا زور بھی آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔ وہ آسمانی رنگ کا کُرتا شلوار پہنے، ساتھ بلیک کلر کی شال اوڑھے کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ اُس کا دماغ آج سے دو ماہ پیچھے کا سفر طے کر چکا تھا۔ اُسے یاد تھا اُس دن جب وہ گھر لوٹی تو ایک دم اُسے پچھتاوے نے آگھیرا مگر اُس نے تو کچھ غلط نہیں کیا تھا، وہ شخص اِسی قابل تھا مگر ان دو ماہ میں نجانے کیوں وہ بار بار اُسے اس شخص کا خیال آتا، وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھی نجانے کیوں وہ اُس کے انتظار میں تھی۔

ہاں وہ اُس کے انتظار میں تھی کیونکہ اُس دن کے بعد وہ اُسے یونیورسٹی میں کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ اُس کی سوچوں کا تسلسل پیچھے سے آنے والی آواز نے توڑا، جہاں دو لڑکیاں آپس میں بیٹھی کسی کا ذکر کر رہی تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے فاحا، آج وہ بیچارا یونیورسٹی آیا تھا، پورے دو ماہ بعد "

، کون؟" پاس بیٹھی فاحا نے فرائز سے بھرپور انصاف کرتے سوال پوچھا "

وہی یار ہمارا کلاس فیلو "فیضی" "یہ نام سنتے ہی سبرینہ جو وہاں سے اُٹھ کر جانے والی تھی، اُس کی ہر حرکت تھم گئی، اُس کا سارا جسم کان بن کر اُن کی بات سننے لگا۔ "

"اوہ اچھا! ویسے وہ پچھلے دو ماہ سے تھا کہاں؟ ایگزامز بھی نہیں دیے اُس نے "

، تمہیں نہیں پتا! اُس کا دو ماہ پہلے بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، موت کے منہ سے واپس آیا ہے بیچارا" وہ لڑکی افسوس بھرے انداز میں بولی"

"اوہ، اُس کا تو سمیسٹر بھی ویسٹ ہو گیا ہوگا؟"

"ہاں یار"

،ویسے ایکسیڈنٹ ہوا کیسے تھا؟" فاحا نے دوبارہ سوال کیا "

"زیادہ تو نہیں پتا مگر ہاں گاڑی نے ہِٹ کیا تھا، سنا ہے کافی ڈپریس تھا اُن دِنوں"

،آئی سی" فاحا نے فرائز کا آخری ٹکڑا اُٹھاتے کہا "

سنا ہے کسی لڑکی کا چکر تھا" اُس لڑکی کی یہ بات سنتے ہی سبرینہ نے فوراً اُن کی جانب دیکھا اور پھر اپنی نظر اِدھر اُدھر گھمائی، اُسے لگا جیسے سب اُسے ہی دیکھتے اِس سارے " معاملے کا قصوروار ٹھہرا رہے ہوں۔

ہاں ہو سکتا ہے، خیر یہ بتاؤ تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟" فاحا نے پھر سے سوال پوچھا"

وہ اُس کا دوست ہے نہ صارم، وہ میرا کزن ہے تو اُس نے مجھے بتایا" وہ لڑکیاں مزید بھی کچھ بات کر رہی تھیں مگر سبرینہ کا دماغ تو جیسے سُن ہو چکا تھا، اس کی ابھی دو کلاسز " باقی تھیں مگر وہ اُنہیں چھوڑ کر فوراً اپنے گھر کی جانب نکل پڑی، اُس کا دماغ ابھی تک اُن لڑکیوں کی باتوں میں اُلجھا ہوا تھا۔

urdunovelsblog

لاشاری ٹیکسٹائلز" بزنس کی دنیا کا ایک جانا مانا نام تھا، جس کے اونر فیاض لاشاری تھے یہ اُن کی انتھک محنت کا ہی نتیجہ تھا کہ آج اُن کے بزنس کی برانچز پورے پاکستان میں" پائی جاتی تھیں۔ وہ عمر میں 60 کا ہندسہ عبور کر چکے تھے مگر عمر کے اِس حصے میں بھی وہ وجاہت کا منہ بولتا شاہکار تھے، بلاشبہ وہ ایک خوبصورت اور وجیہہ مرد تھے۔ بزنس کی دنیا میں اُن کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ لگائیں تو وہ سونا بن جائے۔

وہ اپنی شریک حیات فائقہ لاشاری اور اپنے دو بیٹوں کے ساتھ لاہور کی ایک پوش علاقے میں ایک عالی شان بنگلے "لاشاری وِلا" میں مقیم تھے۔ فائقہ لاشاری ایک نہایت سوبر اور نفیس خاتون تھیں، وہ عورت تو اچھی تھیں مگر ایک بیوی اور ماں کیسی تھیں یہ بات اُن کے گھر والے ہی بہتر جانتے تھے۔ شاہزین لاشاری، فیاض لاشاری کا بڑا بیٹا تھا، جو بزنس میں اُن کا شراکت دار بھی تھا، اسی لیے تعلیم مکمل کرتے ہی اُس نے فیاض لاشاری کے کہنے پر کمپنی جوائن کرنی تھی۔ وہ ایک عیاش طبیعت کا مالک تھا، بارز اور کلبز میں جانا اُس کے معمول میں شامل تھا، سگریٹ نوشی اُس کا پسندیدہ مشغلہ تھا، یونیورسٹی میں وہ اپنی سنہری آنکھوں اور اپنے غیض و غضب کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ وہ غصے کا بہت تیز تھا، ابھی یونیورسٹی کے لاسٹ ڈیز میں ہی اُس نے معمولی سی بات پر ایک لڑکے کی ٹانگ توڑ کر اُسے ہمیشہ کے لیے معذور کر دیا تھا، سب اس کے غیض و غضب سے

ڈرتے تھے کیونکہ وہ اپنے غصے کی آگ میں دوسروں کو جلانا جانتا تھا۔فیاض لاشاری کا دوسرا بیٹا"شہریار لاشاری" ابھی نائنتھ کلاس کا سٹوڈنٹ تھا، مگر اپنے بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ بہت سے برائیوں کو اپنا چکا تھا۔

فیاض لاشاری نے اپنا سارا وقت اپنے کاروبار کو دے کر اُسے توجہ کا دیا تھا مگر اُن کی اُولاد اُن کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی، انہوں نے اپنی اُولاد کو سونے کا نوالہ کھلا کھلا کر بڑا کیا تھا مگر وہ شیر کی نگاہ رکھنا بھول گئے تھے۔اُن کے پاس عمر بھر اپنی اولاد کی تربیت کے لیے وقت نہ تھا، تربیت کا ذِمہ انہوں نے اپنی بیوی فائقہ لاشاری کو سونپا تھا جو اپنی لاپرواہ اور آزاد فطرت کے باعث اِس ذمہ داری کو پورا کرنے میں بُری طرح ناکام ہوئی تھیں۔ہر وقت پارٹیز اور گیدرنگز میں وہ اپنی اولاد کو فراموش کر بیٹھی تھیں اور اب وہ دونوں اپنے کی گئی کوتاہیوں کا خمیازہ بھگت رہے تھے۔انہوں نے اپنی اولاد کی ہر جائز اور ناجائز خواہش کو پورا کرتے انہیں اس نہج پر پہنچا دیا تھا کہ اب وہ صحیح اور غلط میں تفریق کرنا بھول چکے تھے اور جب انسان صحیح اور غلط میں تفریق کرنا بھول جائے تو اُس میں اور ایک حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

"وہ مسلسل سامنے لگی پینٹنگ پر نظریں جمائے گہری سوچ میں گم تھی۔اُس کے کانوں میں ابھی تک اُن لڑکیوں کی باتیں گونج رہی تھیں"وہ موت کے منہ سے واپس آیا ہے اگر وہ زندگی کی بازی ہار جاتا! سبرینہ نے بے اختیار جھرجھری لی،اِس سے آگے وہ سوچ نہ سکی۔

نجانے کیوں اُس کا دل اس انسان کے لیے پریشان تھا، سوچوں کا محور بھی وہ شخص تھا، یہ آخر اُسے کیا ہو رہا تھا! وہ بہت پریشان تھی۔

بلا آخر اپنی کیفیات کو پچھتاوے کا نام دے ڈالا کہ شاید کہیں نہ کہیں اُس حادثے کی وجہ "وہ" بھی تھی۔اُس نے ارادہ کیا کہ کل وہ اُس کے ڈیپارٹمنٹ جا کر اُس کا حال احوال دریافت کر کے خود کو اِس پچھتاوے سے رہائی دِلوائے گی مگر وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ ایک پلاننگ آپ کرتے ہیں اور ایک پلاننگ آپ کی قسمت کرتی ہے اور جیت ہمیشہ قسمت کی ہی ہوتی ہے۔

رات کے 12 بج چکے تھے مگر نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، آنکھیں خشک اور ویران تھیں۔آبرو نے ایک لمحے کے لیے پاس سوئی ہوئی اِصباح اور رُتبہ کو دیکھا، وہ پُرسکون نیند لے رہی تھیں کیونکہ وہ بہت سے معاملات سے لاعلم تھیں۔لاعلمی ایک نعمت ہے، اِس بات کا اندازہ آج آبرو کو بخوبی ہو رہا تھا۔ گرگٹ رنگ بدلتا ہے یہ آبرو نے سنا تھا مگر انسان بھی رنگ بدلتے ہیں، یہ آبرو نے آج دیکھ لیا تھا۔اُن کے غم میں شریک ہونے والا ہر شخص اُن سے اِظہارِ افسوس انہیں اُن کی محرومیاں یاد دِلا کر کرتا تھا،

urdunovelsblog

اِن دس دِنوں میں اُن کے گھر آنے والے ہر انسان نے انہیں یہ بات ضرور یاد دلائی تھی کہ اُن کے گھر کا واحد کفیل اُن سے بچھڑ گیا ہے،اُن کے گھر کا اِکلوتا مرد اب اِس دنیا میں نہیں رہا،بخوبی اِس بات کا احساس دلایا تھا کہ

!اب وہ اکیلی عورتیں ہیں

!کوئی ذریعہ آمدنی بھی نہیں ہے

!گزارا کیسے ہو گا

!زندگی کیسے گزرے گی

!بیٹا ہوتا تو مشکلات نہ آتیں

!بیٹا ہوتا تو سب سنبھال لیتا

ہمارے معاشرے میں یہ بات بہت عام ہے کہ ہم کسی سے اُس کے نقصان کا افسوس،اسے اُس کے نقصان اور محرومیوں کا احساس دِلا کر کرتے ہیں، اگر وہ انسان جو ہو گیا اُسے بھولنا بھی چاہے تو معاشرہ اُسے وہ بات بھولنے نہیں دیتا،اپنے نقصان پر صبر بھی کرنا چاہے تو لوگ صبر نہیں کرنے دیتے،زخم تازہ کرنے کا ہنر رکھتے ہوئے بھرپور طریقے سے زخموں کو دوبارہ کرید دیتے ہیں۔جن زخموں پر مرہم کی ضرورت ہوتی ہے،اُس پر نمک چھڑک کر اسے مزید تکلیف دے بنا دیا جاتا ہے۔

وہ کروٹ بدلتے سونے کی کوشش کرنے لگی کہ سامنے ایک کاغذ پڑا نظر آیا، جسے دیکھ کر اُس کا حلق تک کڑوا ہو گیا،اپنی بے بسی پر جی بھر کر رونا آیا،حیات صاحب اپنے ساتھ اُن کی زندگی کا ہر رنگ بھی لے گئے تھے۔اُس کے ذہن کے پردے پر آج صبح کا منظر لہرانے لگا۔

:-صبح کا منظر

جلال تایا اور صائمہ تائی اُن کے لاؤنج میں بیٹھے تھے، جبکہ عدت میں ہونے کی وجہ سے صالحہ بیگم کمرے میں موجود تھیں۔حفصہ اُن کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی،اِتنے میں آبرو اُن کے لیے شربت لے کر آئی اور شربت انہیں دیتے وہ بھی سامنے حفصہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔اُس نے صائمہ تائی کے کپڑوں کی جانب دیکھا،اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اِن دس دنوں میں جب اُن بہنوں کو کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں تھا،تب تائی جب بھی اُن کے گھر آئی تھیں تو اُن کا جوڑا ہر بار مختلف ہوتا اور جوڑے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ جوڑا نیا ہے، کیا تائی واقعی اُن کے غم میں غمگیں تھیں! اِن خیالوں سے اُسے جلال تایا کی آواز نے نکالا۔

حفصہ بیٹا پھر بھابھی نے کیا سوچا ہے ؟" انہوں نے شربت کے گلاس میں سے پہلا گھونٹ لیتے پوچھا"

تایا جان کس بارے میں ؟" حفصہ نے اُلجھے ہوئے انداز میں سوال کیا "

گھر کے بارے میں اور آگے آنے والے وقت کے بارے میں" جلال تایا نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا "

گھر کے بارے میں کیا سوچنا ہے تایا جان ؟" اِس بار سوال آبرو کی جانب سے تھا وہ جلال تایا کی باتوں سے اُلجھ رہی تھی "

آبرو بیٹا، اب ظاہر سی بات ہے اِس گھر کا کفیل تو اب رہا نہیں، حیات کی تنخواہ کے علاوہ اور کوئی آمدنی کا ذریعہ بھی نہیں جس سے اب گھر چل سکے" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو" گئے اور شربت کے گلاس سے دوسرا گھونٹ لینے لگے۔اِس سے پہلے کہ آبرو یا حفصہ میں سے کوئی کچھ کہتا، رُتبہ لاؤنج میں داخل ہوئی۔

آپی وہ باہر کوئی انکل آئے ہیں، اپنا نام صداقت بتا رہے ہیں" رُتبہ نے آبرو اور حفصہ کو مخاطب کیا "

اچھا انہیں اندر بھیج دو" رُتبہ کی بات کا جواب جلال تایا نے دیا۔رُتبہ سر ہلاتی باہر کی جانب چل پڑی اور کچھ دیر میں ایک شخص لاؤنج میں داخل ہوا جو حیات صاحب کی ہی " عمر کا تھا، لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے سب کو سلام کیا اور جا کر جلال تایا کے پاس بیٹھ گیا۔حیات صاحب کے انتقال کی تعزیت کرنے کے بعد وہ اُس بات پر آیا جس کے لیے وہ آج یہاں موجود تھا۔

جلال صاحب وہ دراصل حیات صاحب نے مجھ سے چھ ماہ پہلے کچھ قرض لیا تھا، آدھی رقم تو وہ واپس کر چکے تھے مگر آدھی رقم ابھی باقی ہے" وہ لمحے بھر کو رُکا" باقی کی رقم بھی اِس مہینے میں اُنہیں ادا کرنی تھی، مگر زندگی نے انہیں اتنی مہلت نہ دی، میں کبھی بھی رقم کا فوری مطالبہ نہ کرتا اگر مجھے حقیقتاً اُس کی ضرورت نہ ہوتی" وہ" اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا

کتنی رقم دینی تھی حیات نے ؟" جلال تایا نے پوچھا جبکہ آبرو اور حفصہ تو پریشان چہرے لیے بیٹھی تھیں "

جی کل 20 لاکھ لیے تھے، جس میں سے 10 لاکھ کی ادائیگی وہ کر چکے تھے مگر 10 لاکھ ابھی باقی ہیں" وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔اِس سے پہلے کہ جلال تایا کچھ " ،بولتے آبرو بولی

لاکھ ! انکل اتنی بڑی رقم، ابو نے آپ سے قرض کب لیا تھا؟ 10 "

میں نے بتایا تو بیٹا، چھ ماہ پہلے غالباً اُن کی بیٹی کی شادی تھی، یہی وجہ بتائی تھی انہوں نے" وہ شخص دوبارہ بولا۔ آبرو اور حفصہ اب خاموش ہو گئی تھیں کیونکہ یہ حقیقت تھی "

کہ چھ ماہ پہلے حفصہ کی شادی کے لیے حیات صاحب کو قرض اٹھانے پڑے تھے۔ جلال تایا نے شربت کا آخری گھونٹ لیتے خالی گلاس کو سامنے پڑے ٹیبل پر رکھ دیا۔ اتنے

،میں حفصہ بولی

مگر انکل ہم یہ اتنی بڑی رقم اِتنے کم وقت میں کیسے ادا کریں گے؟" اِس سے پہلے کہ وہ شخص کچھ بولتا جلال تایا کی آواز نے اُسے خاموش کرا دیا "

"صداقت صاحب آپ فکر مت کریں، رقم کا انتظام ہو جائے گا، آپ کو پیسے کب تک چاہیے "

"اِس ہفتے میں اگر مل جاتے تو۔۔۔"

کل آپ یہاں آکر پیسے لے جائیے گا" وہ اطمینان بھرے لہجے میں کہنے لگے۔ آبرو اور حفصہ دونوں اُن کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھیں، آبرو بولنے کے لیے الفاظ "

تلاش کر رہی تھی۔

بہت بہت شکریہ جلال صاحب" وہ شخص تشکر بھرے لہجے میں بولا۔ جلال تایا نے سر اثبات میں ہلاتے اس کا شکریہ قبول کیا۔ پانچ منٹ بعد وہ شخص اُن کے گھر سے چلا "

گیا، اُس کے جاتے ہی حفصہ بولی

تایا جان ہم کیسے کریں گے انتظام؟" اُس کے لہجے میں پریشانی ہی پریشانی تھی "

urdunovelsblog

"فکر مت کرو میرے پاس اِس معاملے کا حل ہے "

کیسا حل؟" آبرو نے سوال کیا "

ہم اِس گھر کو بیچ دیں گے" انہوں نے اطمینان بھرے انداز میں اُن دونوں کے سر پر بم پھوڑا۔ "

سردیوں کا دور آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا، بہار کی آمد آمد تھی، 12 بجے کا وقت تھا، سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ وہ آج آسمانی رنگ کی شارٹ فراک کے ساتھ ہم رنگ ٹراؤزر پہنے سیاہ رنگ کے دوپٹے کو گلے میں ڈالے، آج (ماس کام) ڈیپارٹمنٹ آئی تھی۔ بالوں کو اُس نے جوڑے میں گوندھ رکھا تھا جبکہ جیولری کے نام پر صرف ایک باریک چین پہن رکھی تھی، اُس کی نظریں کسی کی متلاشی تھیں، مسلسل اِدھر اُدھر دیکھتی، اُسے ڈھونڈتی ہوئی آ رہی تھی کہ اچانک سامنے نظر پڑنے پر اُس کی

تلاش ختم ہوئی، وہ سامنے بلیک جینز کے ساتھ بلیک ہی شرٹ پہنے، کندھے پر بیگ لٹکائے اپنے سامنے کھڑے لڑکے سے محوِ گفتگو تھا۔ وہ دو ماہ پہلے والا فیضی تو نہ تھا، وہ کافی کمزور ہو چکا تھا نقاہت اور کمزوری اُس کے چہرے سے عیاں تھی۔ اُس کی بھُوری آنکھیں، بہت بوجھل دکھائی دے رہی تھیں۔ سبرینہ چلتے چلتے اُس کی جانب گئی اور چند قدم فاصلے پر اُس کا انتظار کرنے لگی کہ اچانک بھُوری آنکھوں نے اِس جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں، بھُوری اور کتھئی آنکھوں کا ٹکراؤ ہوا! کہ وہ جو اپنے سامنے کھڑے لڑکے سے بات کر رہا تھا، اپنی بات بھول گیا، الفاظ کہیں کھو گئے، وہ اُس لڑکے سے معذرت کرتا، جلدی سے سبرینہ کی جانب آیا۔ وہ بھُوری آنکھیں جو کچھ دیر پہلے نقاہت زدہ اور بوجھل تھیں، اب خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"السلام علیکم" ہمیشہ کی طرح اُس نے آتے ہی اُس پر سلامتی بھیجی۔

"وعلیکم السلام، ہاؤ آر یو؟" اِس بار حال احوال پوچھنے والی وہ تھی۔ وہ لمحے بھر تو کوئی جواب نہ دے سکا۔

"کیسی طبیعت ہے آپکی؟" سبرینہ نے اُسے خاموش دیکھ کر الفاظ بدلتے دوبارہ پوچھا۔

"میں۔۔ بالکل ٹھیک ہوں" وہ اپنے لہجے پر قابو نہ پاسکا۔ وہ اس وقت خوشگوار حیرت میں مبتلا تھا، سبرینہ کا اُس کے ڈیپارٹمنٹ آنا، اُس کا حال دریافت کرنا، اُس کا دل خوشی کے مارے اُچھل رہا تھا۔

"آپ کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں سنا تھا" اتنا بول کر وہ خاموش ہو گئی۔

"ایکسیڈنٹ کیسے ہوا تھا آپ کا؟" اُسے مسلسل خاموش دیکھ کر اس نے سوال پوچھا۔

urdunovelsblog

"کار نے ہِٹ کیا تھا، غلطی میری تھی، میں رانگ وے تھا" اُس کی بات سنتے ہی سبرینہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔

"آپ ایگزامز بھی نہیں دے سکے، آپ کا سمیسٹر بھی ویسٹ ہو گیا" وہ کافی افسردہ لہجے میں بولی، جیسے اِس بات کا اُسے بہت افسوس ہو۔

"جی ویسٹ ہو گیا ہے" اُس نے سبرینہ کی بات دُہرائی لیکن اُس کے لہجے میں بالکل بھی افسوس نہ تھا۔

"آپ کی صحت کے بارے میں پوچھنا تھا، اس لیے آئی تھی، اللہ کے کرم سے کافی بہتر ہیں آپ" وہ خاموش رہا۔

"اپنا خیال رکھیے گا، اللہ حافظ" وہ یہ کہتے ساتھ ہی جانے کے لیے مڑ گئی۔

وہ جا رہی تھی! فیضی کو ہوش آیا! اُس نے سبرینہ کو آواز دی۔

سبرینہ" وہ ابھی دو قدم ہی دور گئی تھی، اُس کی آواز سن کر پلٹی اور آ بسرو اُچکائے گویا آواز دینے کی وجہ پوچھ رہی ہو۔ وہ سبرینہ اور اپنے درمیان کا فاصلہ عبور کرتا اُس کے"

،قریب آیا

تھینک یو" وہ دیھمے لہجے میں بولا "

کس لیے" سبرینہ حیران ہوئی "

میرا حال پوچھنے آنے کے لیے" اُس نے وضاحت دی "

کوئی بات نہیں" سبرینہ جانے کے لیے مڑنے ہی لگی تھی کہ وہ دوبارہ بولا "

"سبرینہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے اگر آپ برا نہ مانیں تو"

جی بولیں" اِس بار سبرینہ کے لہجے کی نرمی میں تھوڑی کمی آگئی"

سبرینہ ہمارے درمیان اگر کوئی اور رشتہ ممکن نہیں، تو کیا ہم دوست بھی نہیں بن سکتے" اُس نے سبرینہ سے سوال کیا، سبرینہ خاموش رہی۔ "

اگر ہم پچھلی ملاقاتوں کو بھول کر دوستی کا آغاز کرنا چاہیں، تو کیا یہ ممکن ہے؟" وہ دوبارہ اُس سے سوال پوچھ رہا تھا۔ اِس سے پہلے کہ سبرینہ کچھ بولتی وہ دوبارہ بولا "

اِس بار انکار مت کیجیئے گا پلیز" وہ التجایئہ انداز میں بولا۔ اُس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ سبرینہ انکار نہ کر سکی، الفاظ کا اثر تھا یا کچھ اور! وہ انکار نہیں کر سکی۔ "

میری کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے، اب میں چلتی ہوں، خدا حافظ" وہ یہ کہتے جانے کے لیے مڑی۔ "

اللہ حافظ" فیضی نے دیھمے لہجے میں کہا۔ آج وہ بہت خوش تھا، سبرینہ کا آنا، اُس کا حال پوچھنا، اُس کے دوستی کے لیے بڑھے ہاتھ کو تھام لینا، فیضی کے لیے کسی معجزے "

سے کم نہ تھا۔

urdunovelsblog

دوسری جانب سبرینہ خود بھی حیران تھی کہ وہ فیضی کو انکار کیوں نہیں کر سکی، مگر پھر دل کی آواز آئی کہ کیا پتا وہ اچھا انسان ہو، اُس کی غلطی کو معاف کر کے ایک چانس تو دینا چاہیے اور ویسے بھی وہ صرف دوستی کا ہی تو خواہش مند ہے۔ سبرینہ اِس بات سے انجان تھی کہ دوستی سے شروع ہونے والا یہ سفر بہت جلد محبت کا روپ اختیار کرنے والا ہے اور اگر وہ اِس سفر کے انجام سے آشنا ہو جاتی تو آج فیضی کا دوستی کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ کبھی نہ تھامتی۔

نہیں ایسا نہیں ہو گا" آبرو جلدی سے بولتی اُٹھ کھڑی ہوئی"

کیا مطلب ایسا نہیں ہو گا، کہاں سے لاؤ گے پیسے، کیسے کرو گے گزارا اور یہ جو آدمی آیا تھا اِس کا قرض کیسے ادا کرو گے؟" جلال تایا سخت لہجے میں بولے "

مگر تایا جان ہم یہ گھر نہیں بکنے دیں گے" آبرو بضد تھی "

تو کیا کرو گی، بھائی تو ہے نہیں تم لوگوں کا جو کچھ کما کر سب کو کھلا دے، سب لڑکیاں ہو، کون کمائے گا، کیسے چلے گا یہ گھر؟"تب سے خاموش بیٹھی تائی آبرو کی بات پر بول اٹھیں

"مگر تائی جان، یہ گھر بابا جان نے بہت محنت سے بنایا تھا، ہمارا بچپن گزرا ہے یہاں، بابا جان کی یادیں وابستہ ہیں اس گھر سے۔۔ "

تو کیا کرو گی اِن یادوں کا، یہ پیسے کما کر لائیں گی، سرکاری ملازم تو تھا نہیں حیات کہ پینشن آجائے، کیسے چلاؤ گی گھر، کہاں سے لاؤ گی پیسے اپنی ضروریات کے لیے" آبرو کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ تائی درشتگی سے کہنے لگیں۔ اُن کی بات سن کر آبرو کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی مگر پھر بولی

"نہیں تائی جان ہم یہ گھر۔۔۔ "

خاموش ہو جاؤ آبرو" اِس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی، اندر کمرے میں سے صالحہ بیگم کی آواز نے اُسے چپ کرا دیا، اُن کے لہجے میں سختی تھی"

اور ویسے بھی ہماری عزت کا سوال ہے، پہلے تو اس گھر میں مرد تھا مگر اب اکیلی عورتیں دیکھ کر کل کو لوگ یہاں چکر لگانے لگے تو نام تو ہمارا بدنام ہو گا" جلال تایا کی زبان سے انگارے برس رہے تھے

ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، لوگ تو جن کے گھر باپ یا بھائی ہوں، انہیں نہیں بخشتے، اِس گھر میں تو کوئی مرد ہے ہی نہیں، بن باپ کی بچیاں ہیں کل کو اگر کوئی بات ہو گئی تو لوگ تو ہم سے ہی پوچھیں گے نہ، ویسے بھی زمانہ بڑا خراب ہے" صائمہ تائی کی زبان زہر اُگل رہی تھی

ٹھیک ہے بھائی صاحب آپ کا فیصلہ ہمیں منظور ہے" اندر سے آتی صالحہ بیگم کی آواز نے آبرو کو خاموش کرا دیا جو کچھ بولنے کے لیے پَر تُول رہی تھی۔ "

ٹھیک ہے پھر کچھ لوگ ہیں میری نظر میں، اُن سے بات کرتا ہوں اور باقی رہی بات صداقت صاحب کے قرضے کی تو آج میں عماد کے ہاتھ شام کو ایک چیک بھجوا دوں گا" وہ ایک لمحے کے لیے رکے

اور آپ لوگ پیکنگ کر لیں، میں نے اپنے گھر کا اوپر والا پورشن خالی کروا لیا ہے، دو دن بعد آپ لوگوں نے وہاں شفٹ ہونا ہے" وہ فیصلہ سناتے باہر کی جانب چل پڑے" جبکہ صائمہ تائی بھی اپنا پرس اٹھاتی انکے پیچھے چل پڑیں۔ صدمے اور تکلیف کے مارے حفصہ رونے لگی مگر آبرو کے کانوں میں ابھی تک جلال تایا اور صائمہ تائی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ وہ سب کچھ طے کر چکے تھے، اُن پر محض وہ اپنا حکم صادر کرنے آئے تھے چند دنوں میں زندگی کتنی عجیب ہو گئی تھی، ہر روز نئی تکلیف، نیا مسئلہ سامنے آ جاتا جو پچھلے سے بڑا اور تکلیف دہ ہوتا۔

آبرو" اِصباح کی آواز سے وہ حال میں واپس لوٹ آئی"

"ہمم "

سوئی نہیں ابھی تک" وہ نیند سے بھری آواز میں پوچھنے لگی"

کوشش کر رہی ہوں، تم سو جاؤ" وہ سامنے پڑے اُس چیک کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اُس چیک کو دیکھتے آج آبرو نے ایک فیصلہ لیا تھا کہ آج سے وہ جلال تایا کا اپنی ذات اور " اپنے گھر والوں پر خرچ ہونے والا ہر روپیہ یاد رکھے گی تاکہ ایک دن وہ اُنہیں اُن کی ایک ایک پائی لوٹا سکے، اُن کے سارے احسانات چکا سکے اور اُنہیں یہ بتا سکے کہ عورت ذات بھی سب کچھ کر سکتی ہے۔

urdunovelsblog

فیاض لاشاری اس وقت اپنی سٹڈی میں موجود تھے، سامنے موجود کتاب کے صفحے بے دیہانی سے پلٹ رہے تھے، کیونکہ اُن کا دماغ اِس وقت اِس کتاب میں تحریر الفاظ کی جانب نہ تھا بلکہ کل رات اپنے اور شاہزین کے مابین ہوئی گفتگو کی جانب تھا، وہ حیران اور پریشان تھے کہ کیسے اُن کا بیٹا ایک قتل کر کے اتنا پرسکون ہے، وہ ایک حادثہ ضرور تھا مگر وہ اُس کی غلطی کا نتیجہ تھا مگر شرمندگی اور احساس تو بہت دور وہ تو اِس معاملے کو محض ایک معمولی بات سمجھ کر ہوا میں اُڑا گیا تھا۔ آج ایک بار پھر پچھتاوے نے اُنہیں آ گھیرا تھا، وہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے میں ناکام ہوئے تھے اپنی اولاد کو ایک ایسی عورت کے زیرِ پرورش رکھا جو خود تعلیم یافتہ تو تھی مگر تربیت یافتہ نہیں۔ بے شک وہ اُن کی اولاد کی ماں تھی مگر اُس نے ماں ہونے کا حق صرف اُنہیں پیدا کرنے تک ادا کیا تھا۔ یہ عورت اُن کا اِنتخاب بالکل نہ تھی، وہ کبھی بھی ایسی عورت کو اپنی شریکِ حیات نہ

بناتے اگر اُن کی ماں کی خواہش اُن کے پاؤں کی زنجیر نہ بنتی۔ اُنہیں آج بھی اپنی ماں کے آخری الفاظ یاد تھے جس میں انہوں نے اپنی قسم دے کر اُنہیں اپنی بھانجی فائقہ لاشاری سے نکاح کا کہا تھا، وہ ہر صورت انکار کر دیتے مگر ماں کی بگڑتی حالت اور قسم اُنہیں یہ کڑوا گھونٹ پینے پر مجبور کر گئی۔ وہ اپنی ماں کے آگے مجبور ہو گئے، بہت کچھ قربان کر گئے۔ اُن کی ماں اپنے اکلوتے بیٹے سے اپنی بھانجی کا عمر بھر کا ساتھ نبھانے کا وعدہ لیتے ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند گئیں جبکہ وہ اس وعدے کو نبھاتے نبھاتے آج اِس مقام پر کھڑے تھے، جہاں اُن کی اولاد اُن کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی، اُن کی سوچوں کے تسلسل کو پاس پڑے فون پر ہونے والی بیل نے توڑا، جس پر "غفار کالنگ" لکھا جگمگا رہا تھا۔

آبرو نے سامنے پڑی کتابوں کو اکٹھا کر کے انہیں قریب پڑے ڈبے میں ڈالنا شروع کیا، ایک ایک کر کے وہ تمام کتابیں اُس نے ڈبے میں رکھ دیں، آخری کتاب رکھتے ہوئے اُس میں سے کوئی کاغذ زمین پر گرا، آبرو نے کتاب ڈبے میں رکھتے جھک کر وہ کاغذ اٹھایا اور اُسے پلٹا تو بے اختیار دل کی دھڑکن تھم گئی۔ یہ آبرو اور حیات صاحب کی تصویر تھی، جب آبرو نے میٹرک میں بورڈ ٹاپ کیا تھا اور اس تصویر میں وہ اپنا گولڈ میڈل حیات صاحب کو پہنا رہی تھی، تصویر میں آبرو کے چہرے پر ایک جاندار مسکراہٹ تھی جبکہ حیات صاحب کے چہرے پر اپنی بیٹی کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ کتنا مکمل منظر تھا! اور اب سب کتنا خالی تھا، ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی، زندگی نے ایک ایسا موڑ کاٹا تھا کہ اب ایسا محسوس ہوتا کہ وقت گویا تھم گیا ہو، گھڑیاں رک گئی ہوں اور لمحے طویل ہو گئے ہوں۔ باپ کا سایہ چھن جانے سے اُن سے زندگی جینے کا حق چھینا جا رہا تھا، حکم صادر کیے جا رہے تھے اُسے کل صالحہ بیگم سے کی جانے والی باتیں یاد آنے لگیں، کل تایا اور تائی کے جانے کے بعد صالحہ بیگم نے حفصہ، آبرو اور اصباح کو کمرے میں بلایا

امی آپ کیسے مان سکتی ہیں تایا جان کی بات؟" آبرو کے لہجے میں اضطراب واضح تھا "

آبرو خاموش ہو جاؤ" صالحہ بیگم نے اُسے چپ کروا دیا "

"لیکن امی میں کیوں خاموش ہو جاؤں، وہ لوگ "

نہیں تو آبرو مجھے بتاؤ کیا کرو گی، کیسے کرو گی انتظام سب چیزوں کا، کہاں سے بندوبست ہو گا پیسوں کا" صالحہ بیگم آبرو کی بات کاٹتے ہوئے بولیں "

"امی میں کچھ کر لوں گی، کوئی نوکری وغیرہ ڈھونڈ لوں گی مگر یہ گھر۔۔ "

نوکری! ہوش میں تو ہو ایف ایس سی کی ہے تم نے ابھی، کون دے گا تمہیں نوکری، تین بہنیں ہیں تمہاری اُن سب کی ذمہ داری کیسے اٹھاؤ گی؟" وہ لمحے بھر کو رکیں "

جلال بھائی کی بات بالکل صحیح ہے، ہمیں یہ گھر بیچنا ہی ہو گا اِس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولیں "

مگرامی، گھر بیچنے کے علاوہ کوئی اور حل بھی تو نکل سکتا ہے، اگر ہم اوپر والا پورشن کرائے پر دے دیں" آبرو نے حل پیش کیا "

آبرو امی ٹھیک کہہ رہی ہیں، گھر بیچنے کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے، ویسے بھی کرائے داروں کے معاملات دیکھنے کے لیے گھر میں مرد کا ہونا بہت ضروری ہے" اس بار حفصہ نے آبرو کو سمجھایا

بالکل صحیح کہہ رہی ہے حفصہ، ویسے بھی بھائی صاحب کا احسان ہے، جو ہمیں کہیں اور شفٹ کرانے کی بجائے اپنے گھر لے جا رہے ہیں، تمہارے ابو کے بعد وہی تو ہمارے" واحد رشتہ دار ہیں" صالحہ بیگم رُندھی ہوئی آواز میں بولیں

مگرامی۔۔" آبرو دوبارہ بولنے لگی اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی صالحہ بیگم نے اُس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے "یہ دیکھو میرے جڑے ہوئے ہاتھ خدارا میری مشکلات میں اضافہ نہ کرو، جو ہو رہا ہے ہونے دو، بھائی صاحب سے دوبارہ بحث مت کرنا اِس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے، تمہارے ابو ہوتے تو ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے" صالحہ بیگم روتے ہوئے بولیں، حفصہ انہیں گلے لگائے چپ کرانے لگی جبکہ آبرو ساکت بیٹھی رہ گئی۔

تصویر کو اپنے لبوں سے چھوتے، اس کو واپس اُس کتاب میں رکھ دیا۔ صالحہ بیگم سے بات کرنے کے بعد اس نے دوبارہ اِس موضوع پر کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اُس کی ماں بھی کس حد تک مجبور ہے، اپنی 18 سالہ زندگی میں اُسے اس بات کا احساس آج پہلی بار ہوا تھا کہ مرد کا ہونا کتنا ضروری ہے، اور دل کے کسی کونے میں یہ خواہش بھی جاگی تھی کاش وہ لڑکا ہوتی تو یہ معاملات پیش نہ آتے مگر پھر دل میں اس بات پر عہد مزید پختہ ہو گیا کہ ایک دن زمانے کو یہ بتانا ہے کہ عورت سب کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اگر اُسے وہ موقع فراہم کیے جائیں جو ہمارا معاشرہ مردوں کو فراہم کرتا ہے۔

سبرینہ اور فیضی کی دوستی کو ایک ماہ ہو چکا تھا محض دو سے تین دفعہ ان کی مختلف مقامات پر ملاقات ہوئی تھی اور رسمی سلام دعا کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوئی، سبرینہ اب اپنے فیصلے سے کافی حد تک مطمئن تھی کیونکہ فیضی نے اپنی بات کو پورا کیا تھا وہ صرف ایک دوست کی حیثیت سے اُس کی زندگی میں شامل تھا مگر یہ حیثیت ففتھ سمیسٹر کے بعد ایک فنکشن سے پہلے تبدیل ہو گئی تھی کیونکہ اب وہ ایک دوست سے کچھ زیادہ اچھا لگنے لگا تھا۔

ففتھ سمیسٹر کے بعد ایک ایونٹ سے پہلے سبرینہ اور اُس کو ڈیپارٹمنٹ کے ایک لڑکے کی لڑائی ہو گئی تھی اور بات بہت بڑھ گئی تھی۔

میں نے آپ سے کہا کہ آپ کی پرفارمنس میری پرفارمنس کے بعد ہو گی کیونکہ آپ نے اپنا نام لیٹ رجسٹر کروایا تھا" سبرینہ کے لہجے میں غصے کا عنصر موجود تھا "

کیا مطلب جب میں نے کہہ دیا کہ میں پہلے پرفارم کروں گا، تو میری بات سمجھ نہیں آتی کیا" اُس کے ڈیپارٹمنٹ کا خرم نہایت بدتمیزی سے بولا "

"دیکھیں آپ تمیز سے بات کریں ورنہ "

ورنہ کیا! کیا کرلو گی ہاں کیا کرلو گی؟"وہ سبرینہ کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔آس پاس سٹوڈنٹس کارش لگ چکا تھا مگر کوئی بھی اُن کے معاملے میں مداخلت نہیں کر رہا تھا، "بس خاموش تماشائی بنے دیکھ رہے تھے

میں وی سی سے بات کرکے آپ کو اِس ایونٹ سے آؤٹ کروادوں گی" سبرینہ غصے سے بولی"

تمہیں تو میں۔۔۔" وہ یہ کہتا غصے میں اُس کی جانب بڑھنے لگا، سبرینہ کو معاملے کے اِس حد تک بگڑ جانے کی توقع نہ تھی، وہ اپنے قدم پیچھے کی طرف بڑھانے لگی کہ " اچانک ایک وجود اُس کے اور خرم کے درمیان آگیا، وہ اُسے پہچان نہ پائی لیکن جب وہ بولا تو سبرینہ کو معلوم ہوا کہ وہ "فیضی" تھا۔

ایکسکیوزمی، پیچھے ہٹو" فیضی خرم کو پیچھے دھکیلتا ہوا بولا "

تم ہٹو بیچ میں سے، اِسے تو میں۔۔۔" اُس کی بات مکمل ہونے سے پہلے فیضی نے اُسے ایک زوردار دھکا دیا کہ وہ چند قدم دور ہو گیا "

تمیز سے، تمیز سے بات کرو" فیضی غصے سے بولا "

تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے، میں جیسے مرضی بات کروں، ہاں" وہ دوبارہ اِس جانب بڑھنے لگا "

تمہیں لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے کیا" فیضی چلایا "

لڑکیوں سے یا اِس لڑکی سے" وہ لوفرانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا"

اب میں سمجھا تمہیں اتنی مرچیں کیوں لگ رہی ہیں، یہ تمہاری۔۔" اُس کی بات منہ میں ہی رہ گئی کیونکہ فیضی نے ایک زوردار مکا اُس کے منہ پہ دے مارا، جس کے " جواب میں اُس نے بھی ایک مکا فیضی کی دائیں گال پہ دے مارا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں ایک دوسرے کو بُری طرح مارنے لگے، پاس کھڑے لڑکوں نے آکر انہیں ایک دوسرے سے الگ کیا۔ خرم کو اُس کے دوست دور لے گئے جبکہ فیضی دور کھڑی سبرینہ کے پاس آیا جس کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا۔ سبرینہ نے نظر اُٹھا کر فیضی کی جانب دیکھا، اُس کا ہونٹ پھٹ چکا تھا اور اب اُس میں سے خون بہہ رہا تھا جبکہ آنکھ کے قریب نیل کا ہلکا سا نشان واضح تھا۔

آپ ٹھیک تو ہیں؟" اُس نے آتے ہی سبرینہ سے پوچھا"

urdunovelsblog

سبرینہ حق دق اُسے دیکھ رہی تھی، وہ اُس کے لیے لڑ رہا تھا، اُس نے سبرینہ کے لیے مار کھائی، زخمی ہوا، اور یہ وہ لمحہ تھا جس میں سب بدل گیا، یہ وہی لمحہ تھا جس میں "زندگی گلزار ہے" میں پروفیسر صاحب کے گھر بیٹھے محض چائے سے کشف کو بچالینے پر کشف کے دل میں موجود زارون سے نفرت کا بُت ٹوٹا تھا اور ایک نئے جذبے نے پناہ لی تھی۔ بالکل اُسی طرح آج فیضی کا مقام بھی سبرینہ کے دل میں اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا۔

سبرینہ" فیضی کی آواز اُسے ہوش میں لائی "

ہاں، ہاں میں ٹھیک ہوں، تم زخمی ہو فیضی آؤ میرے ساتھ چلو" وہ اُسے اپنے ساتھ چلنے کا کہنے لگی، اُس کے لہجے سے پریشانی جھلک رہی تھی "

یہ تو معمولی سا زخم ہے، آپ رہنے دیں میں ٹھیک ہوں" وہ لاپرواہ انداز میں کہنے لگا "

"فیضی تم کیوں بیچ میں آئے اگر تمہیں زیادہ لگ جاتی تو"

دیکھیں سبرینہ وہ غلطی پر تھا اور ویسے بھی اگر میں نہ آتا تو یہ دوستی کی قوانین کے مطابق بہت غلط بات تھی کہ ایک دوست مشکل میں ہو اور دوسرا دوست اُس کی مدد کو نہ پہنچے" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "

"مگر۔۔"

اگر، مگر، کچھ نہیں اب آپ اپنے گھر جائیں ویسے بھی ٹائم کافی ہو چکا ہے" اس کی بات درمیان میں کاٹتے اُس نے اسے آسمان پر پھیلتی سرخی کی جانب متوجہ کروایا"

اور ہاں جب بھی کوئی مسئلہ ہو، مجھے اک بار یاد کیجئے گا، میں آجاؤں گا، اپنا خیال رکھیے گا، خدا حافظ" وہ دل موہ لینے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا کچھ لمحے بعد وہاں سے چلا" گیا۔ پیچھے کھڑی سبرینہ کو اب اُس پر سے نظریں ہٹانا اِس دنیا کا مشکل ترین کام لگا اور وہ اُسے تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اُوجھل نہیں ہو گیا۔

سیاہ ساڑھی میں ملبوس، بالوں کو جوڑے میں گوندھے، چہرے پر میک اپ کی ایک تہہ جمائے، اِس وقت فائقہ لاشاری ریسٹورنٹ میں موجود تھیں، جیولری میں دونوں کانوں میں خوبصورت آویزے، جبکہ دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے، وہ مسلسل کسی کے انتظار میں تھیں۔ اضطراب اور بے چینی اُن کے چہرے سے عیاں تھے، وہ بار بار سامنے پڑا موبائل اٹھا کر کسی کو کال ملاتیں اور کال نہ اُٹھائے جانے پر غصے اور مایوسی کی ملی جلی کیفیت میں موبائل دوبارہ واپس رکھ دیتیں۔ انہیں یہاں انتظار کرتے

urdunovelsblog

تقریباً 45 منٹ بیت چکے تھے، دو بار ویٹر آکر اُن سے آرڈر کے بارے میں پوچھ چکا تھا مگر وہ اُسے یہ کہہ دیتیں کہ وہ کسی کا انتظار کر رہی ہیں، اُس کے آنے پر ہی آرڈر نوٹ کروائیں گی۔ پورے ایک گھنٹے بعد بلا آخر اُن کا انتظار ختم ہوا، سامنے سے ایک آدمی چلتا ہوا آیا اور اُن کے سامنے والی کرسی کھینچ کر اُس پہ بیٹھنے لگا۔

"السلام علیکم" اُس شخص نے بیٹھتے ہوئے کہا

"وعلیکم السلام، تمہیں پتا چلا، حیات صدیقی کے بارے میں؟" فائقہ بیگم کے سوال پر اُس شخص نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ حیات صدیقی وہی ہے نہ؟" فائقہ لاشاری نے اب وہ سوال پوچھا، جس نے انہیں پچھلے تین دن اور راتیں بے چین رکھا تھا۔ سامنے بیٹھے شخص نے اثبات میں سر ہلاتے اُن کی بات کی تصدیق کی۔ اُس شخص کو معلوم تھا کہ وہ کیا پوچھ رہی ہیں اور کس بارے میں بات کر رہی ہیں اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اُسے یہی سوال پوچھنے کے لیے یہاں بلایا گیا ہے۔ اِس شخص کا اثبات میں ہلتا سر اُن کا ہوش اُڑا گیا، جس کا انہیں ڈر تھا وہی ہوا، اُن کا چہرہ سفید پڑنے لگا

"اوہ میرے خدایا" شدید پریشانی اور اضطراب میں اُن کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ سامنے بیٹھا شخص اُن کی کیفیت کو بخوبی سمجھتا تھا۔

"آہ شاہزین آہ" وہ شدتِ افسوس سے پھر بولیں۔ سامنے بیٹھا شخص اب بھی خاموش تھا

"ہم اب کیا کریں گے؟" وہ اِس شخص سے پوچھنے لگیں

"ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے، کسی کو بھی اس بارے میں علم نہیں ہے" فائقہ لاشاری جانتی تھیں کہ وہ کس "بارے" میں بات کر رہا ہے

"کسی کو بھی نہیں؟" انہوں نے تصدیق کے لیے دوبارہ پوچھا۔ سامنے بیٹھا شخص جو اپنے ہاتھ پر موجود جلنے کے نشان پر اُنگلی پھیر رہا تھا، اس کا ہاتھ لمحے بھر کو رکا، اس کے ذہن کے پردے پر ایک لڑکی کا چہرہ نمودار ہوا اور ساتھ ہی نظر اپنے ہاتھ کے جلے ہوئے حصے پر گئی اور پھر بولا

"کسی کو بھی نہیں" اُس کی لہجے میں اس بار سختی کا عنصر موجود تھا۔ فائقہ لاشاری کو کچھ اطمینان ہوا مگر اُن کے ذہن کے پردے پر بار بار ایک منظر لہراتا جو اُنہیں چین اور سکون نہیں لینے دے رہا تھا وہ اِس منظر اور حقیقت کو اپنی زندگی سے مٹا چکی تھیں مگر کیا حقیقتیں مٹانے سے مٹ جاتی ہیں۔

صدیقی ہاؤس میں اِس وقت ڈائننگ ٹیبل پر خوب رونق تھی کیونکہ آج حیات صدیقی کا خاندان اِدھر شفٹ ہو چکا تھا، رات کا کھانا جلال تایا نے انہیں ساتھ کھانے کی دعوت دی تھی۔ سربراہی کرسی پر اِس وقت جلال صدیقی موجود تھے جبکہ اُن کی دائیں جانب صائمہ تائی اور بائیں جانب اشعر صدیقی بیٹھا تھا۔ صالحہ بیگم کو اُن کا کھانا بجھوا دیا گیا تھا۔

اِس وقت ڈائننگ ہال میں مکمل خاموشی تھی، چمچ اور کانٹوں کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ حفصہ بھی اس وقت ان سب کے ساتھ موجود تھی، کل اُسے واپس گجرانوالہ روانہ ہونا تھا کیونکہ اس کی ساس کی طبیعت کافی ناساز تھی۔

اِس وسیع و عریض صدیقی ہاؤس میں ڈائننگ ایریا کو کچن سے کچھ فاصلے پر بنایا گیا تھا، ڈائننگ ایریا کی تھیم وائٹ اور گولڈن کلر کی رکھی گئی تھی، ساری دیواروں پر آف وائٹ پینٹ کیا گیا تھا جبکہ گولڈن کلر کے پردے ڈائننگ ہال کو کچن اور لاؤنج سے علیحدہ کر رہے تھے۔

تایاجان اب سے آپ ہمارے کفیل ہیں نہ" اپنی پلیٹ کو خالی کر کے ایک جانب رکھتی آبرو نے جلال تایا کو مخاطب کیا، جلال تایا کے لیے یہ سوال انتہائی غیر متوقع تھا بلکہ " باقی سب بھی حیران تھے

میرا مطلب اب آپ ہمارے سرپرست ہیں نہ "انہیں خاموش دیکھ کر آبرو دوبارہ بولی "

ہمم" جلال تایا نے نوالہ حلق سے اُتارتے اثبات میں سر ہلایا "

تو پھر آپ کل میرے ساتھ چلیے گا" آبرو اطمینان بھرے لہجے میں بولی "

کہاں" جلال تایا نے فوراً پوچھا "

پولیس اسٹیشن" جلال تایا پانی پیتے بے اختیار کھانسنے لگے جبکہ ماحول میں کانٹے اور چمچ سے پیدا ہونے والی آواز بھی لمحے بھر کو تھم گئی "

وہ کیوں؟" اس بار سوال اشعر کی جانب سے تھا "

باباجان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، مجھے اُس ڈرائیور کے خلاف ایف آئی آر کٹوانی ہے جس کی گاڑی نے بابا کو ہِٹ کیا تھا اور معاملے کی تحقیقات بھی کروانی ہیں تاکہ۔۔" آبرو نے " جلال تایا کی طرف دیکھتے ہوئے وضاحت دی، مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی تائی بولیں

"تم ان معاملات سے دور رہو آبرو، لڑکیاں ایسے معاملات میں نہیں بولتی "

مگر تائی جان مرنے والا میرا باپ تھا اور اگر میں نہیں بول سکتی تو ٹھیک ہے تایاجان تحقیقات کروائیں گے، کیوں تایاجان؟" آبرو نے اپنی بات مکمل کی۔ "

میں اس معاملے کو پہلے ہی دیکھ چکا ہوں آبرو" جلال تایا جب بولے تو اُن کے لہجے میں سختی کا عنصر موجود تھا "

urdunovelsblog

"کب اور ہمیں کیوں نہیں بتایا؟" آبرو کا سوال فوری تھا

"میں نے تم سب کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا "

مگر تایا جان ہم نے اپنا باپ کھویا ہے، آخر ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ کون تھا وہ شخص جس نے ہمارے سر سے ہمارے باپ کا سایہ چھین لیا" آبرو اُن کی بات کاٹتے ہوئے بولی

میں نے کہا نہ آبرو، ہم اس معاملے کو دیکھ چکے ہیں" جلال تایا سختی سے بولے"

مگر۔۔" آبرو کچھ کہنے ہی والی تھی مگر جلال تایا کے الفاظ نے اسے چپ کروا دیا"

ایمبولنس تھی وہ جس نے ہِٹ کیا تھا حیات کو اور ویسے بھی عینی شاہدین کے بیانات سے پتہ چلا ہے کہ حیات کی غلطی تھی اُس نے سڑک پار کرنے میں جلدی کی تھی" "

انہوں نے تفصیلات بتاتے ہوئے اپنی پلیٹ دور کِھسکا دی جس میں ابھی کھانا موجود تھا۔ آبرو اب مکمل خاموش ہو چکی تھی جیسے بولنے کو کچھ نہ بچا ہو۔

صائمہ بچیوں کو صحیح طرح کھانا کھلا کر بھیجنا، میں اپنے کمرے میں ہوں" جلال تایا یہ کہتے رکے نہیں اور اپنے کمرے کی جانب چل دیے۔ صائمہ تائی نے ایک بار جلال تایا " کی پلیٹ کو دیکھا اور پھر آبرو کو دیکھا گویا کہنا چاہتی ہوں کہ تمہاری وجہ سے وہ کھانا بھی چھوڑ کر جا چکے ہیں جبکہ آبرو کا ذہن تو کہیں اور جا اٹکا تھا۔

لاشاری وِلا میں دوپہر اُتر چکی تھی چونکہ آج اتوار کا دن تھا، اس لیے فیاض لاشاری بھی گھر پر ہی موجود تھے۔ وہ اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے لنچ کر رہے تھے جبکہ اُن کے ساتھ اس وقت فائقہ بیگم موجود تھیں، شہریار اپنے دوستوں کے ساتھ آؤٹنگ پر گیا تھا۔ فیاض صاحب نے پلیٹ میں موجود چکن سٹیکس کے ایک ٹکڑے کو نفاست سے دو میں تقسیم کرتے، ایک ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالا کہ نگاہ سامنے سے آتے شاہزین پر پڑی، جو سیدھا اپنے بیڈروم سے نیچے آیا تھا، جس نے اِس وقت بلیو شرٹ کے ساتھ بلیک ٹراؤزر پہن رکھا تھا، اُس کی آنکھوں میں ابھی نیند سے اُٹھنے کے باعث ہلکی ہلکی سُرخی نمایاں تھی اُس کے ایک ہاتھ میں سگریٹ موجود تھی، جس سے وہ تھوڑی دیر بعد گہرے کش لیتا۔

گڈ مارننگ موم، ڈیڈ" وہ یہ کہتا فیاض صاحب کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا "

گڈ مارننگ بیٹا، کیا لوگے ناشتے میں؟" فائقہ بیگم محبت بھرے لہجے میں بولیں "

کچھ نہیں مام بس ایک گلاس فریش جوس" وہ یہ کہتا پچھلی سگریٹ کو ایش ٹرے میں پھینکتے اپنے ٹراؤزر کی پاکٹ سے دوسری سگریٹ نکالنے لگا"

"گڈ مارننگ نہیں گڈ آفٹر نون شاہزین" فیاض صاحب سٹیک کا دوسرا ٹکڑا منہ میں ڈالتے بولے

"وہی ڈیڈ مگر میری مارننگ تو ابھی ہوئی ہے تو میرے لیے تو گڈ مارننگ ہو گا نا! کیوں موم" وہ مسکراتا ہوا بولا، اس سے پہلے کے فائقہ بیگم اُس کی بات کے جواب میں کچھ کہتیں، فیاض صاحب کی آواز ان دونوں کی سماعتوں سے ٹکرائی

"کل رات کہاں تھے شاہزین؟" وہ سختی بھرے لہجے میں بولے اور ساتھ سامنے موجود پلیٹ کو دور کھسکا دیا

"کل رات ابرار کی برتھ ڈے پارٹی تھی، اسی لیے اُس نے اپنے فارم ہاؤس میں سب کو اِنوائٹ کیا تھا" وہ سامنے پڑا جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے بولا جو کچھ دیر پہلے ملازمہ رکھ کر گئی تھی

"اور یہ پارٹی کتنے بجے تک تھی؟" فیاض صاحب نے دوبارہ سوال کیا

"ڈیڈ آپ کو تو پتا ہے، جب دوست اکٹھے ہوئے ہوں تو ٹائم کا کہاں پتا چلتا ہے" وہ بے نیاز لہجے میں کہتا جوس کا پہلا گھونٹ لینے لگا

"شاہزین تم سیریس ہو جاؤ، کب تک یوں چلتا رہے گا؟ تمہاری یونیورسٹی ختم ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں اور تم ابھی تک ایک بار بھی آفس نہیں آئے" وہ غصے بھرے لہجے میں بولے

"آجاؤں گا ڈیڈ" وہ لاپرواہ انداز میں بولا

"آجاؤں گا نہیں، تم کل سے جوائن کرو گے تاکہ تمہیں بھی پتا چلے کہ جس پیسے کو تم پانی کی طرح بہا رہے ہو، اُسے کماتے کیسے ہیں" وہ غصے سے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے

"مگر ڈیڈ ابھی ایک ماہ تک تو۔۔۔"

"اگر، مگر کچھ نہیں، تم کل سے آفس آ رہے ہو، تمہیں اندازہ بھی ہے تمہاری کی گئی غلطیوں کی بھرپائی مجھے کیسے کرنی پڑتی ہے اور کب تک میں تمھارا پھیلایا گیا کچرا سمیٹتا رہوں گا، کبھی تم کچھ کرتے تو کبھی کچھ" وہ اس کی بات کاٹتے غصے سے چلائے۔ جس کے جواب میں وہ خاموشی سے اپنا جوس پیتا رہا جیسے یہاں کوئی بات ہی نہ ہو رہی ہو۔

"تم سن رہے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں؟ ابھی تمہارے ہاتھوں ہوئے قتل کا نقصان کیسے پورا کیا ہے میں نے تمہیں اندازہ بھی ہے؟" وہ اُسے لاتعلق بنا بیٹھا دیکھ کر بلند آواز میں چلائے

"جی ڈیڈ سن رہا ہوں" وہ بیزاری سے بولا

اس کا یہ رویہ دیکھ کر فیاض صاحب کا دل چاہا کہ وہ اسے ایک تھپڑ لگا کر اُسے اُس کے کیے گئے کارنامے دکھائیں مگر انہیں معلوم تھا کہ وہ بہت دیر کر چکے ہیں، اب معاملات اُن کے ہاتھ سے نکل چکے تھے، اب وہ صرف غصے سے چلا سکتے تھے، کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے، قدم اٹھانے کا صحیح وقت وہ گزار چکے تھے، سامنے بیٹھے شاہزین کو جوس کا گلاس خالی کر کے سائیڈ پر رکھتے اور دوبارہ سگریٹ جلاتے دیکھ کر اُن کا دماغ گزرے ہوئے وقت پر ماتم کر رہا تھا۔

یہ تم نے اچھا نہیں کیا آبرو" صالحہ بیگم نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ کھانا کھا کر اوپر آتے ہی حفصہ نے ڈائننگ ٹیبل پر ہونے والی تمام باتیں صالحہ بیگم کے گوش گزار کی" تھیں، جو حیران و پریشان ہوتے تمام باتیں سنتے آبرو کی عقل پر افسوس کر رہی تھیں۔ اُن کی بات کے جواب میں آبرو خاموش رہی۔

میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا مگر تم کہاں باز آنے والی ہو" وہ خفگی سے کہنے لگیں "

امی تایا جان جھوٹ بول رہے ہیں" آبرو کے اِس جملے پر سب نے چونک کر اُس کی جانب دیکھا "

کیا بکواس کر رہی ہو آبرو؟" اِس بار صالحہ بیگم کی آواز بلند تھی "

یہی کہ تایا جان جھوٹ بول رہے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ اِس حادثے کے پیچھے کون ہے مگر وہ چھپا رہے ہیں" وہ اطمینان بھرے لہجے میں بولی "

"خدارا رحم کرو ہم پر آبرو، تمہارے یہ سب کرنے سے تمہارے ابو واپس تو نہیں آجائیں گے نہ، بلکہ یہ جو ہمیں رہنے کو چھت میسر آئی ہے، یہ بھی چھن جائے گی "

"مگر امی۔۔ "

بس آبرو ایک اور لفظ نہیں، ایک تو انہوں نے ہم پر احسان کرتے، ہمیں اپنے گھر میں جگہ دی ہے اور تم اُن پر الزام لگا رہی ہو بس کر دو آبرو بس" صالحہ بیگم اُس کی بات " کاٹتی سختی سے بولیں

اِصباح اِسے کمرے میں لے جاؤ فورا" اُنہوں نے پاس کھڑی اِصباح مخاطب کرتے ہوئے کہا"

جی امی" اِصباح فوراً آبرو کو ساتھ کھینچی دوسرے کمرے میں لے گئی".

اِصباح تمہیں تو میری بات پر یقین ہے نا" کمرے میں آتے ہی آبرو نے اِصباح سے پوچھا، اِصباح کچھ پل تو خاموش کھڑی رہی مگر پھر محض آبرو کا دل رکھنے کو اُس نے اثبات" میں سر ہلا دیا

مگر پتا نہیں کیوں امی میری بات نہیں مان رہیں" وہ افسوس بھرے انداز میں کہتی پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی "

مان جائیں گی، تم پریشان مت ہو" اِصباح اُس کو تسلی دینے لگی۔ باہر سے آتی حفصہ کی آواز پر اصباح باہر چلی گئی جبکہ پیچھے آبرو کرسی پر بیٹھی پُرسوچ نگاہوں سے سامنے لگی " پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی۔

دل میں فیضی کا مقام تبدیل ہوتے ہی چند منٹوں کی ملاقاتیں گھنٹوں میں تبدیل ہونے لگیں، ہفتے میں ایک بار ملنے والے اب روز ملنے لگے، نظریں ہر وقت کسی کی متلاشی رہتیں اور تلاش ختم ہوتے ہی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں، ملاقاتوں کے بہانے ڈھونڈے جاتے، ہر وقت سوچوں کا محور ایک وجود رہنے لگا، بے وقت مسکرانے کی عادت پڑ گئی کیونکہ محبت کے سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر بار دل پر دستک دینے والی محبت کب خاموشی سے دل میں داخل ہو گئی سبرینہ کو معلوم نہ ہو سکا۔ وہ اس وقت ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے بالوں میں برش پھیرتے، مسکراتے ہوئے پچھلے چار ماہ کے بارے میں سوچ رہی تھی، کیسے وہ شخص اِس کے لیے اہم ہوتا جا رہا تھا، اِس کا دن اُسے دیکھے بغیر نامکمل لگتا تھا۔

آج اسے یونیورسٹی کے ایک ایونٹ پہ جانا تھا، کچھ دیر بعد مکمل تیار ہوتے اس نے اپنے سراپے پر ایک نگاہ ڈالی، وہ سیاہ رنگ کی لانگ میکسی جس پر گولڈن کلر کا کام تھا اُسے پہنے آج بہت حسین لگ رہی تھی، جیولری میں گولڈن کلر کا نفیس سیٹ پہنے، آنکھوں میں کاجل لگائے، ہونٹوں کو سرخ رنگ کی لپسٹک سے مزید پرکشش بنائے، پاؤں کو ہائی ہیلز میں قید کیے، بالوں کو ہمیشہ کی طرح کھلا چھوڑے آج وہ معمول سے بہت زیادہ تیار ہوئی تھی اور وہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ یونیورسٹی پہنچتے ہوئے وہ کافی لیٹ ہو گئی تھی، ہال میں داخل ہوتے ہی اُس کی نظر سامنے کھڑے سٹوڈنٹس پر پڑی، وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اُن کی جانب چل پڑی، اِس گروپ میں "وہ" موجود نہ تھا، پاس جا کر سب سے مختصر اسلام دعا کرتی وہ کچھ دور پڑے ٹیبل کی جانب چلی گئی جہاں وہ اکیلی کھڑی تھی کہ اچانک اُسے اپنے پیچھے کسی کا احساس ہوا، اِس سے پہلے کہ وہ پلٹتی، اُس کی سماعتوں سے ایک آواز ٹکرائی

مجھے ڈھونڈ رہی تھیں؟" وہ پلٹی تو وہ سامنے کھڑا مسکراتا ہوا پوچھ رہا تھا۔ وہ بلیک کلر کے پینٹ کوٹ میں بہت ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا، معمول سے ہٹ کر آج اُس نے " اپنے بالوں کو جیل سے سیٹ کر رکھا تھا، اوپر سے اُس کی یہ مسکراہٹ، سبرینہ نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اپنی اِس مسکراہٹ سے کسی کو بھی زیر کر سکتا ہے۔

ہیلو میڈم" وہ اُس کو ساکت کھڑا دیکھ کر اُس کے چہرے کے سامنے اپنا ہاتھ ہلاتا بولا "

زیادہ ہینڈسم لگ رہا ہوں کیا؟" اِس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہ شرارت سے گویا ہوا "

"ہاں وہ تمہیں صارم بلا رہا تھا" سبرینہ نے نظروں کا زاویہ دوسری جانب کرتے ہوئے کہا

"مگر صارم تو میرے ساتھ آیا ہے" اِس بار سبرینہ واقعی کنفیوز ہو گئی تھی کہ اب وہ کیا بولے، پہلے ہی وہ اپنی کنفیوژن پر قابو پاتی نجانے کیا بول گئی تھی۔اِس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی صارم اِن کے قریب آیا

"ہائے گائز، واؤ، ٹوئننگ کی گئی ہے یہاں" وہ ستائش بھرے انداز میں اِن دونوں کو دیکھتے بولا

"ارے نہیں وہ تو بس اتفاق سے ہم دونوں نے آج کے ایونٹ کے لیے بلیک کلر سلیکٹ کر لیا" فیضی نے نفی میں سر ہلاتے وضاحت دی

"اتفاق سے، آئی سی" صارم مسکراتا ہوا بولا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتا، فیضی سبرینہ سے ایکسکیوز کرتا ہوا اسے اپنے ساتھ لے گیا۔کچھ دیر بعد پرفارمنسز شروع ہو گئیں، سبرینہ نے آج کے ایونٹ میں پارٹیسپیٹ نہیں کیا تھا۔اِس وقت سٹیج پر ایک لڑکی گانا گا رہی تھی، گانے کے چند بولوں پر سبرینہ کی نظر بے ساختہ اُس جانب اٹھی جہاں فیضی بیٹھا تھا، وہ بھی اِسی جانب دیکھ رہا تھا، کتھئی آنکھیں ایک بار پھر بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں مگر اس بار آنکھوں میں موجود رنگ مختلف تھے، آنکھوں میں موجود پیغامات مختلف تھے جو آنکھوں نے روح سے چُرائے تھے۔ سبرینہ نے لمحے بھر کے ٹکراؤ کے بعد فوراً نگاہیں چراتے ہوئے نظروں کا زاویہ بدل لیا جبکہ فیضی ابھی تک سیاہ رنگ کے لباس میں موجود اِس اَپسرا کو دیکھ رہا تھا، جو اچھی تو روز لگتی تھی مگر آج سیدھا دل میں اُتر رہی تھی، بھوری آنکھوں نے ایک فیصلہ لیا۔ایونٹ کے اختتام پر جب سبرینہ کرسی سے اُٹھ کر جانے لگی تو ایک دم اُسے کھچاؤ محسوس ہوا، اُس نے مڑ کر دیکھا تو اُس کی میکسی کا ایک حصہ کرسی میں اٹک چکا تھا، اُس نے جھکتے ہوئے بہت کوشش کی مگر ناکام رہی، آس پاس کے سب لوگ بھی تقریباً جا چکے تھے، اِس سے پہلے کہ وہ کسی کو آواز دیتی، نجانے کہاں سے فیضی نمودار ہوا، اُسے دیکھتے ہی سبرینہ کی نگاہ بے اختیار اُس جگہ پر گئی جہاں اس کی میکسی اٹک چکی تھی، فیضی نے سبرینہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور فوراً جھکتے ہوئے کچھ لمحے بعد اس کی میکسی کو اُس کرسی سے آزاد کروا دیا۔

"شکریہ" سبرینہ اپنی میکسی کو صحیح کرتے ہوئے بولی

"سبرینہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" فیضی کے لہجے میں چھپے پیغامات سبرینہ جان چکی تھی مگر اپنے لبوں پر کچھ بھی لانے کی بجائے اس نے محض اثبات میں سر ہلایا، گویا فیضی کو بولنے کی اجازت دی ہو

"اُس دن میں نے آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا" وہ دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا، سبرینہ کو معلوم تھا کہ وہ کس دن کا ذکر کر رہا ہے، سبرینہ اپنے ہاتھ میں موجود بریسلیٹ کو چھیڑتے ہوئے مسلسل خاموش رہی

کیااب بھی آپ کا جواب انکار ہی ہے "اِس بار سبرینہ کا بریسلیٹ کو چھیڑتا ہاتھ تھم گیا اور اُس نے نگاہیں اٹھا کر فیضی کی جانب دیکھا، اُس کی بھُوری آنکھوں میں دیکھتے "

سبرینہ نے دل سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ آج فیضی سے ہار گئی ہے، وہ اُس کے دل میں بہت اعلی مقام رکھنے لگا ہے، اُس کی ذات کا حصہ بن رہا ہے اور اس بات کا اقرار بھی کیا کہ سبرینہ احمد فیضی کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔

کیا آپ کے دل میں تھوڑی سی بھی جگہ نہیں مل سکتی؟" وہ اُسے مسلسل خاموش دیکھ کر بولا۔ سبرینہ کے دل نے اُسے پکار کر کہا کہ اب اِس شخص کے بغیر گزارہ ممکن " نہیں، یہ شخص تمہارے دل پہ قابض ہو چکا ہے۔ وہ مسلسل خاموش رہی، اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا سبرینہ نے اپنا ہاتھ اُس کے آگے کر دیا۔ فیضی نے نا سمجھی کے عالم میں اُس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور پھر آ ئبرو اچکا کر اُس سے ہاتھ بڑھانے کی وجہ پوچھی۔

انگوٹھی، انگوٹھی پہناؤ" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ سبرینہ کی بات کو سمجھتے فیضی کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ آئی، اُس کے دائیں گال میں ننھا سا " ،گھڑا نمایاں ہوا

ابھی، ابھی تو میرے پاس نہیں ہے" وہ بے ربط لہجے میں بولا، اس سے پہلے کہ سبرینہ اپنا ہاتھ پیچھے کرتی وہ دوبارہ بولا "

لیکن، ایک منٹ" اُس نے اپنے ہاتھ میں پہلی ایک مردانہ انگوٹھی اُتارتے ہوئے، سبرینہ کا بڑھا ہوا ہاتھ تھاما اور اُس کے نازک انگلی میں اپنی وہ انگوٹھی پہنا دی اور پھر " ،نظریں اُٹھا کر سبرینہ کی جانب دیکھا

urdunovelsblog

،آج سے آپ میری امانت ہیں" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا"

تھینکس" سبرینہ نے انگوٹھی کے جانب دیکھتے بولا، جبکہ فیضی نے سر کو خم دیتے اُس کا شکریہ قبول کیا، اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا، صارم بھاگتا ہوا ان کے قریب آیا۔ "

فیضی تم یہاں ہو، میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں، پروفیسر ذاکر تمہیں بُلا رہے ہیں" وہ جلدی جلدی میں بولتا فیضی کو ساتھ لے جانے لگا۔ "

،تم چلو میں آتا ہوں" فیضی اسے کہتے ہوئے سبرینہ کی جانب پلٹا "

اچھا سبرینہ کل ہو گی ملاقات، اپنا خیال رکھیے گا، خدا حافظ" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہوا اُس جانب چل پڑا جہاں صارم کھڑا اُس کا انتظار کر رہا تھا۔"

اللہ حافظ" سبرینہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ آج مسکراہٹ اُس کے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی، اپنے مستقبل سے مکمل انجان وہ اِس وقت اپنی انگلی میں موجود فیضی کی " پہنائی گئی انگوٹھی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

سکونِ قلب تم سے ہے، سکونِ جان بھی تم ہو

تعجب ہے کہ سینے میں جہاں دل ہے وہاں تم ہو

سمائی ہے تیری ہستی میری ہستی میں کچھ ایسے

کہ لگتا ہے کچھ ایسے، جہاں میں ہوں وہاں تم ہو

دروازہ کھلا اور صائمہ تائی اندر داخل ہوئیں جبکہ جلال تایا جو کہ سامنے جہازی سائز بیڈ پر بیٹھے کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے نظر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا اور دوبارہ مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ کمرے میں بیڈ کی ایک جانب ڈریسنگ ٹیبل اور الماری رکھی گئی تھی جبکہ دوسری جانب ایک بڑا صوفہ رکھا گیا تھا، کمرے کی دیواروں پر ہلکے آسمانی رنگ کا پینٹ کیا گیا تھا جبکہ بیڈ کے کراؤن سے اوپر دیوار پر جلال تایا کی بڑی سی تصویر کو فریم کروا کر لگایا گیا تھا۔ صائمہ تائی ڈریسنگ کے سامنے جا کر اپنی جیولری اتارنے لگیں

" دیکھا میں نے آپ سے کہا تھا، یہ غلطی مت کریں" وہ دائیں کان میں موجود چھوٹا سا جھمکا اتارتے ہوئے بولیں، جلال تایا کتاب کے مطالعے میں اتنے مصروف تھے کہ اُن کی بات نہ سن پائے

" میں آپ سے مخاطب ہوں جلال صاحب" جلال تایا کو اپنی جانب متوجہ نہ پا کر وہ بلند آواز میں بولیں

" ہاں، ہاں دوبارہ بولو" وہ کتاب کا اگلا صفحہ پلٹتے ہوئے بولے، صائمہ تائی نے اپنی بات پھر دہرائی جس کو سن کر جلال تایا مصروف انداز میں بولے

"کون سی غلطی "

" یہی حیات کے خاندان کو سر پر مسلط کرنے کی غلطی" تائی نخوت سے بولتیں دوسرے کان کا جھمکا بھی اتارنے لگیں۔ اُن کی بات سن کر جلال تایا کا اگلا صفحہ پلٹتا ہاتھ وہیں تھم گیا اور انہوں نے نظر اٹھا کر صائمہ تائی کی جانب دیکھا

"آج پہلا دن تھا اور دیکھیں کیسے ہمارے سر پر ناچ رہی تھی آبرو" تائی کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

urdunovelsblog

میں نے آپ کو کہا بھی تھا کہ وہیں اُس گھر میں پڑے رہنے دیں اُنہیں مگر آپ کو تو اس مکان کی لالچ تھی" تائی خفگی سے کہتیں دائیں ہاتھ کی انگلی میں موجود انگوٹھی "اتارنے لگیں جبکہ جلال تایا اُن کی باتوں کے جواب میں بالکل خاموش تھے

ارے آپ سن رہے ہیں نا میں کیا کہہ رہی ہوں؟" انہیں مسلسل خاموش دیکھ کر صائمہ تائی بولیں "

ہاں سن رہا ہوں" جلال تایا گہری سوچ میں گم تھے، صائمہ تائی اب اپنے ہاتھوں میں موجود سونے کی کنگن اتار رہی تھیں "

اگر معاملہ صرف ایک مکان کا ہوتا تو میں یہ قدم کبھی نہ اٹھاتا" کچھ دیر بعد جلال تایا کی آواز کمرے میں گونجی، جس سے صائمہ تائی کا کنگن اتارتا ہاتھ لمحے بھر کو تھم گیا "

کیا مطلب ہے آپکی اِس بات کا؟" وہ فوراً جلال تایا کے پاس بیٹھتی پوچھنے لگیں "

"حیات کو اُس کی کمپنی کے اونر کے بیٹے کی گاڑی نے ہِٹ کیا تھا اور قصور سراسر اُس لڑکے کا تھا "

مگر آپ نے تو کہا تھا ایمبولنس۔۔۔" تائی حق دق اُن کی بات سن رہی تھیں"

جھوٹ بولا تھا میں نے، اگر سچ بتا دیتا تو کیا وہ لوگ چپ بیٹھتے" جلال تایا نے کتاب کو بند کر کے ایک جانب رکھتے کہا "

اور ویسے بھی ہمیں اس سب کا فائدہ ہی فائدہ ہوا ہے" اُن کے لہجے میں خوشی کی جھلک واضح موجود تھی"

کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں" صائمہ تائی نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا "

اس کا مطلب یہ ہے کہ حیات کی کمپنی کے اونر فیاض لاشاری کو پہلے ہی اس بات کا علم ہو چکا تھا اور ہمیں پتا لگنے سے پہلے ہی مجھے اُس کی کال موصول ہوئی تھی اور جب میں" اُس کے افس گیا تو اُس نے یہ سارا معاملہ مجھے بتایا اور ساتھ ہی مجھے منہ بند رکھنے کے لیے 50 لاکھ روپے دیے ہیں" وہ مکمل وضاحت دیتے بولے

لاکھ۔۔۔" صائمہ تائی کا منہ کھلا رہ گیا 50 "

صرف یہی نہیں بلکہ حیات کے گھر والوں کی امداد کے طور پر ایک بہت بڑی جگہ بھی اُن کے نام کی ہے، چونکہ میں نے اپنے آپ کو اُن کا سرپرست بتایا تھا تو اب وہ جگہ بھی " ہمارے پاس ہی ہے مگر۔۔" وہ جملے کے آخر میں کچھ کہتے کہتے رک گئے

مگر کیا؟" صائمہ تائی جو پُرجوش انداز میں اُن کی ساری بات سن رہی تھیں، اُن کی خاموش ہو جانے پر جلدی سے بول پڑیں "

مگر یہ کہ وہ جگہ حیات کی بیوی اور بچیوں کی رضامندی کے بغیر کوئی استعمال نہیں کر سکتا، اسی لیے میں انہیں یہاں لے کر آیا ہوں" وہ کچھ لمحے کے لیے خاموش ہوئے " پھر بولے

تاکہ ہمارے احسانات تلے دب کر ایک دن خود وہ جگہ ہمیں دے دیں، مگر اس کے لیے تمہیں کچھ عرصہ اُن کے ساتھ اپنا ذریعہ مثبت رکھنا ہو گا، بس ایک بار وہ جگہ " ہمارے نام ہو جائے اُس کے بعد جو تمہارا دل چاہے وہ کرنا" وہ آخری بات پاس بیٹھیں صائمہ تائی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے

آپ فکر مت کریں، وہ جگہ تو میں ہمارے نام کروا کر ہی رہوں گی" اپنا دوسرا ہاتھ جلال تایا کے ہاتھ پر رکھتے، اُنہیں اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلاتیں وہ بہت خوش نظر" آ رہی تھیں، کچھ دیر پہلے کا غصہ اور افسوس جیسے ہوا ہو گیا تھا۔

خدا کی عطا کرتا بیش بہا نعمتوں کے بعد بھی اِن دونوں کی نظر صرف یتیموں کے مال پر تھی جسے ناحق طریقے سے کھانے کے منصوبے بناتے ہوئے وہ یہ بھول گئے تھے کہ ایک ذات اوپر بھی موجود ہے جو یتیموں اور اُن کے مال کی حفاظت کرنا جانتی ہے۔ دولت کی ہوس انسان میں سے کبھی ختم نہیں ہو سکتی، پھر چاہے اُسے قارون کے خزانے ہی کیوں نہ میسر آ جائیں، اِس بات پر آج جلال تایا اور صائمہ تائی بھرپور انداز میں اُتر رہے تھے۔

لائبریری میں اِس وقت مکمل خاموشی تھی، سبرینہ ایک جانب بیٹھی اپنے نوٹس بنا رہی تھی کہ اچانک اس کے موبائل پر میسج کی ٹیون بجی، اُس نے مصروف انداز میں میسج اِن باکس کھولا مگر سامنے جگمگاتا نام اور پیغام دیکھ کر اُس کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آ گئی۔ میسج فیضی کا تھا اور وہ اسے اِس وقت کیفیٹیریا بلا رہا تھا وہ اپنا سامان سمیٹتی، کیفیٹیریا کی جانب چل پڑی۔ یہ اب روز کا معمول تھا، کبھی وہ اُسے بلاتی تو کبھی وہ اسے بلاتا، ملاقاتیں طویل سے طویل تر ہوتی جا رہی تھیں، اِن ملاقاتوں کے علاوہ میسجز اور فون کالز پر بھی اب وہ رابطے میں تھے، وہ دونوں محبت کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ سبرینہ کو اب دنیا مزید خوبصورت لگنے لگی تھی صرف تب جب اِس دنیا میں "وہ" موجود ہو، جب وہ اِس کے سامنے نہ ہوتا تو ہر شے ویران لگنے لگتی مگر اُس کے آتے ہی جیسے ہر جانب بہار کا سماں ہوتا۔ دونوں کا آخری سمیسٹر چل رہا تھا، دونوں کا یونیورسٹی کے اختتام پر ہی اپنے رشتے کو ایک نام دینے کا فیصلہ تھا، سبرینہ نے اپنے گھر میں بھی ابھی تک فیضی کے بارے میں بات نہیں کی تھی، وہ ایک بار یونیورسٹی ختم ہونے پر ہی بات کرنا چاہتی تھی۔ مگر قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

urdunovelsblog

ایگزامز سے دو ہفتے پہلے جب وہ یونیورسٹی آف ہونے کے بعد واپسی کے وقت فیضی کے ہمراہ چلتی ہوئی گیٹ کی جانب آرہی تھی تو نجانے فیضی کی کسی بات پر اُس نے بے اختیار قہقہہ لگایا مگر سامنے نظر پڑتے ہی قہقہہ تو دور مسکراہٹ بھی کہیں گم ہوگئی۔ سامنے احمد صاحب کھڑے اِسی جانب دیکھ رہے تھے۔ سبرینہ کو چلتے چلتے یکدم رکتے دیکھ کر ساتھ چلتا فیضی بھی رکا اور اُس نے سبرینہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا جہاں ایک شخص ساکت نظروں سے انہی دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ابو جان" سبرینہ کے لبوں سے دیھمے لہجے میں یہ الفاظ ادا ہوئے اور فیضی کو معلوم ہوا کہ سامنے کھڑا شخص سبرینہ کے والد ہیں۔ سبرینہ اپنے حواس بحال کرتی آگے قدم " بڑھانے لگی جبکہ فیضی بھی اُس کے ساتھ چلنے لگا، احمد صاحب کے قریب پہنچتے ہی اُس نے فوراً سلام کیا

السلام وعلیکم" فیضی کے سلام کرنے پر احمد صاحب نے نظریں سبرینہ سے ہٹا کر اُس کے ساتھ کھڑے لڑکے کی جانب دیکھا "

وعلیکم السلام" اُن کے لہجے میں سرد پن واضح تھا "

ابو یہ فیضی ہے" سبرینہ نے ہچکچاتے ہوئے اُس کا تعارف کروایا، اس کا تعارف محض اتنا ہی تھا، نہ وہ اس کا کلاس فیلو تھا نہ سینیر اور جو وہ تھا وہ اِس وقت سبرینہ احمد صاحب " کو بتانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

ہمم" انہوں نے سبرینہ کی بات کے جواب میں محض ہنکارہ بھرا"

چلیں؟" اس بار وہ سبرینہ سے مخاطب تھے، سبرینہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اُن کے ساتھ قدم ملانے لگی جبکہ پیچھے کھڑا فیضی اس وقت شدید الجھن کا " شکار تھا۔ سارے راستے سبرینہ اور احمد صاحب میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ گاڑی میں مکمل خاموشی کا راج تھا اور سبرینہ اس کو کچھ دیر پہلے ہوئی ملاقات کا وقتی ری ایکشن سمجھ رہی تھی جبکہ اُسے اِس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ خاموشی کس طوفان کی آمد کا پتا دے رہی ہے۔

خاموشی کا دور ابھی تک قائم تھا، یونیورسٹی سے آکر احمد صاحب بالکل خاموش ہو چکے تھے، انہوں نے نہ صرف سبرینہ بلکہ سکینہ بیگم کو بھی مخاطب نہ کیا تھا، اسی اثنا میں شام ہوگئی اور رات کے کھانے کا وقت آن پہنچا۔ کھانے کے ٹیبل پر احمد صاحب کا انتظار تھا جبکہ سبرینہ اور سکینہ بیگم اپنی جگہ سنبھال چکی تھیں، چند لمحے بعد احمد صاحب بھی آگئے اور کھانے کا آغاز کیا گیا۔ سکینہ بیگم کو احمد صاحب کی خاموشی پریشان کر رہی تھی، انہوں نے سبرینہ سے بھی پوچھا تھا مگر اُس نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا، اسی لیے ابھی کھانے کے ٹیبل پر انہوں نے احمد صاحب کو مخاطب کیا،" احمد صاحب کیا ہوا ہے آپ کو؟ میں دوپہر سے دیکھ رہی ہوں آپ بہت خاموش نظر آرہے ہیں سب خیریت تو ہے؟" وہ پریشان لہجے میں گویا ہوئیں

کچھ خاص نہیں، بس حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے" اپنے سامنے پڑے گلاس میں پانی ڈالتے، انہوں نے اطمینان بھرے انداز میں کہا، مگر سبرینہ اُن کے کہے گئے الفاظ " میں موجود سرد پن کو محسوس کر سکتی تھی۔

کیسی حقیقت" سکینہ بیگم نے دوبارہ پوچھا "

اپنی بیٹی سے پوچھو کہ کون ہے وہ فیضی؟" وہ بات کو اِدھر اُدھر گھمائے بغیر سیدھا مدعے پر آئے، سبرینہ کو بے اختیار کھانسی آئی، اُس نے پاس بڑے گلاس کو منہ سے لگایا "

کون فیضی" سکینہ بیگم شدید الجھن کا شکار تھیں"

یہ تو ہمیں سبرینہ بتائے گی" اِس بار احمد صاحب سیدھا سبرینہ کی جانب دیکھتے بولے جو اپنے حواس بحال کرنے میں مصروف تھی"

میری۔۔۔میری یونیورسٹی میں پڑھتا ہے"وہ بمشکل الفاظ ادا کر پائی "

وہ تو ہم بھی جانتے ہیں، ہمیں وہ بتاؤ جو ہم نہیں جانتے" احمد صاحب سخت لہجے میں بولے، وہ باپ تھے، سبرینہ کا انداز، فیضی کی نظر، وہ ہر شے بھانپ چکے تھے "

وہ۔۔۔وہ۔۔" سبرینہ کے پاس الفاظ ختم ہو چکے تھے "

وہ، وہ کیا سبرینہ جو بات ہے مجھے سچ سچ بتاؤ" اس بار اُن کی آواز قدرِ بلند تھی۔ سکینہ بیگم تو حق دق دونوں باپ بیٹی کی باتیں سن رہی تھیں "

وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے" سبرینہ نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کر دی اور فوراً اپنی نظریں جھکا کر سامنے پڑی پلیٹ کو دیکھنے لگی۔ چند لمحے خاموشی کی نظر" ہوئے جب کوئی بھی آواز نہ آئی تو سبرینہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں دونوں آنکھوں میں حیرانی اور افسوس کے ملے جلے تاثرات لیے دونوں اسی جانب دیکھ رہے تھے

اور تم کیا چاہتی ہو؟" احمد صاحب کی آواز میں کوئی تاثر نہ تھا، سبرینہ خاموش رہی۔"

سبرینہ میں نے کچھ پوچھا ہے" وہ دوبارہ بلند آواز میں بولے "

میں بھی یہی چاہتی ہوں" سبرینہ کے اِس اقرار سے احمد صاحب کے دل میں موجود ایک آخری اُمید بھی دم توڑ گئی، اپنی اولاد پر کیا گیا بھروسہ، مان، اعتماد کرچی کرچی ہو " گیا وہ فوراً اپنی جگہ چھوڑتے، اپنے کمرے کی جانب چلے گئے۔ سبرینہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ انہیں آواز دے کر روک سکتی جبکہ سکینہ بیگم تو حیرت کی تصویر بنی بیٹھی تھیں۔

urdunovelsblog

امی" سبرینہ نے انہیں مخاطب کیا۔انہوں نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کرتے اُسے خاموش رہنے کا کہا،افسوس اور دکھ بھری نگاہوں سے اُسے دیکھتیں وہ بھی ٹیبل چھوڑ کر " اُس جانب چلی گئیں جہاں کچھ دیر پہلے احمد صاحب گئے تھے جبکہ ٹیبل پر بیٹھی سبرینہ نے ٹیبل پر پڑے کھانے کی جانب دیکھا جس کا ایک لقمہ بھی نہیں لیا گیا تھا۔وہ اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں رکھتی تھی مگر اُسے ابھی یہ معلوم نہ تھا کہ یہ محض آغاز ہے۔

دوپہر دوبجے کا وقت تھا، سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا، درختوں کے پتے بالکل ساکت تھے، صدیقی ہاؤس کی بالائی منزل کا ایک کمرہ اِس وقت مکمل روشن تھا، کھڑکی سے چھن کر آتی سورج کی روشنی نے پورے کمرے کو مکمل روشن کر رکھا تھا۔اِس کمرے میں دو بستر موجود تھے، ایک بستر کی دائیں جانب ایک الماری رکھی گئی تھی اُس بستر پر اِس وقت آبرو موجود تھی۔ کمرے کی دیواروں پر ہلکے آسمانی رنگ کا پینٹ کیا گیا تھا جبکہ دوسرے بستر کی ایک جانب ایک بڑا سا ٹیبل رکھا گیا تھا جس پر خوبصورتی سے پینٹنگ کا سامان سجایا گیا تھا اور ٹیبل کے عین اوپر ایک تصویر لگائی گئی تھی، جس میں ساحلِ سمندر پر ڈوبتے سورج کے منظر کو بہت خوبصورتی اور نفاست سے پینٹ کیا گیا تھا۔ آبرو اِس وقت اپنے بستر پر بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھی۔ آج اُس نے صالحہ بیگم کو ہسپتال لے کر جانا تھا جس کی وجہ سے اُس نے آج یونیورسٹی سے آف لیا تھا۔ ہسپتال سے آکر صالحہ بیگم کو دوائی دے کر سُلا دیا تھا۔ حرم اور رُتبہ کی اسکول سے واپسی کا وقت ہونے والا تھا، اسی لیے اِصباح اس وقت کچن میں موجود اُن کے لیے کھانا بنا رہی تھی۔ آبرو نے قرآن مجید کی تلاوت کے بعد اُسے ایک سبز رنگ کے خوبصورت غلاف میں رکھ دیا اور قرآن مجید کو بوسہ دیتے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ قرآن مجید آبرو کے لیے بہت خاص تھا، اُس کی اٹھارویں سالگرہ پر حیات صاحب نے اُسے تحفے میں دیا تھا۔ اب جب بھی وہ اِس قرآن پاک کو دیکھتی بیتے لمحے پھر سے تازہ ہونے لگتے۔ انسان اِس دنیا سے چلا جاتا ہے مگر اُس سے وابستہ چیزیں ہمیشہ ہمارے پاس رہتی ہیں جو ہمیں ہر لمحہ، ہر پل اُس انسان کی یاد دلاتی ہیں۔

قرآن مجید کو الماری میں رکھتے وہ سامنے پڑے ٹیبل کی جانب آگئی اور وہاں پڑا اپنا سرمئی رنگ کا بیگ اٹھا کر اُسے اپنے بستر پر رکھا۔ اپنے چہرے کے گرد لپٹا دوپٹہ کھول کر گردن کے گرد ڈالتے وہ خود بھی بستر پر بیٹھ گئی۔ اُس کے کندھوں سے ایک بالشت نیچے آتے اُس کے بال ابھی گیلے تھے وہ کچھ دیر پہلے ہی نہائی تھی۔ اُس کے بال چھوٹے ضرور تھے مگر بہت گھنے تھے۔ اُس کے بال بالکل اُس کی آنکھوں جیسے تھے، سیاہ، پرکشش اور چمکدار۔ وہ اِس وقت سیاہ رنگ کے کُرتا شلوار میں موجود تھی، اُس نے کانوں میں سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہن رکھے تھے۔ آبرو کے سامنے پڑے بیگ کی زپ کو کھولتے ایک گہری سانس لی، جیسے اپنے آپ کو کسی چیز کے لیے تیار کر رہی ہو۔ بیگ کھولتے ہی سب سے اوپر ایک ہرے رنگ کی تھیلی موجود تھی، آبرو نے وہ تھیلی باہر نکال کر اُسے کھولا، اُس میں صالحہ بیگم کی دوائیاں موجود تھیں، اُس نے ایک نظر تمام دوائیوں پر ڈالی اور پھر تھیلی کو گرہ لگا کر ایک سائیڈ پر رکھ دیا، وہ بیگ کو کھولے اس میں سے کوئی چیز مسلسل ڈھونڈ رہی تھی کچھ دیر بعد اُس کی تلاش ختم ہوئی اور اُس نے ایک درمیانی سائز کا لیڈیز والٹ نکالا، اُس کی زپ کھول کر اُس نے اس میں موجود سارے پیسے نکالے اور اُنہیں گننے لگی وہ کل 30 ہزار تھے اور آج مہینے کی پہلی تاریخ

تھی، یہ 30ہزار اُن سب کا پورے مہینے کا خرچہ تھا،اُس کے چہرے پر مایوسی چھانے لگی تھی۔ پچھلے سات ماہ سے یہی چلتا آ رہا تھا،ایک ایک روپیہ خرچ کرتے وقت انہیں بہت بار سوچنا پڑتا۔ ہر ماہ پیسوں کے لیے صائمہ تائی کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑتے، جس پر پہلے وہ حقارت سے بھرے ہتک آمیز جملے کہہ کر اُن کی عزتِ نفس کو کچل دیتیں اور پھر بھیک کی طرح اُن کے ہاتھ میں چند پیسے رکھ دیے جاتے۔

باپ کا سایہ سر پر موجود ہونے سے کوئی آپ کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہوئے بھی سو بار سوچتا ہے اور جب انسان اس سائے سے محروم ہو کر زمانے کی تپتی دھوپ کے نیچے آ کھڑا ہوتا ہے تو وہی لوگ آپ کو چیل کووں کی مانند کھانے کو جھپٹتے ہیں۔ اُس نے پیسے دوبارہ والٹ میں ڈال دیے اور اُسے واپس اپنے بیگ میں رکھ کر اُس کی زپ بند کرتے اٹھ کھڑی ہوئی، بیگ کو واپس اُس کی جگہ پر رکھتے ہوئے وہ کمرے سے باہر آ گئی جہاں اُسے حرم چارپائی پہ بیٹھی دکھائی دی، وہ سر جھکائے نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ آبرو اُس سے چند قدم فاصلے پر کھڑی تھی کہ اچانک حرم نے اپنا چہرہ اٹھا کر اُس کی جانب دیکھا، وہ رو رہی تھی، اس کی سوجی ہوئی آنکھیں بہت دیر سے رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔

وہ رات کو صرف دو گھنٹے سو پائی تھی، روز کی طرح یونیورسٹی کے لیے تیار ہو کر وہ لاؤنج میں آئی۔ وہ کل کے واقعے کے بعد آج چھٹی کر لیتی اگر (اینول ایگزامز) قریب نہ ہوتے، وہ اس وقت ہلکے سبز رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھی، بالوں کا رف سا جوڑا بنا رکھا تھا جبکہ نیند پوری نہ ہونے کے باعث اُس کی آنکھوں میں سرخی نمایاں تھی۔ لاؤنج میں اس کا استقبال خاموشی نے کیا، اُس نے چاروں اطراف نگاہ دوڑائی سب بالکل رات جیسا تھا، ایک چیز بھی اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہ ہوئی تھی، اُس نے ٹیبل کی جانب قدم بڑھائے تو اُسے آج کا اخبار پڑا نظر آیا۔ روزانہ اُس کے یونیورسٹی جاتے وقت احمد صاحب یہیں ٹیبل پر موجود روز کا اخبار پڑھتے، خبروں پر تبصرہ کرتے تھے اور آج وہ اخبار سامنے پڑا تھا، یقیناً احمد صاحب اپنے کمرے میں ہی موجود تھے۔ وہ اخبار پر آخری نگاہ ڈالتے باہر کی جانب بڑھ گئی جہاں سکینہ بیگم پودوں کو پانی دے رہی تھیں۔ اپنے قریب آہٹ کو محسوس کرتے انہوں نے نظر اٹھا کر اُس کی جانب دیکھا، سبرینہ اُن نظروں کا تاثر سمجھنے میں ناکام رہی، اِس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی سکینہ بیگم آخری پودے کو پانی دے کر اُس کے پاس سے گزرتی اندر کی جانب چلی گئیں۔ سبرینہ کے لیے یہ سب انتہائی غیر متوقع تھا وہ شدید پریشانی کی عالم میں وہاں اکیلی کھڑی تھی، آج تک ایسا نہ ہوا تھا کہ سکینہ بیگم اُسے ناشتے کے بغیر یونیورسٹی جانے دیں مگر آج تو وہ اُسے مخاطب بھی نہیں کر رہی تھیں۔ سبرینہ نے اپنی کلائی پر پہنی گھڑی کو دیکھا، اُسے کافی دیر ہو چکی تھی۔ آج پروفیسر ناصر کو اسائنمنٹ جمع کروانا تھا، اس نے ایک نظر پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں سکینہ بیگم گلدان پر پڑی دھول صاف کر رہی تھیں، اُس نے واپسی پر ان دونوں سے بات کرنے کا ارادہ کیا اور قدم اٹھاتی گیٹ عبور کر گئی۔ پیچھے سکینہ بیگم مسلسل اُسے ہی نوٹ کر رہی تھیں، گیٹ بند ہونے کی آواز پر انہوں نے نظریں اٹھا کر ایک ملامتی نگاہ گیٹ پر ڈالی۔

urdunovelsblog

"حرم، حرم کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟" اُسے روتا دیکھ کر آبرو بھاگ کر اُس کے قریب آئی اور اس کو اپنے ساتھ لگاتے پوچھنے لگی۔ جس کے جواب میں حرم بس آنسو بہاتی رہی

"حرم مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" آبرو نے اپنا سوال دہرایا

"میں۔۔میں۔۔اب سکول نہیں جاؤں گی" جس کے جواب میں حرم کی رندھی ہوئی آواز اُسے سنائی دی۔

"کیوں کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟" اب وہ حرم کا رخ اپنی جانب موڑے اُس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے اُس سے پوچھ رہی تھی

"وشمہ۔۔" وہ وشمہ کا نام لیتی پھر سے رونے لگی

"کچھ کہا ہے وشمہ نے؟ بتاؤ مجھے" آبرو اُس کے کندھوں سے بیگ اتارتی ہوئی بولی، جس پر حرم نے کوئی جواب نہ دیا، آبرو اُس کا بیگ اتار کر سائیڈ پر رکھتی سامنے ٹیبل پر بڑے جگ سے گلاس میں پانی ڈالنے لگی، پانی کا گلاس بھر کر اُس نے حرم کے منہ کو لگایا

"یہ لو پانی پیو، شاباش رونا بند کرو" وہ اُس کو پانی پلاتے ہوئے بولی

"اب مجھے بتاؤ کیا کہا ہے وشمہ نے؟" پانی کا گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھتے ہوئے آبرو پوچھنے لگی

"وہ۔۔۔وہ کہتی ہے کہ ہم لوگ ہر چیز اُن سے مانگتے ہیں، اُن کے گھر میں رہتے ہیں" وہ لمحے بھر کو رکی

"اس نے میری سب دوستوں کو بتایا کہ میں اُس کے کپڑے پہنتی ہوں، اس کی استعمال کی ہوئی چیزیں بعد میں وہ مجھے دے دیتی ہے اور۔۔۔" حرم کے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے، جبکہ آبرو اب خاموش و ساکت نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی

"اور ہم ہر وقت ان سے پیسے مانگتے رہتے ہیں، آپی میری ساری دوستیں میرا مذاق اُڑاتی ہیں" آبرو اس کو چپ کروانے کے لیے الفاظ تلاش کر رہی تھی۔

"یہ بیگ بھی وشمہ کا ہے، مجھے نہیں پہننا یہ" اس نے روتے ہوئے پیچھے پڑا بیگ اٹھا کر زمین پر پھینکا، جس کی آواز پر کچن میں موجود اصباح بھاگتی ہوئی باہر آئی

"کیا ہوا آبرو؟" اُس نے زمین پر پڑا بیگ اٹھا کر اُن دونوں کی جانب آتے پوچھا، حرم کا چہرہ آبرو کی طرف جبکہ پشت اِصباح کی جانب تھی اِس لیے وہ حرم کا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی۔

urdunovelsblog

کچھ نہیں اِصباح، تم امی کا خیال رکھنا میں ابھی آتی ہوں، آؤ حرم" وہ حرم کا ہاتھ تھامے دروازہ عبور کرتی سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی جہاں اُسے سامنے سے آتی رُتبہ "

دکھائی دی، وہ رُتبہ کو ایک نظر دیکھتے حرم کو ساتھ لیے سیڑھیاں اُترتی نیچے چلی گئی، رُتبہ نے دروازے میں کھڑی اصباح سے اپنے آئیبرو اُچکاتے پوچھا کہ (کیا ہوا ہے) جس

پر اصباح نے کندھے اُچکاتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آبرو جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئی تو اُسے سامنے صوفے پر اسکول یونیفارم میں موجود وشمہ اور پاس کھڑی صائمہ تائی

نظر آئیں

تم، اس وقت یہاں، خیر تو ہے" صائمہ تائی جو وشمہ کا سکول بیگ پکڑے کھڑی تھیں، اُس کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں جبکہ صوفے پر پُرسکون انداز میں بیٹھی وشمہ جوس کا "

گھونٹ گھونٹ حلق میں اتار رہی تھی

تائی جان مجھے وشمہ سے بات کرنی ہے" آبرو نے وشمہ پر ایک غصیلی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا "

ابھی وہ تھکی ہوئی آئی ہے سکول سے، شام کو آنا ابھی جاؤ" صائمہ تائی نے بیزاری سے کہا "

تائی جان آپ وشمہ سے پوچھیں، یہ اسکول میں حرم کی دوستوں سے کیا بات کرتی ہے، انہیں حرم کے بارے میں کیا کیا بولتی رہتی ہے" آبرو صائمہ تائی کا رویہ نظرانداز "

کرتی ہوئی بولی

ایسا کیا کہہ دیا ہے وشمہ نے، جو تم یوں لڑنے پہنچ گئی ہو" وہ نخوت سے بولتیں بیگ کو واپس صوفے پر رکھ چکی تھیں۔ اُن کی اِس بات پر آبرو نے حرم کی بتائی ہوئی تمام "

باتیں انہیں بتائیں۔

تو اِس میں اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے، جھوٹ تھوڑی نہ کہا ہے وشمہ نے، جو کہا ہے سچ کہا ہے" یہ بات کہہ کر صائمہ تائی نے وشمہ کی ماں ہونے کا ثبوت دیا تھا"

تو تائی جان ہمیں یہاں لانے والے آپ ہی لوگ ہیں، ہمارا گھر آپ لوگوں نے ہی بکوایا تھا اور اب ہمیں تھوڑے سے پیسے دے کر آپ ہم پر احسان نہیں کر رہے، ہمارے "

گھر کو بیچنے کے بعد اُس کی ساری رقم آپ ہی لوگوں کے پاس آئی ہے" آبرو تمام لحاظ بالائے تاک رکھتی ہوئی بولی

وہ تمہارا جھونپڑی نما گھر، قیمت ہی کیا تھی اُس کی اور تم لوگوں کو یہاں آئے اتنے مہینے ہو چکے ہیں، کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی ہم نے تمہیں اور تم لوگ ہمارے "

ٹکڑوں پر پل کر ہمیں ہی آنکھیں دکھا رہے ہو" صائمہ تائی کے لہجے میں حقارت ہی حقارت تھی

اور اگر تمہیں اتنی ہی تکلیف ہے بی بی، تو جاؤ کماؤ خود اور جان چھوڑو ہماری" وہ ہتک آمیز لہجے میں بولیں "

urdunovelsblog

فکر مت کریں تائی جان، ایک دن آپ کی ایک ایک پائی آپ کو واپس نہ لوٹائی تو میرا نام آبرو نہیں" وہ مزید ایک لمحہ وہاں نہیں رکی کیونکہ باتوں سے آج تک نہ کوئی کچھ کر " سکا ہے نہ وہ کر سکتی تھی، اُسے ان باتوں کا جواب اپنے عمل سے دینا تھا اور عمل کے صحیح وقت کے لیے اسے ابھی انتظار کرنا تھا (ایک طویل انتظار)

اب کیا ہو گا فیضی" وہ مسلسل آنسو بہاتے ہوئے بول رہی تھی، اُس کے آنسو اُس کے رخسار کو مکمل طور پر بھگو چکے تھے۔ یونیورسٹی پہنچتے ہی وہ سیدھا فیضی کے پاس آئی" تھی اور سارا معاملہ اُس کے گوش گزار کیا تھا جس پر فیضی مسلسل خاموش بیٹھا اُس کی بات سن رہا تھا۔

تم پہلے رونا بند کرو سبرینہ، رونے سے یہ معاملہ حل تو نہیں ہو جائے گا" اُسے مسلسل روتا دیکھ کر وہ بولا"

مگر فیضی۔۔" وہ ایک بار پھر رونے لگی"

سبرینہ میری بات سنو، پہلے رونا بند کرو، پھر ہم مل کر اس معاملے کا حل ڈھونڈتے ہیں" وہ کافی پریشان دکھائی دے رہا تھا مگر اس وقت سبرینہ کو چپ کروانا ضروری تھا۔"

فیضی۔۔۔ فیضی تم اپنے گھر والوں سے بات کرو" سبرینہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا"

کون سی بات" فیضی نے چونک کر کہا "

یہی ہماری شادی کی بات" سبرینہ نے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "

سبرینہ کیا ہو گیا ہے، کیسی باتیں کر رہی ہو؟" فیضی لہجے میں حیرانی لیے بولا"

فیضی میری بات مان لو اِس مسئلے کا حل یہی ہے کہ تم اپنے گھر والوں سے بات کرو" سبرینہ کے لہجے میں پریشانی ہی پریشانی تھی، رو رو کر اسکی ناک سرخ پڑ چکی تھی۔"

سبرینہ یہ ابھی ناممکن ہے" اُس کے لہجے میں اس بار کوئی تاثر تھا جو سبرینہ سمجھنے سے قاصر تھی"

کیوں ناممکن ہے؟" سبرینہ نے سوال کیا "

سبرینہ دیکھو، میں کیسے ایک دم جا کر اُنہیں یہ سب بتا سکتا ہوں" وہ متفکر انداز میں بولا"

کیوں نہیں بتا سکتے؟" سبرینہ نے دوبارہ سوال کیا "

urdunovelsblog

"سبرینہ میری ابھی ڈگری مکمل نہیں ہوئی، میرے پاس کوئی نوکری نہیں ہے، میں خود اپنی ضروریات کے لیے اپنے گھر والوں کا محتاج ہوں، میں کیسے۔۔"

کیا مطلب ہے اس بات کا فیضی؟ یعنی تم اپنے گھر والوں کو ہمارے متعلق ہر معاملے سے لاعلم رکھنا چاہتے ہو" سبرینہ اُس کی بات سختی سے کاٹتی ہوئی بولی"

میں نے ایسا کب کہا ہے سبرینہ، میرا مطلب صرف یہ ہے کہ ابھی مناسب وقت نہیں ہے، ایک بار میری ڈگری مکمل ہو جائے، میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاؤں، پھر میں "

"خود اُن سے بات کروں گا

مگر فیضی۔۔۔"اُس کی آنکھیں ایک بار پھر آنسوؤں سے بھرنے لگیں"

تم فکر مت کرو سبرینہ، میں ہوں نہ، میں کچھ کرتا ہوں، تم پریشان مت ہو" وہ اس کو دوبارہ رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کر بولا"

مگر فیضی ابو مجھ سے بات نہیں کر رہے، امی میری طرف دیکھ بھی نہیں رہیں" وہ دوبارہ رونے لگی"

تم فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا، وقتی غصہ ہے، آخر تم اُن کی اکلوتی اولاد ہو، کب تک تم سے ناراض رہ سکتے ہیں وہ" وہ اس کو تسلی دیتا ہوا بولا"

آج تم گھر جا کر اُن سے پھر بات کرو، میں بھی کوشش کرتا ہوں کوئی حل ڈھونڈنے کی" وہ دوبارہ بولا۔ جس کے جواب میں سبرینہ نے محض اثبات میں سر ہلایا۔ فیضی نے " پاس پڑی بوتل سے گلاس میں پانی ڈال کر گلاس سبرینہ کی جانب بڑھایا، جسے دیکھتے سبرینہ نے نظر اٹھا کر فیضی کی جانب دیکھا جس کی بھوری آنکھیں اِس وقت اُسے تسلی اور دلاسہ دے رہی تھیں، سبرینہ نے ہاتھ بڑھا کر گلاس پکڑا اور اپنے لبوں سے لگایا، سبرینہ کی پریشانی کچھ حد تک کم ہوئی تھی مگر وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ اصل امتحان تو ابھی شروع ہونے والا تھا۔

صائمہ تائی اور اُس کے درمیان آج ہونے والی ساری تلخ کلامی صرف وہ اور حرم جانتے تھے۔ وہ اِس وقت حرم کے ساتھ موجود تھی جو اُس کے سامنے لیٹی سو رہی تھی، سب کے پوچھنے پر اس نے صرف اتنا بتایا تھا کہ حرم اور وشمہ کے اسکول کا کوئی معاملہ تھا اور وہ اس سارے معاملے کو دیکھ چکی ہے۔ اُس نے حرم کی سوجی ہوئی آنکھوں کو دیکھا، اُس کا دل ایک بار پھر دُکھا تھا۔ وہ اپنی بہن کے لیے کچھ نہ کر سکی تھی۔ حرم کو دیکھ کر اُسے بے شمار سوچوں نے آگھیرا تھا۔ حرم کا ابھی بچپن تھا اور وہ باپ کی شفقت سے محروم ہو گئی تھی۔ وہ ہمیشہ سوچتی تھی کہ بچپن کی یہ محرومیاں کہیں اُس کی شخصیت کو متاثر نہ کر دیں مگر آج یہ احساس پختہ ہو گیا تھا کہ یہ محرومیاں اُس کی شخصیت کو کھوکھلا کر دیں گی۔ وہ بے بس تھی، وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اُس کے ہاتھ مجبوریوں کی ان دیکھی رسیوں سے بندھے تھے۔ صائمہ تائی سے اُسے کسی قسم کی کوئی امید بھی نہ تھی مگر وہ کچھ حد تک تایا جان کی لاپرواہی پر حیران ہوئی تھی مگر اب آہستہ آہستہ اُس کو ان سب چیزوں کی عادت ہونے لگی تھی۔ ہر بار گھر پر کسی

urdunovelsblog

مہمان کے آنے پر اِن بہنوں میں سے کسی کو بلایا جاتا تاکہ دوسروں کو بتایا جاسکے کہ "وہ یتیموں کی کفالت کر رہے ہیں"، ان کے وجود کا استعمال اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے کیا جاتا۔ صالحہ بیگم اُسے اکثر یہ کہتی تھیں کہ اُن کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے، وہ ہمیشہ انکار کرتی تھی مگر آج اُس کے دل کے کسی کونے میں یہ احساس جاگا تھا کہ اُن کے پاس حقیقتاً اِس کے علاوہ اور کوئی حل نہ تھا۔

اُسے واپسی پر کافی دیر ہو گئی تھی، گھر میں داخل ہوتے ہی اُس کی سماعتوں سے کچھ آوازیں ٹکرائیں اور کچھ قدم آگے بڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ آواز احمد صاحب کے بہت قریبی دوست فرقان صاحب کی ہے۔ دل میں شکر ادا کیا کہ اب احمد صاحب کا موڈ کچھ بہتر ہو جائے گا، وہ خوشگوار انداز میں گھر میں داخل ہوئی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی وہ اپنا بیگ رکھتے ڈرائنگ روم کی جانب بڑھنے لگی تھی کہ سکینہ بیگم اُس کے پاس آئیں۔

سبرینہ "وہ اُن کی آواز پر پلٹی جو اُس کے پیچھے کھڑی تھیں"

جی امی "وہ خوش تھی کہ بلاآخر سکینہ بیگم نے اپنی چپ توڑی "

تمہارے کمرے میں تمہارا ایک جوڑا رکھ کر آئی ہوں، جاکر فریش ہو کر آؤ" وہ اُسے کہتے لمحے بھر کو بھی نہ رکیں کہ وہ جواب میں کچھ کہہ پاتی۔ سبرینہ اُن کی بات پر عمل" کرتی کمرے میں چلی گئی اور تقریباً 20 منٹ بعد وہ گلابی رنگ کی فراک کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے، سیاہ دوپٹہ گلے میں ڈالے لاؤنج میں آئی، اس نے بالوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اُس کو آتا دیکھ کر سکینہ بیگم جو چائے کے ساتھ لوازمات تیار کر رہی تھیں، اُس کی جانب آئیں۔

میں چائے تیار کر رہی ہوں، تم لے کر جانا" وہ اُسے کہتی واپس کچن میں چلی گئیں۔ سبرینہ کو کچھ عجیب محسوس ہوا، دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجائی مگر وہ سب نظر انداز" کرتی کچن کی جانب چل پڑی۔ کچھ دیر بعد وہ چائے کی ٹرے لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی اور سب کو سلام کرتے، سکینہ بیگم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے لگی تھی کہ رقیہ بیگم (فرقان صاحب کی اہلیہ) بول پڑیں

ارے سبرینہ بیٹا، یہاں میرے پاس آکر بیٹھو" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُن کے پاس جاکر بیٹھ گئی"

بھائی صاحب میں آپ کو بتا نہیں سکتی، میں کتنی خوش ہوں آپ کے اِس فیصلے سے" وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھیں، "کیسا فیصلہ" سبرینہ کے دل میں سوال پیدا ہوا"

ہماری تو شروع سے ہی خواہش تھی کہ سبرینہ ہمارے حذیفہ کی دلہن بنے" وہ خوشی سے سرشار لہجے میں کہتیں سبرینہ کے سر پر بم پھوڑ گئیں۔ سبرینہ نے چونک کر پہلے احمد صاحب کی جانب دیکھا جو سبرینہ کی طرف متوجہ نہ تھے، پھر دور بیٹھی سکینہ بیگم کی جانب دیکھا جو اُسے ہی دیکھ رہی تھیں اور نظروں ہی نظروں میں خاموش رہنے کی تنبیہ کر رہی تھی۔

آج آپ کی بات سن کر میرے تو دل کا ارمان پورا ہو گیا" وہ سبرینہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لیتی ہوئی بولیں۔ سبرینہ تو بس حق دق اُن سب کی باتیں سن رہی تھی، اُس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ صبح کی خاموشی اِس طوفان کی آمد کی خبر دے رہی تھی۔

ہم سبرینہ کو اپنی بہو نہیں بلکہ اپنی بیٹی بنا کر لے جائیں گے" اِس بار فرقان صاحب بولے، سبرینہ کا ضبط جواب دے گیا، وہ نرمی سے اپنا ہاتھ رقیہ بیگم سے چھڑاتی، معذرت کرتی ڈرائنگ روم سے باہر کی جانب چلی گئی

لگتا ہے شرما گئی ہے" رقیہ بیگم نے سامنے پڑی پلیٹ میں سے ایک سموسہ اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔ جس کے جواب میں سکینہ بیگم بمشکل مسکرائیں۔"

بھائی صاحب آپ بھی لیں نہ" سکینہ بیگم نے سبرینہ کی حرکت کی جانب سے اُن کا دھیان ہٹانے کو کہا"

جی بھابھی" وہ مسکراتے ہوئے سامنے پڑی پلیٹ میں سے ایک بسکٹ اٹھانے لگے"

میرا خیال ہے فرقان ہمیں منگنی کی بجائے شادی کی ہی تاریخ طے کرنی چاہیے کیونکہ بچے تو دیکھے بھالے ہیں پھر دیر کیوں کی جائے" احمد صاحب فرقان صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے بولے

بالکل" وہ لمحے بھر کو رکے" کیوں نہ ہم اس مہینے کی آخری تاریخیں رکھ لیں کیونکہ حذیفہ اگلے ماہ دبئی واپس چلا جائے گا اگر شادی ہو جائے گی تو وہ سبرینہ کے کاغذات بھی باآسانی بنوا لے گا" وہ احمد صاحب سے پوچھنے لگے

مجھے کوئی اعتراض نہیں" احمد صاحب جواباً مدھم سا مسکراتے ہوئے بولے"

بہت، بہت مبارک ہو بھابھی" رقیہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھتی سکینہ بیگم کے پاس جا کر انہیں گلے لگاتی ہوئی بولیں"

میں مٹھائی لے کر آتی ہوں" سکینہ بیگم اُن سے الگ ہوتیں کچن کی جانب چلی گئیں، جہاں لاؤنج سے گزرتے اُن کی نگاہ سبرینہ کے کمرے کے بند دروازے پر پڑی، وہ افسوس سے نفی میں سر ہلاتی کچن کی جانب چلی گئیں۔

لاشاری وِلا اس وقت سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا، سفید پتھر پر پڑتی سورج کی کرنیں اِسے مزید پرکشش بنا رہی تھیں۔ گیٹ کے سامنے رکھی کرسی پر اِس وقت گل خان بیٹھا اونگ رہا تھا، کب اُس کی آنکھ لگی اُسے معلوم نہ ہو سکا۔ کچھ دیر بعد ایک سفید چمچماتی گاڑی بالکل اُس کے سامنے آکھڑی ہوئی، اُس کی نیند اتنی گہری ہو گئی تھی کہ وہ اس گاڑی کی آواز پر بھی نہیں جاگا۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ڈرائیور گاڑی سے اُترا اور جلدی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا، دروازہ کھلتے ہی گاڑی میں موجود فائقہ لاشاری باہر آئیں، وہ اس وقت ہلکے اور گہرے نیلے رنگ کے امتزاج کی ساڑھی میں موجود تھیں، بالوں کو جوڑے میں قید کر رکھا تھا جبکہ کانوں میں سونے کے خوبصورت اور قیمتی آویزے پہن رکھے تھے۔ ایک ہاتھ میں سفید رنگ کا خوبصورت اور نفیس کلچ تھام رکھا تھا۔ چہرے کو میک اپ سے سجا رکھا تھا۔ وہ اس وقت اپنی دوست کے گھر سے آ رہی تھیں۔ دوپہر کا ایک بجنے کو تھا۔ سامنے سوئے ہوئے گل خان پر نظر پڑتے ہی انہوں نے ڈرائیور سے اُسے جگانے کو کہا، ڈرائیور حکم ملتے ہی جا کر گل خان کو جگانے لگا جو نجانے اس تپتی دھوپ میں کیسے اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک ڈرائیور کے زور سے ہلانے پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور ڈرائیور پر نظر پڑنے سے پہلے اُس کی نظر سامنے کھڑی فائقہ لاشاری پر پڑی اور انہیں دیکھتے ہی اُس کی نیند کوسوں میل دور بھاگ گئی، وہ جلدی جلدی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ ڈرائیور اُسے جاگتا دیکھ کر خود گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

سلام بی بی جی" وہ مودبانہ انداز میں آنکھیں مسلتا ہوا بولا"

وعلیکم السلام گل خان، مجھے بتا دیا ہوتا میں تمہارے لیے یہاں بستر لگوا دیتی، یوں کرسی پر سونا بہت مشکل ہوتا ہو گا" فائقہ بیگم طنزیہ انداز میں بولیں "

نہیں بی بی جی وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ بس پتہ ہی نہیں چلا کب آنکھ لگ گئی" گل خان رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا اس لیے اب جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہ تھا سو سر جھکائے سچ بولنے لگا"

کوئی بات نہیں آنکھ لگانے کی ہی تو تنخواہ ملتی ہے تمہیں" فائقہ بیگم یہ بولتیں ایک قدم آگے آئیں"

نہیں بی بی جی، معاف کر دیں غلطی ہو گئی، آئندہ نہیں ہو گا" گل خان کا سر مزید جھک گیا"

فکر مت کرو، جب اِس بار تمہیں تمہاری تنخواہ نہیں ملے گی نہ، تو دوبارہ تم سے یہ غلطی ہو گی بھی نہیں" فائقہ بیگم سخت لہجے میں کہتیں اندر کی جانب بڑھ گئیں۔ اُن کی "، بات پر گل خان کا جھکا سر ایک دم اٹھا اور وہ تیزی سے فائقہ بیگم کے پیچھے بھاگا

بی بی جی معاف کر دیں، بی بی جی آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں ہو گی" گل خان اب ہاتھ جوڑے اُن کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا "

اگر تم نے ایک قدم بھی اور بڑھایا گل خان تو سزا کم نہیں ہو گی، بلکہ مزید اضافہ ہو جائے گا" وہ غصے سے چلائیں۔اُن کی آواز لاؤنج میں موجود صابرہ اور قدسیہ تک بھی" پہنچ گئی تھی، جو مزے سے باتوں میں مصروف تھیں، فائقہ بیگم کی آواز سنتے ہی فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔فائقہ لاشاری تیز تیز قدم بڑھاتیں لاؤنج میں داخل ہوئیں۔سامنے صابرہ اور قدسیہ ہاتھ باندھے کھڑی نظر آئیں۔

سلام بی بی جی" دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا"

وعلیکم السلام، صابرہ میرے لیے فوراً فریش جوس لے کر آؤ"وہ سلام کا جواب دیتے ساتھ، صابرہ کو جوس کا کہتیں لاؤنج میں پڑے صوفے کی طرف بڑھنے لگیں"

قدسیہ تم میرے پاس آؤ" قدسیہ جو صابرہ کے ساتھ کچن میں جانے لگی تھی فائقہ بیگم کی آواز سنتے ہی ان کی جانب آ گئی"

جی، بی بی جی"وہ صوفے پر بیٹھی فائقہ بیگم کے پاس ہاتھ باندھے کھڑی تھی "

کھانا تیار ہو گیا؟"انہوں نے اپنا کلچ کھولتے مصروف انداز میں سوال پوچھا"

"جی، بی بی جی، کھانا تیار ہے "

اور کمروں کی صفائی؟" دوبارہ سوال پوچھا "

جی۔۔وہ۔۔جی۔۔"اس بار قدسیہ کی آواز سنتے ہی انہوں نے اُس کی جانب دیکھا "

کیا جی وہ، جی وہ، لگا رکھی ہے، کمروں کی صفائی ہوئی یا نہیں؟" وہ غصے سے بول رہی تھیں "

بی بی جی۔۔صرف شہریار صاحب کا کمرہ رہ گیا ہے، باقی سب کی صفائی ہو گئی ہے" قدسیہ دھیمی آواز میں بولی "

کیا مطلب؟ آدھا گھنٹہ رہ گیا ہے شہری کے آنے میں اور اُس کا کمرہ ابھی تک صاف نہیں کیا، صبح آٹھ بجے سے کیا کر رہے ہو تم لوگ؟ ہاں، فوراً دفع ہو جاؤ یہاں سے اور" 10 منٹ میں کمرہ صاف کر کے واپس پہنچو"فائقہ بیگم غصے سے چلا رہی تھیں، ان کی آواز اس قدر بلند تھی کہ قدسیہ کانپ کر رہ گئی اور فوراً وہاں سے چلی گئی

آنے دو آج فیاض کو، دیکھنا تم سب کا کیا حشر کرواتی ہوں، اوقات بھول گئے ہو سب اپنی" فائقہ لاشاری ہتک آمیز لہجے میں بولیں۔قدسیہ کے جاتے ہی انہوں نے کلچ سے" اپنا موبائل فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگیں، دوسری جانب سے کال مسلسل مصروف آ رہی تھی، پانچ منٹ تک بار بار کال ملا کر وہ جھنجھلا گئیں اور میسج ٹائپ کرنے لگیں، اتنی دیر میں صابرہ جوس لے کر آ گئی۔

بی بی جی، جوس"اُس کے ہاتھ سے جوس کا گلاس لیتے فائقہ بیگم نے اپنا موبائل ایک جانب رکھ دیا کہ اچانک اُن کی نظر سائیڈ سے گزرتی قدسیہ پر پڑی جو ہاتھ میں سگریٹ " کی خالی ڈبیاں اور ایش ٹرے لے جا رہی تھی۔

ادھر آؤ قدسیہ" انہوں نے جوس کا گلاس منہ کو لگاتے اُسے بلایا، فائقہ بیگم کی آواز سنتے ہی وہ اُن کے پاس آگئی"

تم نے شاہزین کا کمرہ بھی صاف نہیں کیا تھا؟"اس کے قریب آتے ہی وہ پوچھنے لگیں"

نہیں بی بی جی، وہ تو میں نے سب سے پہلے صاف کر دیا تھا"قدسیہ وضاحت دیتی ہوئی بولی"

تو پھر یہ سب کہاں سے لا رہی ہو؟" وہ اس کے ہاتھ میں موجود سگریٹ کی خالی ڈبیوں اور ایش ٹرے کی جانب اشارہ کرتی ہوئیں بولیں"

جی یہ تو شہریار صاحب کے کمرے سے لائی ہوں"قدسیہ کی بات سنتے فائقہ لاشاری نے چونک کر اُس کی جانب دیکھا"

کیا کہا تم نے؟" وہ دوبارہ پوچھنے لگیں گویا انہیں سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہو "

جی بی بی جی، یہ شہریار صاحب کے کمرے سے لائی ہوں" قدسیہ نے اپنی بات دہرائی اور اپنی آواز ذرا اونچی رکھی تاکہ اس بار فائقہ لاشاری کو سننے میں دشواری نہ ہو "

یہ سب تم شہری کے کمرے سے لا رہی ہو؟"انہیں ابھی تک یقین نہیں آیا تھا، قدسیہ نے بولنے کی بجائے اثبات میں سر ہلا کر اُن کی بات کی تصدیق کی۔ فائقہ لاشاری" شدید شاک میں تھیں۔ اُن کا چھوٹا بیٹا جو ابھی صرف (نائن کلاس) میں تھا، سگریٹ نوشی کرنے لگا تھا۔ اُن کے ذہن میں مختلف سوال اُبھرنے لگے، آخر شہری کب سے سگریٹ پی رہا تھا؟ اور انہیں معلوم کیوں نہ ہو سکا؟ وہ کیسے اتنی بے خبر تھیں؟ اُن کا دماغ شدید اُلجھن کا شکار ہونے لگا تھا۔ اُن کی سماعتوں سے گاڑی کے ہارن کی آواز ٹکرائی جسے سنتے وہ ہوش میں آئیں، سر کے اشارے سے پاس کھڑی قدسیہ کو جانے کا کہا اور ہاتھ میں پکڑا گلاس، جس میں ابھی جوس موجود تھا، ٹیبل پہ رکھتی باہر کی جانب چل پڑیں "کیونکہ وہ گاڑی کے ہارن سے پہچان چکی تھیں کہ آنے والا کوئی اور نہیں بلکہ "شاہزین لاشاری ہے

اُس نے کمرے میں پہنچتے ہی کمرے کا دروازہ بند کیا اور اپنا دوپٹہ کھینچنے کے انداز میں گردن سے علیحدہ کرتے بیڈ پر پٹخ دیا، اُسے یہ امید ہرگز نہ تھی۔

نہیں۔۔۔ میں یہ نہیں ہونے دوں گی" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے بیڈ پر بیٹھی اپنا سر نفی میں ہلا رہی تھی"

ابو میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں" وہ خود سے سوال کرتی بولی"

یہ میری زندگی ہے، مجھے پورا حق ہے اِسے اپنی مرضی سے گزارنے کا" اس کے اندر کی ضدی اور سرپھری لڑکی بیدار ہوئی"

میں ایسا نہیں ہونے دوں گی، ہرگز نہیں" وہ نفی میں سر ہلاتی اٹھی اور اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتی اپنا موبائل تلاش کرنے لگی، وہ مسلسل فیضی کو فون ملا رہی تھی مگر اُس کا فون" مسلسل بند آرہا تھا۔ اُس نے غصے سے موبائل بیڈ پر پھینکا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جاتے اپنا آپ آئینے میں دیکھنے لگی،"کیا وہ اِس قابل تھی کہ اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے، اُس نے ایسا کیا کیا تھا جو اُسکو یوں سزا دی جا رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی جینے کا پورا حق رکھتی تھی، اپنی پسند ناپسند بتانے کا اُسے پورا حق تھا، اُس نے کوئی غلط قدم تو نہیں اٹھایا تھا جو یوں اُس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ بغیر اُس کی مرضی جانے کر دیا گیا تھا۔ ایسا نہ تھا کہ وہ حذیفہ کو نہیں جانتی تھی یا اُسے اس رشتے پر کوئی اعتراض تھا، وہ حذیفہ کو بچپن سے جانتی تھی وہ اُس کا اچھا دوست تھا اگر فیضی اُس کی زندگی میں نہ آتا تو وہ کبھی حذیفہ سے شادی سے انکار نہ کرتی مگر اب معاملہ محبت کا تھا، حذیفہ اُس کا دوست تھا، محبت نہیں اور سبرینہ کبھی اپنی محبت کا ایسا انجام نہیں چاہتی تھی۔ سبرینہ نے اپنے آنسو صاف کیے جو اُس کی پلکوں کی باڑ توڑتے اُس کے رخسار بھگو رہے تھے۔ اپنا سر اُٹھا کر اپنے بال جوڑے میں قید کرتے اُس نے مہمانوں کے جاتے ہی احمد صاحب اور سکینہ بیگم سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

urdunovelsblog

سامنے کا منظر بہت خوبصورت تھا، شاہزین لاشاری بہت محبت سے شہریار لاشاری کے بگڑے بال سنوار کر اُس کی گال تھپتھپا رہا تھا مگر یہ منظر فائقہ لاشاری کو خوبصورت نہیں بدصورت لگ رہا تھا کیونکہ اُن کے دل و دماغ پر اس وقت صرف کچھ دیر پہلے دیکھے گئے سگریٹ کے ڈبے سوار تھے۔ وہ سرد نگاہوں سے سامنے سے آتے ہوئے اپنے دونوں جگر گوشوں کو دیکھ رہی تھیں، سفید رنگ کی شرٹ کے ساتھ نیلی جینز پہنے، بالوں کو پونی میں باندھے شاہزین لاشاری، یونیفارم میں موجود شہریار لاشاری کے ساتھ اُن کی جانب چلتا آرہا تھا، اُس نے ہاتھوں میں ہمیشہ کی طرح بینڈز پہن رکھے تھے، گریبان ہمیشہ کی طرح کھلا، اُس نے گردن میں مردانہ چین پہن رکھی تھی جو شاید نئی تھی یا فائقہ لاشاری کو نئی معلوم ہو رہی تھی کیونکہ انہوں نے یہ چین پہلی بار شاہزین لاشاری کو پہنے دیکھا تھا۔ وہ انہیں سوچوں میں گم تھیں کہ وہ دونوں اُن کے قریب آگئے اور شاہزین نے ان کے چہرے کے سامنے ہاتھ ہلایا۔

ہیلو، مام ہیلو، کہاں دیکھ رہی ہیں" وہ اُن کو مسلسل سامنے دیکھتا دیکھ کر پوچھنے لگا۔ اُس کی آواز پہ فائقہ بیگم ہوش میں آئیں مگر اپنی جگہ پر ہی کھڑی رہیں جبکہ دونوں بھائی جا " کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

مام آجائیں، ڈیڈ نہیں آئے ابھی" شاہزین انہیں مسلسل وہیں کھڑا دیکھ کر شرارت سے بولا، اس کی بات پر فائقہ بیگم کے غصے کو مزید ہوا مل گئی اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتیں" اُن دونوں کے قریب آئیں، جہاں وہ دونوں ایک ہی صوفے پر بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ انہوں نے قدسیہ کی جانب دیکھا جو کچن کے دروازے پر کھڑی اُنہیں ہی دیکھ

رہی تھی، فائقہ بیگم نے اُسے آنکھوں سے ہی اشارہ کیا جس پر وہ فوراً سر ہلاتی کچن میں چلی گئی اور کچھ دیر بعد واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں وہیں سگریٹ کے ڈبے موجود تھے۔ وہ چلتی ہوئی فائقہ بیگم کے قریب آئی۔

شہری مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے" اس کو قریب آتا دیکھ کر وہ شہریار کو مخاطب کرتی بولیں"

،جی مام" شہریار جو شاہزین سے باتیں کرنے میں مصروف تھا، فائقہ لاشاری کی آواز پر ان کی جانب دیکھتا بولا"

یہ کیا ہے؟" انہوں نے قدسیہ کے ہاتھ میں موجود سگریٹ کے ڈبوں کی جانب اشارہ کیا، اِن کی آواز میں سختی تھی، جسے پاس کھڑے ملازمین باآسانی محسوس کر چکے تھے"

یہ سگریٹ ہے مام" وہ ہنستے ہوئے شاہزین کی جانب دیکھتا ہوا بولا جو اُس کی بات پر مسکرایا تھا"

شہری میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں، مجھے یہ تمہارے کمرے سے ملی ہیں، کوئی جواب ہے تمہارے پاس اِس بات کا؟"اِس بار اُن کی آواز بلند تھی۔"

جی مام یہ میری ہی ہیں"اُن کے سوال پر وہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا، اُن کو لاجواب کر گیا۔ وہ جو اُسے اس کی غلطی کا احساس دلا کر شرمندہ کرنا چاہ رہی تھیں، اس کی ڈھٹائی پر" حیران رہ گئی تھیں۔

کب سے چل رہا ہے یہ سب؟" وہ دوبارہ اس کو مخاطب کرتی بولیں جس کے چہرے پر شرمندگی تو دور کسی قسم کی پریشانی کا بھی کوئی عنصر موجود نہ تھا۔"

مام کیا ہو گیا ہے آپکو، چھوڑیں اِس بات کو، یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہائپر مت ہوا کریں"اِس بار شہریار کی بجائے شاہزین بولا"

"چھوٹی بات،! شاہزین تمہیں یہ چھوٹی بات لگ رہی ہے، عمر کیا ہے ابھی اس کی جو یہ اس طرح۔۔ "

مام میں اب چھوٹا نہیں ہوں، بڑا ہو گیا ہوں، کیوں برو"ان کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ شہریار ان کی بات کاٹتا ہوا بولا"

یس مام، ہی اِز گرون اَپ ناؤ" شاہزین اُس کی بات پر مسکراتا ہوا بولا"

"مگر شہری۔۔"

مام، ڈونٹ وری، کچھ نہیں ہوتا" شہریار اپنی جگہ سے اُٹھ کر فائقہ بیگم کے قریب آیا"

بہت بھوک لگی ہے، آپ پلیز کھانا لگوا دیں، میں ذرا فریش ہو لوں"وہ اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا"

اوکے برو، سی یو" وہ شاہزین کی جانب مڑ کر ہاتھ ہلاتا اپنے کمرے کی جانب بھاگ گیا، اُس کے جاتے ہی شاہزین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اپنا موبائل نکالتے اُس نے کسی کو" کال ملائی، کال دوسری جانب سے بھی اٹھالی گئی، اب وہ فون پر کسی سے بات کرتا اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ پیچھے کھڑی فائقہ لاشاری بس اُن دونوں کو دیکھتی ہی رہ گئیں۔

مہمانوں کو رخصت کرتے ہی احمد صاحب اور سکینہ بیگم واپس اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے، اُن کے چہرے بالکل سرد تھے، اُن کے چہروں پر کسی قسم کا کوئی تاثر تلاش کرنے پر بھی نہ ملتا تھا۔ سکینہ بیگم برتن سمیٹنے لگیں جبکہ احمد صاحب اپنی عینک اٹھاتے پاس پڑی کتاب کا مطالعہ کرنے لگے۔ ابھی پہلا صفحہ ہی مکمل ہوا تھا کہ اُن کی نظر سامنے سے آتی سبرینہ پر پڑی، جس کی آنکھیں واضح طور پر رونے کی چغلی کھا رہی تھیں، اُن کا دل کسی نے زور سے مٹھی میں دبایا۔ وہ اُن کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد تھی، اُس کی آنکھ میں آنسو وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے مگر اِس بار اُنہیں اپنے آپ کو مضبوط بنانا تھا، اپنی اولاد کو بھٹکنے سے بچانا تھا۔ سبرینہ اُن سے چند قدم فاصلے پر آکر رک گئی مگر خاموش رہی شاید وہ اُن کے متوجہ ہونے کی منتظر تھی۔ اُسے اس جانب آتا دیکھ کر سکینہ بیگم بھی اُس کے پیچھے آئی تھیں۔

ابو مجھے آپ سے بات کرنی ہے" کافی دیر انتظار کرنے پر بھی جب وہ اُس کی جانب متوجہ نہ ہوئے تو وہ ضبط کھوتی بولی، اُس کی آواز پر احمد صاحب نے نگاہ اٹھا کر اُس کی جانب" دیکھا، یہ نگاہیں اُن کی بیٹی کی نگاہیں تو نہ تھیں، جن میں وہ ہمیشہ اپنے لیے محبت، مان، عزت و احترام دیکھتے آئے تھے، بلکہ آج اِن آنکھوں میں بغاوت جھلک رہی تھی۔

یہ آپ نے کیا کیا ہے ابو؟ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی"

کیا کیا ہے میں نے؟" وہ اِس کی بات پر کتاب بند کرتے بولے"

یہ۔۔یہ۔۔رشتہ۔۔" وہ بے ربط لہجے میں بولی"

ہماری بیٹی کی اب شادی کی عمر ہوگئی ہے، وہ خود شادی کرنا چاہتی ہے اس لیے ہم نے اُس کی یہ خواہش پوری کی ہے بس اور تو کچھ نہیں کیا" وہ کتاب ایک جانب رکھتے اٹھ" کھڑے ہوئے۔ اب وہ سبرینہ کے بالکل سامنے کھڑے تھے

ابو آپ سب جانتے ہوئے ایسا کیسے کر سکتے ہیں" اِس بار اُس کی آواز میں ناراضگی تھی جیسے کوئی بچہ اپنی ضد پوری نہ ہونے پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ اُس کی آنکھوں سے" آنسو ایک بار پھر بہنے لگے۔

جس طرح تم ہماری آنکھوں میں دھول جھونک سکتی ہو بالکل اُسی طرح" احمد صاحب اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے، ایک ایک لفظ چبا کر بولے"

"مگر ابو، آپ ایک بار۔۔۔"

ہم نے تم سے تمہاری مرضی نہیں پوچھی، فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں "وہ سخت لہجے میں اُس کی بات کاٹتے ہوئے بولے سبرینہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو ایک دم تھم گئے، اُس کے چہرے پر شاک تھا، حیرانی تھی، اُس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں! اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی، اُس کی ، سماعتوں سے احمد صاحب کی آواز ٹکرائی

سکینہ اِسے سمجھا دینا کہ اگر یہ لاسٹ سمیسٹر کے پیپر دینا چاہتی ہے تو ہمارے فیصلے پر رضامند ہو جائے ورنہ کل سے اِس کا گھر سے نکلنا مکمل طور پر بند "وہ یہ کہتے ہوئے" سبرینہ کے پاس سے گزرے، ابھی وہ چند قدم ہی چلے تھے کہ اُن کے کانوں میں سبرینہ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ ٹکرائے، جو الفاظ کم کوڑے زیادہ محسوس ہو رہے تھے

! میں ہر گز یہ شادی نہیں کروں گی "اُس کی آواز میں بغاوت تھی، ضد تھی، خود سری تھی"

سکینہ اِسے کہو خاموش ہو جائے، کہیں یہ نہ ہو کہ ایک ماہ بعد ہونے والا نکاح، اِس ہفتے ہی طے پا جائے "اُس کی بات کے جواب میں احمد صاحب بلند آواز میں بولے۔ سکینہ " بیگم خاموش تماشائی بنی اُن دونوں کی باتیں سن رہی تھیں، وہ اکثر اُن دونوں کی گفتگو کے درمیان خاموش تماشائی ہی ہوا کرتی تھیں۔ وہ احمد صاحب کے اس فیصلے سے کچھ حد تک اختلاف رکھتی تھیں، وہ اپنے شوہر اور بیٹی دونوں کو ہی جانتی تھیں وہ یہ جانتی تھیں کہ سبرینہ کو یہ ضد اور انا وراثت میں اپنے باپ سے ہی ملی ہے اور نہ احمد صاحب خود جھکنا جانتے تھے، نہ سبرینہ کو جھکنا سکھایا تھا، اُس کے ہر ضد پوری کرتے، آج وہ اُس پر اپنا کوئی فیصلہ کیسے صادر کر سکتے تھے۔ وہ چاہتی تھیں کہ جلدی میں کوئی غلط قدم اٹھانے کی بجائے وہ صبر و تحمل سے اِس معاملے کو دیکھیں، سبرینہ کو اعتماد میں لیں، اُسے سمجھائیں مگر احمد صاحب کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ دوسری جانب سبرینہ بچپن سے اپنی ہر بات منواتی آئی تھی، جس کی ہر خواہش پوری کی جاتی تھی، چاہے وہ صحیح ہو یا غلط اسے پورا کیا جاتا، ہر شے جو اُسے پسند آ جائے وہ اُسے آسانی سے حاصل ہو جاتی تھی۔ آج اپنی اِس ضد کے پورے نہ ہونے پر حیران و پریشان تھی کیونکہ ہر بار جو ضد پوری کرتا تھا، آج وہی اُس کے خلاف تھا۔ ضد اور انا کی ایک جنگ تھی، نہ باپ جھکنا چاہتا تھا نہ بیٹی پیچھے ہٹنا چاہتی تھی۔

احمد صاحب کی بات سنتے ہی سکینہ بیگم سبرینہ کے قریب آئیں اور اُس کے سامنے آ کر اُسے خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا جبکہ احمد صاحب اپنی بات کہہ کر رکے نہیں تھے۔ سبرینہ نے نظریں اُٹھا کر سکینہ بیگم کو دیکھا اور نفی میں سر ہلاتی اپنے کمرے کی جانب بھاگ گئی۔ سکینہ بیگم کے پاس الفاظ نہ تھے، وہ سمجھاتیں تو کسے سمجھاتیں اور کیسے سمجھاتیں۔ ایک غلطی سبرینہ نے کی تھی اور ایک غلطی احمد صاحب کرنے جا رہے تھے اور دونوں کسی کی بات سننے کو تیار نہ تھے۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں پیچھے پڑے صوفے پر بیٹھ گئیں اور کھڑکی سے نظر آنے والے سورج کو دیکھنے لگیں جو کچھ ہی دیر میں غروب ہونے والا تھا۔

urdunovelsblog

دن ڈھلنے والا تھا، آسمان پر ہلکی ہلکی سرخی چھا رہی تھی، سردیوں کی آمد تھی، دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہو چکی تھیں۔ وہ اِس وقت ایک رکشے میں سوار تھی، کچھ دیر بعد وہ رکشہ اُس کی مطلوبہ منزل کے سامنے جا رکا۔ رکشے کے رکتے ہی وہ نیچے اُتری، اپنا سرمئی بیگ کھولتے اُس میں سے پیسے نکالنے لگی، اُس کے پاس صرف واپسی کا کرایہ تھا۔ اُس نے رکشے والے کو کرایہ ادا کیا اور پھر دوسری جانب مڑتے ہوئے اپنی مطلوبہ منزل کو دیکھا، اُس کی نگاہ سامنے لگے تختے پر پڑی جس پر جلی حروف میں "قبرستان" لکھا تھا۔ اُس کا دل ایک بار پھر زور زور سے دھڑکنے لگا، دل کا درد پھر سے جاگنے لگا مگر اپنے آپ پر قابو پاتے وہ قدم اٹھاتی قبرستان میں داخل ہوئی۔ ہر جانب قبریں ہی قبریں تھیں اور سب ایک ہی جیسی تھیں، کسی کو دیکھ کر یہ علم نہ ہوتا تھا کہ کس قبر میں کوئی رئیس دفن ہے اور کس قبر میں کوئی غریب! انسان ساری عمر دنیاوی آسائشوں اور دنیاوی معیاروں کے پیچھے بھاگتا ہوا یہ بھول جاتا ہے کہ وہ خاک ہے اور اُسے خاک میں ہی مل جانا ہے۔ اِن قبروں کو دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ کس کا گھر کتنے رقبے پر تھا، کون لاہور کے کس علاقے سے تعلق رکھتا تھا، کس کی کتنی زمینیں اور کتنی جائیدادیں تھیں مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اپنا انجام اور اصل معلوم ہونے کے باوجود بھی ہم دنیا کی رنگینیوں میں مکمل طور پر گم ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ ہماری دولت، ہمارے عہدے، ہماری جائیدادیں ہمارے کسی کام نہ آئیں گی، ہم اسی دنیا کی دولت اور عہدوں کے حصول کے لیے جائز ناجائز میں تفریق کرنا بھول جاتے ہیں اور ہر کام کر گزرتے ہیں۔

ایک قبر کے قریب پہنچ کر اُس کے قدم رک گئے، اس قبر پر ایک چھوٹا سا کتبہ لگا تھا جس پر صرف ایک نام تحریر تھا "حیات صدیقی"۔ اُس کی آنکھیں بھرنے لگیں، وہ لاکھ ضبط کے باوجود بھی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور بے آواز رونے لگی، آنسو اب اُس کے رخسار بھگو رہے تھے۔ وہ ہر کسی کے سامنے نہیں روتی تھی، وہ مضبوط تھی، بہت مضبوط، مگر حیات صاحب کے سامنے ہمیشہ وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی تھی، وہ حیات صاحب کی لاڈلی بیٹی تھی، حیات صاحب اُسے اپنا بیٹا کہتے تھے اور اُسے اب اُن کا بیٹا بن کر دکھانا تھا۔ وہ اپنا بیگ اُتار کر ایک جانب رکھتے، نیچے بیٹھ گئی اور اپنا کانپتا ہوا ہاتھ قبر کی مٹی پر پھیرنے لگی، اُس کی آنکھوں سے مسلسل گرم سیال بہہ رہا تھا۔ زندگی کتنی عجیب شے ہے، جو آپ نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہو وہ آپ کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے، اپنے عزیز ترین رشتوں کو یوں منوں مٹی تلے دفن دیکھنا، کتنا تکلیف دہ ہے، یہ صرف وہی جانتے ہیں، جن پر یہ گزری ہو۔ اُس نے اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکالی اور قبر کی مٹی کو گیلا کرنے لگی، پانی کی بوتل کو واپس بیگ میں ڈالتے، اُس نے بیگ میں موجود ہرے رنگ کی تھیلی اُٹھائی جس میں گلاب کی تازہ پتیاں موجود تھیں، اُس نے آج یونیورسٹی کے لیے دیے گئے لنچ کے پیسوں سے یہ پتیاں خریدی تھیں۔ تھیلی کھولتے اُس نے آہستہ آہستہ وہ پتیاں پوری قبر پر ڈال دیں اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ کچھ دیر دعا مانگنے کے بعد وہ آمین کہتے، چہرے پر ہاتھ پھیرتی، اپنا بیگ اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک آخری نظر (الوداعیہ نظر) قبر پر ڈالتی واپسی کے لیے چل پڑی۔

وہ ہر ہفتے، جمعے کے دن یہاں آتی تھی اور پورا ہفتہ شدت سے اِس وقت کی منتظر رہتی۔ اب اُسے واپسی کا سفر پیدل طے کرنا تھا کیونکہ کرائے کے پیسے تو وہ یہاں آنے پر خرچ کر چکی تھی۔ وہ ایک ایک قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی، اُس کی آنسو بھی آہستہ آہستہ تھمنے لگے تھے، اُس کے چہرے پر اب سختی چھانے لگی تھی، زمانے کی ٹھوکروں کی سختی!

قبرستان سے نکلتے وہ ایک جانب فٹ پاتھ پر چلنے لگی، وہ چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ کسی کی نظروں کی تپش اپنے آپ پر محسوس کرتے اُس نے اپنی دائیں جانب دیکھا جہاں ایک نشئی کھڑا اِسی جانب دیکھ رہا تھا، اُس کی جانب سے فوراً منہ پھیرتے وہ تیز تیز قدم بڑھانے لگی۔ اسی جلدی میں وہ اُس نشئی کے قریب کھڑی بائیک پر موجود اُس شخص کو نہ دیکھ پائی، جس کی نظروں کی تپش نے اِسے اُس جانب دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ اُس شخص کی آنکھوں میں چمک تھی، "شیطانی چمک"۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو سبرینہ؟" فیضی ایک دم چونک کر اپنی کرسی چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا، اُس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ آس پاس بیٹھے سٹوڈنٹس نے مڑ کر اُن دونوں کی جانب دیکھا

"فیضی آہستہ بولو اور بیٹھو، میری بات سنو" سبرینہ نے اُسے واپس بیٹھنے کا کہا، وہ اُس کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھی تھی

"مگر سبرینہ۔۔"

"فیضی" سبرینہ نے فیضی کی بات کاٹتے دوبارہ اُسے پکارا جس پر فیضی کو نہ چاہتے ہوئے بھی واپس بیٹھنا پڑا

"مگر سبرینہ، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تمہاری مرضی کے بغیر تمہاری شادی کیسے کر سکتے ہیں؟" اُس کے لہجے سے اضطراب اور بے چینی جھلک رہی تھی۔

"اسی وجہ سے میں نے تمہیں کہا تھا کہ اپنے گھر والوں سے بات کرو۔" سبرینہ بہت پریشان تھی

"سبرینہ میرے حالات تمہارے سامنے ہیں، میں کیسے۔۔" وہ بولتے بولتے خاموش ہو گیا

"تو پھر ٹھیک ہے فیضی، تم یہاں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہو اور وہاں میری شادی۔۔۔"

"میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا" فیضی اُس کی بات کاٹتا ہوا بولا

"اپنے گھر والوں سے تم بات کر نہیں سکتے، امی ابو میری ایک بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔۔۔ ہمارے پاس اِس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے" اُس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔

ایک حل ہے سبرینہ، مگراس میں تمہیں میرا ساتھ دیناہوگا" فیضی سبرینہ کی آنکھوں میں دیکھتاہوابولا"

کیساحل ؟" فیضی کی بات پر وہ بے ساختہ بولی"

ہمیں کورٹ میرج کرنی ہوگی" فیضی کی بات نے سبرینہ کو چونکادیا"

واٹ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو فیضی، میں ایساہر گز نہیں کر سکتی، یہ بہت بڑا فیصلہ ہے" وہ نفی میں سر ہلاتی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی"

سبرینہ ہمارے پاس اِس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے" فیضی بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا"

مگر فیضی یہ۔۔یہ سراسر غلط ہے، اس سے معاملات مزید خراب ہو جائیں گے" وہ ابھی تک فیضی کی بات سے متفق نہ تھی"

اِس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے، کیا تمہارے لیے اتنا آسان ہوگا، ہماری محبت کو بھُلا کر نئی زندگی کا آغاز کرنا" وہ سبرینہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہا تھا۔ سبرینہ خاموش رہی۔

اوراس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ میں اپنے گھر والوں کو تمہارے گھر بھیجوں اور تمہارے ابو انھیں انکار نہیں کریں گے" وہ ایک پل کو رکا"

سبرینہ کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے ؟ وہ سبرینہ سے پوچھنے لگا"

نہیں۔۔ فیضی۔۔ایسی بات نہیں ہے" سبرینہ بے ربط لہجے میں بولی"

توپھر مجھ پر بھروسہ رکھو، میں کبھی ایسا موقع نہیں دوں گا کہ تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتاناپڑے" وہ اپنے الفاظ سے سبرینہ پر جادو کر رہا تھا، سبرینہ کی سوچنے سمجھنے کی تمام" صلاحیتیں مفلوج ہو رہی تھیں۔

تم آج شام تک کا وقت لے لو، اِس بارے میں سوچو، میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا" وہ دھیمے لہجے میں کہتا، ٹیبل پر پڑی اپنی بائیک کی چابی اٹھانے لگا"

خداحافظ" وہ یہ کہتا وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے کھڑی سبرینہ کے دماغ میں اُس کی کہی گئی تمام باتیں گونج رہی تھیں، اُسے فیصلہ کرنا تھا، کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔"

امی، امی کیا ہوا آپکو؟" اُس کے پاس لیٹے، اُس کے بیٹے نے اُسے ماضی کے شکنجوں سے آزاد کروایا۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اُس کی سماعت سے موذن کی آواز" ٹکرائی، اُس نے بے ساختہ سامنے لگی گھڑی کو دیکھا، جو صبح کے چھ بجا رہی تھی، آج پھر ایک رات ماضی کی تلخ یادوں کی نظر ہو گئی تھی۔

امی۔۔آپ کیوں رو رہی ہیں ؟اُس کا بیٹا اُس کے چہرے پر اپنے ننھے ہاتھ پھیرتا، بول رہا تھا"

نہیں میرا بچہ۔۔میں رو نہیں رہی" وہ اپنے آنسو صاف کرتی اُٹھ بیٹھی"

آپ کو کہیں پین ہو رہا ہے کیا؟" وہ متفکر لہجے میں دوبارہ بولا۔اُس کی اتنی فکر پر سبرینہ کی آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں،اُس نے اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لگایا۔"

نہیں میرا بچہ، میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوا" وہ اُسکو اپنے ساتھ لگائے،اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی"

ویٹ، میں آپ کے لیے پانی لاتا ہوں" وہ فوراً سبرینہ سے الگ ہوتا،بیڈ سے نیچے اترا اور بِنا جوتا پہنے، کچن کی جانب بھاگا۔ "

سبرینہ اُسے دیکھتی رہ گئی،وہ اُس کی کل کائنات تھا،اُس کا دنیا میں موجود واحد رشتہ اور وہی اُس کے جینے کی وجہ تھا،وہ آج زندہ تھی تو صرف اپنی بیٹے کے لیے۔

آبرو کو گھر پہنچنے میں کافی دیر ہو گئی تھی،اُس کے دائیں پاؤں کا جوتا بیچ رستے میں ٹوٹ گیا تھا جس کی وجہ سے 30 منٹ کا راستہ ایک گھنٹے میں طے ہوا تھا۔گھر کے سامنے پہنچتے ہی اُس نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا، کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور اُسے سامنے عماد کھڑا دکھائی دیا،یقیناً دروازہ کھولنے والا وہی تھا،وہ ایک سرسری نگاہ اُس پر ڈالتی، دائیں جانب موجود سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی۔ابھی اُس نے دوسری سیڑھی پر قدم ہی رکھا تھا کہ وہ ایک دم لڑکھڑائی،اُس کے پاؤں میں موجود ٹوٹے ہوئے جوتے کے دو حصے ہو چکے تھے،وہ بہت مشکل سے پورا راستہ اپنے جوتے کو گھسیٹتے ہوئے آئی تھی۔

urdunovelsblog

ارے سنبھل کر" کچھ دور کھڑا عماد چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ سجائے بولا۔آبرو نے ایک غصے بھری نگاہ پہلے ٹوٹے ہوئے جوتے پر ڈالی اور وہی نگاہ اٹھا کر عماد کی جانب" دیکھا جو اِس وقت سیاہ رنگ کی پینٹ شرٹ میں موجود، دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں گھسائے اُس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔آبرو نے اپنا ٹوٹا ہوا جوتا اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور تیز تیز سیڑھیاں چڑھنے لگی جبکہ پیچھے کھڑا عماد اُسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اُس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی،اُس کی نظروں میں چمک تھی" شیطانی چمک"۔

آبرو پہلے ہی بہت تھک چکی تھی اوپر سے اُس کی ٹوٹی ہوئی چپل نے اُسے اور تھکا دیا تھا وہ کس طرح اِس جوتے کو گھسیٹ گھسیٹ کر گھر پہنچی تھی صرف وہی جانتی تھی۔اُس کے چہرے سے تھکان واضح تھی،اُس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا،اوپر سے بھوک سے اُس کا برا حال تھا،اس نے صبح کے ناشتے کے بعد ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا۔وہ ایک ہاتھ میں ٹوٹا ہوا جوتا لیے آخری سیڑھی عبور کرتی، آگے بڑھنے لگی۔اُسے سامنے سے آتا دیکھ کر لاؤنج میں بیٹھی اِصباح اُس کی جانب آئی، آبرو نے اُسے اپنی جانب آتا دیکھ کر کندھے پہ ، لٹکا اپنا سرمئی بیگ اتار کر اُسے پکڑایا اور پاس پڑے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی، اپنے ہاتھ میں پکڑا جوتا اُس نے صوفے کی ایک جانب رکھ دیا

اسلام وعلیکم "وہ مدھم آواز میں بولی"

وعلیکم السلام، جوتے کو کیا ہوا؟ سامنے چارپائی پر بیٹھی رُتبہ نے مٹر کے دانے نکال کر پلیٹ میں ڈالتے ہوئے پوچھا"

کیا مطلب کیا ہوا ہے؟ نظر نہیں آرہا ٹوٹ گیا ہے۔"آبرو غصے سے بولی"

اچھا، اچھا، اب اِس کا غصہ مجھ پر تو مت نکالو" رُتبہ پلیٹ سے مٹر کا ایک دانہ اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈالتی ہوئی بولی۔اِس سے پہلے کہ آبرو اُس کی بات کا جواب دیتی اِصباح نے" آبرو کو مخاطب کیا

"اِسے چھوڑو آبرو یہ بتاؤ آج اتنی دیر کیوں ہو گئی آنے میں؟"

اِسی کی وجہ سے ہوئی ہے دیر"آبرو نے ٹوٹے ہوئے جوتے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا"

مگر تمہیں کون سا پیدل آنا تھا جو جوتے کے ٹوٹ جانے سے کوئی مسئلہ ہوتا"رُتبہ کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی،رُتبہ کی اِس بات پر اصباح نے سوالیہ نظروں سے آبرو کی جانب" دیکھا جیسے اُس سے رُتبہ کے سوال کا جواب مانگ رہی ہو

وہ۔۔وہ۔۔کرائے کے پیسے گم ہو گئے تھے"آبرو نے فوراً بہانہ بنایا"

گم ہو گئے تھے یا خرچ کر دیے"رُتبہ نے مٹر کے دانوں سے بھری پلیٹ کو ایک جانب کرتے تفتیشی انداز میں پوچھا،اب اِصباح اور رُتبہ دونوں کی نظریں آبرو پر جمی" تھیں،جو بولنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہی تھی

میں بتا تو رہی ہوں، گم ہو گئے تھے"آبرو صفائی دینے والے انداز میں بولی اور ساتھ رُتبہ کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔"

تم اتنی دور سے پیدل آئی ہو؟" اِصباح نے ایک احمقانہ سوال داغا"

نہیں ہوائی جہاز پر آئی ہوں، سوال جواب ہی کرتی رہو گی یا کھانے کا بھی پوچھو گی، قسم سے اتنی بھوک لگی ہے"آبرو نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر دُہائی دی،وہ اس وقت موضوع" تبدیل کرنا چاہتی تھی

میں پانی لے کر آئی" آبرو کی بات سنتے ہی اِصباح فوراً کچن کی طرف بھاگی"

"تم نہ اپنے دماغ کو تھوڑا کم استعمال کیا کرو، آئی سمجھ "اِصباح کے جاتے ہی آبرو رُتبہ کو مخاطب کرتی بولی،اِس سے پہلے کہ رُتبہ اُس کی بات کا جواب دیتی، رُتبہ کی نظر آبرو کے پاؤں کی جانب گئی۔

"آبرو تمہارے پاؤں سے تو خون نکل رہا ہے" وہ فوراً چارپائی سے اُترتی اُس کی جانب لپکی، آبرو نے اُس کی بات سنتے ہی فوراً اپنی گردن جھکا کر اپنا دایاں پاؤں دیکھا جس کی ایڑی کے قریب سے خون نکل رہا تھا،ایڑی کے نیچے کی جلد ایک طرف سے پھٹ چکی تھی اور اب اُس میں سے خون رس رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا، چھوٹا سا زخم ہے ٹھیک ہو جائے گا" رُتبہ کو اپنا پاؤں پکڑے دیکھ کر وہ فوراً بولی۔یہ زخم مسلسل ٹوٹا جوتا گھسیٹنے کی وجہ سے آیا تھا،بیچ رستے میں بھی زخم سے خون بہہ رہا تھا مگر پھر جلدی ہی بند ہو گیا تھا، مگر اب شاید وہ زخم دوبارہ کھل گیا تھا۔

"چھوٹا سا زخم، دیکھو تو صحیح کتنا خون بہہ رہا ہے اور تم چھوٹا سا زخم کہہ رہی ہو" رُتبہ کے چہرے پر فکر ہی فکر تھی۔اتنے میں اصباح کچن سے پانی لے کر اُن کے پاس آئی۔

"آبرو یہ کیا ہوا ہے ؟" وہ گلاس ایک طرف رکھتی آبرو کی جانب آئی

"ارے میری بات سنو تم دونوں، کچھ نہیں ہوا، چھوٹا سا زخم ہے ٹھیک ہو جائے گا، پریشان مت ہو" وہ رُتبہ کے ہاتھ سے اپنا پاؤں چھڑاتی ہوئی بولی جو ٹشو کی مدد سے خون روکنے میں مصروف تھی

"تمہیں تکلیف ہو رہی ہو گی نہ آبرو" اِصباح کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے، وہ ایسی ہی تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر فوراً رو دینے والی۔

"نہیں ہو رہی تکلیف، اب تم رونا مت پلیز، ورنہ امی بھی پریشان ہو جائیں گی" وہ اصباح کو رونے سے باز رکھنے کے لیے بولی ورنہ زخم والی جگہ پہ اب اُسے شدید تکلیف ہو رہی تھی

"مگر آبرو۔۔" رُتبہ اُس کی لاپرواہی کو دیکھتے کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ آبرو نے اُس کی بات کاٹ دی

"اگر، مگر کچھ نہیں، میں کہہ رہی ہوں نہ کہ یہ معمولی زخم ہے، میں دیکھ لوں گی، مجھے یہ بتاؤ کہ امی اور حرم کہاں ہیں ؟ نظر نہیں آ رہیں" وہ اب ٹشو کی مدد سے زخم صاف کر رہی تھی کیونکہ خون اب نکلنا بند ہو چکا تھا۔

"حرم کمرے میں اپنا ہوم ورک کر رہی ہے" رُتبہ نے آبرو کے سوال کا جواب دیا

"اور امی ؟" آبرو نے خون آلود ٹشو کو زمین پر ایک جانب رکھتے، اُس سے دوبارہ پوچھا

urdunovelsblog

اُن کی طبیعت خراب ہے "اِس بار اصباح دھیمی آواز میں بولی۔اِصباح کی بات سُن کر آبرو کا گلاس کی طرف بڑھتا ہاتھ ایک لمحے کو تھم گیا،اُس نے سوالیہ نظر اُٹھا کر اِصباح "
،کی جانب دیکھا

کیا ہوا ہے امی کو؟"وہ متفکر لہجے میں بولی"

بی پی بہت بڑھ گیا تھا اُن کا دوپہر میں "رُتبہ خون آلود ٹشو اکٹھے کرتے ہوئے بولی"

اور تم لوگوں نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا"آبرو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی"

آبرو تم بیٹھو،اب امی ٹھیک ہیں،میں نے اُنہیں کھانا کھلا کر سلا دیا ہے "اِصباح نے آبرو کو کندھوں سے تھامتے دوبارہ بٹھا دیا"

اماں نے دوائی لی تھی؟"آبرو نے ایک اور سوال پوچھا"

"وہ۔۔۔وہ۔۔امی کی دوائی تو ختم ہو گئی تھی"

"کب؟"

ایک ہفتہ پہلے "اِصباح دھیمی آواز میں ہچکچاتے ہوئے بولی"

urdunovelsblog

میرے اللہ! ایک ہفتہ ہو گیا دوائی ختم ہوئے اور تم مجھے اب بتا رہی ہو "آبرو اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر اُس کی لاپرواہی پر افسوس کرتے بولی"

تمہیں بتا بھی دیتے تو تم کیا کر سکتی تھی؟ پتہ تو ہے کہ وہ دوائی کتنی مہنگی ہے اور ہمارے حالات سے تو تم باخوبی واقف ہو"آبرو کی بات کا جواب صالحہ بیگم نے دیا،جواِن"
تینوں کی آوازیں سُن کر جاگ گئی تھیں اور اب آبرو کے سامنے رکھی چارپائی پر بیٹھ رہی تھیں،جس پر ایک طرف مٹر سے بھری پلیٹ رکھی تھی

"مگر امی آپ کی صحت ہمارے لیے سب سے زیادہ ہیں اور رہی بات ہمارے حالات کی تو میں آج ہی تایا جان سے بات کروں گی"

کیا بات کرو گی تم اُن سے؟صالحہ بیگم کا سوال فوری تھا"

یہ کہ ہمارے گھر کو تو انہوں نے بیچ دیا، اب اُس کی رقم تو کم از کم ہمیں دے دیں یوں روز روز ہمیں اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے اُن کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑتے" ہیں "آبرو کے لہجے میں کرب تھا، اُس کی اِس بات پر صالحہ بیگم خاموش رہیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ایک ایک پائی کے لیے اُنہیں کس طرح ترسایا جاتا ہے، انہیں کے پیسے اُنہیں بھیک میں دیے جاتے ہیں مگر وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ اِس کے علاوہ اور کوئی حل موجود نہ تھا۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے، اِس خاموشی کو اِصباح کی آواز نے توڑا

آبرو تم ہاتھ منہ دھولو میں تمہارے لیے کھانا لگاتی ہوں، رُتبہ تم میرے ساتھ آؤ" وہ آبرو کو فریش ہونے کا کہتے، رُتبہ کو لیے کچن میں چلی گئی۔ جبکہ پیچھے بیٹھی آبرو نے تو" جیسے اُس کی بات سنی ہی نہ تھی۔ اُس کا ذہن مسلسل سوچوں کے شکنجے میں قید تھا۔ اُسے یاد تھا پچھلی بار تائی نے اُسے پیسے دینے کے بعد کیا کہا تھا۔

"بھکاری بھی اتنی بار ہاتھ پھیلائے تو اسے شرم آجائے "

وہ الفاظ اُس کے کانوں میں آج بھی گونج رہے تھے، اب اُسے کچھ کرنا ہوگا، یوں روز روز کی ذلت اور بھیک سے رہائی حاصل کرنی ہوگی۔ اُس نے سوچ لیا تھا کہ اِس بار وہ سیدھا تایا جان سے بات کرے گی۔

سبرینہ اِس وقت کچن میں کھڑی تھی، اُس کے بیٹے کو تین دن سے تیز بخار تھا، اُس کے پاس اسے ڈاکٹر کو دکھانے کے پیسے بھی نہ تھے۔ وہ بے بسی کی انتہا پہ تھی، وہ کچن میں اُس کے لیے کچھ کھانے کو لینے آئی تھی۔ خالی کچن دیکھ کر اُس کا دل پھٹ جانے کو تھا۔ وہ ہمت کرتی آگے بڑھی، سامنے لگا کیبنٹ کھولنے لگی، کیبنٹ کھلتے ہی اُسے سامنے ایک بسکٹ کا پیکٹ نظر آیا۔ اُس نے فوراً بسکٹ نکال کر شیلف پر رکھ دیا، اور پاس پڑی پتیلی کا ڈھکن اٹھایا جس میں بمشکل آدھا کپ دودھ موجود تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر جلدی سے چولہا جلایا اور پتیلی کو چولہے پر رکھ دیا۔

امی" اسے اچانک اپنے بیٹے کی نقاہت بھری آواز آئی، وہ بھاگتے ہوئے اُس کے پاس گئی، اُس کا بخار مزید شدت اختیار کر چکا تھا۔ اب سبرینہ رونے لگی تھی۔"

امی، امی آپ روئیں مت، میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ پریشان مت ہوں" اپنی ماں کو روتا دیکھ کر وہ معصوم جان اُسے دلاسہ دے رہی تھی جبکہ اُس کی آواز اتنی مدھم تھی" کہ بامشکل ہی سبرینہ سُن پا رہی تھی۔ سبرینہ اُسے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کرنے لگی اچانک اُسے چولہے پر چڑھایا ہوا دودھ یاد آیا، وہ بھاگتے ہوئے کچن میں گئی جہاں اب آدھا کپ دودھ بھی آدھا ہو چکا تھا۔ اُس کے پاس پیسے نہ ہونے کے برابر تھے۔ اُس کی زندگی اُس کے ایک غلط فیصلے نے برباد کر ڈالی تھی، کاش وہ اُس وقت جذبات میں آکر وہ فیصلہ نہ کرتی۔ وہ اپنی بربادی کی ذمہ دار کبھی اپنی قسمت کو نہیں ٹھہراتی تھی بلکہ اُس کا کہنا تھا کہ اُس کی بربادی کی ذمہ دار صرف وہ خود ہے، ہم زندگی میں اکثر معاملات کے بُرے انجام پہ اُس کا قصوروار اپنی قسمت کو ٹھہراتے ہیں جبکہ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ فیصلوں کا اختیار تو ہمارے پاس ہی ہوتا ہے۔ وہ دودھ کو کپ میں اُنڈیلتی بسکٹ کا پیکٹ

اٹھائے باہر آئی، اُس نے دونوں چیزوں کو ایک طرف رکھتے اپنے بیٹے کو اٹھایا مگر بار بار ہلانے پر بھی جب وہ ہوش میں نہ آیا تو سبرینہ کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے وہ آنسوؤں کے ساتھ باآواز روتی اُسے اٹھانے لگی۔ غلط فیصلہ تو سبرینہ نے کیا تھا سزا کی حقدار بھی وہی تھی، یہ معصوم جان تو بے قصور تھی تو پھر وہ کیوں اِس کی سزا میں شراکت دار ٹھہرائی جا رہی تھی۔ اپنے بچے کو اپنے سینے سے لگائے روتے ہوئے وہ اپنے کیے گئے غلط فیصلے پر پچھتا رہی تھی جس نے اسے دربدر کر دیا تھا۔ کاش اُس کے بس میں ہوتا تو وہ ماضی میں جا کر اپنا وہ فیصلہ بدل دیتی مگر گزرا وقت کیا کبھی لوٹ کر آیا ہے!

کھانا کھا کر آبرو نے اپنے پاؤں کے زخم پر پٹی باندھ لی تھی بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اِصباح اور رُتبہ نے زبردستی پٹی کروائی تھی، وہ اس وقت کمرے میں بیٹھی اپنا اسائنمنٹ بنا رہی تھی جب اُسے پیغام ملا کہ جلال تایا نے اُسے نیچے بلایا ہے، اُسے حیرانگی ہوئی تھی اور اس حیرت میں اضافہ تو اُس وقت ہوا جب اُسے معلوم ہوا کہ صرف اُسے ہی نہیں صالحہ بیگم کو بھی بلایا گیا ہے۔ اب اُس کی حیرت میں آہستہ آہستہ پریشانی شامل ہونے لگی تھی۔ اُس نے صالحہ بیگم سے کہا تھا کہ وہ رہنے دیں وہ خود ہی جا کر پوچھ آتی ہے کہ کیا بات ہے مگر صالحہ بیگم کے اصرار پر وہ اُنہیں ساتھ لیے سیڑھیاں اُترتی نیچے آ گئی۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اُسے سامنے بڑے صوفے پر جلال تایا اور صائمہ تائی بیٹھے ہوئے نظر آئے جبکہ سائیڈ پر رکھے گئے صوفے پر اشعر موجود تھا۔ جلال تایا کے چہرے پر اِس وقت سخت تاثرات تھے، وہ برہم نظر آ رہے تھے جبکہ صائمہ تائی کی آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح اُنہیں دیکھتے، حقارت در آئی تھی جبکہ اشعر کے تاثرات بالکل نارمل تھے اُس نے صالحہ بیگم کے قریب آنے پر اُن کو سلام کیا۔ اِس سارے منظر میں آبرو کی نظریں جلال تایا کے چہرے پر تھیں، اُنکے چہرے کے تاثرات اُسے کچھ غلط ہونے کا اِندیہ دے رہے تھے۔ سب کو سلام کرتے وہ اور صالحہ بیگم جلال تایا کے سامنے رکھے ہوئے بڑے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ اِس سے پہلے کہ جلال تایا کچھ بولتے اُن کے کُرتے کی جیب میں موجود موبائل بجنے لگا۔ اُنہوں نے موبائل جیب سے نکال کر کال اٹھائی اور فون کان سے لگایا۔ آبرو نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی، لاؤنج کی تھیم گولڈن رکھی گئی تھی۔ صوفے، پردے، لاؤنج میں رکھا گیا باقی فرنیچر بھی اِسی تھیم کے مطابق منتخب کیا گیا تھا۔ اُس کی نظر ایک دم صائمہ تائی کی نگاہوں سے ملی، اُن کی آنکھوں میں موجود حقارت، نفرت وہ ہمیشہ سے دیکھتی آئی تھی مگر پچھلے کچھ دنوں سے اُس نے اِن جذبوں میں اضافہ محسوس کیا تھا جس کی وجہ سے وہ انجان تھی مگر وقت انسان کو انجان کہاں رہنے دیتا ہے، سب تلخیاں سامنے لا کھڑی کرتا ہے۔

جلال تایا نے کچھ دیر بعد فون پر اپنی بات مکمل کر کے فون واپس اپنی جیب میں ڈال دیا اور اب اُن کی نظروں کا زاویہ سیدھا آبرو کی جانب تھا۔

آج کہاں گئی تھی آبرو؟" اُن کے لہجے میں سرد پن تھا"

urdunovelsblog

میں یونیورسٹی گئی تھی" آبرو نے بے خوف انداز میں جواب دیا۔اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اُن کا اگلا سوال کیا ہو گا اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اُنہیں کس مقصد کے تحت بلایا گیا ہے۔ "

یونیورسٹی کے بعد کہاں گئی تھی؟"اِس بار جلال تایا کی آواز پچھلی بار سے بلند تھی، آبرو خاموش رہی۔"

بھائی صاحب یونیورسٹی کے علاوہ اور کہاں جائے گی آبرو؟" اِس بار صالحہ بیگم نے جواب دیا"

آبرو میں نے کچھ پوچھا ہے؟ وہ صالحہ بیگم کی بات کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے بلند آواز میں بولے"

قبرستان۔۔قبرستان گئی تھی" آبرو بھی سخت لہجے میں جلال تایا سے نظریں ملاتی بولی، جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔"

کیوں گئی تھی قبرستان؟" جلال تایا کا چہرہ اُس کی بے خوفی دیکھ کر غصے کے مارے سرخ پڑنے لگا تھا۔"

باباجان سے ملنے" آبرو نے اُسی لہجے میں پھر جواب دیا"

دیکھ رہی ہوں صالحہ، کس طرح بے خوفی سے جواب دے رہی ہے، بجائے اپنی حرکت پر شرمندہ ہونے کے اپنے تایا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بدتمیزی کر رہی ہے"اِس بار صائمہ تائی نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا جو خاموش بیٹھی تھیں، اِس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتیں، آبرو نے صائمہ تائی کو مخاطب کیا

"میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تائی جان جس پر مجھے شرمندہ ہونا پڑے"

تمہیں یہ بات معلوم ہے آبرو کہ وہ قبرستان کس سنسان علاقے میں ہے، تمہیں وہاں ہرگز نہیں جانا چاہیے تھا" جلال تایا بلند آواز میں غرائے"

اور دوسری بات یہ کہ ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی تمہیں قبرستان جانے کی؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ عورتیں قبرستان نہیں جاتیں" آبرو نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ جلال تایا بلند آواز میں چلائے

اگر کوئی تمہیں اُٹھا لیتا یا کچھ اور ہو جاتا تو مصیبت تو ہمارے گلے پڑتی نہ، تمہیں ضرورت کیا تھی وہاں جانے کی؟" جلال تایا مسلسل چلا رہے تھے"

ویسے بھی تمہارا باپ مر چکا ہے، اِس بات کو جتنی جلدی تسلیم کر لو، بہتر ہے" صائمہ تائی نے اپنی زہریلی زبان کا استعمال بڑی خوبصورتی سے کیا تھا"

urdunovelsblog

اور صالحہ تم اِسے سمجھا نہیں سکتی، اگر ہم نے اِسے یونیورسٹی جانے سے منع نہیں کیا تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ جہاں مرضی جاتی پھرے، آج قبرستان گئی ہے

کل کو کہیں اور۔۔"

بس تائی جان" تب سے مسلسل خاموش بیٹھی آبرو اب اُٹھ کھڑی ہوئی"

اگر میں خاموش ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپکا جو جی چاہے، بولتیں جائیں" آبرو سخت لہجے میں بولی"

توبہ۔۔توبہ۔۔ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری، دیکھو تو صحیح کیسے بدتمیزی کر رہی ہے" صائمہ تائی منہ پر ہاتھ رکھے افسوس کرتی کہنے لگیں"

تائی جان میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں اور دوبارہ کہہ رہی ہوں، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس پر مجھے شرمندہ ہونا پڑے" آبرو کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا"

یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں، تم پھر بھی وہاں گئی اور پھر کہہ رہی ہو کہ تم نے کچھ غلط نہیں کیا" جلال تایا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے"

جن کی قبروں پر جانے کے لیے کوئی مرد موجود نہ ہو، اُن کی عورتوں کا قبرستان جانا بالکل جائز ہے" آبرو کی آواز بہت بلند ہو گئی تھی، وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔"

جب مرنے والے کے پیچھے اُس کی قبر پر فاتحہ پڑنے والا کوئی مرد نہ ہو، تو اُس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے عورتوں کو ہی جانا پڑتا ہے" وہ جلال تایا کو مخاطب کرتی بلند آواز میں بول رہی تھی"

urdunovelsblog

اور مر جانے والے کو بھول نہیں جانا چاہیے، جب مرنے والے نے اپنی پوری زندگی آپ کی آسائشات، خواہشات، ضروریات کا خیال رکھا ہو تو مرنے کے بعد ہمیں بھی اُس کا خیال رکھنا چاہیے، اپنی مصروف زندگیوں میں سے کچھ پل نکال لینے چاہیے، دو گھڑی اُن کی قبر پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیے، اُن کی بخشش، مغفرت کے لیے دعا مانگ لینی چاہیے" یہ بات اُس نے صائمہ تائی کی جانب دیکھتے ہوئے کہی تھی"

اور اگر یہ سب کرنا گناہ ہے تو ہاں میں ہوں گنہگار دے دیجیے مجھے سزا" وہ یہ کہتی صالحہ بیگم کی طرف بڑھ گئی جو مسلسل بے آواز رو رہی تھیں۔"

اور ہاں! مجھے قبرستان جانے سے روکنے کی کوشش مت کیجئے گا" وہ صالحہ بیگم کو سہارا دے کر کھڑا کرتی ایک نظر تائی اور جلال تایا کی جانب ڈالتی دو ٹوک لہجے میں بولی۔اِس" وقت لاؤنج میں مکمل خاموشی تھی، جوتوں کے زمین سے ٹکرانے کی مدھم آواز با آسانی سنی جاسکتی تھی۔ سیڑھیوں پر اُسے رُتبہ اور اِصباح کھڑی نظر آئیں جن کی آنکھوں میں آنسو، اس بات کے گواہ تھے کہ وہ لاؤنج میں ہونے والی تمام گفتگو سن چکی ہیں

امی کو اوپر لے کر چلو، میں آرہی ہوں" اُن دونوں کو مخاطب کرتے اُس نے صالحہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو پہلی سیڑھی پر قدم رکھنے میں مدد دی۔ وہ دونوں صالحہ بیگم کو احتیاط سے سیڑھیاں چڑھا رہی تھیں۔ آخری سیڑھی عبور کرتے رُتبہ نے ایک نظر دوسری سیڑھی پر کھڑی آبرو کو دیکھا جو خلا میں ایک جانب ایک غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی، رُتبہ کو اکثر اُس پر ایک پتھر کا گمان ہوتا، اُسے لگتہ کہ شاید آبرو کو کسی قسم کی کوئی تکلیف یا درد محسوس ہی نہیں ہوتا، چاہے پھر وہ تکلیف جسمانی ہو یا روحانی، کیونکہ انسان کے اندر اتنا ضبط ناممکن سی بات تھی۔ جبکہ پیچھے کھڑی آبرو کا چیخ چیخ کر رونے کو دل چاہ رہا تھا مگر، اگر وہ خود رو پڑتی تو باقیوں کے آنسو کون صاف کرتا، اُسے اپنے بابا کا بیٹا بن کر دکھانا تھا، اُسے مضبوط بننا تھا، بہت مضبوط۔ اُس نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو اُسے اپنے دائیں پاؤں کی ایڑی میں نمی کا احساس ہوا اُس نے گردن جھکا کر نیچے دیکھا، سفید پٹی مکمل سرخ ہو چکی تھی، خون اب پھر سے بہنے لگا تھا، زخم ایک بار پھر تازہ ہو گیا تھا، مرہم رکھنے کے باوجود بھی زخم سے خون رسنے لگا تھا کیونکہ زخم کو ایک بار پھر کُریدا گیا تھا، بہت سختی سے، سفاکی سے۔ وہ واپس گردن اوپر اُٹھاتی سیڑھیاں چڑھنے لگی، ہر سیڑھی پر خون کے دھبے نمودار ہونے لگے، سرخ دھبے!

وہ اس وقت ہسپتال کے کاریڈور میں موجود تھی، اُسے یہاں آئے دو گھنٹے بیت چکے تھے، کچھ دیر پہلے ڈاکٹرز اُس کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اُسے یہاں انتظار کرنے کو کہا تھا۔ انتظار بذاتِ خود ایک امتحان ہے اور ہسپتال کی راہداری میں کیا جانے والا انتظار اِس امتحان کو مزید جان لیوا بنا دیتا ہے۔ وہ اپنے سامنے موجود بند دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے کچھ دیر پہلے اُس کے بیٹے کو لے جایا گیا تھا، رو رو کر اب اُس کے آنسو بھی خشک ہو چکے تھے۔ وہ اُس دروازے کو دیکھتے ایک بار پھر ماضی کی تاریکیوں میں گم ہونے لگی تھی۔ اسے یاد تھا، اُس دن فیضی سے ملاقات کے بعد جب وہ یونیورسٹی سے گھر آئی تھی تو شام کے چھ بج چکے تھے۔ سبرینہ یونیورسٹی سے آکر سیدھا اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی، اُس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا، وہ شدید کشمکش کا شکار تھی، اُسے انتخاب کرنا تھا کسی ایک کا، اُسے فیصلہ کرنا تھا اپنی زندگی کا۔ مگر وہ یہ بھول رہی تھی کہ بعض فیصلے صرف آپ کی زندگی سے منسلک نہیں ہوتے، اُن فیصلوں سے اور بہت سی زندگیاں جڑی ہوتی ہیں، بس فیصلے کا اختیار کسی ایک کو دے دیا جاتا ہے۔ وہ دو گھنٹے سے مسلسل ایک ہی بات سوچ رہی تھی مگر دو گھنٹے بعد بھی جب وہ کسی فیصلے پر نہ پہنچ پائی، تو شکستہ قدموں سے چلتی دروازہ کھول کر باہر لاؤنج میں آگئی جہاں سکینہ بیگم فون پر کسی سے بات میں مصروف تھیں۔ اُسے اپنی جانب آتا دیکھ کر انہوں نے الوداعی کلمات ادا کرتے فون بند کر کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

اِدھر آؤ، میرے پاس" اُسے اپنے سامنے والے صوفے پر بیٹھتا دیکھ کر وہ بولیں، سکینہ بیگم کی آواز پر اُس نے اُن کی جانب دیکھا، نجانے کیوں اُس کی آنکھیں بھرنے لگی تھیں، وہ صوفے پر اُن کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ سکینہ بیگم نے اُس کے چہرے کا جائزہ لیا، صرف تین دنوں میں اُس کا کیا حال ہو گیا تھا، آنکھوں کے گرد ہلکے، نیند پوری نہ ہونے کے باعث سُرخ پڑتی آنکھیں، پیلا پڑتا رنگ، وہ انہیں پچھلے دنوں سے بہت زیادہ کمزور لگی تھی۔ وہ ماں تھیں، اُسے اپنے ساتھ لگاتیں اُس کے بال سہلانے لگیں۔

کھانا کھاؤ گی؟ لگاؤں؟" وہ محبت بھرے لہجے میں بولیں"

urdunovelsblog

بھوک نہیں ہے" سبرینہ مدہم لہجے میں بولی"

آج لیٹ ہو گئی یونیورسٹی سے، خیریت ؟"اُس کا جواب سن کر وہ موضوع بدلتی بولیں"

جی وہ آج ایکسٹرا کلاس تھی،اِس لیے" سبرینہ نے اپنی قمیض کے دامن پر بنے ڈیزائن میں موجود پھول پر انگلی پھیرتے ہوئے جواب دیا"

ہمم، صحیح۔۔آج رقیہ بھابی آئی تھیں"سکینہ بیگم کی بات پر سبرینہ کا ہاتھ تھم گیا"

تمہیں شاپنگ کے لیے ساتھ لے جانا چاہ رہی تھیں، کافی انتظار کیا انہوں نے، میں نے تمہیں کال بھی کی تھی مگر تمہارا موبائل بند آرہا تھا،اِس لیے میں نے انہیں کل کا کہا ہے، تم کل یونیورسٹی سے چھٹی کر لو"اُسے مسلسل خاموش دیکھ کر وہ بولنے لگیں

میں نہیں جاؤں گی اُن کے ساتھ" سبرینہ اُن سے الگ ہوتی ہوئی بولی"

مگر بیٹا کیوں ؟"سکینہ بیگم نے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا"

آپ اچھی طرح جانتی ہیں امی کہ کیوں" سبرینہ بھی جواباًاُن کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی"

سبرینہ ضد مت کرو"سکینہ بیگم اُسے سمجھانے لگیں"

ضد میں نہیں،آپ لوگ کر رہے ہیں" سبرینہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی"

کیا برائی ہے حذیفہ میں جو تم یوں انکار کر رہی ہو"اِس بار سکینہ بیگم بھی سختی سے بولیں"

یہی تو میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں امی کہ فیضی میں کیا برائی ہے، جو آپ لوگ ایک باراُس سے ملنا بھی نہیں چاہتے" سبرینہ دوبدو جواب دے رہی تھی۔سکینہ بیگم خاموش ہو گئی تھیں،اُن کے پاس حقیقتاًاُس کی بات کا کوئی جواب نہ تھا۔

میں آپ کو بتاؤں اصل مسئلہ کیا ہے"انہیں خاموش دیکھ کر سبرینہ کھو کھلی ہنسی ہنستی ہوئی بولی، جس پر سکینہ بیگم نے اُس کی جانب دیکھا"

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ابو کی اَنا کو یہ بات گوارا نہیں ہے کہ میں،اُن کی بیٹی،اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ اپنی مرضی سے کروں"وہ سانس لینے کو رُکی"

سبرینہ "سکینہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولیں"

urdunovelsblog

نہیں امی، مجھے بولنے دیں" وہ اُن کو ہاتھ کے اشارے سے روکتی پھر سے بولنے لگی"

"اِس لیے اپنی آنا کو تسکین پہنچانے کے لیے وہ۔۔"

سبرینہ "اِس سے پہلے کہ وہ مزید بولتی احمد صاحب کی گرجدار آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی، احمد صاحب سبرینہ کے پیچھے کھڑے تھے اِس لیے وہ کب سے یہاں موجود تھے اُسے معلوم نہ ہو سکا۔ اُن کی آواز پر وہ پلٹی نہیں، احمد صاحب چلتے ہوئے اُس کے سامنے آئے، سبرینہ نے اُن کے چہرے کو دیکھا جو غصے کی شدت سے سرخ پڑ رہا تھا۔

اِس سے پہلے کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے، میری نظروں کے سامنے سے چلی جاؤ" وہ غصے سے چلائے"

مگر ابو۔۔" وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ احمد صاحب دوبارہ بولے"

ایک لفظ اور نہیں" اُن کی آواز بلند اور لہجے میں سختی تھی، اس سے پہلے کہ سبرینہ کچھ بولتی سکینہ بیگم اس کے پاس آئیں اور اُسے اپنے ساتھ لیے کمرے میں لے جانے" لگیں۔ ابھی وہ دونوں کمرے کے دروازے پر ہی پہنچے تھے کہ اُن کی سماعتوں سے احمد صاحب کی آواز دوبارہ ٹکرائی

اور کل سے اگر تم نے اس گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" احمد صاحب کی آواز پر سبرینہ نے تیزی سے دروازے کا لاک کھولا اور جلدی سے" اندر داخل ہوتے دروازہ بند کر دیا جبکہ دروازے کے باہر کھڑی سکینہ بیگم کی پریشانی میں اب مزید اضافہ ہونے لگا تھا کیونکہ آج سبرینہ کے کہے گئے الفاظ انہیں کچھ بہت غلط ہونے کا اِندیہ دے رہے تھے۔

رات کے دو بج چکے تھے، ہر سو تاریکی ہی تاریکی تھی، صدیقی ہاؤس پر بھی اس وقت طویل رات کا پہرہ تھا، بالائی منزل کے ایک کمرے میں مکمل اندھیرا تھا، کمرے میں دو بستر موجود تھے ایک پر اصباح اپنے لحاف میں دبکی سو رہی تھی، اُس کے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان موجود تھے، یقیناً وہ چند گھنٹے پہلے پیش آنے والے واقعے کا نتیجہ تھے جبکہ دوسرا بستر خالی تھا لحاف بھی ایک جانب رکھا تھا۔ وہ آبرو کا بستر تھا، آبرو اس وقت زمین پر اپنے بستر سے ٹیک لگائے، اپنی ٹانگوں کو سمیٹے، گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ اِصباح کے کروٹ بدلنے پر کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا ہوا۔ ہلکی سی آہٹ پر آبرو نے گھٹنوں پر سے سر اٹھایا، کمرے کی کھڑکی سے چھن کر آتی چاند کی روشنی میں آبرو کا چہرہ واضح نظر آ رہا تھا، اُس کا چہرہ مکمل طور پر آنسوؤں سے تر تھا، وہ نجانے کتنی دیر سے آنسو بہا رہی تھی۔ اُس کی پرکشش سیاہ آنکھیں مسلسل آنسو بہا کر اب تھک چکی تھیں مگر دل کا درد تھا کہ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتا جا رہا تھا۔ حیات صاحب کی وفات کے بعد اُسے یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ اب زندگی بہت کٹھن ہونے والی ہے مگر اُس کے وہم و گمان میں یہ بات دور دور تک نہ تھی کہ اُسے اپنے ہی باپ کی قبر پر جانے کی وضاحتیں دینی ہوں گی۔

بابا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے یوں آپ سے محض ایک ملاقات کرنے کے لیے دوسروں سے اجازت مانگنی پڑے گی" وہ مسلسل روتے ہوئے دل میں حیات" صاحب سے مخاطب تھی، اس نے اپنا سر دوبارہ اپنے گھٹنوں میں دے دیا، ایک بار پھر اُس کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا تھا۔ اُسے حیات صاحب کے انتقال کے بعد اکیلے میں رونے کی عادت ہو گئی تھی، وہ پورا دن سب کے سامنے خود پر خول چڑھائے رکھتی تھی، سب کو سمیٹتے سمیٹتے وہ خود رات کو بکھر جاتی تھی اور اُسے سمیٹنے والا اب کوئی نہ تھا، جو اُسے ہمیشہ سے سمیٹتا آیا تھا اب وہ منوں مٹی تلے دفن تھا۔ اب اُسے خود کو سمیٹنا تھا، اپنے گھر والوں کے لیے، ان کا مضبوط سہارا بننے کے لیے۔ اُس کے پاؤں کے زخم پر اب پٹی کا کوئی وجود نہ تھا، شاید زخم آہستہ آہستہ بھرنے لگا تھا۔ ہر زخم وقت کے ساتھ ساتھ بھر جاتا ہے، وقت کا مرہم بڑا پُر اثر ہے، بڑے سے بڑے زخم کو بھر دیتا ہے مگر ہر زخم بھرنے کے باوجود بھی ایک نشان چھوڑ جاتا ہے جو ہمیں کبھی اُس زخم کو بھولنے نہیں دیتا۔

کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی وہ کافی دیر دروازے کے ساتھ لگی اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر جب غصہ کسی صورت کم نہ ہوا تو اوندھے منہ بیڈ پر جا گری۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، وقت اُس کے ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسل رہا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ بیڈ سے اُٹھتی واش روم گئی، اپنے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتے وہ مسلسل سوچ بچار میں مصروف تھی، اُسے فیصلہ کرنا تھا، انتخاب کرنا تھا۔ وہ واش روم سے باہر آ کر سیدھا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آتے ہی اُس کی نظروں کا مرکز سامنے پڑی دو چیزیں تھیں جن میں سے ایک کا انتخاب اُسے آج کرنا تھا، سامنے پڑی دو چیزوں میں سے ایک فیضی کی اُس رات دی گئی انگوٹھی تھی جو سبرینہ کو دل و جان سے عزیز تھی اور اِس اہمیت کی وجہ بھی اُس انگوٹھی کی اُس شخص سے وابستگی تھی جس کے بغیر اب سبرینہ کو زندگی نامکمل محسوس ہوتی تھی جبکہ دوسری چیز ایک فوٹو فریم تھا، جس میں چار سالہ سبرینہ احمد صاحب کی گود میں بیٹھی مسکرا رہی تھی، یہ تصویر اس نے میٹرک کے بعد فریم کروا کر اپنے کمرے میں رکھوائی تھی، اِس تصویر کو دیکھے بغیر اُس کے دن کا آغاز نہیں ہوتا تھا۔ سامنے پڑی دونوں چیزیں سبرینہ کی زندگی کے دو اہم حصے تھے اور آج وہ اِس مقام پر کھڑی تھی کہ اُسے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ وہ دونوں چیزوں کو دیکھتی اب بے بس ہونے لگی تھی، وہ انتخاب نہیں کر پا رہی تھی مگر اُسے کرنا تھا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں واپس بیڈ پر بیٹھ گئی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں، اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو چکے تھے۔ کچھ دیر بعد اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور سامنے پڑی دونوں چیزوں کو فیصلہ کن نظروں سے دیکھا۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آگے بڑھتے اُس نے فیضی کی انگوٹھی کو اٹھایا اور ایک نظر اُس پر ڈالتے، اپنے جیولری باکس کو کھولا اور انگوٹھی کو اس میں ڈال کر واپس فریم کی جانب پلٹی اور اُسے اپنے ہاتھوں میں اُٹھاتے اپنے ہونٹوں سے لگایا، آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں، فریم کو سلیقے سے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے وہ واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی اپنی زندگی کا! انتخاب کر چکی تھی کسی ایک کا!

صبح کے 10:30 کا وقت تھا۔ مطلع ابر آلود تھا۔ بادلوں نے آسمان پر بسیرا کر رکھا تھا، صدیقی ہاؤس کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں اس وقت جائے نماز بچھائے کوئی بہت شدت سے دعائیں مانگ رہا تھا۔ چہرے کے گرد نفاست سے دوپٹہ لپیٹے، دونوں آنکھوں کو میچے، اُس کے لب مسلسل ہل رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو دعا کے لیے اُٹھائے وہ بہت شدت سے دعا مانگ رہی تھی۔ وہ اِس وقت ہلکے گلابی رنگ کی فراک میں موجود تھی اسی اثنا میں کمرے میں اِصباح داخل ہوئی اور سامنے نظر پڑتے اُس نے بے اختیار گھڑی کی جانب دیکھا

رُتبہ یہ کون سی نماز پڑھ رہی ہو؟ "وہ حیرانی سے استفسار کرنے لگی۔ جائے نماز پر بیٹھی رُتبہ نے آنکھیں کھولیں، اُس کی بھُوری آنکھوں نے اِصباح کو دیکھتے اُسے خاموش" رہنے کا اشارہ دیا، اُس کے نقوش آبرو سے بہت مماثلت رکھتے تھے بس دونوں کی آنکھوں کے رنگ مختلف تھے۔ اِصباح اُس کے اشارے کو سمجھتی، پاس پڑی کرسی کو کھینچتے اُس پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر مزید دعا مانگنے کے بعد وہ دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتی اُٹھ کھڑی ہوئی، جائے نماز سمیٹ کر ایک جانب رکھ دیا اور پھر کرسی پر بیٹھی اِصباح کی طرف دیکھا جو اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

جی" اُس نے آبرو اچکاتے ایک نظر جائے نماز پہ ڈالی اور پھر بولی"

میں نوافل ادا کر رہی تھی "رُتبہ دھیمے لہجے میں بولی"

کیا "اِصباح کا منہ حیرت کے مارے کھلا رہ گیا "

اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟ "رُتبہ اپنے چہرے کے گرد لپٹا دوپٹہ کھولتے ہوئے بولی"

حیرانی تو ہو گی، جب پانچ وقت کی نماز پوری نہ پڑھنے والے نوافل پڑھنے لگیں "اِصباح کرسی سے اٹھتی اس کے پاس آئی"

تم مجھ پر طنز کر رہی ہو "رُتبہ نے ناراضگی سے پوچھا"

ہاں بالکل "اِصباح بھی ڈٹی رہی"

اچھا چھوڑو اس بات کو، یہ بتاؤ آبرو اور حرم آ گئیں؟ "رُتبہ نے دوپٹہ کھول کر ایک طرف رکھا اور اپنے بالوں میں لگا کلپ کھول کر بالوں میں برش پھیرنے لگی"

کیوں چھوڑ دوں، بتاؤ تو صحیح کیا معاملہ ہے؟ اِصباح تفتیشی انداز میں پوچھتے اُس کے سامنے آ گئی۔ رُتبہ خاموشی سے اپنے بال سنوارتی رہی، اِصباح اُس کے پاس کھڑی اپنے" دوپٹے پر لگے موتیوں کو چھیڑنے لگی

urdunovelsblog

کہیں تمہارا رزلٹ تو نہیں آ رہا آج؟" موتیوں کو چھیڑتے اِصباح کے دماغ میں ایک دم خیال آیا جس پر رُتبہ نے پہلے مڑ کر اُس کو دیکھا، پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔"

اب میں سمجھی "اِصباح طمانیت بھرے انداز میں کہتی دوبارہ کرسی پر جا بیٹھی"

تم نے جواب نہیں دیا حرم اور آبرو آ گئے واپس؟" رُتبہ نے بات کا موضوع بدلنے کی کوشش کی"

نہیں ابھی نہیں آئے "اِصباح اُس کو جواب دیتے ہوئے کسی سوچ میں گم تھی"

کیا سوچ رہی ہو؟ رُتبہ نے اپنے بالوں کی پونی بناتے اُس سے پوچھا"

یہی کہ اگر تم فیل ہو گئی تو "اِصباح چہرے پر شرارتی مسکراہٹ سجائے بولی، اُس کی بات پر رُتبہ جھٹکا کھاتی اس کی جانب مڑی"

توبہ، استغفار، تمہیں شرم نہیں آئی یہ بات کہتے ہوئے" وہ خفگی سے اُسے دیکھتے کہنے لگی"

سچ بولنے میں کیسی شرم "اِصباح دانتوں کی نمائش کرتی ہوئی بولی"

اگر انسان کا منہ اچھا نہ ہو تو کم از کم وہ بات ہی اچھی کر لے" رُتبہ نے بھی اپنی زبان کے جوہر دکھائے"

آپی، اِصباح آپی "اِس سے پہلے کہ وہ رُتبہ کو اس کی بات کا جواب دیتی حرم بھاگتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی"

ارے، ارے کیا ہوا؟" وہ اُس کے ایک دم گلے لگ جانے پر حیران و پریشان ہوتی بولی"

میں فرسٹ آئی ہوں آپی" حرم نے اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی، اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ "

ارے واہ! شاباش میری گُڈی" وہ اُسے دوبارہ اپنے گلے لگاتے بولی"

تم بھی دیکھو اور کچھ سیکھو "اِصباح رُتبہ کو مخاطب کرتی بولی جس پر رُتبہ نے اُس کو دیکھتے آنکھیں گھمائیں کہ اُس کی نظر گھڑی پر پڑی جس پر 11 بج چکے تھے، وہ ایک دم" بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

اِسے کیا ہوا؟" اُسے اس طرح بھاگتے دیکھ کر کمرے میں داخل ہوتی آبرو نے اِصباح سے پوچھا"

لگتا ہے رزلٹ آ گیا ہے اس کا "اِصباح حرم کے بال سنوارتی بولی"

اوواچھا،امی کہاں ہے؟"آبرو نے اُن کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا"

"سامنے والی خالدہ آنٹی کے گھر گئی ہیں"

صحیح۔۔"آبرو نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا"

آپی آپ کو پتہ ہے میری مس کہہ رہی تھیں کہ میں اُن کی فیورٹ سٹوڈنٹ ہوں"حرم مسکراتے ہوئے اِصباح کو اپنے ٹیچر کی کہی ہوئی باتیں بتانے لگی"

میری گُڈی ہے ہی اتنی اچھی اور پیاری"اِصباح نے اُس کے پھولے ہوئے گال کھینچتے ہوئے کہا جبکہ پاس بیٹھی آبرو انہیں دیکھ کر مسکرا رہی تھی کہ اُس کی نظر کمرے میں داخل ہوتی رُتبہ کی جانب گئی جس کا بجھا ہوا چہرہ کچھ غلط ہونے کا عندیہ دے رہا تھا۔

کیا ہوا رُتبہ؟"آبرو اٹھتے ہوئے اُس کے پاس جانے لگی، آبرو کی آواز پر اِصباح نے بھی رُتبہ کی جانب دیکھا"

آگیا رزلٹ؟"اسے مسلسل خاموش دیکھ کر آبرو دوبارہ بولی"

ہاں آگیا"رُتبہ سپاٹ لہجے میں بولی، اُس کا انداز دیکھ کر کسی نے مزید کوئی سوال نہ کیا"

پوچھو گے نہیں کیسا آیا"انہیں خاموش دیکھ کر رُتبہ بولی"

بتانا چاہتی ہو تو بتادو باقی تمہاری مرضی"آبرو سمجھ چکی تھی اس لیے واپس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی"

بتاؤ نہ رُتبہ کیسا رہا؟"اِصباح چہرے پر فکر سموئے اُس کے قریب آئی"

تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوئیں"وہ اِصباح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی"

کیا مطلب؟"اِصباح نے اُس کی بات پر ناسمجھی سے پوچھا"

مطلب یہ کہ میں پاس ہو گئی ہوں، میرے سارے سبجیکٹس میں اے پلس گریڈ آیا ہے"وہ خوشی کے مارے چلائی، اُس کی بات سنتے اِصباح نے ٹیبل پہ پڑی کاپی اٹھا کر اس کی کمر میں دے ماری

ہائے اللہ، ظالم عورت"رُتبہ نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر دہائی دی"

یہ ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی ہاں! منہ پر 12 بجا کر ایسے آئی تھی جیسے فیل ہو گئی ہو"اِصباح خفگی سے کہنے لگی"

ہاں، ہاں پتہ ہے مجھے تمہیں اپنی دعائیں قبول نہ ہونے کا کتنا افسوس ہے"رُتبہ اُسے چڑاتی حرم کے قریب آئی اور زور سے اُس کے گال کھینچے"

آپی۔۔"جس پر وہ چلا اٹھی"

رُتبہ آرام سے"آبرو حرم کے چلانے پر رُتبہ کو مخاطب کرتی بولی"

زور سے نہیں کھینچا میں نے، یہ ہی بہت نازک ہے"وہ حرم کو گھورتی ہوئی بولی"

یاد آیا، تمہارے ساتھ وشمہ کا بھی تو رزلٹ تھا نہ"رتبہ ُکو ایک دم یاد آیا"

جی، اُس کا بھی رزلٹ تھا"حرم اپنا گال سہلاتے ہوئے بولی"

ٹاپ کیا ہو گا اُس نے تو"رُتبہ دھپ سے بیڈ پر بیٹھ گئی"

وشمہ فیل ہو گئی ہے"جواب آبرو کی طرف سے آیا"

اُوئے! نہ کرو، سچی؟"رُتبہ ایک دم حرم کی جانب دیکھتی ہوئی بولی جس پر حرم نے اثبات میں سر ہلایا"

پھر تو تائی کے پاس ڈبل مٹھائی لے کر جانا بنتی ہے"وہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی"

رُتبہ"اِصباح نے رُتبہ کے پاس آتے اُس کو آنکھیں دیکھائیں"

ایک حرم کے فرسٹ آنے کی اور ایک۔۔۔"اُس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی"

رُتبہ باز آجاؤ"آبرو نے اُس کے سر پر ایک چپت رسید کی"

اچھا، اچھا، اب میرا موڈ خراب مت کرنا، بہت خوش ہوں میں آج"وہ اپنے ناخنوں کو دیکھتی ہوئی بولی"

چلو میرے ساتھ کچن میں"اِصباح رُتبہ کو دیکھتی ہوئی بولی"

نہیں، آج نہیں، آج مجھے آرام کرنے دو"رُتبہ تکیے پر سر رکھتی لیٹ گئی"

"کیوں بھئی، کس خوشی۔۔"

اِصباح تم کچن میں چلو، میں آتی ہوں تمہارے ساتھ"اِصباح کی بات مکمل ہونے سے پہلے آبرو بولی،اُس کی بات پر اصباح نے رُتبہ کو گھورا گویا کہنا چاہتی ہو تمہیں بعد میں" دیکھ لوں گی

اور تم آج جتنا آرام کرنا ہے کر لو، کل سے دوپہر کا کھانا تم بناؤ گی"آبرو رُتبہ کو مخاطب کرتی بولی"

آبرو۔۔"رُتبہ نے آبرو کی بات پر منہ بنایا، جس کے جواب میں آبرو خاموشی سے اِصباح کے پیچھے کچن کی طرف چل پڑی"

اب آئے گا مزہ"حرم کی آواز پر رُتبہ نے اُس کی جانب دیکھا جو ہنستے ہوئے اُس کا مذاق اُڑا رہی تھی"

تمہیں تو میں۔۔۔"وہ بیڈ سے اٹھتی اُس کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ حرم اُسے زبان چڑھاتے کمرے سے بھاگ گئی"

ظالم سماج، میری خوشی کسی کو برداشت ہی نہیں"وہ ڈرامائی انداز میں کہتی دوبارہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹ گئی۔"

صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا،ایک نئے دن کا آغاز ہوا، وہ اپنے بیگ میں ایک آخری چیز ڈالتے اُسے بند کرتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی اور اپنے آپ پر ایک آخری نگاہ ڈالتی پلٹی۔ پاؤں کو سینڈلز میں قید کرتے، بیگ اٹھا کر وہ دروازے کی طرف چل پڑی اور ایک گہری سانس لیتے اُس نے دروازہ کھولا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی لاؤنج میں آئی جہاں اِس وقت احمد صاحب فون کال پہ مصروف تھے۔ سبرینہ پر نظر پڑتے ہی اُن کے چہرے پر سرخی چھانے لگی اتنے میں کچن سے نکلتی سکینہ بیگم کی نظر بھی سبرینہ پر پڑی، وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ ٹیبل پر رکھتی سبرینہ کی جانب آئیں۔

سبرینہ یہ سب کیا ہے؟"وہ اُسے یونیورسٹی کے لیے تیار ہوا دیکھ کر پوچھنے لگی، اِس سے پہلے کہ سبرینہ کوئی جواب دیتی، احمد صاحب جو فون بند کر چکے تھے اُس کے قریب" آئے

تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی تھی سبرینہ؟"اُن کے لہجے میں سختی تھی، سبرینہ جواباً خاموش رہی، وہ اپنے منہ سے الفاظ ادا کرنے کی ہمت جمع کر رہی تھی"

"جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم۔۔۔"

میں راضی ہوں ابو"وہ تمام تر ہمت جمع کرتی احمد صاحب کی بات کاٹتے ہوئے بولی"

میں حذیفہ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں" وہ اس وقت کتنی تکلیف میں تھی یہ صرف وہی جانتی تھی جبکہ احمد صاحب اور سکینہ بیگم دونوں حیرانی سے اُسے دیکھ رہے" تھے

مگر میری ایک شرط ہے" اُن دونوں کو مسلسل خاموش دیکھ کر وہ دوبارہ بولی"

کیسی شرط؟" سکینہ بیگم نے بے ساختہ پوچھا"

مجھے شادی تک یونیورسٹی جانے کی اجازت چاہیے" اُس نے احمد صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا، ماحول میں ایک دم خاموشی چھاگئی، اس خاموشی کو احمد صاحب کے" موبائل پر آئے میسج کی ٹیون نے توڑا

امی آپ رقیہ آنٹی کو 12 بجے کا ٹائم دے دیں، میری آج ایک ہی کلاس ہے، میں جلدی گھر آجاؤں گی" سکینہ بیگم نے ابھی بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ سبرینہ" ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی

کیا مجھے اجازت ہے؟" وہ احمد صاحب کی آنکھوں میں دیکھتی بولی، جہاں اُسے فتح کے بعد سرشاری کا تاثر دکھائی دے رہا تھا"

ہمم، جاؤ" وہ جب بولے تو اُن کی آواز میں نمی تھی جو اس وقت سبرینہ محسوس نہ کرسکی"

خدا حافظ" وہ اُن دونوں پر ایک نگاہ ڈالتی بولی اور پھر ایک ایک قدم اٹھاتی لاؤنج کی دہلیز پار کرگئی۔ سکینہ بیگم اُسے تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ اُن کی نظروں سے" اوجھل نہیں ہوگئی۔ اُس کا بدلتا رویہ، بدلتے تاثرات، انہیں بہت پریشان کر رہے تھے، اُن کا دماغ خطرے کی گھنٹی بجا رہا تھا، انہوں نے ایک نظر صوفے پر بیٹھے احمد صاحب پر ڈالی جو مسکراتے ہوئے کسی سے فون پر بات میں مصروف تھے، اُن کی یہ مسکراہٹ بہت دنوں بعد آج دوبارہ واپس آئی تھی۔ وہ اپنی بات منوا چکے تھے، وہ انا اور ضد کی جنگ تو جیت چکے تھے مگر اِس جنگ میں وہ اپنی بیٹی ہار گئے تھے۔

ایک گرم دوپہر کے بعد ماحول اب نارمل ہونے لگا تھا، ٹھنڈی ہوائیں ماحول میں موجود حدت کو جذب کرتی ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھیں۔" دی گرینڈ ریسٹورنٹ" میں اس وقت خوب گہما گہمی کا سماں تھا۔ شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ شاہزین لاشاری بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ وہ اس وقت سیاہ رنگ کی پینٹ شرٹ میں موجود تھا۔ سیاہ رنگ اُس کا پسندیدہ رنگ تھا، بالوں کو پونی میں قید کر رکھا تھا جبکہ ہاتھوں میں پہنے بینڈز میں چند اور بینڈز کا اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے کسی کے انتظار میں بیٹھا تھا، اُس کی انگلیاں موبائل کی سکرین کو بیزاری سے سکرول کر رہی تھیں۔ تنگ آکر اُس نے موبائل بند کرتے واپس اپنی پینٹ کی جیب میں ڈال لیا اور منہ میں موجود چیونگم

چباتے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، نظریں ادھر اُدھر گھماتے اُس کی نظر اچانک سامنے سے آتے فواد پر پڑی جو تیزی سے اِسی جانب آرہا تھا، اُس پر نظر پڑتے، اُس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے

آیئے جناب آیئے" فواد کے قریب پہنچنے پر وہ اپنے کان کی لو کھجاتا بولا"

ایکسٹریملی سوری یار، لیٹ ہو گیا" فواد اپنا موبائل اور والٹ ٹیبل پر رکھتا، کرسی کھینچ کر بیٹھنے لگا"

نہیں جناب، کوئی مسئلہ نہیں" شاہزین طنزیہ لہجے میں بولا"

سوری یار، ٹریفک بہت تھا" فواد دوبارہ معزرت کرتا بولا، اب وہ شاہزین کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔"

مجھے یہاں بُلا کر خود تم پورے 10 منٹ لیٹ آئے ہو" وہ لمحے بھر کو رکا"

یہ پتا ہونے کے باوجود کہ مجھے انتظار کرنا سخت ناپسند ہے" اُس کے لہجے میں کچھ تھا جو سامنے بیٹھا فواد ایک دم گھبرا گیا۔اِس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا شاہزین دوبارہ بولا"

مگر تم ٹھہرے اپنے جگری یار، اِس لیے تمہیں معاف کیا، جاؤ کیا یاد کرو گے" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا، اُس کی بات پر سامنے بیٹھا فواد بھی مسکرا دیا"

اب بتاؤ مجھے کیوں بلایا ہے؟ شاہزین نے اُس کو مسکراتا دیکھ کر دوبارہ پوچھا"

یار ایسے ہی، دو گھڑی مل بیٹھنے کو" فواد کرسی سے ٹیک لگاتا بولا"

یہ جاننے کے باوجود کہ شاہزین لاشاری کا وقت کتنا قیمتی ہے" شاہزین اپنی جیب سے موبائل نکالنے لگا"

اچھا نہ یار، معاف کر دے، چھوڑ ان سب باتوں کو، یہ بتا کیا آرڈر کروں" وہ سامنے پڑے مینیو کارڈ کو کھولنے لگا"

میں کر چکا ہوں آرڈر" شاہزین اپنے موبائل پر تیز تیز انگلیاں چلاتا بولا"

یار، شاہزین، پلیز اپنا موڈ ٹھیک کر لے یار، آئندہ ایک بھی منٹ لیٹ ہوا تو جو سزا تم دینا چاہو دے دینا" فواد مینیو کارڈ واپس ٹیبل پر رکھتا بولا، اس سے پہلے کہ شاہزین کچھ " بولتا ایک ویٹر اُن کا آرڈر لے کر آ گیا، اُس ویٹر کی عمر تقریباً 55 کے قریب تھی، اُس نے آہستہ آہستہ سارا آرڈر ٹیبل پر لگا دیا، آخر میں فواد کے سامنے اُس کی ڈرنک کا گلاس رکھتے اچانک اُس کا ہاتھ کانپا کہ ڈرنک کے چند قطرے فواد کی شرٹ پر گرتے، اُسے داغدار کر گئے۔ فواد فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

urdunovelsblog

سوری سر سوری، سر غلطی سے ہو گیا" وہ ویٹر فوراً سے معزرت کرتا بولا، وہ اپنی جیب سے رومال نکالتا، فواد کی شرٹ کو صاف کرنے لگا"

کوئی بات نہیں، آپ رہنے دیں" فواد ویٹر کا ہاتھ پکڑتا بولا، شاہزین جو یہ سارا منظر خاموشی سے دیکھ رہا تھا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا"

مینیجر کو بلاؤ" اُس نے پاس کھڑے دوسرے ویٹر سے کہا، جو فوراً اثبات میں سر ہلاتا چلا گیا، شاہزین کی بات سنتے وہ بوڑھا ویٹر فوراً اس کی جانب آیا"

معاف کر دیں صاحب، غلطی ہو گئی" وہ اُس کے سامنے ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہا تھا، شاہزین واپس کرسی پر بیٹھ گیا اور ٹانگ پر ٹانگ رکھے اُس ویٹر کو معافیاں مانگتے دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد مینیجر بھی وہاں آ گیا، اُس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ سارے معاملے سے باخبر ہے۔

سر میں اِس کی طرف سے، آپ سے معافی مانگتا ہوں" وہ اس ویٹر کی طرف اشارہ کرتا شاہزین کے پاس آیا، شاہزین اُس کی بات سنتا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا"

مسٹر ولید، آئندہ مجھے یہ ویٹر اِس ریسٹورنٹ میں نظر نہ آئے" اُس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا"

"بٹ سر۔۔"

مسٹر ولید، مجھے اپنی بات دُہرانا پسند نہیں" اِس سے پہلے کہ مینیجر کچھ بولتا شاہزین اُس کی بات کاٹتا ہوا بولا"

مگر سر، یہ بہت ضرورت مند ہے" مینیجر نے دوبارہ شاہزین کو مخاطب کیا"

یہ میرا مسئلہ نہیں ہے، اِسے کہو جب یہ دوسروں کو سَرو کرنا سیکھ جائے تو کہیں اور جا کر نوکری ڈھونڈے" شاہزین تنفر سے کہتا ٹیبل پر پڑا اپنا والٹ اٹھانے لگا"

شاہزین یار۔۔" فواد شاہزین کے قریب آیا"

یار چھوٹی سی بات پر اُس کو نوکری سے مت نکال" وہ شاہزین کو سمجھانے لگا"

میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا" شاہزین کی بات پر فواد مزید کچھ بولنے کے بجائے پیچھے ہو گیا"

جی ولید صاحب آ گئی میری بات آپ کو سمجھ، اگر یہ شخص مجھے آئندہ یہاں دکھائی دیا تو نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گے" شاہزین یہ کہتا آگے بڑھنے لگا تھا کہ وہ ویٹر اُس کے سامنے آ گیا

صاحب، ایسا نہ کریں صاحب، میں بہت غریب ہوں صاحب، میرا گھر۔۔"اِس سے پہلے کہ اُس کی بات مکمل ہوتی شاہزین اُسے دھکا دیتا اپنے سامنے سے ہٹا کر باہر کی" جانب چل پڑا، پیچھے کھڑا فواد بھی ایک رحم بھری نظر اس ویٹر پر ڈالتا باہر چلا گیا۔ وہ ویٹر بھاگتا ہوا مینیجر کے پاس آیا

سر پلیز مجھے نوکری سے مت نکالنا، سر پلیز "وہ گڑگڑاتا ہوا منتیں کر رہا تھا جبکہ مینیجر سمیت باقی سارا عملہ بے بس کھڑا تھا، سب کو معلوم تھا کہ شاہزین لاشاری کی بات سے" انکار کا ایک ہی مطلب ہے، اپنی بربادی کو آواز دینا، سب کو معلوم تھا کہ وہ دو دن کے اندر اندر یہ ریسٹورنٹ بند کروا سکتا ہے کیونکہ وہ اِس شہر کی سب سے بڑی ٹیکسٹائل انڈسٹری، "لاشاری ٹیکسٹائلز" کے مالک فیاض لاشاری کا بڑا بیٹا تھا۔

واہ اِصباح واہ، آج تو دل خوش کر دیا "رُتبہ ٹیبل پر موجود بریانی کی ڈش دیکھتے کرسی پر بیٹھنے لگی، اُس کی اِس بات پر سامنے بیٹھی اِصباح اور آبرو نے مسکراتی نظروں سے ایک" دوسرے کو دیکھا

جلدی آجائیں امی، بہت بھوک لگی ہے "رُتبہ صالحہ بیگم کو آواز دینے لگی، کچھ دیر بعد صالحہ بیگم سفید رنگ کی چادر اوڑھے اُن کے پاس آ گئیں، وہ سب اِس وقت زمین پر" دستر خوان بچھائے کھانا کھانے بیٹھے تھے

جلدی شروع کریں، کھانے کو زیادہ انتظار نہیں کرواتے "رُتبہ جلدی سے بولتی صالحہ بیگم کی پلیٹ میں بریانی نکالنے لگی، صالحہ بیگم کو بریانی دے کر اُس نے جلدی جلدی" اپنے پلیٹ بھری اور بے صبرے انداز میں جلدی جلدی چمچ بھر کر منہ میں ڈال لیا

urdunovelsblog

آرام سے کھاؤ رُتبہ "صالحہ بیگم اُس کا ندیدہ پن دیکھ کر بولیں"

واہ، واہ، کیا ذائقہ ہے اِصباح، کمال "صالحہ بیگم کی بات کو اَن سنا کرتے وہ آنکھیں بند کیے مکمل طور پر ذائقے کو محسوس کرتی بولی"

یہ میں نے نہیں، آبرو نے بنائی ہے "اِصباح حرم کو بریانی ڈال کر دیتے ہوئے بولی"

سچی؟ "رُتبہ کو یقین نہ آیا"

ہاں بھئی ہاں، سچی، آبرو نے بنائی ہے "اِصباح بریانی کی ٹرے آبرو کی طرف کرتی بولی"

ارے ہاں، میں بھی کتنی بے وقوف ہوں، بھلا تمہارے ہاتھ میں اتنا ذائقہ کہاں سے آ سکتا ہے "رُتبہ اِصباح کو مخاطب کرتی بولی"

کیا مطلب ہے تمہاری اِس بات کا؟"اِصباح رُتبہ کی طرف دیکھتی بولی"

تم کافی سمجھدار ہو، خود سمجھ لو، مجھے سکون سے کھانا کھانے دو" وہ بریانی سے مکمل انصاف کرتی بولی"

اِسے چھوڑو اِصباح تم آرام سے کھانا کھاؤ" آبرو ٹرے اِصباح کے آگے کرتی بولی"

آبرو تمہارے ہاتھوں میں اتنا ذائقہ تھا، تو ہم پر اتنا ظلم کیوں ہونے دیا؟" رُتبہ بریانی کا نوالہ حلق میں اتارتے بولی"

ہمیں روز اِصباح کے ہاتھ کا بے ذائقہ کھانا کھانا پڑتا تھا" وہ اپنی پلیٹ خالی ہو جانے پر دوبارہ پلیٹ بھرنے لگی"

ٹھیک ہے، میرے ہاتھ کا کھانا بے ذائقہ ہے نہ، اپنے الفاظ پر قائم رہنا اب "اِصباح رُتبہ کو دیکھتی خفگی سے بولی"

آبرو تو یونیورسٹی ہوتی ہے، گھر پر تو میں ہی ہوتی ہوں نہ، آنا ذرا میرے پاس آئندہ کوئی فرمائش لے کر "اِصباح گلاس میں پانی انڈیلتی بولی"

جب وہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا" رُتبہ کو صرف اپنے سامنے پڑی بریانی سے غرض تھا"

صالحہ بیگم اُن کی نوک جھوک پر مسکرا رہی تھیں، آج اتنے دنوں بعد اُن سب کے چہروں پہ وہی پرانی مسکان تھی۔ جلال تایا اور صائمہ تائی سے اُن کی آخری تلخ کلامی قبرستان والے موضوع پر ہوئی تھی۔ اُس کے بعد انہوں نے آبرو سے اس موضوع پر دوبارہ بات نہ کی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اس موضوع پر آبرو اُن کی ایک نہیں سنے گی کیونکہ معاملہ "حیات صاحب" کا تھا۔ اُن سب کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر صالحہ بیگم نے دل ہی دل میں اُن کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔

!مگر ہر دعا کہاں قبول ہوتی ہے

کون کہتا ہے جہاں میں عاجزی ماں باپ ہیں

میں تو کہتا ہوں کہ ہر گھر کی خوشی ماں باپ ہیں

جو مہکتی ہے گلابوں کی طرح اولاد میں

گلشنِ قدرت کی ایسی تازگی ماں باپ ہیں

مجھ کو لگ سکتی نہیں ہے اِس زمانے کی نظر

میں ہوں خوش قسمت میرے سر پر ابھی ماں باپ ہیں

بھیج کر ماں باپ کو گھر سے اندھیر امت کرو

یہ حقیقت ہے کہ گھر کی روشنی ماں باپ ہیں

بھول کر ماں باپ کو کیوں پھر رہے ہو در بدر

زندگانی کا خزانہ واقعی ماں باپ ہیں

زندگی قربان کر دی جس نے بچوں کے لی

اب تو سمجھو دوستو کتنے سخی ماں باپ ہیں

ہال میں اِس وقت بالکل سناٹا تھا، ہال کی چھت پر نسب لائٹس پورے ہال کو روشنیوں میں نہلا رہی تھیں، سٹیج کے سامنے لگی ڈھیروں کرسیوں پر اس وقت طلبا موجود تھے جو ،بہت دلچسپی سے سٹیج پر موجود چیف گیسٹ کی باتیں سن رہے تھے، ہال میں چھائی لمحے بھر کی خاموشی کو دوبارہ اُن کی آواز نے توڑا

انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ اُس کے والدین ہیں اور انسان کو کسی بھی چیز کی قدر و قیمت کا احساس صرف تب ہی ہوتا ہے جب وہ اُسے کھو دیتا ہے۔ کبھی غور کیا" ہے؟ ہماری ماں ہمارے جسم پر آنے والے ہر زخم پر ہم سے زیادہ تکلیف میں ہوتی ہے، ہماری چاہت میں وہ اپنی زندگی بھلا دیتی ہے، ہماری بڑی سے بڑی خطائیں پل میں معاف کر دیتی ہے اور ہمارے باپ۔۔" وہ لمحے بھر کو رکیں، ڈائز سے کچھ پیچھے ہٹیں اور سب طلبا کی طرف دیکھا جو توجہ سے اُن کی بات سن رہے تھے۔

اور ہمارے باپ ہمارے لیے اپنے خاندان سے، اِس دنیا سے، سب سے لڑ جاتے ہیں، زمانے کی تپتی دھوپ سے ہمیں بچانے والی ذات ہمارے باپ ہی ہوتے ہیں، جن کے " سر سے سایہ اٹھ جاتا ہے وہی جانتے ہیں کہ زمانے کی تپش کس قدر جان لیوا ہے، یقین مانیے اِس دنیا میں وہ انسان خوش نصیب ہے جس کے سر پہ اُس کے والدین کا سایہ موجود ہے۔ ماں نہ ہو تو دلاسہ دینے والا کوئی نہیں ہوتا اور باپ نہ ہو تو زندگی کی دوڑ میں اچھا مشورہ دینے والا کوئی نہیں ہوتا" اُن کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی اور اُس نمی کا تاثر اُن کی آواز میں بخوبی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

میری ایک بات یاد رکھیے گا! ماں باپ کی قدر کریں، اُن کی نصیحتوں پر عمل کریں یقین مانیں اگر آپ والدین کا ہاتھ پکڑ کر رکھیں گے تو کبھی کسی کے پاؤں پکڑنے کی" ضرورت نہیں پڑے گی، والدین کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام دنیا دیکھتی ہے! والدین کو دکھ دینے والے کو دنیا کو کوئی سکھ نصیب نہیں ہوتا" وہ یہ بات کہتیں ڈائیز سے پیچھے ہٹیں اور اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگیں، آنسو اُن کے حلق میں جمع ہو چکے تھے، اُنہیں بولنے میں مشکل کا سامنا تھا۔

آخر میں بس میں یہی کہوں گی کہ اپنے والدین کی قدر اُن کی زندگی میں کیجیے کیونکہ تصویریں کبھی کسی کی کمی پوری نہیں کر سکتیں" وہ یہ کہتیں مائک کا بٹن آف کرتیں اسٹیج" پر رکھی گئی کرسیوں کی طرف بڑھ گئیں، پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ سامنے طلبا میں موجود ایک لڑکی نے اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کے کان میں سرگوشی کی،

یار یہ کتنا اچھا بولتی ہیں نہ، سچی میں تو ایموشنل ہو گئی تھی" وہ اپنی آنکھوں میں موجود آنسو صاف کرتی ہوئی بولی"،

ہاں یار، واقعی اِن کے الفاظ میں بہت اثر ہے" دوسری لڑکی بھی پہلی لڑکی کی بات سے متفق ہوتی بولی"،

یہ ہیں کون؟ تعارف کروایا تھا پرنسپل نے مگر میں سن نہیں سکی" پہلی لڑکی نے دوسری لڑکی کی جانب دیکھتے اُس سے سوال کیا"،

"یہ سبرینہ احمد ہیں، لاہور کی ایک بہت بڑی (این جی او) "آفریدی ٹرسٹ" کی اُونر"

urdunovelsblog

صبح صادق کا وقت تھا، فجر کی آذان ہوئے آدھا گھنٹہ بیت چکا تھا، آسمان پر نمودار ہوتی ہلکی ہلکی روشنی سورج کی آمد کا اعلان کر رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا سے ہلتے پتے جھوم کر اپنے پاک رب کا شکر ادا کر رہے تھے، پرندے بھی اپنے اپنے انداز میں اپنے رب کی حمد و ثنا میں مصروف تھے۔ سفید اور سنہرے رنگ کے پتھر سے بنے اِس گھر کے تمام مکین بھی اب بیدار ہو چکے تھے۔ اِس گھر کے داخلی دروازے پر ایک تختی لگی تھی، جس پر ایک نام کندہ تھا، "حیات صدیقی (مرحوم)"۔

اس گھر کے ایک کمرے میں اِس وقت واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی، اس کمرے کی دیواروں کا رنگ سفید تھا، کمرے میں ایک بیڈ موجود تھا، جس پر اِس وقت ہلکے نیلے رنگ کی چادر بچھی تھی اور چادر پر ایک سیاہ کوٹ پڑا تھا۔ بیڈ کی ایک جانب ڈریسنگ ٹیبل موجود تھا جبکہ دوسری جانب الماری رکھی تھی، الماری کی دائیں جانب ایک ٹیبل پڑا تھا جس پر حیات صاحب اور آبرو کی تصویر فریم کروا کر رکھی گئی تھی اور دوسری جانب ایک سفید رنگ کی فائل پڑی تھی جس کے پہلے صفحے پر تحریر کردہ الفاظ کچھ یوں تھے "ایڈوکیٹ آبرو صدیقی"، اِس کمرے میں موجود کھڑکی سے آتی سورج کی کرنیں اِس فائل پر پڑتے، اِس پر لکھے نام کو روشن کر رہی تھیں۔

واشروم کا دروازہ کھلا اور آبرو بالوں کو تولیے میں لپیٹے باہر آئی، اُس نے سفید رنگ کا کرتا شلوار پہن رکھا تھا، وہ چلتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی، اپنے بالوں کے گرد لپٹا تولیہ کھولا اور اُس تولیے سے اپنے بال خشک کرنے لگی، بالوں سے گرتی پانی کی بوندیں فرش پر نمی پیدا کرنے لگی تھیں۔ بالوں کو خشک کرتے اُس نے تولیے کو ایک طرف

رکھااور سامنے پڑا برش اٹھا کر اپنے بال سلجھانے لگی۔ بالوں کو سنوارتے اُس نے برش کو واپس اُس کی جگہ پہ رکھااور نظر آئینے میں موجود اپنے عکس پر ڈالی، آج پانچ سال گزر جانے کے بعد بھی وہ ویسی ہی تھی، کچھ بھی نہ بدلا تھا، اُس کے بالوں کی لمبائی میں ایک اِنچ اضافہ بھی نہ ہوا تھا، وہ ویسی ہی تھی دُبلی پتلی۔ کیااِن پانچ سالوں میں کچھ بھی نہ بدلا تھا؟ کیاوہ آج بھی وہی پانچ سال پہلے والی آبرو تھی؟ نہیں بالکل نہیں، چاہے ظاہری طور پر اُس میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہو مگر یہ بات وہ جانتی تھی کہ اِن پانچ سالوں نے آبرو کو مکمل طور پر بدل کرر کھ دیا تھا۔ یہ پانچ سال آبرو کو صدیوں کی مسافت معلوم ہوتے تھے، ایک ایسا راستہ معلوم ہوتے تھے جس پر کانٹے بچھے ہوں، جن سے اُس کے پاؤں مکمل طور پر زخمی ہوں مگر اُس کے آس پاس موجود لوگ نہ تو اُن کانٹوں کو دیکھ سکتے تھے نہ اُس کے زخمی پاؤں کو۔

آبرو نے آگے بڑھ کر ایک ہیئر کلپ اٹھایااور اپنے گیلے بالوں میں لگالیا، نگاہ دوبارہ اپنے عکس پر پڑی اور اس بار نگاہ ٹھہر گئی، آبرو کا ہاتھ بے اختیار اُٹھااور اپنے ماتھے پر دائیں جانب بھنوؤں کے عین اوپر ایک نشان پر ٹھہر گیا، یہ ایک ایسا زخم تھا جسے آبرو اپنی پوری زندگی نہیں بھلا سکتی تھی، زخم تو بھر چکا تھا مگر نشان ابھی باقی تھا۔ ان پانچ سالوں کے کانٹوں بھرے رستے میں آبرو نے ایک کھائی کا سامنا کیا تھا جس کا نتیجہ یہ نشان تھا، آبرو گزرے وقت کی تمام تلخیوں کو اگر بھلا بھی دیتی تو وہ کبھی اس نشان اور اس سے منسلک اُس واقعے کو نہیں بھلا سکتی تھی۔ اس نشان کو دیکھتے ہی سب ایک بار پھر تازہ ہونے لگا تھا، وہ اندھیری رات، وہ لوگ، وہ قہقہے، وہ لمس! آبرو کا ہاتھ بے اختیار اپنی گردن پر گیا، اُسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔ وہ فوراً آئینے کے سامنے سے ہٹتی کھڑکی کی جانب آئی اور تازہ ہوا میں گہری سانسیں لینے لگی، کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد آبرو واپس ڈریسنگ کے سامنے آئی اور بغیر آئینے میں دیکھے سامنے پڑے جیولری باکس میں سے ایئر نگز تلاشنے لگی، مسلسل ڈھونڈنے پر جب وہ اُسے نہ ملے تو وہ الماری کی جانب بڑھی اور اُس میں سے اپنا پرس نکال کر اُس میں دیکھنے لگی، کچھ دیر بعد اُسے سرمئی رنگ کے دو چھوٹے چھوٹے ٹاپس مل گئے، اُنہیں اپنے کانوں میں پہنتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی، بیڈ پر پڑا اپنا کوٹ پہنا، پاؤں کو سیاہ رنگ کی ہیلز میں قید کرتے، سفید دوپٹہ نفاست سے لیتے اپنا بیگ اٹھایااور سامنے پڑی فائل اٹھاتے وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتی باہر جانے لگی۔

وقت کے حساب سے چلنا پڑتا ہے

ٹھوکر کے بعد آخر سنبھلنا پڑتا ہے

ساتھ دینے والے جب اوقات بتانے لگتے ہیں

امید کے جھوٹے خواب سے نکلنا پڑتا ہے

جب ضمیروں کا سودا سرعام ہونے لگے

نقصان سچ بولنے کا بھرنا پڑتا ہے

جس وقت کھلونا سمجھتے ہیں ہم کو ہمارے عزیز

پھر قسمت کے ہاتھوں بہلنا پڑتا ہے

وقت کے حساب سے چلنا پڑتا ہے

ٹھوکر کے بعد آخر سنبھلنا پڑتا ہے

اُس نے سامنے پڑی خوبصورت چوڑیوں کو اٹھایا اور آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھ میں پہننے لگی، چوڑیاں پہن کر اُس نے ایک نگاہ سامنے آئینے میں نظر آتے اپنے سراپے پر ڈالی، نارنجی رنگ کے خوبصورت کامدار فراک کے ساتھ شرارہ پہنے، بالوں کا خوبصورت سٹائل بنائے، دونوں کانوں میں پھولوں سے بنے خوبصورت آویزے، گردن میں پھولوں سے بنا خوبصورت ہار، دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے وہ بہت خوبصورت نظر آرہی تھی، میک اپ نے اس کے چہرے کے نقوش کو مزید حسین بنا دیا تھا۔ مہینہ کیسے گزرا اُسے پتہ ہی نہ چل سکا۔ آج وہ دن بھی آپہنچا تھا جس کے لیے وہ اپنے آپ کو بہت دیر سے تیار کر رہی تھی۔ آج اُس کی زندگی کا ایک بہت اہم دن تھا مگر اُس کی کتھئی آنکھیں ویران تھیں۔ اتنی خوشی کے موقع پر وہ بجھی ہوئی نظر آرہی تھیں، وہ آئینے کے سامنے ہی کھڑی تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور سکینہ بیگم داخل ہوئیں

سبرینہ بیٹا، تیار۔۔" اُن کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جب سبرینہ اُن کی جانب مڑی، سکینہ بیگم کی آنکھیں اپنی بیٹی کا یہ روپ دیکھ کر بھرنے لگیں، وہ آنکھوں میں نمی" لیے اُس کے قریب آئیں اور اُس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے اُس کے ماتھے پر بوسہ دیا،

ماشاءاللہ، اللہ نظرِ بد سے بچائے" اُن کی آواز میں نمی گھلنے لگی"،

آمین" سبرینہ کی آواز بمشکل ہی سکینہ بیگم سن پائیں"،

تیار ہو؟" اُس کے سراپے پر نظر ڈالتے ہوئے، وہ پوچھنے لگیں۔"

جی" سبرینہ سر جھکائے بولی مگر اُس کی آنکھوں میں موجود ویرانی سکینہ بیگم سے پوشیدہ نہ رہ سکی"،

خوش تو ہو نہ بیٹا۔۔" وہ اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی پوچھنے لگیں، اُن کی بات پر سبرینہ نے اپنا جھکا سر اٹھایا"،

جی امی، میں خوش ہوں" وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھتی، جبرا مسکرائی(اُس کے الفاظ اُس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے) جس پر سکینہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اُس کے ہاتھ" چھوڑے کہ اچانک اُن کی نگاہ اس کی انگلی میں موجود انگوٹھی پر پڑی۔

سبرینہ بیٹا یہ کون سی انگوٹھی پہنی ہے؟ وہ دوسری انگوٹھی کہاں ہے؟" وہ اُس کے ہاتھ میں موجود انگوٹھی دیکھ کر پوچھنے لگیں، اُن کی بات پر سبرینہ نے اپنے انگلی میں" ،موجود انگوٹھی کو ایک نظر دیکھا

کون سی انگوٹھی امی؟" وہ جانتے ہوئے انجان بنی تھی۔"

وہی بیٹا حزیفہ والی" سکینہ بیگم ایک ہفتہ پہلے ہونے والی رسم کے طور پر سبرینہ کو حذیفہ کی طرف سے پہنائی جانے والی انگوٹھی کا ذکر کر رہی تھیں۔"

جی، وہ۔۔" سبرینہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ باہر سے رقیہ بیگم نے سکینہ بیگم کو آواز دی۔"

بیٹا میں بچیوں کو بھیجتی ہوں تاکہ تمہیں رسم کے لیے باہر لے آئیں تب تک تم جلدی سے وہ انگوٹھی پہن لو، ورنہ رقیہ بھابی کو برا لگے گا" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتیں باہر چلی" گئیں جبکہ پیچھے کھڑی سبرینہ نے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب مڑتے اپنا جیولری باکس کھولا اور اُس میں موجود ایک خوبصورت انگوٹھی نکالی، یہ وہی انگوٹھی تھی جس کا سکینہ بیگم اسے پہننے کے لیے کہہ کر گئی تھیں، اس نے انگوٹھی نکال کر ٹیبل پر رکھی اور اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی اتار کر اُس نے جیولری باکس میں ڈال دی اور ٹیبل پر پڑی انگوٹھی اٹھا ،لی، اُس انگوٹھی کو پہنتے اس کے دماغ میں ایک جملہ گونج رہا تھا

آج سے آپ میری امانت ہیں" اُس کا دل پھٹ جانے کو تھا مگر اپنے آپ پر قابو رکھتے اس نے اپنے آپ کو رونے سے باز رکھا۔ اُسے باہر سے لڑکیوں کی آوازیں آنے لگی" تھیں وہ یقیناً اسے ہی لینے آرہی تھیں، اُس نے ایک نظر بیڈ کے نیچے سے نظر آتے سیاہ بیگ کو دیکھا اور گہری سانس لیتے دروازے کی جانب چل پڑی۔

اللہ کا واسطہ ہے جلدی کرلو" رُتبہ ڈائننگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی غصے سے چلا رہی تھی۔"

مجھے پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، اگر پروفیسر اکرم نے آج مجھے کلاس میں داخل نہ ہونے دیا تو دیکھنا حرم میں تمہارا کیا حشر کروں گی" وہ اپنے سامنے پڑے پراٹھے کا آخری" ،نوالہ بنا کر منہ میں ڈالتی بولی

،اِصباح گھنٹہ ہونے والا ہے تمہیں چائے بناتے ہوئے، اب لے بھی آؤ" وہ کھاتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی، آبرو اس کے عین پیچھے آکر کھڑی ہوگئی"

سب مل کر مجھے لیٹ کرواؤ، اگر۔۔" وہ بولتی بولتی ایک دم مڑی اور آبرو کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر اُس کی چلتی زبان کو بریک لگی۔"

،السلام وعلیکم "آبرو اسے سلام کرتی، اُس کی چھوڑی کرسی کے ساتھ موجود دوسری کرسی پر بیٹھ گئی اور فائل کو ایک طرف رکھ دیا"

،وعلیکم السلام، تم کب آئی؟ "رُتبہ واپس کرسی پر بیٹھ گئی"

جب تم چیخ چیخ کر سب کو بتا رہی تھی کہ تم لیٹ ہو رہی ہو" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی، اِس سے پہلے کہ رُتبہ کچھ بولتی کچن سے اِصباح بھاگتی ہوئی آئی اور اپنے ہاتھ" میں موجود چائے کا کپ رُتبہ کے سامنے رکھا دیا۔

،یہ لو اپنی چائے "وہ کپ اس کے سامنے رکھ کر، خالی پلیٹ اٹھاتی بولی"

،آبرو تم۔۔ تم نے تو آج کی چھٹی لی تھی نہ "آبرو پر نظر پڑتے ہی، اُسے تیار دیکھ کر اِصباح بولی"

ہاں لی تھی، بَٹ وہ ایک کیس سے ریلیٹڈ ایک ضروری کام تھا، اس لیے جانا پڑے گا" وہ تحمل سے بولی۔"

"مگر تمہاری طبیعت۔۔"

ہلکا سا بخار تھا، اب ٹھیک ہوں "اِصباح کی بات مکمل ہونے سے پہلے آبرو بول پڑی"

،چلو ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی، میں تمہارے لیے ناشتہ لے کر آتی ہوں "اِصباح آبرو سے کہتی پلٹنے ہی والی تھی کہ آبرو بولی"

،نہیں رہنے دو، میں بس چائے لوں گی "آبرو رُتبہ کے سامنے پڑے چائے کے کپ کو اپنے آگے کرتی بولی"

آبرو یہ میری ہے! "رُتبہ نے احتجاج کیا۔"

،اب یہ میری ہوئی "آبرو چائے کے کپ کو لبوں سے لگاتی بولی"

، صحیح کہہ رہی تھی میں، تم سب ملے ہوئے ہو، میں روز تم سب کی وجہ سے لیٹ ہو جاتی ہوں "رُتبہ کے لہجے میں خفگی تھی"

،چائے بہت اچھی ہے اِصباح "آبرو جان بوجھ کر رُتبہ کو چڑاتے ہوئے بولی، جس پر اصباح کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے"

رُتبہ تم حرم کو دیکھو، میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں "اِصباح رُتبہ کو مخاطب کرتی کچن کی طرف چلی گئی۔"

حرم کی بچی، تم تو آج گئی "ایک نظر مزے سے چائے پیتی آبرو پر ڈالتی، وہ اونچی آواز میں کہتی حرم اور اپنے مشترکہ کمرے کی جانب چل پڑی جبکہ پیچھے بیٹھی آبرو کے لب "اُس کے انداز پر مسکراہٹ میں ڈھلے۔

صبح کے چار بجے کا وقت تھا، ہر سو تاریکی تھی، فجر کی آذان میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے، گلیاں محلے بالکل سنسان پڑے تھے۔ سامنے نظر آتے دو منزلہ مکان پر لگی سنہری بتیاں اس وقت روشن تھیں، اُن کی روشنی کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ یہ گھر شادی والا گھر تھا۔ اچانک وہ جلتی بتیاں بجھ گئیں، اِس وقت اس محلے میں موجود روشنی کا واحد ذریعہ بھی ختم ہو گیا۔ اُس گھر کے دروازے کے قریب مدھم سی آہٹ پیدا ہوئی اور دروازہ کھل گیا، جس میں سے پہلے ایک سیاہ رنگ کا بڑا سا بیگ باہر آیا اور پھر ایک چادر !میں لپٹا ہوا وجود

اِس وجود نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا جس کے باعث اُس کو پہچاننا مشکل تھا، اس وجود نے بغیر آہٹ پیدا کیے دروازہ واپس بند کیا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا آگے بڑھنے لگا۔ اس کے خدوخال سے وہ نسوانی وجود معلوم ہوتا تھا، اُس گھر سے کافی دور جا کر اُس نے اپنے بیگ کی جیب سے موبائل نکالا اور اُس کی انگلیاں موبائل کی سکرین پر تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے لگیں، اُس کے ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔ موبائل کو واپس اپنی جیب میں ڈالتے اُس نے نظریں اٹھا کر اُس گھر کی جانب دیکھا جہاں سے وہ بھی آئی تھی۔ اُس کی آنکھیں بھرنے لگیں، آنکھوں میں آنسو اس قدر بڑھ گئے کہ سامنے کا منظر دھندلا ہونے لگا، اُس نے اپنی آنکھوں کو سختی سے صاف کیا تو اُس کی آنکھیں واضح ہوئیں، اُس کی !آنکھوں کا رنگ کتھئی تھا

urdunovelsblog

دوپہر کا ایک بج چکا تھا، سورج سوا نیزے پر تھا، تمام درخت اور پودے مرجھائے ہوئے تھے، ہوا کا کوئی وجود نہ تھا، تمام پتے ساکت تھے، پھول پودے پیاس کی شدت سے بے چین تھے۔ "سِول ہاسپٹل لاہور" کی عمارت کے سامنے بھی رش نہ ہونے کے برابر تھا اور یہ اس گرم دوپہر کا نتیجہ تھا۔ ہاسپٹل کے ایک کمرے میں اس وقت تین نفوس موجود تھے، ایک ادھیڑ عمر کی خاتون جو اس وقت نیم مدہوشی کی عالم میں بیڈ پر لیٹی تھیں، اُن کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبائے ایک 20 سالہ لڑکی، جو مسلسل آنسو بہا رہی تھی جبکہ اُن دونوں کے قریب ایک 28 سالہ نوجوان پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ کمرے کے بند دروازے کے کھلنے پر وہ ایک دم رکا اور دروازے کی جانب دیکھا، جہاں سے دو ڈاکٹر داخل ہوئے تھے، وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے اُس عورت کے قریب آئے۔ اُن میں سے ایک نے اپنی گردن میں ڈالا اِسٹیتھوسکوپ اتارا اور اس عورت کی دھڑکن کا جائزہ لینے لگا۔ وہ لڑکا اب اُن دونوں کے قریب آ چکا تھا، اُس نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اُس کے پاس کھڑے دوسرے ڈاکٹر نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے بولنے سے روکا مگر وہ لڑکا پھر بھی نہ رکا،

،یہ آپ لوگ کیا بار باران کی ہارٹ بیٹ ہی چیک کیے جارہے ہیں، پہلے بھی آپ نے آکر یہی کیا تھا" وہ انتہائی روکھے انداز میں بولا"

"آپ کو دکھائی نہیں دے رہا، کیاحالت ہوگئی ہے اِن کی! آپ ہیں کہ بس ایک ہی کام بار بار کیے جارہے ہیں، اگر میری امی کو کچھ ہواتو پھر۔۔"

،کیاآپ دومنٹ خاموش رہ سکتے ہیں مسٹر" وہ ڈاکٹر جو عورت کی نبض کا معائنہ کر رہا تھا، تحمل سے اُس لڑکے کی بات کاٹتا ہوا بولا"

نہیں! نہیں ہوسکتا میں خاموش، پہلے آپ مجھے بتائیں کہ اِنہیں ہوا کیا ہے؟ اگر اِنہیں کچھ ہوگیاتو آپ کو کیافرق پڑے گا! ماں تو میری ہے۔۔"اُس کے باقی الفاظ منہ میں" ہی رہ گئے کیونکہ وہ ڈاکٹر اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اُس کی جانب آنے لگا۔

،سب کچھ نارمل ہے، کچھ دیر پہلے اِن کو جو ڈرپ دی گئی تھی یہ ابھی اُسی کے زیرِ اثر ہیں" وہ اطمینان سے بولتا اُس کے قریب آیا"

پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، بہت جلد یہ ٹھیک ہوجائیں گی، انشاءاللہ" وہ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، جس کے جواب میں وہ لڑکا" خاموش رہا۔

اور میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا!" اب وہ اپنا ہاتھ اُس کے کندھے سے ہٹا چکا تھا۔"

ایک مریض ڈاکٹر کے لیے بھی اُتنا ہی اہم ہے، جتنا وہ اپنے گھر والوں کے لیے ہوتا ہے" اُس عورت کے پاس بیٹھی لڑکی جو تب سے سر جھکائے رو رہی تھی، اُس نے نظریں" اٹھا کر ڈاکٹر کی جانب دیکھا، آنسوؤں نے سامنے کا منظر دھندلا کر ڈالا تھا، اُس نے اپنے ایک ہاتھ سے اپنی آنکھیں صاف کیں تو سامنے کا منظر صاف ہوا۔

بے شک ہمارا مریض سے کوئی خونی رشتہ نہیں ہوتا مگر" وہ لمحے بھر کو رکا"

ہمارا اُن سے انسانیت کا رشتہ ہے اور انسانیت کا رشتہ ہر رشتے سے بالاتر ہوتا ہے" وہ لڑکی اپنی دونوں نظریں جمائے اُس ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی، بے حد خوبرو شخص، کھڑی" مغرور ناک، کشادہ پیشانی، بھُوری آنکھیں، عنابی لب، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، بے حد سرخ گوری رنگت، وہ بلاشبہ ایک 27،28 سالہ خوبصورت مرد تھا، وہ اِس وقت سرجن کے مخصوص لباس میں موجود تھا۔ اُسے وہ ساحر معلوم ہو رہا تھا مگر وہ اُسے معلوم نہ ہوسکا کہ سحر اُس کی شخصیت کا تھا یا اُس کے الفاظ کا!

میں میڈیسن لکھ کر دے رہا ہوں، ٹائمنگز آپ کو ڈاکٹر ابتہاج بتادیں گے" اُس نے کاغذ پر پین چلاتے ہوئے اُس لڑکے کو مخاطب کیا اور وہ کاغذ پاس کھڑے ڈاکٹر ابتہاج کو" پکڑاتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔

یہ۔۔ یہ کون ہیں؟" ڈاکٹر ابتہاج کے پاس کھڑے اُس لڑکے نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جہاں سے ابھی وہ ڈاکٹر باہر گیا تھا۔"

یہ یہاں کے نئے کارڈیک سرجن (دل کا ڈاکٹر) ہیں، ابھی ہفتہ ہی ہوا ہے اِنہیں یہاں آئے ہوئے "ڈاکٹر اِبتہاج نے مصروف انداز میں کاغذ کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔"

نام کیا ہے اِن کا؟" وہ لڑکا اب بھی وہیں دیکھ رہا تھا۔"

محمد تاشفین احمد "ڈاکٹر اِبتہاج کی آواز اُس لڑکے کی سماعتوں سے ٹکرائی۔"

سکینہ بیگم اِس وقت سب مہمانوں کو ناشتے کے لیے جمع کر رہی تھیں، شادی والا گھر تھا کوئی مہمان کسی کونے میں پایا جاتا تو کوئی کسی دوسرے کونے میں۔ بالآخر وہ سب کو ،جمع کرتیں اُنہیں ناشتہ دے کر خود سبرینہ سے ناشتے کا پوچھنے اُس کے کمرے میں گئیں۔ اُس کے کمرے کا بند دروازہ دیکھ کر انہوں نے دروازے پر دستک دی

سبرینہ بیٹا "دروازہ نہ کھلا تو انہوں نے دروازے کا لاک گھمایا، لاک گھماتے ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوئیں، سامنے بیڈ پر لحاف تہہ کر کے ایک" جانب رکھا گیا تھا، واشروم کا بند دروازہ دیکھ کر وہ بیڈ پر بیٹھ گئیں کہ اچانک اُن کی نظر سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی جہاں سبرینہ کی کل رات، مہندی کے فنکشن کی جیولری بکھری پڑی تھی۔

یہ لڑکی بھی نہ "وہ اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے آگے بڑھیں اور اُس کی جیولری سمیٹنے لگیں، ساری جیولری سمیٹتے انہیں تقریباً 10 منٹ گزر گئے تھے، وہ بیڈ پر بیٹھ کر اسکا" انتظار کرنے لگیں کہ ان کی نظر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑی انگوٹھی پر پڑی جسے ایک تہہ شدہ کاغذ کے اوپر رکھا گیا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی اور کاغذ دونوں اٹھا لیے۔ یہ انگوٹھی حذیفہ والی انگوٹھی تھی، وہ اُس کی لاپرواہی پر سر جھٹک کر رہ گئیں، انگوٹھی کو واپس وہیں رکھتے، وہ تہہ شدہ کاغذ کھولنے لگیں کہ ایک دم تیز ہوا کے باعث ہلکی سی آہٹ کے ساتھ واشروم کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ انہوں نے ہاتھ میں وہ کاغذ پکڑے واشروم کے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے وہ سبرینہ کی منتظر تھیں، کچھ دیر تک جب وہ باہر نہ آئی تو سکینہ بیگم اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھیں مگر یہ کیا! واشروم تو خالی تھا۔

سبرینہ "وہ بے اختیار بول اٹھیں، اُن کے دل و دماغ نے کچھ بہت غلط ہونے کا عندیہ دیا، وہ نہایت عجلت کے عالم میں واشروم کا دروازہ بند کرتے پلٹیں کہ اُن کا دھیان" اپنے ہاتھ میں موجود کاغذ پر گیا اور ان کا دماغ کڑیوں سے کڑیاں ملانے لگا، اپنے ہاتھ میں موجود کاغذ کو کھولتے انہوں نے بہت دعا کی تھی کہ جیسا وہ سوچ رہی ہیں ویسا نہ ہو، اپنی تمام تر ہمت جمع کرتے، انہوں نے وہ کاغذ کھولا، اُس کاغذ پر ایک لمبی تحریر تھی مگر تحریر کے آخر میں لکھے چند الفاظ، سکینہ بیگم کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ چکے ،تھے

مجھے معاف کر دیجیے گا" سکینہ بیگم کے لیے یہ الفاظ کافی تھے، انہیں پوری تحریر پڑھے بغیر معلوم ہو چکا تھا کہ اُن کی بیٹی اُن کا اعتبار پھر کرچی کرچی کرتی جا چکی ہے۔ صدمے اور شاک کے مارے وہ پیچھے بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئیں، کاغذ اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک جانب گر گیا۔ اُن کے ذہن میں سوال اُبھرنے لگے، اب کیا ہو گا؟ وہ سب کو کیا جواب دیں گی؟ اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتیں اُن کی سماعتوں سے ایک آواز ٹکرائی

سکینہ بھابھی" وہ سبرینہ کی چچی تھیں جو دروازے میں کھڑی تھیں، سکینہ بیگم نے گردن گھما کر اُن کی جانب دیکھا مگر زبان میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ کوئی الفاظ ادا کر پاتیں، انہیں خاموش دیکھ کر حلیمہ بیگم (سبرینہ کی چچی) اُن کے قریب آئیں۔

کیا ہوا بھابھی؟" وہ سکینہ بیگم کا اُڑا رنگ دیکھ کر بولیں، اِس سے پہلے کہ سکینہ بیگم کوئی جواب دیتیں، حلیمہ بیگم کی نظر زمین پر پڑے اُس کاغذ پر پڑی، وہ نیچے جھک کر کاغذ اٹھانے لگیں، سکینہ بیگم میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اُنہیں وہ پڑھنے سے روک پاتیں، انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے کاغذ پکڑنے کی کوشش کی مگر حلیمہ بیگم وہ کاغذ اٹھا چکی تھیں، سکینہ بیگم کو دیر ہو گئی تھی۔ سکینہ بیگم بیڈ پر بیٹھے حلیمہ بیگم کو وہ تحریر پڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھیں، حلیمہ بیگم کے چہرے کے بدلتے تاثرات اُنہیں یہ احساس باخوبی دلا رہے تھے کہ اب ہر کام کے لیے بہت دیر ہو چکی تھی۔

دوپہر کے دو بجے کا وقت تھا، جون کا مہینہ تھا، گرمی اپنے جوبن پر تھی، سورج اپنی تمام تر توانائی اور تپش سے زمین کو روشن اور گرم کرنے میں مصروف تھا۔ وہ اس وقت بس سٹاپ پر کھڑی تھی، گرمی کی شدت کی وجہ سے سڑک پر لوگ نہ ہونے کے برابر تھے، آبرو کورٹ سے واپسی پر ٹیکسی کی منتظر تھی۔ اُس نے ہاتھ میں فائل اٹھا رکھی تھی، کندھے پر بیگ لٹکائے وہ مسلسل گردن اِدھر اُدھر گھما کر دیکھ رہی تھی۔ اُس نے وہی صبح والا سفید سوٹ اور سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا۔ کافی دیر انتظار کرنے پر بھی جب کوئی ٹیکسی نہ آئی تو وہ بیگ سے اپنا فون نکالنے لگی، فون نکالتے اُس نے ابھی نمبر ڈائل کرنا شروع ہی کیا تھا کہ اچانک اسے اپنے بالکل سامنے بائیک رکتی محسوس ہوئی، موبائل سے نظریں اٹھا کر اس نے سامنے دیکھا، جہاں دو لوگ بائیک پر سوار تھے، دونوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے، اُن میں سے ایک شخص جلدی سے بائیک سے اترتا آبرو کی جانب بڑھنے لگا، آبرو اُن کے ارادوں کو سمجھتی فوراً موبائل اپنے پیچھے چھپاتی، پیچھے کی جانب قدم لینے لگی۔

اے! موبائل دے اِدھر" وہ شخص آبرو کے قریب پہنچ چکا تھا۔"

، نہیں، نہیں دوں گی" آبرو مزید پیچھے ہوتی بولی"

موبائل دے نہیں تو۔۔"وہ اپنی پینٹ کی جیب سے تیز دھار چاقو نکالتا ہوا بولا، چاقو کو دیکھتے آبرو بھی ایک پل کے لیے گھبرا گئی مگر ہمت جمع کرتی، وہ ابھی بولنے ہی لگی تھی" کہ اُس کی سماعتوں سے ایک آواز ٹکرائی، ایک گاڑی اُن سے کچھ فاصلے پر آ رُکی تھی، اُس شخص کی توجہ بھی آبرو سے ہٹتی اُس گاڑی کی جانب ہوئی اور آبرو نے موقع کا فائدہ ،اٹھاتے دوسری جانب بھاگنے کی کوشش کی لیکن اچانک وہ شخص دوبارہ اُس کے سامنے آگیا

،ہوشیاری نہیں"وہ چاقو کی نوک آبرو کی طرف کرتا ہوا بولا، اتنی دیر میں اُس گاڑی سے ایک شخص نکلتا اُن کے قریب آیا"

اے، چھوڑو اُسے"آبرو نے اس کی آواز پر مڑ کر اُس کی جانب دیکھا، سیاہ رنگ کی پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ میں ملبوس، آستینوں کو کہنی تک موڑے وہ شخص انہی کی" ،جانب بڑھ رہا تھا

تو بیچ میں مت بول"وہ آدمی چاقو کا رخ اب اس شخص کی جانب کر چکا تھا۔"

میں نے کہا، چھوڑو اُسے"اُس شخص نے مزید دو قدم آگے بڑھائے، اُن دونوں کو آپس میں باتیں کرتا دیکھ کر آبرو نے دوبارہ بھاگنے کی کوشش کی کہ اچانک اس آدمی نے" چاقو آبرو کے کندھے پر مارا، آبرو نے اپنی آنکھیں جلدی سے بند کر لیں مگر یہ کیا! آبرو کو چاقو کی نوک اپنے جسم پر محسوس ہی نہ ہوئی، اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں، وہ شخص اُس کے سامنے آ چکا تھا اور وہ چاقو اُس کے بازو کو زخمی کر چکا تھا۔اُس شخص کے بازو سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا، اُس شخص کے بازو سے نکلتا خون دیکھ کر وہ دونوں حملہ آور گھبرا گئے، بائیک پر بیٹھے نقاب پوش نے دوسرے نقاب پوش کو فوراً بلایا اور وہ دونوں بائیک پر بیٹھتے لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اومائی گاڈ"آبرو اُس شخص کے قریب آتی بولی، جس کی سفید آستین کا کچھ حصہ اب سرخ ہو چکا تھا۔"

کیا ضرورت تھی، آپ کو بیچ میں آنے کی؟"اُسے خاموش دیکھ کر وہ بجائے اُس کا شکریہ ادا کرنے کے وہ غصے سے بولی، جس پر اُس شخص نے نگاہیں اپنے زخمی بازو سے ہٹا کر" !اُس کی جانب دیکھا، اُس شخص کی آنکھیں بھوری تھیں، ہلکی بھوری

،آبرو کچھ لمحے کے لیے تو کچھ بول نہ پائی

میرا مطلب تھا، آپ درمیان میں آ گئے۔۔۔میری وجہ سے آپ زخمی"وہ اُس کی آنکھوں میں حیرت دیکھتی گڑبڑاتے ہوئے وضاحت دینے لگی، وہ اُس کے زخم کی جانب" دیکھ رہی تھی جہاں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

کوئی بات نہیں، چھوٹا سا زخم ہے ٹھیک ہو جائے گا"وہ شخص اپنا بازو اوپر کی جانب کرتا ہوا بولا، آبرو کی نگاہ سڑک پر گری خون کی بوندوں پر پڑی۔"

،میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہوں" آبرو متفکر لہجے میں بولی"

،زیادہ گہرا زخم نہیں ہے، میں دیکھ لوں گا، آپ پریشان مت ہوں" وہ آبرو کے ماتھے پر پریشانی سے اُبھرتی لکیریں دیکھ کر بولا"

مگر آپ ڈرائیو کیسے کریں گے ؟" آبرو نے دوبارہ سوال کیا، جس کے جواب میں اُس شخص نے اپنا دایاں ہاتھ ہوا میں لہرایا، آبرو اسکی بات سمجھتے اثبات میں سر ہلاتی، خاموش"
،ہو گئی مگر ایک دم کچھ یاد آنے پر اُس نے اپنا بیگ کھولا اور ایک گلابی رنگ کا رومال نکال کر اس شخص کی جانب بڑھایا

،یہ باندھ لیں" اُس شخص نے آبرو کے ہاتھ میں موجود رومال کی طرف دیکھا مگر اسے پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا"

اِس سے خون بہنا بند ہو جائے گا" وہ اپنا ہاتھ مزید آگے کرتی بولی، اُس شخص نے ایک لمحے کے لیے آبرو کی آنکھوں میں دیکھا اور اپنا ہاتھ بڑھاتے وہ رومال لے لیا۔"

شکریہ" وہ اپنے زخم پر اس رومال کو رکھتے بولا، جس پر آبرو بھی جواباً مسکرائی، کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔"

،آپ کو کہاں جانا ہے ؟ میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں" وہ آبرو کو دیکھتا ہوا بولا"

نہیں، اِس کی ضرورت نہیں ہے، پہلے ہی میری وجہ سے آپ کا بہت نقصان ہو گیا ہے" وہ اُس کے زخمی بازو کی جانب دیکھتی بولی، اِس سے پہلے کہ وہ شخص کچھ بولتا، آبرو"
،نے ہاتھ کے اشارے سے پاس سے گزرتی ٹیکسی کو روکا، پھر اُس شخص کی جانب دیکھتی ہوئی بولی

،شکریہ" اور پھر قدم اٹھاتی ٹیکسی کے پاس جانے لگی"

آئندہ اگر کوئی آپ سے آپ کی کوئی بھی قیمتی چیز چھیننے تو بغیر مزاحمت کے دے دیجیے گا" آبرو کے بڑھتے قدم ایک دم رک گئے۔"

کیونکہ انسانی جان سے زیادہ قیمتی کچھ نہیں ہوتا" اُس کی اِس بات پر آبرو نے پلٹ کر اُس کی جانب دیکھا، سیاہ اور بھوری آنکھیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں، آبرو اپنی"
گردن اثبات میں ہلاتی واپس مڑی اور ٹیکسی میں جا بیٹھی جبکہ پیچھے کھڑا وہ شخص اب وہ رومال اپنے زخم پر باندھ رہا تھا۔

لاؤنج میں اِس وقت ہلچل سی ہلچل تھی، ہر کسی کی زبان پر بس ایک ہی نام تھا "سبرینہ"۔ احمد صاحب صوفے پر بیٹھے خلا میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہے تھے، اُن کے ارد گرد لوگ کیا کہہ رہے تھے اُنہیں کچھ سنائی نہ دے رہا تھا، اُنہیں یاد تھا تو صرف یہ کہ اُن کی اکلوتی بیٹی اُن کا مان، اُن کا غرور، اُن کی عزت سب کچھ داؤ پر لگاتی جا چکی ہے۔ کیا اُس نے ایک بار بھی نہ سوچا ہو گا کہ اُس کے جانے کے بعد کیا ہو گا! اُن کی نظر سامنے بیٹھی سکینہ بیگم پر پڑی جو بالکل اُن کی طرح خاموش بیٹھی تھیں، فرق صرف اتنا تھا کہ

اُن کی آنکھیں مسلسل آنسو بہار ہی تھیں۔اُن کی عزت کا تماشہ سب کے سامنے بنا تھا،وہ ہر ایک کے سامنے رُسوا ہو کر رہ گئے تھے،اُن کی اولاد نے اُنھیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔اچانک انہیں سانس لینے میں دشواری ہونے لگی،وہ گہری گہری سانسیں لینے لگے مگر پھر بھی تنفس بحال نہ ہو سکا،اُن کی سینے میں دائیں جانب درد اُٹھنے لگا،وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے اُس جگہ کو مسلنے لگے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا،اُن کا دماغ سُن ہونے لگا،سامنے کا منظر دھندلا ہونے لگا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئے۔

آبرو کو گھر پہنچتے پہنچتے تین بج گئے تھے،گھر کے سامنے پہنچتے وہ ٹیکسی سے اتری اور گیٹ کی جانب چل پڑی، بیل بجاتے کچھ دیر انتظار کرنے پر بھی جب کوئی نہ آیا تو اُس نے ،دوبارہ بیل بجائی،دروازہ اب بھی بند رہا،تنگ آکر اُس نے بیل کے بٹن پر ہاتھ رکھ دیا،کچھ دیر بعد اُسے گیٹ کی جانب بڑھتے قدموں کی آواز آئی

اتنی دیر سے میں یہاں کھڑی ہوں، کہاں۔۔"وہ دروازہ کھلتے ہی بولنے لگی مگر سامنے اِصباح کو دیکھتے خاموش ہو گئی جس کے ہاتھ مکمل طور پر آٹے سے بھرے ہوئے" تھے۔

،السلام علیکم "اِصباح اپنے بازو کی مدد سے گیٹ بند کرتی بولی"

،وعلیکم السلام، باقی سب کہاں ہیں ؟"آبرو نے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا"

امی اور حرم کھانا کھا کر سو رہی ہیں اور رُتبہ ابھی تک یونیورسٹی سے نہیں آئی "وہ اسے بتاتی اُس کے پیچھے چلنے لگی جو اب لاؤنج میں داخل ہو چکی تھی۔"

،امی کی طبیعت کیسی ہے ؟"وہ صوفے پر اپنا بیگ اور فائل رکھتے ہوئے بولی"

اللہ کا شکر ہے،اب کافی بہتر ہیں"اِصباح نے اُس کی بات کا جواب دیا۔"

"تم بیٹھو، میں تمہارے لیے پانی لاتی ہوں"

نہیں تم رہنے دو، میں لے لوں گی، تم جاکر آٹا گوندھ لو"وہ اپنے بالوں میں لگا کلپ اتارتی ہوئی بولی، جس سے اُس کے بال اُس کو شانوں پر بکھر گئے،اس سے پہلے کہ اِصباح" کچھ بولتی، بیل کی آواز نے اُن دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

تم رکو، میں دیکھتی ہوں"اِصباح کو دروازے کی جانب بڑھتا دیکھ کر آبرو بولی،اُس کی بات پر اِصباح کچن میں چلی گئی جبکہ آبرو دوپٹہ سر پہ لیتے گیٹ کی جانب چل"

،پڑی۔گیٹ کھلتے ہی رُتبہ اندر داخل ہوئی

،السلام علیکم "رُتبہ نے آبرو کو دیکھتے سلام کیا"

وعلیکم السلام "آبرو اسے جواب دیتے ،اُس کے ساتھ اندر کی جانب چل پڑی۔"

رُتبہ اتنی جلدی آگئی ؟"اِصباح جو کچن سے پانی کی بوتل اور گلاس لا کر ٹیبل پر رکھ رہی تھی ،رُتبہ کو دیکھتے پوچھنے لگی۔"

،واپس چلی جاؤں !"رُتبہ جو اپنا بیگ صوفے پر رکھ رہی تھی ،اُس کے سوال پر طنزیہ انداز میں بولی"

،میرا یہ مطلب تو نہیں تھا"اُس نے پانی کا گلاس صوفے پر بیٹھتی آبرو کو پکڑایا"

پھر کیا مطلب تھا تمہارا؟"رُتبہ کے چہرے پر غصے کے واضح تاثرات تھے۔"

"میرا مطلب تھا، تم روز پانچ بجے سے پہلے نہیں آتی اس لیے۔۔"

نہیں تو کیا میں جلدی گھر نہیں آسکتی ؟"اس کی آواز بلند ہو گئی۔"

،رُتبہ آرام سے "آبرو اسے وارن کرتی ہوئی بولی"

،ہر بار مجھے ہی سمجھانا،اِس کو کبھی مت دیکھنا"وہ اِصباح کی طرف اشارہ کرتی بولی"

،رُتبہ تمیز سے بات کرو، بڑی ہے وہ تم سے "آبرو اس کے لہجے پر اونچی آواز میں بولی"

وہ بڑی ہے تو فضول سوال کر سکتی ہے، میں چھوٹی ہوں تو ہمیشہ چپ رہوں، واہ کیا انصاف ہے ؟"رُتبہ غصے سے چلائی ،رُتبہ کی بات پر آبرو اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ پاس کھڑی"

اِصباح کے آنسو اُس کی آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب تھے۔

،سب کو میں ہی نظر آتی ہوں، میں ہی غلط لگتی ہوں"وہ غصے میں اپنا بیگ اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب چل پڑی، جبکہ پیچھے کھڑی آبرو نے اِصباح کی جانب دیکھا"

اِصباح یار اس میں رونے والی کیا بات تھی، کب یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا بند کرو گی"وہ اُس کے قریب آتی بولی، جس کے جواب میں اِصباح کھڑی آنسو بہاتی رہی۔"

،اچھا بس،اب چپ کر جاؤ" آبرو اُس کا شانہ تھپاتی بولی،اتنے میں اُنہیں رُتبہ کے کمرے کا دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز آئی"

،پانی پیو شاباش" وہ پانی کا گلاس بھر کر اس کو پکڑاتی بولی"

تم کچن میں جاؤ، میں دیکھتی ہوں اُسے" وہ رُتبہ کے کمرے کی طرف اشارہ کرتی بولی، جس پر اصباح نے اپنے دوپٹے سے آنسو صاف کرتے اثبات میں سر ہلایا۔"

اس وقت ہاسپٹل کے کاریڈور میں ہر جانب چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں، احمد صاحب کو فوراً یہاں لایا گیا تھا، ڈاکٹرز انہیں آپریشن تھیٹر میں لے گئے تھے۔ ابھی وہ سب آپریشن تھریٹر کے سامنے بیٹھے تھے، سکینہ بیگم کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا، اُن کے پاس بیٹھی اُن کی بہن انہیں دلاسہ دے رہی تھیں کہ اچانک آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ایک ،ڈاکٹر باہر آیا، اُس نے اپنے چہرے پر ماسک لگا رکھا تھا، سکینہ بیگم جلدی سے اُس کی جانب بھاگیں

،کیا ہوا ہے بھائی صاحب کو؟" اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتیں اُن کے ساتھ کھڑے اشفاق صاحب (سبرینہ کے چچا) بولے"

انہیں ہارٹ اٹیک آیا ہے" ڈاکٹر نے اُن کی بات کا جواب دیا، ڈاکٹر کی بات پر سب کو شدید حیرت ہوئی۔"

،مگر۔۔ مگر انہیں تو کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، نہ بلڈ پریشر نہ کچھ اور" سکینہ بیگم رندھی ہوئی آواز میں بولیں"

،انہیں ہارٹ اٹیک شدید شاک کی وجہ سے ہوا ہے" وہ ڈاکٹر سکینہ بیگم کو مخاطب کرتا بولا"

urdunovelsblog

کوئی حادثہ ہوا ہے کیا؟" ڈاکٹر سکینہ بیگم کی جانب دیکھتا پوچھ رہا تھا۔"

اُن کی بیٹی گھر سے بھاگ گئی ہے" اس سے پہلے کہ سکینہ بیگم کچھ بولتیں پیچھے کھڑی حلیمہ بیگم بول پڑیں، سکینہ بیگم نے شکستہ نگاہوں سے اُن کی جانب دیکھا، ماحول میں" !ایک دم خاموشی چھا گئی، ظالم خاموشی

،بھائی صاحب ٹھیک تو ہیں نہ؟" اشفاق صاحب ماحول میں چھائے تناؤ کو کم کرتے ہوئے بولے"

ابھی ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے، ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں، آپ بس دعا کیجیے" آپریشن تھیٹر کا دروازہ دوبارہ کھلا اور ڈاکٹر واپس اندر چلا گیا، سکینہ بیگم" کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی، اُن کی بہن انہیں کندھوں سے تھامے پیچھے لے جا کر بینچ پہ بٹھانے لگیں، روتے روتے اُن کی نگاہ ایک طرف بیٹھی حلیمہ بیگم کی جانب گئی جن سے اِس وقت اشفاق صاحب بات کر رہے تھے، ان کے چہرے سے برہمی واضح تھی۔ سکینہ بیگم نے حلیمہ بیگم کی جانب دیکھا، اُن کے چہرے پر ندامت کے کوئی

تاثرات موجود نہ تھے، قصور ان کا بھی نہ تھا، انہیں آج موقع ملا تھا۔ ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ ہم ہر ممکن طور پر دوسرے کی تکلیف، اس کے دکھ میں بھی اپنا فائدہ تلاش کرتے ہیں، اپنے دل میں بغض رکھتے ہوئے ہم ایک موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں جب ہم دوسرے سے اُس کے کیے کا بدلہ لے سکیں، یہ جانے بغیر کہ ہمارا کہا گیا، ایک ایک لفظ کس طرح دوسرے کی ذات اور روح کو چھلنی کر سکتا ہے، کس طرح کسی کی عزت کو روندھ سکتا ہے۔ سکینہ بیگم اب آپریشن تھیٹر کے دروازے کی جانب دیکھتے، دل میں شدت سے اپنے رب سے احمد صاحب کی صحت یابی کی دعا مانگنے لگیں۔

آبرو نے رُتبہ کے کمرے کے دروازے کا لاک گھمایا، دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے رُتبہ کا بیگ بیڈ پر بکھرا پڑا تھا، ساری کتابیں بیگ سے باہر آچکی تھیں، وہ اپنا دوپٹہ بھی بیڈ پر اس انداز میں پھینک کر گئی تھی کہ آدھا دوپٹہ فرش پر پڑا تھا۔ آبرو نے کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند ہی کیا تھا کہ واشروم کا دروازہ کھلا اور رُتبہ باہر آئی، جس کا چہرہ مکمل طور پر تر تھا، وہ اپنا چہرہ دھو کر آئی تھی، پانی کی بوندیں اُس کے چہرے سے زمین پر گر رہی تھیں۔

"یہ کیا بد تمیزی تھی؟" آبرو نے رُتبہ کو مخاطب کیا، جو اپنا دوپٹہ اٹھا کر اُس سے اپنا چہرہ صاف کر رہی تھی، جواباً رُتبہ خاموشی سے اپنا چہرہ صاف کرتی رہی،

"میں تم سے بات کر رہی ہوں" اس بار آبرو کی آواز بلند تھی مگر رُتبہ خاموشی سے اپنا چہرہ دوسری جانب موڑے، اپنی کتابیں بیگ میں ڈالنے لگی، اس کا رویہ دیکھ کر آبرو کے غصے میں مزید اضافہ ہوا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس کے قریب جا پہنچی اور کندھے سے اُسے پکڑ کر اُس کا چہرہ اپنے سامنے کیا،

"تمہیں۔۔۔" اُس کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے، رُتبہ کی آنکھیں سرخ پڑ رہی تھیں، اُس نے نظریں اٹھا کر آبرو کی جانب دیکھا، آبرو کے دل کو یکدم کچھ ہوا جیسے کسی نے زور سے مٹھی میں دبایا ہو،

"رُتبہ کیا ہوا ہے؟" رُتبہ دوبارہ اپنا چہرہ موڑتے، کام میں مصروف ہو گئی،

"بتاؤ کیا ہوا ہے؟" آبرو اس کا رخ دوبارہ اپنی جانب کرتی بولی،

"کچھ۔۔۔ کچھ نہیں ہوا" رُتبہ رندھی ہوئی آواز میں اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹاتے ہوئے بولی،

"رُتبہ میرا دل گھبرا رہا ہے، پلیز بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے؟" آبرو متفکر لہجے میں بولی، اُسے معلوم تھا کہ رُتبہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والوں میں سے نہ تھی بلکہ وہ تو بڑی بڑی بات پر بھی ثابت قدم رہتی تھی، اُس کے آنسو آبرو کو حقیقتاً پریشان کر رہے تھے۔

کچھ نہیں، بس۔۔" وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئی، اُس نے آبرو کی جانب دیکھا جو سوالیہ نگاہوں سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔"

،بس وہ آج یونیورسٹی۔۔۔" وہ دوبارہ خاموش ہو گئی، اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ آبرو کو کیا بتائے"

،اب بتا بھی دو رُتبہ "آبرو اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی"

،کوئی بڑی بات نہیں ہے "رُتبہ صفائی دیتی ہوئی بولی"

،بات چھوٹی ہے یا بڑی، مجھے بتاؤ رُتبہ "آبرو اپنے الفاظ پر زور دیتی ہوئی بولی"

،سائرہ نے میرا اسائمنٹ کاپی کیا تھا مگر سر نے سیم اسائمنٹ دیکھ کر اُس کی بجائے میرا اسائمنٹ کینسل کر دیا" وہ آبرو سے نظریں چراتے بولی"

توبہ ہے رُتبہ، اتنی سی بات تھی اور تم نے مجھے پریشان کر دیا تھا" آبرو اس کی بات پر افسوس کرتی بولی، آبرو کی بات سن کر رُتبہ کے چہرے پر ایکدم اطمینان آگیا جو آبرو کی" نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

،بہانہ تو کوئی اچھا بنا لیتی "آبرو کی آواز پر رُتبہ نے فوراً اس کی جانب دیکھا جو اب بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی"

،کیسا بہانہ۔۔؟ "رُتبہ کے لہجے میں واضح گڑبڑاہٹ تھی"

تم کافی سمجھدار ہو رُتبہ، تمہیں معلوم ہے میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں" آبرو دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اب اُس سے سوال کر رہی تھی۔"

میں۔۔میں جھوٹ نہیں بول رہی" وہ اپنے لہجے کو مضبوط رکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔"

میرے چہرے پر بے وقوف لکھا دکھائی دے رہا ہے کیا؟" آبرو کا لہجہ سخت ہوا، جواباً رُتبہ خاموش رہی۔"

،میں تم سے بات کر رہی ہوں رُتبہ "وہ رُتبہ کو کندھے سے پکڑتے، سختی سے اپنے سامنے کرتی بولی"

میں جھوٹ نہیں بول رہی آبرو، یہی بات ہے" وہ بھول گئی تھی کہ وہ کس سے خاطب ہے، اُس کے مقابل آبرو تھی، "ایڈوکیٹ آبرو" جو خود تو اتنی صفائی سے جھوٹ" بولتی تھی کہ اُس کی بات سنتے ہی ایمان آجائے اور دوسروں کے بولے گئے بڑے سے بڑے جھوٹ با آسانی پکڑ لیتی تھی اور اس بار تو رُتبہ کا بہانہ بھی کافی کمزور تھا۔

،ٹھیک ہے، تم نہ بتاؤ، میں خود پتہ کروا لوں گی" وہ اُس کا کندھا جھٹکتے کمرے کے دروازے کی جانب بڑھنے لگی، دروازے کے قریب جا کر وہ مڑی"

urdunovelsblog

اِصباح سے سوری کر لینا، اپنی بدتمیزی کی" وہ سخت لہجے میں کہتی، دروازہ کھول کر باہر چلی گئی جبکہ پیچھے کھڑی رُتبہ اب کسی نئے بہانے کی تلاش میں تھی۔"

دن کا آغاز ہو چکا تھا، سڑک پر ہر طرف گہما گہمی تھی، ہر کوئی اپنے روزگار کی تلاش میں اپنی منازل کی جانب رواں تھا، سورج کی کرنیں آسمان کو منور کر رہی تھیں۔ وہ اس وقت ایک ٹیکسی میں موجود تھی، کچھ دیر بعد ٹیکسی اُسکی بتائی گئی منزل کی قریب جا کر رک گئی، وہ ایک ہاتھ میں اپنا بیگ لیے گاڑی سے اُتری اور ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کرتی ایک جانب چلنے لگی کہ اچانک اُس کی نظر سامنے کھڑے فیضی پر پڑی، اُسی لمحے فیضی نے بھی اِس کی جانب دیکھا، کتھئی آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔ سبرینہ نے ایک بھرپور نظر فیضی پر ڈالی، سیاہ رنگ کی شلوار قمیض پہنے، پاؤں کو کھیڑی میں قید کیے، وہ ہمیشہ کی طرح اُس کے دل کو دھڑکا گیا تھا۔ سبرینہ پر نظر پڑتے ہی وہ بھاگ کر اُسکے پاس آیا،

"لاؤ مجھے دو" وہ اُس کے ہاتھ میں موجود سیاہ بیگ کو پکڑتا بولا،

"تم ٹھیک تو ہو" وہ اُس کی چہرے پر چھائے تاثرات دیکھ کر بولا، جس پر سبرینہ نے اس کی جانب دیکھتے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی اور خاموشی سے بیگ اُس کو تھما دیا،

"میرے ساتھ آؤ" وہ اُس کا بیگ اپنے ایک ہاتھ سے اٹھاتا، کچھ فاصلے پر کھڑی سفید گاڑی کی جانب چلنے لگا، گاڑی کی قریب پہنچ کر فیضی نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور بیگ اس میں رکھتے سبرینہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، سبرینہ کو ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی بیٹھا ہوا نظر آرہا تھا، مگر وہ صحیح طرح اُس کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

"سبرینہ" فیضی کی آواز سن کر وہ ہوش میں آئی اور فوراً گاڑی میں بیٹھ گئی، سبرینہ کے بیٹھتے ہی فیضی نے گاڑی کا اگلا دروازہ کھولا اور ڈرائیور کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سبرینہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پہلے ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص کو دیکھا، "وہ صارم تھا" فیضی کی بیٹھتے ہی صارم نے گاڑی چلا دی، سبرینہ کا دماغ ایک بار پھر اپنے گھر والوں کی طرف جانے لگا، مگر ہمیشہ کی طرح اُس نے اس بار بھی اپنی دل کو یہ بات کہہ کر تسلی دی کے وقت کے ساتھ ساتھ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ اپنے ذہن کو سوچوں کے محور سے نکالنے کے لیے باہر دیکھنے لگی، جہاں ارد گرد موجود ہر چیز پیچھے رہتی جا رہی تھی، انہیں چیزوں کی طرح اب سبرینہ کی زندگی میں بھی بہت کچھ پیچھے رہ چکا تھا، بہت کچھ!

وہ اس بات سے مکمل انجان تھی کہ جس آنے والے وقت میں وہ سب ٹھیک ہو جانے کی منتظر ہے، وہ وقت اُس کی لیے کتنا ظالم ہونے والا ہے۔

urdunovelsblog

اُس نے کروٹ بدلتے اپنی آنکھیں کھولیں، پاس پڑا موبائل اٹھایا اور اس پر ٹائم دیکھا، شام کے چھ بج چکے تھے۔ وہ دو گھنٹے سوئی تھی۔ اپنی آنکھیں مسلتے وہ بیڈ پر اٹھ بیٹھی، لحاف کو ایک طرف کرتے، اپنے پاؤں بیڈ سے نیچے اتارے اور اپنا جوتا تلاشنے لگی، کچھ لمحے کی تلاش کے بعد وہ کامیاب ٹھہری اور سیاہ رنگ کی چپل میں پاؤں ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ لحاف کو تہہ کرتے ایک جانب رکھا۔ اُسے باہر سے سب کی آوازیں آ رہی تھیں، ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا اپنا ہئیر کلپ اٹھاتے اس نے دروازے کی جانب قدم بڑھائے اور دروازہ کھول کر باہر آ گئی جہاں سامنے قالین پر رُتبہ اور اِصباح بیٹھی تھیں جبکہ چارپائی پر بیٹھی حَرم صالحہ بیگم سے اپنے بال بنوا رہی تھی۔ وہ اپنے بالوں کا رف سا جوڑا بناتی اُن کے پاس آ گئی۔

یہ لو اِصباح "رُتبہ نے آلو کے آمیزے سے آخری کباب بنا کر اِصباح کو پکڑایا جو ایک ٹرے میں سارے کباب ترتیب سے رکھ رہی تھی۔"

آبرو، تم کب اٹھی؟ "آبرو پر نظر پڑتے اِصباح نے پوچھا، جو صالحہ بیگم کے پاس بیٹھ چکی تھی۔"

،بس، ابھی ابھی "آبرو اپنے بالوں میں ہئیر کلپ لگاتی بولی"

،آہ! امی پلیز آرام سے کریں "حرم کی آواز نے اُس کی توجہ اپنی جانب دلائی"

،اتنے آرام سے تو کر رہی ہوں میں "صالحہ بیگم اُس کے بال سمیٹتی ہوئی بولیں"

،تم نہ اپنے بال خود بنانا سیکھ لو حرم "اِصباح اپنی جگہ سے اٹھتی بولی"

بالکل صحیح کہہ رہی ہے اِصباح، دو دن میں تم پورے 15 سال کی ہو جاؤ گی اور شرم کا مقام ہے کہ تم سے ابھی تک اپنے بال نہیں بنتے "رُتبہ کبابوں کی ٹرے اِصباح کو پکڑاتی بولی، آبرو اِصباح اور رُتبہ کے انداز دیکھ کر سمجھ چکی تھی کہ دوپہر میں ہوئی ساری تلخ کلامی کا اثر اب زائل ہو چکا ہے۔

، باتیں تم سے دنیا جہان کی کروا لو اور بال تم سے بنتے نہیں "رُتبہ خود بھی باقی خالی برتن سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی"

،تو میں تو ابھی چھوٹی ہوں نہ "حَرم اس کی بات پر منہ پھلاتی بولی"

،توبہ، استغفار "رُتبہ کانوں نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا"

سن رہی ہیں امی، آپ کی ننھی پری کیا کہہ رہی ہے؟ "وہ صالحہ بیگم کو مخاطب کرتی بولی جواب حرم کی چٹیا کو آخری بل دے رہی تھیں۔"

سیکھ لے گی، سیکھ لے گی، پہلے تم تو سب سیکھ لو "صالحہ بیگم کی بات پر حَرم رُتبہ کا چہرہ دیکھتے ہنسنے لگی جبکہ پیچھے بیٹھی آبرو بھی مسکرانے لگی۔"

urdunovelsblog

امی!"رُتبہ کی آواز میں صدمہ تھا، اتنے میں اِصباح کچن سے واپس اُن کے پاس آئی"،

رُتبہ اب تم جاؤ، آبرو اٹھ گئی ہے، وہ میرے ساتھ کچن میں آجائے گی" وہ رُتبہ کے قریب آئی"،

ہاں رُتبہ جاؤ، تم اپنا پڑھ لو، اگلے ماہ ویسے بھی تمہارے ایگزامز ہیں" آبرو بھی اُٹھ کر اُس کے قریب آئی جبکہ رُتبہ ان دونوں کی بات سے متفق ہوتی اپنے کمرے کی جانب" چل پڑی مگر جانے سے پہلے وہ حرم کو گھُورنا نہیں بھولی جو اُسے دیکھ کر زبان چڑا رہی تھی۔

اُسے یہاں انتظار کرتے تین گھنٹے گزر چکے تھے، فیضی اور صارم اسے اِس کمرے میں بٹھا کر نجانے کہاں جا چکے تھے، اب اسکا دل گھبرانے لگا تھا۔ اُس نے بیگ سے اپنا موبائل نکالا اور فیضی کا نمبر ڈائل کرنے لگی، ابھی پہلی ہی بیل گئی تھی کہ اُسے دروازے کی قریب سے قدموں کی آواز آئی، پریشانی کی عالم میں اُسنے فوراً فون کاٹ کر واپس اپنے بیگ میں ڈال دیا اور دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے آتی قدموں کی آواز اب کچھ اور اونچی ہوگئی تھی۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والے فیضی اور صارم تھے، صارم وہیں دروازے کی قریب کھڑا ہو گیا جبکہ فیضی چلتا ہوا سبرینہ کی قریب آیا،

چلو سبرینہ" وہ اُسکے قریب آتا بولا، سبرینہ اُس کی بات سنتے اٹھ کھڑی ہوئی اور فیضی کے پیچھے چلنے لگی، تقریباً پانچ منٹ چلنے کی بعد وہ تینوں ایک کمرے کے سامنے پہنچ گئے" جس کا دروازہ بند تھا۔

تم چلو، ہم آتے ہیں" فیضی صارم کی جانب دیکھتا ہوا بولا جس پر صارم اثبات میں سر ہلاتا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔"

سبرینہ" فیضی سبرینہ کی چہرے کی جانب دیکھتا ہوا بولا، جس پر سبرینہ کی نگاہیں اُس کی نگاہوں سے ملیں"

گھبرانا مت، میں تمہارے ساتھ ہوں" وہ لمحے بھر کو رکا"،

اور ہمیشہ ساتھ رہوں گا" اُس کے الفاظ ایک بار پھر سبرینہ کی سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتوں کو مفلوج کرنے لگے تھے، اُسکی بات پر سبرینہ کے چہرے کے تاثرات کچھ حد" تک نارمل ہوئے اور وہ دونوں دروازہ کھولتے اندر داخل ہو گئے۔

اُس کمرے میں اس وقت کل سات لوگ موجود تھے۔ فیضی، صارم اور سبرینہ کی علاوہ ایک اُدھیڑ عمر وکیل سامنے رکھے میز کے دوسری جانب بیٹھا تھا جبکہ تین اور لوگ بھی دوسری جانب رکھی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ وہ سب سبرینہ کی لیے غیر شناسا تھے۔ فیضی نے سبرینہ کو سامنے رکھی گئی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی جاکراُس کرسی پر بیٹھ گئی،اُس کے بیٹھتے ہی فیضی بھی اُسکے ساتھ والی کرسی پر آبیٹھا،اُس کے بیٹھتے ہی سامنے بیٹھے وکیل نے نکاح کی کاروائی شروع کی۔اُن چھ مردوں کے درمیان وہ اکیلی عورت تھی۔اُسکادل ایک بار پھر گھبرانے لگا تھا،اُسکے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہو گئی تھی،اُسکادماغ اُلجھنے لگا تھا،وہ اب ذہنی طور پراس کمرے میں موجود نہ تھی۔فیضی نے وہ فائل جو وکیل نے اُسے دی تھی،سبرینہ کی آگے کی اور پین اُس کے سامنے رکھا،

"سبرینہ" سبرینہ کو کھویا ہوادیکھ کر فیضی بولا،فیضی کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور فائل کی جانب دیکھتے،سامنے رکھا ہوا پین اٹھایا،اُس کے نہ ہاتھ کانپ رہے تھے،جس کو آس پاس بیٹھے لوگ باآسانی محسوس کر سکتے تھے،

"بیٹا آپ یہ فیصلہ کسی کے دباؤ میں آکر تو نہیں کر رہی نہ" وہ وکیل سبرینہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولے،جس پر سبرینہ نے بھی اُنکی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایااور معاملے کی نزاکت کو سمجھتے پین پر اپنی گرفت مضبوط کرتے سائن کرنے لگی،اُس کے دل کی دھڑکن غیر معمولی انداز میں بہت تیز ہو چکی تھی،جیسے کچھ بہت برا ہونے والا ہو!مگر اپنے دل میں پیدا ہوتے تمام وسوسوں کو جھٹلاتے اُس نے اپنے سامنے موجود کاغذات پر سائن کر دیے اور اپنی پوری زندگی کسی اور کی نام کر دی۔عین اِسی وقت آپریشن تھریٹر کا دروازہ کھلااور ایک ڈاکٹر باہر آیا،

"سوری،ہم آپ کے مریض کو نہیں بچاسکے،ہی اِز نو مور" وہ مریض کے لواحقین کو خبر دے کر اُنکی حالت دیکھتا واپس اندر چلا گیا جبکہ مریض کے لواحقین میں اب صفِ ماتم بچھ چکی تھی۔سبرینہ کو معلوم نہ تھا کے آج کے دن اُس نے کیا کھو دیا ہے،اسے معلوم نہ تھا کہ کاغذ کے اِس صفحے پر کیے گئے اُس کے دستخط سے،اُسکی زندگی کتنے پچھتاوے سمیٹنے والی ہے۔

urdunovelsblog

رات کے 10 بجنے والے تھے،چاند آسمان پر موجود زمین کا جائزہ لینے میں مصروف تھا،لاہور کے ایک پوش علاقے میں موجود ایک گھر میں اس وقت خاموشی تھی،اِس دو منزلہ خوبصورت گھر کا ایک ایک حصہ دیکھ کر اس گھر کے مکینوں کے اعلی ذوق کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا تھا،اِس گھر کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں اس وقت ایک لڑکی ہلکے سبز رنگ کی لمبی فراک پہنے بیٹھی تھی،وہ دونوں ہاتھوں میں موبائل پکڑے تیزی سے ٹائپ کر رہی تھی،اِس کمرے کی دیواراں اور سارے فرنیچر کا رنگ ہلکا گلابی تھا۔بیڈ پر ایک طرف ایک بڑا سا ٹیڈی بیئر رکھا تھا،اُس لڑکی کے براؤن بال اُس کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔وہ اپنا موبائل بند کرتے اٹھ کھڑی ہوئی،اُس کی آنکھوں کا رنگ نیلا تھا،سُرخ و سپید رنگت،معصوم نقوش،بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی۔

وہ اپنا دوپٹہ درست کرتی کمرے سے باہر آئی اور سیڑھیاں اترنے لگی، سیڑھیاں اترتے وہ لاؤنج کی جانب چل پڑی، جہاں 23،24 سالہ نوجوان صوفے پر ٹانگیں پھیلائے لیٹا بے زاری سے ٹی وی کے چینل بدل رہا تھا۔

"اٹھو زاوی، میری بھائی سے بات ہو گئی ہے، وہ پہنچنے والے ہیں" وہ لڑکی ٹی وی سکرین پر چلتا فٹبال میچ دیکھتی بولی، جس کے جواب میں زاویار خاموش رہا۔

"زاوی اٹھو نہ" وہ اس کے پاؤں ہلاتے بولی،

"فجر تنگ مت کرو" وہ اپنے پاؤں سمیٹتا ہوا بولا،

"کیوں بھئی، کھانا نہیں کھانا کیا؟" فجر اب اُس کے پاس والے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔

"نہیں کھانا مجھے کھانا، تم کھلاؤ اپنے اُس چہیتے بھائی کو" وہ منہ پھُلائے بولا،

"ارے، کیسے نہیں کھانا! میں نے وہ کھانا خاص تمہارے لیے بنایا ہے" فجر اب اٹھ کر اُس کے قریب آ گئی تھی۔

"تصحیح کر لو، میرے لیے نہیں بنایا صرف اپنے اُس کھمبے بھائی کے لیے بنایا ہے" وہ خفگی سے کہتا ہوا اٹھ بیٹھا، اُس کی اِس بات پر فجر ہنسنے لگی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں، خاص تمہاری پسند کا ہے کھانا" وہ اب اُس نے قریب بیٹھ چکی تھی۔

"ہاں، ہاں، تبھی تو میں دو گھنٹے سے بھوکا بیٹھا ہوں"

"اچھا نہ اب اٹھ جاؤ، چلو میرے ساتھ کھانا لگواؤ" وہ اُس کا بازو پکڑ کر اُسے اٹھانے لگی، اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا باہر سے آتی بیل کی آواز نے اُن دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"لو آ گیا، تمہارا اعظیم الشان بھائی" وہ طنزیہ انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا، جس کے جواب میں فجر ہنسنے لگی،

"جیلس آدمی" وہ جو دروازہ کھولنے کے لیے باہر جا رہا تھا فجر کی آواز پر فوراً پلٹا،

"جیلس نہیں ہوں، حقیقت پسند ہوں" وہ پاؤں پٹختا باہر چلا گیا۔

"اسلام و علیکم" دروازہ کھلتے ہی تاشفین نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا،

urdunovelsblog

وعلیکم السلام، آیئے جناب آپ کا ہی انتظار تھا" زاویار کا منہ ابھی تک پھولا تھا۔"

، تمہیں کیا ہوا ہے؟" اُس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر تاشفین نے پوچھا"

کچھ نہیں، بس دو گھنٹے سے تمہاری راہ تکتے تکتے، اب میں اندھا ہونے والا ہوں" وہ غصے سے بولتا اندر چلا گیا جبکہ پیچھے کھڑا تاشفین اُس کی بات پر مسکرایا، اسے عادت تھی"

اس طرح کے جملوں کی۔

، السلام علیکم بھائی" اس کے اندر داخل ہوتے ہی فجر جو ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھی مسکراتے ہوئے بولی"

وعلیکم السلام، کیسی ہے میری نور؟" تاشفین نے مسکراتے ہوئے اپنا والٹ ٹیبل پر رکھا۔"

، میں بالکل ٹھیک، آپ بتائیں؟ اور آج اتنا لیٹ کیوں ہو گئے؟" وہ پانی کے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلنے لگی"

، آج۔۔" پاس بیٹھا زاویار ڈرامائی انداز میں ہنسا"

محترم تو روز ہی لیٹ ہوتے ہیں، کوئی نئی بات پوچھو" اُس کا منہ ابھی تک غبارے کی طرح پھولا تھا۔"

، اِسے کیا ہوا ہے؟" اُس کی بات پر تاشفین نے نورِ فجر سے پوچھا"

، کچھ خاص نہیں، بس زیادہ بھوک لگ جانے سے دماغ متاثر ہو گیا ہے" وہ شرارتی مسکان چہرے پر سجائے بولی، جس پر زاویار نے اُسے گھورا"

، ٹھیک ہے مل جاؤ تم دونوں، دیکھنا کتنے کیس کروں گا تم دونوں پر" اُس کی بات پر وہ دونوں ہنسنے لگے"

، میں مذاق نہیں کر رہا" وہ اُن دونوں کو ہنستا دیکھ کر بولا"

، ہاں بھئی، ہم نے کب کہا کہ تم مذاق کر رہے ہو" تاشفین ہنستے ہوئے بولا"

، دو دن ہوئے ہیں کورٹ جاتے ہوئے، اور وکیل صاحب ہم پر کیس کرنے والے ہیں، واہ" نورِ فجر ہنستے ہوئے پانی کا گلاس تاشفین کی آگے کرتی بولی"

دو نہیں چار دن ہو گئے ہیں" اُس کی بات پر زاویار جل کر بولا، جبکہ نورِ فجر ابھی بھی ہنس رہی تھی۔"

، میں ذرا فریش ہو لوں" تاشفین پانی کا گلاس خالی کر کے واپس رکھتے بولا"

مطلب اور انتظار!"زاویار کی آواز میں صدمہ تھا۔"

زیادہ نہیں بس دس منٹ"وہ اُس کے بال بگاڑتا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔"

کوئی نہیں، میرا وقت بھی آئے گا، ایک دن"وہ اپنے دوبارہ سنوارنے لگا جبکہ فجر دوبارہ کچن میں جا چکی تھی۔"

سبرینہ اور فیضی اس وقت صارم کے فلیٹ میں موجود تھے، وہ تینوں اس وقت لاؤنج میں موجود صوفوں پر بیٹھے تھے۔

،اچھا یار اب میں چلتا ہوں، کافی دیر ہو گئی ہے"صارم اپنی جگہ سے اٹھتا بولا"

اتنی جلدی، ابھی تو پانچ بجے ہیں، رات کا کھانا کھا کر جانا نہ"فیضی بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔"

،نہیں یار پہلے ہی امی کا دوبار فون آ چکا ہے، گھر جا کر ہی کھانا کھاؤں گا"صارم ٹیبل پر پڑی اپنی گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے بولا"

چلو ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی"فیضی اُس کے قریب آ گیا، جو بیرونی دروازے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔"

،کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک مجھے بتانا"وہ فیضی کے قریب آنے پر بولا"

نہیں یار، تم نے پہلے ہی ہم پر بہت احسان کیے ہیں، ہم احسان مند ہیں تمہارے"وہ ایک نظر سبرینہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا جو اُس کے اٹھتے ہی اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑی" ہوئی تھی۔

،دوستی میں کیسا احسان فیضی"صارم اس کی بات کے جواب میں بولا"

"مگر یار۔۔۔"

،اچھا نہ چھوڑو ان سب باتوں کو میرے ساتھ چلو"وہ فیضی کو دیکھتا ہوا بولا"

،کہاں؟"فیضی نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مگر صارم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اُسے اپنی بات سمجھا دی"

سبرینہ تم گیٹ لاک کرلو، میں بس دومنٹ میں آتاہوں" وہ سبرینہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا اور صارم کے پیچھے چلا گیا۔ سبرینہ نے آگے بڑھتے دروازہ بند کیا اور واپس آکر صوفے پر بیٹھ گئی، اُس کا دل ودماغ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا، وہ اپنی محبت حاصل کر چکی تھی مگر اُس کے احساسات اُسے کچھ بھی محسوس کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ نجانے اس کے دماغ میں کیا خیال آیا کہ اُس نے سامنے پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کیا، وہ کال کے بٹن کو کلک کرنے ہی والی تھی کہ بیل کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی، موبائل واپس رکھتے وہ دروازے کی جانب گئی اور دروازہ کھول دیا۔ فیضی واپس آچکا تھا۔ فیضی کے اندر داخل ہوتے ہی وہ واپس صوفے پر جا کر بیٹھ گئی، فیضی نے ایک نظر اُس کی جانب دیکھا، اسے وہ بہت اداس اور کھوئی کھوئی لگ رہی تھی، وہ اُس کے قریب آیا

"سبرینہ" اُس کی آواز پر سبرینہ نے نگاہیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا

"پریشان ہو؟" وہ صوفے پر اُس کے قریب بیٹھ چکا تھا، اس کی آواز پر نجانے کیوں سبرینہ کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے اور اس نے بے ساختہ اپنی گردن اثبات میں ہلا دی۔

"فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا، میں تمہارے ساتھ ہوں" وہ اُس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتا ہوا بولا

"جب تک میری سانسیں باقی رہیں گی، جب تک میرا دل دھڑکتا رہے گا، تم ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی" وہ آنچ دیتے لہجے میں بولتا سبرینہ پر سحر طاری کر رہا تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں" اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان موجود اُس کے ہاتھ پر مزید زور دیا

"کہ تمہیں اپنی زندگی میں کبھی، اپنے اس فیصلے پر پچھتاوا نہیں ہوگا" وہ ایک لمحے کو رکا، سبرینہ کو محسوس ہوا اردگرد موجود ہر شے رک گئی ہو۔

"تمہیں خوشگوار زندگی دینا میرا فرض ہے اور میں اِس فرض کو اپنی آخری سانس تک باخوبی نبھاؤں گا" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا جس پر سبرینہ کی آنکھوں سے آنسو اُس کے رخسار پر آگرے۔

"رونا بند کرو، شاباش" وہ اُس کے ماتھے پر آتی ایک لٹ کو آہستگی سے پیچھے کرتا بولا، اُس کی بات پر سبرینہ نے اپنے آنسو صاف کیے اور فیضی کی جانب دیکھا، وہ سب بھول گئی تھی کہ وہ کیا کیا چھوڑ کر آج یہاں موجود ہے، اُسے یاد تھا تو صرف اپنے سامنے بیٹھا وہ بھوری آنکھوں والا مرد، جو اب اُس کی متاعِ جان تھا۔

"اب آ بھی جاؤ یار" اُس کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا۔

آ گیا آ گیا" تیزی سے سیڑھیاں اترتا تاشفین اُس کے قریب آتا بولا، وہ اس وقت کریم کلر کے کرتا شلوار میں ملبوس تھا، گیلے بال اُس کے ماتھے پر بکھرے تھے، وہ رف حلیے "
میں بھی خوبرو دکھائی دے رہا تھا۔

،منٹ کا کہہ کر آدھا گھنٹہ لگایا ہے تم نے" وہ اُس کو قریب آتا دیکھ کر بولا 10 "

،جی نہیں دس منٹ کہا تھا، 10 منٹ میں ہی آیا ہوں "تاشفین کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا، جس پر زاویار نے آنکھیں گھمائیں "

،چلو اب کرو شروع" وہ زاویار کو دیکھتا ہوا بولا "

،اموجان کہاں ہیں؟" وہ ٹیبل پر سلاد رکھتی ہوئی نورِ فجر کو دیکھتے بولا "

وہ تو نو بجے ہی سو گئی تھیں "نورِ فجر کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گئی۔"

،خیریت؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نہ اُن کی؟" وہ متفکر لہجے میں بولا "

جی بھائی طبیعت تو ٹھیک ہے، وہ آج اُن کا دن کافی مصروف گزرا تھا، کافی تھک گئی تھیں اس لیے جلدی سو گئیں "وہ پلاؤ کی ٹرے تاشفین کی جانب کرنے لگی۔"

،آہ شکر ہے کچھ کھانے کو ملا، ورنہ مجھے تو لگا تھا آج میں بھوکا ہی اس سے دنیا چلا جاؤں گا" زاویار پلاؤ کا چمچ منہ میں ڈالتے بولا "

توبہ ہے زاوی" نور نفی میں سر ہلاتی بولی اور اُس کی جانب ایسے دیکھا گویا کہنا چاہتی ہو کہ اِس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

نور کل سے میرا انتظار مت کرنا، میں تو روز ہی لیٹ ہو جاتا ہوں، اتنی دیر بھوکا مت رکھا کرو اسے" وہ زاویار کی طرف دیکھتا ہوا بولا جو اب تک آدھی پلیٹ صاف کر چکا تھا"
جبکہ نورِ فجر اور تاشفین نے ابھی کھانے کا آغاز بھی نہ کیا تھا۔

بھائی ایک نمبر کا جھوٹا ہے یہ، کوئی بھوک نہیں لگی تھی اسے، شام کو ہی اِس نے پیزا آرڈر کیا تھا اور پورا کا پورا خود کھا لیا، مجھے اور اموجان کو پوچھا تک نہیں "نور اسے ندیدوں "
،کی طرح کھاتا دیکھ کر بولی

جھوٹی، اموجان سے پوچھا تھا میں نے "نوالہ اُس کے منہ میں ہونے کی باعث اُس کے الفاظ واضح نہ تھے۔"

اور مجھ سے، مجھ سے پوچھا تھا؟ "نور پلاؤ کا چمچ منہ میں ڈالتی بولی، تاشفین بھی اب کھانا شروع کر چکا تھا۔"

تم سے کیوں پوچھتا، تم نے کون سا پیسے دیے تھے؟" زاویار اب اپنی پلیٹ میں دوبارہ پلاؤ ڈال رہا تھا۔"

،بھائی۔۔" وہ تاشفین کی جانب مڑ کر اُس سے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اُس کی نظر تاشفین کے آستین سے جھلکتے، اُس کے بازو پر موجود پٹی پر پڑی"

بھائی یہ کیا ہوا ہے؟" وہ پریشانی سے بولی، اُس کی آواز پر تاشفین نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی جانب دیکھا، جس پر نور نے اُس کے بازو کی جانب اشارہ کیا، تاشفین نے اپنے" بازو کی طرف دیکھا، جہاں سے اب تھوڑی سی پٹی دکھائی دے رہی تھی۔ زاویار بھی اب اُن دونوں کی جانب متوجہ تھا۔

یہ معمولی سا کٹ لگ گیا تھا، ہاسپٹل میں" اُس پٹی کو دیکھتے اُس کے ذہن میں دوپہر کا منظر تازہ ہو گیا۔"

،کیسے؟" نور نے دوبارہ پوچھا"

،کچھ خاص نہیں، بس سرجری کے دوران ہلکا سا کٹ لگ گیا تھا، میں نے بینڈج کر لی ہے، ٹھیک ہو جائے گا" وہ نور کے چہرے پر چھائے پریشانی کے تاثرات دیکھتا ہوا بولا"

،کٹ زیادہ گہرا تو نہیں تھا؟" نور کو اب بھی تسلی نہیں ہوئی"

نہیں نہیں، بس اوپر والی جلد متاثر ہوئی تھی" وہ اُس کو مطمئن کرتا ہوا بولا جبکہ اس سارے منظر میں زاویار ان دونوں کو دیکھتا پلاؤ کی دوسری پلیٹ سے انصاف کر رہا تھا۔"

"آپ نے میڈیسن لی تھی؟"

فجر وہ ڈاکٹر ہے، اُسے پتہ ہے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں" اس بار اس کے پوچھنے پر زاویار نے جواب دیا۔"

urdunovelsblog

،تم چپ رہو" وہ اس کو خاموش کرواتی بولی"

،بڑا ہوں تم سے، کچھ تو عزت کر لیا کرو میری" وہ افسوس کرتا ہوا بولا"

تم عزت کروانے والی حرکتیں شروع کر دو، میں بھی عزت کر لیا کروں گی" اُس کا دھیان اب تاشفین کے زخم سے ہٹ چکا تھا۔"

،یہ عزت کروانے والے حرکتیں کون سی ہوتی ہیں؟ اپنی آئیڈیا؟" زاویار نہایت معصوم شکل بناتا، تاشفین کی جانب دیکھتا بولا"

،اب بس کرو تم دونوں، کھانا کھاؤ خاموشی سے" وہ اُن دونوں کو ٹوکتا ہوا بولا"

،بس آخری بات" زاویار کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی"

،یہ پلاؤ تھا کہ اُبلے ہوئے چاول، نہ نمک نہ مرچ" وہ منہ کے مختلف زاویے بناتا بولا"

اللہ میری توبہ ! دو پلیٹ کھانے کے بعد تمہیں احساس ہو رہا ہے کہ ۔۔۔"اُس کی بات ابھی جاری تھی بلکہ جب تک وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے موجود تھے یہ" نوک جھوک جاری رہنے والی تھی، تاشفین نے مسکراتے ہوئے اپنا سر جھٹکا اور کھانا کھانے لگا کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اِن دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

وہ اس وقت کمرے میں اکیلی بیٹھی تھیں، اُنکی آنکھوں کی پپوٹے سوجے ہوئے تھے۔ آج احمد صاحب کا انتقال ہوئے چار دن بیت گئے تھے، اُنکی آنکھیں خشک تھیں۔ اُنکے کمرے کا دروازہ مکمل طور پر بند نہ تھا، اچانک انہیں باہر سے کسی کی بولنے کی آواز آنے لگی، وہ جانتی تھیں کہ باہر کی جانے والی تمام باتیں اُنہیں ہی سنائی جا رہی ہیں، وہ سبرینہ کی چچی اور پھپھو تھیں، جو معمول کے مطابق آج بھی ایک ہی موضوع پر بات کر رہی تھیں اور ہمیشہ کی طرح اُنکے ساتھ محلے کی چند خواتین بھی موجود تھیں۔

،اللہ میری توبہ ! باجی کیا اُسے ایک بار بھی اپنے ماں باپ کی عزت کا خیال نہ آیا" محلے کی ایک عورت افسوس بھری آواز میں بولی"

،اگر اُسے اتنا ہی خیال ہوتا تو وہ کبھی یہ قدم ہی نہ اٹھاتی" حلیمہ بیگم نخوت سے بولیں"

میرے بھائی کو قبر تک پہنچا کر خود اپنے عاشق کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہو گی" سبرینہ کی پھپھو نے بھی اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔"

،پتہ نہیں نکاح بھی کیا ہو گا یا نہیں" محلے کی دوسری عورت بولی"

جو لڑکیاں گھر سے بھاگ جائیں، اُنہیں نکاح کی ضرورت ہی کہاں ہوتی ہے" حلیمہ بیگم یہ جملہ قدرِ بلند آواز میں بولیں تا کہ اگر باقی باتیں کمرے میں موجود سکینہ بیگم نہ" بھی سن پائی ہو، تو یہ جملہ ان کے کانوں سے ضرور ٹکرا جائے جبکہ کمرے میں موجود سکینہ بیگم کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا، مگر اُن کی آنکھیں ابھی بھی خشک تھیں، وہ اپنی جگہ سے اٹھتی دروازے کے قریب آئیں اور دروازہ بند کر دیا کہ شاید اب باہر سے آتی آوازیں بند ہو جائیں مگر کچھ دیر پہلے کہے گئے تمام جملوں کی گونج اب تک اُن کے کانوں میں موجود تھی۔ وقت نے اُنہیں ایسے دوراہے پہ لا کھڑا کیا تھا کہ انکا خود اپنی موت کی دعا مانگنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ واپس اپنی جگہ پر لوٹ آئیں اور ٹیبل پر موجود احمد صاحب کی عینک اٹھاتے بیٹھ گئیں، اُس عینک کو ہاتھ میں لیے اُن کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا، اُن کا بس چلتا تو وہ گزرے وقت کو واپس لاتے سب ٹھیک کر دیتیں، وہ بولنا مکمل طور پر ترک کر چکی تھیں کیونکہ جو بھی اُن سے بات کرتا، اُس کی بات کا موضوع صرف سبرینہ ہی ہوتی اور اُن کے ہمدردی میں لپٹے تلخ الفاظ سکینہ بیگم کی تکلیف میں مزید اضافہ کرتے تھے۔ انہیں روز دو وقت کا کھانا اسی کمرے میں دے دیا جاتا، وہ جیتی جاگتی لاش بن چکی تھیں، وہ شوگر کی مریض تھیں، مگر چار دن سے انہوں نے اپنی دوائی لینا بھی چھوڑ دی تھی، کیونکہ اب وہ جینا ہی نہیں چاہتی تھیں۔

urdunovelsblog

رات کا اندھیرا ہر سو پھیل چکا تھا، سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں موجود محوِ خواب تھے، اسی پہر ایک کلب میں روشنیوں کا سماں تھا، کلب میں موجود تمام لوگ بظاہر جاگے ہوئے تھے مگر اِس وقت وہ سب غفلت کی نیند سو رہے تھے، گہری نیند!

تیز میوزک پر ناچتے لوگ اس وقت اپنے انجام کو مکمل طور پر جھٹلا چکے تھے، سٹیج پر موجود لڑکے لڑکیاں نشے میں گم تھے، اُن کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا، اسلامی حدود تو بہت دور کی بات ہے، وہ سب تو معاشرے کی بنائی گئی حدود کو بھی تجاوز کر چکے تھے۔ سیگرٹ کا دھواں، شراب کی بوتلیں، نیم عریاں لباس میں موجود لڑکیاں یہ کلب بے حیائی اور فحاشی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اسٹیج سے کچھ دور ایک جانب ٹیبل کے گرد پانچ کرسیاں رکھی تھیں جن پر اس وقت چار لڑکے اور ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ اُن کی حالت دیکھ کر اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ سب اس وقت شراب کی نشے میں دھت ہیں، اُن میں سے ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر سامنے پڑی شراب کی چار بوتلوں میں سے ایک کو اٹھایا اور پاس پڑے گلاس میں انڈیلا مگر وہ بوتل خالی تھی۔

"یار یہ تو ختم ہو گئی، اور منگواؤ" اُن میں سے ایک لڑکا دوسرے لڑکے کو مخاطب کرتے ہوا بولا،

"نہیں یار بس اب اور نہیں" دوسرا لڑکا نشے سے چور لہجے میں بولا، اس سے پہلے کہ پہلا لڑکا پھر کچھ بولتا، اُس کے پاس بیٹھا لڑکا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور باہر کی جانب قدم بڑھانے لگا، اُس کے قدموں میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔

"ارے یار، شہری۔۔" پیچھے موجود لڑکا اسے آوازیں دینے لگا مگر وہ اُسکی آواز کو نظر انداز کرتا اپنے قدم باہر کی جانب گھسیٹنے لگا کہ اچانک اُسکی ٹکر سامنے سے آنے والے ایک شخص سے ہوئی،

"ابے، اندھا ہے کیا۔۔" وہ لڑکا اپنی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کرتا بولا، نشے کی زیادتی کی وجہ سے اسے سامنے کا منظر دیکھنے میں شدید مشکل کا سامنا تھا جبکہ سامنے کھڑا شخص یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا، وہ لڑکا اُس شخص پر ایک آخری نگاہ ڈالتا باہر کی جانب چل پڑا۔ پیچھے موجود وہ شخص اب بھی اُسے ہی دیکھ رہا تھا کہ ایک اور آدمی اُسکے قریب آیا،

"کیا ہوا کون تھا یہ؟"

"یہ۔۔۔" وہ شخص رکا اور اپنے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ سجاتا بولا،

"یہ بزنس کی دنیا کے بادشاہ اور ہمارے پیارے حریف فیاض لاشاری کا چھوٹا بیٹا "شہریار لاشاری" ہے۔"

رات کاایک بج چکا تھا،وہ ابھی بھی لیپ ٹاپ آن کیے اس کے سامنے بیٹھا فائل سٹڈی کر رہا تھا، تھکاوٹ سے اب اس کے اعصاب جواب دینے لگے تھے مگر ابھی بھی اس کا کام مکمل نہ ہوا تھا۔اس نے اپنی آنکھوں پر لگی عینک اُتار کر ایک جانب رکھی، جو وہ صرف پڑھتے وقت استعمال کیا کرتا تھا، اپنا سر بیڈ کے کراؤن سے ٹکائے، آنکھوں کو بند کرتے وہ اپنی کنپٹیوں کو دبانے لگا کہ اچانک اُسے اپنے بازو پر نمی کا احساس ہوا، اُس نے آنکھیں کھولتے اپنی آستین اوپر کی، اُس کے زخم پر بندھی پٹی ایک جانب سے سرخ ہونے لگی تھی۔اُس کا زخم کھل گیا تھا۔وہ لیپ ٹاپ کو ایک طرف کرتا اٹھا اور اپنی پٹی کھولنے لگا، پٹی کھولتے اُس کا زخم اُس کے سامنے عیاں ہوا، اُس کا زخم کافی گہرا تھا۔

پٹی کو ایک جانب رکھتے وہ دوسری پٹی کی تلاش میں اپنے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھا، ڈریسنگ ٹیبل پر فرسٹ ایڈ باکس موجود نہ تھا۔وہ اپنے بازو کو اوپر کی جانب کیے الماری کی جانب بڑھا مگر فرسٹ ایڈ باکس اُسے وہاں بھی نہ ملا۔فرسٹ ایڈ باکس اُس کے کمرے میں ہوتا تو اُسے ملتا! اگر زاویار کو یہ بات پتا چل جاتی کہ ڈاکٹر ہونے کے باوجود بھی تاشفین کے کمرے میں فرسٹ ایڈ باکس موجود نہیں تو وہ اُسے پورا مہینہ طعنے دیتا رہتا، رات بھی کافی گہری ہو چکی تھی، کسی کو اٹھانا بھی مناسب نہ تھا۔ابھی وہ اسی کشمکش میں تھا کہ وہ باہر جائے یا نہ جائے کہ اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے رومال پر پڑی، وہی گلابی رنگ کا رومال! کچھ لمحے تو وہ صرف اُس رومال کو دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر ٹیبل کے قریب آیا اور رُومال اٹھاتے، اپنے زخم سے بہتے خون کو صاف کرنے لگا۔رومال سے اپنے زخم کو صاف کرتے اس کے دماغ میں دوپہر کا منظر پھر سے تازہ ہونے لگا تھا، سیاہ آنکھیں اُسکے ذہن کے پردے پر لہرانے لگیں۔وہ اپنا زخم صاف کر چکا تھا۔

ضدی لڑکی "اس رومال کو دیکھتے اُس نے اُس کی مالک کے بارے میں تاثر قائم کیا تھا۔یہ پہلا تاثر تھا جو تاشفین احمد نے آبرو صدیقی کے بارے میں قائم کیا تھا،اِس تاثر میں" کتنی تبدیلی آنے والی تھی، یہ تو آنے والا وقت ہی بہتر جانتا تھا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اُسے کافی بھلی محسوس ہو رہی تھی، وہ آج بہت خوش تھی، پورے دو ماہ کی محنت اور انتظار کے بعد آج اُسے اس کا پھل مل گیا تھا۔اُسے ایک پرائیویٹ کالج میں ایک لیکچرار کے طور پر نوکری مل گئی تھی۔اُنکی شادی کو بھی آج دو ماہ ہو گئے تھے۔وہ فیضی کی ساتھ شاپنگ پر آئی تھی، شاپنگ سے واپسی پر وہ دونوں نے ساتھ لنچ کیا تھا اور اب سبرینہ کی فرمائش پر وہ دونوں آئس کریم کھانے آئے تھے۔وہ اس وقت گاڑی میں بیٹھی فیضی کے اِنتظار میں تھی۔اُس نے اپنا موبائل اٹھایا اور فیضی کو کال ملانے لگی کہ اُسے سامنے سے فیضی آتا دکھائی دیا۔

،یہ لو تمہاری آئس کریم "فیضی گاڑی میں بیٹھتا بولا"

،تھینک یو" سبرینہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے بولی"

ایک منٹ رکو" وہ اسکو آئس کریم پکڑاتے ہوئے بولا، جس پر سبرینہ نے اُسکی جانب دیکھا، سیاہ رنگ کی پینٹ شرٹ پہنے، بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے وہ اُس کے سامنے "

بیٹھا مصروف انداز میں شاپر سے کچھ نکال رہا تھا۔

،اپنے ہاتھ آگے کرو" وہ اُسکی جانب دیکھے بغیر بولا"

کیا؟" سبرینہ اُس کی بات سمجھ نہ سکی، سبرینہ کی بات پر اُس نے پہلے اُسکی جانب دیکھا اور پھر اسکا دایاں ہاتھ پکڑا اور اپنے دوسرے ہاتھ میں موجود گلاب کے پھولوں کا"

خوبصورت گجرا اُس کے ہاتھ میں پہنا دیا، بلکل اسی طرح اُسکا بایاں ہاتھ تھامتے دوسرا گجرا دوسرے ہاتھ میں پہنا دیا۔

،کیسے ہیں؟" وہ محبت سے اُسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے گجروں کو دیکھتا پوچھ رہا تھا، سبرینہ نے ایک نظر اُن گجروں کو دیکھا اور پھر اپنی نظریں فیضی پر جمائے بولی"

بہت خوبصوت ہیں" اُسکے لبوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔"

،ہیپی ٹو منتھز آف آور ویڈنگ" وہ اُسکی انکھوں میں دیکھتا بولا، اُسکی بات پر سبرینہ ہنسنے لگی"

فیضی یہ ہر مہینے اپنی شادی کو کون سلیبریٹ کرتا ہے" اُسے یاد تھا پچھلے ماہ بھی فیضی نے اُسے شادی کو ایک ماہ گزر جانے کی خوشی میں ایک نفیس سا بریسلٹ دیا تھا۔"

میں اور تم" وہ ابھی بھی اُسکے ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔"

،اچھا فیضی میرے ہاتھ چھوڑو، مجھے آئس کریم کھانی ہے" وہ اپنے ہاتھ اُسکے ہاتھوں میں دیکھتی بولی"

،چھوڑنے کے لیے تھوڑی تھامے تھے یہ ہاتھ" وہ اُسکے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتا بولا، اُسکی بات پر سبرینہ کے لبوں پر ایک حیا سے بھرپور مُسکراہٹ آئی"

فیضی ہم ابو کے پاس کب جائیں گے؟" نجانے اُسکے دماغ میں ایک دم کونسا خیال آیا تھا، اُسکی بات پر فیضی کے لبوں پر موجود مسکراہٹ تھم گئی، سبرینہ کو اُسکے ہاتھوں کی"

،گرفت اپنے ہاتھوں پر کمزور پڑتی محسوس ہوئی

انشاءاللہ، بہت جلد" اُسکے لبوں پر آتی مُسکراہٹ مصنوعی تھی اور یہ بات سبرینہ جانتی تھی، ماحول میں ایک دم تناؤ محسوس ہونے لگا، کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔"

تھینک یو فور ایوری تھنگ" سبرینہ ایک نظر گجروں اور پیچھے پڑے شاپنگ بیگز پر ڈالتی بولی۔"

مائی پلیژر میڈم" وہ مسکراتے ہوئے بولا، سبرینہ نے ابھی مزید اُس موضوع پر کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا، وہ خاموشی سے آئس کریم کا کپ اٹھاتی باہر دیکھنے لگی۔"

واہ اموجان واہ، آج تو مزہ آگیا" وہ پراٹھے کا نوالہ توڑ کر منہ میں ڈالے، آنکھیں بند کیے اُس کا مزہ لیتے بولا جبکہ اُس کے سامنے بیٹھی اموجان مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ رہی" ، تھیں

لاجواب! اموجان اس کو بھی کچھ سکھا دیں" وہ کچن سے آتی ہوئی نورِ فجر کو دیکھتا بولا، اُس کی بات پر اموجان اور نورِ فجر ایک دوسرے کو دیکھتے مسکرانے لگیں۔"

یہ پراٹھا فجر نے ہی بنایا ہے" وہ اُسے پراٹھے سے مکمل انصاف کرتا دیکھ کر بولیں، جس پر زاویار کا پراٹھا کھاتا ہاتھ ایک دم تھم گیا۔"

، کیا؟ سچی؟" وہ حیران ہوتا بولا"

ہاں بھئی، یہ پراٹھا جو بقول تمہارے "لاجواب" ہے، میری بیٹی نے ہی بنایا ہے" وہ مسکراتے ہوئے پاس بیٹھی نورِ فجر کو دیکھتے ہوئے بولیں، جو طنزیہ نظروں سے زاویار کو" دیکھ رہی تھی۔

اب بولو کسے کیا سکھانا ہے؟" وہ اسے کھاتا دیکھ کر بولی جبکہ وہ اب پراٹھے کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا، وہ دونوں سامنے بیٹھی، اُس کی حرکتوں کو بغور دیکھ رہی تھیں، اچانک اس" ، کے لبوں پر اک مسکراہٹ آئی اور اُس نے پراٹھے کا ایک کنارہ پکڑتے اموجان کے سامنے کیا

اموجان دیکھیں، یہ حصہ یہاں سے کچا ہے" اُس کی بات پر اموجان کا دل کیا کہ وہ اپنا سر پیٹ لیں۔"

زاوی۔۔" وہ اُس کو دیکھتے ہوئے بولیں جبکہ نورِ فجر اُسے گھور رہی تھی۔"

، ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ اُٹھے نہیں ابھی" وہ اُن کا دھیان اس بات سے ہٹانے کے لیے بولا"

، اٹھتے تو تب نہ جب وہ سوئے ہوتے" نورِ فجر کی بات پر اُس نے سوالیہ نظروں سے اموجان کی طرف دیکھا"

"کیا مطلب؟"

، ابھی سویا ہے تاشفین، ساری رات جاگ کر کام کرتا رہا ہے" اموجان سامنے پڑا چائے کا کپ اٹھاتی بولیں"

، ہاسپٹل نہیں جانا تھا" پراٹھے کا آخری نوالہ توڑتے اُس نے مصروف انداز میں پوچھا"

"دوپہر میں جائے گا" امو جان چائے کے کپ سے پہلا گھونٹ لینے لگیں،

"ذرا دھیان رکھیں، جوان اولاد پوری رات جاگ رہی ہیں" وہ جس انداز میں بولا امو جان ہنس پڑیں۔

"میں مذاق نہیں کر رہا" وہ اُن کو ہنستا دیکھ کر اپنے آپ کو ممکن طور پر سنجیدہ کرتا بولا،

"ہاں بھئی، تم فکر مت کرو، میں دھیان رکھ لوں گی" وہ ابھی بھی ہنس رہی تھیں۔

"تم نے آج یونیورسٹی نہیں جانا؟" وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھتا بولا،

"نہیں" نورِ فجر نفی میں سر ہلاتی بولی،

"روز روز چھٹی، کہیں یہ نہ ہو وہ تمہیں یونیورسٹی سے ہی نکال دیں"

"تم نہ اپنا یہ منہ بند رکھو، جس سے دوسروں کے لیے صرف بری باتیں ہی نکلتی ہیں" نورِ فجر اُس کی بات کا دوبدو جواب دیتی بولی،

"دیکھ لیں امو جان، یہ میری ذرا عزت نہیں کرتی، اِس کو بتائیں میں اس سے بڑا ہوں میری عزت کیا کرے، کل رات بھی میں نے اسے یہی سمجھایا تھا" وہ منہ پھُلاتے ہوئے بولا،

"اور میں نے بھی کل رات یہ کہا تھا کہ عزت کرنے والی حرکتیں شروع کر دو، میں عزت بھی کر لیا کروں گی" وہ اس کو جواب دیتی بولی،

"جا رہا ہوں میں، جہاں انسان کی عزت نہ ہو، وہاں رہ کر وہ کیا کرے" وہ ڈرامائی انداز میں دہائی دیتا بولا، نورِ فجر نے اُس کی بات پر آنکھیں گھمائیں۔

"اچھا امو جان اب میں چلتا ہوں" وہ جاتے جاتے ایک دم مڑا،

"امو جان پڑھائی تو اس سے ہونی نہیں ہے، اسے گھر کے کام ہی اچھی طرح سکھا دیں" وہ یہ کہتا باہر کی جانب بھاگ گیا، جبکہ پیچھے بیٹھی امو جان اسکی بات پر ایک بار پھر ہنسنے لگیں۔

urdunovelsblog

دوپہر کا وقت تھا، سورج سوا نیزے پر تھا۔اسی وقت لاشاری وِلا کے باہر ایک سیاہ گاڑی آر کی، گیٹ پر کھڑے گل خان نے فوراً گیٹ کھولتے گاڑی کو اندر جانے کا راستہ دیا۔گاڑی کے گیٹ میں داخل ہوتے ہی فیاض لاشاری تیزی سے گاڑی سے اترتے اندر کی جانب قدم اٹھانے لگے،اُن کا چہرہ اس وقت غصے کی شدت سے لال پڑ رہا تھا۔لاؤنج میں داخل ہوتے ہی انہیں فائقہ بیگم سامنے بیٹھی نظر آئیں،جو فیاض لاشاری کو دیکھتی ان کی جانب بڑھیں،

فیاض آپ اس وقت؟"وہ ان کے اچانک گھر دیکھ کر حیران تھیں۔"

شہریار کہاں ہے؟"فیاض لاشاری ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے ان سے پوچھنے لگے۔"

شہری،وہ۔۔وہ۔۔"فائقہ بیگم بولتے بولتے خاموش ہوگئیں۔"

،میں کچھ پوچھ رہا ہوں فائقہ،شہریار کہاں ہے؟"وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے بولے"

شہری تو ابھی سو رہا ہے"ان کی بات کے جواب میں فائقہ بیگم ذرا دھیمی آواز میں بولیں مگر ان کی آواز فیاض صاحب کے کانوں تک رسائی حاصل کر چکی تھی۔"

فائقہ،دوپہر کے دو بج رہے ہیں اور وہ ابھی تک سو رہا ہے،تم۔۔"اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے اُن کی نظر سیڑھیاں اترتے شہریار پر پڑی،جو آنکھیں ملتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔"

لو آ گئے ہیں صاحبزادے"فیاض لاشاری طنزیہ انداز میں بولتے اس کی جانب بڑھنے لگے۔"

urdunovelsblog

،ہیلو ڈیڈ" فیاض صاحب پر نظر پڑتے وہ ایک ہاتھ سے اپنے بال درست کرتا بولا"

،کل رات کہاں تھے تم؟"وہ سخت لہجے میں پوچھنے لگے"

،کیا ڈیڈ؟"شہریار کو ان کی بات سمجھنے میں دشواری ہوئی"

،میں پوچھ رہا ہوں،کل رات کہاں تھے تم؟"فیاض لاشاری غصے سے چلائے"

میں اپنے دوستوں کے ساتھ تھا"وہ ان سے کچھ قدم فاصلے پر کھڑا تھا۔"

دوستوں کے ساتھ کہاں تھے؟"فیاض صاحب نے پھر سوال کیا۔"

،ہم حارث کے فارم ہاؤس گئے تھے" شہریار نے بڑی بااعتمادی سے جھوٹ بولا"

جھوٹ مت بولو شہری، بتاؤ کہاں تھے تم؟"فیاض لاشاری کا چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔"

میں سچ کہہ رہا ہوں ڈیڈ، میں۔۔۔"اس کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جب فیاض صاحب کا ہاتھ اٹھا اور اس کے گال کو سرخ کر گیا۔فائقہ بیگم کو اس سب کی امید نہ تھی"

وہ شہریار کی جانب تیز تیز قدم اٹھانے ہی لگی تھیں کہ فیاض صاحب نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

!اگر تم فارم ہاؤس تھے تو کلب میں کون تھا کل رات؟"فیاض لاشاری کی بات پر فائقہ بیگم حیران رہ گئیں، کلب اور شہری"

،یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں فیاض؟"وہ حیرت کے مارے پوچھ رہی تھیں"

،صرف یہی نہیں، یہ وہاں۔۔۔"وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئے، ان میں ہمت نہ تھی کہ وہ اپنے منہ سے وہ الفاظ ادا کر پاتے"

نشے کی حالت میں موجود تھا یہ وہاں"وہ دوبارہ خاموش ہو گئے۔"

شراب نوشی کر رہا تھا تمہارا بیٹا کل رات"ان کی آواز میں غصے اور افسوس کے ملے جلے تاثرات تھے۔"

،آپ۔۔آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی"فائقہ بیگم سامنے کھڑے شہری کو دیکھتے بولیں"

کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی مجھے، خاور نے خود اپنی آنکھوں سے اِسے دیکھا ہے اور آج اُس نے سب کے سامنے مجھے اِس کے کرتوت بتائے ہیں"وہ غصے سے شہری کی جانب" دیکھتے ہوئے بولے، جس کے چہرے پر ندامت کے تاثرات کی بجائے تنے ہوئے تاثرات تھے۔

میں سب کے سامنے شرمندہ ہوا ہوں صرف اس کی وجہ سے"وہ دوبارہ شہری کی جانب بڑھے مگر اِس بار اُن کا ہاتھ ہوا میں ہی رہ گیا، شہری اپنے اوپر اٹھنے والے ان کے" ہاتھ کو بیچ راہ میں روک چکا تھا۔

،جب بھائی کو اِن سب چیزوں کی اجازت ہے، تو مجھے کیوں نہیں"وہ دو قدم پیچھے ہوا"

،آپ ہر گز مجھے ڈِکٹیٹ نہیں کر سکتے، یہ میری زندگی ہے اور میں اِسے اپنی مرضی سے جیوں گا"وہ ایک لمحے کو رکا"

اور آئندہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی غلطی مت کیجیئے گا"وہ یہ کہتا ہو واپس سیڑھیاں چڑھتا اوپر چلا گیا جبکہ پیچھے کھڑے فیاض لاشاری اور فائقہ لاشاری حیرت کی تصویر بنے اپنی" اولاد کو دیکھ رہے تھے۔گھڑی کی سوئیاں ٹک ٹک کی آواز پیدا کرتیں وقت کے گزر جانے کا احساس دلا رہی تھیں۔

وہ اس وقت شدید پریشانی کی عالم میں ٹیکسی میں بیٹھی تھی، اُسکا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔

،بھائی تھوڑا تیز چلالیں" وہ ٹیکسی ڈرائیور کو مخاطب کرتی بولی"

باجی گاڑی اس سے زیادہ تیز نہیں چل سکتا" ڈرائیور اپنے پختون لب و لہجے میں بولا جس کے جواب میں آبرو خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر پہلے اُسے اِصباح کی کال آئی تھی جس پر" اُسنے اُسے صالحہ بیگم کی بگڑتی طبیعت کی بارے میں بتایا تھا، وہ فوراً اپنا سارا کام چھوڑ کر گھر جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد گاڑی اس کے گھر کے سامنے جا رکھی وہ انتہائی عجلت کے عالم ،میں گاڑی سے اتری

بھائی آپ گاڑی یہی روکیے گا، میں بس ابھی آتی ہوں" وہ ڈرائیور کو مخاطب کرتی بولی اور فوراً گھر کا دروازہ بجانے لگی، اس کے دروازہ بجانے کے کچھ دیر بعد ہی دروازہ" ،کھلا، آبرو جلدی سے اندر داخل ہوئی

،کہاں ہیں امی؟" وہ اِصباح کا آنسوؤں سے بھرا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی"

،اندر۔۔اندر ہیں اپنے کمرے میں" اِصباح جو بار ندھی ہوئی آواز میں بولی، ابرو بھاگتی ہوئی اندر گئی اور صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے"

،امی" وہ تیزی سے اُن کی جانب گئی جو بیڈ پر آنکھیں موندیں لیٹی تھیں، آبرو نے اپنا بیگ بیڈ پر پھینکا اور صالحہ بیگم کے قریب جا بیٹھی"

،امی آنکھیں کھولیں، امی" آبرو انکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے بولی، اُسکی آواز پر صالحہ بیگم نے آنکھیں کھول کر اُسکی جانب دیکھا"

آبرو میری۔۔" اُنکی زبان صرف اتنے ہی الفاظ ادا کر پائی، وہ ہوش کھونے لگی تھیں۔"

،اِصباح، اِصباح جلدی آؤ" آبرو بلند آواز میں بولی، اِصباح جو آبرو کے لیے پانی لینے گئی تھی بھاگتی ہوئی آئی"

امی کی چادر لاؤ" اِصباح کو اپنے قریب آتا دیکھ کر آبرو بولی، جس پر اِصباح روتے ہوئے دوسرے کمرے کی جانب بھاگی، کچھ دیر بعد وہ چادر لے کر آبرو کے پاس آئی۔"

امی اٹھیں، امی ہمت کریں" وہ دونوں مل کر صالحہ بیگم کو سہارا دے کر اٹھانے لگیں، آبرو نے چادر صالحہ بیگم کو اُوڑھادی اور وہ دونوں صالحہ بیگم کو سہارا دیتے ساتھ چلانے" لگیں، آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے وہ ان کو لے کر گیٹ تک پہنچیں، اُن کو آتا دیکھ کر ڈرائیور فوراً گاڑی سے نکلا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا، آبرو نے آگے بڑھتے صالحہ بیگم کو اندر بٹھایا۔

urdunovelsblog

اِصباح تم گھر پر رکو، اپنا خیال رکھنا" آبرو اِصباح کو مخاطب کرتی بولی، جس کے جواب میں اِصباح نے روتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔ آبرو نے صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھتے گاڑی کا دروازہ بند کیا۔

"باجی کہاں جانا ہے؟" ڈرائیور کے احمقانہ سوال پر آبرو نے اس کی جانب دیکھا۔

"میرا مطلب، کون سے ہاسپٹل جانا ہے؟" وہ آبرو کی نظروں سے گڑبڑاتا بولا۔

"سِول ہاسپٹل لے چلو" آبرو اس کو جواب دیتے صالحہ بیگم کی جانب دیکھنے لگی، جو اپنے ہوش کھو چکی تھیں۔

صبح دس بجے کا وقت تھا، وہ اس وقت کچن میں موجود تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کی شلوار قمیض پہنے، بالوں کا رف سا جوڑا بنائے، پاؤں کو سفید رنگ کی چپل میں قید کیے وہ اپنے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔ آج اُس کی اور فیضی کی شادی کو چھ ماہ ہو چکے تھے۔ یہ چھ ماہ سبرینہ کی زندگی کا ایک خوبصورت ترین حصہ تھا۔ فیضی کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی جاب مل چکی تھی، سبرینہ کی جاب بھی جاری تھی۔ ان چھ ماہ میں اُن دونوں میں صرف ایک بار تلخ کلامی ہوئی تھی اور موضوع اُن کے گھر والے تھے۔ سبرینہ چاہتی تھی کہ اب اُن کی شادی کو سب کے سامنے لایا جائے مگر فیضی ابھی اس کے لیے راضی نہ تھا وہ ابھی کچھ وقت مزید چاہتا تھا۔ اس عرصے کے دوران فیضی دو بار اپنے گھر جا چکا تھا، اُن دِنوں سبرینہ کا اِس فلیٹ میں اکیلا رہنا کتنا مشکل تھا یہ صرف وہی جانتی تھی مگر ہر بار دو دن کے بعد وہ واپس آ جاتا۔

اُس نے اپنے سامنے پڑا انڈہ توڑا اور اسے پھینٹنے لگی۔ اِس بار فیضی کی امی کی طبیعت شدید خراب تھی جس کے باعث دو دن کی بجائے اُسے گئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ سبرینہ نے اسے کال بھی کی تھی مگر ابھی اُس کی واپسی ممکن نہ تھی۔ سبرینہ نے بھی اُسے بار بار پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا مگر کل سے وہ سبرینہ کا فون نہیں اٹھا رہا تھا، سبرینہ کا دل شدید گھبرا رہا تھا۔ اس نے آگ جلاتے فرائی پین اوپر رکھا، اس میں تیل ڈال کر کچھ دیر کے لیے تیل کو گرم ہونے دیا اور پھر اپنا پھینٹا ہوا انڈہ، فرائی پین میں ڈال دیا۔ انڈہ فرائی کرتے اس نے اُسے پلیٹ میں اتارا کہ اُس کا جی متلانے لگا، وہ بھاگتے ہوئے واشروم کی جانب گئی، کچھ دیر بعد وہ واپس کچن میں آئی۔ کچھ دنوں سے اُسے اپنی طبیعت شدید بوجھل محسوس ہو رہی تھی، اُس نے آج کالج سے چھٹی بھی اسی لیے لی تھی تاکہ وہ ہاسپٹل جا سکے۔ اُس کا دل ہر چیز سے اکتانے لگا تھا، اُس نے فرائی کیا ہوا انڈہ ایک جانب رکھا، وہ اب بغیر ناشتہ کیے ہی ہاسپٹل جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ فرائی پین کے نیچے جلتی آگ بند کرتے، اُس نے پاس پڑا موبائل اٹھایا اور فیضی کو کال ملائی مگر اُس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ کال کاٹتے اُس کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات واضح تھے مگر اپنے دل کو تسلی دیتے وہ کمرے کی جانب بڑھنے لگی، اسے اب ہاسپٹل جانا تھا۔

"ہاں اِصباح امی اب بہتر ہیں" وہ اس وقت اصباح سے فون پر محوِ گفتگو تھی۔

،نہیں، نہیں ہمیں دیر ہو جائے گی، میں امی کا تفصیلی چیک اپ کروا کر ہی آؤں گی" وہ دوپٹہ اپنے سر پر درست کرتی بولی"

چلو ٹھیک ہے، اپنا خیال رکھنا، اللہ حافظ" یہ کہتے اُس نے فون کاٹ دیا اور سامنے بستر پر لیٹی صالحہ بیگم کو دیکھنے لگی جنہیں نرس ڈرپ لگا رہی تھی۔ اُسے اب صالحہ بیگم کے" چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کی اپوائنٹمنٹ لینی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتی باہر کی جانب چل پڑی، ہاسپٹل کی راہداری میں آتے وہ ایک جانب چلنے لگی۔ وہ صالحہ بیگم کو اکثر یہاں ،کے کارڈیلوجسٹ (دل کے ڈاکٹر) سے چیک کرواتی رہتی تھی۔ کاؤنٹر پر جا کر اُس نے وہاں بیٹھے شخص کو مخاطب کیا

،ایکسکیوزمی" وہ اُس شخص کی توجہ اپنی جانب کرتی بولی، جو اپنے موبائل میں مصروف تھا، آبرو کی آواز پر اُس شخص نے اپنا سر اٹھا کر اُس کی جانب دیکھا"

،جی" وہ اُس کی جانب دیکھتا بولا"

"مجھے ڈاکٹر واسع کی اپوائنٹمنٹ چاہیے"

انہیں تو یہاں سے گئے دو ہفتے ہونے والے ہیں" اس شخص نے آبرو کو جواب دیا۔"

کیا مطلب؟" آبرو اس کی بات سمجھ نہ پائی۔"

،اُن کا ٹرانسفر ہو چکا ہے دوسرے ہاسپٹل میں، آج کل وہ وہیں ہوتے ہیں" وہ شخص وضاحت دیتا بولا"

اُن کی ریپلیسمنٹ میں یہاں پر کوئی ڈاکٹر نہیں آیا؟" آبرو نے دوبارہ سوال کیا۔"

جی ڈاکٹر تاشفین آئے ہیں اُن کے ریپلیسمنٹ میں" وہ شخص اپنے سامنے موبائل کو بند کرتا بولا، جس پر مسلسل کسی کے میسجز آرہے تھے۔"

پھر آپ مجھے اُن کی اپوائنٹمنٹ لے دیں پلیز" آبرو نے اپنا مدعا بیان کیا۔"

،سوری، آپ کو اُن کی اپوائنٹمنٹ نہیں مل سکتی" اس شخص نے آبرو کی جانب دیکھتے کہا"

کیا مطلب؟ کیوں نہیں مل سکتی؟" آبرو حیرانی سے پوچھنے لگی۔"

،اُن کا سکیجول (شیڈیول) بہت بزی ہے کم از کم دو ہفتے تک آپ کو اُن کی کوئی اپوائنٹمنٹ نہیں مل سکتی" وہ شخص آبرو کو جواب دیتا بولا"

"دو ہفتے! مگر۔۔"

میڈم میں آپ کو مکمل تفصیلات سے آگاہ کر چکا ہوں، اب آپ جا سکتی ہیں" اس سے پہلے آبرو کچھ اور بولتی وہ شخص اکھڑے لہجے میں بولا، اس کی بات پر آبرو کو غصہ آ گیا۔"

"کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا؟ میں آپ سے یہاں ڈاکٹر کی اپوائنٹمنٹ لینے آئی ہوں اور آپ۔۔"

دیکھیں میڈم، میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ دو ہفتے تک بزی ہیں، آپ کو ان کی اپوائنٹمنٹ نہیں مل سکتی تو اب آپ کا یہاں کھڑے رہنے کا کیا مقصد ہے؟" اس شخص کے"

لہجے میں بیزاری تھی۔

مگر مجھے اپنے پیشنٹ کو آج ہی چیک کروانا ہے" اب آبرو کے لہجے میں بھی ضد آ چکی تھی۔"

میڈم یہ آپ کا ہاسپٹل نہیں ہے کہ آپ کی مرضی چلے گی، آپ کو اگر اتنی ہی جلدی ہے تو آپ اپنے پیشنٹ کو کسی اور ہاسپٹل لے جائیں" وہ شخص اب بدتمیزی کرنے لگا"

تھا، کچھ فاصلے پر آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور چند ڈاکٹرز باہر آئے

،آپ اپنی لمٹس میں رہیں" آبرو کی آواز سنتے ایک ڈاکٹر نے اس جانب دیکھا"

دیکھیں میڈم، آپ میری۔۔۔" اس شخص کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے کیونکہ وہ ڈاکٹر اُن کے قریب آ چکا تھا۔ اس نے سرجن کا مخصوص لباس پہنے چہرے پر ماسک لگا"

،رکھا تھا، اس نے سوالیہ نگاہوں سے اس شخص کی جانب دیکھا

،سر یہ مسلسل یہاں کھڑی ضد کر رہی ہیں کہ۔۔" وہ آبرو کی جانب دیکھتا ہوا بول رہا تھا کہ آبرو اس کی بات کاٹتی ہوئی بولی"

"میں ضد کر رہی ہوں! آپ میری بات سننے کو تیار ہی نہیں ہیں، آپ۔۔"

،مجھے بتائیں کیا ایشو ہے؟" وہ آبرو کی جانب دیکھتا بولا،

"سر یہ"

مجھے یہاں کے کارڈیالوجسٹ کی اپوائنٹمنٹ چاہیے، آج کی" اِس سے پہلے کہ وہ شخص کچھ بولتا آبرو نے اپنا مدعا بیان کیا"

اور یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے اگلے دو ہفتے تک ان کی اپوائنٹمنٹ نہیں مل سکتی" وہ غصیلی نظروں سے اس شخص کی طرف دیکھ رہی تھی۔"

"سر آپ کا شیڈیول بہت۔۔"

،اِٹس اوکے، میں دیکھ لیتا ہوں" وہ اس شخص کی بات کاٹتا ہوا بولا"

آپ پیشنٹ کا بیڈ نمبر اور باقی ڈیٹیلز بتا جائیں، میں پانچ منٹ تک آپ کے پیشنٹ کو وزٹ کرتا ہوں" وہ آبرو کی جانب دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔"

،وسیم تم اِن سے ڈیٹیلز لے لو" اس ڈاکٹر نے اُس شخص کو مخاطب کیا، جس نے اثبات میں سر ہلاتے آبرو کی جانب دیکھا"

آیئے میڈم" وہ کیسے ضبط کر رہا تھا اس کے چہرے سے واضح تھا، آبرو نے آگے بڑھتے اسے ساری ڈیٹیلز دیں اور واپس صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب چل پڑی جبکہ پیچھے" کھڑا ہوا ڈاکٹر آبرو کو پہچان چکا تھا۔

آبرو کو ابھی صالحہ بیگم کے پاس آئے پانچ منٹ ہی گزرے تھی کہ ایک ڈاکٹر ان کے روم میں داخل ہوا، آبرو نے اس کی جانب دیکھا۔ وہ اسے شناسہ معلوم ہو رہا تھا، وہ اس سے مل چکی تھی مگر کہاں یہ ابھی اسے یاد نہ تھا۔ وہ ڈاکٹر چلتا ہوا صالحہ بیگم کے قریب آیا، وہ ہوش میں تھیں، اس نے ان کے قریب آتے سلام کیا۔ صالحہ بیگم نے نقاہت بھری آواز میں سلام کا جواب دیا۔ وہ ڈاکٹر اُن کا معائنہ کرنے لگا جبکہ پاس کھڑی آبرو ذہن پر زور ڈالتے یہی سوچ رہی تھی کہ اُس نے اس ڈاکٹر کو کہا دیکھا تھا کہ اچانک اس کے ذہن کے پردے پر ایک منظر نمودار ہوا، یہ تو وہی تھا جس نے اسے کل سنیچنگ سے بچایا تھا، اس کے اِس خیال کی تصدیق اس ڈاکٹر کی آستین سے جھلکتی پٹی نے کر ڈالی۔ وہ صالحہ بیگم سے باتیں کرنے میں مصروف تھا، آبرو ان دونوں کے قریب جانے کی بجائے تب سے مسلسل اُسے دیکھ رہی تھی اپنے آپ پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے تاشفین نے نظریں اٹھا کر آبرو کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملتے ہی آبرو نے گڑبڑاتے ہوئے اپنی نظریں دوسری جانب پھیر لیں اور قدم اٹھاتی صالحہ بیگم ،کے قریب آئی

پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، جو میڈیسن ڈاکٹر نے لکھ کر دی ہیں، آپ میک شور کریں کے آپ کی پیشنٹ وہ میڈیسن لیں" وہ آبرو کو قریب آتا دیکھ کر بولا"

ورنہ ہمیں مجبوراً اینجیو گرافی کی طرف جانا پڑے گا" وہ اب صالحہ بیگم کی جانب دیکھ رہا تھا۔"

میں کچھ ٹیسٹ لکھ کر دے رہا ہوں، آپ وہ ٹیسٹ بھی کروا لیجیے" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا، اس نے نظریں اٹھاتے آبرو کی جانب دیکھا، جس نے اس کے بات سمجھتے اثبات" ،میں سر ہلایا وہ اپنی جگہ چھوڑتا کھڑا ہوا اور دروازے کی جانب قدم بڑھانے لگا، وہ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اُس کی سماعت سے آبرو کی آواز ٹکرائی

تھینکس اگین" وہ اُسے پہچان چکی تھی، تاشفین کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے، اس نے مڑ کر آبرو کی جانب دیکھا اور سر خم کرتے اُس کا شکریہ قبول کیا اور دروازہ عبور کر گیا" جبکہ پیچھے کھڑی آبرو اُسے تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

مطلع ابر آلود تھا، پورے آسمان پر بادلوں نے ڈیرا جمار کھا تھا۔ وہ ہاسپٹل سے واپسی پر گھر جا رہی تھی، مسکراہٹ اس کے چہرے سے جدا نہ ہو رہی تھی، اس کا روم روم خوشی سے سر شار تھا، اس کے کانوں میں ابھی بھی ڈاکٹر کا کہا گیا جملہ گونج رہا تھا،

"کانگریجولیشنز مسز سبرینہ یو آر ایکسپیکٹینگ"

اسے اپنے ارد گرد موجود ہر چیز خوبصورت اور رنگین محسوس ہو رہی تھی، کچھ دیر پہلے کی ساری پریشانی ہوا ہو گئی تھی۔ وہ کس بات پر پریشان تھی، وہ سب بھول گئی تھی، یاد تھا تو صرف یہ کہ اب اُس کے ساتھ ایک اور جان منسلک ہو چکی ہے، وہ ماں کے رُتبے پر فائز ہونے والی ہے۔ ممتا کا احساس کتنا خوبصورت اور خوشگوار ہوتا ہے، اُسے آج اندازہ ہوا تھا۔ اُسے ایک دم سکینہ بیگم کا خیال آیا، اُسکی مسکراہٹ تھم گئی، اس کے دماغ میں سوال پیدا ہونے لگے،

نجانے وہ کیسی ہوں گی؟

کیا وہ اُسے معاف کر دیں گی؟

ہاں وہ اسے معاف کر دیں گی، اُسے پوری امید تھی جب وہ انہیں اتنی بڑی خبر سنائے گی تو یقیناً وہ اسے معاف کر دیں گی۔ اُسے خبر نہ تھی کہ اُس کی امیدوں کی یہ عمارت کس شدت سے زمین بوس ہونے والی ہے، وہ بے خبر تھی کہ اُس کی یہ خوشیاں صرف چند پل کی مہمان ہیں۔

سورج غروب ہو چکا تھا، آسمان پر آہستہ آہستہ تاریکی چھانے لگی تھی۔ ہاسپٹل سے واپسی پر انہیں شام کے سات بج چکے تھے۔ روڈ پر ٹریفک مکمل جام تھی، آدھے گھنٹے کا راستہ تھا مگر ایک گھنٹہ گزر جانے کے باوجود بھی وہ ابھی تک گھر نہ پہنچے تھے۔ اس سارے وقت میں اِصباح اُسے تین بار فون کر چکی تھی۔ صالحہ بیگم سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھیں۔ ان کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی۔ کچھ دیر گاڑی چلنے کے بعد ایک بار پھر ٹیکسی سگنل پر جا رکی۔

"ہارن بجانا تو ہر کوئی اپنا فرض سمجھتا ہے" ڈرائیور غصے سے سٹیرنگ ویل پر ہاتھ مارتا بولا کہ اُن کی سماعتوں سے ایک بار پھر ہارن کی آواز ٹکرائی، وہ جو کوئی بھی تھا ہارن پر ہاتھ رکھ کر ہاتھ اٹھانا بھول گیا تھا۔ آواز قریب سے آرہی تھی، وہ گاڑی یقیناً اُن کے قریب ہی تھی۔ آبرو نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ ایک سیاہ رنگ کی (بی ایم ڈبلیو) تھی۔

"ارے بھائی، دکھائی نہیں دیتا کیا، آگے سگنل بند ہے" ہارن کی مسلسل آتی آواز سے عاجز ہو کر ایک بائیک والے نے مڑ کر اس گاڑی والے سے کہا، وہ بائیک ان کی ٹیکسی سے کچھ فاصلے پر تھی۔ اس آدمی کی بات پر ہارن کی آواز آنا بند ہو گئی، سب کے کانوں کو راحت پہنچی مگر ایک بار دوبارہ ہارن کی آواز ان کے کان کے پردے پھاڑنے لگی اور ساتھ ہی اس گاڑی نے اُس بائیک کو جو عین اس کے سامنے کھڑی تھی ٹکر ماری۔

urdunovelsblog

وہ بائیک والا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتے ہوئے بائیک سے نیچے گرا۔ آس پاس موجود لوگ اس کی مدد کو قریب آنے لگے کہ اس سیاہ رنگ کی بی ایم ڈبلیو کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان باہر آیا وہ "شاہزین لاشاری" تھا، اپنی مغرورانہ چال چلتا وہ اس آدمی کے قریب آیا۔ کھلا گریبان، پونی میں بندھے بال، وہ اپنے مخصوص حلیے میں موجود تھا۔

کیا بول رہے تھے تم؟" وہ اُس شخص کے قریب آتا بولا، جس کو دو لوگ سہارا دیتے کھڑا کر چکے تھے۔"

یہی کہ اندھے ہو کیا، سگنل بند ہے دکھائی نہیں دیتا" وہ شخص غصے سے بولا، اس کی بات پر شاہزین نے ایک مکا اس شخص کے چہرے پر دے مارا۔ آس پاس کھڑے لوگوں" ، میں سے کسی میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اُسے بچاتے، اُس آدمی کی ناک سے خون بہنے لگا تھا، شاہزین نے اُس کا گریبان پکڑتے اسے اپنی جانب کھینچا

، جانتا بھی ہے تو کس سے بات کر رہا ہے؟" شاہزین کا لہجہ سرد تھا، اس کے جواب میں وہ شخص خاموش رہا"

، بول نہ اب کیوں تیری آواز نہیں نکل رہی؟" وہ اس شخص کا کالر جھٹکتا بولا"

میں ایک منٹ کے اندر اندر تجھے اور تیری اس کھٹارہ بائیک کو کچل سکتا ہوں، سمجھا" وہ ہتک آمیز لہجے میں اُس کی بائیک کو دیکھتا بولا، وہ شخص اپنا سر جھکائے خاموش تھا۔"

، چل معافی مانگ" وہ اس کا گریبان چھوڑتا بولا"

، سنائی نہیں دے رہا کہ کیا کہہ رہا ہوں؟" وہ اسے خاموش دیکھ کر اپنی آواز بلند کرتا بولا"

مجھے۔۔ مجھے معاف کردیں" وہ شخص دھیمی آواز میں بولا مگر اُس کی آواز اتنی ضرور تھی کہ شاہزین اُسے سن پاتا۔"

، مجھے آواز نہیں آئی، دوبارہ بول" وہ اپنے کان کی لو کھجاتا بولا"

، مجھے معاف کردیں" وہ شخص اس بار قدر بلند آواز میں بولا"

شاباش، چل اب جا" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتا ہوا بولا، شاہزین جانے کے لیے مڑا لیکن جاتے جاتے اس نے اپنی ٹانگ پوری قوت سے اس کی بائیک پر ماری، جس سے اس کی بائیک سڑک پر جا گری۔ آس پاس کھڑے لوگ خاموش تماشائی بنے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، اگر وہ سب چاہتے تو مل کر اُس شخص کو اس ہتک آمیز واقعہ سے بچا سکتے تھے مگر کوئی بھی "پہلا قدم" اٹھانے کو تیار نہ تھا۔

urdunovelsblog

گاڑی میں بیٹھی آبرو اور صالحہ بیگم یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ آبرو نے ایک بار گاڑی سے باہر جانے کی کوشش کی تھی مگر صالحہ بیگم کے منع کرنے پر اسے رکنا پڑا۔ شاہزین کے جانے کے بعد لوگ اس شخص کے قریب آئے اور اس کی گری ہوئی بائیک اٹھاتے اس کی مدد کی، سگنل کھل چکا تھا۔

،والدین اپنی اولاد کو تعلیم تو دلوا دیتے ہیں مگر انکو تربیت دینا بھول جاتے ہیں" آبرو صالحہ بیگم کی جانب دیکھتی بولی"

کتنے بدنصیب ہیں وہ والدین، جن کی اولاد کے اعمال کی وجہ سے اُن کی تربیت پر انگلی اٹھائی جائے" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو نے ان کی جانب دیکھا، وہ دوبارہ آنکھیں" موندے سیٹ سے ٹیک لگا چکی تھیں، آبرو نے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے نرمی سے اُس پر بوسہ دیا اور اپنا موبائل نکالتے اِصباح کو کال ملانے لگی۔

اُسے گھر آئے ایک گھنٹہ بیت چکا تھا، وہ تب سے مسلسل فیضی کو کال ملا رہی تھی مگر اس کا نمبر بند آ رہا تھا۔ یہ خوشی کی خبر وہ جلدی سے فیضی تک پہنچانا چاہتی تھی مگر اس کا مسلسل بند آتا فون اسے پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔ اسے ایک دم صارم کا خیال آیا، ہاں اس کو ضرور معلوم ہو گا فیضی کے بارے میں، اس نے اپنے موبائل میں صارم کا نمبر ڈھونڈنا شروع کیا مگر اس کے پاس صارم کا نمبر نہ تھا۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار فیضی نے ڈائری پر صارم کا نمبر لکھا تھا، وہ تیزی سے الماری کے قریب گئی اور اس میں سے ڈائری نکالی، ڈائری کھولتے اس نے اس میں سے صارم کا نمبر تلاش کیا، صارم کا نمبر ملتے ہی اس نے نمبر موبائل پر ڈائل کیا، بیل جا رہی تھی مگر دوسری جانب سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ تین بار کال کرنے کے بعد بھی جب کسی نے فون نہ اٹھایا تو اس نے مایوسی اور غصے کی ملی جلی کیفیات لیے اپنا موبائل بیڈ پر پھینکا۔ وہ ابھی اسی سوچ و بچار میں تھی کہ وہ کیسے فیضی سے رابطہ کرے کہ اُسکی سماعتوں سے بیل کی آواز ٹکرائی اُس نے فوراً گھڑی کی جانب دیکھا، دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔

urdunovelsblog

،اس وقت کون ہو سکتا ہے؟" اُس نے خود سے سوال کیا"

کہیں فیضی تو نہیں" اپنے سوال کا جواب خود کو دیتے اُس نے پاس پڑا دوپٹہ اٹھایا اور دروازے کی جانب چل پڑی، دوپٹہ سر پر لیتے اُس نے دروازہ کھولا، سامنے ٹی سی ایس" والا کھڑا تھا۔

،السلام وعلیکم، سبرینہ احمد کو بلا دیں پلیز، انکا ٹی سی ایس ہے" دروازے میں کھڑا وہ شخص بولا"

،وعلیکم السلام، جی میں ہی سبرینہ ہوں" وہ اس کو جواب دیتی بولی"

،یہ آپ کا ٹی سی ایس ہے" اس نے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا"

، سبرینہ کو بہت حیرت ہوئی، اس نے وہ لفافہ اس شخص سے لے لیا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی اس شخص نے اسے مخاطب کیا

یہاں سائن کر دیں" سبرینہ نے اس کے ہاتھ میں موجود پین پکڑتے مطلوبہ جگہ پر سائن کر دیا۔ اس سے پہلے کہ سبرینہ اُس سے یہ پوچھتی کہ یہ ٹی سی ایس کس نے بھیجا" ہے، اُسکی نظر اس لفافے پر پڑی، اس پر فیضی کا نام لکھا تھا، اس نے خاموشی سے لفافہ سنبھالتے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرتے وہ واپس کمرے میں آئی اور لفافہ کھولنے لگی، اُس کے ذہن میں سوال اُبھر رہے تھے کہ آخر فیضی نے اُسے کیا بھیجا ہو گا؟

لفافہ کھل چکا تھا، اُس میں سے کچھ کاغذات باہر آئے، اُس کاغذ کو پلٹتے اُسے کتنا بڑا جھٹکا ملنے والا تھا، وہ اُس سے انجان تھی۔ اُس نے کاغذ کو پلٹا، کاغذ پر لکھے گئے دو الفاظ پڑھتے ہی اُسے اس گھر کی چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی، کاغذ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے، وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گری، اس کی آنکھیں شاک کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ کاغذات طلاق کے کاغذات تھے! فیضی نے اُسے شادی کو چھ ماہ پورے ہو جانے پر طلاق کا تحفہ بھیجا تھا۔

"کیا ماں باپ کو دُکھ دینے والوں کو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں؟"

ہر سو تاریکی کا راج تھا، آسمان سیاہ رنگ کی چادر اوڑھے گہری نیند سو چکا تھا۔ وہ اس وقت ایک گھر کے سامنے کھڑی تھی، سفید رنگ کا لباس پہنے، سر پر سفید چادر اوڑھے، وہ دروازے کی عین سامنے کھڑی تھی۔ وہ پسینے میں شرابور تھی، اُس کے چہرے کے تاثرات سے پریشانی عیاں تھی۔ وہ زور زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی، مگر دروازہ کھولنے والا کوئی نہ تھا۔ اچانک دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا، وہ اندر کی جانب بھاگی، اندر بھی ہر جانب تاریکی کا سماں تھا، مکمل اندھیرا ہونے کے باوجود بھی وہ کبھی ایک جانب بھاگتی تو کبھی دوسری جانب، اُس کی سماعتوں سے ایک چھوٹے بچے کی رونے کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں۔ وہ بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا، اُس کے رونے میں اتنی شدت تھی کہ گویا وہ رو رو کر ہی اپنی جان دے دے گا۔ اُس بچے کی آواز سنتے وہ خود بھی رونے لگی۔ اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، اچانک ہر جانب روشنی پھیل گئی، تیز روشنی ایک دم پیدا ہوتے وہ اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پہ رکھتی پیچھے ہونے لگی، رونے کی آواز اب بند ہو چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں سے ہٹانے لگی، سامنے کا منظر مکمل روشن تھا، سامنے پڑے بستر پر ایک نومولود بچہ سفید رنگ کے کمبل میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ اُسے دیکھتی تیزی سے اس کی جانب لپکی، وہ محض اُس سے ایک قدم فاصلے پر تھی کہ اچانک وہ ننھا وجود غائب ہو گیا۔ وہ تڑپ کر اُس بستر پر گری، وہ زارو قطار رو رہی تھی، وہ پھر ادھر اُدھر بھاگنے لگی، وہ ایک کمرے کی جانب بھاگی، وہ بچہ وہاں موجود تھا مگر ایک بار پھر اُس کے قریب جانے پر وہ وجود ہوا میں معلق ہو گیا، وہ کبھی ایک کمرے میں جاتی تو کبھی دوسرے کمرے میں، مگر ہر بار اُس وجود کے قریب جاتے وہ غائب ہو جاتا۔ وہ تھک ہار

کر روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی کہ اچانک وہ بچہ عین اُس کے سامنے آگیا، وہ تڑپ کر اُس بچے کو اٹھاتے اپنی گود میں ڈالنے لگی۔ اس بار وہ اسے گود میں ڈالنے میں کامیاب ٹھری۔ وہ اسے سینے سے لگائے چوم رہی تھی کہ اچانک اسے نمی کا احساس ہوا، اس نے بچے کی جانب دیکھا، اس کے منہ، آنکھوں اور کانوں سے خون بہنے لگا تھا، وہ اپنی چادر سے اس کا بہتا خون صاف کرنے لگی، سفید چادر سرخ رنگ پکڑ رہی تھی۔ وہ چلانے لگی،

کوئی ہے! کوئی ہے! میری مدد کرو!" مگر وہاں اُس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔ کچھ دیر بعد اُس بچے کا خون اسے رکتا محسوس ہوا، وہ مطمئن ہوگئی مگر یہ کیا! خون کے ساتھ" اس ننھے وجود کی دھڑکنیں بھی تھم چکی تھیں، وہ بچہ دم توڑ چکا تھا۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی، اُس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں کہ اچانک اُس کی آنکھ کھل گئی، وہ اپنے بستر سے اٹھ بیٹھی، اُس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، جبکہ دھڑکن بھی بہت تیز ہو چکی تھی۔ آج بہت عرصے بعد اسے یہ خواب دوبارہ آیا تھا اور ہر بار کی طرح اُس کے زخموں کو پھر سے تازہ کر گیا تھا، ماضی میں ہوئے نقصان کا احساس ایک بار پھر اجاگر ہو چکا تھا۔

وہ کاغذ پر لکھی تحریر کو سات بار پڑھ چکی تھی، اُس کی آنکھوں سے مسلسل گرم سیال بہہ رہا تھا۔ فیضی اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا! اُسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک دم ایک خیال آیا کہ شاید فیضی کے گھر والوں کو اُن کی شادی کا علم ہو گیا ہو تو انہوں نے فیضی پر دباؤ ڈالتے، یہ کاغذات اسے بجھوا دیے ہوں۔ اس خیال کی آتے، وہ فوراً زمین سے اٹھنے لگی، اُس کے ہاتھ اور ٹانگیں کانپ رہی تھیں، وہ بمشکل قدم اٹھاتی کمرے تک آئی اور اپنا موبائل اٹھاتے تیزی سے فیضی کا نمبر ملانے لگی۔ دو بار موبائل اس کے کانپتے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا تھا۔ فیضی کا نمبر اب بھی بند آرہا تھا مگر وہ دیوانہ وار بار بار اس کو فون ملا رہی تھی۔ سات، آٹھ بار فون ملانے کے بعد اس کی ہمت جواب دینے لگی، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخے، چلائے کہ آخر اُس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا تھا۔ اس کے ذہن میں پھر خیال نمودار ہوا، وہ صارم کا نمبر ڈائل کرنے لگی، بیل جا رہی تھی، اُس نے سکھ کا سانس لیا مگر دو بیل جانے کے بعد فون دوسری جانب سے کاٹ دیا گیا۔ سبرینہ کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا، وہ دوبارہ کال ملانے لگی مگر اس بار بھی فون کاٹ دیا گیا۔ سبرینہ بغیر رُکے بار بار کال کرنے لگی کہ اچانک دوسری جانب سے فون اٹھا لیا گیا،

صارم، کال مت کاٹنا" اسے علم ہو چکا تھا کہ صارم کو سب معلوم ہے، دوسری جانب صارم جو کال کاٹنے ہی والا تھا سبرینہ کی آواز سنتے رک گیا۔"

صارم، فیضی کہاں ہے؟" سبرینہ نے متذبذب لہجے میں سوال کیا، جس کا جواب اسے خاموشی کی صورت میں ملا۔"

صارم مجھے بتاؤ، فیضی کہاں ہے؟" وہ اپنا سوال دہراتی بولی،"

"سبرینہ، وہ فیضی وہ۔۔۔"

"مجھے صرف سچ سننا ہے صارم، صرف سچ!" سبرینہ اس کی بات کاٹتے سختی سے بولی،

"سبرینہ اُسے معاف کر دینا، وہ بہت مجبور تھا" صارم کے الفاظ سبرینہ کا دل چیر گئے، یعنی طلاق کے کاغذات۔۔اُس سے آگے وہ سوچ نہ سکی۔

"وہ ہرگز ایسا نہیں چاہتا تھا مگر اُس کی امی۔۔۔" صارم خاموش ہو گیا۔

"اس وقت کہاں ہے فیضی؟" سبرینہ حیرت، دکھ، تکلیف کے مارے بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

"فیضی وہ۔۔۔۔"

"صارم، فیضی کہاں ہے؟ کیا تم ایک بار اس سے میری بات کروا سکتے ہو پلیز" سبرینہ دوبارہ پوچھنے لگی مگر اس بار اس کی آواز میں شکستہ پن تھا۔

"سبرینہ وہ۔۔" صارم کا لہجہ اسے مزید پریشان کر رہا تھا۔

"دیکھو صارم، مجھ سے کچھ مت چھپانا، پلیز۔۔۔" سبرینہ رونے لگی تھی۔

"سبرینہ آج فیضی کا نکاح ہے!" سبرینہ کو لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ نکاح! فیضی کا نکاح!

"کیا کہا تم نے؟" وہ چاہتی تھی کہ اُس کی سماعتوں سے ٹکرانے والے الفاظ غلط ہو جائیں۔

"سبرینہ وہ بہت مجبور تھا، وہ اپنی امی کو ناراض نہیں کر سکتا تھا، اُس پر بہت دباؤ تھا۔" سبرینہ کو لگا کوئی اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل رہا ہو۔

"اُن کے بہت زیادہ دباؤ ڈالنے پر اُسے یہ قدم اُٹھانا پڑا"

"سبرینہ ہو سکے تو اسے معاف کر دینا۔۔" صارم نے مزید کیا بات کی تھی، سبرینہ کو کچھ سنائی نہ دیا تھا۔ موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اُس کی آنکھوں سے بہتے آنسو بھی اب تھمنے لگے تھے یا شاید اُس نے ان آنسوؤں کو روک ڈالا تھا کیونکہ یہ آنسو اب عمر بھر اُس کے ساتھی رہنے والے تھے۔

رات کا وقت تھا، آسمان پر تارے نہ ہونے کے برابر تھے۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں فرش پر بیٹھی تھی، دونوں بازوؤں کو اپنے گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ سامنے لگی کھڑکی سے نظر آتے چاند کو دیکھ رہی تھی، چاند کی روشنی اس کے چہرے پر پڑتے اُس کے نقوش کو واضح کر رہی تھی۔ بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں، باریک لب، تیکھے نقوش، وہ

خوبصورتی کا ایک مجسمہ تھی اور اس کی معصومیت اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتی تھی۔ اُس کے لمبے اور گھنے، بھورے بال، اُس کی پشت پر بکھرے تھے۔ وہ اُن سب بہنوں میں سب سے خوبصورت اور معصوم تھی۔

اِصباح اِس وقت کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ حیات صاحب کی وفات کے بعد اُس نے ایف۔ایس۔سی کرتے، آگے پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ وہ گھر کے مالی حالات سے واقف تھی، اُسے آبرو کے وکیل بننے کے خواب کے بارے میں معلوم تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وکیل بننا صرف آبرو کی خواہش نہیں بلکہ اُس کا جنون تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اُس وقت وہ خود پیچھے نہ ہٹتی تو آبرو کا یہ خواب ادھورا رہ جاتا۔ اُس نے آبرو کی خاطر قربانی دی تھی اور آبرو بھی اس بات سے واقف تھی۔ آبرو نے اس کے فیصلے کی مخالفت کی تھی مگر اصباح کے واضح انکار پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ اِصباح کو اپنی اس قربانی پر کوئی پچھتاوا نہ تھا۔ آبرو نے بھی اِصباح کے لیے اتنی بڑی قربانی دی تھی کہ اِصباح کو اپنی دی گئی قربانی، آبرو کی دی گئی قربانی کے سامنے بہت معمولی محسوس ہوتی تھی، وہ ابھی انھیں سوچنے میں گم تھی کہ اسے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی وہ جانتی تھی کہ وہ آبرو ہے۔ آبرو بھی اب اس کے قریب آ کر بالکل اسی طرح بیٹھ گئی، جسطرح اِصباح بیٹھی تھی۔

اِصباح۔۔" آبرو نے اسے پکارا، اس نے آبرو کی جانب دیکھا مگر خاموش رہی۔"

کیا بات ہے اِصباح؟ بتاؤ مجھے" آبرو نے اسے پھر مخاطب کیا، وہ اس بار بھی خاموش رہی اور دوبارہ کھڑکی سے نظر آتے چاند کی جانب دیکھنے لگی۔"

امی کی وجہ سے پریشان ہو؟" اِصباح نے آبرو کی جانب دیکھا، اسکی آنکھیں بھرنے لگی تھیں، آبرو ہر بار اس کی بات بن کہے سمجھ جاتی تھی، اس نے اثبات میں سر ہلایا۔"

پریشان مت ہو، وہ ٹھیک ہیں، ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیے ہیں، میں اگلے ہفتے وہ تمام ٹیسٹ بھی کروالوں گی، تم بس دیھان رکھنا کہ امی اپنی دوائی وقت پر لیتی رہیں" آبرو اسے تسلی دیتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ اِصباح خاموشی سے اس کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ آبرو اور اسکی عمر میں صرف دو سال کا فرق تھا مگر اسے آبرو میں اپنی دوسری ماں نظر آتی تھی۔ صالحہ بیگم کے بعد اسے سب سے زیادہ عزیز آبرو تھی۔ وہ ہر بار اس کی تمام پریشانیاں سمیٹ لیتی تھی، اس کی طرف بڑھنے والے ہر دکھ و تکلیف کو اپنے وجود پر لیتی، اسے محفوظ رکھتی تھی۔

امی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی، کچھ ہوا تھا کیا؟" آبرو کے سوال نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا"

حفصہ آپی کی کال آئی تھی" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا، آبرو کے چہرے پر تاریک سایہ لہرایا۔"

،سب خیریت ہے نا؟" آبرو متفکر ہوئی، اس کے جواب میں اِصباح نے اس کی جانب دیکھتے اپنا سر نفی میں ہلایا"

مگر اب تو سب ٹھیک ہو گیا تھا۔"اِصباح جانتی تھی کہ آبرو کا اشارہ کس جانب تھا۔"

،آپی ٹھیک نہیں ہیں آبرو"اس کے آنسو اس کے رخسار پر گرنے لگے"

مجھے پوری بات بتاؤ اِصباح"آبرو اس کی جانب مڑی،اِصباح نے گہری سانس لی اور روتے ہوئے اُسے سب بتانے لگی،آبرو کے چہرے کے بدلتے تاثرات سے یہ اندازہ لگانا" مشکل نہ تھا کہ بات معمولی نہ تھی۔

،میں بات کروں گی آپی سے"اِصباح کے خاموش ہونے پر آبرو بولی"

"مگر۔۔۔"

تم فکر مت کرو،میں آپی اور امی دونوں سے بات کر لوں گی"وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی،اِصباح خاموش ہو گئی اور کھڑکی سے نظر آتے چاند کو دیکھنے لگی جس کی روشنی" اب مدھم ہو چکی تھی۔

صبح کے نو بجے کا وقت تھا،وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ویڈیو گیم کھیلنے میں مصروف تھا،سرمئی رنگ کی شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے وہ رف حلیے میں موجود تھا۔ویڈیو گیم کھیلنے کے ساتھ پاس پڑے باؤل میں موجود چپس کے ساتھ بھرپور انصاف کر رہا تھا۔کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اسنے دروازے کی جانب دیکھا،جہاں ،تاشفین کھڑا تھا،اسے دیکھتے زاویار کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے

urdunovelsblog

،ارے آیئے جناب آیئے"وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا،اس کے انداز پر تاشفین مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا"

کیا دیکھ رہے ہو؟"وہ زاویار کو دیکھتے ہوئے بولا جو بیڈ سے اٹھتا نجانے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کیا دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

یہی کہ سورج آج کہیں مغرب سے تو نہیں نکل آیا جو عزت مآب جناب تاشفین صاحب،آج مجھ ناچیز کے کمرے میں تشریف لائے ہیں۔"وہ بہت بڑا ڈرامے باز" ،تھا۔اس کی بات پر تاشفین ہنسنے لگا

"کیا کام تھا جناب؟"

،کیوں میں تمہارے کمرے میں ایسے نہیں آ سکتا کیا؟"اس کی بات پر تاشفین اس کی جانب دیکھتا بولا"

آج تک ایسا ہوا نہیں نہ "وہ اپنی چھوڑی ہوئی جگہ پر بیٹھ چکا تھا۔"

اچھا چھوڑو ان سب باتوں کو، میری بات سنو "وہ اُس کے ساتھ بیٹھ گیا۔"

، دیکھا صحیح کہا تھا نہ میں نے، کام کے بغیر آپ جناب کی میرے کمرے میں حاضری تھوڑی مشکوک لگتی ہے "اس نے باؤل سے چپس کا ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا"

"یار زاوی۔۔۔مجھے ہاسپٹل جانا ہے، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، میں۔۔"

، مگر آج تو چھٹی ہے "وہ اس کی بات کاٹتا ہوا بولا"

"ہاں مگر۔۔"

گھر پر دل نہیں لگتا، خیر تو ہے، کہیں۔۔۔"وہ اپنے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا پوچھ رہا تھا، اس کی بات کا مفہوم سمجھتے تاشفین نے اُس کے سر پر چپت رسید کی۔"

فضول گوئی ذرا کم کیا کرو "وہ چہرے پر غصے کے مصنوعی تاثرات سجاتا بول رہا تھا۔"

ہاں بھئی اب تو ہم اور ہماری باتیں فضول ہی لگیں گے، اب تو۔۔"وہ ابھی بھی وہیں اٹکا تھا۔"

، زاوی۔۔"تاشفین اسے وارن کرتے ہوئے بولا"

اچھا جناب بتائیے، مجھ ناچیز سے کیا کام تھا آپ کو "وہ اب ٹانگیں اوپر کیے باؤل گود میں رکھے بیٹھا تھا۔"

کل فرسٹ اپریل ہے، تو پھر کیا پلان ہے؟ "تاشفین اس کی جانب دیکھ رہا تھا، جو اپنے موبائل میں مصروف تھا۔"

کیسا پلان؟ کل کوئی خاص دن ہے کیا؟ "وہ جانتے ہوئے انجان بنا۔"

لگتا ہے تمہاری یاداشت کافی کمزور ہو گئی ہے "تاشفین اس کی رگ رگ سے واقف تھا، وہ جواباً اپنے موبائل میں مصروف رہا۔"

رکو میرے پاس علاج ہے تمہاری یاداشت کا "تاشفین نے یہ کہتے ہی موبائل اس کے ہاتھ سے کھینچتے اپنے پاس رکھ لیا۔"

ارے، ارے۔۔"وہ دیکھتا رہ گیا۔"

"اب بتاؤ کچھ یاد آیا؟"

ہاں آ گیا یاد۔۔۔آج سے 22 سال پہلے ہمارے گھر میں ایک چڑیل کو اتارا گیا تھا اور ہم ہر سال اِس دن اُس چڑیل کی آمد پر جشن کا اہتمام کرتے ہیں" وہ منہ بناتا ہوا بول رہا تھا،اس کی بات اور انداز پر تاشفین ہنسنے لگا۔

"ہمم گڈ، تو اب بتاؤ کیا پلان ہے؟"

"کیک کا آرڈر دے دیا تھا میں نے اور باقی کا پلان بھی ریڈی ہے" وہ آگے بڑھتا تاشفین کے پاس پڑا اپنا موبائل اٹھانے لگا،

"ارے واہ! بہن سے اتنی محبت" تاشفین متاثر ہوا،

"اِسے محبت نہیں جناب، مجبوری کہتے ہیں" ڈرامائی وقفہ دیتے وہ دوبارہ بولا،

"اگر میں یہ تیاری نہ کرتا تو کیا بھروسہ، تم سب مل کر مجھے اس گھر سے ہی نکال دیتے اور مجھ معصوم کے پاس تو رہنے کو کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے" وہ چہرے پر بیچارگی سموئے تاشفین کو دوبارہ ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے" وہ اس کو چڑانے لگا۔

"ذمہ داریاں نہیں مجبوریاں کہو" وہ دوہائی دیتا بولا،

"اچھا اب میں چلتا ہوں" تاشفین نے اٹھتے ہوئے دروازے کی جانب قدم بڑھائے،

"اُنہیں میرا اسلام کہنا" وہ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اُسے زاویار کی آواز سنائی دی،اُس نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا،جو اپنی بتیسی نکالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کس کو" تاشفین جانتا تھا مگر پھر بھی اس سے پوچھنے لگا،

"ابتہاج بھائی کو اور کس کو!" اس کے جواب پر تاشفین مسکراتا ہوا دروازہ عبور کر گیا۔

دوپہر سے رات، رات سے صبح ہو چکی تھی مگر وہ ابھی بھی وہیں اُسی حالت میں بیٹھی تھی۔ بکھرے بال، مسلسل رونے سے سوجی ہوئی آنکھیں، اُسے کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ وہ اُجڑی ہوئی حالت میں بیڈ پر بیٹھی تھی، اُس کی ایک جانب طلاق کے کاغذات پڑے تھے جبکہ دوسری جانب اُس کا موبائل پڑا تھا۔ صارم نے اُسے بہت بار کال کی تھی مگر سبرینہ نے اُس کا فون نہیں اٹھایا تھا۔ فیضی اُس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا! اُسے اِس سوال کا جواب مل چکا تھا۔ وہ بزدل تھا، وہ جھوٹا تھا، اُس کے سارے وعدے، ساری

قسمیں سب کچھ فریب کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھی کہ اُس کے سماعت سے بیل کی آواز ٹکرائی، وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ دوبارہ بیل ہوئی، اُس میں ہمت ہی نہ تھی کہ وہ اُٹھ پاتی۔ تیسری بار بیل ہوئی، اُس نے فرش پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور اپنا وجود گھسیٹتے دروازے کے قریب جانے لگی۔ چوتھی بار بیل ہوئی، وہ جو کوئی بھی تھا، آج جانے کا ارادہ نہ رکھتا تھا۔ سبرینہ نے دروازہ کھولا، سامنے اُن کے فلیٹ کا مالک کھڑا تھا۔

"بی بی تھوڑا جلدی کھول دیا کرو، ہمارے پاس اور بھی کام ہوتے ہیں" وہ اُکھڑے ہوئے لہجے میں بولا، جس پر سبرینہ خاموش رہی۔

"کرایہ ادا نہیں کرنا کیا؟ پچھلے ماہ بھی تمہارے شوہر نے دو ہفتے لیٹ کرایہ ادا کیا تھا" وہ سبرینہ کو خاموش دیکھتا کہہ رہا تھا، سبرینہ کو اُس کے جملے کے صرف دو الفاظ سنائی دیے، "تمہارا شوہر" اُس کا دل ایک بار پھر ٹکڑوں میں تقسیم ہوا۔

"اِس بار مجھے کرایہ بالکل وقت پر چاہیے تھا مگر تمہارا شوہر۔۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"وہ تو ہفتے سے نجانے کہاں غائب ہے، اِس لیے مجھے خود گھر تک آنا پڑا" وہ ضاحت دینے لگا۔

"دو دن دے رہا ہوں میں، کرایہ ادا کر دو ورنہ فلیٹ خالی کرو" وہ تیزی سے کہتا سبرینہ کے سر پر ایک اور بم پھوڑ چکا تھا۔

"مگر۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں بی بی، میرے کچھ اُصول ہیں، میں کرایہ دیر سے ادا کرنے والوں کو زیادہ دیر ٹکنے نہیں دیتا، اس لیے کرایہ تیار رکھنا، میں دو دن بعد آؤں گا کرایہ لینے" وہ، سبرینہ کی بات کاٹتا بولا

"اور اگر کرائے کی رقم تیار نہ ہوئی تو خود ہی سامان سمیٹ لینا کیونکہ میرے پاس اور بھی بہت طریقے ہیں" وہ تنفر سے کہتا چلا گیا جبکہ پیچھے کھڑی سبرینہ کو صحیح معنوں میں حالات کا اندازہ ہونے لگا تھا۔

وہ کمرے میں بیٹھی اپنا اسائنمنٹ بنانے میں مصروف تھی، آہٹ محسوس کرتے اُس نے دروازے کی جانب دیکھا، جہاں آبرو کھڑی تھی۔ ایک نظر اُسے دیکھتے وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ آبرو قدم بڑھاتی اس کی جانب آئی اور اس کے قریب آ بیٹھی۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے اُس کاروائی دیکھتی رہی، جو کاغذ پر بار بار کچھ لکھ کر اُسے مٹا رہی تھی۔

یونیورسٹی کیسی جارہی ہے؟" رُتبہ ٹھٹکی، سوال غیر متوقع تھا۔ وہ آبرو کے سوال پر نہیں اُس کے لہجے پر ٹھٹکی تھی۔"

" صحیح جارہی ہیں۔"

صحیح یا اچھی؟" پھر سوال کیا گیا، رُتبہ نے اس کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں۔"

اچھی" رُتبہ نے ایک لفظی جواب دیا۔"

اچھی بات ہے" تمہید بندھ چکی تھی اب آبرو اصل بات کی جانب بڑھنے لگی تھی۔"

شہریار کون ہے؟" رُتبہ کو لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔"

،کون؟" وہ پوچھنے لگی"

شہریار کون ہے؟" آبرو نے اپنا سوال دہرایا، نظر مسلسل رُتبہ کے چہرے کے بدلتے تاثرات بھانپ رہی تھی۔"

میرا کلاس فیلو ہے" آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی، چہرے پر وہ نام سنتے ہی تاریک سایہ لہرایا تھا۔"

اور امل؟" ایک اور سوال۔"

میری دوست ہے" جواب فوراً آیا۔"

" یہ وہی دوست ہے نہ جس نے۔۔۔"

،آبرو وہ ایک مِس انڈرسٹینڈنگ تھی" رُتبہ آبرو کی بات کاٹتی بولی"

غلطی چھپانے کا اچھا طریقہ ہے، مِس انڈرسٹینڈنگ کا نام دے دو" وہ رُتبہ کی جانب دیکھ رہی تھی، جو اپنے ایک ہاتھ کے ناخنوں پر لگی نیل پالش کو دوسرے ہاتھ کے" ناخنوں سے اتارنے میں مصروف تھی۔

،آبرو میں کہہ رہی ہوں نہ کہ وہ ایک مس انڈرسٹینڈنگ تھی اور کچھ نہیں" وہ رُکی اور آبرو کی طرف دیکھا"

اور ویسے بھی وہ بہت پہلے ہی مجھ سے اُس بات پر ایکسیکوز کر چکی ہے" وہ وضاحت دینے لگی۔"

سب کے سامنے مانگی تھی معافی یا اکیلے میں؟"آبرو کو اُس کا جواب پہلے ہی معلوم تھا،رُتبہ خاموش رہی۔"

"یقیناًاکیلے میں مانگی ہوگی،رُتبہ اگر وہ اتنی ہی اچھی ہے تو اُس نے تم سے سب کے سامنے معافی کیوں نہیں مانگی،جب وہ سب کے سامنے۔۔۔"

،آبرو اُس بات کو بہت وقت گزر چکا ہے،میں سب بھول۔۔۔۔"وہ آبرو کی بات کاٹتے ہوئے بولی،مگر آبرو نے اُس کی بات درمیان میں کاٹ ڈالی"

،کیا!"آبرو کو حیرت ہوئی تھی"

تم اپنی عزت پر اُٹھنے والے حرف اتنی جلدی کیسے بول سکتی ہو!محض اُس کے معافی کے دو بول کہہ دینے سے تم سب بھول گئی"آبرو کے لہجے میں افسوس تھا۔"

رُتبہ وہ ایک اچھی لڑکی نہیں ہے۔۔"وہ رُتبہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتی بولی،اُس کی اِس حرکت پر رُتبہ نے نظریں اٹھائیں،وہ آبرو کی آنکھوں میں اپنے لیے "

جھلکتی فکر باسانی دیکھ سکتی تھی۔

میری بات یاد رکھنا رُتبہ" رُتبہ کو اپنے ہاتھ پر دباؤ ایک دم بڑھتا ہوا محسوس ہوا۔"

دوست،راستہ اور سوچ اگر غلط ہوں تو وہ آپ کو گمراہ کر دیتے ہیں"آبرو کی بات پر رُتبہ نے اپنا دوسرا ہاتھ آبرو کے ہاتھ پر رکھا،اُس نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی"

،تھے کہ آبرو دوبارہ بولی

"اور گمراہی کا مطلب تو تم بخوبی جانتی ہو،لہذا دوست بنانے میں احتیاط سے کام لو"

،آبرو تم فکر مت کرو،میں محتاط رہوں گی"وہ مسکراتے ہوئے بولی،اسی لمحے میں کمرے میں حَرم داخل ہوئی"

آپی،امی آپ کو بلا رہی ہیں"وہ دروازے کے قریب کھڑی تھی۔"

ٹھیک ہے تم چلو،میں آ رہی ہوں"وہ رُتبہ کے پاس سے اٹھ کھڑی ہوئی مگر جانے سے پہلے اُس نے دوبارہ رُتبہ کو مخاطب کیا۔"

میری باتوں پر ایک بار غور ضرور کرنا"وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی کہنے لگی،جس پر رُتبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔آبرو قدم اٹھاتی کمرے کی دہلیز پار کر گئی جبکہ پیچھے بیٹھی"

رُتبہ کا دماغ اُس کی باتوں میں اُلجھ چکا تھا۔

urdunovelsblog

"بچناائے حسینو! لو میں آگیا" وہ اپنے بالوں کو سیٹ کرتا گنگنا رہا تھا، بال سیٹ کرتے اُس نے ایک نگاہ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر ڈالی، سیاہ رنگ کی پینٹ، شرٹ اُس کے گورے رنگ پر بہت جچ رہی تھی۔

"پرفیکٹ۔۔" اُس کی سرمئی آنکھیں مسکرائیں، وہ ٹیبل پر پڑی اپنی بائیک کی چابی اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔"

"زاوی، زاوی بیٹا" اُس نے ابھی پہلی سیڑھی پر ہی قدم رکھا تھا کہ اُس کی سماعتوں سے اموجان کی آواز ٹکرائی، وہ ان کی جانب پلٹا جو نورِ فجر کے کمرے سے نکل کر اُس کی جانب آ رہی تھیں۔

"کہاں جا رہے ہو بیٹا؟" وہ اسے نک سک تیار دیکھ کر بولیں،

"آپ بھول گئیں اموجان" وہ اُن کے قریب آیا،

"سب دوستوں کے ساتھ لنچ کا پلان ہے۔۔۔۔"

"اوہ ہاں آگیا یاد" اُس کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ اموجان بولیں،

"یہ تو اور اچھی بات ہے" وہ مسکراتے ہوئے اُس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ اُن کی بات نہ سمجھ سکا۔"

"بیٹا، نور کو اپنی دوست کے گھر جانا ہے، تو تم اُسے چھوڑ دو گے؟" وہ اپنی بات مزید واضح کرتی ہوئی بولیں۔"

"اموجان۔۔ آج نہیں" وہ اُن سے کچھ قدم دور ہوا،

"بیٹا تم خود بھی تو جا رہے ہو، جاتے ہوئے اُسے چھوڑ دینا، واپسی پر تاشفین اُسے لے لے گا" وہ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی بولیں،

"مگر اموجان، میری ایک ہی چھٹی ہوتی ہے اور اِس نور کی بچی کو بھی آج ہی جانا تھا" وہ جلے ہوئے انداز میں بول رہا تھا۔"

"میں نے تاشفین کو کال کی تھی مگر وہ فون نہیں اٹھا رہا، اِس لیے اب تمہارے پاس آئی ہوں" وہ اس کے مزید قریب آئیں۔"

"میرا پیارا بچہ، بہن کو چھوڑ آئے گا نہ" وہ اُس کے گال پر ہاتھ رکھتے پیار سے پوچھ رہی تھیں۔"

urdunovelsblog

اموجان۔۔"وہ اُن کی جانب دیکھ رہا تھا، پھر ایک نظر اپنی گھڑی پر ڈالی۔"

ٹھیک ہے چھوڑ آتا ہوں"وہ ہار مانتا ہوا بولا، اُس کی بات پر اموجان مسکرائیں۔"

،شاباش میرا بچہ! بس 15 منٹ میں تیار ہو جائے گی نور، پھر تم اُسے ساتھ لے جانا"وہ اس کا گال تھپتھپاتی بولیں"

،منٹ۔۔! اموجان میں بہت لیٹ ہو جاؤں گا"وہ افسوس بھرے انداز میں بولا 15"

اچھا رُکو، میں اُسے کہتی ہوں تھوڑا جلدی کر لے، تم نیچے جاؤ میں اُسے بھیجتی ہوں"وہ نور کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں جبکہ پیچھے کھڑا زاویار دانت پیس کر رہ گیا۔"

اِس چڑیل کو بھی آج ہی جانا تھا"وہ بڑبڑاتا ہوا نیچے چلا گیا۔"

دس منٹ بعد اُسے نورِ فجر نیچے آتی دکھائی دی، وہ سفید رنگ کی فراک کے ساتھ چوڑی دار پجامہ پہنے، چہرے کے گرد سفید رنگ کا سکارف لپیٹے، اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

،ہو گئی تیار میڈم"وہ طنزیہ لہجے میں بولا"

""تم نے سکون سے تیار ہی کہاں ہونے دیا ہے، اتنی جلدی مچا رکھی تھی، جیسے۔۔۔

،جلدی! پورے 20 منٹ لیٹ ہو تم" وہ مبالغہ آرائی سے کام لیتا بولا"

توبہ استغفار، اتنا جھوٹ"اُس کی بات پر زاویار نے آنکھیں گھمائیں۔"

،اب چلو، پہلے ہی مجھے بہت لیٹ کروا دیا ہے تم نے"وہ اپنا موبائل پینٹ کی پاکٹ میں ڈالتا ہوا بولا"

،ایک منٹ رکو" نور کی آواز پر اس نے اس کی جانب دیکھا"

تیار تو تم نے سکون سے ہونے نہیں دیا، اب بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں؟"اُسنے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا، اُس کے سوال پر زاویار کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے مگر ایک"

،دم ذہن میں ایک خیال نمودار ہوا اور اُس نے اپنے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجاتے بولنے کے لیے لب کھولے

ویری بیوٹیفل ویری ایلیگنٹ""

"(very beautiful very elegant)"

،ڈرامائی ساوقفہ دیتے اس نے نور کی جانب دیکھا جو مسکرا رہی تھی

جَسٹ لو کنگ لائک آ کاؤ""

"(just looking like a cow)"

،وہ یہ کہتا بھاگتا ہوا باہر چلا گیا جبکہ پیچھے کھڑی نور کو دو سیکنڈ لگے تھے اس کے بات سمجھنے میں

زاوی کے بچے "وہ غصے سے بولتی، پیر پٹختی اس کے پیچھے چل پڑی۔"

،وہ کمرے میں داخل ہوئی، سامنے بستر پر صالحہ بیگم آنکھیں موندے نیم دراز تھیں۔ آہٹ کی آواز پر انہوں نے آنکھیں کھولیں

،اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" آبرو اُن کے قریب آتی پوچھنے لگی"

اللہ کا شکر ہے، بہت بہتر ہوں "اُن کی آواز سے نقاہت واضح تھی۔"

آواز سے تو ایسا نہیں لگ رہا" آبرو بیڈ پر اُن سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔"

urdunovelsblog

دوائیوں کا اثر ہے" وہ آبرو کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں، کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے، اُن دونوں میں کسی قسم کے الفاظ کا تبادلہ نہ ہوا۔"

امی آپ حفصہ آپی سے بات کریں کہ وہ کچھ دنوں کے لیے ہمارے پاس آجائیں۔" آبرو کی بات پر صالحہ بیگم نے حیرانی سے اُس کی جانب دیکھا، اُس کے بات انتہائی غیر" متوقع تھی۔

اِصباح نے مجھے سب بتادیا ہے امی "وہ صالحہ بیگم کی سوالیہ نظریں محسوس کرتی وضاحت دینے لگی۔"

تمہیں پتہ ہے آبرو، ایسا ممکن نہیں ہے" صالحہ بیگم کی آواز میں شکستہ پن بڑھنے لگا تھا۔"

امی کیوں ممکن نہیں ہے؟ آپ آپی کو کال کریں اور اُنہیں کہیں کہ وہ اِس بار عید ہمارے ساتھ کریں گی" آبرو کہ لہجے میں ضد تھی۔"

"تمہیں پتہ ہے آبرو، اُس کی ساس۔۔۔"

نہیں امی، اِس بار میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں سنوں گی، میں خود بات کرلوں گی آپی سے، شادی کے اتنے سالوں میں وہ ایک بار بھی عید ہمارے ساتھ نہیں کرپائیں، اگر" اِس بار وہ ہمارے پاس آجائیں گی تو اِس میں کچھ قباحت نہیں ہے۔" وہ صالحہ بیگم کے چہرے کی جانب دیکھتی بول رہی تھی، جن کے چہرے پر پریشانی کی جھلک واضح موجود تھی۔

"آبرو اس طرح اس کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو جائے گا"

میں اُن کی مشکلات کم ہی تو کرنا چاہتی ہوں امی، یہاں آئیں گیں، کچھ دن ذہنی سکون میسر آئے گا، ورنہ وہاں تو ہر وقت بس ایک ہی راگ لاپا جاتا ہے۔" صالحہ بیگم کو معلوم" تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہی ہے۔

"آبرو تم سمجھدار ہو، تمہیں حالات کا بخوبی اندازہ ہے، اگر آج وہ اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آگئی تو۔۔۔"

،تو کیا ہو گا امی، زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا" وہ لمحے بھر کو رکی"

"مجھ میں اتنی سکت موجود ہے کہ میں اپنی بہن کو دو وقت کی روٹی کھلا سکوں، جس ذہنی اذیت سے ہر روز اُسے وہاں گزارا جاتا ہے اس سے تو بہتر ہے۔۔۔"

آبرو تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، اگر کچھ ایسا ویسا ہو جاتا ہے، تو کل کو مجھے تم باقی بہنوں کی شادی بھی کرنی ہے، ایک بہن کے گھر بیٹھے ہوئے باقی بہنوں کے رشتے" کیسے آئیں گے، لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے کہ ایک بہن تو گھر بسا نہیں سکی تو باقی کیا کریں گی۔" صالحہ بیگم شکستہ لہجے میں بول رہی تھی، اُن کی باتیں تلخ حقیقت تھیں، ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ بیٹیوں کے گھروں کی جانب انہی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، طلاق کے بعد قصور چاہے جس کا بھی، قصوروار ہمیشہ لڑکی کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔

امی آپ کو لوگوں کی پرواہ ہے یا آپی کی؟" آبرو کا سوال فوری تھا"

"ظاہر ہے آبرو، مجھے حفصہ کی ہی فکر ہے"

پھر آپ پریشان مت ہوں، مجھ پر بھروسہ رکھیں، میں آپی سے بات کرلوں گی" آبرو صالحہ بیگم کو تسلی دیتے ہوئے بولی، کچھ لمحے وہ خاموش رہیں پھر اُسکی بات پر اثبات" میں سر ہلاتے کھڑکی کی جانب دیکھنے لگیں۔

urdunovelsblog

پردہ آنکھوں سے ہٹانے میں بہت دیر لگی

ہمیں دنیا نظر آنے میں بہت دیر لگی

نظر آتا ہے جو، ویسا نہیں ہوتا کوئی شخص

خود کو یہ بات بتانے میں بہت دیر لگی

دروازہ بند کرتے وہ شکستہ قدموں سے پلٹی، اُس کے قدم من من بھر کے ہو چکے تھے۔ کمرے میں پہنچتے اُس نے الماری کھولی، اُس میں سے تمام رقم نکالتے، اُس نے موبائل پر اپنا بینک اکاؤنٹ بیلنس چیک کیا، رقم بہت کم تھی بہت! مگر اتنی ضرور تھی کہ سبرینہ ایک ماہ کا کرایہ ادا کر سکے۔

اسے کبھی ان چیزوں کی فکر نہ ہوئی تھی، ایسے تمام معاملات ہمیشہ فیضی ہی دیکھتا تھا، فیضی کا خیال آتے ہی اُس کی آنکھوں میں پھر سے آنسو بھرنے لگے، یہ خیال آتے ہی اُسے اِس گھر میں گزارے سارے لمحے یاد آنے لگے، وہ فرش پر بیٹھ گئ، وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا فیضی، کیوں! "وہ روتے ہوئے مسلسل ایک ہی جملہ دہرا رہی تھی، اُس کے کانوں میں صارم کی باتیں گونجنے لگیں۔ فیضی صرف بزدل ہی" نہیں تھا، وہ بے وفا بھی تھا۔ اپنے کیے گئے تمام وعدے بے دردی سے توڑتا، وہ سبرینہ کو چھوڑ چکا تھا۔ سبرینہ کی نظر اپنی کلائیوں میں پہنی چوڑیوں پر گئی۔ وہ بے دردی سے اُنہیں کھینچتے ہوئے اتارنے لگی، وہ چوڑیاں اس کی کلائیوں کو زخمی کرتی گئیں۔ وہ چوڑیاں نوچ نوچ کر پھینک رہی تھی، اُس کی کلائیوں کے تازہ زخموں سے خون رِسنے لگا تھا مگر اُسے پرواہ ہی کہاں تھی۔ یہ زخم تو اُس زخم کے مقابلے کچھ بھی نہ تھے، جو فیضی نے اُسے دیے تھے۔ یہ زخم تو جسم پر لگے تھے، ایک نہ ایک دن بھر جانے تھے جبکہ فیضی کا دیا گیا زخم اُس کی روح کو گھائل کر گیا تھا اور روح پر لگے زخم بھرتے نہیں بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ناسور بن جاتے ہیں۔

،وہ بلک بلک کر رو رہی تھی، اُسے محبت کے بدلے بے وفائی ملی تھی۔ اُسے صارم کا کہا گیا ایک جملہ یاد آیا

وہ اپنی امی کو ناراض نہیں کر سکتا تھا" وہ ایک پل کو تھم گئی، سبرینہ نے اپنے ماں باپ کو دھوکہ دیا تھا صرف فیضی کی خاطر اور فیضی نے۔۔۔ اُس کی سوچوں کا محور اب فیضی" سے ہٹتے اپنے ماں باپ کی جانب جا چکا تھا۔ سبرینہ نے اُن کے ساتھ کیا کیا تھا! محض اپنی خوشیوں کے بارے میں سوچتے وہ انہیں فراموش کر چکی تھی۔ چھ ماہ کے عرصے میں ایک بار بھی پلٹ کر اُن کی جانب نہیں دیکھا، ایک بار بھی اُن کا حال نہیں پوچھا! جس کی خاطر وہ اپنے عزیز ترین رشتوں کو دھوکہ دے کر آئی تھی، آج اس نے بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا تھا، اُس نے بھی اُسے دھوکہ دیا تھا۔

urdunovelsblog

کیاوہ اسی قابل تھی؟"اُس نے پہلے بھی ایک بار خود سے یہ سوال کیا تھا مگر اس بار اُس کا جواب بہت مختلف تھا۔"ہاں وہ اسی قابل تھی" کہ اُس کے ساتھ یہ سلوک" ہوتا۔اسے علم تھا کہ گھر سے بھاگنے والی لڑکیاں اپنی عزت کو داؤ پر لگا دیتی ہیں مگر پھر بھی اس نے عزت کے بدلے محبت کو چنا تھا اور آج رسوائی اس کا مقدر بن چکی تھی۔وہ واپسی کے تمام دروازے خود پر بند کر آئی تھی مگر اب اُس کے پاس واپسی کے علاوہ اور کوئی حل نہ تھا۔

وہ دونوں اس وقت بیکری کے سامنے کھڑی تھیں۔

یہ لیں بھائی"آبرو نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا۔"

وہ اس وقت گہرے نیلے رنگ کی لانگ فراک میں موجود تھی جبکہ اُس کے ساتھ کھڑی رُتبہ نے گلابی رنگ کا کرتا شلوار پہن رکھا تھا۔

،چلو"آبرو نے اسے اشارہ کیا،وہ دونوں اندر کی جانب قدم بڑھانے لگی تھیں کہ آبرو کا فون بجنے لگا،آبرو کے ساتھ رُتبہ بھی رک گئی۔آبرو اپنے پرس سے فون نکالنے لگی"

رُتبہ تم چلو،میں دو منٹ میں آتی ہوں"آبرو نے اسکرین پر جگمگاتا نام دیکھ کر رُتبہ کو مخاطب کیا جس پر رُتبہ اثبات میں سر ہلاتی جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ اُسے آبرو کی " ،آواز سنائی دی

یہ بھی لے جاؤ"آبرو نے اپنا پرس اُس کی جانب بڑھایا،جسے تھامتے رُتبہ اندر داخل ہوئی جبکہ آبرو باہر ایک کونے میں کھڑی فون سننے لگی۔ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ " ،بیکری کے سامنے ایک سفید رنگ کی گاڑی آرکی

تم جاؤ میں یہیں ویٹ کروں گا"تاشفین ڈیش بورڈ پر رکھا اپنا موبائل اٹھانے لگا۔"

جو حکم جناب"ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا زاویار اُسے جواب دیتا گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکل گیا۔بیکری کا دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا کہ سامنے سے آتی رُتبہ اُس سے" ،ٹکرائی،رُتبہ کے ہاتھ میں موجود کیک گرتے گرتے بچا

آؤچ" وہ ایک ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھے،دوسرے ہاتھ سے کیک سنبھالنے لگی،جبکہ اُس کے سامنے کھڑا زاویار اسی کو دیکھ رہا تھا۔"

دیکھ کر نہیں چل سکتے کیا؟یہ اتنی بڑی بڑی آنکھیں تمہیں اللہ نے کس لیے دی ہیں"وہ ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے لڑاکا عورتوں کے انداز میں بولی،اُس کی اِس بات پر زاویار" ،مسکرایا

واؤ! کافی گہری نظر ہے آپ کی محترمہ، دو سیکنڈ میں اتنا بغور معائنہ کرتے، آپ نے یہ دیکھ بھی لیا کہ میری آنکھیں کتنی بڑی ہیں، اِمپریسو!" وہ تائیدی انداز میں سر ہلانے لگا، اُس کی بات پر رُتبہ کے غصے میں مزید اضافہ ہوا۔

ایکسکیوز می، ہوش میں ہو تم" وہ اپنی بھنویں سکوڑے اُسے دیکھ رہی تھی۔"

جی الحمدللہ، میں اپنے پورے ہوش و حواس میں ہوں" وہ اپنے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے کھڑا تھا۔"

"ایک تو دیکھ کر چلنا نہیں آتا، اوپر سے۔۔"

اور اگر یہی بات میں آپ سے کہوں محترمہ کہ آپ اپنی اِن خوبصورت آنکھوں کا استعمال نہیں کرتی تو۔۔" وہ چڑانے کے انداز میں کہتا اسے مزید تپا گیا۔"

"غلطی سراسر تمہاری تھی، تم مجھ سے ٹکرائے تھے"

"جی نہیں محترمہ آپ سامنے دیکھیں بغیر چل رہی تھیں"

"!تمہارا مطلب ہے کہ غلطی میری تھی"

جی بالکل صحیح سمجھی ہیں آپ" اُس کی بات پر رُتبہ نے ایک نظر اپنے ارد گرد ڈالی، اب لوگ ان کی جانب متوجہ ہونے لگے تھے۔"

،میرا راستہ چھوڑو" وہ اُسے سامنے کھڑا دیکھ کر غصے سے بولی"

محترمہ آپ نہ آج اپنی اِن آنکھوں کا علاج کروائیں کیونکہ میں آپ کے راستے میں نہیں بلکہ آپ میرا راستہ روکے کھڑی ہیں" اُس کی بات پر رُتبہ کو احساس ہوا کہ وہ واقعی اس کے راستے میں کھڑی تھی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹتی ایک جانب ہو گئی۔

،،بہت شکریہ" وہ اُس سائیڈ پر ہٹتا دیکھ کر بولا"

خوبصورت لڑکی دیکھی نہیں کہ شروع ہو جاتے ہیں" رُتبہ بڑبڑائی مگر اُس کی بڑبڑاہٹ زاویار کے تیز کانوں تک رسائی حاصل کر چکی تھی۔"

urdunovelsblog

آج گھر جا کر ایک بار آئینہ ضرور دیکھ لیجئے گا، یہ خوش فہمی بھی بہت جلد دور ہو جائے گی" وہ دروازے کے قریب ہی پہنچی تھی کہ اُس کی آواز پر، اُس نے غصے سے پلٹ کر" اُس کی جانب دیکھا جو چہرے پر مسکراہٹ سجائے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ رُتبہ کا دل چاہا کہ وہ جا کر ایک مکا مارتے اُس کے سارے دانت توڑ دے مگر اپنے آپ پر ضبط کرتے وہ باہر آ گئی جہاں اُسے سامنے سے آبرو آتی دکھائی دی۔

،تمہیں کیا ہوا ہے؟" رُتبہ کا غصے سے لال پڑتا چہرہ دیکھ کر آبرو نے پوچھا"

،کچھ نہیں بس ایک لوفر انسان مل گیا تھا" وہ کیک کا ڈبہ آبرو کو پکڑاتی بولی"

ایسی سنا کر آئی ہوں میں، کہ آئندہ کسی لڑکی سے بات کرنے سے پہلے سوچے گا ضرور" رُتبہ صفائی سے جھوٹ بولتی اُس کے ساتھ چلنے لگی، جبکہ اُس کی بات پر آبرو نے" مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔ کچھ دور کھڑی سفید گاڑی میں بیٹھے تاشفین کی نظر اچانک اُن دونوں کی جانب اٹھی، اُس نے آنکھیں بند کرتے دوبارہ کھولیں کہ شاید یہ اُس کا گمان ہو مگر وہ حقیقت تھی۔ ایک ہاتھ میں کیک تھامے، دوسرے ہاتھ سے اپنا دوپٹہ درست کرتی وہ مسکرا رہی تھی جس سے اُس کی گال میں ایک گھڑا نمایاں ہوا، تاشفین بغیر پلکیں جھپکائے اُسے دیکھ رہا تھا، وہ اُسے یک ٹک دیکھتا رہا جب تک وہ اُس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ اُس کے جانے کے بعد تاشفین کو اپنی بے اختیاری پر حیرت ہوئی مگر حیرت کی بات تو یہ بھی تھی کہ پچھلے تین دنوں سے مسلسل کہیں نہ کہیں اُس کا اُس لڑکی سے سامنا ہو جاتا تھا۔

توبہ ہے" اُس کی سوچوں کا تسلسل زاویار کی آواز نے توڑا، جو گاڑی کا دروازہ کھولتے اندر بیٹھ چکا تھا۔"

urdunovelsblog

،کیا ہوا؟" تاشفین نے اُس کی جانب دیکھتے پوچھا"

ایک بدتمیز حسینہ سے ملاقات" وہ آنکھوں میں شرارت سموئے گویا ہوا اور تاشفین کی جانب دیکھا جو سوالیہ نظروں سے اُس کو دیکھ رہا تھا۔ جس پر زاویار نے مختصراً سارا" واقعہ اُس کے گوش کہہ گزارا۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی باہر نکلی تھی" اُس کی اِس بات پر تاشیفن کے ذہن میں جھما کہ ہوا، زاویار آبرو کی بات کر رہا تھا۔"

"تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ زاوی۔۔"

کون سی حرکتیں" معصومانہ سوال۔"

ارے وہ دیکھو۔۔" اس سے پہلے کہ تاشفین اسے کچھ کہتا وہ اُن کی گاڑی کے پاس سے گزرتی ٹیکسی کی طرف اشارہ کرتا بولا۔"

یہ تھی وہ لڑکی "اُس نے ٹیکسی میں بیٹھی رُتبہ کی جانب اشارہ کیا تھا جبکہ تاشفین کی نظر تو صرف آبرو پر پڑی تھی۔اُس کا خیال سچ ثابت ہوا تھا۔زاویار آبرو کی بات کر رہا تھا۔"

،بدتمیز تھی"وہ رُکا"

مگر تھی خوبصورت"زاویار کے ہونٹوں سے آبرو کے لیے ادا ہونے والے توصیفی الفاظ نجانے کیوں تاشفین کو بُرے لگے تھے۔جواباً تاشفین خاموش رہا،ایک نظر زاویار پر"

ڈالتے اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

وہ سڑک پر کھڑی ٹیکسی کی منتظر تھی،سفید رنگ کی شلوار قمیض،سر پر سفید دوپٹہ،رو رو کر سوجھی ویران آنکھیں،پیلا پڑتا رنگ،وہ پہلی نظر میں ہی سوگوار نظر آتی تھی۔اُس کے سامنے ایک ٹیکسی آر کی۔ڈرائیور کو اپنی منزل کا پتہ دیتے وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔اب ٹیکسی اُس کی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔وہ اپنے گھر جا رہی تھی،اُس گھر جسے وہ فیضی کی خاطر چھوڑ آئی تھی۔اُس بے وفا کے لیے جس نے اُسے چھوڑتے ایک بار بھی نہ سوچا تھا۔اُس کا دماغ ایک بار پھر فیضی کے خیالوں کی طرف جانے لگا تھا مگر !وہ اُس کے بارے میں اب سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر کیا اُس کے بارے میں سوچنا سبرینہ کے اختیار میں تھا

اُس کی آنکھوں سے آنسو اُس کے رخسار پر آ گرے،اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو اس سختی سے مسلا کہ کچھ پلکیں اُس کے رُخسار پر دم توڑ گئیں۔اسے اب احمد صاحب اور سکینہ بیگم کے بارے میں سوچنا تھا۔

کیا وہ اسے معاف کریں گے؟

کیا وہ معافی کے قابل تھی؟

کیا اس کے کیے گئے گناہ معافی کے قابل تھے؟

اِن سب سوالوں کے جواب اُس کے پاس موجود نہ تھے مگر دل نے ایک بار پھر دلاسہ دیا،جھوٹا دلاسہ ! کہ جب انہیں معلوم ہو گا کہ اُن کی بیٹی پر اتنی بڑی قیامت گزر گئی ہے تو ان کے دل سبرینہ کے لیے ضرور نرم پڑ جائیں گی مگر وہ یہ بات بھول چکی تھی کہ کچھ گناہوں کی معافی نہیں ہوتی۔

تو نے نفرت سے جو دیکھا تو مجھے یاد آیا

urdunovelsblog

کیسے رشتے تیری خاطر یونہی توڑ آیا ہوں

کیسے دھندلے ہیں یہ چہرے جنہیں اپنایا ہے

کتنی اُجلی تھیں وہ آنکھیں جنہیں چھوڑ آیا ہوں

اب آ بھی جاؤ رُتبہ "آبرو کی جھنجھلائی ہوئی آواز رُتبہ کے کانوں میں پڑی، ایک آخری نگاہ اپنے عکس پر ڈالتی وہ باہر کی جانب بھاگی۔"

آگئی، آگئی "وہ اُن کے قریب آتی بول رہی تھی، سامنے صالحہ بیگم، اِصباح، آبرو اور حرم سب کھڑے اُسے دیکھ رہے تھے نارنجی رنگ کی فراک میں اُس کا رنگ مزید کھلا ہوا" لگ رہا تھا، چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیے، بالوں کی فرنچ چٹیا بنائے، وہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔

، یہ اتنی تیاری کس خوشی میں کی ہے؟ "اُس کو اپنے قریب آتا دیکھ کر آبرو بولی"

حرم کی برتھ ڈے کی خوشی میں "وہ حرم کے گال کھینچتے ہوئے بولی جو اُسے دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔"

، تو ہم کونسا اس کے لیے باہر جا رہے ہیں، گھر پر ہی تو کیا ہے سارا انتظام "آبرو کی بات پر رُتبہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی"

، گھر میں ہو یا باہر، خوشی تو خوشی ہوتی ہے، کیوں حرم؟ "وہ حرم کے مزید قریب ہوئی"

! اور ویسے بھی اس طرح تصویریں زیادہ اچھی آئیں گی "اب سب سمجھ چکے تھے اُس کی تیاری کا مقصد"

اچھا چلو، اب باقی باتیں چھوڑو کیک کاٹو، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے "اِصباح نے چُھری حرم کے ہاتھ میں تھمائی، حرم نے چُھری پکڑتے آہستہ آہستہ کیک کاٹنا شروع کیا، وہ" سب پاس کھڑی مسکراتی ہوئی گنگنا رہی تھیں۔ حرم نے کیک کا ایک پیس نکالتے سب سے پہلے صالحہ بیگم کو کھلایا، پھر آبرو کو، پھر اصباح کی جانب بڑھی، اِصباح کو کیک ، کھلاتے، اس نے باقی کیک خود کھا لیا، اُس کی ایسی حرکت پر رُتبہ کو غصہ آیا

مجھ نہیں کھلانا تھا کیک؟ "وہ حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔"

تمہاری لپسٹک خراب ہو جائے گی، اور پھر تصویریں بھی "وہ حرم صدیقی تھی جو بدلہ لینے میں دیر نہیں کرتی تھی۔ اُس کی بات پر سب ہنسنے لگے۔"

urdunovelsblog

حرم کی بچی، تمہیں تو میں بتاتی ہوں "رُتبہ سب کو ہنستا دیکھ کر اُس کی طرف بڑھنے لگی، کیک کا ایک اور پیس اٹھاتے اس نے حرم کو پکڑا، اور وہ پیس اُس کے چہرے پر جگہ "

، جگہ لگا دیا

، امی۔۔" حرم چیخی "

لو ہو گیا تمہارا میک اپ، اب تمہاری تصویریں بھی اچھی آئیں گی "وہ اپنے ہاتھ ٹشو سے صاف کرنے لگی۔"

، رُتبہ کتنی بار منع کیا ہے تمہیں، رزق کو یوں ضائع نہ کیا کرو "صالحہ بیگم افسوس بھرے انداز میں کہہ رہی تھیں "

مگر مجال ہے کہ تمہارے اِس موٹے دماغ میں کوئی بات آجائے "صالحہ بیگم کی بات پر حرم کی ہنسی چھوٹ گئی۔"

، امی۔۔" رُتبہ تاسف بھری آواز میں بولی "

، آپ ہر بار اِس کی حمایت میں بولتی ہیں "وہ حرم کی جانب اشارہ کرتی بولی "

ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں صرف اُس کا ساتھ دیتی ہوں جو صحیح ہو، مگر ہاں یہ بات الگ ہے کہ اکثر تم ہی غلط ہوتی ہو "یہ بات کہتے وہ مسکرانے لگیں۔"

امی۔۔" صالحہ بیگم کی بات پر رُتبہ کا منہ اتر چکا تھا، اس نے ایک نظر اپنی بہنوں پر ڈالی، آبرو اور اِصباح اپنی ہنسی چھپانے کے ناکام کوشش کر رہی تھیں جبکہ حرم تو اپنی پوری" بتیسی نکالے ہنس رہی تھی۔

urdunovelsblog

، چلو اِصباح سب کو کیک ڈال کر دو "صالحہ بیگم نے اِصباح کو اپنی جانب متوجہ کیا "

جی امی۔ "اِصباح فوراً حرکت میں آتی سب کو کیک دینے لگی۔ رُتبہ نے ایک نظر حرم کو دیکھا، جو مزے سے کیک کھانے میں مصروف تھی۔ اتنی دیر میں اِصباح نے رُتبہ کو" کیک کی پلیٹ تھمائی، اُس پلیٹ کو پکڑتے وہ دل ہی دل میں حرم سے بدلہ لینے کا منصوبہ بنا چکی تھی۔

رات کے 12 بجنے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔ پورے گھر میں مکمل تاریکی کا سماں تھا، امو جان کا کمرہ روشن تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی تھیں جبکہ اُن کے دونوں اطراف زاویار اور تاشفین کھڑے تھے۔ وہ تینوں مدہم سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے محوِ گفتگو تھے۔ تین منٹ مزید گزر گئے، زاویار اُن دونوں کو کسی بات پر راضی کرنے میں مصروف

تھا۔ مسلسل انکار کے بعد بلاآخر وہ دونوں اُس کی بات پر متفق ہوئے اور زاویار چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے نورِ فجر کے کمرے کی جانب چل پڑا اور زور زور سے اُس کے کمرے کا دروازہ بجانے لگا۔

12 بجنے میں صرف ایک منٹ باقی تھا، وہ دروازہ بجا کم پیٹ زیادہ رہا تھا۔ کچھ لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا، فجر سامنے کھڑی تھی۔ نیند سے بوجھل آنکھیں، بکھرے بال، ملگجا حلیہ، وہ مسلسل اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ زاویار نے موقع کا فائدہ اٹھاتے اپنے موبائل سے اُس کی تصویر کھینچ لی، نور نے نیم وا آنکھوں سے سامنے کھڑے زاویار کو دیکھا مگر وہ اُس کی حرکت نوٹ نہیں کر پائی،

کیا مسئلہ ہے؟" وہ اپنی آنکھیں مسلسل کھولتی پوچھ رہی تھی۔"

امو جان۔۔۔" زاویار کی اداکاری شروع ہو چکی تھی، نور نے ایک دم آنکھیں کھولیں، ساری نیند ایک پل میں غائب ہوئی"،

کیا ہوا ہے امو جان کو" وہ متفکر لہجے میں پوچھ رہی تھی۔"

اُن کی طبیعت۔۔۔" زاویار اُس کی حالت دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا، اُس کی بات سنتے وہ فوراً امو جان کے کمرے کی جانب بھاگی، اسے بھاگتا دیکھ کر زاویار نے بھی اس کے پیچھے" قدم بڑھائے۔ وہ کمرے میں پہنچی، کمرے میں اندھیرا تھا، عجلت کے عالم میں لائٹ آن کی، کمرہ خالی تھا۔

امو جان کہاں ہیں زاوی؟" وہ اس کی جانب مڑتے پوچھنے لگی جو بمشکل اپنی ہنسی ضبط کر رہا تھا۔"

urdunovelsblog

وہ لاؤنج میں۔۔۔" اُس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا، لاؤنج کا لفظ سنتے ہی وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی۔"

امو جان۔" اس کی آواز رندھ چکی تھی، وہ مسلسل انھیں پکارتے سیڑھیاں اتر رہی تھی، اُس نے ابھی آخری سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ لاؤنج کی تمام لائٹس ایک دم آن" ہو گئیں، ایک دم روشنی پڑنے پر اس نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے، وہ آہستہ آہستہ ہاتھ ہٹاتے آنکھیں کھولنے لگی،

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر نور۔۔۔" اُسے انکھیں کھولتا دیکھ کر سامنے کھڑے تاشفین اور امو جان گنگنانے لگے، وہ اپنا منہ کھولے اُن کی جانب دیکھ رہی" تھی، وہ ابھی یہی سمجھنے میں مصروف تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے! کہ زاویار جو اس کے قریب پہنچ چکا تھا، اپنا چہرہ اُس کے کان کے قریب کرتے باآواز بلند چلایا،

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو چڑیل" اُس کی آواز پر نور ایک دم جھٹکا کھا کر اُس سے دور ہوئی، وہ بوکھلا گئی تھی، اُس نے ایک نظر اُن تینوں کی جانب دیکھا پھر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں" میں چھپائے رونے لگی، اُس کی اس حرکت پر تاشفین اور امو جان بھاگتے ہوئے اُس کے قریب آئے،

نور، نور بیٹا کیا ہوا؟" وہ اسے اپنے ساتھ لگائے پوچھ رہی تھیں۔"

،نور بیٹا" وہ اس کے بال سہلانے لگیں، اسے مسلسل روتا دیکھ کر انھوں نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے اپنی جانب کیا"

کیا ہوا ہے میرے بچے کو؟" وہ اس کی آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھتے پوچھنے لگیں۔"

،ایسا مذاق۔۔کون کرتا ہے؟" اس کی آواز رندھی ہوئی تھی، اس سے پہلے کہ اموجان کچھ بولتیں، زاویار کی آواز سنائی دی"

لو جی، گئی بھینس پانی میں ! یہاں غبارے پھلا پھلا کر میرا منہ درد کرنے لگا ہے اور میڈم صاحبہ کو سب مذاق نظر آرہا ہے" اُس کی بات سنتے نور نے غصے سے اس کی جانب"

،دیکھتے اپنی آنکھیں صاف کیں

یہ فضول آئیڈیا ضرور تمہارا ہوگا، ہے نہ" وہ صوفے کے قریب آئی، جہاں وہ مزے سے ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا، اس کی بات پر اس نے محض اپنے دانتوں کی نمائش"

کی۔

،ہاں بالکل، سارا آئیڈیا اسی کا تھا" تاشفین میدان میں آیا، اس کی بات پر زاویار کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آئی"

آئیڈیا تو میرا تھا، مگر تمہارے عظیم بھائی جان بھی فوراً مان گئے تھے، ایک بار بھی انکار نہیں کیا" اس کی بات پر تاشفین نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا، جو جھوٹ بولتے"

آگ لگا کر اب مطمئن بیٹھا تھا۔

urdunovelsblog

،بھائی مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی" وہ پھر روہانسی ہوئی"

ارے، ارے" تاشفین اس کے قریب آیا۔"

اچھا بابا، سوری، اب تو رونا بند کرو" وہ اس کو ساتھ لگائے کھڑا تھا جبکہ نظریں سامنے بیٹھے زاویار کو گھورنے میں مصروف تھیں۔"

بے مروت لڑکی، کم از کم ایک بار میری محنت تو دیکھ لیتی" زاویار اٹھ کر اُس کے قریب آیا اور لاؤنج کے دوسرے حصے میں ہوئی سجاوٹ کی طرف اشارہ کرتا بولا۔ نور نے"

اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، لاؤنج کے اس حصے کو مکمل طور پر گلابی اور سیاہ رنگ کے غباروں سے سجایا گیا تھا، ہیپی برتھ ڈے نور کے غباروں کے عین سامنے ٹیبل

پر ایک خوبصورت کیک رکھا گیا تھا، جس پر رکھے 22 کے ہندسے دور سے ہی نظر آرہے تھے۔ سجاوٹ واقعی قابل دید تھی مگر وہ نور ہی کیا جو زاویار کی محنت کو سراہتے اسے

پھولنے کا موقع دے۔

کیسا لگا؟" وہ اس کی جانب دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ اُس کے بات پر وہ قدم اٹھاتی کیک کی جانب بڑھنے لگی، کیک کے قریب پہنچتے اس پر لکھے گئے الفاظ واضح ہوئے، کیک پر (ہیپی برتھ ڈے ڈیئر چڑیل) کے ساتھ ایک زبان چڑاتا ایموجی بنا ہوا تھا۔ نور کو ہنسی آئی مگر اپنی ہنسی ضبط کرتے اس نے سنجیدہ چہرہ بناتے زاویار کی جانب دیکھا

"ٹھیک ہے"

کیا! صرف ٹھیک ہے" اس کی بات پر زاویار کا منہ پھول گیا۔"

،اچھی تھی مگر یہ جو تم نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے نہ، اس لیے اب صرف ٹھیک ہے" وہ منہ بناتی بولی"

صحیح کہا تھا میں نے، بہت بے مروت لڑکی ہو تم" وہ بولتا ہوا اُس کے قریب آیا، عین اسی وقت تاشفین، زاویار کے پیچھے پہنچا، ایک چپت اس کے سر پر رسید کرتے اُسے پیچھے" ،کیا

ہٹو یہاں سے، میری بہن کو تنگ مت کرو" اب منظر کچھ یوں تھا کہ کیک کے سامنے نور کھڑی تھی، اس کے دونوں اطراف میں اموجان اور تاشفین کھڑے تھے جبکہ" سامنے ان سے کچھ فاصلے پر زاویار کھڑا ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

،دن بہ دن، میرا اس بات پر یقین پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ یقیناً، میں سوتیلا ہوں" وہ اپنی آنکھوں میں نہ نظر آنے والے آنسو صاف کرتا بولا"

،زاوی، اب یہ ڈرامے بند کرو اور آؤ کیک کاٹیں، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے" تاشفین سامنے دیوار پر لگی گھڑی کی جانب دیکھتا بولا"

،نہیں، پہلے مجھے بتایا جائے کہ میں سگا ہوں یا سوتیلا" اس کے ڈرامے جاری تھے، اس کی بات پر تاشفین نے اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑا کیا"

چلو نور کیک کاٹو" تاشفین کے کہنے پر نور نے پہلے زاویار کو زبان چڑائی اور پھر کیک کے پاس رکھی چھری اٹھاتے، کیک کاٹنے لگی جبکہ اُس کے اطراف میں کھڑے وہ تینوں" تالیاں بجاتے مدہم آواز میں گنگنا رہے تھے۔

لاشاری ولا پر دوپہر اُتر چکی تھی۔ فیاض لاشاری اپنے کمرے میں موجود تھے، وہ بیڈ پر لحاف اوڑھے نیم دراز تھے، ان کے چہرے سے نقاہت واضح تھی، وہ دو دن سے شدید بیمار تھے۔ بیماری کے باعث اُن کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ اعصابی تکان اُن کے چہرے سے عیاں تھی، وہ خلا میں کسی غیر مری نقطے کو دیکھ رہے تھے کہ فائقہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں، ان کے پیچھے قدسیہ تھی، جس نے اپنے ہاتھوں میں ایک ٹرے اٹھا رکھی تھی۔

urdunovelsblog

یہاں، ٹیبل پر رکھ دو" وہ فیاض صاحب کے قریب آئیں اور قدسیہ کو ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کو کہا، قدسیہ ان کی بات سنتے آگے بڑھی اور ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔ فیاض" صاحب نے ایک نظر اُن دونوں پر ڈالتے ٹرے کی جانب دیکھ، ٹرے میں رکھے باؤل میں موجود سوپ سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ فائقہ بیگم فیاض صاحب کے قریب پڑی ،کرسی پر بیٹھ چکی تھیں۔ قدسیہ پر ایک نگاہ ڈالتے، اسے باہر جانے کا اشارہ دیتے، وہ فیاض صاحب کی جانب مڑیں

"میں نے آپ کے لیے سوپ بنوایا ہے فیاض، آپ۔۔۔"

شہریار اور شاہزین کہاں ہیں؟" فیاض لاشاری کی آواز نقاہت زدہ تھی مگر لہجہ سخت تھا۔ سوال اتنا اچانک تھا کہ کچھ لمحے کے لیے تو فائقہ بیگم سمجھ ہی نہ سکیں کہ وہ ان کو کیا" جواب دیں۔

تم نے انہیں میری طبیعت کا بتایا تھا؟" ایک اور سوال، جواب میں ایک بار پھر خاموشی۔"

بتایا تھا یا نہیں؟" فیاض لاشاری نے اپنا سوال دہرایا، جواباً فائقہ بیگم نے ان کی جانب دیکھتے اثبات میں سر لایا۔"

اور وہ دونوں اتنے مصروف ہیں کہ ایک بار بھی مجھ سے، اپنے باپ سے، اس کا حال پوچھنے نہیں آئے" اُن کے لہجے میں اب غصے کے ساتھ افسوس بھی شامل ہو چکا تھا۔"

"فیاض وہ۔۔۔"

فائقہ کوئی وضاحت نہیں" انھوں نے ہاتھ اٹھاتے فائقہ بیگم کو بولنے سے روکا۔"

"!کیا ان دونوں کے پاس اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ وہ ایک بار اپنے باپ سے آ کر یہی پوچھ لیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا"

فیاض ایسی باتیں تو مت کریں" ان کی بات پر فائقہ بیگم فوراً بول اٹھیں۔"

وہ دونوں۔۔" فیاض صاحب کھانسنے لگے، فائقہ بیگم نے تیزی سے اٹھتے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلتے، گلاس ان کے ہونٹوں سے لگایا۔"

،شاہزین تو شہر سے باہر ہے، اس لیے وہ آپ کے پاس نہیں آ سکا" ان کی بات پر فیاض صاحب نے ان کی جانب دیکھا"

اور شہریار۔۔؟" اس بار فائقہ بیگم کے پاس کوئی دلیل بھی نہ تھی۔"

،مجھے معلوم ہے فائقہ، وہ ابھی تک دو دن پہلے والی بات نہیں بھولا جبکہ غلطی سراسر اس کی تھی مگر۔۔۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکے"

urdunovelsblog

"بجائے اپنی غلطی پر شرمندہ ہونے کے، وہ ابھی تک اس تھپڑ کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر بیٹھا ہے"

،فیاض، چاہے غلطی اس کی تھی مگر آپ نے بھی اُس پر ہاتھ اٹھا کر صحیح نہیں کیا" فائقہ بیگم کے دل میں موجود بات آخر ان کی زبان پر آ گئی"

،کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" فیاض صاحب کے سوال پر فائقہ بیگم نے اُن کی جانب دیکھا"

"فیاض، جوان اولاد پر ہاتھ اٹھانا، کہاں کی سمجھداری ہے! آپ۔۔۔"

،چاہے اولاد جو مرضی کرتی پھرے" فیاض صاحب نے ان کی بات سختی سے کاٹی"

فیاض، آپ تحمل سے میری بات سمجھنے کی کوشش کریں" وہ کرسی سے اٹھتیں بیڈ پر اُن کے قریب آ بیٹھیں۔"

ہمارا تعلق سوسائٹی کی جس کلاس سے ہے، آپ اچھی طرح جانتے ہیں فیاض، اور اُس کلاس میں وہ سب عام ہے اگر شہری۔۔۔" ان کی بات پر فیاض صاحب ایک دم اٹھ"

،بیٹھے

فائقہ میری ایک بات یاد رکھنا" فیاض صاحب کا لہجہ سخت تھا۔"

اگر ہماری اولاد کسی گڑھے میں کود رہی ہو، تو اُسے روکنا ہمارا فرض ہے، پھر چاہے ہمارا تعلق سوسائٹی کی کسی بھی کلاس سے کیوں نہ ہو" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بول رہے" تھے۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔

urdunovelsblog

مگر فیاض۔۔" فیاض صاحب نے افسوس سے آنکھیں بند کیں، وہ دیوار سے سر پھوڑ رہے تھے۔"

مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی فائقہ، بہتر ہو گا تم یہاں سے چلی جاؤ" وہ دوبارہ بیڈ پر لیٹ گئے۔"

،مگر، سوپ۔۔۔" فائقہ بیگم نے ایک نظر ٹھنڈے پڑے سوپ کی جانب دیکھا"

تمہیں معلوم ہے، مجھے اپنی بات دہرانا پسند نہیں" وہ آنکھیں موندے بول رہے تھے، ان کی بات پر فائقہ بیگم خاموش ہو گئیں اور اپنی جگہ سے اٹھتے ٹرے اٹھانے" لگیں، ٹرے اٹھاتے انہوں نے ایک آخری نظر فیاض صاحب پر ڈالی اور دروازے کی جانب چل پڑیں۔

کمرے کی لائٹ آن کرتے، اس کا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ وہ آگے بڑھتا بیڈ کے قریب آیا اور بیڈ پر بیٹھتے اپنے شوز اتارنے لگا، کہ اُس نے کمرے میں نور داخل ہوئی۔ نور کے داخل ہوتے، اُن دونوں کی نظریں ملیں۔ نور کمرے میں داخل ہوتے اس کی الماری کی جانب بڑھی اور ہر چیز کو ادھر اُدھر کرنے لگی۔

،ارے، ارے کیا ڈھونڈ رہی ہو؟"اس کی اس حرکت پر زاویار، جو ابھی صرف ایک ہی جوتا اتارنے میں کامیاب ہوا تھا، دوسرا جوتا پہنے اس کی جانب لپکا"

اپنا گفٹ، جو بقول تمہارے تم نے مجھے گھر آ کر دینا تھا، وہ ڈھونڈ رہی ہوں"نور نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا، اپنی بات کہی اور دوبارہ اس کی الماری میں جگہ جگہ ہاتھ مارنے" لگی۔

ارے رکو تو صحیح!"زاویار نے اسے پیچھے کی جانب کھینچتے بیڈ پر بٹھایا۔"

،میں بس ابھی، تمہیں تمہارا گفٹ دینے ہی والا تھا"وہ نور کی غصے بھری نگاہیں خود پر پڑتی دیکھ کر بولا"

،لاؤ پھر، دو مجھے"نور نے اُس کے آگے اپنی ہتھیلی پھیلائی"

اتنی بے صبری کیوں ہو رہی ہو؟ دے رہا ہوں نہ، ابھی تم نیچے جاؤ، میں تمہارا گفٹ لے کر آتا ہوں"وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے کھینچتے ہوئے بیڈ سے اٹھانے لگا۔"

پکا!"نور کی بات پر زاویار کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔"

"اب کیا سٹیمپ پیپر پر لکھ کر دوں"

،نہیں اُس کی ضرورت نہیں"نور نے اس سے اپنا بازو چھڑایا اور دروازے کی جانب چل پڑی"

پکا نہ!"وہ دروازے میں کھڑی، چہرے پر شرارتی مسکان سجائے اس سے پوچھ رہی تھی۔"

!ہاں میری ماں، پکا"زاویار کی بات پر وہ ہنستی ہوئی باہر چلی گئی جبکہ پیچھے کھڑا زاویار مسکرایا، شیطانی مسکراہٹ"

بیڈ پر بیٹھتے اس نے اپنا دوسرا شوز اتارا اور پاؤں چپل میں قید کرتے اٹھا، الماری کی جانب بڑھا، الماری کے سب سے آخری حصے سے ایک شاپنگ بیگ نکالا، ایک نظر شاپنگ بیگ کے اندر ڈالتے، اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

urdunovelsblog

اب آئے گا مزہ!"وہ مزے سے کہتا کمرے سے باہر چل پڑا اور سیڑیاں اترتا لاؤنج میں آیا، جہاں نور، تاشفین اور اموجان کے ساتھ بیٹھی، اپنی کہانیاں سنانے میں مصروف" تھی۔

ہیلو گائز"زاویار نے اُن سب کو اپنی جانب متوجہ کیا۔"

،یہ لو میڈم اپنا گفٹ!"اس نے بیگ نور کی جانب بڑھایا، نور نے مسکراتے ہوئے بیگ پکڑا اور اس کے اندر دیکھنے لگی"

واہ بھئی واہ، ایک بھی نہیں دو دو گفٹس"زاویار صوفے پر تاشفین کے برابر میں بیٹھ گیا۔"

کھول لوں؟"نور کا بے وقوفانہ سوال۔"

نہیں میوزیم میں رکھوا دو"زاویار کے جواب پر نور نے منہ بنایا مگر پھر خوشی خوشی بیگ میں سے پیکٹس نکالنے لگی۔ وہ دو پیکٹ تھے، نور نے پہلا پیکٹ پکڑا، جس پر گلابی رنگ" کا کور چڑھا تھا۔ پیکٹ کھولتے اس کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ غائب ہوئی، وہ باداموں کا ایک پیکٹ تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"بادام ہیں"

یہ کیسا گفٹ ہے؟"نور کے چہرے پر غصہ چھانے لگا تھا۔"

،یہ خاص گفٹ ہے، فرسٹ اپریل کو پیدا ہونے والے لوگوں کے لیے کیونکہ۔۔۔"ڈرامائی سا وقفہ دیتے، وہ نور کی جانب دیکھتا مسکرایا"

فرسٹ اپریل یعنی اپریل فول کو پیدا ہونے والے لوگوں کا دماغ ذرا چھوٹا ہوتا ہے"اُس کی اِس بات پر نور کے غصے کو اور ہوا ملی، پاس بیٹھے تاشفین اور اموجان اپنی ہنسی" چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ نور کچھ کہتی زاویار بول پڑا۔

،دوسرا گفٹ تو کھولو، وہ یقیناً تمھیں بہت پسند آئے گا"اس کی بات پر نور نے پہلے باداموں کا پیکٹ اس کی جانب پھینکا اور پھر دوسرے پیکٹ کی جانب پلٹی"

اگر اس میں کچھ ایسا ویسا ہوا، تو پھر تم دیکھنا"وہ وارن کرتی نگاہوں سے اسے دیکھتی، دوسرا پیکٹ کھولنے لگی۔"

urdunovelsblog

رکو میں کھولتا ہوں "زاویار وہ پیکٹ اس کے ہاتھوں سے لیتا بولا، کچھ دیر بعد پیکٹ کھل چکا تھا۔ وہ ایک فوٹو فریم تھا مگر اس کے اندر نصب تصویر نور کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

" یہ فریم میں نے خاص تمہارے لیے بنوایا ہے، اسے اپنے کمرے میں لگانا"

دکھاؤ تو سہی "نور نے فریم اس کے ہاتھ سے لینا چاہا۔"

"پہلے وعدہ کرو کہ تم اِسے اپنے کمرے میں لگاؤ گی"

،ہاں بھئی وعدہ کرتی ہوں، لگالوں گی، اب دکھاؤ مجھے "نور جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی"

آپ دونوں گواہ رہیے گا" وہ اموجان اور تاشفین کی جانب دیکھتا بولا اور فریم نور کو پکڑاتے، اپنے قدم پیچھے کی طرف بڑھانے لگا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے"

نور نے فریم پکڑتے اپنے سامنے کیا، اس کے چہرے کے تاثرات بدلے! جہاں کچھ دیر پہلے خوشی اور تجسس کے ملے جلے تاثرات موجود تھے، اب وہاں غصے اور افسوس کے ملے جلے تاثرات اپنی جگہ بنا چکے تھے۔

زاوی۔۔۔" وہ چلائی کیونکہ اُس کے ہاتھ میں موجود فریم میں اُس کی وہی تصویر تھی، جو زاویار نے کل رات لی تھی، جس میں نور صحیح معنوں میں چڑیل معلوم ہو رہی" تھی۔

urdunovelsblog

وہ گیٹ کے بالکل سامنے کھڑی تھی، اسے یہاں کھڑے پانچ منٹ گزر چکے تھے مگر اُس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ آگے بڑھ کر گھر کے قریب جاتی۔ اُس کے اعصاب جواب دینے لگے تھے۔

!وہ کس منہ سے اُن کا سامنا کرے گی

!کیا وضاحت دے گی وہ اپنے اُس گناہ کی

اس کا دل یہاں سے بھاگ جانے کو چاہ رہا تھا مگر آج اُس کے پاس اور کوئی راستہ موجود نہ تھا، اپنی تمام تر قوت جمع کرتی وہ آگے بڑھی اور بیل کے بٹن پر ہاتھ رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد اُسے گیٹ کی طرف بڑھتے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی، اُسے اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی، بڑھتے قدم دروازے کے قریب آکر رک

گئے۔ سبرینہ کو لگا اس کی سانسیں بھی رک گئیں۔ دروازہ کھلا، سبرینہ نے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں، چھ ماہ بعد آج وہ اپنے ماں باپ کو دیکھنے والی تھی۔ دروازہ کھلنے کے بعد بھی جب کوئی آواز پیدا نہ ہوئی تو وہ آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولنے لگی، اس نے آنکھیں کھولتے سامنے دیکھا، مگر سامنے نہ تو احمد صاحب کھڑے تھے نہ سکینہ بیگم بلکہ سامنے ایک 34،35 سالہ عورت کھڑی تھی۔ جو بہت غور سے سبرینہ کو دیکھ رہی تھی۔

،آپ۔۔آپ۔ کون؟" سبرینہ بے ساختہ بول اٹھی"

یہ سوال تو مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ آپ کون ہیں؟" وہ عورت سبرینہ کو جواب دیتے بولی، جبکہ سبرینہ تو شاک کی کیفیت میں جا چکی تھی۔ اُس کے دماغ میں ایک" !سوال ہتھوڑوں کی مانند برسنے لگا تھا کہ آخر سکینہ بیگم اور احمد صاحب کہاں ہیں

ایکسکیوز می" وہ عورت سبرینہ کو کھویا ہوا دیکھ کر اُس کے چہرے کے سامنے ہاتھ ہلاتی بولی، جس پر سبرینہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔"

آپ کو کس سے ملنا ہے؟" وہ سبرینہ کو خاموش دیکھ کر پوچھنے لگی۔"

مجھے۔۔وہ۔۔۔" اُس کی زبان سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایک دن اپنے ہی گھر کے سامنے اجنبی بن کر کھڑی ہو گی۔ اس" نے اُس عورت کی جانب دیکھا، جو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ مجھے۔۔۔احمد صاحب۔۔۔" اس کی زبان صرف اتنے ہی الفاظ ادا کر پائی۔"

اوہ، اچھا، میں سمجھ گئی" اس عورت نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔"

انہیں تو یہاں سے گئے چھ ماہ ہو چکے ہیں" سبرینہ کے لیے یہ انکشاف بھاری تھا۔"

کیا مطلب کہاں گئے ہیں؟" اس نے دوبارہ سوال کیا۔"

جہاں تک مجھے علم ہے، اُن کی بیوی تو اپنی بہن کے گھر چلی گئی تھیں۔" وہ عورت ایک کے بعد ایک انکشاف کر رہی تھی۔"

"اور احمد صاحب۔۔۔؟"

ان کا تو چھ ماہ پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا" سبرینہ کو لگا کسی نے اُس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی ہو، اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔"

کب ؟"اس کی آواز میں درد تھا۔یہ انکشاف پچھلے تمام انکشافات سے بھاری اور جان لیوا تھا۔اسے اپنا آپ کسی گہری کھائی میں گرتا محسوس ہوا۔"

زیادہ تو نہیں معلوم مگر لوگوں سے یہی سنا ہے کہ اُن کی بیٹی اپنی شادی کے دن گھر سے بھاگ گئی تھی،اور وہ اُس کا صدمہ برداشت نہیں کر سکے اور چل بسے "وہ عورت اپنی" آواز ذرا دھیمی کرتی بول رہی تھی، سبرینہ کو لگا کسی نے بھری محفل میں ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا ہو۔

لوگ تو یہ بھی کہہ رہے تھے کہ۔۔۔"وہ عورت آگے کیا کیا کہہ رہی تھی، سبرینہ کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔اس کے کانوں میں اس عورت کے کہے گئے تمام جملے گونج" رہے تھے۔ وہ اپنا وجود ایک جانب گھسیٹنے لگی،اُسے آسمان اور زمین اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتے محسوس ہو رہے تھے۔اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنی آنکھوں تک گیا،اُس کی آنکھیں آج خشک تھیں، صدمہ بہت بڑا تھا مگر وہ اس قابل نہ تھی کہ وہ اُن کے لیے ایک آنسو بھی بہا پاتی۔اُسے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ آس پاس سے گزرتے لوگ اسے ہی دیکھ رہے ہیں اور سب مل کر اسے احمد صاحب کی موت کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔

!کیا وہ واقعی اُن کی موت کی ذمہ دار تھی ؟اس کے سوال پر اُس کے روم روم نے گواہی دی تھی کہ ہاں

"وہی احمد صاحب کی موت کی ذمہ دار تھی"

وہ اس وقت جائے نماز پر بیٹھی،دونوں ہاتھوں کو اٹھائے دعا مانگ رہی تھی۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔کچھ دیر اسی حالت میں رہنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرتے آمین کہا اور آنسو صاف کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔جائے نماز کو تہہ کرتے پاس پڑی کرسی پر رکھا اور اپنے چہرے کے گرد لپٹا دوپٹا کھولتے وہ آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔اپنے عکس پر ایک نگاہ ڈالی،آنکھوں کے نیچے موجود حلقے،زرد پڑتی رنگت،آنکھوں میں ویرانی ہی ویرانی،کمزور جسم،وہ حفصہ تھی! صالحہ بیگم اور حیات صاحب کی سب سے بڑی بیٹی۔

آئینے پر آخری نگاہ ڈالتے وہ دروازے کی جانب بڑھی،دروازہ کھولتے اس کی سماعت سے کچھ آوازیں ٹکرائیں،وہ اُن آوازوں کو بخوبی پہچانتی تھی۔اس نے دروازہ دوبارہ بند کر ڈالا اور چھوٹے چھوٹے قدم لیتی، بیڈ پر آ بیٹھی۔اُسے معلوم تھا کہ اس وقت باہر اُس کی ساس محلے کی چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی باتوں میں مصروف ہیں اور گفتگو کا موضوع اُس کی ذات اور اُس کی ذات کے عیب ہیں۔اُس کی آنکھیں ایک بار پھر بھیگنے لگی تھیں مگر سختی سے آنسو صاف کرتے وہ گرنے کے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی۔اُس کی نظریں چھت پر جا ٹکیں، پچھلے چھ سالوں کے منظر اُس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔

urdunovelsblog

اس کی شادی حیات صاحب نے اُس کی ڈگری مکمل ہوتے ہی اپنے دوست کے بیٹے (عادل) سے کرڈالی تھی۔ وہ اچھے لوگ تھے، صرف نکاح کے بندھن میں بندھنے سے پہلے تک! خوشیوں کے معنی تو وہ چھ سالوں میں بھول چکی تھی۔ شادی کے پہلے دن سے لے کر اب تک اس کی زندگی میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہ تھا جس دن اُس کی ذات میں خامیاں تلاش کرتے اُسے نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔ شادی کے ایک ماہ بعد ہی اسے اپنے سسر کے جنازے پر اس بات کا علم بھی ہو چکا تھا کہ اُس کا شوہر، اُس کا ہمسفر، پہلے دن سے ہی اس رشتے سے ناخوش تھا اور زبردستی بنائے گئے رشتے کیسے ہوتے ہیں اسے بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔

شادی کے کچھ ماہ بعد حیات صاحب کا انتقال اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھا، میکے میں باپ کا سہارا تھا، اور اب وہ سہارا بھی اس سے چھن چکا تھا۔ واپسی کی تمام راہیں بند ہوتی دکھائی دینے لگی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کے حالات سے واقف تھی۔ عادل نے آج تک اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا، نہ کبھی اُس کو برا بھلا کہا، مگر آج بھی اُن کا رشتہ بہت کمزور تھا۔ ضروری نہیں کہ ایک مرد اگر اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھاتا ہو یا اسے مارتا پیٹتا ہو، تب ہی وہ عورت اذیت کا شکار ہو گی بلکہ اگر ایک شوہر اپنی بیوی کو توجہ نہ دے، اُس کا وجود اُس کے لیے کوئی معنی نہ رکھتا ہو، اُسے اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دیتا ہو، غیروں جیسا رویہ رکھتا ہو، محبت تو بہت دور اس کی عزت بھی نہ کرتا ہو تو اس اذیت کا اندازہ صرف وہی عورت لگا سکتی ہے جس پر یہ سب گزر چکا ہو۔

حفصہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی اُن کے رشتے میں کسی قسم کی کوئی بہتری نہیں آئی تھی، وہ ہر ممکن طور پر اس رشتے کو نبھانے کے جتن میں مصروف رہتی، اپنی ذات کی نفی کرتے ہر وقت دوسروں کو خوش کرنے میں مصروف رہتی تھی۔ شادی کو کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اب معاملہ اولاد پر آ چکا تھا۔

شادی کو دو سال گزر چکے تھے مگر کوئی خوشخبری موصول نہ ہونے کی صورت میں اُسے بانجھ قرار دیا جانے لگا تھا۔ طرح طرح کی دوائیاں، نسخے، حکیم، ڈاکٹرز، ٹیسٹ یہ سب اُس کی زندگی کا معمول بن چکے تھے۔ اس سے ملنے والے ہر انسان کی زبان پر صرف ایک ہی بات ہوتی تھی اور یہ باتیں سن سن کر وہ تنگ آ چکی تھی مگر اُس کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ اُس کے سارے ٹیسٹ ہر بار کلیئر آتے، مگر پھر بھی اولاد نہ ہونے کی ذمہ دار وہی ٹھہرائی جاتی۔ آبرو کے کہنے پر اُسے بھی یہ خیال آیا تھا کہ کیوں نہ ایک بار عادل کا بھی چیک اپ کروالیا جائے۔ اس نے عادل سے بات کرنے کی کئی بار کوشش کی مگر ہر بار ہمت کی کمی کی وجہ سے ناکام رہی مگر ایک شام وہ یہ بات کرنے میں کامیاب ہوئی مگر حفصہ اپنے زندگی میں وہ شام کبھی نہیں بھول سکتی۔

اُس دن اس نے اپنے شوہر سمیت اپنے سسرال والوں سے اپنے، اور اپنے گھر والوں کے لیے جو الفاظ سنے تھے، وہ بیان کرنے کے قابل نہ تھے۔ اس رات کے بعد اس نے یہ بات اپنے دل و دماغ سے بالکل ختم کر ڈالی تھی۔ ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ بے اولادی کی ذمہ دار صرف عورت ہی ٹھہرائی جاتی ہے، ہر قسم کا نقص صرف عورت ذات سے منسلک کیا جاتا ہے۔ بے قصور ہونے کے باوجود بھی اُس کی ذات کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں، جبکہ مرد کے بارے میں ایسی بات کہہ دینا بھی اک سزا بن جاتا ہے

کیونکہ ہمارے معاشرے کی مطابق نقص صرف عورت میں ہو سکتا ہے مرد میں نہیں! اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ بات، یہ منطق پھیلانے والی بھی دوسری عورت ہی ہوتی ہے۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی اذیتوں میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا، پانچ سال گزر چکے تھے، یہ معاملہ بیٹھتے ہی اب ایک اور خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔اس کی ساس عادل کی دوسری شادی کروانے والی تھیں اور دوسری شادی کروانے کا مطلب حفصہ کی طلاق تھی! ہر وقت کی ذہنی اذیت، ذہنی پریشانی اس کی زندگی کا حصہ بن چکی تھی۔اسے معلوم تھا کہ عادل تو شروع سے ہی اس شادی سے ناخوش تھا اور اب اسے اپنی خواہش پوری کرنے کا موقع ملنے والا تھا۔اُن کے رشتے کی ڈور ٹوٹ چکی تھی مگر حفصہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زخمی کرتے اس ڈور کو تھامے بیٹھی تھی۔شادی کے اِن چھ سالوں میں اُس کی ممکن کوشش رہتی تھی کہ وہ صالحہ بیگم، آبرو اور اپنے گھر والوں کو اپنے معاملات، اپنے مسائل سے دور رکھیں کیونکہ وہ اُن کے مسائل میں مزید اضافہ نہیں چاہتی تھی۔ہر بار پوچھنے پر وہ یہی کہتی تھی کہ وہ خوش ہے! مگر جھوٹ تو آخر جھوٹ ہے، کبھی نہ کبھی تو اُسے عیاں ہونا ہوتا ہے۔

ایک بار فون کال کر پر ہی وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی اور صالحہ بیگم کو سب بتاتی چلی گئی، اتفاقاً وہ تمام باتیں ان کے پاس بیٹھی آبرو بھی سن چکی تھی۔اس سے اگلے دن ہی وہ حفصہ کو لینے اُس کے سسرال آئی تھی۔اُن کی اچھی خاصی تلخ کلامی ہوئی تھی، حفصہ کے سسرال والوں نے طلاق کی دھمکی دی تھی، آبرو تو کسی صورت حفصہ کو اس کے سسرال چھوڑنے پر راضی نہ تھی مگر صالحہ بیگم کے بہت زیادہ اصرار کرنے والا وہ ہار مان گئی تھی۔آبرو اسے اکثر کہتی کہ وہ اپنے لیے خود سٹینڈ لے، اگر وہ خود اپنی ذات کے لیے لڑے گی تو کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر پائے گا مگر وہ آبرو کی طرح بہادر نہیں تھی، وہ بزدل تھی۔اسے معلوم تھا کہ ہمارا معاشرہ سٹینڈ لینے والی عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے! ان کے بارے میں کیا کیا کہا جاتا ہے

دن گزرتے جا رہے تھے، اسے اپنی زندگی کا مقصد صرف صبر، صبر اور صبر کرنا ہی لگتا تھا۔گزرے دنوں میں ایک بار پھر حفصہ کی طبیعت بہت شدید خراب ہو گئی تھی مگر اُس کی زندگی، اس کی جان کی یہاں فکر تھی ہی کسے!

"حفصہ، حفصہ، کہاں ہو ادھر آؤ" اُسے ان گہری سوچوں کے محور سے اُس کی ساس کی آواز نے نکالا، وہ فوراً اٹھ بیٹھی، اس کا چہرہ پھر بھیگ چکا تھا، جلدی جلدی اپنے دوپٹے سے اپنے آنسو خشک کرتے، وہ دوپٹہ سر پر ڈالے باہر کی طرف بڑھ گئی، جہاں اُسے صرف صبر کرنا تھا۔

urdunovelsblog

لاشاری ٹیکسٹائلز کی بلندو بالا عمارت سورج کی روشنی میں چمک رہی تھی۔کام کے اوقات تھے،لوگ مسلسل اندر باہر آجارہے تھے،بلڈنگ کی چوتھی منزل کے ایک وسیع کمرے میں اس وقت شاہزین لاشاری موجود تھا۔وہ راکنگ چیئر پر بیٹھاموبائل پر کسی کا نمبر ملانے میں مصروف تھا،ایک ہاتھ میں سگریٹ پکڑے،وہ وقفے وقفے سے گہرے کش لگاتا،سگریٹ کا دھواں ہوامیں چھوڑ رہاتھا۔ہمیشہ کی طرح بالوں کو پونی میں قید کیے،وہ اس وقت سیاہ رنگ کے پینٹ کوٹ میں موجود تھا۔ٹائی کی ناٹ کو ڈھیلا کر رکھا تھا،سیاہ کوٹ چیئر کی پشت پر ڈال رکھا تھا۔وہ فون کو کان سے لگائے بیٹھا تھا،بیل جارہی تھی مگر دوسری جانب سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا،اُس نے کال کاٹتے موبائل ٹیبل پر رکھ دیا اور بچی کچی سگریٹ کو ایش ٹرے میں ڈالنے لگا۔ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اس کا فون بجنے لگا،اس نے موبائل کی جانب دیکھا،سکرین پر جگمگاتا نام دیکھتے اُس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے،ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے کال کاٹ دی،فون دوبارہ بجنے لگا اس نے دوبارہ کال کاٹ دی۔چار بار اس نے مسلسل یہی حرکت دوہرائی کیونکہ کال کرنے والا انسان ایک ہی تھا۔پانچویں دفعہ فون بجنے پر اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھاتے،کال اٹینڈ کی اور فون سپیکر پر ڈال دیا،دوسری جانب سے غصے بھری آواز آنے لگی،وہ آواز نسوانی آواز تھی۔اس کی بات سنتے شاہزین ہنستے ہوئے اسے جواب دینے لگا۔ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک اس کا سیکرٹری اس کے روم میں داخل ہوا،شاہزین کے ماتھے پر بل پڑے،اس نے موبائل اٹھاتے سپیکر آف کیا اور موبائل اپنے کان سے لگایا،

"میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں،مِشی" یہ کہتے اس نے کال کاٹ دی۔موبائل واپس ٹیبل پر رکھتے اس نے غصے بھری نگاہیں سامنے کھڑے سیکرٹری پر ڈالیں،

"تمہیں کسی نے تمیز نہیں سکھائی،کہ کسی کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ بجایا جاتا ہے"

"سوری سر وہ۔۔۔"

"کیا سوری!ہر بار غلطی کر کے سوری بولنے سے سب ٹھیک نہیں ہو جاتا،تم لوگوں کو میں۔۔۔"

"سر وہ یہ عارف۔۔۔آپ سے ملنا چاہتا تھا،میں نے اِسے بہت روکا مگر یہ میری بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا" اس کا سیکرٹری اس کی بات کاٹتا بولا،شاہزین نے اس کے پیچھے کھڑے عارف کو دیکھا،

وہ لاشاری ٹیکسٹائلز کا ایک بہت پرانا ایمپلائی تھا،اس کی عمر تقریباً50 کے قریب تھی۔وہ کچھ قدم آگے بڑھتا شاہزین کے سامنے آیا،

"بولو کیا مسئلہ ہے؟"وہ راکنگ چیئر پر جھولتا ہوا بول رہا تھا۔

"صاحب میرا بچہ۔۔۔بہت بیمار ہے صاحب"اس کا لہجہ لڑکھڑاہٹ کا شکار تھا۔شاہزین کچھ دیر اسے دیکھتا رہا،

،تو میں کیا کروں؟" وہ نخوت سے بولا"

صاحب اس کے علاج کے لیے کچھ پیسے چاہیے صاحب، وہ اسپتال میں ہے، ڈاکٹر اس کا علاج نہیں کر رہے، وہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے بل ادا کرنا پڑے گا" وہ کچھ قدم آگے "

، بڑھاتا بولا

اور کچھ "شاہزین کے چہرے پر ناگواری تھی، اسی لمحے فواد اس کے آفس میں داخل ہوا۔"

صاحب، اگر آپ کچھ پیسے ادھار کے طور پر دے دیتے ہیں تو میرے بچے کی جان بچ جائے گی صاحب "اس کے لہجے میں لاچاری تھی، بے بسی تھی۔"

"اور کچھ کہنا ہے یا بس یہی"

صاحب خدا کا واسطہ، میری مدد کر دیں" وہ گڑگڑانے لگا تھا۔"

، میں کیسے یقین کر لوں کہ تمہارا بیٹا واقعی بیمار ہے، تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول رہے!" شاہزین بھنویں اُچکاتا اس سے پوچھنے لگا"

"صاحب آپ میرا یقین کریں، میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گا، آپ چاہیں تو میرے ساتھ اسپتال چل کر دیکھ لیں۔۔"

، تمہیں کیا لگتا ہے، میرے پاس اتنا فارغ وقت ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہاسپٹل جاتا پھروں" شاہزین نخوت سے بولا"

"صاحب، آپ فیاض صاحب سے پوچھ لیں، میں جھوٹ نہیں بولتا۔۔"

تم لوگ میرے باپ کو تو بے وقوف بنا سکتے ہو، مجھے نہیں، اس لیے جتنی جلدی ہو سکے میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاؤ" شاہزین شدید غصے میں آ چکا تھا۔"

"صاحب، آپ۔۔۔"

، عاصم" اس نے اپنے سیکرٹری کو بلایا"

جتنا جلدی ہو سکے، اِسے میرے سامنے سے لے جاؤ، ورنہ اِس کو بتا دو کہ اگر یہ دو منٹ تک یہاں سے نہیں گیا، تو میں اسے فائر کر دوں گا" شاہزین غصے سے بولا، اس کا"

، سیکرٹری عارف کو اپنے ساتھ لے جانے لگا

صاحب خدا کا واسطہ ہے، صاحب۔۔۔" وہ شخص گڑگڑا رہا تھا، مگر اس کی منتیں، اس کے واسطوں کا شاہزین لاشاری پر کوئی اثر نہ تھا۔ سیکرٹری عارف کو لے کر جا چکا"

، تھا۔ فواد شاہزین کے قریب آیا

، شاہزین یار، ایک بار دیکھ تو لیتا، کیا پتا وہ واقعی سچ کہہ رہا ہو" وہ چیئر پر بیٹھتا شاہزین کو مخاطب کرتا بولا، اس کی بات پر شاہزین نے اپنی چیئر کا رخ اس کی چیئر کی جانب موڑا"

، ہو سکتا ہے وہ سچ بول رہا ہو مگر۔۔۔" وہ لمحے بھر کو رکا، فواد کی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑتے بولا"

نوکروں کو اگر زیادہ چھوٹ دے دی جائے، تو وہ جوتوں سمیت سر پر چڑھ جاتے ہیں" وہ ایک ایک لفظ چبا کر ادا کرتا واپس اپنی کرسی دوسری جانب موڑ چکا تھا۔"

وہ چابی کو مسلسل تالے میں گھما رہی تھی مگر تالا کھل نہیں رہا تھا۔ اس کے ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے، تین بار تو چابی اس کے کانپتے ہاتھوں سے گر چکی تھی۔ بالا آخر تالا کھل گیا، وہ نہایت تیزی سے اندر داخل ہوئی، دروازہ بند کیا۔ وہ کیسے گھر پہنچی تھی، اسے خود بھی معلوم نہ تھا۔ دروازہ بند کرتے اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے، وہ وہیں دروازے کے قریب زمین پر بیٹھتی چلی گئی، اس کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو چکی تھی، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا، اس کی آنکھیں جو تب سے خشک تھیں، اب ان میں بھی نمی پیدا ہونے لگی تھی۔

! یہ کیا ہو گیا تھا

urdunovelsblog

! اس نے ایسا تو نہ سوچا تھا

! اس کی غلطی کی سزا کیا اتنی بڑی تھی

اسے بھول چکا تھا کہ فیضی نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا، وہ بھول چکی تھی کہ اس کے ساتھ اب ایک ننھی جان منسلک ہے، وہ سب بھول چکی تھی، یاد تھا تو صرف یہ کہ وہ اپنے

! باپ کی موت کی ذمہ دار ہے

! وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، کاش یہ زمین پھٹ جاتی اور وہ اس کے اندر دھنس جاتی، کاش

وہ کتنی بد قسمت تھی کہ اُسے اپنے باپ کا آخری دیدار بھی نصیب نہیں ہوا تھا بلکہ اس سے بڑی بد نصیبی تو یہ تھی کہ احمد صاحب اپنے آخری وقت میں اس سے سخت ناراض تھے۔ وہی انہیں اس حالت میں پہنچانے کی ذمہ دار تھی، اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ چکی تھی۔ نجانے کس خیال کے تحت اس نے پاس پڑے اپنے بیگ کو پکڑا اور کانپتے

ہاتھوں سے زپ کھولنے لگی، زپ کھولتے اس نے اپنا موبائل نکالا اور اس پر انگلیاں چلانے لگی، کچھ دیر بعد اس کے ہاتھوں میں موجود موبائل پر ایک تصویر نمودار ہوئی، وہ احمد صاحب کی تصویر تھی، سبرینہ دیوانہ وار موبائل کی سکرین کو چومنے لگی، روتے روتے اس کی ہچکی بندھ چکی تھی۔

ابو۔۔۔ابو جان" اس کے لبوں سے یہ لفظ ادا ہوئے، اس کی آواز میں دکھ تھا، تکلیف تھی، درد تھا اور پچھتاوا تھا۔"

!وہ اب لاکھ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی، اس نے گناہ کیا تھا، اب کفارہ اسے ادا کرنا تھا

!موبائل کی سکرین پر اس کا ہاتھ لگتے، سکرین پر موجود تصویر تبدیل ہوگئی اور سبرینہ کے دماغ میں ایک دم جھماکہ ہوا، سکینہ بیگم

،وہ انہیں کیسے بھول سکتی تھی؟ وہ اس وقت کہاں ہوں گی؟ اس کے دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتے ہی اس کے کانوں میں اس عورت کی آواز گونجی

"ان کی بیوی تو اپنی بہن کے گھر جا چکی تھیں"

سکینہ بیگم، اسے ان سے ملنا تھا، انہیں اپنے گلے لگانا تھا، اسے معلوم تھا کہ اب اس کی معافی بہت مشکل ہے مگر وہ ان کے پاؤں پڑ جائے گی کہ چاہے وہ اسے معاف نہ کریں مگر ایک بار، صرف ایک بار اسے اپنے گلے لگالیں، مگر اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی یہ خواہش بھی ادھوری رہ جائے گی۔

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی موبائل پر تیز تیز کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھی، گیلے بال شانوں پر بکھرے تھے۔ اس کی ساری توجہ کا مرکز اس وقت وہ موبائل فون تھا۔ چہرے سپاٹ تھا، ہر جذبے سے عاری، دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل تھا کہ گفتگو خوشگوار ہے یا پریشان کن! حرم کی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچی

،آپی، اشعر بھائی آئے ہیں، امی آپ کو بلا رہی ہیں" وہ دروازے پر کھڑی صالحہ بیگم کا پیغام آبرو کو دینے لگی، اشعر کا نام سنتے آبرو کے چہرے کے تاثرات بدلے"

ٹھیک ہے تم چلو، میں آتی ہوں" حرم اس کی بات پر سر ہلاتی باہر بھاگ گئی۔ اس نے ایک نظر سامنے رکھے ڈریسنگ کے آئینے میں خود کو دیکھا اور موبائل پر ایک آخری میسج" ٹائپ کرتے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ بیڈ سے اترتے، اپنے پاؤں سیاہ چپل میں قید کرتے، وہ قدم اٹھاتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی، اپنے چہرے کا بغور جائزہ لیا، پاس پڑا ہیئر کلپ اٹھاتے، اپنے بالوں میں لگایا۔ بے شکن لباس کو مزید درست کرتے، بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور نفاست سے سر پر لیتی، وہ لاؤنج کی جانب چل پڑی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے اس کی نظر سامنے بیٹھے اشعر پر پڑی، سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنے وہ اس وقت صالحہ بیگم سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ ان کی کسی بات پر مسکراتے ہوئے

urdunovelsblog

اس کی نظر آبرو پر پڑی، سیاہ رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس وہ اسی جانب آ رہی تھی۔ آبرو نے نظریں اٹھا کر اُس کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں، اشعر کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا، آبرو سلام کرتی صالحہ بیگم کے پاس جا بیٹھی، اشعر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سلام کا جواب دیا۔

بیٹا تم بیٹھو، میں ذرا نماز پڑھ لوں" اُس کو اپنے پاس بیٹھتا دیکھ کر صالحہ بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں، آبرو کو معلوم تھا کہ وہ اُن دونوں کو تنہائی میں بات کرنے کا موقع دینا چاہتی" ہیں۔ آبرو نے انکی بات پر سر ہلایا۔

کیسی ہو؟" اشعر اس کی جانب دیکھتا پوچھ رہا تھا۔"

ٹھیک ہوں" دو لفظی جواب۔ ماحول میں خاموشی چھا گئی۔"

آپ کیسے ہیں؟" کچھ دیر بعد آبرو کی آواز نے خاموشی کے مجسمے کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔"

میں بھی ٹھیک ہوں" اشعر نے جواب دیا جبکہ نگاہوں کا مرکز سامنے بیٹھی سیاہ آنکھوں والی لڑکی تھی۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے، ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ " ہوئی۔

تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے؟" اشعر نے اُسے دوبارہ مخاطب کیا جو نجانے اپنی گود میں رکھے اپنے ہاتھ پر دوسرے ہاتھ کی انگلی سے کیا بنا رہی تھی۔ "

اچھی جا رہی ہے" ایک بار پھر مختصر جواب۔"

تایا جان اور باقی سب کیسے ہیں؟" بار بار چھاتی خاموشی آبرو کو مناسب نہ لگی۔"

!سب ٹھیک ہیں" اتنا بڑا تعلق ہونے کے باوجود بھی اُن کے درمیان بات کرنے کے لیے کوئی موضوع نہ تھا، کیونکہ تعلق بڑا ضرور تھا مگر مضبوط نہیں تھا"

،اچانک کچھ یاد آنے پر اشعر نے اپنی دائیں جانب پڑا شاپنگ بیگ اٹھاتے آبرو کی جانب بڑھایا، اس کی اس حرکت پر آبرو نے سوالیہ نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا

پکڑو تو سہی" وہ بیگ کو مزید اس کی جانب کرتا ہوا بولا، اس کی بات پر آبرو نے آگے بڑھتے ہوئے وہ بیگ پکڑ لیا۔ وہ اس بیگ کو سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگی تھی کہ اُس کی سماعت" ،سے اشعر کی آواز ٹکرائی

urdunovelsblog

ارے، ارے، رکو، اِسے کھولو" اُس کی بات سنتے آبرو نے وہ بیگ اپنی گود میں رکھتے ایک نظر سامنے بیٹھے اشعر پر ڈالی اور بیگ میں موجود چیزیں دیکھنے لگی۔ اس نے ایک پیکٹ باہر نکالا، اور شاپنگ بیگ کو ایک سائیڈ پہ رکھا، اور سوٹ کو پیکٹ سے باہر نکالنے لگی، وہ ایک گلابی رنگ کی خوبصورت فراک تھی، جس کے ساتھ سیاہ چوڑی دار پجامہ، اور خوبصورت سادوپٹہ تھا۔

یہ تمہارے لیے "اشعر نے محض یہ الفاظ ادا کیے۔"

اس کی کیا ضرورت تھی؟" آبرو نے سوال کیا۔"

مارکیٹ گیا تھا، اس جوڑے پر نظر پڑتے ہی، تمہارا خیال آیا تو خرید لیا" آبرو جو دامن کے ڈیزائن پر ہاتھ پھیر رہی تھی، اس کا ہاتھ ایک پل کو تھما۔ اس نے ایک نظر اشعر پر" ڈالی اور پھر فراک کے آستین دیکھنے لگی، جہاں موتیوں سے بنے خوبصورت ڈیزائن موجود تھے۔

، زیادہ ہیوی نہیں ہے "اشعر کی آواز پر آبرو نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا"

اب اِن چار سالوں میں تمہاری پسند، ناپسند کا اتنا اندازہ تو مجھے ہو چکا ہے" وہ مسکراتے ہوئے آبرو کی آنکھوں میں دیکھتا بات کر رہا تھا۔"

تھینک یو" آبرو نے مسکراتے ہوئے اُس کا شکریہ ادا کیا۔"

، عید کے دن امی نے دعوت کا اہتمام کیا ہے، صالحہ چچی کو میں دعوت دے چکا ہوں، رابعہ پھپھو بھی آ رہی ہیں" وہ ایک لمحے کے لیے رکا"

اگر تم اُس دن یہ پہنو گی، تو مجھے اچھا لگے گا" اُس کی نظروں کا مرکز وہ گلابی رنگ کا سوٹ تھا۔ یہ خواہش تھی یا گزارش، آبرو سمجھ نہ سکی۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر" ، ہوئے، اس سے پہلے کہ آبرو کچھ کہتی، رُتبہ ہاتھوں میں ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئی

السلام علیکم اشعر بھائی، کیسے ہیں آپ؟" وہ مسکراتے ہوئے کہتی، اُن کے قریب آئی، ٹرے ٹیبل پر رکھتے وہ آبرو کے ساتھ جا بیٹھی۔"

وعلیکم السلام، میں ٹھیک ہوں، آپ سنائیں ڈاکٹر صاحبہ کیسی ہیں؟" اشعر اب رُتبہ کی جانب متوجہ ہو چکا تھا، جبکہ پاس بیٹھی آبرو گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی۔"

صبح سے موسم خوشگوار تھا، درختوں کے پتے ٹھنڈی ہوا میں جھوم رہے تھے، آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا۔ صبح سے شام ہو چکی تھی مگر بادلوں اور سورج کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ لاہور کے ایک پوش علاقے میں ایک دو منزلہ مکان کے سامنے ایک سیاہ رنگ کی گاڑی آ رکی۔ گاڑی کے ہارن پر گیٹ اندر کی جانب سے کھولا گیا۔ سیاہ گاڑی گیٹ کے

urdunovelsblog

اندر داخل ہوئی، ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا، ایک دراز قد نوجوان باہر آیا۔ پائلٹ کا یونیفارم، پاؤں میں لانگ بوٹس، سر پر کیپ سجائے وہ اندر کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ کھڑی مغرور ناک، عنابی ہونٹ، ہلکی بڑی ہوئی شیو، ماتھے پر ہر وقت موجود رہنے والے بل، وہ آفاق قریشی تھا، رابعہ قریشی اور ارمغان قریشی کا بڑا بیٹا۔

لاؤنج کی دہلیز پر پہلا قدم رکھتے اس نے اپنے سر پر پہنی کیپ اتاری، بالوں میں ہاتھ پھیرتے آگے بڑھا، سیاہ بال ماتھے پر بکھر گئے۔

"بھائی آپ آگئے ؟"سامنے سے آتی مہمل، آفاق کو دیکھتے چونکی، پھر رابعہ بیگم کو آواز دینے لگی،

"امی، امی، بھائی آگئے !"وہ اونچی آواز میں کہتی آفاق کے قریب آئی،

"بھائی کیسے ہیں آپ ؟"وہ اپنے ہاتھ میں موجود ٹرے ٹیبل پر رکھتے پوچھنے لگی،

"میں بالکل ٹھیک ہوں گڑیا، تم بتاؤ کیسی ہو ؟"وہ اپنی کیپ ٹیبل پر رکھتا مسکرایا۔

"میں بھی بالکل ٹھیک" مہمل مسکرائی، اتنی دیر میں رابعہ بیگم لاؤنج میں داخل ہوئیں، اُن پر نظر پڑتے آفاق اُن کی جانب چل پڑا،

"السلام علیکم امی"وہ مسکراتے ہوئے انہیں سلام کر رہا تھا۔ رابعہ بیگم اس کے قریب آئیں،

"وعلیکم السلام"اُن کی آواز رندھ چکی تھی۔

urdunovelsblog

"امی دیکھیں، یہ اچھی بات نہیں ہے"وہ ان کی آنکھوں میں موجود آنسو دیکھتا بولا اور کچھ قدم آگے بڑھاتے ان کو گلے لگالیا۔

"تمہاری فلائٹ کا سن کر مجھے لگا۔۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی تم عید ہمارے ساتھ نہیں کرو گے"وہ رو رہی تھیں۔

"اچھا امی، اب روئیں تو مت، دیکھیں اب تو میں آگیا ہوں نہ"وہ ان کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے ان کے آنسو صاف کر رہا تھا۔

"امی اگر اب آپ روئیں، تو میں واپس چلا جاؤں گا"وہ رابعہ بیگم کو مسلسل روتا دیکھ کر بولا، جس پر رابعہ بیگم نے خفگی سے اس کی جانب دیکھا،

"بد تمیز، ماں کو دھمکی دے رہے ہو"وہ اپنے آنسو صاف کرتی مسکرائیں۔

"توبہ، توبہ میری یہ مجال"وہ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کو لگاتا رابعہ بیگم کو ہنسنے پر مجبور کر گیا۔ انہوں نے نظر اٹھاتے اپنے بیٹے کی جانب دیکھا، اُس نے اپنے نقوش، عادات سب اپنے باپ سے چرائے تھے، وہ ہو بہو ارمغان قریشی کی کاپی تھا۔

"بھائی آپ فریش ہو جائیں، میں کھانا لگاتی ہوں، پھر سب ساتھ کھانا کھائیں گے" مہمل کی آواز پر رابعہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا،

"صحیح کہہ رہی ہے مہمل، جاؤ تم فریش ہو جاؤ، پھر ساتھ کھانا کھاتے ہیں" وہ آفاق کو مخاطب کرتی بولیں،

"اوکے میڈم" وہ اپنا دایاں ہاتھ ماتھے کے قریب لے جاتے رابعہ بیگم کو سلیوٹ کرتے ہوئے بولا، اور قدم بڑھاتا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا جبکہ رابعہ بیگم مسکراتے ہوئے اسے تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

آٹا گوندھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی، گندھا ہوا آٹا شیلف پر ایک جانب رکھتے اُس نے اپنے ہاتھ دھونے کے لیے نل کھولا، اُس نے ابھی اپنے ہاتھ دھونا شروع ہی کیے تھے کہ اُس کی سماعت سے اُس کا موبائل بجنے کی آواز ٹکرائی، وہ تیزی سے ہاتھ دھوتی، اپنے کمرے کی جانب چل پڑی جہاں اس کا موبائل پڑا تھا۔ وہ اپنے گیلے ہاتھ دوپٹے سے خشک کرنے لگی، اُس کے کمرے میں قدم رکھتے ہی موبائل کی آواز دم توڑ گئی۔ وہ قدم اٹھاتی موبائل کے قریب آئی، موبائل اٹھاتے اسکرین پر نمودار ہونے والے نوٹیفکیشن پر مسڈ کال کے ساتھ لکھا نام دیکھنے لگی، کال آبرو کی تھی۔

اسے کچھ روز پہلے صالحہ بیگم کے ساتھ ہوئی اپنی گفتگو یاد آنے لگی، اس سے پہلے کہ وہ خود آبرو کو کال ملاتی، اس کا موبائل پھر سے بجنے لگا۔ سکرین پر جگمگاتا نام آبرو کا تھا۔ حفصہ نے کال اٹینڈ کرتے موبائل کان سے لگایا،

urdunovelsblog

"السلام علیکم" وہ پاس پڑی کرسی کھینچتے اس پر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام آپی، کیسی ہیں آپ؟" کال کی دوسری جانب سے آبرو کی آواز اُبھری،

"میں ٹھیک ہوں آبرو، تم سناؤ کیسی ہو؟ اور باقی سب کیسے ہیں؟" حفصہ نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں اور باقی سب بھی بالکل ٹھیک ہیں"

"امی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" حفصہ کی آواز مدھم ہوئی،

"اللہ کا شکر ہے، اب وہ کافی بہتر ہیں، آپی آپ کی طبیعت اب کیسی رہتی ہے؟" آبرو کے سوال پر حفصہ کی نظر بے ساختہ آئینے کی طرف اٹھی، اس کا چہرہ اس کا حال بتانے کے لیے کافی تھا، صد شکر کہ آبرو اِس وقت اُسکا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے آبرو اب میں کافی بہتر ہوں "اُسے اِس وقت بھی ہلکا بخار تھا۔ دوسری جانب اُس کا جواب سنتے، آبرو کو معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ آبرو لہجے سمجھنا جانتی تھی۔ کچھ مزید باتوں کے بعد آبرو بولی، "آپی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے "حفصہ کے چہرے کا رنگ بدلا، وہ جانتی تھی کہ آبرو کیا بات کرنا چاہتی ہے۔

"،ہمم بولو "حفصہ کی آواز سپیکر پر اُبھرتے آبرو بولنے لگی

"آپی کیا اِس بار آپ عید ہمارے پاس نہیں کر سکتیں، میں آپ کو لینے آجاؤں گی "آبرو کا لہجہ حفصہ سے مخاطب ہوتے بہت مختلف ہوتا تھا۔ اُس کا ضدی پن، مزاج کی سختی کہیں دور جا سوتی تھی، وہ حفصہ کے سامنے ایک مختلف آبرو ہوا کرتی تھی۔ کچھ دیر دونوں جانب خاموشی کا راج رہا۔

"آپی۔۔ "آبرو کی آواز نے خاموشی کے مجسمے کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔

"! نہیں آبرو، یہ ممکن نہیں ہے "ہمیشہ کی طرح وہی انکار

"کیوں آپی کیوں ممکن نہیں ہے، آپ کہیں تو میں عادل بھائی سے بات کر لیتی ہوں آپ۔۔۔"

"نہیں آبرو تم عادل سے بات مت کرنا، میں کہہ رہی ہوں نہ اس بار تو بہت مشکل ہے، دراصل۔۔ "وہ رکی، اپنے الفاظ کو ترتیب دینے لگی۔

"صبا(عادل کی بہن) کی بات پکی ہو چکی ہے، عید کے دو روز بعد ہی اُس کی منگنی کی تقریب ہے، اس صورتحال میں میرا آنا بہت مشکل ہے آبرو، گھر پر اتنا کام ہے اور تمہیں تو پتہ ہے کہ۔۔۔ "الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

"میں سمجھ گئی آپی "آبرو کے لہجے کی خفگی حفصہ محسوس کر چکی تھی۔

"آبرو ناراض مت ہونا، تم میری مجبوریوں سے بہت اچھے سے واقف ہو "وہ رکی۔

"،تم سن رہی ہو نہ آبرو۔۔ " وہ دوسری جانب چھائی خاموشی کو محسوس کرتے بولی

"جی آپی "آبرو نے جواب دیا۔

"! انشاءاللہ جیسے ہی میں اِن سب معاملات سے فارغ ہوتی ہوں میں خود عادل سے بات کروں گی، ٹھیک ہے "

"جی آپی، جیسا آپ مناسب سمجھیں "آبرو کی آواز مدہم ہونے لگی تھی۔

urdunovelsblog

،آبرو ناراض ہوگئی ہو؟"اُس کی آواز میں پوشیدہ خفگی کو بھانپتے حفصہ پوچھنے لگی"

نہیں آپی، میں بھلا آپ سے کیوں ناراض ہوں گی، مجھے معلوم ہے آپ مجبور ہیں اور مجبوریاں اَن دیکھی زنجیروں کی مانند ہوتی ہیں، جنھیں صرف وہی انسان محسوس کرتا" ہے مگر۔۔۔"وہ رکی، لہجہ تبدیل ہوا۔

وہی انسان، اُن زنجیروں کو توڑنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے"حفصہ جانتی تھی کہ آبرو کا اشارہ کس جانب ہے۔"

تم صحیح کہہ رہی ہو آبرو مگر اُن زنجیروں کو توڑنے کا حوصلہ ہر کسی میں کہاں ہوتا ہے!"حفصہ کی بات پر آبرو خاموش ہوگئی۔"

"اچھا آبرو اب میں فون رکھتی ہوں، عادل آنے والے ہوں گے اور مجھے ابھی کھانا بھی بنانا ہے۔"

ٹھیک ہے آپی، اپنا بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ "آبرو کی آواز حفصہ کی سماعتوں سے ٹکرائی۔"

تم بھی اپنا خیال رکھنا اور سب کو میرا سلام دینا، اللہ حافظ "حفصہ نے یہ کہتے کال کاٹ دی اور گہری سانس لیتے اپنی آنکھوں میں موجود آنسو واپس اندر دھکیلتے اپنی جگہ سے" اٹھتی کچن کی جانب چل پڑی جبکہ دوسری جانب موجود آبرو ایک بار پھر اپنی کوشش میں ناکام ٹھہری تھی۔

urdunovelsblog

آج کا دن بہت گرم تھا، درختوں کے پتے مرجھا چکے تھے۔ وہ اپنی تمام تر ہمت جمع کرتی، آج سکینہ بیگم سے ملنے جا رہی تھی۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھی، مسلسل ایک ہی بات سوچ !رہی تھی کہ وہ ان کا سامنا کیسے کرے گی

ٹیکسی اب اس کی منزل کے قریب تھی، اس کی دھڑکنوں میں مزید روانی آچکی تھی، کچھ آگے جانے پر انہیں سامنے سے راستہ بند دکھائی دیا۔ سامنے ایک گھر کے آگے بہت لوگ جمع تھے، گاڑی گزرنے کا راستہ نہ تھا۔

،باجی آگے تو راستہ بند ہے" ڈرائیور سبرینہ کو مخاطب کرتا بولا"

"میں دوسرے راستے۔۔۔"

نہیں بھائی آپ رہنے دیں، میں دیکھ لیتی ہوں" وہ اس کی بات کاٹتی بولی اور ٹیکسی سے اترنے لگی۔ ڈرائیور کو کرایہ ادا کرتے اس نے اپنی چادر درست کی، اپنا چہرہ ڈھانپتے وہ" قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔ وہ اب اس گھر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ سامنے موجود گھر کی جانب دیکھتے اس کی نگاہیں پتھر کی ہوگئیں، وہ گھر اس کی خالہ کا ہی گھر تھا۔ نامحسوس

طریقے سے اس کی گرفت اپنے ہاتھ میں پکڑے بیگ پر مضبوط ہوئی، اسکے دل ودماغ اسے کسی انہونی کی خبر دے رہے تھے۔ اسکے قدم پتھر کے ہو چکے تھے۔ اس میں مزید قدم بڑھانے کی سکت نہ تھی۔

بی بی اندر چلی جائیں" اسے وہاں کھڑا دیکھ کر پاس کھڑے مردوں میں سے ایک مرد اس کے قریب آتا بولا، سبرینہ کی زبان میں ایک لفظ بھی ادا کرنے کی ہمت نہ تھی، اس" میں اتنی سکت ہی نہ تھی کہ وہ اس شخص سے پوچھ پاتی کہ مرنے والا کون ہے؟

وہ اپنا وجود گھسیٹتی اندر بڑھنے لگی، اسے آنے والے وقت سے خوف آرہا تھا، وہ اندر داخل ہوئی، اس کی سماعتوں سے آہوں، سسکیوں کی آوازیں ٹکرائیں، دو قدم مزید آگے بڑھائے تو اس کی سماعت سے ایک آواز ٹکرائی، وہ اُس آواز کو پہچانتی تھی، وہ اس کی خالہ کی آواز تھی، جو اونچی آواز میں رو رہی تھیں۔ وہ مزید آگے بڑھی، سامنے میت کور کھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود بیگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، دل کی دھڑکنیں تھم گئیں، اسے لگا وہ اب اگلی سانس نہیں لے پائے گی، چادر اس کے چہرے سے سرک گئی کیونکہ سامنے رکھی میت کسی اور کی نہیں، بلکہ سکینہ بیگم کی تھی۔

صدیقی ہاؤس پر شام اتر چکی تھی، سورج غروب ہونے میں صرف ایک گھنٹہ باقی تھا۔ جلال صدیقی اس وقت گھر کے لان میں موجود تھے، سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنے وہ ٹیبل کے سامنے پڑی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ملازمہ ہاتھوں میں ٹرے تھامے ٹیبل کی جانب بڑھی، ان کے قریب پہنچتے اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی، جس میں چائے کے دو بھاپ اڑاتے کپ موجود تھے۔ ملازمہ ٹرے رکھتے واپس چلی گئی، کچھ دیر بعد صائمہ تائی قدم اٹھاتی ان کی قریب آئیں، جلال تایا ایک نظر صائمہ تائی پر ڈالتے واپس اخبار کا مطالعہ کرنے لگے۔ صائمہ تائی ان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

جلال چائے لے لیں، ٹھنڈی ہو جائے گی" وہ چائے کا ایک کپ پرچ میں رکھتیں جلال تایا کی طرف بڑھانے لگیں۔"

رکھو، میں لے لیتا ہوں" جلال تایا نے مصروف انداز میں اخبار کا صفحہ پلٹا۔"

،اشعر کہاں گیا ہے؟ آپ کو بتایا اس نے؟" صائمہ تائی نے چائے کا کپ اٹھاتے سوال کیا"

ہاں" ایک لفظی جواب۔"

کہاں گیا ہے؟" دوبارہ سوال کیا۔"

حیات کی طرف گیا ہے" جلال تایا کی بات سنتے صائمہ تائی کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔"

"وہ کیوں گیا ہے وہاں؟" صائمہ تائی کی بات پر جلال تایا نے اخبار سے نظریں ہٹاتے ان کی جانب دیکھا،

"کیسا احمقانہ سوال ہے، اسکا سسرال ہے وہ، وہ وہاں جا سکتا ہے۔" جلال تایا کی بات پر صائمہ تائی کو چائے ایک دم کڑوی محسوس ہونے لگی۔

"مگر پھر بھی، وہ وہاں کیوں گیا ہے؟" صائمہ تائی نے دوبارہ سوال کیا۔

"دعوت نامہ دینے گیا ہے، عید کی دعوت کے لیے" اخبار کو ایک جانب رکھتے وہ چائے کا کپ اٹھانے لگے،

"مگر۔۔۔"

"اب کوئی فضول سوال مت کرنا صائمہ، وہ ہم سے اجازت لیے بغیر بھی وہاں جا سکتا ہے، اس کی بیوی۔۔۔" جلال تایا ان کی بات کاٹتے بولے مگر صائمہ تائی نے بھی ان کی بات درمیان میں کاٹ ڈالی،

"اُن کو دعوت پر بلانا ضروری ہے کیا؟" صائمہ تائی کی بات پر جلال تایا کی آنکھوں میں غصہ نظر آنے لگا،

"تمہارا دماغ کہیں خراب تو نہیں ہو گیا، ایک وجہ بتا دو اُن کو نہ بلانے کی"

"مجھے وہ لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے جلال اور آپ نے۔۔۔" وہ بولتے بولتے رک گئیں۔

urdunovelsblog

"میں نے صرف آپ کے کہنے پر وہ کڑوا گھونٹ پیا تھا، ورنہ وہ لڑکی۔۔۔" اُن کے ذہن کے پردے پر آبرو کی تصویر نمودار ہوئی،

"میرا بس چلے تو میں اسے۔۔"

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو صائمہ، اگر اشعر نے تمہاری زبان سے یہ باتیں سن لیں تو یقیناً تمہارے لیے اچھا نہیں ہوگا" جلال تایا نے صائمہ تائی کو وارن کیا،

"مگر جلال۔۔۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا صائمہ" وہ دوٹوک لہجے میں بولے، صائمہ تائی خاموش ہو گئیں جبکہ جلال تایا چائے پینے لگے۔ صائمہ تائی نے جلال تایا پر ایک نظر ڈالی اور پھر سامنے نظر آنے والی گھاس کو دیکھنے لگیں، کپ واپس رکھتے، ان کا دماغ سازشوں کے نئے جال بُن رہا تھا۔

اس نے آگے قدم بڑھانا چاہے مگر اس کے پاؤں زمین پر جم چکے تھے۔ وہ ایک قدم بھی آگے بڑھانے سے قاصر تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بھل بھل کر نکل رہے تھے۔ وہ سکینہ بیگم کو آواز دینا چاہتی تھی مگر اس کی آواز بھی اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اس کا بیگ زمین پر گرنے کی آواز سنتے کچھ لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے، زیادہ تر لوگ تو اس کو پہچانتے نہ تھے مگر کچھ لوگوں کے لیے وہ شناسا تھی، ان میں اُس کی پھپھو بھی شامل تھیں، سبرینہ پر نظر پڑتے وہ اٹھتی اس کے قریب آئیں، اُن کی آنکھوں میں اشتعال تھا۔ اُن کو اپنے قریب بڑھتا دیکھ کر سبرینہ نے ایک قدم اٹھانے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ٹھہری مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھتی اس کی پھوپھو اس کا راستہ روک چکی تھیں۔

،کیا کرنے آئی ہو، تم یہاں ؟" وہ تنفر سے کہہ رہی تھیں، سبرینہ نے اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر ان کی جانب دیکھا"

پہلے میرے بھائی کو کھا گئی اور اب اپنی ماں کو، اب بھی کیا کچھ بچا ہے ؟ جو تم دوبارہ یہاں آگئی ہو" ان کی زبان انگارے برسا رہی تھی۔ سبرینہ نے کچھ کہنے کے لیے اپنے" ،لب کھولے

"مجھے امی۔۔۔"

بہتر ہو گا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ" وہ اس کی بات کاٹتے درشتگی سے بولیں، اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی اسے سامنے سے اپنی خالہ آتی دکھائی دیں۔ اسے امید تھی کہ وہ" یقیناً اسے سکینہ بیگم کے قریب جانے کی اجازت دے دیں گی۔

urdunovelsblog

نکل جاؤ یہاں سے سبرینہ !" ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ سنتے اس کی تمام امیدیں دم توڑ گئیں۔"

میری بہن کی زندگی کا تماشہ تو تم بنا ہی چکی ہو، میں نہیں چاہتی کہ اس کے آخری وقت میں بھی اس کو اذیت پہنچے، اسی لیے بہتر ہو گا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ" سبرینہ کو لگا" !کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ ان کی بات بلکل درست تھی، وہی ذمہ دار تھی اپنی ماں کی موت کی، ان کی زندگی کی تلخیوں کی

،اس نے اپنی زبان کو حرکت دیتے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر اس کی زبان سے صرف چند ہی لفظ ادا ہو پائے

،مگر آپ ایک۔۔۔۔" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اس کی خالہ اس کے مزید قریب آئیں"

سبرینہ ،اِس سے پہلے کہ یہاں لوگوں کو خبر ہو کہ تم کون ہو اور تمہیں دھکے مار کر یہاں سے نکالا جائے، بہتر ہو گا کہ تم خود ہی عزت سے یہاں سے چلی جاؤ" اب بولنے کو" !کچھ باقی نہ رہا تھا۔ یہ اس کے گناہوں کی سزا تھی کہ وہ اپنے ماں باپ دونوں کی آخری دیدار سے محروم رہ گئی تھی کیونکہ وہ ان کی موت کی وجہ تھی

،وہ شکستہ قدموں سے پلٹی،اس کے کانوں سے اس کی خالہ کی آواز ٹکرائی

تمہاری ماں نے اپنے آخری دن بہت اذیت میں کاٹے ہیں سبرینہ، تم زندگی بھر یہ یاد رکھنا کہ اس کی وجہ صرف تمہاری ذات تھی" وہ رکیں۔"

اپنی بہن کی حالت دیکھ کر میرے دل میں ہر بار یہ خیال آتا تھا کہ کاش تم جیسی اولاد ہونے سے بہتر تھا کہ میری بہن بے اولاد رہتی!" سبرینہ کو اپنی ٹانگوں پہ کھڑا رہنا مشکل" لگنے لگا۔وہ لرز رہی تھی، کانپ رہی تھی،اس کے گناہوں کی سزا اتنی بڑی ہونے والی تھی اسنے کبھی نہ سوچا تھا۔اس نے پلٹ کر ایک بار پھر سکینہ بیگم کی میت پر نظر ڈالی،وہ کتنی بدنصیب تھی کہ ماں کا جنازہ سامنے ہوتے وہ اس میں شرکت نہیں کر پا رہی تھی،اس نے ایک نظر اپنی خالہ کی جانب دیکھا جن کی نظروں کی دھتکار محسوس کرتے وہ اپنا وجود گھسیٹتی باہر نکل گئی۔

آفاق کی عمر 15 برس تھی، جب ارمغان قریشی (رابعہ بیگم کے شوہر) کا انتقال ہوا تھا۔چھوٹی عمر میں باپ کے سائے سے محرومی نے اسے وقت سے پہلے بڑا کر ڈالا تھا۔رابعہ بیگم نے کتنی مشقتیں جھیل کر ان دونوں بہن، بھائی کو پالا تھا، وہ بخوبی جانتا تھا۔ایف-ایس-سی کرنے کے بعد اس نے ارمغان قریشی کے نقشِ قدم پر چلتے پاک فضائیہ جوائن کی تھی،اب وہ ایک کامیاب پائلٹ تھا۔زندگی کی تلخیاں کم ہونے لگی تھیں،اس نے اپنے بچپن اور جوانی میں بہت مشکلات جھیلی تھیں،لوگوں کے طعنے، باتیں سنی تھیں مگر ہر مشکل پر صبر کیا تھا،اور آج اسے قدرت نے اسے،اسکے صبر کا پھل دیا تھا۔دو ہفتے پہلے ہی اُس کا ٹرانسفر لاہور میں ہوا تھا۔لاہور میں گھر خریدنے کے بعد سیٹ کرواتے،اسے ایک ہفتہ لگ گیا تھا۔مہمل اور رابعہ بیگم کو یہاں آئے ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا۔مہمل اور رابعہ بیگم ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھیں آفاق کی منتظر تھیں،کچھ دیر بعد آفاق انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔سیاہ رنگ کے ٹراؤزر کے ساتھ سرمئی شرٹ پہنے،وہ اُن کی جانب بڑھ رہا تھا۔گیلے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔رابعہ بیگم نے نظروں ہی نظروں میں اپنے بیٹے کی بلائیں لے ڈالیں۔

معذرت، میں تھوڑا لیٹ ہو گیا" وہ اپنی کرسی کھینچتا بیٹھنے لگا۔"

کوئی بات نہیں بھائی، آپ کے لیے تو میں اور امی جتنا آپ چاہیں، اتنا انتظار کر سکتے ہیں" مہمل نے مسکراتے ہوئے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلتے آفاق کی جانب" ، بڑھایا۔اس کے بات پر رابعہ بیگم اور آفاق دونوں مسکرائے

،یہ لیں بھائی، آپ کا فیورٹ پلاؤ" وہ پلاؤ کی ٹرے آفاق کے سامنے کرتی بولی"

پہلے امی کو تو لینے دو" وہ پانی کا گلاس اٹھاتے پانی پینے لگا۔"

،ہمیں چھوڑو، تم کھانا شروع کرو، پتہ نہیں کب سے بھوکے ہو گے" رابعہ بیگم چہرے پر فکر سموئے بولیں"

"امی وہاں بھی کھانا ملتا ہے"

مگر گھر کے کھانے جیسی بات تو نہیں ہوتی نہ، دیکھو تو سہی کتنے کمزور ہو گئے ہو" آفاق کے منہ سے پانی باہر آتے آتے بچا، وہ اور کمزور! جبکہ مہمل کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔"

امی یہ بات کسی اور کے سامنے مت کیجیے گا" وہ گلاس کو واپس رکھنے لگا۔"

"کون سی بات؟"

یہی کہ میں کمزور ہو گیا ہوں" وہ ٹرے سے چاول پلیٹ میں ڈالنے لگا۔"

تو کیا نہیں ہوئے کمزور! دیکھو تو سہی کتنا سامنہ نکل آیا ہے، میں تو کہتی ہوں۔۔۔" مہمل مسلسل ہنس رہی تھی جبکہ آفاق اب خاموشی سے سر ہلاتا، رابعہ بیگم کی باتیں سن" رہا تھا۔

اوہ ہو، باتوں ہی باتوں میں کھانا ٹھنڈا ہو گیا، جاؤ مہمل دوبارہ گرم کر لاؤ" تندرستی پر ایک لیکچر آفاق کو دیتے، وہ مہمل کی جانب متوجہ ہوئیں۔"

نہیں امی رہنے دیں" آفاق نے منع کرتے، ہاتھ کے اشارے سے مہمل کو روکا جو کچن کی طرف جانے والی تھی۔"

،زبردست!" پلاؤ کا پہلا چمچ، منہ میں ڈالتے آنکھیں بند کیے، اُسکا ذائقہ محسوس کرتے آفاق بولا، اُس کی بات پر مہمل مسکرائی"

،بھائی آپ مجھے شاپنگ پر لے کر جائیں گے نہ، مجھے ابھی عید کی ساری شاپنگ کرنی ہے" مہمل آفاق کو مخاطب کرتی بولی"

"مہمل کیا ہو گیا ہے؟ بھائی کو ابھی گھر آئے وقت ہی کتنا ہوا ہے، جو۔۔۔"

،مگر امی عید بھی تو سر پر ہے" مہمل انکی بات کاٹتی بولی"

کل کا پورا دن باقی ہے، آرام سے کر لینا شاپنگ، آج آفاق کہیں نہیں جائے گا، صرف آرام کرے گا" رابعہ بیگم فیصلہ کن لہجے میں بولیں، جبکہ اس ساری گفتگو میں آفاق" اُن دونوں کی باتیں سنتا پلاؤ سے انصاف کر رہا تھا۔

،عید سے یاد آیا، عید کے پہلے دن جلال بھائی کے گھر دعوت ہے" اُن کی بات پر آفاق نے انکی جانب دیکھا "

،اور اس بار ہم سب جائیں گے، میں کوئی انکار نہیں سنوں گی" وہ آفاق کو بولنے کے لیے لب کھولتا دیکھ کر بولیں"

"مگر امی۔۔۔۔"

آفاق اس بار تو کوئی بہانہ بھی نہیں ہے، میں انہیں کیا جواب دوں گی جب وہ تمہارا پوچھیں گے "رابعہ بیگم کی بات درست تھی۔"

،اچھا امی، ہم اس معاملے کو دیکھتے ہیں" آفاق نے بات ختم کی"

آپ کو پتہ ہے بھائی، وہاں حیات ماموں کی فیملی بھی آئے گی، آبرو، اِصباح، رُتبہ " مہمل کے چہرے کے تاثرات خوشگوار تھے۔"

اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ اس بار ہم سب جائیں گے، صالحہ ہر بار مجھ سے تمہارا پوچھتی ہے، اس بار ساتھ چلو گے تو ایک ہی جگہ پر سب سے ملاقات ہو جائے گی "رابعہ بیگم" نے آفاق کی جانب دیکھتے ہوئے کہا، جو خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔

،تم سن رہے ہو نہ آفاق، میں کیا کہہ رہی ہوں "اسے خاموش دیکھ کر رابعہ بیگم بولیں"

جی امی "آفاق کی بھاری مگر مدہم آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔"

شام کے اس پہر سڑک پر ٹریفک جام تھی۔ ماحول میں بائیکس اور گاڑیوں کے ہارن کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ روڈ سے کچھ دور ایک عورت فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ اس کی چال سے لڑکھڑاہٹ واضح تھی، چادر اس کے سر سے ڈھلکتی اس کے کندھوں تک آ چکی تھی۔ ویران آنکھیں، خشک ہونٹ، بکھرے بال، اس کے چہرے کے تاثرات سے عیاں تھا کہ وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں موجود نہ تھی۔ وہ سبرینہ تھی، جس نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے برباد کی تھی اور اب قسمت اُسے اس کے کیے گئے گناہوں کی سزا دے رہی تھی۔ نجانے وہ کتنی دیر سے یوں سڑکوں پر ماری ماری پھر رہی تھی۔ اس کے دماغ میں اس وقت محض چند سوچیں تھی، سوچنے کو کچھ بچا ہی نہ تھا، سب کچھ تو وہ کھو چکی تھی۔ اس نے اپنے والدین کو دھوکا دیا تھا، اُن کے اعتبار کو ٹھیس پہنچاتے کسی غیر پر اعتبار کیا تھا، اور بدلے میں اسے بھی دھوکا ملا تھا مگر اس وقت اسے نہ تو یہ یاد تھا کہ اس کے ساتھ اب ایک ننھی جان موجود ہے، نہ یہ یاد تھا کہ جس شخص سے اس نے محبت کی تھی، وہ اسے بیچ راہ میں تنہا چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اِس وقت اسے یاد تھا تو صرف یہ کہ وہ اپنے والدین کی موت کی ذمہ دار تھی!

ان کے ہر رنج، تکلیف کی وجہ اس کی ذات تھی!

!وہ بہت بدنصیب تھی، بہت بدنصیب

وہ اپنے باپ کے آخری دیدار سے محروم رہی تھی اور اپنی ماں کے جنازے میں شرکت کرنے کی اجازت اس سے اس کے اعمال چھین چکے تھے مگر پھر بھی وہ بہت ڈھیٹ تھی۔اتنی ذلت، اتنی رسوائی، اتنے دُکھوں کے باوجود بھی وہ زندہ تھی۔اس کے ذہن میں اپنی خالہ اور پھپھو کے کہے گئے جملے گونجنے لگے ،

"اپنے ماں باپ کو تو تم کھا چکی ہو"""

"اِس سے بہتر تھا کہ میری بہن بے اولاد رہتی"

وہ واقعی اپنے ماں باپ کو کھا گئی تھی، جب وہ ان سے جینے کا حق چھین چکی تھی تو پھر اُسے بھی جینے کا کوئی حق نہ تھا۔اسنے سڑک کی جانب دیکھا اور قدم اس جانب بڑھانے لگی، اس کی چادر اس کے سر سے ڈھلک کر اب اس کے کندھوں کے ساتھ ساتھ زمین پر گرنے لگی تھی۔اسنے سامنے سے آتی سیاہ رنگ کی گاڑی کو دیکھا اور اپنی آنکھیں بند کرتے آگے بڑھتی چلی گئی اور تیز رفتار گاڑی سے ٹکرا گئی۔ایک زوردار تصادم ہوا، وہ سڑک پر کچھ دور جا گری اس کی چادر وہیں سڑک پر پڑی تھی۔اس کی ماتھے سے خون فوارے کی صورت بہنے لگا، اس کے سر سے بہتا خون اس کی چادر کو داغدار کر رہا تھا۔اس کی آنکھیں نیم وا تھیں۔اس نے اپنی بند ہوتی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھا، آس پاس کے لوگ اس کے قریب بڑھنے لگے تھے، اسنے نظریں اٹھاتے آسمان کی جانب دیکھا، اس کی زندگی کی طرح، آسمان پر بھی اندھیرا چھانے لگا تھا۔اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں، بند ہوتی آنکھوں سے جو آخری منظر اس نے دیکھا، اس سے سبرینہ کے لب شدید تکلیف میں ہونے کے باوجود بھی مسکراہٹ میں ڈھلے، اسے آسمان کی جانب دیکھتے، سکینہ بیگم اور احمد صاحب نظر آرہے تھے، جو اپنے بازو پھیلائے اسے اپنے قریب بلا رہے تھے۔سبرینہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کرنا چاہا مگر اس کا جسم مفلوج ہو چکا تھا وہ اپنا ہاتھ اٹھانے سے قاصر تھی، اس کی بے بسی کو دیکھتے احمد صاحب اس کے قریب بڑھنے لگے مگر ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ڈوبتے سورج کے ساتھ سبرینہ کی آنکھیں بھی بند ہو چکی تھیں۔

ایک وفا کو پانے کی کوشش میں

زخمی ہوتی ہیں وفائیں کتنی

کتنا معصوم سا لگتا ہے لفظِ محبت

اور اس لفظ سے ملتی ہیں سزائیں کتنی

آبرو اِس وقت جیولری شاپ میں کھڑی تھی۔ وہ اپنی کولیگ اور دوست سدرہ کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ سدرہ کو اپنی رِنگ کا سائز چینج کروانا تھا مگر وہ آبرو کو پورا مال گھوما چکی تھی۔ دکاندار کو رقم ادا کرتے سدرہ نے ایک نظر، کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو کے چہرے پر ڈالی جہاں صاف لکھا دکھائی دے رہا تھا کہ اب وہ یہاں مزید رکنا نہیں چاہتی۔ سدرہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی،

تھک گئی ہو؟" اس نے آبرو کو مخاطب کیا، آبرو نے اُس کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا"،

بس میں فری ہونے والی ہوں، پھر چلتے ہیں" دکاندار کے پاس جاتے اُس نے اپنی رِنگ رسیو کی، اور واپس آبرو کے پاس آئی"،

چلو" وہ دونوں شاپ سے باہر نکلیں"،

تم نے اپنے لیے کچھ نہیں خریدنا؟" سدرہ نے دوبارہ آبرو کو مخاطب کیا"،

تمہیں پتہ ہے سدرہ مجھے جیولری نہیں پسند" وہ دونوں ساتھ چل رہی تھیں۔"

تو کچھ اور لے لو" سدرہ دوبارہ بولی"،

پھر کبھی سہی، آج میں بہت تھک چکی ہوں" تھکاوٹ آبرو کے چہرے سے عیاں تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں مال سے باہر تھیں، وہ دونوں سدرہ کی گاڑی کی جانب بڑھ رہی" تھیں۔ سدرہ کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک سفید رنگ کی گاڑی آرکی، گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کی آنکھوں کا رنگ بھُورا تھا، اُس شخص کی نظر جیسے ہی آبرو پر پڑی، اُس کی نظر ساکت رہ گئی، ایک اور اتفاق!

سدرہ نے ابھی گاڑی کی چابی اپنے پرس سے نکالی ہی تھی کہ اچانک آبرو کی نظر ایک ٹھیلے پر پڑی، جہاں ایک آدمی مٹی کے خوبصورت برتن بیچ رہا تھا۔ مٹی کے برتن آبرو کو شروع سے ہی بہت پسند تھے۔

سدرہ اگر تمہارے پاس بس پانچ منٹ ہوں، تو ہم وہاں چلیں" سدرہ نے آبرو کی جانب دیکھا، اس کے چہرے پر خوشی تھی۔"

ہاں، ہاں، شیور" سدرہ آبرو کے ہمراہ چلتی ہوئی اس ٹھیلے کے قریب آئی۔ آبرو مٹی کے برتنوں کو دیکھنے لگی، تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اُس شخص سے بھاؤ تاؤ کرنے میں" مصروف تھی۔ اُس نے مٹی کے دو خوبصورت پیالے خریدے تھے۔ اُس کی ساری کاروائی دور کھڑی گاڑی کے ساتھ کھڑا تاشفین اپنی آنکھوں کے ذریعے، اپنے دماغ میں محفوظ کر رہا تھا۔ وہ خود اپنی کیفیات اور حرکات سے لاعلم تھا۔ اُس آدمی کو رقم ادا کرتے، وہ دونوں ابھی دو قدم ہی دور گئی تھیں کہ ایک دم ایک زوردار آواز پر وہ پلٹیں، ایک

urdunovelsblog

گاڑی اُس ٹھیلے کو بہت زور سے ٹکر مار چکی تھی۔ ٹھیلہ زمین پر ڈھیر ہوا، اُس کے سارے برتن زمین پر گرتے ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ وہ آدمی سڑک پر بیٹھا ٹوٹے ہوئے برتنوں کو سمیٹنے لگا، آس پاس موجود لوگ اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔ گاڑی کا دروازہ کھلا اور دو نوجوان باہر آئے۔ اُن میں سے ایک شہریار لاشاری تھا جبکہ دوسرا اُس کا دوست احد تھا۔

،صاحب یہ آپ نے کیا کر دیا صاحب؟" وہ آدمی روتا ہوا اُن دونوں کو دیکھتا بول رہا تھا۔ شہریار کچھ قدم آگے بڑھتا اُس کے قریب آیا"

یہ سڑک کیا تمہارے باپ کی ہے؟ جو تم یہاں اپنا ٹھیلہ لگائے بیٹھے تھے" وہ ہتک آمیز لہجے میں بولا، دور کھڑی آبرو اُن کی جانب بڑھنے لگی، کہ سدرہ نے اُسے روکا مگر آبرو" رکنے والوں میں سے نہ تھی۔

،اس طرح کے لوگ ہر جگہ کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھتے ہیں، جہاں دل چاہے منہ اٹھا کر بیٹھ جاتے ہیں" اُس کا دوست شہریار کے پاس آتا بولا"

،باپ کی جاگیر تو یہ تمہاری بھی نہیں ہے" وہ اب ان دونوں کے قریب آ چکی تھی۔ سب لوگ آبرو کی جانب دیکھنے لگے"

،اور تم!" اس نے شہریار کی طرف دیکھا"

،اندھے ہو؟ دیکھ کر گاڑی نہیں چلا سکتے؟" آبرو غصے سے بولی"

،اے تم ہو کون؟ جانتی بھی ہو کس سے بات کر رہی ہو؟" شہریار غصے سے آگے بڑھا"

،نہیں جانتی، اور جاننا بھی نہیں چاہتی" آبرو کی بات پر شہریار کے غصے کو مزید ہوا ملی"

،تمہیں تو میں دیکھتا ہوں" وہ آگے بڑھنے لگا"

"مجھے بعد میں دیکھ لینا، پہلے اِن بابا کا نقصان پورا کرو"

،کون سا نقصان؟" اُس کے پاس کھڑا احد بولا"

،یہی جو تم نے اُن کی محنت کی کمائی برباد کی ہے" وہ ٹوٹے ہوئے برتنوں اور ٹھیلے کی جانب دیکھتے ہوئے بولی"

،حرام کے پیسے نہیں ہیں میرے پاس، جو ہر کسی کو دیتا پھروں" شہریار کی بات پر آبرو نے اسکی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

پیسے تو تمہیں دینے پڑیں گے "آبرو کے لہجے میں ضد آچکی تھی۔"

،نہیں دیتا! کیا کر لو گی؟"شہریار دو قدم مزید آگے بڑھاتا بولا"

میں کیا کروں گی،اب تم دیکھتے جاؤ! میں ابھی پولیس کو کال کروں گی، یہاں کھڑے تمام لوگ اِس واقعے کی گواہی دیں گے اور پھر لائسنس! وہ تو یقیناً تمہارے پاس نہیں" ہو گا،ہے تو دکھاؤ"وہ ٹھوس لہجے میں بولتی شہریار کو لاجواب کر گئی۔

،بس اتنا سا کام کروں گی میں"آبرو مسکرائی،اس کی مسکراہٹ شہریار کو زہر لگی"

،نقصان پورا کرو ورنہ میں پولیس کو کال کروں گی"آبرو وارن کرتی ہوئی بولی،شہریار غصے میں اسکی جانب بڑھنے لگا کہ اس کا دوست پیچھے سے بول پڑا"

،ہم نقصان پورا کر دیں گے! بتاؤ کتنا نقصان ہوا ہے"اُس کی بات پر شہریار نے اسکی جانب دیکھا،جس پر احد نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا"

"بتائیں بابا،کتنا نقصان ہوا ہے آپ کا"

،پانچ۔۔۔پانچ ہزار۔۔۔"وہ آدمی بولا"

ہزار۔۔اتنا۔۔۔"شہریار کی بات وہی رہ گئی جب احد نے پانچ ہزار کا نوٹ اس آدمی کی جانب بڑھایا۔ 5"

یہ لو"آدمی نے آگے بڑھتے وہ نوٹ پکڑا،وہ دونوں واپس گاڑی کی جانب لگے،احد شہریار کو کچھ سمجھاتے ہوئے جا رہا تھا،جب وہ دونوں گاڑی کے قریب پہنچے تو اُن کی" ،سماعت سے آبرو کی آواز ٹکرائی

اگر آئندہ اپنی اس گاڑی کو لے کر سڑک پر نکلو،تو گاڑی چلانے کی تمیز بھی سیکھ کر آنا"وہ یہ کہتے واپس سدرہ کے پاس چلی گئی جو دور کھڑی سارا منظر دیکھ رہی تھی۔شہریار" نے مڑ کر ایک قہر بھری نظر آبرو پر ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔جبکہ دو بھوری آنکھیں ستائشی انداز میں آبرو کو تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

urdunovelsblog

ہر سو گھپ اندھیرا تھا، وہ اندھیرے سے روشنی تک کی تلاش میں نکلی، اپنی تمام تر قوت کو جمع کرتے اس نے اپنی آنکھیں کھولنا چاہیں، دوبارہ وہ اپنی کوشش میں ناکام ٹھہری۔

تیسری بار کی گئی کوشش کامیابی کی منازل طے کر گئی، وہ اپنی آنکھیں کھولنے لگی، پلکوں کی باڑ ہٹتے اندھیرے چھٹنے لگے، ہر سو روشنی پھیلنے لگی، اس کا دماغ بیدار ہوتے، ذہن

، کے پردے پر اس کی زندگی ایک فلم کی مانند چلنے لگی، اسے سب یاد آنے لگا۔ سامنے کا منظر مکمل سفید دکھائی دے رہا تھا۔ دماغ اجاگر ہوتے سوال داغنے لگا

کیا وہ مر چکی تھی؟

کیا اس کی اذیت کی مدت ختم ہو چکی تھی؟

کیا موت نے اسے اپنے آغوش میں لیتے، اسے اسکی زندگی سے رہائی دلوادی تھی؟

، دل نے بیدار ہوتے صدا لگائی

! ہاں وہ مر چکی تھی

! اسے اس کی زندگی سے رہائی مل چکی تھی

! اس کے لبوں پہ تبسم بکھرا مگر یہ کیا

! حسِ سماعت کے بیدار ہوتے ہی اُسے آہٹ سنائی دی، اس نے نظروں کا زاویہ تبدیل کرتے اس جانب دیکھا، دماغ نے لمحوں میں اسے باور کروایا کہ وہ زندہ ہے

ہاں وہ زندہ تھی! اسکے مسکراہٹ میں ڈھلے ہونٹ سمٹے، آنکھوں میں نمی پیدا ہونے لگی۔

! وہ اتنی بدقسمت تھی کہ موت بھی اسے قبول کرنے کو تیار نہ تھی

! اس سے اذیتوں سے رہائی کا پروانہ چھینا جا چکا تھا

زندگی نے ایک بار پھر اسے تلخ حقیقتوں سے روشناس کرواتے زمین پر لا پٹخا تھا، اس نے آنکھیں شدت سے بند کیں، پلکیں رخسار پہ سجدہ ریز ہوئیں، آنکھوں میں موجود آنسو، آنکھوں کے کناروں سے پھسل گئے۔ اس نے پھر آنکھیں کھولیں، ایک نرس اس کے قریب آتے، اس کی ڈرپس چیک کر رہی تھی۔ سبرینہ نے بوجھل ہوتے سر کو اس کی جانب کرنے کی کوشش کی جس پر وہ سبرینہ کی جانب متوجہ ہوئی۔ سبرینہ کی نیم وا آنکھوں کو دیکھتے، وہ پہلے حیران ہوئی اور پھر تیزی سے باہر کی جانب بھاگی۔ وہ کیا کہہ رہی تھی، سبرینہ کو کچھ سنائی نہ دیا۔

کچھ دیر بعد اسے کچھ لوگ اپنے بیڈ کی جانب بڑھتے دکھائی دیے، جن میں ایک وہی نرس تھی جبکہ اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر تھیں، وہ اس کے قریب آتے اس کا معائنہ کرنے لگیں، سبرینہ کی نظر کچھ فاصلے پر کھڑے ایک مرد پر پڑی، وہ اس کے لیے غیر شناسا تھا، مگر اسکا دماغ اسے مسلسل یہ احساس دلا رہا تھا کہ سبرینہ اُسے کہیں دیکھ چکی ہے کہ اچانک اسکے ذہن کے پردے پر ایک منظر لہرایا، ہاں یہ وہی شخص تھا جس کی گاڑی سے سبرینہ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ ہر تکلیف دہ منظر سبرینہ کو یاد آنے لگا، ہر اذیت پھر سے اجاگر ہونے لگی، وہ اپنے حواس کھونے لگی، اسے سانس لینے میں ایک دم دشواری کا سامنا ہوا اور وہ کچھ لمحوں میں دوبارہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوگئی۔

ایک گرم دوپہر کے بعد اب موسم کافی خوشگوار ہو چکا تھا۔ درختوں کے پتے ہلکی ہلکی ہوا کے دوش پر جھولنے میں مصروف تھے۔ وہ اس وقت گھر کے لان میں ٹیبل کے گرد لگی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ سرمئی رنگ کے شلوار قمیض میں موجود تھا۔ اس کی بھوری آنکھیں کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ اس کے ذہن کے پردے پر ایک تصویر نمودار تھی، وہ ایک سیاہ آنکھوں والی لڑکی تھی جس نے اسے آج بہت متاثر کیا تھا۔ وہ اس کی بہادری، جرآت، ہمت سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس مجمعے میں کھڑے اتنے مردوں میں، وہ ایک عورت تھی جس نے حق اور انصاف کی بات کرتے مظلوم کو انصاف دلوایا تھا۔ اسے اس کا لہجہ، اس کی باتیں، اس کا انداز، ایک ایک شے یاد تھی۔ وہ پورا منظر اس کے ذہن کے پردے پر ایک فلم کی مانند چلنے لگا۔ آج کے واقعے کے بعد تاشفین احمد نے آبرو صدیقی کے بارے میں دوسرا تاثر قائم کیا تھا کہ وہ ایک "بہادر لڑکی" تھی۔ اُسے سوچتے سوچتے نجانے کب اُس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے اور یہی منظر کچھ فاصلے پر کھڑے زاویار نے اپنی آنکھوں میں قید کر لیا۔ وہ چہرے پر مسکان سجائے اس کی جانب بڑھنے لگا،

urdunovelsblog

"کھوئے کھوئے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں" وہ یہ بولتا اس کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔ اس کی آواز پر تاشفین کی سوچوں کا محور ٹوٹا، اس نے زاویار کی جانب دیکھا، وہ سوچوں کے تسلسل میں مخل ہوا تھا۔

"خیریت تو ہے ڈاکٹر صاحب، کس کے خیالوں میں گم ہیں، جو یوں اکیلے بیٹھ کر مسکرایا جا رہا ہے" وہ اسکو مخاطب کرتا بولا، اس سے پہلے کہ تاشفین اسکو جواب دیتا، زاویار کی نظر ٹیبل پر رکھے چائے کے کپ پر پڑی، اس نے ہاتھ بڑھاتے کپ کو ہاتھ لگایا، کپ میں موجود چائے بلکل ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"لگتا ہے معاملہ کافی سنگین ہے جو ڈاکٹر تاشفین احمد کو چائے تک کا ہوش نہیں" وہ تاشفین کی چائے گرم گرم پینے کی عادت کو چوٹ کرتا بولا، اس کے بولنے پر تاشفین نے آگے بڑھتے کپ اٹھایا۔ چائے واقعی بہت ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس نے زاویار کی جانب دیکھا جو سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بس وہ ایک۔۔۔" اس کی بات درمیان میں تھی کہ زاویار اسکی جانب جھکا،

ایک حسینہ کی یاد آگئی تھی!" زاویار کی بات پر اسکی نظروں کے سامنے آبرو کا چہرہ نمودار ہوا۔ وہ خود انجان تھا کہ وہ بار بار اُسے کیوں سوچ رہا ہے، کیوں وہ اس کے دماغ اور سوچوں پر چھائی ہوئی ہے۔

"چلو جی، ڈاکٹر صاحب ایک بار پھر گم ہو گئے" وہ اسے دوبارہ سوچوں میں گم ہوتا دیکھ کر بولا،

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، وہ بس ایسے ہی میں کچھ سوچ رہا تھا" تاشفین نے یہ کہتے کرسی سے ٹیک لگائی،

"آپ نے کہا ڈاکٹر صاحب اور ہم نے مان لیا" وہ تابعداری سے بولا، اِس سے پہلے کہ وہ تاشفین کو مزید تنگ کرتا، تاشفین کے دماغ میں خیال آیا،

"میں نے آج تمہیں اتنی بار کال کی مگر تم نے ایک بار بھی میرا فون نہیں اٹھایا، خیریت؟"

"میں آج کافی مصروف تھا" زاویار نے اپنے ساتھ پڑی کرسی کو کھینچتے اپنے سامنے کیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کرتے، اپنے دونوں پاؤں اس پر ٹکا دیے،

"مصروف تھے تو فری ہو کر کال بیک ہی کر لیتے" تاشفین دوبارہ بولا،

"موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی تھی اس لیے میں کال نہیں کر سکا" زاویار نے جواب دیتے چائے کے ساتھ رکھے بسکٹس کی پلیٹ میں سے ایک بسکٹ اٹھایا، تاشفین خاموش ہو گیا۔

"خیریت سے کال کی تھی؟" زاویار کی بات پر تاشفین نے اسکی جانب دیکھا،

"ہاں ایک ضروری کام تھا"

"کیسا ضروری کام؟" زاویار نے دوسرا بسکٹ اٹھایا،

"ابتاج کی بہن کے لیے ایک وکیل چاہیے" تاشفین کی بات پر زاویار سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھنے لگا،

"کس سلسلے میں؟" اس کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی۔ اس کی بات پر تاشفین گہری سانس لیتے معاملے کی تفصیلات دینے لگا۔

"اس طرح کے کیسز تو میں ڈیل نہیں کرتا بھائی" زاویار نے اس کی بات مکمل ہوتے کہا،

urdunovelsblog

"مجھے پتہ ہے زاوی، میں اس سلسلے میں تم سے اس لیے بات کر رہا ہوں کہ تم مجھے کوئی اچھا سا وکیل بتاؤ جو اس طرح کے کیسز کو اچھی طرح ہینڈل کرنا جانتا ہو" اس کی بات سنتے تاشفین بولا، کچھ لمحے زاویار سوچنے لگا، ایک دم اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی،

"ہے ایک بہترین وکیل!"

"کون؟" اس کی بات پر تاشفین نے پوچھا،

"ایڈوکیٹ آبرو صدیقی" زاویار نے اسے جواب دیا، تاشفین نے وہ نام زیرِلب دہرایا،

"بہت اچھی وکیل ہیں، ابھی کچھ دنوں پہلے ہی اُن کا تبادلہ ہمارے کورٹ میں ہوا ہے مگر میں نے ان کے بارے میں بہت سنا ہے کہ وہ اس طرح کے کیسز بہت اچھے سے ہینڈل کرنا جانتی ہیں" وہ رکا،

"بس ایک مسئلہ ہے" زاویار کے کہنے پر تاشفین نے اس کی جانب دیکھا،

"کیا؟"

"کافی ضدی ہیں میڈم، کسی کی ٹیڑھی بات برداشت نہیں کرتیں، اس لیے کیس سے متعلق کوئی بھی بات ان سے چھپانے کی کوشش مت کیجئے گا" زاویار یہ کہتا واپس کرسی سے ٹیک لگاتا بیٹھ گیا۔ اس کی بات پر تاشفین مسکرایا اور اپنے اور زاوی کے قریب آتیں اموجان کو دیکھنے لگا۔

اسے دو گھنٹے بعد دوبارہ ہوش آ چکا تھا۔ اس بار وہ کافی حد تک آس پاس ہوتی چیزیں محسوس کر سکتی تھی۔ ایک نرس اس کے کے قریب کھڑی تھی جبکہ وہ بیڈ پر لیٹی خلا میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے سر اور دائیں بازو کے گرد لپٹی پٹی محسوس کر سکتی تھی۔ ایکسیڈنٹ میں اس کے سر پر کافی گہری چوٹ آئی تھی مگر بروقت ہاسپٹل پہنچانے کی وجہ سے اس کی جان بچا لی گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خشک اور ویران تھیں، چہرے کا رنگ زرد تھا۔ نرس اسے ڈرپ لگانے لگی، اس کی آنکھیں ہسپتال کے اُس کمرے کی سفید چھت پر ٹکی تھیں، اسے اپنے قریب آہٹ کا احساس ہوا، ایک ڈاکٹر اس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس رکھی کرسی کھینچتے اس پر بیٹھ گئیں۔ سبرینہ ان کی جانب دیکھنے لگی، وہ ایک 50 سالہ نفیس خاتون تھیں، انہیں دیکھتے سبرینہ کو بے اختیار سکینہ بیگم یاد آئیں، دل کا درد جاگنے لگا، آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں،

،بیٹا"اُن کی پکار پر سبرینہ نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کا زاویہ ان کی جانب کیا"

اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہو؟"ان کی آواز میں نجانے ایسی کیا بات تھی کہ سبرینہ کے آنسو پلکوں کے باڑ توڑتے اس کے رخسار بھگونے لگے، وہ بے آواز رونے لگی، وہ"

ڈاکٹر اٹھتی اس کے قریب آئیں، نرس آگے بڑھتے اسکی ڈرپس چیک کرنے لگی۔

،بیٹا کیا ہوا ہے آپ کو؟ کہیں درد محسوس ہو رہا ہے کیا؟"وہ اس کے قریب آتے پوچھنے لگیں، جس پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایا"

پھر کیا ہوا ہے؟"وہ اس کے رونے کی وجہ پوچھنے لگیں۔ سبرینہ نے ایک بار پھر نفی میں سر ہلایا اور اپنے ہاتھ بمشکل اٹھاتے اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔ کچھ لمحے بعد وہ"

دوبارہ نارمل ہو چکی تھی۔

،بیٹا آپ بالکل میرے بچوں کی طرح ہو"سبرینہ کو نارمل ہوتا دیکھ کر وہ بولنے لگیں"

باہر پولیس کھڑی ہے وہ اندر آ کر آپ سے پوچھ گچھ کرنا چاہ رہے تھے مگر میں نے انہیں روکا ہے"ان کی بات پر سبرینہ نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اٹھا کر ان کی جانب"

،دیکھا

وہ اس آدمی سے تفتیش کر رہے ہیں جس کی گاڑی سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، اور وہ آدمی مسلسل ایک ہی بات کہہ رہا ہے کہ ایکسیڈنٹ میں غلطی اُس کی نہیں آپ کی"

تھی، آپ خود اس کی گاڑی کے سامنے آئی تھی"ان کی بات پر سبرینہ کو وہ منظر پھر سے یاد آنے لگا۔

بیٹا کیا وہ آدمی سچ کہہ رہا ہے؟"اسکی مسلسل خاموشی پر وہ پوچھنے لگیں، ان کے دوبارہ پوچھنے پر سبرینہ نے اپنا رخ ان کی جانب کرتے، انہیں دیکھا اور اپنا سر اثبات میں ہلایا۔"

مگر بیٹا۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتیں، سبرینہ ایک دم بِلک بِلک کر رونے لگی۔"

مجھے نہیں جینا، خدا کا واسطہ ہے آپ مجھے مار دیں، مجھے نہیں جینا"وہ تیزی سے اس کے قریب گئیں۔"

"مگر بیٹا مجھے کچھ بتاؤ تو سہی"

آپ تو ایسا کر سکتی ہیں نہ، پلیز میں التجا کرتی ہوں مجھے مار دیں، آپ میری جان لے لیں، مجھے نہیں جینا، میں نہیں جینا چاہتی"وہ بہت شدت سے رو رہی تھی۔"

بیٹا جان لینے اور دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے، ہمارا اور آپ کا اس پر کوئی اختیار نہیں اور ویسے بھی اب معاملہ صرف ایک جان کا نہیں بلکہ دو جانوں کا ہے" ان کے" الفاظ سبرینہ کے کانوں میں پڑتے، اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا، اس کا ذہن بے اختیار اپنے آپ سے منسلک وجود کے بارے میں سوچنے لگا۔ کچھ لمحے وہ بے آواز روتی رہی۔

میڈم کہیں یہ اسی وجہ سے تو۔۔۔" پاس کھڑی نرس نے بات ادھوری چھوڑ دی مگر سبرینہ اور ڈاکٹر اس کی بات کا مفہوم بخوبی سمجھ چکے تھے۔"

،آپ جائیں یہاں سے اور باہر جا کر پولیس کو انفارم کریں کہ وہ آدمی سچ بول رہا ہے" ان کے لہجے کی سختی محسوس کرتے وہ نرس باہر کی جانب چل پڑی"

اور ہاں جب تک میں نہ کہوں کوئی اندر نہ آئے" یہ الفاظ سنتے وہ نرس دروازہ عبور کر گئی۔ وہ ڈاکٹر واپس سبرینہ کی جانب پلٹیں، جس کا دماغ سن ہو رہا تھا، اُس کی جائز اولاد کو" ناجائز تصور کیا جا رہا تھا، اُسے ایک گناہ قرار دیا جا رہا تھا، اس کی خودکشی کا سبب بنایا جا رہا تھا۔

بیٹا" ڈاکٹر نے اسے دوبارہ اپنی جانب متوجہ کیا۔"

! مجھے بتاؤ بیٹا، ایسا کیا ہوا ہے جو آپ ہر صورت اپنی زندگی ختم کرنا چاہتی ہو" ان کی بات پر سبرینہ ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، مہربان اور شفیق آنکھیں"

مجھ پر بھروسہ رکھو بیٹا، میں تمہاری ماں جیسی ہوں" ماں کا لفظ سبرینہ کی سماعت میں پڑتے وہ اپنا ضبط کھونے لگی، آنسو بے اختیار ہوئے، رخسار بھیگنے لگے، زبان سے الفاظ ادا" ہونے لگے، ہر دکھ، ہر تکلیف آنسوؤں اور الفاظ کے ذریعے بہنے لگی۔

urdunovelsblog

رات کا ایک بج چکا تھا، آج پھر فیاض لاشاری، شاہزین لاشاری کے منتظر تھے۔

،فیاض آپ بیٹھ جائیں، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ۔۔۔" فائقہ بیگم انہیں مسلسل اِدھر سے اُدھر چکر لگاتا دیکھ کر بولیں"

،تمہیں واقعی میری طبیعت کی فکر ہے!" ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے فیاض صاحب بول پڑے"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں فیاض، ظاہر ہے مجھے آپ کی صحت کی فکر ہے"

اگر تمہیں واقعی میری فکر ہوتی تو کم از کم تم اپنے صاحبزادوں کی تربیت ایسی نہ کرتی جیسی تم کر چکی ہو" فیاض لاشاری کی بات پر فائقہ بیگم خاموش ہو گئیں۔اسی اثناء میں"

انہیں لاؤنج کی جانب بڑھتے قدموں کی آواز سنائی دی، وہ دونوں دروازے کی جانب دیکھنے لگے، جہاں سے شاہزین داخل ہو رہا تھا۔پہلا قدم لاؤنج میں رکھتے اس کی نظر ان

، دونوں پر پڑی، وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھنے لگا

او مائی گاڈ، آج ڈیڈ میرا ویٹ کر رہے ہیں، مطلب آج پھر میری خیر نہیں" وہ اپنی جیکٹ صوفے پر رکھنے لگا۔"

کہاں تھے تم؟" فیاض لاشاری کا لہجہ سخت تھا۔"

بائے گوڈ ڈیڈ آج میں نے کسی کو ہِٹ نہیں کیا" شاہزین کا موڈ کافی خوشگوار تھا۔"

یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے، میں نے پوچھا کہاں تھے تم؟" فیاض لاشاری نے سوال دہرایا۔"

مشی کے ساتھ تھا" شاہزین نے ایک نظر فائقہ بیگم پر ڈالتے جواب دیا جو ان دونوں کی جانب دیکھ رہی تھیں۔"

"واہ زبردست، یہاں باپ جیے یا مرے اولاد کو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا، انہیں تو صرف اپنی عیاشیوں کی فکر ہے"

کیوں ڈیڈ آپ کو کیا ہوا؟" شاہزین کی بات پر فیاض صاحب کو ایک اور دھچکا لگا، اُن کی نظر بے اختیار فائقہ بیگم کی جانب گئی، جو اُن سے نظریں چرا رہی تھیں۔انہوں نے"

جھوٹ بولا تھا کہ وہ شاہزین کو ان کی طبیعت کا بتا چکی ہیں۔

urdunovelsblog

کچھ نہیں مجھے کیا ہونا ہے، میری زندگی تو آج سے 30 سال پہلے ہی برباد ہو گئی تھی" ان کا اشارہ جس جانب تھا فائقہ بیگم سمجھ چکی تھیں۔"

تم نے کل کاشف کے ساتھ کیا کیا تھا؟" وہ دوبارہ شاہزین کی جانب متوجہ ہوئے۔انکے سوال پر شاہزین طنزیہ مسکرایا۔"

"تو آپ کو خبر مل ہی گئی یا پھر آپ میری جاسوسی کروا رہے ہیں؟"

میں تمہاری جاسوسی کیوں کرواؤں گا، تمہارا باپ ہوں تمہاری حرکتوں کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا" فیاض لاشاری کے جواب پر وہ پھر مسکرایا۔"

"تم نے کاشف کی بات کیوں نہیں سنی؟"

سنی تو تھی" بیزاری سے جواب دیا۔"

"تو پھر تم نے اس کی مدد کیوں نہیں کی؟"

مجھے جو بہتر لگا ڈیڈ میں نے وہ کیا" شاہزین کا لہجہ سخت ہونے لگا تھا۔"

تمہارے سینے میں دل ہے شاہزین یا نہیں، اس کا بچہ بیمار تھا اور تم نے اس کی مدد نہیں کی تم۔۔۔""

ڈیڈ پلیز لیو دس ٹاپک" وہ بے زاری سے بولا۔"

جو تمہارے دل میں آئے گا، تم وہ کرتے پھرو گے، تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ۔۔۔۔""

آپ جانتے ہیں ڈیڈ مجھے پورا حق ہے آفس کے معاملات اپنی مرضی سے ڈیل کرنے کا کیونکہ۔۔۔" وہ رکا۔"

آپ کے ساتھ اس کمپنی میں 45 پرسنٹ کا شیئر ہولڈر، کوئی اور نہیں میں ہوں" وہ مسکرایا، اس کی مسکراہٹ فیاض صاحب کو زہر لگی۔"

تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا" وہ نفی میں سر ہلاتے اپنے کمرے کی جانب چل پڑے جبکہ پیچھے کھڑا شاہزین اپنی جیکٹ اٹھاتا آگے بڑھنے لگا کہ فائقہ بیگم جو تب سے کھڑی ان"

،دونوں کی باتیں سن رہی تھیں اس کے پاس آئیں

شاہزین تم مشی کے ساتھ تھے؟" اُن کا سوال غیر متوقع تھا۔ انہیں فیاض لاشاری کے غصے، شاہزین کے جوابات، کسی چیز سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔"

urdunovelsblog

جی مام" شاہزین نے اُن کی جانب دیکھتے جواب دیا۔"

تمہیں وہ کیسی لگتی ہے؟" ایک اور غیر متوقع سوال۔"

اچھی لگتی ہے" غیر متوقع جواب۔"

،تم اُس میں انٹرسٹڈ ہو، میرا مطلب سیریس ہو؟" فائقہ بیگم نے سوال پوچھتے اس کی آنکھوں میں دیکھا"

ناٹ ایٹ آل مام" شاہزین کا جواب انتہائی غیر متوقع تھا۔"

،اور وہ؟" ایک اور سوال"

شی اِز آلسو ناٹ سیریس مام!" وہ اکتانے لگا۔"

اوکے مام، باقی باتیں کل کریں گے، سی یو، گڈ نائٹ "اس سے پہلے کے فائقہ بیگم کچھ اور پوچھتیں وہ یہ کہتے اپنے کمرے کی جانب چلا گیا جبکہ فائقہ بیگم کا دماغ اس کے" جوابات میں الجھ چکا تھا۔

انہیں عید کی نماز پڑھ کر آئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔ وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے اپنے اپنے موبائل فونز میں گم تھے۔ اتنے میں نور لاؤنج میں داخل ہوئی، عید مبارک کی، صدا لگاتے وہ ان دونوں کے قریب آئی، دونوں سے عید ملتے اس نے تاشفین کی جانب دیکھا

چلیں بھائی میری عیدی دیں "اپنا ہاتھ اُس کے آگے پھیلاتے وہ کہنے لگی، اس کی حرکت پر تاشفین ہنستے ہوئے اپنے والٹ سے پیسے نکالنے لگا، کچھ دیر بعد وہ پانچ ہزار کی دو" کڑک نوٹ نور کے ہاتھ پر رکھ چکا تھا۔

، کافی ہیں؟ "تاشفین نے مسکراتے ہوئے پوچھا"

، ابھی کے لیے کافی ہیں "نور نے ہنستے ہوئے جواب دیا جبکہ ان دونوں کی یہ کاروائی پاس کھڑا زاویار دیکھ رہا تھا۔ تاشفین سے عیدی لیتے اب وہ زاویار کی جانب پلٹی"

، چلو میری عیدی نکالو "وہ اپنا ہاتھ اُس کے آگے کرتی بولی"

، تمہیں شرم نہیں آتی ہر وقت مانگتے ہوئے، کبھی گفٹ، کبھی عیدی! "وہ اس کو چڑاتے ہوئے بولا"

نہیں، تمہاری بہن ہوں نہ اس لیے شرم نہیں آتی "نور نے دو بدو جواب دیا۔"

"اب دیر مت کرو میری عیدی نکالو، ویسے بھی اب تو تم بھی کماتے ہو"

، بستی بسی نہیں، بھکاری پہلے آ گئے "اس نے نور کو زچ کرنا چاہا"

"زاوی جلدی کرو، بھائی نے بھی تو دی ہے نہ، اب تم بھی دو"

، تمہارا بھائی ٹھہرا امیر آدمی، مجھ غریب کو تو ابھی نوکری ملے عرصہ ہی کتنا ہوا ہے "وہ دہائی دیتا بولا"

غریب آدمی، زیادہ نہیں تو کم ہی دے دو "نور بھی آج جانے کے موڈ میں نہ تھی۔"

اچھا دیتا ہوں "زاویار منہ بناتا اپنے والٹ سے پیسے نکالنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک ہزار کا نوٹ نور کے ہاتھ پر رکھ رہا تھا۔"

ایک ہزار!"نور کا منہ کھلا رہ گیا۔"

زیادہ ہیں نہ لاؤ کم کر دیتا ہوں"وہ واپس اس کے ہاتھ سے پیسے اٹھانے لگا۔"

"بس ایک ہزار! زاوی اتنے کنجوس تو مت بنو"

"خود ہی تو کہا تھا زیادہ نہیں تو کم دے دو"

کم کہا تھا مگر اتنے کم نہیں"نور کا منہ بن چکا تھا جبکہ پاس کھڑا تاشفین زاویار کی کنجوسی اور نور کی حرکتیں دیکھ رہا تھا کہ اچانک اسے اموجان کا خیال آیا۔"

نور اموجان کہاں ہیں؟"اس نے نور کو مخاطب کیا۔"

وہ اپنے کمرے میں ہیں"اس کی بات پر تاشفین اموجان کے کمرے کی جانب چلا گیا۔"

،زیادہ ہیں تو لاؤ کم کر دوں"زاوی کے کہنے پر نور نے وہ نوٹ سختی سے اپنی مٹھی میں بند کیا"

ہاں نہ بہت زیادہ ہیں، میں سوچ رہی تھی کہ میں ان پیسوں سے غریبوں میں کھانا تقسیم کروا دوں پھر اپنے لیے ایک عالیشان بنگلہ خرید لوں اور بچے ہوئے پیسوں سے"

"تمہیں ایک زبردست سی بائیک گفٹ کر دوں اور اُس کے بعد بھی اگر پیسے بچ جائیں تو۔۔۔

نہیں بس اُس کے بعد پیسے ختم ہو جائیں گے"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے زاوی بول پڑا۔""

چلو شاباش، اب جاؤ کھانے کا انتظام کرو"وہ اُس کو بولتا دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ نور اُس کو گھورنے لگی اچانک دماغ میں ایک خیال نمودار ہونے پر وہ مسکرائی اور کچن کی"
جانب بڑھ گئی۔

رُتبہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔کچھ دیر میں انہیں جلال تایا کے گھر کے لیے نکلنا تھا،اس نے جیسے ہی اپنے سامنے بڑا پرفیوم اٹھایا، کمرے میں حرم داخل ہوئی، رُتبہ پر نظر پڑتے اسے کل کا واقعہ یاد آیا جب رُتبہ نے اس سے کیک کا بدلہ لیتے ہوئے اس کے سارے چھپائے گئے ٹیسٹ، جن میں اس کا سکور کم تھا آبرو کو دکھا دیے تھے، جس کے بعد آبرو نے حرم کی خوب کلاس لی تھی۔اس کے ہاتھوں میں پرفیوم دیکھ کر حرم کے دماغ میں رُتبہ سے بدلہ لینے کا خیال آیا اور وہ
،اس کو تنگ کرنے کا ارادہ لیے آگے بڑھی

"چھی، چھی، چھی آج تو عید تھی، آج تو نہالیتی" وہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے اسے مخاطب کرتی بولی، حرم کی آواز رُتبہ کے کانوں تک پہنچنے کی دیر تھی، رُتبہ نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا،

"نہالیتی تو کم از کم اتنا پرفیوم لگانے کی ضرورت تو پیش نہ آتی" حرم کی بات سنتے رُتبہ نے وہی پرفیوم اٹھا کر حرم کو دے مارا، جسے حرم نے بروقت کیچ کرتے ٹوٹنے سے بچایا،

"توبہ توبہ، دیکھا صحیح کہا تھا میں نے نہالو، اچھا ہے! اب دیکھو میل دماغ تک پہنچ گئی ہے تبھی تو یہ حرکتیں کر رہی ہوں، ابھی اگر آبرو آپی یہ دیکھ لیتیں تو بتاتیں تمہیں" وہ بڑوں کے انداز میں اسے سمجھاتے ہوئی بولی،

"آبرو تو مجھے بعد میں دیکھے گی پہلے میں تمہیں بتاتی ہوں" وہ خونخوار انداز میں اس کی جانب بڑھی، اتنے میں اِصباح کمرے میں داخل ہوئی اور اُن دونوں کو لڑتا دیکھ کر غصے سے بولی،

"تم لوگ نہیں جانا چاہتے۔ ٹھیک ہے! میں امی کو منع کر دیتی ہوں" وہ مڑنے ہی لگی تھی کہ وہ دونوں اس کی طرف لپکیں،

"نہیں نہیں اِصباح، بس دو منٹ دو، ہم تیار ہیں" رُتبہ نے اُس کو مناتے ہوئے کہا، حرم بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے اثبات میں سر ہلا گئی،

"بس دو منٹ! اس سے زیادہ ایک سیکنڈ نہیں" وہ انگلی کے اشارے سے وارن کرتی باہر چلی گئی۔ پیچھے کھڑی رُتبہ نے حرم پر غصے بھری نگاہیں ڈالیں، جیسے کہہ رہی ہو کہ تمہیں تو میں بعد میں دیکھ لوں گی۔ حرم نے آنکھیں پٹپٹاتے معصوم کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔ رُتبہ دوبارہ ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے ابھی مسکارا اٹھایا ہی تھا کہ حرم بول پڑی،

"جب حُسن بٹ رہا تھا تو کہاں تھی تم؟ لائن میں لگ جاتی تو آج اتنی محنت تو نہ کرنی پڑتی" پیچھے سے حرم کی افسوس بھری آواز اسے سنائی دی، رُتبہ اُس کو جواب ضرور دیتی مگر اسے اِصباح کے دیے دو منٹ یاد تھے، لہذا وہ خاموش رہی۔ حرم رُتبہ کو خاموش دیکھ کر دوبارہ بولی،

"اب مجھے ہی دیکھ لو صرف ہلکی سی لپسٹک لگانے سے ہی چاند کا ٹکڑا لگتی ہوں" وہ شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی، اس بار رُتبہ بھی بول پڑی،

"جب حُسن بٹ رہا تھا تو میں عقل کی لائن میں لگی تھی تاکہ اُس سے محروم نہ رہ جاؤں کچھ حسین چاند کے ٹکڑوں کی طرح" وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی،

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" حرم چاہے اسکی بات سمجھ چکی تھی مگر پھر بھی وہ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی تاکہ وہ صالحہ بیگم کو اُس کی شکایت لگا سکے کہ اس نے حرم کو بے عقل کہا ہے۔

urdunovelsblog

اپنے حُسن سے پوچھو اس بات کا مطلب، جو تم نے لائن میں کھڑے ہو کر حاصل کیا ہے" وہ جلانے کے انداز میں کہتی دروازے سے باہر نکل گئی کیونکہ دو منٹ ہو چکے تھے۔ پیچھے حرم غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی، وہ تو اسے تنگ کر کے اس سے بدلہ لینا چاہتی تھی مگر یہاں تو وہ خود ہی زد میں آچکی تھی، وہ انہی خیالوں میں گم تھی کہ اسے اِصباح کی آواز سنائی دی،

حرم دو سیکنڈ سے پہلے باہر آجاؤ ورنہ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے "اِصباح کی آواز سنتے وہ اپنے خیالات سے نکلتی دروازے کی جانب بھاگی۔"

سبرینہ کے الفاظ اور اسکی گزری زندگی کی کہانی ختم ہو چکی تھی۔ کمرے میں خاموشی تھی سوائے سبرینہ کی ہچکیوں کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ سامنے بیٹھی ڈاکٹر عافیہ بھی خاموش بیٹھی تھیں،

سب ختم ہو گیا سب! اب آپ ہی بتائیں کہ کیا میں اس قابل ہوں کہ میں زندہ رہوں! مجھے جینے کا کوئی حق نہیں! مجھے مر جانا چاہیے" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی"،

آپ کو مجھ پر غصہ نہیں آرہا؟" انہیں مسلسل خاموش دیکھتے سبرینہ رندھی ہوئی آواز میں بولی"،

مجھے تم پر غصہ کیوں آئے گا بیٹا، بلکہ مجھے تو تم پر ترس آرہا ہے" ان کے الفاظ سنتے سبرینہ نے حیرت سے ان کی جانب دیکھا"،

ترس!" وہ حیران تھی۔"

ہاں ترس!" وہ اتنا بول کر خاموش ہو گئیں"،

مگر کیوں؟" سبرینہ نے سوال کیا۔"

کیونکہ تم ظالم بھی ہو اور مظلوم بھی" سبرینہ نے اُن کی آنکھوں میں دیکھا، اُن کی آنکھیں نم تھیں۔"

تمہیں پتہ ہے بیٹا، آج میں نے تم میں اپنا آپ دیکھا ہے" ان کی بات سمجھتے سبرینہ حیران ہوئی۔"

آج سے 28 سال پہلے میں بھی بالکل اِسی مقام پر کھڑی تھی جہاں آج تم کھڑی ہو، فرق محض اتنا تھا کہ تم نے سب اپنے ہاتھوں سے گنوایا ہے اور مجھ سے سب میری قسمت نے چھینا تھا" ان کی آواز میں درد شامل ہونے لگا تھا۔"

urdunovelsblog

"میری تعلیم مکمل ہوتے ہی میری شادی میرے ایک کولیگ کے ساتھ ہوگئی تھی، سب بہت اچھا تھا، زندگی بہت خوشحال تھی، ایک سال گزرا، خدانے مجھے اولاد کی نعمت سے نوازا، مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب میرے شوہر نے میرے بیٹے کی پیدائش پر پورے وارڈ میں مٹھائی تقسیم کی تھی مگر۔۔۔" وہ رکیں،

"ہماری خوشیاں بہت مختصر تھیں، میرے بیٹے کی پیدائش کے دو روز بعد۔۔۔" اُن کی آواز رندھ چکی تھی۔

"میرے شوہر کا ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا، میں ٹوٹ گئی تھی سبرینہ بالکل تمہاری طرح، میری اولاد دنیا میں آتے ہی یتیم ہو گئی تھی۔ مگر وقت کا کام ہے گزرنا یہ کسی کے لیے نہیں رکتا، وقت گزرتا گیا میں نے اپنے آپ کو مضبوط بنایا مگر ایک سال کے اندر میرا غم میرے ماں باپ کی جان لے گیا، میری اولاد کے ساتھ میں بھی یتیم ہو گئی، میں بالکل تمہاری طرح ہو گئی تھی، شکستہ حال، موت کی طلبگار، مگر مجھے جینا پڑا اپنی اولاد کے لیے" وہ رکیں اور سبرینہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے بولنے لگیں

"اسی طرح تمہیں بھی جینا ہے، اپنی اولاد کے لیے، تمہارے ایکسیڈنٹ میں خدا نے معجزانہ طور پر تمہاری اولاد کو محفوظ رکھا ہے کیونکہ اس وجود کی زندگی کا فیصلہ نہ میں کر سکتی ہوں نہ تم، ہم کون ہوتے ہیں اس سے جینے کا حق چھیننے والے!" ان کا ایک ایک لفظ سبرینہ کے دل میں اتر رہا تھا۔

"تمہارے پاس اب دو راستے ہیں، ایک یہ کہ تم اپنے آپ کو مضبوط بناؤ، اپنے جینے کا سہارا خود بنو یا پھر تم اپنے شوہر سے رابطہ کرو اسے اپنی اولاد کے بارے میں بتاؤ کیا پتا اس کا دل۔۔۔"

"نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی" ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے سبرینہ بول پڑی۔

urdunovelsblog

"میں اُس شخص سے دوبارہ رابطہ نہیں کروں گی جس نے ایک بار پلٹ کر مجھے دیکھنا گوارا نہیں کیا، میں بھی اسے اُس کی اولاد سے بے خبر رکھوں گی" اس کا لہجہ سخت تھا۔

"میں جب جب اس شخص کا چہرہ دیکھوں گی میرا غم تازہ ہو جائے گا" اس کا لہجہ سخت مگر آواز رندھی ہوئی تھی۔

"تو پھر تمہیں اپنے آپ کو مضبوط بنانا ہو گا سبرینہ، ایک عورت کو تب تک سہارے کی ضرورت نہیں پڑتی جب تک وہ خود سہارے کی طلبگار نہ ہو" اُن کی بات پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور اس سلسلے میں تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی مدد چاہیے ہو تو میں ہمیشہ تمہارے لیے موجود رہوں گی" وہ مسکرائیں مگر سبرینہ مسکرا نہ سکی کیونکہ اس کے مسکرانے کی مدت تو بہت پہلے ہی دم توڑ چکی تھی۔

اب لے بھی آؤ نور، کیوں میرے پیٹ میں ناچتے چوہوں کی عید خراب کر رہی ہو" وہ باآواز بلند چلا رہا تھا۔"

آگئی، آگئی "نور کی آواز کچن سے لاؤنج تک آئی۔اسی اثناء میں تاشفین ٹیبل پر آبیٹھا۔"

، تین گھنٹے سے نجانے ایسا کیا بنا رہی ہے! انتظار کر کر کے آدھا رہ گیا ہوں" وہ مبالغہ آرائی سے کام لیتا بولا، جس پر قریب بیٹھے تاشفین اور اموجان مسکرائے"

جب اتنا انتظار کر لیا ہے تو تھوڑا اور انتظار کر لو"تاشفین نے زاویار کو جواب دیا۔اتنی دیر میں نور انہیں ٹیبل کے قریب آتی دکھائی دی۔"

"شکر ہے نور تم آگئی ورنہ آج تمہارا بھائی شاید ہمیں نظر ہی نہ آتا"

، کیا مطلب؟"تاشفین کی بات پر نور نے نا سمجھی سے پوچھا"

یہی کہ وہ اتنا انتظار کرتے کرتے پہلے ہی آدھا رہ چکا ہے، اگر تم اسے مزید انتظار کرواتی تو آج زاویار ہمیں نظر نہ آتا"تاشفین کی بات پر زاویار نے آنکھیں گھمائیں۔"

ویری فنی ڈاکٹر صاحب" وہ مصنوعی ہنسی ہنستا بولا جبکہ نور نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی دو پلیٹس میں سے ایک اموجان کے سامنے رکھی اور دوسری تاشفین کے سامنے۔"

میرا کھانا کہاں ہے؟"دونوں پلیٹس میں موجود بریانی کی اشتہا انگیز خوشبو پر وہ بول اٹھا۔""

لا رہی ہوں، بس ایک منٹ" وہ بھاگتے ہوئے کچن کی جانب گئی۔ٹھیک دو منٹ بعد وہ واپس ان کے پاس کھڑی تھی۔اس نے ایک پلیٹ زاویار کے سامنے رکھی جبکہ"
دوسری پلیٹ اپنے سامنے رکھتے کرسی پر بیٹھنے لگی۔زاویار نے ایک نظر اُن تینوں کی پلیٹس کی جانب دیکھا اور پھر اپنی پلیٹ کی جانب! ان تینوں کی پلیٹ میں بریانی تھی جبکہ
اُس کی پلیٹ میں سلاد کے پتوں کے اوپر رکھے چند کھیرے اور گاجریں تھیں۔

، یہ کیا ہے؟"زاویار منہ بناتا بولا"

، یہ عید سپیشل ڈش ہے، خاص تمہارے لیے"نور مسکراتے ہوئے بولی"

، یہ گھاس بھوس! تمہیں پتہ ہے نہ شیر گھاس نہیں کھاتے"زاویار کی بات پر نور کی مسکراہٹ گہری ہوئی"

ہاں پتہ ہے! کہ شیر گھاس نہیں کھاتے بلکہ گدھے کھاتے ہیں، تبھی تو تمہیں لا کر دی ہے"اس کی بات پر تاشفین، اموجان سمیت وہ خود بھی ہنسنے لگی، اتنے میں تاشفین کا"
، فون بجنے لگا۔وہ اپنا فون اٹھاتا ٹیبل سے کچھ قدم فاصلے پر جا کر اپنا فون سننے لگا

urdunovelsblog

تم مجھے گدھا کہہ رہی ہو؟"زاویار پوچھنے لگا۔"

،کافی سمجھدار ہو تم"نور نے تائیدی نظروں سے اسے دیکھتے کہا"

دیکھ لیں اموجان ذرا عزت نہیں کرتی میری، خود سے پورے دو سال بڑے بھائی کو گدھا کہہ رہی ہے، وہ بھی سب کے سامنے"وہ بیچارگی کے تمام ریکارڈ توڑتا اموجان کو"

،مخاطب کرتا بولا

،نور بیٹا، بری بات ہے"اموجان کی بات پر نور غصے سے زاویار کو دیکھنے لگی"

،ہاں تو تم نے مجھے کتنی عیدی دی تھی! جتنی دی تھی اُس کے حساب سے یہی کھانا بنتا تھا"نور اپنا مدعا بیان کرتی بولی"

"تم مجھ سے بدلہ لے رہی ہو؟"

ہاں بالکل!"نور نے فوراً جواب دیا۔"

،نور بیٹا، بھائی کو تنگ مت کرو"اموجان نور کو مخاطب کرتی بولیں"

نہیں اموجان، آج یہ یہی کھائے گا، ویسے بھی پچھلے ہفتے یہ کہہ رہا تھا کہ اِسے ڈائٹ کرنی ہے، اپنا وزن کم کرنے کے لیے، کیوں زاوی؟"اس نے زاوی کو مخاطب کیا۔"

"ہیں! یہ کب ہوا؟ میں نے ایسا کب کہا؟"

"نور بیٹا، شاباش بھائی کو کھانا لا کر دو"

مگر اموجان۔۔۔"اموجان کے دوبارہ پکارنے پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی، ایک نظر زاویار پر ڈالی جو اسے منہ چڑا رہا تھا۔ وہ غصے سے اسے دیکھتی کچن کی جانب چل پڑی۔"

صدیقی ہاؤس پر رات چھا چکی تھی، آسمان پر چاند پوری شان سے چمک رہا تھا جبکہ ستارے اس کے ساتھ ملتے زمین کے تاریک گوشوں کو منور کر رہے تھے۔ وہ اس وقت لاؤنج

!میں بیٹھا گھڑی کی سوئیوں کو دیکھنے میں گم تھا۔ صبح سے شام اور شام سے رات ہونے والی تھی، آج کا دن اُسے بہت طویل لگا تھا، بہت طویل! اور وجہ وہ تھی

وہ اس وقت سیاہ رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس تھا، بالوں کو جیل کی مدد سے نفاست سے سیٹ کر رکھا تھا۔ اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ اِس وقت بہت بے صبری اور

!بے چینی سے کسی کا منتظر ہے۔ ایک دم گیٹ کے کھلنے کی آواز پر وہ باہر آیا۔ سامنے نظر آتا منظر دیکھ کر اس کے لبوں پر تبسم بکھرا، وہ آگئی تھی

urdunovelsblog

اس نے آگے بڑھتے ہوئے گیٹ کی جانب قدم بڑھائے اور گیٹ سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا، سب سے پہلے حرم داخل ہوئی، جو اسے سلام کرتی لاؤنج کی جانب بڑھ گئی۔اشعر وہیں کھڑا ان سب کا استقبال کرنے لگا کیونکہ شاید صرف وہی ان کا منتظر تھا۔وشمہ اور صائمہ تائی کے علاوہ گھر پر ابھی کوئی نہ تھا۔جلال تایا کسی ضروری کام سے باہر تھے جبکہ عماد کی کسی کو کوئی خبر نہ تھی۔ حرم کے بعد صالحہ بیگم داخل ہوئیں، آہستہ آہستہ سب داخل ہو چکے تھے، مگر وہ کہیں نہ تھی،اس کے مسکراتے لب سمٹنے لگے مگر ایک دم اس کی نظر گیٹ پر پڑی جہاں سے وہ ہاتھ میں ایک ڈبہ تھامے اسی جانب آرہی تھی۔اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو اشعر نے اسے تحفے میں دیا تھا۔گلابی اور سیاہ رنگ کی خوبصورت فراک کے ساتھ چوڑی دار پجامہ پہنے، دوپٹے کو خوبصورتی اور نفاست سے سر پر سجائے، چہرے پر ہلکا میک اپ کیے، جیولری کے نام پر کانوں میں سیاہ ٹاپس پہنے، وہ آج بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اس کے سیاہ بالوں کی چند لٹیں اس کے چہرے پر جھول رہی تھیں، وہ آگے بڑھتی اس کے قریب آئی، جو مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا،اس کی آنکھوں میں موجود چمک اور ان سے جھلکتے جذبات آبرو محسوس کر سکتی تھی جبکہ یہ نظارہ لاؤنج کے دروازے پر کھڑی کسی اور کی نظریں بھی دیکھ رہی تھیں، وہ صائمہ تائی تھیں جن کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھتے ناگواری در آئی تھی۔آبرو نے اشعر کے قریب آتے اسے سلام کیا، جس پر وہ ہوش میں آیا، آبرو اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ گئی اور صائمہ تائی کے قریب جانے لگی، ان کے قریب پہنچتے اسنے انہیں سلام کیا مگر صائمہ تائی نے اس کے سلام کا جواب دینا گوارا نہ کیا، آبرو خود ہی کچھ قدم آگے بڑھ گئی جب اس کی سماعت سے صائمہ تائی کی آواز ٹکرائی،

"جادوگرنی!" وہ خاموشی سے آگے بڑھتی لاؤنج میں آگئی، جبکہ یہ منظر لاؤنج میں موجود صالحہ بیگم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔انہیں معلوم تھا کہ صائمہ تائی آبرو سے کتنی نفرت کرتی ہیں مگر وہ مطمئن تھیں تو صرف اشعر کی وجہ سے کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اشعر آبرو کو چاہتا ہے۔صائمہ تائی ان کے قریب آکر بیٹھنے کی بجائے کچھ فاصلے پر کھڑی وشمہ سے باتیں کرنے لگیں، انہیں ابھی بیٹھے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ رابعہ پھپھو بھی آگئیں، رابعہ بیگم کے آتے وہ سب ان سے ملنے لگے، مہمل بہت خوشگوار طریقے سے ان سب بہنوں سے ملی تھی۔جبکہ سب سے آخر میں لاؤنج میں آفاق داخل ہوا، جس کے چہرے کے تاثرات یہ بتانے کے لیے کافی تھے کہ اسے یہاں زبردستی لایا گیا ہے۔رابعہ بیگم کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی وہ اپنے تاثرات پر قابو نہ پا سکا۔اس نے آگے بڑھتے سب کو سلام کیا اور اشعر کے پاس چلا گیا، جو کچھ فاصلے پر کھڑا آبرو کو دیکھ رہا تھا، جو بے تاثر چہرہ لیے صوفے پر بیٹھی تھی، اشعر نے صائمہ تائی کا رویہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔صائمہ تائی رابعہ بیگم اور مہمل سے بہت خوشگوار طریقے سے ملی تھیں اور یہ بات وہاں موجود تمام لوگوں کے لیے بہت حیرت انگیز تھی۔ان کا مقصد صرف صالحہ بیگم اور آبرو کو نیچا دکھانا تھا۔کچھ دیر بعد وہ کھانے کے انتظامات کے لیے کچن کی جانب چلی گئیں، صالحہ بیگم کے بار بار کہنے پر آبرو صائمہ تائی کی مدد کے لیے کچن کی جانب چل پڑی، کچن کے قریب پہنچتے اس کی سماعت سے صائمہ تائی کی آواز ٹکرائی، جن کی زبان اِس وقت زہر اُگل رہی تھی۔

اس نے سامنے پڑا موبائل اٹھاتے، اس میں وقت دیکھا، دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ اس کے پاس صرف دو گھنٹے باقی تھے، موبائل واپس رکھتے وہ پلٹی، الماری کھولتے اس میں رکھے کپڑے نکال کر سوٹ کیس میں رکھنے لگی، اس کی کتھئی آنکھیں بوجھل تھیں، سر پر پٹی بندھی تھی، جبکہ بازو کی پٹی اب موجود نہ تھی۔ اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوئے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر عافیہ نے اس کی بہت مدد کی تھی، اسے زندگی جینے کی امید دی تھی۔ سبرینہ نے ایک ہفتہ تو گھر پر محض ایک بے جان وجود کی طرح گزارا تھا۔ اب آہستہ آہستہ اسکے تمام درد، تکلیفیں بیدار ہونے لگے تھے۔ وہ اس گھر میں کسی صورت نہیں رہ سکتی تھی، اس گھر کے ہر ایک کونے میں یادیں تھیں، تکلیف دہ یادیں!

وہ دو روز پہلے ہی اپنی جاب دوبارہ شروع کر چکی تھی۔ اس نے اپنے کالج سے کچھ فاصلے پر ہی ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لیا تھا۔ اس مہینے کا کرایا وہ پہلے ہی ادا کر چکی تھی۔ اسے اپنا آپ ایک چلتی پھرتی لاش کی مانند محسوس ہوتا، وہ اپنے آپ کو ایک پتھر جتنا سخت بنا لینا چاہتی تھی مگر چاہے وہ خود کو جتنا بھی مضبوط بنا لیتی پھر بھی ہر روز ایک وقت ایسا آتا جس میں وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی، آنسو بہاتے اپنا غم ہلکا کر لیتی۔ اُس کے پاس اب کھونے کو کچھ باقی نہ تھا، وہ سب گنوا چکی تھی۔

اس نے آگے بڑھتے الماری میں موجود آخری سوٹ نکالتے اسے بیگ میں ڈالا، دوبارہ الماری پر نظر پڑتے اسے ایک فائل دکھائی دی، اس نے آگے بڑھتے وہ فائل کھولی، فائل کھولتے اس کی آنکھیں ساکت رہ گئیں، دل تڑپ اٹھا۔ وہ اس کا اور فیضی کا نکاح نامہ تھا، وہ جتنا چاہے خود کو ان معاملات سے دور کرنے کی کوشش کرتی مگر ہر بار اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجاتی کہ وہ جسے دیکھتے وہ خود پر اختیار کھونے لگتی، ماضی کی تکلیف دہ یادیں اسے اذیت پہنچانے لگتیں، اس نکاح نامے کے ساتھ دو تصویریں بھی تھیں، وہ ان دونوں کے نکاح کی تصویریں تھیں۔ وہ اپنے موبائل میں موجود اپنی اور فیضی کی تمام تصویریں پہلے ہی ڈیلیٹ کر چکی تھی، اِن تصویروں کو دیکھتے، وہ بہت سے احساسات کا شکار تھی، اس کے چہرے سے جھلکتے تاثرات میں دکھ تھا، افسوس تھا، غصہ تھا۔ مگر فی الحال اُس کا غصہ اس کے باقی تمام احساسات پر حاوی ہو گیا، وہ دونوں تصویریں ہاتھ میں لیتی اٹھی، اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔ اس نے چولہے کے قریب پہنچتے آگ جلائی، وہ دونوں تصویریں آگ میں جھونک دینا چاہتی تھی تاکہ اس کی زندگی میں فیضی کے ساتھ بتایا گیا ہر پل اِسی طرح آگ کی نظر ہو جائے، وہ سب بھول جانا چاہتی تھی۔ اس نے تصویریں پکڑتے آگ میں جھونکنا چاہیں مگر اس کے ہاتھ کانپنے لگے، دل کی دھڑکن غیر معمولی انداز میں بہت تیز ہونے لگی، وہ بے بس ہونے لگی تھی، بے بسی کی انتہا پر پہنچتے اس نے وہ تصویریں پوری شدت سے دور پھینکیں اور وہیں فرش پر بیٹھتی رونے لگی، وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ ہر بار کی طرح آج بھی اُسے چپ کروانے والا کوئی نہ تھا، وہ کافی دیر وہیں فرش پر بیٹھی روتی رہی، جب وہ رو رو کر تھک گئی تو خود کو گھسیٹتے اٹھی، چولہا بند کرتے واپس پلٹی، نظر دوبارہ ان تصویروں پر پڑی مگر انہیں نظر انداز کرتے آگے بڑھی، آنکھوں میں آنسو پھر سے جمع ہونے لگے، اسے اپنے آپ کو مضبوط بنانا تھا، بہت مضبوط کہ اس پر کسی چیز کا کوئی اثر نہ ہو مگر ہر بار وہ کمزور پڑ جاتی، ماضی کے تلخ مناظر یاد آتے وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی۔ وہ دوبارہ اُنہیں لمحوں میں واپس جانا چاہتی تھی جب زندگی خوشگوار تھی۔ وہ واپس کمرے میں آتے اپنا سامان سمیٹنے لگی، مگر ایک بار پھر اسے سب یاد آنے لگا، وہ دوبارہ رونا نہیں چاہتی تھی، اس نے اپنی

آنکھوں کو سختی سے مسلا کہ گویا کوئی آنسو بغاوت کرتا اسکے رخسار پر نہ آ گرے۔اس کا اکثر دل چاہتا کہ کاش اُس کی زندگی ایک خواب ہو اور اسکی آنکھ کھل جائے اور وہ واپس اپنی زندگی کے خوبصورت دنوں میں چلی جائے مگر یہ اس کا خواب نہ تھا، یہ اس کی زندگی تھی، حقیقی زندگی! جو اسے ہر حال میں جینی تھی۔

جا بجا دل کو لگانے سے کہاں بُھولے گا

ہم کو وہ شخص بھُلانے سے کہاں بھُولے گا

ہاں، کئی روز سے وہ یاد نہیں آیا، مگر

وہ فقط یاد نہ آنے سے کہاں بُھولے گا

،امی "اشعر صائمہ تائی کے پاس گیا جو کچن میں کھڑی ملازمہ کو ہدایات دے رہی تھیں،اشعر کی آواز پر وہ اسکی جانب متوجہ ہوئیں"

،مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے امی "اشعر کی بات سنتے وہ اس کے قریب آئیں"

ہاں بولو "ان کا لہجہ سرسری تھا۔"

امی آپ نے آبرو کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟"اشعر کے لہجے میں خفگی تھی،اسکی بات پر صائمہ تائی کے چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ آئی۔"

،واہ! تو اُس نے آتے ہی آگ لگا بھی دی" صائمہ تائی نخوت سے بولیں"

امی آبرو نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے "اس بار اشعر کی آواز قدرِ بلند تھی،صائمہ تائی نے آس پاس نظر ڈالی، ملازمہ ان کی جانب متوجہ" ،ہونے لگی تھی،وہ اشعر کو لیے کچھ فاصلے پر دروازے کے قریب جا کھڑی ہوئیں

"اشعر میری بات مانو، یہ لڑکی صحیح نہیں ہے، میں آج بھی تمہیں کہتی ہوں کہ۔۔۔۔"

"امی پلیز آپ ایسی ویسی کوئی بات مت کیجئے گا"

اشعر میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، تمہیں نہیں پتا وہ کس قدر چالاک ہے، ابھی اُس نے اس گھر میں قدم رکھا ہی ہے کہ ہم دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہونے" "لگے ہیں،اشعر تمہیں کون سا لڑکیوں کی کمی ہے، تم اسے چھوڑ دو،اسے طلاق دے دو، میں تمہارے لیے۔۔۔۔

،بس امی !"اشعر ایک دم باآواز بلند بولا، جس پر صائمہ تائی خاموش ہو گئیں"

"امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟"

صحیح کہتی ہوں میں جادو گرنی ہے وہ، تم پر جادو کر دیتی ہے اور تمہیں سوائے اس کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا" صائمہ تائی غصے سے بولتی واپس ملازمہ کی طرف چلی گئیں"

جبکہ اشعر کی نظر خود سے کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو پر پڑی، جس کے چہرے کے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ صائمہ تائی اور اشعر کے مابین ہونے والی ساری گفتگو سن چکی

،ہے۔اشعر اس کے قریب گیا

،آبرو میری بات سنو"آبرو جو جانے کے لیے قدم بڑھانے ہی لگی تھی،اس کی بات سنتے رک گئی"

بس ایک بار میری بات سن لو"اشعر کے لہجے میں التجا تھی، آبرو نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ دونوں چلتے ہوئے باہر لان میں آ گئے،لان میں پہنچتے اشعر اپنا رخ آبرو کی"

!جانب کیے کھڑا ہوا اور اس کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا،اس کے چہرے پر چھائے تاثرات سپاٹ تھے،ہر جذبے سے عاری

"آبرو تم امی کو غلط مت سمجھنا وہ بس۔۔۔"

،آپ اپنی امی کی بات مان کیوں نہیں لیتے؟"اشعر کی بات مکمل ہونے سے پہلے آبرو بولی"

urdunovelsblog

،کون سی بات؟"اشعر کے سوال پر آبرو نے نظریں اٹھاتے اس کے چہرے کی جانب دیکھا"

"یہی کہ آپ مجھے چھوڑ دیں"

آبرو تم تو ایسی باتیں مت کرو، تمہیں تو امی کی عادت کا پتہ ہے، وہ صرف زبان کی تیز ہیں ورنہ دل کی تو وہ بہت اچھی ہیں"اشعر کی بات پر آبرو خاموش ہو گئی، وہ جانتی تھی"

!کہ صائمہ تائی دل کی کتنی اچھی ہیں

،اگر تمہیں امی کی کوئی بھی بات بری لگی ہے تو میں تم سے معذرت کرتا ہوں"وہ آبرو کو خاموش دیکھتا بولا، جس پر آبرو نے دوبارہ اس کی جانب دیکھا"

آپ کو معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اشعر، صائمہ تائی بالکل صحیح کہہ رہی ہیں، میں آپ کے قابل نہیں ہوں، آپ مجھ سے بہت بہتر لڑکی ڈیزرو کرتے"

،ہیں"وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولتی مڑی کہ اشعر نے اس کا ہاتھ تھام لیا

،میرا ہاتھ چھوڑیں اشعر"آبرو کا لہجہ سخت تھا"

"مگر آبرو میری بات تو سنو۔۔۔"

،اشعر !"آبرو کے دوبارہ کہنے پر اشعر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا"

یہ ہاتھ آپ اُس دن تھامیے گا، جس دن آپ اپنے گھر والوں کی نظر میں میری عزت بنانے میں کامیاب ہو جائیں"وہ یہ کہتے ایک لمحہ وہاں نہیں رکی جبکہ پیچھے کھڑا اشعر" تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

اس نے آخری روٹی بناتے اسے رومال میں لپیٹا اور واپس چولہے کی جانب پلٹتے ہنڈیا کا ڈھکن اٹھایا اور اندر موجود سالن کا جائزہ لینے لگی۔ سالن پک چکا تھا، اس نے اس کے نیچے جلتی آگ بند کی اور اپنے دوپٹے سے اپنا پسینہ پونچھتے، کچن سے باہر نکلی۔ کمرے میں پہنچتے اسے اپنے فون کی آواز سنائی دی، اس نے آگے بڑھتے بیڈ پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا، جس ،پر حبیبہ لکھا جگمگا رہا تھا، وہ کال اٹینڈ کرتے بیڈ پر بیٹھ گئی، کچھ لمحے وہ فون کان سے لگائے دوسری جانب سے آتی آواز سنتی رہی، پھر اس کے جواب میں بولنے لگی

میں نے میڈم کو بتا یا دیا تھا کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، اس لیے میں نے نہیں آسکوں گی"وہ دوبارہ خاموش ہوتے دوسری جانب سے کہی جانے والی باتیں سننے" لگی، کچھ لمحے بعد اس نے فون کاٹ دیا۔ اس کی کتھئی آنکھیں آج بھی اتنی ہی ویران تھیں۔ آٹھ سال گزرنے کو تھے مگر اس کا غم آج بھی اتنا ہی تازہ تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے اعصاب تکان کا شکار ہو رہے تھے۔ وہ ذہنی مریض بنتی جا رہی تھی۔ خدا نے اسے ایک بیٹے سے نوازا تھا جو کہ دو دن پہلے ہی سات برس کا ہوا تھا، اس کے جینے کی واحد وجہ وہ ننھا وجود تھا۔ جس کے اس دنیا میں آنے سے اُس کے دل میں دوبارہ جینے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں ہوئے تمام حادثات بھلا دینا چاہتی تھی، وہ !دوبارہ کبھی اپنے گزرے ماضی کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتی تھی مگر کیا انسان کبھی اپنی سوچوں پر خود پہرا ڈال سکتا ہے

ان آٹھ سالوں میں زندگی نے اسے اپنے ہر تاریک پہلو سے روشناس کروایا تھا۔ اس کی سوچوں کا تسلسل دروازے پر ہوتی دستک کی آواز نے توڑا، وہ فوراً تیزی سے دروازے !کی جانب بھاگی اسے معلوم تھا کہ آنے والا کون ہے

اس نے دروازہ کھولا، سامنے سات سال کا ایک ننھا بچہ کھڑا تھا۔ سکول یونیفارم پہنے، کندھوں پر بیگ ڈالے، پاؤں میں شوز پہنے، وہ بہت تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے داخل ہوتے سلام کیا، جس پر سبرینہ نے جواب دیتے اسے اپنے ساتھ لگاتے اس کا ماتھا چوما، اس نے بھی سبرینہ کے گال چومے، اس کی بھُوری آنکھیں سبرینہ کو معمول سے زیادہ بوجھل محسوس ہوئیں مگر وہ اُسے تھکاوٹ کا نتیجہ سمجھتے، نظرانداز کر گئی۔ وہ دونوں ساتھ اندر داخل ہوئے اور کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں زمین پر

دستر خوان بچھائے بیٹھے تھے۔ سبرینہ اپنے ہاتھ سے نوالے بنا کر اپنے ننھے بیٹے کو کھلا رہی تھی، جو خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔ سبرینہ کو اس کی خاموشی اب چبھنے لگی، کھانا ختم کرتے اس نے برتن ایک سائیڈ پر کیے،

"تاشفین بیٹا" اس نے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا، جس پر ننھے تاشفین نے اپنی بھوری آنکھیں اٹھاتے سبرینہ کی جانب دیکھا،

"جی امی"

"کیا ہوا ہے میرے بچے کو؟" سبرینہ کے سوال پر تاشفین نے نظریں چرائیں،

"کچھ نہیں ہوا امی"

"پھر ایسی کیا بات ہے، جو میرا بیٹا اتنا پریشان نظر آ رہا ہے" وہ اسے مزید اپنے قریب کرتی بولی، وہ کچھ دیر خاموش رہا مگر پھر سبرینہ کی طرف دیکھتا بولنے لگا،

"امی آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا؟" سبرینہ کو دھچکا لگا، وہ کس جھوٹ کی بات کر رہا تھا!

"کون۔۔ کون سا جھوٹ؟" سبرینہ کی آواز نا چاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا گئی۔

"یہی کہ اللہ تعالی چھوٹے بچوں کی دعائیں ضرور سنتے ہیں" سبرینہ کی ساری پریشانی ایک دم ہوا ہوئی،

"میں نے جھوٹ نہیں بولا بیٹا، اللہ تعالی واقعی چھوٹے بچوں کی دعائیں ضرور سنتے ہیں"

"مگر وہ میری دعا کیوں نہیں سن رہے؟" اس کی ننھی پیشانی پر بل نمودار ہوئے،

"کون سی دعا؟"

"یہی کہ۔۔۔۔" وہ رک گیا۔

"میں ابھی آیا" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگتے ہوئے کچھ فاصلے پر رکھے اپنے بیگ کی جانب گیا اور اس میں سے ایک کارڈ نکالتا سبرینہ کے قریب آیا،

"یہی کہ اللہ تعالی میرے بابا کو واپس بھیج دیں مگر۔۔۔" سبرینہ کا دل کرچی کرچی ہونے لگا،

"مگر اللہ تعالی میری یہ دعا نہیں سن رہے" سبرینہ کے پاس الفاظ نہ تھے جس سے وہ اپنے بیٹے کو دلاسہ دیتی،

آج ٹیچر نے فادر زڈے پر سب بچوں سے کارڈ بنوائے اور کہا کہ گھر جا کر سب اپنے بابا کو یہ کارڈ دیں گے مگر امی، میں یہ کارڈ کسے دوں گا؟" سبرینہ کا دل خون کے آنسو رو رہا"

! تھا، وہ اپنی زندگی کی محرومیاں تو بھلا سکتی تھی مگر اس کی اولاد ! وہ اس کی محرومیوں کو کیسے فراموش کر سکتی تھی

،آپ اللہ تعالیٰ کو بولیں نہ کہ وہ بابا کو واپس بھیج دیں" وہ روہانسا ہونے لگا۔ سبرینہ کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے، اس نے آگے بڑھتے تاشفین کو اپنے گلے لگا لیا"

امی آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گی نہ؟" تاشفین کے سوال پر سبرینہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اپنی اولاد کی زندگی میں باپ کی کمی کبھی پوری نہیں کر سکتی تھی! کبھی"

نہیں! اور اس بات کا اندازہ اسے آج بخوبی ہو گیا تھا۔

،آپ دعا کریں گی نہ امی؟" تاشفین اس سے الگ ہوتا دوبارہ بولا، جس پر سبرینہ نے ناچاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلایا"

آپ بہت اچھی ہیں امی" وہ مسکراتا ہوا بولا، اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تھا۔ سبرینہ اسے کیا بتاتی کہ اس کا باپ زندہ ہے مگر وہ اُس کے وجود سے بے خبر ہے اور اُسے اس"

! سے بے خبر رکھنے والی کوئی اور نہیں بلکہ اُس کی اپنی ماں ہے

کھانے سے فارغ ہوتے وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ صائمہ تائی رابعہ بیگم سے محو گفتگو تھیں۔

،رابعہ تم نے مہمل کے بارے میں کچھ سوچا؟" انہوں نے رابعہ بیگم کو مخاطب کیا"

نہیں بھابھی ابھی تک تو کچھ نہیں سوچا" رابعہ بیگم نے مہمل کی جانب دیکھتے جواب دیا۔"

کیوں بھئی، کس چیز کا انتظار ہے؟" صائمہ تائی نے مہمل کی جانب دیکھتے پوچھا، جو اصباح کے ساتھ بیٹھی تھی۔"

بھابھی ابھی اِسی سال مہمل کی تعلیم مکمل ہوئی میں تو چاہتی تھی کہ اب اس کا کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر شادی کر دوں مگر یہ ابھی جاب کرنا چاہتی ہے" رابعہ بیگم نے صائمہ"

تائی کو جواب دیا۔

اِس کو کیا ضرورت ہے جاب کی! میں تو کہتی ہوں اب اس کا کوئی اچھا سا رشتہ دیکھو اور اس کے فرض سے فارغ ہو جاؤ" صائمہ تائی نے رابعہ بیگم کو مشورہ دیا، اُن کی بات پر"

،سب ان کی جانب سے دیکھنے لگے

اور ویسے بھی جاب کرنے والی لڑکیوں کو کچھ خاص اچھا سمجھا نہیں جاتا" اُن کا اشارہ کس جانب تھا، وہاں بیٹھے تمام نفوس جانتے تھے۔"

urdunovelsblog

میں تو خود لڑکیوں کی جاب کرنے کے حق میں نہیں ہوں، جاب کے بہانے باہر کیا کرتی پھرتی ہیں کوئی نہیں جانتا" ان کی زبان زہر اُگل رہی تھی۔ جاب کرنے والی لڑکیوں" کے بارے میں یہ سوچ صرف صائمہ تائی کی نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں 70 فیصد لوگ اسی سوچ کے مالک ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جاب کرنے والی عورت کو بہت برا جانا جاتا ہے۔ لوگ آفیسز، سٹورز اور مختلف جگہ پر کام کرنے والی عورتوں کو بہت بری نگاہ سے دیکھتے ہیں جبکہ کوئی یہ بات جاننا ہی نہیں چاہتا کہ آخر وہ عورت اپنا آرام وسکون چھوڑ کر گھر سے کیوں نکلی ہے؟ اسے کیسے حالات کا سامنا ہے جن پر مجبور ہو کر وہ گھر سے نکلی ہے؟ اسے ایسی کیا مجبوریاں در پیش ہیں کہ وہ ایک مرد کی طرح باہر نکل کر کمانے پر مجبور ہے۔ کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ

!ان میں سے کوئی بیوہ ہے، جسے اپنی اولاد کو پالنا ہے

!کوئی بیٹی ہے جس کے سر پر نہ باپ کا سایہ ہے نہ بھائی کا سہارا اور اسے اپنا گھر چلانا ہے

!کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ کوئی عورت کس حد تک مجبور ہو کر اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے، پھر چاہے وہ ایک سٹور میں کام کرنے والی عورت ہو یا چاہے ایک ڈاکٹر

ہمارے معاشرے میں عورتوں کی تعلیم کو آج بھی بہت معیوب جانا جاتا ہے اگر تعلیم کی اجازت دے بھی دی جائے تو اس کو جاب کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی، پاکستان میں ڈاکٹر کی ڈگری لینے کے بعد 80 فیصد لڑکیاں جاب نہیں کر پاتیں اور اس پر انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک گورنمنٹ کی میرٹ سیٹ ضائع کر چکی ہیں جبکہ کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ جاب کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ان کے پاس نہیں ہوتا بلکہ ان سے منسلک لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔

urdunovelsblog

!اگر ہمارے معاشرے میں کوئی عورت نوکری نہ کرے

کوئی عورت ڈاکٹر نہ ہو تو کیا ہمارے معاشرے کے مرد اپنی بیویوں، بہنوں، بیٹیوں کو مرد ڈاکٹرز کے پاس لے جانا پسند کریں گے؟

اگر بینک کے اندر کام کرنے والی کوئی فیمیل ورکر نہ ہو تو کیا ایک عورت بینک سے منسلک معاملات با آسانی دیکھ پائے گی؟

کیا اگر ایک عورت نوکری کرتے ہوئے استاد کے درجے پر فائز نہ ہو تو کیا ہمارے گھروں کی بچیاں اپنی بنیادی تعلیم بھی مردوں سے حاصل کریں گی؟

ایک نوکری کرنے والی عورت کس حد تک مجبور اور لاچار ہے، یہ جاننے کے باوجود بھی ہم اس کو آسانی فراہم کرنے کی بجائے اس کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں! طرح طرح کے جملے، طرح طرح کی نظریں، طرح طرح کی باتیں کرتے ان کی عزتِ نفس کو کچل ڈالتے ہیں۔

آزادی کے نام پر وہ باہر کیا کیا کرتی ہیں، کس کس سے ملتی ہیں کوئی نہیں جانتا، بلکہ۔۔۔۔۔"صائمہ تائی آبرو کی جانب دیکھتے بول رہی تھیں، جو خاموش، بے تاثر چہرہ لیے" صوفے پر بیٹھی تھی۔

تائی جان ہر کوئی شوق سے جاب نہیں کرتا، انسان کو مجبوریاں پیش آ جاتی ہیں اور ویسے بھی میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ ہر لڑکی کو جاب کرنی چاہیے "اس سے پہلے کہ صائمہ تائی ، کچھ اور بولتیں، رُتبہ بول پڑی

، رُتبہ !"صالحہ بیگم نے آنکھوں کے اشارے سے اسے مزید بولنے سے باز رکھا۔صائمہ تائی نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ رابعہ پھپھو بولنے لگیں"

بھابی رُتبہ صحیح کہہ رہی ہے، میں تو خود یہ سمجھتی ہوں کہ ہر لڑکی کو تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ دیر جاب ضرور کرنی چاہیے تاکہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو نا سیکھ " سکے، کیونکہ اگر زندگی میں خدانخواستہ اسے کبھی کوئی مشکل پیش آ جائے تو اسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہ پڑے "رابعہ بیگم کی بات پر صائمہ تائی کے پاس بولنے کو کچھ نہ بچا تھا۔وہ خاموشی سے اٹھیں اور وہاں سے چلی گئیں۔

رات کافی گہری ہو چکی تھی، وہ کام سے فارغ ہوتے، سارے برتن سمیٹ کر ایک جانب رکھتے، اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔کمرے میں داخل ہوتے اس نے بیڈ کی جانب دیکھا، سامنے کا منظر دیکھتے اس کے لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے، وہ آگے بڑھتے بیڈ کے قریب گئی، جہاں ننھا تاشفین چاروں طرف بکھری کتابوں کے درمیان سو چکا تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر جھٹکا۔کتابیں سمیٹ کر ایک جانب رکھتے، اسنے تاشفین کو سیدھا کرتے تکیے پر لٹایا اور خود اس کے قریب آ کر لیٹ گئی۔جگہ تبدیل ہونے پر تاشفین کسمسایا، جس پر سبرینہ مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹنے لگی، پاس پڑی چادر تاشفین اور اپنے اوپر اوڑھاتے، وہ خود بھی سونے کے لیے لیٹ گئی اور اپنا رخ تاشفین کی جانب کر لیا۔تاشفین نے سارے نقوش یہاں تک کہ آنکھیں بھی فیضی سے چرائی تھیں، وہ بلاشبہ فیضی کی کاپی تھا۔اس کی پیدائش پر ہی ! سبرینہ کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ فیضی کا وجود وہ کبھی اپنی زندگی سے نہیں مٹا سکتی

یہ ننھا وجود اس کے جینے کی وجہ تھا۔وہ ایک بہت تحمل مزاج اور سلجھا ہوا بچہ تھا۔اس نے کبھی سبرینہ کو کسی معاملے میں بھی تنگ نہیں کیا تھا سوائے ایک بار کے جب اس کے بار بار اپنے باپ کے بارے میں استفسار کرنے پر سبرینہ نے اسے سختی سے ڈانٹ خود سے دور کیا تھا۔تب وہ کافی دن سبرینہ سے خفا رہا تھا۔اس کے بار بار پوچھنے پر سبرینہ نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ "اس کا باپ اس دنیا میں نہیں"۔آج وہ بہت افسردہ تھی، اسے حقیقی معنوں میں یہ احساس ہوا تھا کہ وہ چاہے جو مرضی کر لے مگر وہ اپنی اولاد کی زندگی میں باپ کی کمی چاہ کر بھی پوری نہیں کر سکتی۔اس کی اولاد اپنے باپ کے زندہ ہوتے ہوئے بھی یتیمی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔سبرینہ گھر شفٹ کرتے جب

اس گھر میں آئی تھی، تو اسے یہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ ہونے میں بہت وقت لگا تھا۔ یہاں آکر ہر اک کے سوالات سے تنگ آکر اس نے ایک جھوٹ بولا تھا کہ اس کا شوہر ملک سے باہر ہے، اور اس جھوٹ کی وجہ اس کی اولاد تھی، جس کو وہ دنیا میں آنے سے پہلے سوالیہ نشان نہیں بنانا چاہتی تھی۔

تاشفین کی پیدائش کے بعد اس کی زندگی اسے کچھ حد تک آسان لگنے لگی تھی مگر گزرتے وقت کے ساتھ اس کی ہر خوش فہمی ختم ہوتی گئی۔ ایک سال، دو سال، حتی کے تاشفین کی پیدائش پر بھی جب اس کا شوہر واپس نہ آیا تو محلے والے طرح طرح کی باتیں بنانے لگے، طرح طرح کے سوال اٹھانے لگے، جن کا حل سبرینہ نے ایک دن سوچ لیا اور وہ حل یہ تھا کہ وہ سب کو بتا چکی تھی کہ اس کا شوہر بیرون ملک ہی وفات پا گیا ہے۔ ایک سچ کو چھپانے کے لیے اس نے ایک جھوٹ بولا تھا اور اب اس ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے وہ بہت سے جھوٹ بول رہی تھی۔ اکیلی عورت کا وجود ہمارے معاشرے میں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے، ہم بخوبی جانتے ہیں اور جب یہ بھی علم ہو کہ اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں، تب معاملات مزید پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔

تاشفین اب آہستہ آہستہ بڑا ہو رہا تھا، اس کے سوالات پہلے سے زیادہ مشکل اور تکلیف دہ ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی اکثر سوالوں کے جواب سبرینہ دینے سے قاصر رہتی، اس نے ایک بار سبرینہ سے اپنے باپ کی تصویر مانگی تھی، جس پر سبرینہ نے اس کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، مگر اسکے مسلسل اصرار پر اس نے اپنی اور فیضی کی ایک تصویر اس دی تھی، مگر اسکے ردِ عمل نے سبرینہ کو حیرت و پریشانی میں ڈال دیا تھا، تاشفین نے دو ماہ تک اس تصویر کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا تھا۔ رات کو سوتے وقت بھی وہ اس تصویر کو سینے سے لگائے رکھتا کیونکہ اس تصویر میں اس کا باپ تھا، جو بلاشبہ اسے بہت عزیز تھا۔ اسے کیا معلوم کہ اس کا یہی باپ اس کی زندگی کی تمام تلخیوں کا سبب تھا!

راتوں کو چھپ چھپ کر رونا اب سبرینہ کی عادت بن چکی تھی، پورا دن وہ اپنے آپ پر ایک خول چڑھائے رکھتی، دنیا کے سامنے وہ ایک مضبوط ماں تھی جو اکیلی اپنی اولاد کی پرورش کر رہی تھی، مگر ہر رات وہ اپنا ضبط کھو بیٹھتی، اسے آج بھی وہ سارے منظر یاد تھے جب اس نے اپنی زندگی میں سب گنوا دیا تھا۔ اس کا پچھتاوا اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا، وہ اکثر خود سے یہ سوال کرتی کہ کیا ایک غلطی کی سزا اتنی بڑی بھی ہو سکتی ہے مگر ہر بار اُسکا دل یہ گواہی دیتا کہ اس سے غلطی نہیں گناہ ہوا تھا، اور گناہوں کی سزائیں بہت طویل ہوا کرتی ہیں۔

تم نے پوچھا ہے تو تم کو بتا دیتے ہیں

جو ہم پہ گزری ہے تم کو سنا دیتے ہیں

تیرے بعد خود پر بھی اعتبار نہیں

لفظ لکھتے ہیں مٹا دیتے ہیں

آنسو آنکھوں میں لیے ہنس لیں

تو لگتا ہے خود کو سزا دیتے ہیں

اور تیرے ساتھ گزارے تھے جو پل

یاد آتے ہیں تو رولا دیتے ہیں

وہ گلاب کا پھول ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی، گلاب کی سرخ پتیاں اُس کی انگلیوں سے نکلتے خون کو جذب کر رہی تھیں، اس کا دل خوف کے مارے کانپ رہا تھا، آنکھوں میں آنسو جمع ہو چکے تھے مگر اُس نے ہر ممکن کوشش کرتے خود کو رونے سے باز رکھا تھا۔ اُن آنسوؤں کی وجہ اسکا زخمی ہاتھ نہ تھا، بلکہ وہ خوف تھا جو اُس کے دل میں سرایت کر چکا تھا۔ وہ بچپن سے پھولوں کی دیوانی تھی، ابھی کچھ دیر پہلے بھی وہ کھانے سے فارغ ہوتے باہر لان میں لگے پھولوں کی جانب گئی تھی، اُس نے گلاب کا پھول توڑتے ابھی پکڑا ہی تھا کہ اچانک۔۔۔۔۔۔!

تیزی سے بھاگنے کی کوشش میں گلاب کے پھول کے ساتھ لگے کانٹے، اس کی انگلیوں کو زخمی کر گئے تھے۔

"اِصباح، اِصباح ادھر آؤ" اسے ان سوچوں سے صائمہ تائی کی آواز نے نکالا، جو کچن کے دروازے پر کھڑی اسے آواز دے رہی تھیں، وہ ہوش میں آتی تیزی سے ان کی جانب گئی، پھول اسکے ہاتھوں سے پھسلتا زمین پر گر گیا۔ اسے اپنے قریب آتا دیکھ کر صائمہ تائی نے پاس پڑی چائے کی ٹرے اٹھاتے اصباح کو پکڑائی۔

"یہ چائے باہر دے آؤ" ان کی بات پر اصباح نے ان کی جانب دیکھا،

"م۔۔۔ میں؟" اِصباح کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا گیا،

"ظاہر ہے ٹرے تمہیں پکڑائی ہے تو تمہیں ہی کہوں گی نہ" وہ بیزاری سے بولتی چلی گئیں، جبکہ اِصباح کے لیے ایک اور امتحان کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ شروع ہو چکی تھی، اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ٹرے کو مضبوطی سے تھاما اور قدم اٹھاتی باہر کی جانب چل پڑی۔ اسے دور سے ہی وہ تینوں بیٹھے دکھائی دیے، اس کے قدم اس کا

ساتھ نہیں دے رہے تھے مگر وہ مجبوراً قدم اٹھاتی ان کی جانب بڑھنے لگی، سامنے اشعر اور عماد کے ساتھ بیٹھے آفاق کی نظر اِصباح پر پڑی، چہرے کے تاثرات سپاٹ ہوئے،

!کچھ دیر پہلے کا منظر ذہن کے پردے پر لہرایا

جب وہ کال سننے کے لیے لان کی طرف آ رہا تھا تو اِصباح اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی، وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں لیے، ایک ہاتھ میں گلاب کا پھول پکڑے، دوسرے ہاتھ سے مضبوطی سے اپنا دوپٹہ تھامے بھاگتی ہوئی اسی جانب آ رہی تھی، وہ تیزی سے اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ گئی، وہ بہت خوفزدہ لگ رہی تھی۔ آفاق کچھ قدم آگے چلتا لان میں گیا، جہاں اُسے عماد کھڑا دکھائی دیا۔ وہ اُس وقت تو کچھ سمجھ نہ سکا تھا مگر سامنے کا منظر دیکھتے اُسے سب سمجھ آنے لگا تھا۔ اِصباح کے کانپتے ہاتھ اور عماد کے چہرے پر سجی لوفرانہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں موجود چمک اُسے بہت کچھ سمجھانے کے لیے کافی تھی۔ اس کے ماتھے پر بل نمودار ہونے لگے۔ اِصباح قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی، ٹرے ٹیبل پر رکھتے اس نے ایک کپ اٹھایا، اس کے ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔ آفاق کا دل چاہا کہ وہ اسے کہے کہ وہ فوراً یہاں سے چلی جائے، وہ حیران تھا کہ

!اگر معاملہ وہی ہے جو وہ سمجھ رہا ہے تو اِصباح دوبارہ یہاں کیوں آئی تھی

اِصباح نے چائے کا ایک کپ اٹھایا اور اسے پِرچ میں رکھتے آفاق کی جانب بڑھانے لگی، مسلسل عماد کی نظریں اسے بہت خوفزدہ کر رہی تھیں، ہاتھوں کی مسلسل کپکپاہٹ، دل کا خوف کے مارے تیزی سے دھڑکنا، وہ ان سب پر قابو نہ پا سکی اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ہاتھ میں موجود چائے کا کپ جو وہ آفاق کی جانب لے جا رہی تھی، اس کے ہاتھوں سے پھسلتے زمین بوس ہو گیا جبکہ اس میں موجود چائے اِصباح کے قمیض کے دامن اور آفاق کے کپڑوں کو داغدار کر گئی۔ چائے کے کچھ چھینٹے اِصباح کے پاؤں پر پڑے، گرم چائے کی حِدت محسوس کرتے وہ تیزی سے پیچھے ہٹی، آفاق اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

جب چائے سَرو کرنی نہیں آتی تو کیوں آئی تھی یہاں! ملازمہ کو بھیج دیتی" وہ غصے میں نجانے کیا کیا بول گیا۔"

کام ڈاؤن آفاق" اشعر بولتا ہوا ان کے قریب آیا، آفاق کی بات پر اِصباح نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا، آفاق جو مزید کچھ بولنے کے لیے لب کھول" رہا تھا، اس کی سرخ آنکھیں اسے خاموش کروا گئیں۔ اِصباح ایک ہاتھ سے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتی، واپس لاؤنج کی جانب بھاگ گئی جبکہ کسی کی نظریں دور تک اس کا پیچھا کرتی رہیں۔

urdunovelsblog

وہ شکستہ قدموں سے چلتی ہوئی گیٹ کے قریب آئی اور چابی گھماتے تالا کھولا، اندر داخل ہوتے وہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کندھے پر لٹکا پرس بیڈ پر رکھتے، وہ بوجھل ہوتی طبیعت کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں ویران تھیں، بہت ویران! چہرے پر پریشانی کے تاثرات واضح تھے۔ اسے آج جاب سے نکال دیا گیا تھا، وہ پچھلے تین ماہ سے دماغی طور پر اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہی تھی۔ چیزیں، حالات، معاملات وہ سب بھولتی جا رہی تھی، جس کی وجہ تاشفین کی بیماری تھی!

تاشفین کو چند ماہ پہلے شدید بخار ہوا تھا، ڈاکٹرز اس کی بیماری سمجھنے سے قاصر تھے، کچھ عرصے بعد اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی، مگر اس کے بعد ہر ماہ چند دن اُس کی طبیعت شدید خراب رہتی، وہ ہر بار موت کے منہ سے واپس آتا۔ وہ اسے اچھے ہاسپٹل لے جا کر اُس کا علاج کروانا چاہتی تھی مگر اس کے مالی حالات اسے اِس چیز کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ذہنی آزمائش اور پریشانی کی وجہ سے وہ سکول میں دماغی طور پر غیر حاضر رہتی، جس کا نتیجہ آج نکلا تھا، اسے جاب سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ اس کے پاس پیسے بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ پچھلے دو ماہ کی تمام سیلری وہ تاشفین کے علاج پر خرچ کر چکی تھی مگر اُس کی طبیعت میں کوئی خاص افاقہ نہ تھا۔ وہ شدید اُلجھن میں گھر چکی تھی۔ وہ اپنی اولاد کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی، ماضی کے تکلیف دہ شکنجوں سے اُسے ڈاکٹر کی آواز نے نکالا، وہ ہاسپٹل کی اُسی راہداری میں بیٹھی تھی، تاشفین کو ڈاکٹرز اندر لے جا چکے تھے، جبکہ وہ باہر بیٹھی اپنی زندگی کے پچھلے تمام تکلیف دہ باب دہرا چکی تھی۔ ڈاکٹر کی آواز پر وہ تیزی سے ان کی جانب بڑھی

"ڈاکٹر۔۔۔ ڈاکٹر میرا بیٹا۔۔۔"

"دیکھیں ہم آپ کو پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ آپ پہلے بل ادا کیجئے۔۔۔"

urdunovelsblog

، ڈاکٹر آپ۔۔۔ آپ پلیز اس کا علاج شروع کر دیں، میں۔۔۔ میں پیسوں کا انتظام کرتی ہوں" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی

آپ میری بات سمجھنے کو تیار کیوں نہیں ہیں! آپ کے بیٹے کا علاج تب تک شروع نہیں کیا جائے گا، جب تک آپ بل نہ ادا کر دیں" مسیحائی کے رتبے پر فائز وہ انسان کیسے تلخ جملے بول رہا تھا! مرتے ہوئے انسان کی جان سے زیادہ اہم اُن کے لیے ہاسپٹل کا بل تھا!

وہ ڈاکٹر سبرینہ کو خبر دیتا اندر جا چکا تھا، جبکہ باہر سبرینہ واپس اس کرسی پر بیٹھتے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرائے، زار و قطار رونے لگی۔ وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ کس سے اپنے بیٹے کی جان کی بھیک مانگے؟ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ بے بسی کا یہ احساس اسے اپنی زندگی میں دوسری بار ہوا تھا۔

سبرینہ" اس کی سماعتوں سے آواز ٹکرائی مگر وہ اپنے حواسوں میں ہی کہاں تھی کہ وہ آواز صحیح طرح سن پاتی، لیکن اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، اس" نے اپنا چہرہ اٹھاتے سامنے دیکھا، اس کی سرخ آنکھیں سامنے کھڑی عورت کی مہربان اور شفیق آنکھوں سے ٹکرائیں،

سبرینہ بیٹا، تم یہاں؟" وہ انہیں پہچانتی تھی، ہاں وہ انہیں جانتی تھی، وہ ڈاکٹر عافیہ تھیں"!

لاہور کی سڑکوں پر دوڑتی وہ گاڑی "ڈسٹرکٹ کورٹ لاہور" کے سامنے جا رکی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے وجود نے ایک نظر سامنے موجود داخلی دروازے پر ڈالی اور پھر گاڑی پارکنگ ایریا کی جانب لے گیا۔ گاڑی پارک کرتے وہ گاڑی سے اترا۔ گہرے نیلے رنگ کی پینٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پہنے، بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے، ایک ہاتھ میں موبائل تھامے وہ داخلی دروازے کی جانب چل پڑا۔ وہ مسلسل کسی کو فون ملا رہا تھا، مگر شاید دوسری جانب موجود انسان کا آج کال اٹینڈ کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا، سامنے ہر جانب سیاہ رنگ کا کوٹ پہنے انسان موجود تھے، اسے کوٹ کچہری شروع سے ہی کچھ خاص پسند نہ تھے۔ جب زاویار نے اپنے کریئر کے لیے وکالت کا انتخاب کیا تھا، تو تاشفین نے اسے ایک بار پھر سوچنے کا مشورہ دیا تھا مگر زاویار نے اپنی خواہش پوری کر کے ہی دم لیا تھا۔ تاشفین کافی امن پسند اور پرسکون شخصیت کا حامل تھا، اسے لڑائی، جھگڑے، جرح، بحث یہ سب چیزیں ناپسند تھیں۔ اس نے ایک بار پھر زاویار کو کال ملائی، مگر اس کا فون ابھی بھی مصروف آرہا تھا۔ اس نے کچھ قدم مزید آگے بڑھائے کہ اچانک اس کی نظر سامنے پڑی، سامنے کا منظر دیکھتے اس کی بھُوری آنکھیں ساکت ہو گئیں، دل کی دھڑکن تھم گئی۔ سامنے کھڑی سیاہ آنکھوں والی لڑکی کسی سے محوِ گفتگو تھی۔ تاشفین نے اپنی آنکھیں ایک بار بند کرتے دوبارہ کھولیں کہ شاید یہ اس کا گمان ہو!

ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ جہاں جہاں تاشفین جائے وہ بھی وہیں پر موجود ہو! اتفاق بھی صرف ایک بار ہی ہوتا ہے! ابھی وہ سامنے ہی دیکھ رہا تھا کہ اچانک سامنے سے چند لوگوں کا ہجوم گزرا جن کے گزرنے پر سامنے کا منظر غائب ہو گیا۔ اس ہجوم کے گزرتے تاشفین نے دوبارہ وہاں دیکھا، وہ اب وہاں موجود نہ تھی۔ تاشفین کو کچھ حد تک یقین آیا کہ وہ صرف اس کا گمان تھا مگر پھر بھی وہ کیوں اس کے اعصاب پر اس قدر سوار ہو چکی تھی کہ وہ اسے ہر جگہ دکھائی دینے لگی تھی۔ وہ خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، وہ تیزی سے پلٹا، پیچھے زاویار کھڑا تھا۔

"میں ہوں بھائی" زاویار نے اس کے چہرے کا اڑا رنگ دیکھا،

"آپ ٹھیک ہیں بھائی؟" وہ تاشفین کو خاموش دیکھ کر دوبارہ بولا،

"ہاں، ہاں میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ کہ تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے، میں پورے دو گھنٹے سے تمہیں کال کر رہا ہوں، کبھی تمہارا فون بند آتا ہے تو کبھی مصروف" اس نے خفگی سے کہا،

"بھائی میں میڈم سے کیس کے متعلق بات کرنے میں مصروف تھا" زاویار نے وضاحت دی،

"تو کوئی بات بنی؟" تاشفین نے سوال کیا،

"ہاں میں نے ان سے بات کر لی ہے، وہ ہمارا ویٹ کر رہی ہیں مگر ابتہاج بھائی کیوں نہیں آئے؟"

یہی بتانے کے لیے تو میں تمہیں کال کر رہا تھا کہ ابتہاج کو ایک ایمرجنسی ہو گئی تھی اس لیے اسے فوراً راولپنڈی جانا پڑا اور مجبوراً مجھے اکیلے ہی یہاں آنا پڑا" اس کی بات پر" تاشفین نے اسے وضاحت دی۔

چلیں کوئی بات نہیں ہم چلتے ہیں، آئیں" زاویار یہ کہتا ایک جانب چلنے لگا جبکہ تاشفین اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے جا کر رکے تاشفین" کی نظر سامنے لگی روم پلیٹ پر پڑی، جہاں جلی حروف میں "ایڈوکیٹ آبرو صدیقی" لکھا تھا۔ زاویار نے دروازے پر دستک دی اور وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے، سامنے دو وکیل کھڑی تھیں۔ جن میں سے ایک کی پشت ان کی جانب تھی، وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں، ان دونوں کے داخل ہوتے دیکھ کر ایک وکیل ان کی جانب دیکھنے لگی، تاشفین کی اس پر نظر پڑتے اس کے دماغ نے فوراً پیغام بھیجا کہ وہ اسے کہیں دیکھ چکا ہے مگر کہاں؟ یہ فل وقت اس کا دماغ پتہ لگانے سے قاصر تھا مگر دوسری وکیل کے ان کی جانب پلٹتے اسے سب یاد آ گیا تھا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔

وہ ایک بار پھر اس کے سامنے تھی۔ تاشفین کو یقین ہو چکا تھا کہ کچھ دیر پہلے دیکھا گیا منظر گمان نہیں بلکہ حقیقت تھا! سامنے کھڑی آبرو نے ان کی جانب دیکھا، اس کی سیاہ آنکھیں تاشفین کی بُھوری آنکھوں سے ٹکرائیں، جبکہ تاشفین تو اس وقت بالکل ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں کا یوں کھڑے ہونا زاویار اور سدرہ نوٹ کر چکے ، تھے۔ زاویار نے تاشفین کو کہنی ماری

، بھائی!" اس کے کہنی مارنے پر تاشفین اسکی جانب متوجہ ہوا"

، بھائی کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" زاویار مدھم سرگوشی میں بولا، جس پر تاشفین ہوش میں آیا۔ زاویار تاشفین کو لیتا آگے بڑھا"

"یہ میرے بھائی ہیں، یہ۔۔۔"

ڈاکٹر ہیں رائٹ" اس سے پہلے کہ تاشفین کا تعارف زاویار کرواتا آبرو بول پڑی، آبرو کے منہ سے نکلنے والے الفاظ زاویار کو حیرت میں ڈال گئے جبکہ تاشفین کے لب" بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے۔

آپ۔۔آپ کو کیسے پتا؟ زاویار حیرانی سے پوچھنے لگا۔"

! میری امی ان کی پیشنٹ ہیں" آبرو نے وضاحت دی جبکہ تاشفین کے دل میں تو اِس وقت خوشی کا سماں تھا۔ اُسے وہ یاد تھا"

اُوآئی سی"زاویار نے یہ کہتے ایک نظر تاشفین پر ڈالی، جس کا مفہوم تاشفین خوب سمجھتا تھا۔"

،یعنی یہ آپ دونوں کی دوسری ملاقات ہے"زاویار بولا"

دوسری نہیں تیسری"اس بار بولنے والا تاشفین تھا۔اس کی بات پر زاویار نے طنزیہ نگاہوں سے تاشفین کو دیکھا،"ہمم سہی"زاویار نے ہنکارا بھرا۔"

ہیو آسیٹ پلیز"انہیں مسلسل کھڑا دیکھ کر آبرو بولی، وہ دونوں آگے بڑھتے سیٹ سنبھال چکے تھے جبکہ سدرہ دروازے کی طرف بڑھتے روم سے باہر نکل گئی۔"

مجھے زاویار نے کیس کی بارے میں بتایا تھا مگر پھر بھی آپ تمام ڈیٹیلز ریپیٹ کر دیں"آبرو کے یہ بولنے پر تاشفین نے ایک نظر زاویار پر ڈالی اور پھر بولنے لگا۔"

پورے 15 منٹ بعد اب کمرے میں مکمل خاموشی تھی، گھڑی کی ٹِک ٹک باآسانی سنی جاسکتی تھی۔

میں یہ کیس ضرور کنسیڈر کروں گی مگر اُس سے پہلے میں ایک بار کلائنٹ سے ملنا چاہوں گی"آبرو نے تاشفین کی جانب دیکھتے کہا۔"

،شیور، آپ مجھے بتا دیں آپ کب فری ہیں؟"تاشفین آبرو کی جانب دیکھتا بولا"

"آپ انہیں دو دن بعد لے آئیں"

اوکے"تاشفین یہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا، اسے اٹھتا دیکھ کر زاویار بھی کھڑا ہو گیا، جو ابھی تک اسی شاک میں تھا کہ اس کا بھائی وکیل صاحبہ کو پہلے سے جانتا تھا اور اس کی خبر زاویار کو نہ تھی۔

تھینک یو"تاشفین آبرو کی جانب دیکھتے مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو نے سر کو خم دیتے اسکا شکریہ قبول کیا۔وہ دونوں چلتے ہوئے دروازہ عبور کر گئے کہ کمرے میں"

،موجود آبرو نے اپنا بجتا ہوا فون اٹھایا، جس پر اصباح لکھا جگمگا رہا تھا۔فون کال اٹھاتے اسے دوسری جانب سے صالحہ بیگم کی آواز آئی

،جی امی"وہ سامنے پڑی فائل کے صفحے پلٹتی بولی"

آبرو بیٹا ابھی حفصہ کا فون آیا تھا، وہ آج آ رہی ہے، اس لیے ہو سکے تو تم جلدی گھر آ جانا"صالحہ بیگم ایک ہی دفعہ میں پوری بات کہہ گئیں، خوشی ان کے لہجے سے واضح تھی۔"

یہ تو بہت اچھی بات ہے امی، میں پوری کوشش کروں گی کہ میں بھی جلدی آ جاؤں"آبرو نے یہ کہتے کچھ دیر مزید فون پر بات کی اور فون کاٹتے واپس ٹیبل پر رکھ دیا اور"

سامنے پڑی فائل کے آخری صفحے پر لکھی تحریر پڑھنے لگی۔

urdunovelsblog

صبح سے دوپہر ہو چکی تھی، پچھلے دنوں کے مقابلے موسم آج خاصا خوشگوار تھا۔ پورے آسمان پر بادلوں نے بسیرا کر رکھا تھا، سورج کو اپنا دیدار کروانے کی اجازت نہ تھی۔ سیاہ رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں موجود وہ اس وقت کھڑکی کے قریب کھڑا باہر کا منظر دیکھتے فون سن رہا تھا۔

،جی سر، اوکے سر!" وہ کافی دیر سے اِن الفاظ کو دہرا رہا تھا۔ وہ پلٹا کہ اس کی نظر دروازے میں کھڑی رابعہ بیگم پر پڑی"

،جی سر، بس میں تھوڑی دیر میں نکلتا ہوں" اس نے یہ کہتے کچھ دیر بعد فون کاٹ دیا، اسے فون سے فارغ ہوتا دیکھ کر رابعہ بیگم چلتی ہوئی اس کے قریب آئیں"

،آئیں امی، بیٹھیں" وہ بیڈ کی طرف اشارہ کرتا بولا"

،میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی آفاق، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" ان کی بات پر آفاق جو بیڈ شیٹ پر پڑی سلوٹیں دور کرنے میں مصروف تھا، ان کی جانب دیکھنے لگا"

،جی امی کہیں" اس کی بات پر رابعہ بیگم کچھ قدم چلتے اس کے قریب آئیں"

،آفاق میرے لاکھ کہنے کے باوجود بھی تم باز نہیں آئے نہ" وہ کس بارے میں بات کر رہی تھیں آفاق کو علم ہو چکا تھا۔ وہ جواب میں خاموش رہا"

،میں نے تمہیں اتنا سمجھایا تھا کہ تم اپنے احساسات اور جذبات پر قابو رکھنا مگر نہیں! تم نے میری ایک بات نہیں مانی!" وہ خاموش ہوئیں"

urdunovelsblog

،کسی نے آپ سے کچھ کہا ہے امی؟" اس کے سوال پر رابعہ بیگم کے غصے میں مزید اضافہ ہوا"

"مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا آفاق، مجھے سب نظر آتا ہے کہ کس طرح کل تم وہاں چہرے پر بارہ بجائے گھوم رہے تھے اور نہ بولنے کی تو تم نے جیسے قسم کھا رکھی تھی"

امی آپ کو معلوم تو ہے میں زیادہ نہیں بولتا" وہ منمنایا۔"

تمہاری ماں ہوں میں، سب علم ہے مجھے کہ تم کتنا بولتے ہو! تمہیں آخر مسئلہ کیا ہے آفاق؟" رابعہ بیگم کے لہجے میں غصہ تھا۔"

،امی مجھ سے منافقت نہیں ہوتی" آفاق ان کی جانب دیکھتا بولنے لگا"

،کیا مطلب؟" رابعہ بیگم نے حیرانی سے سوال پوچھا"

امی جس وقت ہمیں ان سب کی ضرورت تھی، تب ہمیں کسی نے نہیں پوچھا اور آج جب ہم خود اپنا مقام بنا چکے ہیں تو ہمیں دعوتوں پر بلایا جارہا ہے" وہ ایک لمحے کے لیے"

،خاموش ہوا

آپ کو چاہے یاد نہ رہے امی مگر میں نہیں بھول سکتا کہ ابو کی وفات کے بعد ہمارے ساتھ کوئی کھڑا نہیں ہوا تھا" وہ تلخ حقیقت بیان کر رہا تھا۔"

میں کبھی وہ وقت نہیں بھول سکتا جب آپ نے ہم دونوں کو اکیلے بنا کسی سہارے کے پالا تھا، ہم تب بھی اکیلے تھے اور اب۔۔۔۔"اس کی بات درمیان میں رہ گئی کیونکہ "مہمل کمرے میں داخل ہو چکی تھی، مہمل کو داخل ہوتا دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا جبکہ رابعہ بیگم اس کی باتوں کے حصار میں تھیں۔

امی آپ کو معلوم ہے کل جب آپ صائمہ ممانی کے ساتھ گئی تھیں تو بھائی نے اصباح کو ڈانٹا تھا" مہمل نے داخل ہوتے بات کا رخ بدل دیا کیونکہ وہ باہر کھڑی تمام باتیں" سن چکی تھی۔اس کی بات پر رابعہ بیگم نے آفاق کی جانب دیکھا جو مہمل کو گھورنے میں مصروف تھا۔

،کیوں ڈانٹا تھا تم نے اُسے ؟"وہ آفاق سے پوچھنے لگیں"

،میں نے کچھ نہیں کہا تھا امی" وہ صاف مکر گیا"

"امی بھائی جھوٹ بول رہے ہیں، کل انہوں نے اسے سب کے سامنے ڈانٹا تھا اور وہ بیچاری اتنا رو رہی تھی۔۔۔"

مگر ڈانٹا کیوں تھا؟"رابعہ بیگم کا سوال اب بھی وہی تھا۔"

اُس بیچاری سے چائے گر گئی تھی بس" مہمل نے جواب دیا۔"

،یہ سب کچھ تمہیں اصباح نے بتایا ہے؟"آفاق نے مہمل کو مخاطب کیا، جس پر پہلے وہ خاموش ہوئی مگر پھر بولنے لگی"

،ہاں اسی نے بتایا ہے، وہ اتنا رو رہی تھی نہ بھائی"اس کی بات پر رابعہ بیگم نے خفگی بھری نظروں سے آفاق کو دیکھا"

امی میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا، اس کو تو عادت ہے ہر وقت رونے کی،"رِم جِھم" کہیں کی!"آفاق کے ذہن کے پردے پر اصباح کا چہرہ لہرایا، جس کی آنکھیں آنسوؤں" سے لبریز تھیں۔

کیا کہا بھائی آپ نے؟"وہ انجانے میں کیا بول گیا تھا اسے خود معلوم نہ تھا۔"

،رِم جھم" مہمل یہ بولتے ہنستی چلی گئی"

واہ بھائی! بہت اچھا نام دیا ہے آپ نے اِصباح کو" وہ یہ کہتی ہنستی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ اس نام پر رابعہ بیگم بھی مسکرائی تھیں، مہمل کی بات نے پچھلی تلخ باتوں" کا اثر زائل کر دیا تھا۔

تاشفین کا علاج مکمل ہو چکا تھا، ڈاکٹر عافیہ سبرینہ کے لیے فرشتہ بن کر اتری تھیں، انہوں نے سبرینہ سے پوچھتے، فوراً ہسپتال کا بل ادا کرتے تاشفین کا علاج شروع کروایا تھا۔ تاشفین کا قوتِ مدافعت خوراک کی کمی کے باعث بہت کمزور تھا، جس کے باعث اسے چھوٹی چھوٹی بیماریاں بھی بہت طویل عرصے تک چلتی تھیں۔ وہ اس وقت ان کے ساتھ اُن کے روم میں بیٹھی تھی۔ آنسو اس کے گال بھگو رہے تھے، ایک بار پھر وہ انہیں اپنی درد بھری داستان سنا رہی تھی، جس پر ڈاکٹر عافیہ چپ بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ایک نرس نے آکر یہ خبر دی کہ تاشفین کو ہوش آچکا ہے۔ سبرینہ یہ سنتے فوراً اٹھتی اس نرس کے پیچھے بھاگی، کمرے میں داخل ہوتے وہ فوراً بیڈ کی طرف گئی جہاں تاشفین نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچتے وہ اس کا چہرہ جا بجا چومنے لگی، اس کے آنسو ابھی بھی بہہ رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عافیہ بھی کچھ دیر بعد اس کے قریب آکر کھڑی ،ہوئیں

میرا بچہ، میرا بچہ!" وہ یہ کہتے مسلسل اس کا چہرہ چوم رہی تھی، ڈاکٹر عافیہ نے آگے بڑھتے تاشفین کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کیے جبکہ وہ آدھی کھلی آنکھوں سے ان" دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ سبرینہ کی طرف دیکھتے اس نے اپنے لب ہلائے مگر طاقت کی کمی کے باعث اس کے الفاظ اس کے ہونٹوں میں دم توڑ گئے۔ سبرینہ کچھ پیچھے ہوتی کھڑی ،ہوئی

،ماشاءاللہ بہت پیارا ہے! کیا نام ہے اس کا؟" ڈاکٹر عافیہ تاشفین کو دیکھتے پوچھنے لگیں، جس پہ سبرینہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے"

"تاشفین۔۔تاشفین احمد"

،واہ نام بھی بہت پیارا ہے" وہ مسکرائیں"

یہ۔۔۔یہ ٹھیک تو ہو جائے گا نہ" سبرینہ کا لہجہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔"

بالکل فٹ ہو جائے گا تم پریشان مت ہو، دیکھنا ابھی کچھ دنوں میں ہی اُچھلتا کودتا پھرے گا" وہ اس کو تسلی دیتی بولیں۔ کچھ دیر وہ مزید سبرینہ کا اپنی اولاد کے لیے پیار دیکھتی" رہیں، اس کے بعد وہ سبرینہ کو لیتیں واپس اپنے کمرے کی جانب چل پڑیں کیونکہ نرس تاشفین کی ڈرپ چینج کرنے لگی تھی۔ کمرے میں پہنچتے اب سبرینہ کے آنسو تھم چکے ، تھے۔ ڈاکٹر عافیہ اس کے سامنے جا بیٹھیں

، سبرینہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے "ان کی آواز پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھا"

جی" وہ محض اتنا بول سکی۔"

تم اپنا گھر تبدیل کر لو" ان کی بالکل غیر متوقع بات نے سبرینہ کو حیرت میں ڈال دیا۔"

"مگر کیوں۔۔۔؟"

، سبرینہ میری بات مانو، تم میرے گھر پر شفٹ ہو جاؤ" ان کی اگلی بات پچھلی بات سے بھی زیادہ غیر متوقع تھی۔ سبرینہ نفی میں سر ہلانے لگی"

، نہیں، نہیں ایسا ممکن نہیں ہے "اسکے انکار پر انہوں نے آگے بڑھتے اس کے دونوں ہاتھ تھامے"

سبرینہ جذبات میں آکر کوئی فیصلہ مت کرو، تم ایک بار تو مشکل کا سامنا کر چکی ہو پر اگر کل کو تم پر یہ وقت دوبارہ آجاتا ہے تو تم کیا کرو گی، ہر بار تمہارا مجھ سے سامنا ہو جائے" یہ ضروری تو نہیں" انکی بات سبرینہ کو واقعی سوچنے پر مجبور کر گئی۔ وہ صحیح کہہ رہی تھیں اگر آج اسے ڈاکٹر عافیہ نہ ملتیں تو کیا ہوتا! وہ اس سے آگے سوچ نہ سکی۔

"اگر معاملہ تمہاری خودداری کا ہے تو میں اس کا بھرپور احترام کروں گی، تمہیں میں جاب دلواؤں گی اور تم میرے گھر کے اوپر والے پورشن میں کرائے پر رہ لینا۔۔۔"

"مگر۔۔۔۔"

کم از کم تم اور تمہارا بیٹا میری نظروں کے سامنے تو رہو گے "سبرینہ خاموشی سے ان کی بات سننے لگی۔"

"قدرت نے ایک بار پھر ہم دونوں کو ملوایا ہے سبرینہ! صرف ایک بار میری بات پر غور کر لو"

، مگر آپ کی فیملی؟" سبرینہ کی بات پر وہ مسکرائیں"

میں نے تمہیں بتایا تھا نہ میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے اور وہ بھی شادی کے بعد اب بیرون ملک مقیم ہے، میں گھر پر اکیلی ہوتی ہوں، تم آجاؤ گی تو میرا بھی دل لگ جائے گا" وہ مسکراتی ہوئی بول رہی تھیں۔

مگر پھر بھی۔۔۔" سبرینہ نے بولنے کے لیے لب کھولے۔"

سبرینہ اس بار جذبات میں آکر کوئی فیصلہ مت کرنا، تحمل سے میری بات کو سوچو" ان کی بات پر سبرینہ خاموش ہو گئی۔اس کے دماغ میں سوچوں کا جال بچھنے لگا،اس کی" جاب تو پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، گھر کا کرایہ دینے کے لیے اس کے پاس پیسے بھی نہ تھے،اوپر سے تاشفین کی طبیعت! اس کا ذہن الجھنوں کا شکار ہونے لگا۔کچھ دیر مزید سوچنے کے بعد اس نے ڈاکٹر عافیہ کی جانب دیکھا جو کاغذ سے صفحے پر چند الفاظ لکھ رہی تھیں۔

،میں نے فیصلہ کر لیا ہے" اس کی آواز پر وہ اس کی جانب پلٹیں"

میں تمہارے فیصلے کا احترام کروں گی سبرینہ مگر مجھے امید ہے کہ اس بار تم نے فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہو گا" ان کی بات پر سبرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔"

،میں آپ کے ساتھ جانے پر راضی ہوں مگر میری کچھ شرائط ہیں" وہ بولنے لگی"

،گھر کا کرایہ میں پورا دوں گی" وہ رکی"

،آپ مجھے جاب دلوائیں گی مگر میں اپنا سارا خرچہ خود اٹھاؤں گی" سبرینہ کی بات پر وہ مسکرائیں"

مجھے تمہاری ساری شرائط منظور ہیں بیٹا" ان کی بات پر سبرینہ کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے،اس کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہونے والا تھا جو تاریک تھا یا روشن اسے" خود معلوم نہ تھا۔

وہ تینوں اس وقت کمرے میں بیٹھی مٹر کے دانے نکال رہی تھیں۔درمیان میں پڑا باؤل آہستہ آہستہ مٹر کے دانوں سے بھرنے لگا تھا۔اِصباح درمیان میں بیٹھی تھی جبکہ اس ،کی ایک جانب حفصہ اور دوسری جانب رُتبہ بیٹھی تھی۔اِصباح حفصہ کو عید کی دعوت کی روداد سنا رہی تھی

"آپ کو پتہ ہے آپی وہاں پھپھو اور مہمل بھی آئی تھیں۔۔۔۔"

،اور اِصباح کو آفاق بھائی سے خوب ڈانٹ بھی پڑی تھی" اصباح مزید بولنے کے لیے لب کھول ہی رہی تھی کہ رُتبہ بول پڑی،اس کی بات پر اِصباح نے اسے گھورا"

،واقعی ؟پر کیوں پڑی تھی ڈانٹ ؟"حفصہ حیران ہوئی"

،اِصباح نے آفاق بھائی پر چائے گرادی تھی اس لیے "رتبہ ہنستے ہوئے بتانے لگی"

،اور ہماری اِصباح نے بالٹی بھر کے آنسو بہائے تھے "رُتبہ اِصباح کو چڑانے لگی،اس سے پہلے کہ اِصباح رُتبہ کو جواب دیتے کچھ بولتی، حرم کمرے میں داخل ہوئی"

،آپی میری ریڈ فراک نہیں مل رہی، آپ نے کہاں رکھی تھی ؟"حرم نے اِصباح کو مخاطب کیا"

"وہیں الماری میں رکھی ہے حرم"

،مجھے نہیں مل رہی آپی، آپ پلیز میرے ساتھ آئیں نہ "وہ یہ کہتی وہاں سے بھاگ گئی"

یہ لڑکی بھی نہ، رُتبہ تم آپی کے ساتھ مل کر یہ کام مکمل کرواؤ میں ابھی آتی ہوں"اِصباح نے مٹر کے دانوں کی جانب دیکھتے رُتبہ کو مخاطب کیا،اس کی بات پر رُتبہ نے اثبات"

میں سر ہلایا۔

تم جاؤ اِصباح میں اور رُتبہ کر لیں گے "حفصہ نے اصباح کو مخاطب کرتے مٹر کے دانے باؤل میں ڈالے، اصباح کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ پیچھے بیٹھی وہ دونوں کام میں"

،مصروف ہو گئیں، کچھ لمحے ان دونوں کے درمیان خاموشی رہی

،آپی آپ کو پتہ ہے آج میں مارکیٹ گئی تھی"رتبہ کی بات پر سامنے بیٹھی حفصہ نے حیرانی سے اسے دیکھا"

urdunovelsblog

،ہاں رتبہ مجھے معلوم ہے، تم نے بتایا تھا"حفصہ اسے جواب دیتے واپس کام میں مصروف ہو گئی"

میں نے وہاں عادل بھائی کو دیکھا تھا"حفصہ کا باؤل تک جاتا ہاتھ تھم گیا،اس نے نظریں اٹھاتے رُتبہ کو دیکھا، حفصہ کی آنکھوں میں موجود تاثر رُتبہ کو بہت کچھ سمجھانے کے"

لیے کافی تھا۔

وہ کسی لڑکی کے ساتھ تھے "وہ حفصہ کو خاموش دیکھتے بولی،ان دونوں کے درمیان خاموشی کا ایک مختصر وقفہ حائل ہوا، رتبہ خاموشی سے حفصہ کے چہرے کے بدلتے"

تاثرات دیکھ رہی تھی۔

،آپ کو حیرت نہیں ہوئی آپی ؟"اس نے حفصہ کو مخاطب کیا، جس پر حفصہ نے نفی میں سر ہلایا"

مجھے معلوم ہے رُتبہ "حفصہ کی بات رُتبہ کے لیے کسی شاک سے کم نہ تھی۔"

کیا مطلب آپ۔۔۔آپ یہ سب جانتی ہیں آپی؟ "اس کی آواز میں شاک تھا، حیرانی تھی، صدمہ تھا۔"

"ہاں رتبہ میں جانتی ہوں"

، مگر آپی۔۔۔۔"اس کی بات منہ میں ہی رہ گئی جب حفصہ نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا"

، مجھے اب ان سب کی عادت ہو چکی ہے رُتبہ "اس کی بات سنتے رتبہ کو ایک اور شاک لگا"

، عادت!! آپی آپکو کیسے اس چیز کی عادت ہو سکتی ہے؟ آپ کا شوہر کسی اور کے ساتھ۔۔۔۔" رتبہ کی بات درمیان میں تھی جب حفصہ بولنے لگی"

جس طرح ایک انسان کو روشنی سے ایک بند کمرے میں چھوڑ دیا جائے تو شروع شروع میں اسے اندھیرے میں رہنے میں مشکل پیش آتی ہے مگر آہستہ آہستہ وہ اُس" اندھیرے کا عادی ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح میں بھی اب ان سب چیزوں کی عادی ہوں چکی ہوں "حفصہ کے الفاظ رتبہ کا دل چیر گئے۔

"مگر آپی۔۔۔"

"رتبہ چھوڑو ان سب باتوں کو، ان کا کوئی فائدہ نہیں"

"کیوں فائدہ نہیں ہے آپی، میں آبرو سے بات کروں گی وہ۔۔۔"

"خبردار رتبہ تمہیں میری قسم، تم آبرو سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرو گی"

"آپی آپ۔۔۔"

پلیز رتبہ "حفصہ کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھتے رتبہ خاموش ہو گئی، کچھ لمحے خاموشی سے سرک گئے۔"

"تمہیں معلوم تو ہے رُتبہ میں انہیں اولاد کی خوشی نہیں دے سکی مگر پھر بھی وہ بہت اچھے ہیں رُتبہ، میرا بہت خیال۔۔۔"

آپی مجھے بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کتنے اچھے ہیں! "رُتبہ کے لہجے میں طنز تھا۔"

urdunovelsblog

اگر وہ اتنے ہی اچھے ہیں تو وہ شادی کے چھ سالوں میں صرف دو بار ہی آپ کے ساتھ ہمارے گھر کیوں آئے ؟اور وہ بھی تب جب جائیداد یا کسی اور چیز کی تقسیم کا معاملہ ہوتا تھا" وہ رکی۔

اس کے علاوہ آپ کی انہیں کتنی فکر ہے اس سے ہم سب بخوبی واقف ہیں" رتبہ کا ایک ایک لفظ حقیقت تھا اور اس بات کو حفصہ بھی جانتی تھی۔حفصہ خاموشی سے اپنے آنسو صاف کرنے لگی،اس سے پہلے کہ رُتبہ مزید کچھ بولتی، کمرے میں اِصباح داخل ہوئی، جس کے ہاتھ میں حفصہ کا موبائل تھا۔

آپی عادل بھائی کی کال ہے" اس کے الفاظ پر رُتبہ اور حفصہ کی نظریں ملیں،حفصہ اصباح سے موبائل پکڑتے خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔اِصباح آکر رُتبہ کے ساتھ بیٹھ گئی جبکہ رُتبہ کی نظر دروازے پر لگی تھی جہاں سے کچھ دیر پہلے حفصہ گئی تھی۔

وہ بائیک کی چابی گھماتے تیز تیز قدم اٹھاتا ہاسپٹل کے کاریڈور میں چل رہا تھا،ایک کمرے کے سامنے پہنچتے اس نے اس کے سامنے لگی نیم پلیٹ کو دیکھا جہاں جلی حروف میں "اسسٹنٹ کارڈک سرجن تاشفین احمد" لکھا تھا۔لبوں پر فخریہ مسکراہٹ آئی،دروازے پر دستک دیتے وہ اندر داخل ہوا،کمرہ خالی تھا۔وہ آگے قدم بڑھاتے سامنے ٹیبل پر رکھی چیزوں کا جائزہ لینے لگا،جہاں فائلز، پیپرز، پینز اور بہت کچھ موجود تھا۔وہ کچھ دیر وہاں بیٹھا انتظار کرتا رہا مگر پھر اکتائے ہوئے انداز میں کمرے کا دروازہ کھولتے باہر نکلا ،جہاں اسے سامنے سے تاشفین دو فیمیل ڈاکٹرز کے ہمراہ اسی جانب آتا نظر آیا،زاویار پر نظر پڑتے وہ ان دونوں ڈاکٹرز سے ایکسکیوز کرتا زاویار کے قریب آیا

اب میں سمجھا گھر پر دل کیوں نہیں لگتا!" زاویار کی بات پر تاشفین نے اسے گھوری سے نوازا۔"

"آہستہ بولو۔۔۔"

،اتنے حسین لوگوں کے درمیان آخر دل کیسے نہ لگے، مگر۔۔۔۔۔۔" وہ پھر بھی باز نہ آیا،تاشفین اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آیا"

،زاوی آہستہ بولو، یہ ہاسپٹل ہے" وہ زاوی کو مخاطب کرتا بولا"

یہ تھیں کون؟" زاویار ابھی تک وہیں اٹکا تھا۔"

،زاوی۔۔۔" اس سے پہلے کہ تاشفین مزید کچھ بولتا، کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوئی"

،ڈاکٹر! ڈاکٹر جلدی چلیں، روم نمبر تھری کے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے" وہ نرس تاشفین کو مخاطب کرتی بولی"

،آپ چلیں میں ابھی آتا ہوں"تاشفین اس کو جواب دیتا بولا"

زاوی تم ویٹ کرو میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں"وہ اسے کہتا تیزی سے اس نرس کے پیچھے چلا گیا جبکہ زاوی وہیں کھڑا ان کی کاروائی دیکھتا رہا۔تاشفین کے جانے پر وہ کمرے سے نکلتا باہر کاریڈور میں ٹہلنے لگا کہ اچانک اُس کی نظر سامنے سے آتی رُتبہ پر پڑی، جو چلتی ہوئی اسی جانب آرہی تھی۔زاویار کی مسکراہٹ گہری ہوئی، رُتبہ اس سے چند قدم فاصلے پر تھی کہ کسی کی نظروں کی تپش کے احساس پر اُس نے زاویار کی جانب دیکھا جو اس سے چند قدم فاصلے پر کھڑا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔رُتبہ چلتی ہوئی زاویار کے قریب آئی،

،تم یہاں تک آ گئے میرا پیچھا کرتے کرتے"وہ غصے سے بولی"

"جی نہیں محترمہ، میں آپ کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں نہیں آیا"

"تو پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

،یہ ہاسپٹل ہے محترمہ یہاں پر کوئی بھی آسکتا ہے"زاویار تپانے کے انداز میں بولا،اس سے پہلے کہ رُتبہ کچھ کہتی زاویار دوبارہ بولا"

،ویٹ آمنٹ، کہیں آپ تو میرا پیچھے کرتی ہوئی یہاں نہیں آئیں"زاویار کی بات پر رُتبہ کے غصے میں اضافہ ہوا"

،بہت خوش فہمیاں پال رکھی ہیں تم نے"رُتبہ کی بات پر وہ مسکرایا"

،ظاہر ہے اتنا ہینڈسم ہوں، خوش فہمیاں تو ہوں گی"اس کی بات پر رُتبہ نے آنکھیں گھمائیں اور پاس سے گزرنے ہی لگی تھی کہ زاویار کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی"

،کہیں آپ میرا مشورہ سیریس لیتے یہاں اپنا علاج تو نہیں کروانے آئیں؟"زاویار کی بات پر رُتبہ کو پتنگے لگ گئے، وہ فوراً پلٹی"

،ایکسکیوز می مسٹر"وہ اس کے سامنے آئی"

،میں فضول لوگوں کی فضول باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی ہوں"وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی"

،آپ کہیں تو میں اپوائنٹمنٹ لے دوں"زاویار باز نہ آیا"

،تم۔۔۔تم نے اگر مجھے مزید تنگ کیا تو میں۔۔۔میں تمہاری چٹنی بنا دوں گی"رُتبہ کے جو منہ میں آیا وہ بول گئی"

اُوہ واؤ! ماسٹر شیف! اتنے بڑے انسان کی چٹنی! اِمپریسو! آپ سے مل کر تو ہر بار میں آپ سے بہت متاثر ہوتا ہوں" وہ خود ہی زاویار کو بولنے کا موقع دے گئی تھی۔"

تم ہٹو میرے راستے سے، مجھے فضول لوگوں کے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں" وہ یہ کہتی آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ اس کی سماعت سے ایک بار پھر زاویار کی شرارت بھری" آواز ٹکرائی،

میرا ابھی کچھ یہی خیال ہے" وہ ایک بار پھر رُتبہ کو زِچ کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ رُتبہ نے دانت پیستے، مڑ کر اسے دیکھا اور پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی جبکہ زاویار" اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گی۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھا۔ بیڈ پر لیٹے اس نے موبائل ہاتھوں میں تھام رکھا تھا، جس پر تیز تیز انگلیاں چلاتا وہ نجانے کیا ٹائپ کر رہا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ سگریٹ نوشی کی وجہ سے ہونٹ ہلکے جامنی ہونے لگے تھے۔ وہ اس وقت ہلکے نیلے رنگ کے ٹریک سوٹ میں موجود تھا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور فائقہ بیگم اندر داخل ہوئیں،

شہری تم کب آئے؟" وہ اس کے قریب آتی بولیں،"

ابھی کچھ دیر پہلے" شہریار نے مصروف انداز میں جواب دیا۔"

کچھ کھاؤ گے؟" وہ پوچھنے لگیں،"

نہیں مام مجھے بھوک نہیں ہے" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔"

شہری مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" ان کی بات پر شہریار کے ماتھے پر بل پڑے،"

اگر یہ بات ڈیڈ سے ریلیٹڈ ہے تو پلیز مام مجھے آپ سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی" اس نے واضح انکار کیا۔"

"مگر تم ایک بار۔۔۔"

میں نے آپ سے کہا مام مجھے اِس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔"

"مگر شہری وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں، ان کی طبیعت۔۔۔۔"

urdunovelsblog

مام یہ سب انہیں مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا" وہ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا،اس سے پہلے کہ فائقہ بیگم کچھ اور کہتیں ان دونوں کی سماعت سے ہیل کی" ٹِک ٹِک کی آواز ٹکرائی، وہ دونوں آواز کے تعاقب میں دیکھنے لگے۔سیاہ رنگ کی جینز کے ساتھ سرخ رنگ کی ٹاپ پہنے، بالوں کو سٹریٹ کیے، چہرے کو میک اپ سے سجائے، آنکھوں میں چمک، لبوں پہ مسکراہٹ لیے، وہ اسی جانب بڑھ رہی تھی۔ایک ہاتھ میں سیاہ رنگ کا چھوٹا سا کلچ جبکہ دوسرے ہاتھ موبائل میں تھام رکھا تھا، وہ "امل آفندی" تھی۔

،میں نے کہیں آپ دونوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا" وہ دروازے میں کھڑی مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی"

،ناٹ ایٹ آل" شہریار بیڈ پر اٹھ بیٹھا جبکہ فائقہ بیگم امل کی جانب بڑھیں"

واٹ آ پلیزینٹ سرپرائز امل" وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب جاتے،اس سے ملنے لگیں،ان سے ملتے امل آگے بڑھتے بیڈ کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔کچھ دیر" ،مزید باتیں کرنے کی بعد فائقہ بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں

"!امل تم کھانا کھائے بغیر نہیں جاؤں گی،اوکے"

"نہیں آنٹی میں۔۔۔"

،امل میں انکار نہیں سنوں گی" فائقہ بیگم کی بات پر امل مسکرائی"

urdunovelsblog

،تم دونوں باتیں کرو میں ابھی آتی ہوں" وہ یہ کہتی دروازہ عبور کر گئیں جبکہ پیچھے بیٹھی امل شہریار کو دیکھتی مسکرائی"

،کیسے ہو؟" اس نے شہریار کو مخاطب کیا"

،میں تو بالکل ٹھیک ہوں، تم سناؤ کیسی ہو اور ہاں تمہاری وہ دوست کیسی ہے؟" چہرے پر پر اسرار مسکراہٹ سجائے وہ پوچھنے لگا"

میں بھی ٹھیک ہوں اور میری دوست بھی" امل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"

کام کہاں تک پہنچا؟" ایک اور پر اسرار سوال۔"

،ابھی تو بھروسہ جیتنے کی کوشش جاری ہے،ایک بار بھروسہ جیت لوں پھر ہی کام شروع ہو سکتا ہے" امل اس کو جواب دیتے بولی"

دھیان رکھنا کہیں دوستی گہری نہ ہو جائے"شہریار جان بوجھ کر امل کو چڑانے لگا۔"

،شہری!"وہ خفگی سے بولی"

تمہیں معلوم ہے میں یہ سب کس لیے کر رہی ہوں ورنہ اُس جیسی چھوٹے گھر کی لڑکیوں کو تو میں منہ لگانا پسند نہ کروں"اس کے لہجے میں حقارت تھی۔"

مجھے معلوم ہے امل میں بس مذاق کر رہا تھا"شہری اسے جواب دینے لگا۔"

بس تم دھیان رکھنا اسے کہیں شک نہ ہو جائے"اس کی بات پر امل نے اثبات میں سر ہلایا۔"

،فکر مت کرو، تم دیکھنا میں اسے کیسے اس کی اوقات یاد دلاؤں گی"وہ نخوت سے بولی"

اور میں اِس میں تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا"شہریار کے جواب پر وہ دونوں مسکرائے، دونوں کی مسکراہٹ پُراسرار اور شیطانی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے شہری کیونکہ صرف مجھے ہی نہیں تمہیں بھی اُس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے"

،بالکل!"شہریار نے اس کی بات پر پاس پڑی سگریٹ اٹھاتے کہا"

جس طرح اُس نے سب کے سامنے مجھے بے عزت کیا تھا اس طرح میں بھی اُسے کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑوں گا" شہریار کی لہجے میں ایسا تاثر تھا کہ پاس بیٹھی" امل بھی کچھ لمحے کے لیے خوفزدہ ہوئی مگر وہ مطمئن تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ غصہ اور نفرت صرف" رُتبہ صدیقی" کے لیے ہے۔

urdunovelsblog

،اِصباح تم نے آبرو کو کال کی؟"صالحہ بیگم کے پوچھنے پر اصباح ان کی جانب متوجہ ہوئی"

جی امی میری بات ہوئی ہے آبرو سے، بس وہ آدھے گھنٹے میں پہنچنے والی ہے"اِصباح صالحہ بیگم کو جواب دیتی اُن کے پاس آ بیٹھی، جو بیڈ پر نیم دراز تھیں جبکہ ان کی ایک" جانب حفصہ اور دوسری جانب رُتبہ بیٹھی تھیں۔

،اللہ!ابھی آدھا گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا"رُتبہ کی جھنجلائی ہوئی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی"

،اپنی بڑی بہن کے لیے تم اتنا انتظار بھی نہیں کر سکتی"حرم نے کمرے میں داخل ہوتے اس کی بات سنی اور اس کے قریب آتے بڑوں کے انداز میں بولی"

صبح سے بھوکی ہوں میں!"رُتبہ نے دہائی دی۔"

،میں نے تم سے کہا بھی تھا رُتبہ کہ ہاسپٹل میں ہی کچھ کھالو مگر تم نے تو میری بات نہ سننے کی قسم کھا رکھی ہے "صالحہ بیگم کی بات پر حرم ہنسنے لگی"

حرم یہ اپنے دانت نکالنا بند کرو اور آؤ میری ٹانگیں دباؤ"اب ہنسنے کی باری رُتبہ کی تھی اور وجہ حرم کا اُترا ہوا منہ تھا۔ حرم بیڈ پر بیٹھتے صالحہ بیگم کی ٹانگیں دبانے لگی، ابھی"

،کچھ دیر ہی گزری تھی کہ حرم کی زبان پر کھجلی ہوئی

آپی آپ دوبارہ ہمارے پاس کب آئیں گی؟"اس نے پاس بیٹھی حفصہ کو مخاطب کیا، جس کی کل واپسی تھی۔"

،جب حفصہ آپی کی پیاری نندا اپنے پیا کے دیس چلی جائیں گی"جواب رُتبہ کی طرف سے آیا"

،مطلب آپ میرے فائنل ایگزامز کے بعد آئیں گی"حرم نے صالحہ بیگم کی ٹانگیں دباتے حساب کتاب لگایا"

،کب ہیں تمہارے ایگزامز؟حفصہ کے سوال پر حرم نے کچھ دیر اپنی انگلیوں پر حساب لگایا، پھر بولی"

"پورے تین ماہ بعد"

سہی"حفصہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔"

،پھر تو ہماری گڑیا بھی بڑی ہو جائے گی، کالج جایا کرے گی"حفصہ مسکراتے ہوئے بولی"

،کالج تو جاؤں گی مگر مجھے میرا اسکول بہت یاد آئے گا، میری ساری دوستی بھی بہت یاد آئیں گی"وہ ایک دم افسردہ ہوئی"

کوئی بات نہیں کالج جا کر نئی دوستیں بنا لینا"اِصباح نے مشورہ دیا۔"

،مگر سکول کی دوستی زیادہ اچھی ہیں"حرم منہ بناتے بولی"

حرم بچے انسان زندگی کے ہر مرحلے میں جب آگے بڑھتا ہے تو اُسے پچھلے مرحلے سے وابستہ لوگ بہت یاد آتے ہیں، ابھی تم سکول کی دوستوں کو یاد کرو گی، دو سال بعد"

،تمہیں کالج کی دوستیں یاد آئیں گی اور جب تمہاری یونیورسٹی مکمل ہو جائے گی تو تم اسے یاد کرو گی"صالحہ بیگم اسے سمجھانے لگیں

urdunovelsblog

ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور کبھی کبھار اپنے بہت عزیز ترین دوستوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے" صالحہ بیگم کی بات پر حرم کے دماغ "

،میں ایک سوال نمودار ہوا

امی آپ کی کوئی بہت پکی والی دوست تھی؟" حرم کے سوال پر صالحہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا، جو سوالیہ نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔"

ہاں تھی" صالحہ بیگم کے ذہن کے پردے پر ایک چہرہ نمودار ہوا۔"

کون؟" ایک اور سوال۔"

،بہت لمبی اور پرانی کہانی ہے بیٹا" صالحہ بیگم ٹالنے لگیں"

،جب تک آبرو نہیں آتی، آپ ہمیں اپنی دوست کی کہانی سنا دیں" حفصہ کی آواز پر صالحہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا"

حفصہ آپی صحیح کہہ رہی ہیں امی، آپ تب تک ہمیں اپنی پرانی سہیلی کی لمبی کہانی سنائیں" رُتبہ نے بھی حصہ لیا۔ سامنے بیٹھی اِصباح بھی کہانی کی منتظر تھی۔"

،اچھا، اچھا" صالحہ بیگم بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگاتی بولنے لگیں"

(ایف-ایس-سی) کرنے تک، میری ساری زندگی کراچی میں گزری تھی، وہیں میری بچپن کی سہیلی بھی رہتی تھی۔ ہمارے گھر بالکل ساتھ ساتھ تھے۔ ہم ساتھ "

،سکول، ساتھ مدرسہ، ساتھ کالج جاتے تھے" وہ خاموش ہوئیں

سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ بھی اکلوتی تھی اور میں بھی، مگر ہم دونوں میں بہت فرق تھا!" وہ مسکرائیں۔"

میں بہت ڈرپوک تھی ہر کام میں پیچھے رہنے والی اور وہ بہت بہادر تھی ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی مگر پھر بھی ہم دونوں کی بہت بنتی تھی" وہ مسکرا رہی "

تھیں، ماضی کی خوشگوار یادیں تازہ ہونے لگی تھیں۔

،آپ کی وہ دوست اب کہاں ہے؟" حرم دماغ میں سوال پیدا ہوتے ہی اسے فوراً زبان پر لے آئی"

میرے (ایف ایس سی) کرنے کے بعد تمہارے نانا کا ٹرانسفر لاہور ہو گیا تھا اور پھر مجبوراً ہمیں لاہور آنا پڑا، میں دوبار کراچی اس سے ملنے گئی تھی مگر پھر۔۔۔" انہوں نے "

،ایک نظر سب پر ڈالی، وہ سب بہت غور سے ان کی بات سن رہی تھیں

urdunovelsblog

میری شادی ہو گئی، شادی کے بعد میں ایک بار اس سے ملنے گئی تھی مگر مجھے معلوم ہوا کہ وہ لوگ گھر تبدیل کر چکے ہیں اور اُس دن کے بعد سے میرا رابطہ ہمیشہ کے لیے "

میری دوست سے منقطع ہو گیا" ان کے لہجے میں افسوس در آیا تھا۔

،آپ نے انہیں اپنی شادی پر نہیں بلایا تھا؟" حرم نے ایک عجیب سوال کیا، جس پر سب نے اس کی جانب دیکھا، سب کی نظریں خود پر پڑتے وہ دانت نکالنے لگی "

بلانا تھا مگر تمہارے دادا کی اچانک وفات کی وجہ سے شادی بہت جلدی میں طے ہوئی تھی، اس لیے میں اسے نہیں بلا سکی، مگر آج بھی وہ میری دعاؤں کا حصہ ہے اور ہمیشہ "

،رہے گی" ان کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی

،امی آپ نے اپنی دوست کا نام تو بتایا ہی نہیں" رُتبہ کے سوال پر صالحہ بیگم کے ذہن کے پردے پر دو کتھئی آنکھیں لہرائیں "

سبرینہ احمد نام تھا اُس کا" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔"

وہ اس وقت بیڈ پر لیٹی، کمرے کی چھت پر نظریں ٹکائے، پنکھے کے گھومتے پروں کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی نظروں کے سامنے کیا، اس پر لگا زخم اب بھر چکا تھا مگر اصل زخم تو اس کے دل پر موجود تھا، جو کچھ دن پہلے ایک بار پھر تازہ ہو گیا تھا۔ کچھ روز پہلے جب وہ جلال تایا کے گھر، لان میں کھڑی پھولوں کو دیکھنے میں مصروف تھی تو پیچھے سے آتی آواز پر وہ تیزی سے پلٹی تھی، جس سے اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ پیچھے عماد کھڑا تھا! جس کی نظریں ہی اسے حراساں کرنے کے لیے کافی تھیں۔ عماد کا کہا گیا جملہ اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

کیسی ہو اصباح آج بہت دنوں بعد تمہارا دیدار نصیب ہوا ہے" وہ اصباح کو سر سے پاؤں تک دیکھتے، چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ سجائے بولا تھا۔ اصباح کے دماغ پر اب بھی" وہ نظر اور جملہ حاوی تھا۔ وہ وہاں سے فوراً بھاگ گئی تھی مگر اس ایک جملے نے اسے ایک بار پھر ماضی کے تکلیف دے دن یاد دلا دیے تھے۔ اس نے کروٹ لیتے اپنا رخ دائیں جانب کیا، جہاں آبرو لیٹی تھی جو آج کام کرتے کرتے اس کے ساتھ ہی سو گئی تھی۔ آبرو کے چہرے پر نظر پڑتے اس کے لبوں پر ایک افسردہ مسکراہٹ آئی۔ وہ وہیں بستر پر لیٹے ماضی میں کھونے لگی، جس دن پہلی بار اس کے دل پر وہ زخم لگا تھا۔

-: پانچ سال قبل

اس نے سامنے پڑے گلدان پر سے دھول ہٹاتے ،اس میں موجود پھولوں کو ترتیب سے رکھتے کچھ نئے پھولوں کا اضافہ کیا، جو اس نے صبح ہی اپنے چھوٹے سے باغیچے سے توڑے تھے۔ پھولوں پر ایک نظر ڈالتے وہ مسکرائی اور اپنا رخ دوسرے گلدان کی جانب کیا۔ وہ اس وقت گھر میں اکیلی تھی۔ رتبہ اور حرم سکول جب کہ آبرو یونیورسٹی میں تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی صالحہ بیگم ساتھ والے گھر محفل پر گئی تھیں۔اچانک آہٹ کی آواز پر وہ چونکی ،

"امی اتنی جلدی آ گئیں !" وہ بڑبڑائی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ ایک دم پلٹی مگر سامنے کھڑے انسان کو دیکھتے اس کے چہرے کا رنگ ایک دم اڑ گیا۔ سامنے عماد اپنی پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے کھڑا مسکرا رہا تھا۔اصباح کے چہرے کو دیکھتے اس نے ایک قدم آگے بڑھایا ،

"تو بلا آخر آج تمہارے دیدار کا شرف حاصل ہو ہی گیا" اس نے یہ کہتے ایک اور قدم آگے بڑھایا، اس کے بڑھتے قدموں کے ساتھ اصباح کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی، وہ شدید خوفزدہ ہو چکی تھی۔

"تم ہر وقت مجھ سے چھپتی کیوں رہتی ہو" وہ سوال کرتا مزید آگے بڑھا۔اصباح پچھلے ایک ماہ سے عماد کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی اور وہ اس کے سامنے آنے سے ممکن طور پر گریز کرتی تھی۔

"تم گھر پر اکیلی تھی تو سوچا تم سے وجہ ہی پوچھ لوں" عماد اکیلی پر زور دیتا مزید آگے بڑھا،ان کے درمیان اب صرف چند قدم کا فاصلہ تھا۔

"آپ۔۔۔آپ۔۔۔ یہاں سے چلے جائیں" اصباح ہمت کرتے اسے جواب دینے لگی،اس کی بات پر عماد ہنسنے لگا اور مزید آگے بڑھا،اسے مزید آگے بڑھتا دیکھ کر اصباح پیچھے کی جانب قدم اٹھانے لگی۔

"سرخ رنگ تم پر کافی اچھا لگتا ہے، گویا بنا ہی تمہارے لیے ہو" وہ اس کی سرخ فراک کی جانب دیکھتا بولا،اصباح نے مزید پیچھے ہونا چاہا مگر وہ دیوار سے جا لگی ،

"پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں" آنسو اسکی آنکھوں سے بہنے لگے ،

"تم بس مجھے وجہ بتا دو، میں چلا جاؤں گا" اس نے آگے بڑھتے جواب دیا۔اب اس کے اور اصباح کے درمیان صرف دو قدم کا فاصلہ تھا۔

"ارے ارے اپنے یہ قیمتی آنسو تو ضائع مت کرو" اس نے اصباح کے بہتے آنسو صاف کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا کہ اس کی سماعت سے آبرو کی آواز ٹکرائی، جس پر عماد ایک دم اصباح کے سامنے سے ہٹا۔

سامنے کا منظر دیکھتے آبرو کو سب سمجھنے میں صرف چند لمحے لگے تھے۔

urdunovelsblog

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"آبرو نے سختی سے عماد کو مخاطب کیا، جو یوں اچانک آبرو کے آجانے پر گھبرا گیا تھا۔"

میں۔۔۔مجھے اصباح نے بلایا تھا"وہ اپنے لڑکھڑاتے لہجے پر قابو پاتا بولا، اصباح آبرو کی جانب دیکھتی، روتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی۔"

"اس نے مجھے کہا کہ مجھے چچی بلا رہی ہیں، جب میں اوپر آیا تو یہ اکیلی تھی، اس نے مجھے۔۔۔۔"

اپنی بکواس بند کرو عماد"آبرو اونچی آواز میں بولتی، اس کی بات کاٹ گئی۔"

، تمہیں کیا لگتا ہے، تم جو چاہو گے بولتے جاؤ گے اور میں تم پر یقین کر لوں گی"وہ قدم اٹھاتی اس کے قریب آئی"

اس سے پہلے کہ میں اپنا ضبط کھو بیٹھوں، ابھی اور اسی وقت یہاں سے دفع ہو جاؤ"وہ بلند آواز میں چلائی، اس کی اس بات پر عماد نے ایک نظر پاس کھڑی اصباح پر ڈالنی چاہی مگر آبرو فوراً اصباح کے سامنے آگئی۔

تمہیں سمجھ نہیں آرہی دفع ہو جاؤ یہاں سے"آبرو کے دوبارہ بولنے پر وہ قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔ پیچھے کھڑی آبرو اصباح کی جانب پلٹی جس کی رو رو کر اب ہچکی بندھ چکی"

، تھی۔ آبرو کو اس پر ترس آیا مگر وہ اپنے آپ پر قابو پاتی اس کے قریب آئی

تم یہ بزدلی کب چھوڑو گی اصباح، اگر آج میرے علاوہ کوئی اور یہاں آجاتا تو سب عماد کی بات پر یقین کر لیتے اور تم یونہی روتی رہ جاتی"آبرو کی بات پر اصباح نے اپنی سرخ" آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا اور آگے بڑھتے اس کے گلے لگتے رونے لگی۔ آبرو نے اپنی آنکھوں کو بند کرتے خود پر قابو پایا اور اپنے دونوں ہاتھ اصباح کے گرد لپیٹ لیے۔

urdunovelsblog

شام کے چھ بجے کا وقت تھا، وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھیں، آبرو نے سارا معاملہ صالحہ بیگم کے گوش گزار کیا تھا۔

امی اس بار آپ مجھے مت روکیے گا"آبرو نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا جو اصباح کو اپنے ساتھ لگائے بیٹھی تھیں۔ اس سے پہلے کہ صالحہ بیگم کچھ کہتیں حرم کی آواز نے انہیں" ، اپنی جانب متوجہ کیا

آپی تایا جان آگئے ہیں"حرم کی بات پر آبرو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔"

آئیں امی میرے ساتھ چلیں"آبرو سر پر دوپٹہ لیتے بولی، صالحہ بیگم نے اصباح کو خود سے الگ کیا اور اپنی جگہ سے اٹھتی آبرو کے ساتھ چل پڑیں۔"

نیچے پہنچتے وہ لاؤنج میں داخل ہوئیں جہاں انہیں سامنے ہی جلال تایا اور وشمہ بیٹھے نظر آئے۔ وہ دونوں صالحہ بیگم اور آبرو کو اس وقت نیچے دیکھ کر حیران ہوئے، اس سے پہلے ، کہ وہ کچھ کہتے، آبرو صالحہ بیگم کے ہمراہ ان کے قریب آئی اور جلال تایا کو مخاطب کیا

مجھے آپ سے آج ایک سوال پوچھنا ہے تایا جان" آبرو کی آواز سنتے صائمہ تائی جو کچن میں موجود تھیں باہر آ گئیں۔ جلال تایا آبرو کی اس بات پر حیران ہوئے مگر پھر اثبات "
،میں سر ہلاتے اسے بولنے کی اجازت دی

،آپ ہمیں اس گھر میں کیوں لائے تھے ؟" آبرو کے سوال پر جلال تایا کی حیرانی میں اضافہ ہوا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے صائمہ تائی بول پڑیں "

،یہ کیسا فضول سوال ہے آبرو؟" وہ غصے سے آبرو کی جانب دیکھتی بولیں "

تائی جان یہ سوال کتنا فضول ہے، آپ بہت بہتر جانتی ہیں" آبرو کو معلوم تھا کہ صائمہ تائی سارے معاملے سے باخبر ہیں۔ "

،آبرو جو بھی بات ہے، صاف صاف کہو" جلال تایا نے آبرو کو مخاطب کیا "

تایا جان آپ ہمیں اس گھر میں اس لیے لائے تھے تاکہ آپ ہماری حفاظت کر سکیں کیونکہ ہمارے سر پر نہ باپ کا سایہ تھا نہ بھائی کا آسرا جو ہمارے حفاظت کر سکتے" آبرو کا "
لہجہ سخت ہونے لگا تھا۔

مگر میں آج ایک بات آپ پر واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ ہماری عزت آپ کے اس گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے" آبرو کی اس بات پر جلال تایا کے چہرے پر غصے کے تاثرات "
،ابھرنے لگے

urdunovelsblog

،کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" وہ قدر سخت اور بلند آواز میں بولے "

،اس بات کا مطلب تو آپ کو عماد ہی بہتر بتا سکتا ہے" آبرو کی بات پر جلال تایا آبرو کی جانب دیکھتے دوبارہ بولے "

آبرو مجھے مزید مت الجھاؤ، جو بات ہے مجھے صاف صاف بتاؤ" جلال تایا کے دوبارہ بولنے پر آبرو نے سارا واقعہ ان کے گوش کہہ گزارا، جس کو سنتے جلال تایا کا چہرہ سرخ "
،ہونے لگا، وہ صائمہ تائی کی جانب دیکھتے بولے

،عماد کہاں ہے صائمہ ؟" صائمہ تائی جو آنکھوں میں اشتعال لیے آبرو کو دیکھ رہی تھیں، بولنے لگیں "

،جلال یہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے، اس کی بہن نے خود عماد کو اوپر بلایا تھا" صائمہ تائی کی بات پر آبرو بولنے لگی "

،کچھ تو خدا کا خوف کریں تائی جان، آپ ساری سچائی جاننے کے باوجود بھی اپنے بیٹے کا ساتھ دے رہی ہیں" آبرو کے بولنے پر صائمہ تائی پھنکاریں "

،یہ صلہ دیا ہے جلال ان لوگوں نے ہمارے احسانات کا کہ آج یہ ہمارے ہی بیٹے پر الزام لگا رہی ہیں" ان کی بات پر آبرو استہزائیہ ہنسی"

،تائی جان آپ فکر مت کریں، ہم اب مزید آپ کا کوئی احسان نہیں لیں گے" وہ جلال تایا کی جانب دیکھتی بولنے لگی"

تایا جان آپ ہمارے مکان کی جو قیمت آپ نے وصول کی تھی، وہ ہمیں دے دیں تا کہ ہم خود اپنے لیے ایک گھر کرائے پر لے کر وہاں چلے جائیں" آبرو کی بات پر جلال تایا"

،کے غصے میں اضافہ ہوا

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو آبرو، تم لوگ یہ گھر نہیں چھوڑ سکتے"

،جہاں ہماری عزت محفوظ نہیں، ہم وہاں ہر گز نہیں رہیں گے" آبرو اٹل لہجے میں بولی"

،صالحہ تم اپنی بیٹی کو سمجھاؤ، یہ کس قسم کی باتیں کر رہی ہے" جلال تایا نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا"

بھائی صاحب آبرو بالکل صحیح کہہ رہی ہے، ہم سب کا یہ فیصلہ ہے کہ ہمیں اب یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو کے چہرے پر ایک پر سکون مسکراہٹ در"

آئی جبکہ جلال تایا کے پاس اب بولنے کو کچھ باقی نہ تھا۔

ہم اس مہینے کے آخر میں یہ گھر چھوڑ دیں گے" آبرو یہ کہتے صالحہ بیگم کی جانب بڑھی اور انہیں لیے واپس اوپر کی جانب چلی گئی۔ ان کے پیچھے موجود صائمہ تائی دل ہی دل"

میں بہت خوش تھیں، وہ یہی چاہتی تھیں کہ یہ لوگ جلد از جلد ان کا گھر چھوڑ دیں جبکہ جلال تایا شدید افسوس میں مبتلا تھے، وہ جس مقصد کے تحت انہیں یہاں لائے تھے، وہ مقصد پورا نہ ہو پایا تھا، وہ اتنی بڑی جائیداد سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

فجر کی آذان کی آواز نے اصباح کو واپس حال میں پہنچا دیا۔ وہ ساری رات ماضی کی وادیوں میں تنہا سفر کر رہی تھی اور اب واپس حال میں لوٹتے وہ بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور وضو کا ارادہ کرتے واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

سورج کی مدھم ہوتی کرنیں اس دو منزلہ مکان پر پڑتیں اُسے روشن کر رہی تھیں۔ اس مکان کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں اس وقت نیم اندھیرا تھا۔ کچھ لمحے بیتے کہ اس کمرے میں موجود بیڈ پر لیٹے وجود میں حرکت ہوئی۔ اس وجود نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے بیڈ پر کسی کو تلاش کرنا چاہا، اسکی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔ کسی کو اپنے قریب نہ پا کر اس نے ایک دم اپنی آنکھیں کھولیں، ماتھے پر پریشانی کی لکیریں نمودار ہوئیں، مگر اچانک کچھ یاد آنے پر اس کے چہرے کے تاثرات واپس نارمل ہو گئے۔ بیڈ پر سیدھا

ہوتے اس نے آنکھیں کھولیں اور سامنے لگی گھڑی کی جانب دیکھا، جو اس وقت شام کے چھ بجا رہی تھی۔ اس نے بیڈ سے اٹھتے ایک نظر آئینے پر ڈالی، پھر آگے بڑھتے سامنے پڑا ہیئر کلپ اٹھاتے اپنے بالوں کا رف سا جوڑا بنایا اور واش روم میں داخل ہوگئی۔ اس کمرے میں ایک بڑا بیڈ، ایک الماری اور ایک ڈریسنگ ٹیبل موجود تھا۔ بیڈ پر اس وقت سفید رنگ کی چادر بچھی تھی جبکہ دیواروں کا پینٹ بھی سفید رنگ کا تھا۔ الماری کے بالکل ساتھ رکھے ٹیبل پر کچھ دوائیاں پڑی تھیں، جن کے ساتھ ایک ہرے رنگ کا بیگ پڑا تھا، جس پر لٹکتی کی۔چین پر اک نام تحریر تھا" سبرینہ"۔

کچھ دیر بعد وہ واش روم سے باہر آئی، اس کے چہرے سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ اس نے آگے بڑھتے کھڑکی کے آگے کیے گئے پردوں کو ہٹایا، جس سے کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ وہ بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھاتے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی اور دوپٹے کو سلیقے سے سر پر اوڑھتے، اس نے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ وہ کمرے سے نکلتی لاؤنج میں آئی جہاں سامنے پڑے صوفے پر اسے تاشفین کی ایک کتاب پڑی نظر آئی، وہ آگے بڑھتے صوفے کے قریب گئی اور اس کتاب کو اٹھاتے وہ کچن کی جانب چل پڑی۔ کچن میں جاتے اس نے سامنے پڑے فریج سے ایک بوتل نکالی۔ بوتل نکالتے اس نے پانی گلاس میں انڈیلا اور بوتل کو واپس رکھتے وہ کچن سے باہر آئی اور صوفے پھر بیٹھتے پانی پینے لگی۔ اسے یہاں آئے آج پورے "دو سال" گزر چکے تھے۔ اس کی زندگی اب بہت سہل ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر عافیہ نے اپنا کہا پورا کر دکھایا تھا۔ وہ واقعی اس کے لیے مسیحا بن کر آئی تھیں۔ سبرینہ اب کالج میں ایک اچھی پوسٹ پر لیکچرار تھی۔ اس کی تنخواہ اتنی تھی کہ وہ آرام سے اس گھر کا کرایہ ادا کرتے، اپنے تمام اخراجات بآسانی پورا کر سکتی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں ڈاکٹر عافیہ کے یہ احسانات کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ پانی کا گلاس خالی کرتے اس نے گلاس ٹیبل پر رکھا اور وہ کتاب اٹھاتے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت تاشفین کہاں ہوگا!

یہ اس کا معمول بن چکا تھا کہ وہ ہر روز کالج سے واپسی پر تاشفین کو سکول سے لے کر گھر آتی، وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھا کر سو جاتے اور ہمیشہ سبرینہ کی آنکھ کھلنے سے پہلے تاشفین اپنا بیگ اٹھائے ڈاکٹر عافیہ کے پاس جا پہنچتا۔ اس کی اور ڈاکٹر عافیہ کی بہت بنتی تھی۔ وہ ان سے بہت مانوس ہو چکا تھا، وہ ڈاکٹر عافیہ کا ننھا دوست بن چکا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنا ہوم ورک ڈاکٹر عافیہ کے ہاسپٹل سے واپس آنے پر ان کے پاس جا کر ہی کرتا۔ وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آئی، سامنے کا دروازہ عبور کرتے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی جہاں وہ دونوں اس وقت کارپٹ پر بیٹھے تھے۔ تاشفین اپنی کتابیں اپنے ارد گرد پھیلائے درمیان میں بیٹھا کام کرنے میں مصروف تھا جبکہ اس کے پاس بیٹھی ڈاکٹر عافیہ بہت غور سے اسے کام کرتا دیکھ رہی تھیں۔ آہٹ پر ان دونوں نے سر اٹھاتے سبرینہ کی جانب دیکھا۔ سبرینہ پر نظر پڑتے تاشفین نے ڈاکٹر عافیہ کی جانب دیکھا، جو اُسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ اس کی نظروں میں لکھا پیغام ڈاکٹر عافیہ جانتی تھیں، جہاں ہمیشہ کی طرح سبرینہ کی ڈانٹ سے بچا لینے کا پیغام تھا۔ سبرینہ کو بغیر بتائے نیچے آنے پر جب بھی وہ اسے ڈانٹنے کی کوشش کرتی تو وہ ہمیشہ ڈاکٹر عافیہ کو آگے کر دیتا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی ماں اُن کے آگے خاموش ہو جایا کرتی ہے۔ سبرینہ آگے بڑھتے ان دونوں کے

urdunovelsblog

قریب آئی، وہ ڈاکٹر عافیہ کو سلام کرتے ان کے قریب بیٹھ گئی، جبکہ تاشفین مزید کِھسکتا ہوا ڈاکٹر عافیہ کے قریب ہوا۔ سبرینہ نے اپنی نظریں تاشفین پر جمائی ہوئی تھیں، اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی، ڈاکٹر عافیہ بول پڑیں،

"سبرینہ بچے کو مت ڈانٹنا" ہمیشہ کی طرح وہی جملہ، وہی بات! سبرینہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے،

"نہیں ڈانٹتی اموجان" ڈاکٹر عافیہ کے کہنے پر سبرینہ اب انہیں اموجان کے نام سے پکارنے لگی تھی کیونکہ وہ اسے بالکل اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔ اپنے ہاتھ میں پکڑی کتاب سبرینہ نے پاس پڑے تاشفین کے بیگ میں ڈال دی۔ سبرینہ کی یہ کاروائی سامنے بیٹھے تاشفین نے بغور دیکھی، وہ آگے بڑھتا ہوا بیگ کے قریب آیا اور وہ کتاب نکالتے اسے کھولنے لگا، وہ اس کے صفحے پلٹتا کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھا۔ وہ دونوں اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ ایک کاغذ ڈھونڈنے میں کامیاب ہوا۔ وہ آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے ڈاکٹر عافیہ کی جانب بڑھا،

"اموجان یہ دیکھیں" اس نے وہ صفحہ ڈاکٹر عافیہ کی جانب بڑھایا۔ وہ تاشفین کا آج کا ٹیسٹ تھا، جس میں اس کے پورے نمبر آئے تھے۔

"واہ بھئی واہ، ماشاءاللہ!" اس صفحہ کی جانب دیکھتے ڈاکٹر عافیہ بھی مسکرانے لگیں۔ سبرینہ نے سوالیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا،

"میرے چیمپین کے ٹیسٹ میں پورے نمبر آئے ہیں" سبرینہ کی سوالیہ نگاہیں خود پر محسوس کرتے ڈاکٹر عافیہ بولنے لگیں جس پر سبرینہ بھی مسکرانے لگی۔ ڈاکٹر عافیہ نے آگے بڑھتے تاشفین کو اپنے ساتھ لگایا اور اس کے دونوں گال چومے۔ سبرینہ کے لیے اب یہ معمول بننے لگا تھا، وہ ڈاکٹر عافیہ سے اتنا مانوس ہو چکا تھا کہ اپنی ماں سے پہلے وہ ہمیشہ اپنی ہر کامیابی سب سے اموجان کو ہی دکھاتا تھا اور سبرینہ کے لیے یہ بات بہت خوشی کی تھی۔ وہ اس کی مسیحا تھیں، وہ چاہتی تھی کہ اس کی اولاد ڈاکٹر عافیہ جیسی شخصیت کی حامل ہو، اُن جیسی رحم دل اور مہربان ہو۔ ڈاکٹر عافیہ نے تاشفین کے کان میں سرگوشی کی، جس پر وہ آگے بڑھتا سبرینہ کے پاس آیا، سبرینہ نے بھی اسے اپنے گلے لگاتے اس کا ماتھا چوما،

"شاباش! میرا بچہ" سبرینہ کے لبوں نے یہ الفاظ ادا کیے۔ اس کی زندگی کی ساری تلخیوں کا اثر زائل کرنے والا تاشفین ہی تو تھا، جو اس کے لیے سانس لینے جتنا اہم تھا۔

"سبرینہ تم رضیہ کو بتا دو کہ آج رات کھانے میں کیا بنانا ہے" ڈاکٹر عافیہ نے سبرینہ کو مخاطب کیا، جس پر سبرینہ نے ان کی جانب دیکھا،

"جی اموجان" وہ یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی، جبکہ تاشفین اپنی چھوڑی ہوئی جگہ پر دوبارہ ڈاکٹر عافیہ کے قریب جا کر کام کرنے لگا۔ سبرینہ قدم اٹھاتی کچن کی جانب آئی، شروع کے دو ماہ تو وہ اور تاشفین صرف اوپر والے پورشن تک محدود تھے مگر پھر آہستہ آہستہ ڈاکٹر عافیہ کے ملنسار رویے اور ان کے اصرار پر وہ ان سے گھلنے ملنے لگی تھی اور انہی کے اصرار پر اب وہ رات کا کھانا انکے ساتھ ہی کھاتے تھے۔

urdunovelsblog

آج مطلع ابر آلود تھا، آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتیں کیفٹیریا کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

پروفیسر سارا کی کلاس کی ٹائمنگز کیا ہیں ؟"امل نے اپنے ساتھ چلتی رُتبہ سے پوچھا، جو گہرے نیلے رنگ کی شارٹ فراک کے ساتھ سفید ٹراؤزر پہنے، آج معمول سے زیادہ" خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کا گورا رنگ دھوپ میں چمک رہا تھا۔

دو بجے کلاس شروع ہو گی اور ختم کب ہو گی یہ تو وہی بہتر جانتی ہیں "رُتبہ نے امل کی جانب دیکھتے جواب دیا، جو اس وقت سیاہ جینز کے ساتھ سفید رنگ کی ٹاپ پہنے اس کے" ساتھ چل رہی تھی۔

بالکل "امل کی آواز بوجھل تھی۔ وہ دونوں کیفٹیریا پہنچ چکی تھیں۔"

،تم ٹھیک ہو امل ؟"وہاں پڑے ٹیبلز میں سے ایک ٹیبل پر اپنا بیگ رکھتے رُتبہ نے امل کو مخاطب کیا، رتبہ کے سوال پر امل نے اس کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا"

ہاں ٹھیک ہوں، بس آج کچھ زیادہ ہی تھک گئی ہوں "اس کے چہرے سے تھکان واضح تھی۔"

،تو تم گھر چلی جاؤ"رُتبہ متفکر ہوئی"

ہاں یہی سوچ رہی ہوں "امل کی بات پر رُتبہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک نظر آس پاس بیٹھے سٹوڈنٹس پر ڈالی، جو سب اس وقت کھانے میں مصروف تھے، چٹ پٹے" ،کھانوں کی خوشبو اسکے نتھوں سے ٹکرا رہی تھی۔ اچانک امل کی آواز پر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی

"او مائی گاڈ رُتبہ"

،کیا ہوا امل ؟"رتبہ یہ کہتے اس کے قریب آئی"

رُتبہ پروفیسر یعقوب کا اسائنمنٹ !"امل کی بات سنتے رُتبہ کے چہرے کے تاثرات بھی امل سے مختلف نہ تھے۔ وہ بھی اسی کی طرح جلدی سے اپنا بیگ کھولتے کچھ تلاش" کرنے لگی، کچھ دیر بعد وہ دونوں اپنے ہاتھوں میں فائلز تھامے بیٹھی تھیں۔

اسائنمنٹ کی ڈیوڈیٹ کیا تھی ؟"امل کے سوال پر رُتبہ اپنا موبائل آن کرتے اس پر انگلیاں چلانے لگی، اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔ موبائل اسکرین پر نظر" آتی ایک تحریر پڑھتے اس کے تاثرات پرسکون ہوئے۔

تھینک گاڈ! آج لاسٹ ڈیٹ ہے" رتبہ نے امل کو مخاطب کیا، رتبہ کی بات سنتے امل پر سکون ہوئی۔"

میں تو ابھی یہ اسائنمنٹ جمع کروانے جا رہی ہوں" رتبہ یہ کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔"

،رتبہ پلیز میرا اسائنمنٹ بھی لے جاؤ، مجھ میں ایک قدم اٹھانے کی بھی ہمت نہیں ہے" امل کی بات پر رُتبہ نے اس کے ہاتھ میں موجود فائل تھامی"

میں بس ابھی آتی ہوں" یہ کہتے رُتبہ قدم اٹھاتی ڈیپارٹمنٹ کی بلڈنگ کی جانب بڑھ گئی۔ اس کی جانے کے بعد امل کے چہرے کے تاثرات یکدم تبدیل ہوئے۔ وہ رتبہ کو" تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ امل کے چہرے پر خطرناک حد تک سنجیدگی طاری ہو چکی تھی۔ وہ پاس پڑا رتبہ کا موبائل اور بیگ دیکھتے ماضی کی تلخ یادوں میں کھونے لگی۔

-:ماضی

امل آفندی مشہور ایم-این-اے ستار آفندی کی اکلوتی اولاد تھی۔ وہ سونے کا چمچ منہ میں لیے پیدا ہونے والے بچوں میں سے تھی۔ بچپن سے لے کر آج تک جو چیز اس کی نظر کو بھا جاتی، وہ اس کے قدموں میں لادی جاتی۔ وہ ایک خوبصورت اور بگڑی ہوئی امیرزادی تھی۔ فیاض لاشاری اور ستار آفندی کی پرانی دوستی کے باعث وہ بچپن سے شہریار لاشاری کو جانتی تھی گزرتے وقت کے ساتھ ان کی دوستی بڑھتی جا رہی تھی۔ رتبہ سے اس کی پہلی ملاقات یونیورسٹی کے پہلے دن ہوئی تھی۔ امل کی جانب دوستی کا ہاتھ پہلے رُتبہ نے بڑھایا تھا۔ امل ہمیشہ دوست اپنی کلاس اور سٹیٹس کے مطابق بناتی تھی مگر نجانے رُتبہ میں اُسے ایسی کیا خاص بات محسوس ہوئی کہ اس نے رُتبہ کا دوستی کے لیے بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا مگر آج امل اُس ہاتھ کو تھام لینے کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تصور کرتی تھی۔ ابھی ان کی دوستی ابتدائی مراحل میں ہی تھی کہ کچھ ایسا ہو گیا جس سے سب ختم ہو گیا۔ امل بچپن سے اپنے تایازاد فاروق آفندی کو بہت پسند کرتی تھی اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی پسندیدگی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اب اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ دوسری جانب وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ جتنی محبت وہ فاروق سے کرتی ہے اتنی ہی محبت وہ بھی امل اس سے کرتا ہے مگر اس کی یہ غلط فہمی بہت بری طرح دور ہوئی تھی۔ وہ ایک دن رُتبہ کو یونیورسٹی سے واپسی پر اپنے گھر لائی تھی تاکہ اسے اپنا عالیشان بنگلہ دکھا سکے مگر وہیں اس کی ملاقات فاروق سے ہو گئی۔ اس نے فاروق سے رُتبہ کا تعارف کروایا، وہ اس بات سے انجان تھی کہ یہ تعارف اسے کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔ کچھ دن مزید بہت سکون سے گزر گئے مگر ایک دن فاروق اسے اپنے ساتھ لنچ پر لے گیا۔ وہ بہت خوش تھی کہ شاید آج وہ اسے اپنے دل کا حال بتائے گا مگر فاروق کے دل کا حال جاننے کے بعد امل کو اُس ریسٹورنٹ کی چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔ اسے آج بھی فاروق کے وہ الفاظ یاد تھے۔

"!امل مجھے تمہاری دوست رُتبہ بہت اچھی لگی، میں اُس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، کیا تم اس میں میری مدد کرو گی"

اُن الفاظ نے امل کے دل کو ٹکڑوں میں تقسیم کر ڈالا تھا۔ بچپن سے لے کر آج تک اپنی ہر پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے والی امل سے آج اس کی محبت چھین لی گئی تھی۔ وہ دو دن اپنے کمرے میں بند روتی رہی مگر پھر اس کے اندر موجود وہ امل بیدار ہوئی جس کو آج تک رُتبہ نے دیکھا نہ تھا۔ اگلے دن اس نے یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں سب کے سامنے رتبہ پر الزام لگاتے اس کے کردار پر کیچڑ اچھالا تھا۔ دوسری جانب رُتبہ اس کی ایک بھی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔ امل اپنے غصے میں اتنی اندھی ہو چکی تھی کہ وہ دیکھ ہی نہیں پائی کہ اُس دن سٹوڈنٹس کے اس مجمعے میں وہ بھی کھڑا تھا۔ اُس دن فاروق وہاں موجود تھا اور اس نے امل کی ایک ایک بات سنی تھی، امل کی زبان نے جب انگارے برسانا بند کیے تو رُتبہ کا ضبط جواب دے گیا اور وہ روتے ہوئے اپنے گھر واپس آ گئی مگر وہیں امل کا سامنا فاروق سے ہوا اور اب امل کی زبان کو گویا تالا لگ چکا تھا۔

مجھے تم سے ہر گز یہ امید نہیں تھی امل، تم اپنے حسد کی آگ میں اس قدر بڑھ جاؤ گی میں نے سوچا نہیں تھا، شیم آن یو امل" یہ الفاظ آج بھی امل کے کانوں میں کوڑوں کی" مانند برستے تھے۔ دو ماہ تو وہ شدید ڈپریشن کا شکار رہی مگر پھر ایک دن اس کی ملاقات شہریار سے ہوئی، اس کی باتوں نے امل پر گہرا اثر ڈالا۔ وہ دونوں ایک ہی انسان سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ شہریار نے اسے اپنے بنائے گئے سارے پلان کے بارے میں آگاہ کیا اور اس کا ساتھ مانگا جس پر امل نے رضامندی کا اظہار کرتے اس سے ہاتھ ملایا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس بار امل نے رُتبہ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا، چند موٹے موٹے آنسو بہاتے، اس نے معافی مانگی اور اپنی محبت کی دکھ بھری داستان سنائی، دوسری جانب رُتبہ نے بنا سوچے سمجھے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ امل رُتبہ کا اعتبار واپس جیتنے کی کوشش میں مگن تھی۔ جس میں وہ بہت حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔ اس کی زندگی کا مقصد اب صرف رُتبہ صدیقی کو برباد کرنا تھا، پوری طرح برباد!

حال میں واپس لوٹتے اس نے پاس پڑا رُتبہ کا موبائل اٹھایا اور ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھتے، وہ اس موبائل پر تیز تیز انگلیاں چلانے لگی۔

وہ اس وقت گراؤنڈ میں لگے بینچز میں سے ایک پر بیٹھا احد کا منتظر تھا۔ وہ مسلسل اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا احد کو ڈھونڈ رہا تھا جو پانچ منٹ کا کہہ کر 20 منٹ بعد بھی نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی اِدھر اُدھر دیکھنے میں ہی مصروف تھا کہ اچانک اس کی نگاہ کچھ فاصلے سے گزرتی رُتبہ پر پڑی، رُتبہ پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات سرد پڑنے لگے۔ آنکھوں میں انتقام کی آگ جلنے لگی، اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جس دن رُتبہ کی وجہ سے وہ پورے ڈپارٹمنٹ کے سامنے بے عزت ہوا تھا۔ وہ اس دن کو کبھی بھول نہیں سکتا تھا اور نہ ہی وہ خود اُس دن کو بھلانا چاہتا تھا۔ وہ وہیں اُس بینچ پر بیٹھا ایک بار پھر اُس دن ہونے والے واقعے میں کھونے لگا۔

:-ماضی

یونیورسٹی میں اُن دنوں نئے سیشن کا آغاز ہوا تھا اور ہر جانب نئے سٹوڈنٹس کا رش تھا، جن کے چہروں پر چھائے تاثرات یہ بتانے کے لیے کافی تھے کہ وہ فرسٹ ایئر سٹوڈنٹس ہیں۔ شہریار اور اُس کے کچھ دوست نیو سٹوڈنٹس کی ریگنگ کرنے میں مصروف تھے۔ شہریار اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ اس وقت گراؤنڈ میں موجود کچھ نئے سٹوڈنٹس کے گروپ کے گرد چکر کاٹتے انہیں تنگ کرنے میں مصروف تھا۔ اُن اسٹوڈنٹس میں کچھ لڑکیاں بھی تھیں، ان لڑکیوں میں رُتبہ صدیقی بھی تھی۔ وہاں موجود تمام لڑکوں کو مختلف ٹاسک دیتے وہ ان پر ہنس رہے تھے۔ اب باری لڑکیوں کی تھی۔

، گرلز تھوڑا آگے آجاؤ، اب تم سب کی باری ہے" شہریار کی دائیں جانب کھڑا ایک لڑکا بولا"

سب سے پہلی باری اُس گلابی دوپٹے والی کی ہو گی" شہریار نے اُن لڑکیوں میں سے ایک جانب اشارہ کیا، جس کی بائیں جانب رُتبہ کھڑی تھی۔ وہ لڑکی آہستہ آہستہ قدم" اٹھاتے آگے آئی۔ ان کے آس پاس بہت سے سٹوڈنٹس جمع ہو چکے تھے۔

، حسینہ ذرا اپنا نام تو بتاؤ" ان لڑکوں میں سے ایک لڑکا لوفرانہ انداز میں بولا"

، ہا۔۔۔ہانیہ" وہ لڑکی لڑکھڑاتے لہجے میں بولی"

، واہ نام تو بہت اچھا ہے" وہی لڑکا کچھ قدم آگے بڑھاتا بولا"

، چلو شہریار بتاؤ کہ ہانیہ ہمیں کیا کر کے دکھائے گی" وہ اُس لڑکی کے نام پر زور دیتا بولا"

urdunovelsblog

، یہ آنکھیں بند کر کے اِس گراؤنڈ کے پورے دو چکر لگائے گی" شہریار کی بات پر وہ لڑکی اُس کی جانب دیکھتی بولنے لگی"

"یہ۔۔۔۔یہ میں نہیں کر سکتی"

کرنا تو پڑے گا" وہ سب اس لڑکی کو مجبور کرنے لگے جبکہ وہ لڑکی مسلسل انکار کر رہی تھی۔ یہ سب دیکھتے پیچھے کھڑی رُتبہ اب مزید برداشت نہیں کر سکی اور قدم اٹھاتی" ، آگے آئی

جب وہ کہہ رہی ہے کہ وہ یہ نہیں کرنا چاہتی تو تم لوگ اس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے" رُتبہ کی آواز پر وہاں موجود سب لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔"

، تمہیں کیا مسئلہ ہے! ہم نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا، تمہاری باری تو ابھی آئے گی" شہریار کی دائیں جانب کھڑا لڑکا اسے مخاطب کرتا بولا"

، ہانیہ تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں" وہ اُس لڑکے کی بات کو نظرانداز کرتے بولی"

،اگر تمہیں اِس سے اتنی ہی ہمدردی ہے تو جو کام ہم نے اِسے دیا ہے وہ تم کر دو بلکہ ۔۔۔۔۔" شہریار رُتبہ کی ہمت دیکھتا بولنے لگا"

،بلکہ ایک کام کرو، یہ بوتل پکڑو" اس نے اپنے ساتھ کھڑے لڑکے کے ہاتھ میں موجود پانی سے بھری بوتل پکڑتے رُتبہ کی جانب بڑھائی"

،ارے پکڑو تو سہی" شہریار کے دوبارہ کہنے پر رُتبہ نے ہاتھ بڑھاتے وہ بوتل پکڑ لی"

،شاباش! اب یہ پانی اپنی اِس پیاری سی دوست پر ڈال دو" شہریار یہ کہتا اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ہنسنے لگا"

ہری اَپ، ہری اَپ" رُتبہ کو مسلسل کھڑے دیکھ کر شہریار بولا، اس کے دوبارہ بولنے پر رُتبہ نے کچھ قدم آگے بڑھاتے، وہ پانی کی بوتل شہریار کے سر پر ڈال دی۔ پانی"
،شہریار کے چہرے اور کپڑوں کو بھگونے لگا۔ رُتبہ کی اس حرکت پر وہاں کھڑے تمام سٹوڈنٹس حیران رہ گئے۔ شہریار تیزی سے پیچھے ہٹا

،لو ڈال دیا پانی!" رُتبہ پانی کی خالی بوتل زور سے زمین پر مارتے بولی"

اے لڑکی تمہاری ہمت کیسے ہوئی! تم جانتی نہیں میں کون ہوں" شہریار کا چہرہ غصے سے لال پڑنے لگا، اس کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس"
لڑکی کو اسی وقت اُس کی اوقات یاد دلا دے۔

میں جاننا بھی نہیں چاہتی کہ تم کون ہو مگر آئندہ کسی لڑکی کو تنگ کرنے سے پہلے اپنی یہ ذلت یاد رکھنا" رُتبہ یہ بولتے ہانیہ کا ہاتھ تھامتے وہاں سے چلی گئی جبکہ وہاں کھڑے"
شہریار نے ایک نظر اپنے ارد گرد کھڑے سٹوڈنٹس پر ڈالی، جن کے چہروں پر موجود تمسخرانہ ہنسی اس کے غصے میں مزید اضافہ کر گئی۔ وہ اس گراؤنڈ میں دوسروں کا مذاق بنانے آیا تھا مگر وہ لڑکی سب کے سامنے اُس کا مذاق بنا کر چلی گئی تھی۔ اُس دن سے شہریار کے اندر انتقام کی آگ جل رہی تھی۔ وہ رُتبہ کو سب کے سامنے ویسے ہی بے عزت کرنا چاہتا تھا۔ وہ صحیح وقت کا منتظر تھا جب اُسے امل اور رُتبہ والے واقعہ کا علم ہوا۔ اسے اپنا انتقام لینے کا ایک اور راستہ مل گیا تھا جبکہ دوسری جانب رُتبہ شہریار کی خاموشی پر پہلے تو بہت حیران ہوئی تھی کیونکہ وہ اُس کے متوقع ردعمل کے لیے خود کو تیار کر چکی تھی مگر شہریار کی جانب سے مکمل خاموشی پر وہ پرسکون ہو چکی تھی کہ شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہو۔ رُتبہ نڈر مگر بہت بے وقوف تھی۔

شہریار کو ان خیالوں سے احد کی آواز نے نکالا۔ آج اس بینچ پر بیٹھے شہریار کے دل میں رُتبہ کے لیے نفرت میں ایک بار پھر اضافہ ہوا تھا۔

urdunovelsblog

شہرِ کراچی میں اس وقت رات چھا چکی تھی، چاند بھی کچھ دیر اپنی حاضری لگوا کر اب جا چکا تھا۔ وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی فائل میں رکھے پیپرز چیک کر رہی تھی۔ ذہن میں ایک خیال نمودار ہوتے اُس نے گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے 11 بجا رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے اس کی نگاہ بیڈ پر لیٹے تاشفین پر پڑی جس کا چہرہ اس وقت ایک کتاب کے نیچے چھپا تھا۔ سبرینہ نے آگے بڑھتے وہ کتاب اس کے چہرے سے ہٹائی، وہ سو چکا تھا۔ سبرینہ نے مسکراتے ہوئے اس کی کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور پاس پڑی چادر تاشفین پر ڈالتے، اس نے اسکے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹے اور کمرے کی لائٹ بند کرتے باہر آگئی۔ واپس لاؤنج میں آتے وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر ہوتی دستک نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، سبرینہ کہ لب بے ساختہ مسکراہٹ میں !ڈھلے، اسے معلوم تھا کہ آنے والا کون ہے

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی، دروازے کی جانب بڑھی اور دروازہ کھولا، سامنے ڈاکٹر عافیہ ہلکے آسمانی رنگ کی شال اوڑھے کھڑی تھیں۔ ڈاکٹر عافیہ کے اندر داخل ہونے پر سبرینہ ،نے انہیں مخاطب کیا

آپ بیٹھیں امو جان، میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں" سبرینہ یہ بولتے کچن کی جانب بڑھ گئی، ڈاکٹر عافیہ اس کی بات پر سر ہلاتے صوفے پر جا بیٹھیں۔

یہ ان دونوں کا روز کا معمول تھا، وہ دونوں ہر روز اس وقت ساتھ بیٹھ کر چائے پیتیں اور دن بھر کی روداد ایک دوسرے کو سناتیں۔ کچھ دیر بعد سبرینہ ایک ٹرے تھامے کچن سے واپس آئی۔ ٹرے میں چائے کے دو بھاپ اُڑاتے کپ موجود تھے۔ ٹرے ٹیبل پر رکھتے وہ ان کے سامنے والے صوفے پر جا بیٹھی۔

تاشفین سو گیا؟" ڈاکٹر عافیہ نے سبرینہ کو مخاطب کیا، جو پاس پڑے پیپرز فائل میں رکھ رہی تھی۔"

جی امو جان، بس ابھی کچھ دیر پہلے ہی سویا ہے" سبرینہ نے فائل بند کر کے ایک جانب رکھتے ہوئے انہیں جواب دیا۔"

سبرینہ مجھے آج تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے" ڈاکٹر عافیہ کی بات پر سبرینہ کی نظریں بے ساختہ ان کی جانب اٹھیں، ان کا چہرہ بھی ان کے لہجے کی طرح سنجیدہ تھا۔"

،جی امو جان کہیں" وہ چائے کا ایک کپ اُن کی جانب بڑھاتے بولی"

،تاشفین اب بڑا ہو رہا ہے سبرینہ" وہ ایک لمحے کو رکیں"

اگلے ماہ وہ پورے 10 برس کا ہو جائے گا" وہ خاموش ہوتے سبرینہ کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگیں۔"

امو جان آپ جو بھی کہنا چاہتی ہیں، کھل کر کہیں!" وہ بمشکل مسکراتے ہوئے بولی، اس کا دماغ الجھنے لگا تھا۔"

urdunovelsblog

"دیکھو سبرینہ میری بات بہت تحمل سے سننا" سبرینہ کی بات کے جواب میں وہ بولنے لگیں،

"اب تمہیں تاشفین کو اُس کے باپ کے بارے میں حقیقت بتا دینی چاہیے" سبرینہ نے اپنی نگاہیں اٹھاتے، ان کی جانب دیکھا مگر خاموش رہی۔

"مجھے معلوم ہے کہ ابھی وہ اِن معاملات کو سمجھنے کے لیے چھوٹا ہے مگر میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہیں بھی خود کو اُس کے متوقع ردِ عمل کے لیے تیار کرنے میں بہت وقت لگے گا" وہ خاموش ہو گئیں۔

"مگر اموجان میں۔۔۔۔۔" اس کا لہجہ لڑکھڑاہٹ کا شکار تھا۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری غلطیوں کی وجہ سے اُس کی زندگی پر کوئی بھی بُرا اثر پڑے، اُس۔۔۔ اُس کی زندگی متاثر ہو۔۔۔"

"مگر اُس کی زندگی تو پہلے ہی اثر انداز ہو چکی ہے سبرینہ!" ان کی بات پر سبرینہ نظریں چرا گئی۔

"وہ اپنے باپ کے زندہ ہوتے ہوئے بھی یتیم ہے سبرینہ! کیا اِس سے زیادہ بھی اسکی زندگی متاثر ہو سکتی ہے؟" سبرینہ کے پاس انکی بات کو کوئی جواب نہ تھا۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔

"اموجان" سبرینہ نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا، اُس کی آواز رندھنے لگی تھی۔

"میں۔۔ میں۔۔۔ اپنی اولاد کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتی، میں نہیں چاہتی کہ اسے میرے تاریک ماضی کا علم ہو کہ میں۔۔۔ میں اپنے ماں باپ کی موت کی ذمہ دار ہوں۔۔"

"سبرینہ جو ہو چکا اسے ہم اب بدل نہیں سکتے پر اگر ہم ہر وقت ماضی کے زیرِ اثر رہیں گے اور یہ سوچتے رہیں گے کہ کہیں ہمارا تاریک ماضی ہمارے روشن حال کو نگل نہ جائے تو ہم کبھی آگے نہیں بڑھ پائیں گے" وہ سبرینہ کی جانب دیکھتے کہہ رہی تھیں، جو نگاہیں جھکائے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان کی بات کے جواب میں سبرینہ خاموش رہی۔

"میں اکثر حیران ہوتی ہوں سبرینہ کہ تم جیسی سمجھدار لڑکی کیسے اتنی بڑی غلطی کر سکتی ہے؟" ان کی بات پر سبرینہ نے اپنا جھکا سر اٹھایا، ان کا اشارہ کس جانب تھا وہ سمجھ چکی تھی۔

"چاہے جانے کا احساس بہت خوشگوار اور طاقتور ہوتا ہے اموجان، یہ انسان سے وہ کام کروا دیتا ہے جو انسان کبھی نہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو!"

مگر پھر بھی سبرینہ ہم تقریباروزایسے معاملات کے بارے میں سنتے ہیں کہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیاں کن مصائب سے گزرتی ہیں،اُن کے حالات لوگوں کے لیے عبرت" ہی توہوتے ہیں"ان کی بات پر سبرینہ مسکرائی،اس کی مسکراہٹ میں تلخی تھی۔

اموجان یہ دنیابڑی عجیب ہے، یہاں کوئی کسی کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتا"وہ رکی اور پھر بولنے لگی۔"

انسان محض اپنی غلطی سے سیکھتاہے اگر کسی کی غلطی سے اُسے نصیحت یاعبرت ملتی توایک پھانسی پر جرم جڑ سے ختم ہو جاتا!"سبرینہ کی بات درست تھی،ہم کہاں کسی کی" !انجام سے سبق سیکھتے ہیں

اگر بڑے معاملات کی جانب نہ بھی جایاجائے توایک چھوٹی سی مثال لیتے ہیں۔ سگریٹ کااستعمال انسان کوموت کے منہ میں دھکیل دیتاہے۔ہر سال 80لاکھ لوگ تمباکو !نوشی کی وجہ سے موت کو گلے لگاتے ہیں مگراس کے باوجود، آج بھی دنیامیں سب سے زیادہ بکنے والی چیز سگریٹ ہے

چلیں ایک اور مثال لیتے ہیں، سڑک پر ہونے والے حادثات کی سب سے بڑی وجہ تیز رفتاری اور قوانین کے خلاف ورزی ہے۔ہر روز نجانے کتنے لوگ اِن حادثات میں اپنی جان کی بازی ہار جاتے ہیں مگراس کے باوجود بھی پاکستان کاشمار دنیاکے اُن ممالک میں ہوتاہے جہاں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لوگ اِن حادثات کی نظر ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، مگر کیااِن سب کے باوجود بھی ہم کسی کے انجام سے سبق سیکھتے ہیں ؟

مجھے۔۔۔مجھے بہت وقت لگ جائے گااموجان،اسے سب حقیقت بتانے میں۔۔۔"دونوں کے درمیان چھائی خاموشی کو سبرینہ کی آواز نے توڑا۔"

اسی لیے توکہہ رہی ہوں سبرینہ کہ آج سے ہی خود کو تیار کرناشروع کر دوتاکہ جب وہ ہر چیز سمجھنے کے قابل ہو جائے توتم اسے سب معاملات سچ بتاسکو کیونکہ۔۔۔۔"وہ" رکیں۔

یہ بہت بہتر ہوگاکہ وہ سب سچائی اسے تم بتاؤبجائے اِس کے کہ یہ بات اُسے کسی اور سے معلوم ہو"ان کی بات پر سبرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔سامنے پڑی چائے سے" بھرے کپ اب ٹھنڈے ہو چکے تھے۔

میں چائے گرم کر کے لاتی ہوں"سبرینہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ٹرے اٹھاتے کچن کی جانب چلی گئی۔ڈاکٹر عافیہ کو معلوم تھاکہ یہ سب اس کے لیے کتنامشکل ہے" مگر وہ چاہتی تھیں کہ وہ مضبوط بنے،اتنی مضبوط کہ اس ظالم معاشرے کی کوئی بھی سختی اسے کمزور نہ کر سکے۔

urdunovelsblog

وہ اس وقت کچن میں موجود تھی، آخری برتن دھو کر رکھتے اُس نے نل بند کیا کہ اس کی سماعت سے پریشر کُکر کی آواز ٹکرائی، تیزی سے آگے بڑھتے اس نے چولہا بند کیا اور فریج کی جانب بڑھ گئی۔ فریج سے سفید رنگ کا ڈبہ باہر نکال کر شیلف پر رکھتے، اس نے ایک نظر کچن پر ڈالی اور کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی ،نگاہ فرش پر بیٹھے تاشفین پر پڑی جسے دیکھتے اس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے

تاشفین یہ تم کیا کر رہے ہو؟ پورا گھنٹہ ہونے والا ہے اور تم ابھی تک نہانے نہیں گئے" وہ غصے سے بولتی اس کے قریب آئی۔ سبرینہ کی آواز پر تاشفین فورا اپنے سامنے" ،پڑے کاغذ سمیٹنے لگا

بس امی، دس منٹ اور دے دیں، پھر میں نہالوں گا" وہ سارے کاغذ سمیٹ کر ایک جانب رکھتے، ایک کاغذ پر جھک کر کچھ لکھنے لگا۔"

مگر پھر بھی بتاؤ تو سہی کہ تم تب سے کیا کرنے میں مصروف ہو؟" وہ اس کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھی۔ اس کی بات پر تاشفین نے اپنی جھکی گردن اٹھاتے سبرینہ کی" جانب دیکھا، اس کی بھُوری آنکھوں میں ایک خوشگوار چمک تھی۔

میں کارڈز بنا رہا ہوں امی" وہ مسکراتے ہوئے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔"

،کاڈز! مگر کس کے لیے؟" سبرینہ کے پوچھنے پر اس بار تاشفین نے بغیر گردن اٹھائے اسے جواب دیا"

"اپنے دوستوں کے لیے"

urdunovelsblog

،کون سے دوست؟" اس بار سبرینہ الجھن کا شکار ہوئی"

امو جان کے گھر میرے دو دوست آ رہے ہیں نہ اُن کے لیے" تاشفین کی بات پر سبرینہ کی ساری الجھن ایک دم دور ہوئی، وہ سمجھ چکی تھی کہ تاشفین کن کی بات کر رہا" تھا۔ وہ تاشفین کو دیکھنے لگی جو بہت خوشی اور لگن سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ بالکل ایسی ہی خوشی وہ پچھلے ایک ہفتے سے امو جان کے چہرے پر دیکھ رہی تھی کیونکہ اُن کا بیٹا پورے تین سال بعد پاکستان واپس آ رہا تھا۔

ڈاکٹر عافیہ کا تعلق وادیِ ہنزہ سے تھا، وہ اور اُن کے شوہر آفریدی تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد انہوں نے اکیلے ہی اپنی اولاد کی پرورش کی تھی۔ اُن کا بیٹا صائم آفریدی بھی پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھا، جس نے اپنی تعلیم بھی بیرونِ ملک حاصل کی تھی اور وہیں کی ایک مسلمان لڑکی جو اسکی کولیگ بھی تھی، امو جان کی رضامندی کے ساتھ اس سے

شادی کی تھی۔ شادی کے بعد وہ پہلی بار پاکستان اپنی بیوی کے ساتھ اپنے بیٹے کی پیدائش پر آیا تھا اور اب تین سال بعد اللہ نے اسے ایک رحمت سے نوازا تھا۔ سبرینہ اموجان کی خوشی میں خوش تھی مگر کہیں نہ کہیں اس کے دل میں ایک ڈر، ایک خوف موجود تھا جس کی وجہ سے وہ خود انجان تھی۔

شام کے سات بج چکے تھے، آسمان پر چھائی روشنی مدھم ہونے لگی تھی۔ سورج بخوبی اپنا فرض انجام دیتے رخصت ہو چکا تھا۔ وہ ٹیکسی سے اترتی کچھ قدم پیدل چلتے گیٹ کے قریب آئی اور بیل کے بٹن پر ہاتھ رکھا۔ کچھ لمحے بعد حرم نے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے وہ اندر داخل ہوئی۔ لاؤنج میں پہنچتے اس کی نظر سامنے کارپٹ پر لیٹی رُتبہ پر پڑی جبکہ اِصباح اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ دونوں بہت انہماک سے سکرین پر لگا ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔ آبرو کے سلام کرنے پر اِصباح اسکی جانب متوجہ ہوئی، اس سے پہلے کہ اِصباح کچھ کہتی، آبرو بولنے لگی۔

"امی کہاں ہیں؟" آبرو نے اصباح کو مخاطب کیا،

"امی اپنے کمرے میں نماز پڑھ رہی ہیں" اِصباح اسے جواب دیتے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ آبرو نے ایک نظر رُتبہ پر ڈالی جو ابھی تک سکرین پر نظر آنے والے سینز دیکھنے میں مصروف تھی، اسے ارد گرد کا کچھ ہوش نہ تھا۔ آبرو نفی میں سر ہلاتے اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔ اپنے ہاتھ میں موجود فائلز کو ٹیبل پر پڑی باقی فائلز کے ساتھ رکھتے وہ فریش ہونے چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ سیاہ رنگ کے ٹراؤزر کے ساتھ ہلکے سبز رنگ کی قمیض پہنے باہر آئی، پانی کی بوندیں اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھیں۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آتے اس نے اپنے بالوں میں لگا کلپ اتار کر سامنے رکھا اور برش اٹھاتے اپنے بالوں میں پھیرنے لگی۔ بالوں کا رف سا جوڑا بناتے وہ صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب چلی گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے انہیں سلام کیا اور بیڈ پر جا بیٹھی۔ جائے نماز پر بیٹھی صالحہ بیگم دعا کے لیے اٹھائے ہاتھ چہرے پر پھیرتے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"وعلیکم السلام بیٹا"

"آپ کی طبیعت کیسی ہے امی؟" آبرو نے انکی جانب دیکھتے سوال کیا،

"الحمدللہ بہت بہتر ہے، تم سناؤ سب خیریت ہے آج اتنی دیر ہو گئی!" وہ جائے نماز تہہ کر کے ایک جانب رکھتے بولیں،

"جی امی سب خیریت ہے، بس آج ایک کلائنٹ سے ملنا تھا اس لیے دیر ہو گئی" وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑی تسبیح پکڑتے بولی، صالحہ بیگم بھی آبرو کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھیں۔

"امی آپ سے ایک بات پوچھوں" آبرو کے سوال پر صالحہ بیگم نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا، جو آج معمول سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"ہاں پوچھو"

کیا کسی عورت کے نصیب میں لکھے دکھوں اور تکلیفوں سے اُسے اُس کے پاس موجود دولت بچا سکتی ہے؟" آبرو نے سوال کرتے صالحہ بیگم کی جانب دیکھا جو کچھ لمحے "

،خاموش رہیں

نہیں بیٹا انسان کے نصیب میں لکھی تکلیفوں سے اسے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، دولت تو بالکل نہیں "ان کی آواز میں تاسف تھا۔ان کی بات پر آبرو کے چہرے پر ایک تلخ"

مسکراہٹ در آئی۔

،آبرو سب خیریت ہے نہ "صالحہ بیگم کے سوال پر آبرو نے ایک نظر انکے چہرے پر ڈالی اور آگے بڑھتے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لیتے بولنے لگی"

جی امی سب خیر ہے، بس آج جو میری کلائنٹ تھی، جس سے میں ابھی مل کر آ رہی ہوں، اس کی کہانی نے تھوڑا پریشان کر دیا تھا" وہ رکی اور صالحہ بیگم کی جانب دیکھا جو "

سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

رشاء ایک 30 سالہ پڑھی لکھی خوبصورت عورت ہے۔اللہ نے اسے دنیا کی ہر دولت سے نوازا ہے، اس کے سر پر باپ کا سایہ موجود ہے، بھائیوں کا آسرا ہے مگر پھر بھی"

امی۔۔۔اُسے اس کے نصیب نے ہرا دیا" آبرو اپنا سر صالحہ بیگم کی گود میں رکھتے لیٹ گئی۔

اس کی شادی کو نو سال ہو چکے ہیں، اللہ نے اُسے نعمت اور رحمت دونوں سے نوازا ہے مگر۔۔۔۔" آبرو نے گہری سانس لی۔"

مگر پھر بھی وہ ایک بدنصیب بیوی ہے، جس کا شوہر اس کے اور اس کی اولاد کے ہوتے ہوئے، باہر عیاشیاں کرتا ہے، اس کے بہت سی عورتوں سے تعلقات ہیں، صرف یہی "

نہیں امی وہ ہر قسم کا نشہ کرتا ہے اور بہت بار تو وہ نشے کی حالت میں اپنی بیوی پر ہاتھ بھی اٹھا چکا ہے اور آج جب وہ عورت اور اس کے گھر والے خلع کا مطالبہ کر رہے ہیں تو وہ

،خلع پر راضی نہیں۔اس کی شرط ہے کہ وہ بچے اپنے ساتھ رکھے گا" آبرو واپس اپنی جگہ پر اُٹھ بیٹھی

وہ بہت پریشان تھی امی، وہ اپنی اولاد کو اُس شخص کے حوالے ہر گز نہیں کرنا چاہتی" آبرو صالحہ بیگم کی جانب دیکھتے بول رہی تھی جو چہرے پر پریشانی کے تاثرات لیے اس کی "

باتیں سن رہی تھیں۔

رشاء کے بھائی نے بہت سے وکیلوں سے بات کی مگر نجانے کیوں کوئی بھی ان کا کیس لینے کو تیار ہی نہیں، سب ایک ہی بات کہہ رہے ہیں کہ سرفراز (رشاء کا شوہر) بہت "

پیسے والا ہے، وہ کبھی بھی رشاء کو یہ کیس جیتنے نہیں دے گا" آبرو خاموش ہو گئی۔

urdunovelsblog

،تو تم اب کیا کرو گی آبرو؟" صالحہ بیگم کے پوچھنے پر آبرو کے چہرے کے تاثرات بدلے"

میں یہ کیس لڑوں گی امی، میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ رشناء کو انصاف دلا سکوں، اسے اُس کی اولاد اور اس شخص سے چھٹکارا دونوں حاصل ہو جائیں" آبرو کے لہجے پہ "

،صالحہ بیگم مسکرائیں مگر پھر ان کے چہرے پر فکر کے تاثرات ابھرے

،تمہیں کوئی خطرہ تو نہیں ہو گا آبرو" وہ متفکر لہجے میں بولیں"""

نہیں امی آپ پریشان مت ہوں، بس اللہ پہ بھروسہ رکھیں، اللہ نے چاہا تو سب بہتر ہو گا" آبرو نے مسکراتے ہوئے صالحہ بیگم کو تسلی دی۔"

،امی آپ کی حفصہ آپی سے بات ہوئی؟" وہ ان کی توجہ دوسری جانب کرنے کے لیے بولی"

"نہیں میری بات تو نہیں ہوئی، کیوں کیا ہوا؟"

کچھ نہیں امی، وہ شاید آج مجھے کال کر رہی تھیں پر مصروفیت کی وجہ سے میں ان سے بات نہیں کر سکی تو مجھے لگا کہ شاید آپ کی ان سے بات ہوئی ہو" آبرو کی بات پر صالحہ " بیگم بولنے لگیں۔

مجھے حفصہ کا نمبر ملا دو، میں ابھی اس سے بات کرتی ہوں، اللہ کرے سب خیر ہو" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو اثبات میں سر ہلاتے حفصہ کو کال کرنے لگی۔"

urdunovelsblog

کراچی کا موسم آج کافی خوشگوار تھا، آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا۔ ہلکی اور ٹھنڈی ہوا ماحول کو مزید خوشگوار بنا رہی تھی۔ وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ سامنے رکھے بڑے صوفے پر اموجان بیٹھی تھیں، جن کی گود میں گلابی کمبل میں لپٹی ایک چھوٹی سی گڑیا موجود تھی جو اس وقت سکون سے سو رہی تھیں جبکہ اُن کی دائیں جانب ان کا بیٹا موجود تھا۔ سامنے رکھے دو صوفوں میں سے ایک پر سبرینہ جبکہ دوسرے صوفے پر حلیمہ (اموجان کی بہو) بیٹھی تھی۔ جس کی گود میں ایک تین سالہ بچہ منہ میں فیڈر ڈالے بیٹھا تھا، جو بہت غور سے آس پاس موجود چیزوں اور انسانوں کا جائزہ لینے میں مصروف تھا جبکہ تاشفین سبرینہ کے صوفے کے ساتھ کھڑا مسلسل اُس چھوٹے بچے کی نظریں خود پر محسوس کرتا کنفیوز ہو رہا تھا۔ وہ اُن دونوں بچوں کو دیکھتے پہلے ہی حیرت میں مبتلا تھا کیونکہ اُن دو دوستوں کا اس کے دماغ میں بنایا گیا خاکہ بالکل غلط ثابت ہوا تھا۔ سبرینہ کا تعارف اموجان اس کے آنے سے پہلے ہی کروا چکی تھیں اور اس بات کا اندازہ سبرینہ کو اُن دونوں کے خوشگوار رویے سے بخوبی ہو گیا تھا۔

زاویار صرف دو ماہ کا تھا جب یہ دونوں واپس چلے گئے تھے" اموجان نے زاویار کی جانب دیکھتے کہا جو بہت غور سے اموجان کو دیکھ رہا تھا۔"

،اب تو آ گئے ہیں نہ اموجان" صائم نے یہ کہتے اموجان کو اپنے ساتھ لگایا"

اوراِس بار ہم پورے چار ماہ کی چھٹی لے کر آئے ہیں"اس بار بولنے والی حلیمہ تھی،اس کی اردو بہت صاف تھی۔"

چھٹی نہ بھی لے کر آئے ہوتے تو میں اِس بار تم لوگوں کو جانے ہی نہ دیتی"اموجان کی بات پر وہ دونوں ہنسنے لگے۔اتنے میں حلیمہ کی گود میں بیٹھے زاویار کو نجانے کیا" سوجھی کہ وہ اپنی ماں کی گود سے اترتا تاشفین کی جانب چلا گیا۔زاویار کو اپنی جانب آتا دیکھ کر نجانے کیوں تاشفین گھبرانے لگا۔ان دونوں کی یہ حرکتیں وہاں بیٹھے وہ سب بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔زاویار نے عین اس کے سامنے پہنچتے،ایک بھرپور نظر تاشفین کے چہرے پر ڈالی،جو بمشکل مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا،پھر اپنا ہاتھ اٹھاتے اس کی شرٹ کی پاکٹ میں موجود پین پکڑنے کی کوشش کرنے لگا مگر قد چھوٹا ہونے کے باعث وہ پین اس کی پہنچ سے دور تھا۔

گیواِٹ ٹومی"وہ اپنے باریک سی آواز میں بولا،اس کی آواز پر تاشفین نے اپنا پین اپنی پاکٹ سے نکالتے اسے پکڑا دیا،جسے لیتے زاویار مسکرایا،جس سے اس کے سرمئی" آنکھیں چمکیں۔تاشفین سے پین لیتے وہ اموجان کے ساتھ موجود خالی جگہ پر جا بیٹھا۔اسی اثنا میں اموجان کی گود میں موجود نورِ فجر رونے لگی۔

،لگتا ہے اسے بھوک لگی ہے" کچھ دیر اسے چپ کروانے کے بعد بھی جب وہ روتی رہی تو اموجان بولیں"

لائیں اسے مجھے دے دیں"حلیمہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے نورِ فجر کو پکڑنا چاہا کہ اچانک زاویار جو یہ سب دیکھنے میں مصروف تھا،اپنی جگہ چھوڑتا بھاگتا ہوا واپس حلیمہ کی گود" میں آ بیٹھا۔

زاوی بیٹا بہنا کو بھوک لگی ہے،شاباش میرے پاس آ جاؤ" صائم نے زاویار کو پچکارتے ہوئے ہٹانا چاہا مگر زاویار مزید پھیلتے ہوئے حلیمہ کی گود میں لیٹنے لگا۔جس پر حلیمہ ہنسنے" لگی۔

یہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا ہے جب سے فجر پیدا ہوئی ہے اس کے اندر پتہ نہیں کون سی حِس بیدار ہو گئی ہے کہ جب بھی حلیمہ فجر کو پکڑنے لگے اسے اپنے ساتھ مصروف کر لیتا" ہے" صائم وضاحت دینے لگا۔

زاویار بیٹا پاپا کی بات مانو،شاباش"اس بار حلیمہ نے زاویار کو اپنی گود سے ہٹانا چاہا جس پر زاویار نے حلیمہ کا ہاتھ اپنے ننھے ہاتھ سے جھٹکا مگر جب حلیمہ نے دوبارہ اسے اپنی" گود سے ہٹایا تو وہ غصے بھری نظر اس پر ڈالتا اس کی گود سے اترا اور اپنا فیڈر ٹیبل پر زور سے پھینکتے،دیوار کی جانب بڑھنے لگا اور وہاں کارپٹ پر بیٹھتے اس نے اپنے دونوں گھٹنوں کو سینے سے لگایا اور اپنا سر ان پر رکھ دیا۔وہ سب اس چھوٹے سے بچے کی کاروائیاں دیکھ رہے تھے۔

،ارے یہ زاویار کو کیا ہوا؟"امو جان متفکر لہجے میں بولیں"

کچھ نہیں امو جان یہ اس کی عادت ہے،ابھی کچھ دیر بعد دیکھیے گا پھر سے نارمل ہو جائے گا" صائم نے نورِ فجر کو حلیمہ کو پکڑاتے ہوئے کہا،اُس کی اِس بات پر امو جان" مسکرائیں جبکہ سبرینہ کے پاس کھڑا تاشفین بہت غور سے زاویار کو دیکھ رہا تھا جو ایک سائیڈ سے اپنا سر اوپر کیے ایک آنکھ سے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ اچانک اُس کی نگاہ تاشفین پر پڑی جو اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔تاشفین پر نگاہ پڑتے ہی زاویار نے اپنا سر پوری طرح اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا،اُس کی اِس حرکت پر تاشفین مسکرایا۔اُسے یہ چھوٹا بچہ بہت عجیب مگر اچھا لگا تھا۔

آج موسم کافی گرم تھا،آسمان پر بادل نہ ہونے کے برابر تھے،درختوں کے پتے ساکت تھے۔وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھی تھی۔اس نے سامنے پڑی فائلز میں سے ایک فائل اٹھائی،اس پر درج نام پر ایک نگاہ ڈالتے اس نے وہ فائل کھولی اور اس میں درج تفصیلات کا جائزہ لینے لگی۔اس نے ابھی فائل کا پہلا صفحہ ہی پلٹا تھا کہ اس کی سماعت سے دستک کی آواز ٹکرائی اس نے اپنا سر اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں دروازے پر کوئی شخص موجود تھا،یقیناً دستک دینے والا بھی وہی تھا۔سیاہ جینز کے ساتھ سیاہ شرٹ پہنے، بالوں کو ہمیشہ کی طرح پونی میں قید کیے،وہ شاہزین لاشاری تھا۔آبرو کی نظر خود پر پڑتی دیکھ کر وہ قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا اور عین آبرو کے سامنے رکھی کرسی پہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گیا جبکہ دوسری جانب آبرو یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس چہرے کو پہلے کہاں دیکھ چکی ہے!

شاہزین نے کرسی پر بیٹھتے اپنی پاکٹ سے سگریٹ اور لائیٹر نکالا،آبرو نے ایک ناگوار نظر اس پر ڈالی،وہ آبرو کے چہرے کو دیکھتا سگریٹ پینے لگا۔

!آپ کس سلسلے میں یہاں آئے ہیں؟آپ نے اپوائنٹمنٹ لی تھی؟"آبرو کا لہجہ سخت تھا کیونکہ اسے یاد آچکا تھا کہ وہ پہلے اس چہرے کو کہاں دیکھ چکی ہے"

،مجھے کہیں جانے کے لیے اپوائنٹمنٹ کی ضرورت نہیں!"وہ شانِ بے نیازی سے سگریٹ کا دھواں ہوا میں چھوڑتا بولا"

،تو پھر آپ کس سلسلے میں یہاں آئے ہیں؟"آبرو اُس کی آنکھوں میں دیکھتی سختی سے بولی"

سرفراز ملک کو تو یقیناً تم جانتی ہو!دوست ہے وہ میرا!"شاہزین یہ کہتا اپنے اور آبرو کے درمیان پڑے ٹیبل کی جانب جھکا۔"

،اس کے خلاف جو کیس تم لڑ رہی ہو اُسے واپس لے لو"اسکی بات پر آبرو طنزیہ انداز میں مسکرائی"

،اور میں ایسا کیوں کروں؟"اسکی اس بات پر شاہزین کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے"

urdunovelsblog

میں نے سنا ہے کہ اچھی وکیل ہو تم اور ابھی کیریئر شروع کیے بھی کچھ سال ہی ہوئے ہیں، تو خواہ مخواہ اس معاملے میں کیوں ٹانگ اڑا رہی ہو؟" اس بار شاہزین کا لہجہ سخت "

، تھا۔ آبرو نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ شاہزین نے ہاتھ اٹھاتے اسے بولنے سے روکا

، میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی" شاہزین یہ کہتا دوبارہ ٹیبل کی جانب جھکا"

جب تم سے بڑے وکیل اس کیس کو لینے کو تیار نہیں تو تم نے اس کیس کو لینے کی حامی کیوں بھری؟۔۔۔ بہتر یہی ہے کہ تم یہ کیس واپس لے لو ورنہ انجام اچھا نہیں "

، ہو گا" شاہزین نے اپنے ہاتھ میں موجود سگریٹ کو زمین پر پھینکتے اسے اپنے سیاہ جوتوں سے مسل ڈالا

تم ہوتے کون ہو مجھے بتانے والے کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں!" آبرو کے لہجے میں غصہ تھا، اس بار اس کی آواز قدرِ بلند تھی۔"

یہ تو تمہیں آنے والا وقت ہی بتائے گا! اس لیے ابھی بھی وقت ہے سوچ لو اور اس کیس کو واپس لے لو" وہ بولتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔"

، میں کسی صورت یہ کیس واپس نہیں لوں گی" آبرو بھی سخت اور اٹل لہجے میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی"

ٹھیک ہے! پھر نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی!" وہ اپنا جوتا دوبارہ اس سگریٹ کے ٹکڑے پر مارتا وہاں سے چلا گیا جبکہ پیچھے کھڑی آبرو پاس پڑی فائل، اٹھا کر زور سے ٹیبل پر "

مارتے واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

urdunovelsblog

صالحہ بیگم اِصباح کے ہمراہ اس وقت سٹور میں موجود تھیں۔ وہ دونوں سارا سامان خرید کر اب کاؤنٹر کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ اس وقت سٹور میں بہت رش تھا، ہر جانب لوگ اپنی ضروریات کا سامان خریدنے میں مصروف تھے۔

، امی آپ اِدھر ہی رکیے گا میں ابھی آتی ہوں" اِصباح صالحہ بیگم کو کاؤنٹر سے کچھ فاصلے پر پڑی ایک کرسی پر بٹھاتے، سامان اُن کے قریب رکھتی بولی"

جلدی آنا اِصباح پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے" صالحہ بیگم کرسی پر بیٹھتے بولیں، ان کی بات پر اصباح اثبات میں سر ہلاتے ایک جانب چلی گئی۔ صالحہ بیگم کو معلوم تھا کہ وہ اِس "

وقت کہاں گئی تھی، وہ ہر بار جب بھی سٹور آتی تو اپنے جمع کیے گئے پیسوں سے اپنے لیے پینٹنگ کا سامان خریدتی تھی۔ وہ بچپن سے ہی پینٹنگ کی شوقین تھی اور اللہ نے اسے ہنر بھی عطا کیا تھا۔

صالحہ بیگم اسی کرسی پر بیٹھی ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں کہ اچانک ان کی نظر سامنے سے گزرتی ایک عورت پر پڑی۔ صالحہ بیگم نے بہت غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا، وہ چہرہ انہیں شناسا محسوس ہوا، وہ اسے پہچاننے کی کوشش کرنے لگیں کہ اچانک اس کی کتھئی آنکھیں دیکھتے ان کے ذہن میں جھماکا ہوا اور ان کے لب بے ساختہ ہلے،

"سبرینہ" وہ مدھم آواز میں بولیں، ان کی آواز پاس سے گزرتی سبرینہ تک رسائی حاصل نہ کر سکی،

"سبرینہ" انہوں نے دوبارہ بلند آواز میں پکارا، اس بار اپنا نام سنتے سبرینہ نے ان کی جانب دیکھا، سبرینہ کو اپنی جانب دیکھتے صالحہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، سبرینہ کو صالحہ بیگم کو پہچاننے میں محض چند لمحے لگے، وہ آگے بڑھتے ان کے قریب آئی،

"صالحہ۔۔۔ صالحہ یہ تم ہو!" وہ ان کے قریب پہنچتی بولی،

"ہاں سبرینہ، یہ میں ہوں صالحہ!" صالحہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں اور سبرینہ کے گلے لگ گئیں۔ وہ دونوں آج ایک بہت لمبے عرصے بعد دوبارہ ملی تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئیں تو اُن دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"مجھے یقین نہیں آرہا سبرینہ کہ آج اتنے عرصے بعد ہم دوبارہ مل رہے ہیں" صالحہ بیگم نم آنکھیں لیے بولیں، ان کی اس بات پر سبرینہ کی آنکھوں میں بھی نمی در آئی۔

"تم کیسی ہو صالحہ؟" سبرینہ صالحہ بیگم کا جھریوں زدہ چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگی،

"میں ٹھیک ہوں سبرینہ، تم کیسی ہو؟" صالحہ بیگم نے یہ کہتے سبرینہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں صالحہ" سبرینہ مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی بولی، اس سے پہلے کہ دوبارہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات ہوتی اِصباح کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا،

"امی" وہ صالحہ بیگم اور سبرینہ کی جانب دیکھتی بولی، اس کی آواز پر صالحہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا، جو سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"یہ سبرینہ ہے اِصباح، میری بچپن کی دوست" صالحہ بیگم سبرینہ کی جانب دیکھتی بولیں، ان کی اس بات پر اصباح کے دماغ میں صالحہ بیگم کی کچھ دن پہلے کی گئی باتیں گونجیں، اس نے آگے بڑھتے سبرینہ سے سلام لیا،

"یہ میری بیٹی ہے اِصباح" صالحہ بیگم نے اس کا تعارف کروایا۔ کچھ دیر وہ مزید وہاں کھڑی باتیں کرتی رہیں۔

"میرے ساتھ چلو صالحہ، میں تم دونوں کو گھر چھوڑ دیتی ہوں" سبرینہ اِصباح کو پاس پڑا سامان اٹھاتے دیکھ کر بولی،

،نہیں آنٹی اس کی ضرورت نہیں، آپکو خواہ مخواہ زحمت ہو گی، ہم چلے جائیں گے" اصباح مسکراتے ہوئے بولی"

ارے کوئی بات نہیں بیٹا، ویسے بھی اس بہانے میں صالحہ کا گھر دیکھ لوں گی" سبرینہ نے مسکراتے ہوئے کہا، جس پر صالحہ بیگم کے اشارے پر اصباح خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر" بعد وہ تینوں گاڑی میں بیٹھتے صالحہ بیگم کے گھر کی جانب گامزن تھے۔ صالحہ بیگم نے گھر کے سامنے پہنچتے سبرینہ کو مخاطب کیا۔

،سبرینہ میرے ساتھ اندر چلو" صالحہ بیگم نے گاڑی سے اترتے کہا"

"نہیں صالحہ میں پھر کبھی۔۔۔"

سبرینہ میں انکار نہیں سنوں گی" وہ سبرینہ کی بات کاٹتے بولیں، جس پر سبرینہ نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا اور ڈرائیور کو اطلاع دیتے ان کے ساتھ اندر آ گئی۔ وہ صالحہ بیگم" کے ہمراہ لاؤنج میں پہنچی، جہاں اس کی ملاقات حرم سے ہوئی، جو ان کو سلام کرتے اصباح کے پیچھے کچن میں چلی گئی۔

آؤ سبرینہ بیٹھو" صالحہ بیگم سبرینہ کو کہتے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ رتبہ ہاتھ میں ٹرے اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوئی، جس میں جوس کے دو گلاس" موجود تھے۔ اس نے سبرینہ کو سلام کرتے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور واپس چلی گئی جبکہ لاؤنج میں بیٹھی سبرینہ اور صالحہ بیگم اپنے بچوں کا ذکر کرتے اپنے ماضی میں بیتے خوشگوار دنوں کو یاد کرنے لگیں۔

تم تو کراچی رہتی تھی سبرینہ پھر لاہور کیسے آنا ہوا؟" باتوں ہی باتوں میں صالحہ بیگم کے کیے جانے والے سوال پر سبرینہ کے چہرے کا رنگ بدلا مگر وہ اپنے آپ پر قابو پا گئی۔"

urdunovelsblog

تم سے ملاقات میرے مقدر میں لکھی تھی، اس لیے میں لاہور آ گئی" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور وہی کہانی جو وہ دنیا کو اپنے ماضی کے بارے میں سناتی تھی، صالحہ بیگم کی" گوش گزار کہہ گزاری۔ وہ ابھی انہی باتوں میں مصروف تھیں کہ باہر بیل کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔ کچھ دیر بعد حرم کے ہمراہ آبرو لاؤنج میں داخل ہوئی اور آگے بڑھتے صالحہ بیگم اور سبرینہ کو سلام کرتے انکے پاس بیٹھ گئی۔

،یہ میری بیٹی ہے آبرو" صالحہ بیگم آبرو کی جانب دیکھتی بولیں"

یہ صرف میری بیٹی ہی نہیں، میرا بیٹا بھی ہے! اپنے ابو کے جانے کے بعد اس نے بالکل بیٹوں کی طرح اس گھر کی ہر ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھائی ہے" صالحہ بیگم کی" بات پر آبرو مسکرائی جبکہ سبرینہ ستائشی نظروں سے آبرو کو دیکھنے لگی۔

تاشفین سیڑھیاں اترتا نیچے آیا اور لان کی جانب بھاگا کیونکہ اس وقت عموماً اموجان لان میں موجود ہوتی تھیں مگر آج لان خالی تھا۔ خالی لان دیکھتے اسے ایک دم کچھ یاد آیا جس پر اس نے اپنے قدم لاؤنج کی جانب بڑھا دیے جہاں اس وقت اموجان موجود تھیں۔ وہ اس وقت صوفے پر بیٹھی تھیں، ان کی گود میں وہ ننھی گڑیا موجود تھی جبکہ ان کی دائیں جانب پڑے صوفے پر حلیمہ بیٹھی تھی اور سامنے بچھے کارپٹ پر بہت ساری چھوٹی چھوٹی بائیکس اپنے ارد گرد پھیلائے زاویار کھیلنے میں مصروف تھا۔ تاشفین نے داخل ہوتے سلام لیا جس پر وہ سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آؤ تاشیفین ادھر آؤ" اموجان نے اسے دیکھتے مسکراتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا جس پر تاشفین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ان کے قریب چلا گیا۔

"یہاں بیٹھو" اموجان نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر وہ خاموشی سے ان کے ساتھ بیٹھ گیا ان کی یہ کاروائی کارپٹ پر بیٹھا زاویار بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ تاشفین نے ایک نظر زاویار کی جانب دیکھتے اپنے ہاتھ میں موجود کارڈز اموجان کی جانب بڑھائے۔ جنہیں اموجان نے آنکھوں میں الجھن لیے تھام لیا،

"یہ کیا ہے تاشفین؟" ان کے سوال پر تاشفین نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اس کی نظر پاس بیٹھی حلیمہ پر پڑی جو مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

تاشفین کنفیوز ہوتے خاموش ہو گیا اور کچھ آگے بڑھتے اموجان کے کان میں اپنی ساری کہانی کہہ دی کہ اس نے یہ کارڈز اپنے دو دوستوں کے لیے بنائے تھے جو کہ اس کے خیال میں اس کے ہم عمر تھے۔ لیکن در حقیقت تو اسکے دونوں دوست اس سے بہت چھوٹے تھے جو ابھی یہ کارڈز پڑھنے کے قابل نہ تھے۔ اس لیے یہ کارڈز اس نے امانت کے طور پر اموجان کے حوالے کر دیے تھے۔ اس کی بات پر اموجان ہنسنے لگیں اور ہنستے ہوئے ساری بات حلیمہ کو بتانے لگیں جس پر تاشفین نے بہت حیرت سے اموجان کو دیکھا۔ اس نے وہ ساری بات حلیمہ سے چھپانے کے لیے ہی تو ان کے کان میں کہی تھی مگر اموجان نے اس کا راز نہ رکھا۔ اموجان کی بات سنتے حلیمہ ہنسنے لگی،

"تھینک یو لٹل بوائے" حلیمہ نے آگے بڑھتے تاشفین کے گال کھینچے، جس پر تاشفین کے گال بے اختیار گلابی ہوئے۔ وہ بہت کنفیوز ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ جاتا اموجان نے اسے مخاطب کیا،

"تاشفین اپنی چھوٹی بہن کو نہیں پکڑو گے" وہ نورِ فجر کی جانب دیکھتے بولنے لگیں، ان کی بات پر تاشفین نے نورِ فجر کی جانب دیکھا، جو اپنی آنکھیں کھولے تاشفین کو ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی نیلی آنکھیں بہت معصوم اور شفاف تھیں۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے نورِ فجر کو پکڑنا چاہا کہ دو سرمئی آنکھیں جو تب سے یہ سارے مناظر اپنی آنکھوں میں قید کر رہی تھیں اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھتے اس جانب آئیں،

"لیو ہر، شی اِز مائی سسٹر" زاویار کی آواز پر وہ سب اس کی جانب متوجہ ہوئے جو اپنی آنکھوں میں غصہ اور ماتھے پر بل ڈالے تاشفین کی جانب دیکھ رہا تھا۔اس کی اس حرکت پر امو جان اور حلیمہ دونوں ہنسنے لگے۔ جبکہ تاشفین کی کنفیوژن میں اور اضافہ ہو چکا تھا۔ حلیمہ نے ایک نظر تاشفین کے چہرے پر ڈالتے، زاویار کو اپنی جانب بلایا جس پر زاویار نے اپنی ماں کی جانب دیکھا مگر اپنی جگہ پر کھڑا تاشفین کو گھورتا رہا۔

"زاویار کم ہیئر" حلیمہ کے دوبارہ بلانے پر وہ قدم اٹھاتا حلیمہ کے پاس گیا اور اس کی گود میں جا بیٹھا۔کچھ دیر حلیمہ اسے پیار سے کچھ سمجھاتی رہی جس کا زاویار پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ غصے سے حلیمہ کی گود سے اٹھتا واپس اپنی بائیکس کے ساتھ جا بیٹھا مگر جاتے ہوئے ایک غصیلی نظر تاشفین پر ڈالنا نہ بھولا۔کچھ دیر تاشفین یونہی نور فجر کو اپنی گود میں لیے بیٹھا رہا کہ اچانک نور فجر رونے لگی جس پر سب سے پہلے زاویار اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"لاؤ تاشفین اسے مجھے دے دو،اِس سے پہلے کہ اِس کا ڈان بھائی دوبارہ یہاں آ جائے" امو جان نے زاویار کو دیکھتے ہوئے تاشفین کو مخاطب کیا، جس پر تاشفین نے نورِ فجر کو امو جان کی گود میں ڈال دیا۔اچانک ذہن میں ایک خیال نمودار ہونے پر وہ بھاگتا ہوا اپنے پورشن میں گیا۔اس کی یہ کاروائی لاؤنج میں موجود امو جان اور حلیمہ سمیت زاویار نے بھی دیکھی، کچھ دیر بعد وہ دوبارہ لاؤنج میں داخل ہوا،اس بار اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی سیاہ رنگ کی بائیک تھی۔ وہ قدم اٹھاتا زاویار کے قریب آیا اور کارپٹ پر بیٹھ گیا۔تاشفین کو اپنے قریب آتا دیکھ کر زاویار نے وہ تمام بائیکس اپنے مزید قریب کر لیں، جیسے اسے ڈر ہو کہ تاشفین اس کی بہن کی طرح یہ بائکس بھی اٹھا لے گا۔اس کی اس حرکت پر تاشفین مسکرایا اور اپنا ہاتھ جس میں وہ بائیک موجود تھی، زاویار کی جانب بڑھایا۔تاشفین کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی بائیک دیکھتے، زاویار نے فوراً اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے وہ بائیک اٹھا لی اور آنکھوں میں چمک لیے وہ بائیک کو دیکھنے لگا۔ تاشفین نے اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلتے دیکھے۔زاویار نے بائیک سے نظریں ہٹاتے مسکراتے ہوئے تاشفین کی جانب دیکھا اور اپنی باقی بائیکس اپنے اور تاشفین کے درمیان رکھ دیں،اس کی اس حرکت پر تاشفین مسکرایا۔

"لو نورِ فجر تمہارے دونوں بھائیوں کی دوستی ہو گئی" امو جان جو تب سے ان دونوں کی حرکتیں دیکھ رہی تھیں، نور فجر کی جانب دیکھتے مسکراتے ہوئے بولیں،ان کی اس بات پر پاس بیٹھی حلیمہ بھی مسکرائی۔

"کافی سمجھدار بچہ ہے ماشااللہ" حلیمہ کی بات پر امو جان تاشفین کی جانب دیکھتی مسکرائیں، جو اب زاویار کے ساتھ کھیلنے لگا تھا۔

وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی اپنے ناخنوں پر نیل پالش لگانے میں مصروف تھی۔ وہ اپنے بائیں ہاتھ کی تمام انگلیوں کے ناخنوں پر ہلکے گلابی رنگ کی نیل پالش لگا چکی تھی،اب باری دائیں ہاتھ کی تھی۔اتنے میں لاؤنج میں زاویار داخل ہوا، وہ اس وقت سرمئی ٹراؤزر اور سیاہ شرٹ میں موجود تھا۔

"نوراموجان کہاں ہیں؟"زاویار نے نور کے قریب آتے سوال کیا، جس پر نور نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھاتے زاویار کی جانب دیکھا،

"وہ سٹور تک گئی ہیں"اسے جواب دیتے وہ دوبارہ اپنے ہاتھ کے ناخنوں پر نیل پالش لگانے لگی،

" توپھر تم مجھے ایک کپ چائے بنادو"زاویار کی بات پر نور نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا،

"تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں ابھی مصروف ہوں۔۔۔فارغ ہو کر بنادوں گی"

"مگر مجھے تو چائے ابھی پینی ہے"زاویار صوفے پر بیٹھتا بولا،

"توپھر خود بنالو"نور دوبدو جواب دیتے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی کہ اس کی نگاہ سامنے بیٹھے زاویار پر پڑی، جو بہت غور سے اس کو نیل پالش لگاتے دیکھ رہا تھا۔نور نے سوالیہ نگاہوں سے اس کے جانب دیکھا،

"ایک بات پوچھوں نور؟"زاویار کے بولنے پر نور نے نیل پالش کو بند کرتے سائیڈ پر رکھ دیا اور اس کی جانب دیکھتے بولی،

"ہاں بولو"

"تمہیں کبھی بہن کی کمی محسوس نہیں ہوتی؟"اس کی بات سنتے نور کے ماتھے پر چند بل نمودار ہوئے،

"یہ کیسا فضول سوال ہے زاوی! "

"سوال بالکل بھی فضول نہیں ہے، ذرا غور تو کرو"وہ رکا پھر بولنے لگا،

"تم گھر میں اکیلی ہوتی ہو، تمہیں کسی لڑکی کی کمی محسوس نہیں ہوتی؟"وہ اشاروں کنایوں میں کیا بات کرنا چاہ رہا تھا، نور سمجھ چکی تھی۔

"ہاں ہوتی ہے نہ! میں نے کئی بار اموجان سے بھی کہا ہے کہ اب آپ بھائی کی شادی کر دیں، بھابھی آجائیں گی تو میری کمی بھی دور ہو جائے گی"وہ مسکراتے ہوئے بولی،

"صرف بھائی کی کیوں؟ میں تمہیں نظر نہیں آتا!"زاویار کی بات پر نور نے اسے گھوری سے نوازا،

"تمہاری کیوں؟ پہلے بھائی کی شادی ہو گی پھر تمہاری باری آئے گی"نور نے یہ کہتے اپنا رخ زاویار کی جانب کیا،

"جو تمہارے بھائی صاحب کے ارادے ہیں نہ، اس صورت میں تو میں کنوارا ہی مر جاؤں گا"زاویار منہ بناتا بولا،

urdunovelsblog

چاہے جو بھی ہو مگر بھائی کی شادی سے پہلے تمہاری شادی ممکن نہیں" نور دونوں ٹانگیں اوپر کرتی صوفے پر بیٹھ گئی۔"

تمہارا بھائی کنوارا مر جائے گا اور تمہیں کوئی پرواہ نہیں" زاویار لہجے میں مصنوعی خفگی سجائے بولا، اس سے پہلے کہ نور کوئی جواب دیتی، اموجان لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ ان" ، کے سلام کرنے پر ان دونوں نے جواب دیا

، آئیں اموجان بیٹھیں" نور نے صوفے کی جانب اشارہ کیا، اموجان کا خوشی سے چمکتا چہرہ دیکھتے اُن دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور پھر زاویار بولنے لگا"

اموجان خیریت ہے؟ آج آپ بہت خوش نظر آ رہی ہیں، کہیں اپنے بیٹے کا رشتہ تو طے نہیں کر آئیں" زاویار کی بات پر اموجان نے اس کی جانب دیکھا جبکہ نور زاویار کو" گھور کر رہ گئی۔

ارے نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں دراصل آج سٹور میں مجھے میری بچپن کی دوست ملی، ایک لمبے عرصے بعد آج ہماری ملاقات ہوئی اور میں ابھی اُسی کے گھر سے" ، آ رہی ہوں" اموجان مسکراتے ہوئے بولیں

ارے واہ! مطلب میلے کی بجائے ایک سٹور میں دو بچپن کی بچھڑی سہیلیاں دوبارہ مل گئیں" زاویار کے کہنے پر اموجان ہنسنے لگیں اور آج کی کہانی ان دونوں سنانے لگیں۔"

urdunovelsblog

دوپہر کے دو بج چکے تھے، صدیقی ہاؤس کے عین اوپر سورج اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ صائمہ تائی اس وقت کچن میں موجود ملازمہ کو ہدایات دے رہے تھیں۔ بریانی کی خوشبو نے ماحول کو مہکا رکھا تھا۔ صائمہ تائی کچن سے نکلتے سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئیں اور وشمہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں اور دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئیں۔ اندر مکمل اندھیرا تھا، وہ لائٹ آن کرتے وشمہ کے بستر کی جانب بڑھیں، جو اس وقت خوابِ خرگوش کی نیند لے رہی تھی۔

وشمہ اٹھ جاؤ" وہ اس کے قریب جاتے اسے اٹھانے لگیں، ان کی آواز کا وشمہ پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ ہنوز سوتی رہی۔"

اٹھ جاؤ وشمہ، دوپہر کے دو بج چکے ہیں اور تمہاری نیند ہے کہ پوری ہی نہیں ہو رہی" وہ وشمہ کے اوپر موجود کمبل ہٹاتے بولیں، مگر وشمہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ صائمہ تائی" نے تنگ آ کر اے۔سی کا ریموٹ اٹھاتے اے۔سی بند کر دیا اور ایک نظر وشمہ پر ڈالتے کمرے سے باہر آ گئیں۔ سیڑھیاں اترتے وہ لاؤنج کی جانب بڑھ گئیں۔ جہاں جلال تایا بیٹھے فون پر کسی سے محو گفتگو تھے۔

آپ فکرمت کریں کام ہوتے ہی میں آپ کو اطلاع دوں گا" وہ لاؤنج میں داخل ہوئیں کہ ان کی سماعت سے جلال تایا کی آواز ٹکرائی، وہ آگے بڑھتے ان کے ساتھ رکھے " صوفے پر بیٹھ گئیں۔

جی، جی ضرور، خداحافظ " یہ کہتے جلال تایا نے فون کاٹ دیا۔"

، کس کا فون تھا جلال ؟" صائمہ تائی نے جلال تایا کی جانب دیکھتے پوچھا، اس سے پہلے کہ جلال تایا کوئی جواب دیتے ان دونوں کی نظر لاؤنج کی جانب آتے اشعر پر پڑی "

السلام علیکم "ان دونوں کے قریب آتے اس نے سلام کیا اور صائمہ تائی کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گیا۔"

، وعلیکم السلام، اشعر خیریت آج تم اتنی جلدی گھر آ گئے ؟" جلال تایا اسے اس وقت گھر دیکھ کر استفسار کرنے لگے "

جی ابو بس طبیعت کچھ خراب تھی "اس کی آواز بوجھل تھی۔"

، کیا ہوا؟"اس بار صائمہ تائی متفکر ہوتے پوچھنے لگیں "

، کچھ نہیں امی بس ہلکا سا بخار ہے "وہ صائمہ تائی کی جانب دیکھتے جواب دینے لگا"

"ڈاکٹر کو دکھایا؟"

اس کی ضرورت نہیں ہے امی، بس کچھ دیر آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا" وہ ان کو تسلی دیتا بولا، کچھ دیر ان تینوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔"

، ابو مجھے آپ دونوں سے ضروری بات کرنی ہے "اشعر کی آواز پر وہ دونوں اس کی جانب دیکھنے لگے "

، کیسی بات ؟" جلال تایا نے اشعر کی جانب دیکھتے پوچھا، جبکہ پاس بیٹھی صائمہ تائی بوتل سے پانی گلاس میں انڈیل رہی تھیں "

یہ لو بیٹا پہلے پانی پی لو، پھر بات کر لینا" انہوں نے گلاس اس کی جانب بڑھایا اور دوسرے گلاس میں اپنے لیے پانی انڈیلنے لگیں۔ اشعر نے آگے بڑھتے وہ گلاس پکڑا اور " ہونٹوں سے لگاتے پانی کا ایک گھونٹ پیا اور پھر جلال تایا کی جانب دیکھتے بولنے لگا، جو اسی کی جانب دیکھ رہے تھے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ صالحہ چچی سے میری اور آبرو کی رخصتی کی بات کریں "اشعر کی بات پر صائمہ تائی جو پانی پی رہی تھیں، کھانسنے لگیں۔ جلال تایا اور اشعر ان کی جانب " ، متوجہ ہوئے

کیا کہا تم نے ؟"صائمہ تائی کی آواز میں حیرانی اور غصہ دونوں شامل تھے۔"

یہی کی امی اب آپ میری اور آبرو کی شادی کی تیاریاں کریں" اشعر کو معلوم تھا کہ صائمہ تائی اُس کی بات کی مخالفت کریں گی اسی لیے اُس نے یہ بات جلال تایا کے سامنے" کی تھی تاکہ وہ انہیں سنبھال سکیں۔

"!تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا اشعر"

،کیوں امی؟ میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے؟"صائمہ تائی کی بات پر اشعر بھی سختی سے بولا"

،میں تمہیں کہہ رہی ہوں کہ تم اُس لڑکی کو طلاق دے دو اور تم اُس سے رخصتی کا ارادہ کیے بیٹھے ہو"صائمہ تائی کی اس بات پر جلال تایا نے ایک غصیلی نظر ان پر ڈالی"

خاموش ہو جاؤ صائمہ"ان کی آواز میں تنبیہ تھی۔"

"آپ ہر بار مجھے چپ نہیں کروا سکتے جلال پہلے تو میں۔۔

،بس صائمہ ایک لفظ اور نہیں!"جلال تایا کی بلند آواز پر صائمہ تائی خاموش ہو گئیں اور جلال تایا اشعر کی جانب دیکھتے بولنے لگے"

،ٹھیک ہے اشعر، میں صالحہ سے بات کروں گا مگر میری ایک شرط ہے"جلال تایا کی بات پر اشعر کی آنکھوں میں الجھن ابھری"

"کیسی شرط؟"

یہی کہ شادی کے بعد آبرو اپنی جاب چھوڑ دے گی"جلال تایا کی بات پر اشعر نے بولنے کے لیے لب کھولے مگر نجانے اُس کے دماغ میں ایسا کیا خیال آیا کہ وہ بولتے بولتے" خاموش ہو گیا۔

،تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"جلال تایا اشعر کی جانب دیکھتے بولے"

نہیں ابو مجھے کوئی اعتراض نہیں، آپ بس جلد از جلد صالحہ چچی سے رخصتی کی بات کریں"یہ بات اشعر نے صائمہ تائی کی جانب دیکھتے کہی جو اِس وقت آنکھوں میں طیش" لیے بیٹھی تھیں۔اشعر یہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔اس کے جانے پر جلال تایا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے قدم اپنے کمرے کی ،جانب بڑھائے ہی تھے کہ ان کی سماعت سے صائمہ تائی کی آواز ٹکرائی

جلال پہلے تو میں نے آپ کی بات مان لی تھی مگر اس بار میں آپ کی بات ہر گز نہیں مانوں گی" وہ شدید غصے سے بولیں۔ جلال تایا ان کی بات کو نظر انداز کرتے اپنے کمرے "
،کی جانب چلے گئے جبکہ صائمہ تائی غصے سے تلملا رہی تھیں۔ اتنے میں عماد لاؤنج میں داخل ہوا

،امی مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے" وہ صائمہ تائی کے غصے بھرے چہرے کو نظر انداز کرتا بولنے لگا، جس پر صائمہ تائی نے ایک غصیلی نظر اس پر ڈالی"

،کوئی فضول بات مت کرنا عماد، میں پہلے ہی بہت غصے میں ہوں" وہ عماد کی جانب دیکھتے بولیں، ان کی بات پر عماد ایک لمحے کو رکا مگر پھر بولنے لگا"

امی آپ صالحہ چچی سے میرے اور اِصباح کے رشتے کی بات کریں" وہ ایک ہی سانس میں پوری بات کہہ گیا مگر اس کی بات سنتے صائمہ تائی کا غصہ سوا نیزے پر جا پہنچا۔"

تم دونوں بھائیوں کے دماغ خراب ہو چکے ہیں، تم دونوں کو اُن لڑکیوں کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا، دنیا کی ساری لڑکیاں مر گئی ہیں کیا؟" صائمہ تائی یکدم کھڑے ہوتے "
چلانے لگیں۔

نجانے کون سا جادو کیا ہے اُن جادوگرنیوں نے کہ تم لوگوں کو اُن کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا" وہ غصے سے چلا رہی تھیں۔"

،امی، امی.." عماد انہیں پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا"

مگر ایک بات تم دونوں یاد رکھنا، جب تک میں زندہ ہوں میں اُن لڑکیوں کو اِس گھر میں ہر گز برداشت نہیں کروں گی" وہ دوبارہ غصے سے چلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں"
جبکہ پیچھے بیٹھا عماد انکے اس شدید ردِ عمل پر حیران تھا۔

urdunovelsblog

دوپہر کے 12 بج رہے تھے، سورج سوا نیزے پر تھا، دن بہ دن گرمی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت آئینے کے سامنے کھڑا تیاری میں مصروف تھا۔ تیاری مکمل ہوتے اس نے ایک نگاہ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر ڈالی۔ سیاہ پینٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پہنے، وہ ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی گاڑی کی چابی اٹھائی اور کمرے سے باہر نکلتا سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیڑھیاں اترتے وہ نیچے آیا، وہ امو جان کی تلاش میں تھا کہ اس کی سماعت سے نورِ فجر کی آواز ٹکرائی جو اس کے پیچھے کھڑی تھی۔

،بھائی آپ کہاں جا رہے ہیں؟" وہ اس کو تیار دیکھ کر پوچھنے لگی، تاشفین نے پلٹتے اس کی جانب دیکھا"

،ہاسپٹل سے کال آئی ہے، میں وہیں جا رہا ہوں" وہ مصروف انداز میں بولا، اس سے پہلے کہ نور کچھ بولتی تاشفین بول پڑا"

نوریہ کل سے تم سب کن تیاریوں میں مصروف ہو؟ کیا گھر پر کوئی آرہا ہے؟"اس کے سوال پر اس سے پہلے کہ نور کوئی جواب دیتی، زاویار کی آواز اس کی سماعت سے" ٹکرائی، جو اپنے کمرے سے نکلتا یقیناً تاشفین کا سوال سن چکا تھا۔

،واہ ڈاکٹر صاحب واہ! سارے ہسپتال کے معاملات کا علم رکھنے والے ڈاکٹر صاحب گھر کے معاملات سے لاعلم ہیں" وہ مزے سے بولتا ان دونوں کے پاس آ کھڑا ہوا"

،کیا مطلب واقعی کوئی آرہا ہے؟"اس کے دوبارہ سوال کرنے پر زاویار مسکرایا"

،بتاؤ نور کہ کون آرہا ہے بلکہ تم چھوڑو میں بتاتا ہوں" وہ نور کو کہتا خود ہی بولنے لگا"

کچھ دنوں پہلے اموجان کی ملاقات سٹور میں اپنی بچپن کی بچھڑی سہیلی سے ہوئی تھی اور آج وہ بمع اہل و عیال ہمارے گھر دعوت پر مدعو ہیں" وہ یہ کہتا تاشفین کی جانب" ،دیکھنے لگا

،مگر مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں"تاشفین کے سوال پر زاویار دوبارہ بولا"

"ڈاکٹر صاحب گھر رہا کریں نہ، گھر رہیں گے تبھی تو گھر کے معاملات کا علم ہوگا"

urdunovelsblog

بھائی تمہاری طرح فارغ نہیں ہیں، انہیں بہت کام ہوتے ہیں" نور کی بات پر زاویار نے اس کی جانب دیکھتے آنکھیں گھمائیں کہ اچانک دوبارہ کچھ یاد آنے پر وہ تاشفین کی" ،جانب پلٹا

،اور ہاں ڈاکٹر صاحب! خیر منائیں اپنی"اس کی اِس بات پر نور اور تاشفین دونوں اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے"

اموجان کی دوست کی پانچ بیٹیاں ہیں، اس بار تو آپ کا شادی سے انکار وہ بالکل نہیں سننے والیں" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا، اس کی اس بات پر تاشفین نے اسے گھوری سے" ،نوازا جبکہ نور تاشفین کو مخاطب کرتی بولی

،بھائی اسے خوشی اس بات کی ہے کہ آپ کی شادی کے بعد اس کا نمبر آجائے گا"نور کی بات پر تاشفین مسکرایا"

اچھا نور تم اموجان کو بتادینا کہ میں ہاسپٹل جارہا ہوں، اللہ حافظ" وہ یہ کہہ کر قدم اٹھاتا باہر نکل گیا جبکہ پیچھے نور اب ماتھے پر بل ڈالے زاویار سے کچھ کہنے میں مصروف" تھی۔

-:ماضی

آج کا دن بہت پُر حدت تھا۔ درختوں کے پتے ساکت تھے، چرند پرند بھی اپنے اپنے گھونسلوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ چونکہ آج اتوار کا دن تھا اس لیے سبرینہ گھر پر ہی تھی۔ اس نے بیڈ پر پھیلے تمام کپڑے تہہ کرتے الماری میں رکھے اور ایک نظر گھڑی کی جانب دیکھا جہاں اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے۔

یہ لڑکا بھی نہ!"اس نے نفی میں سر ہلاتے بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ نیچے پہنچتے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی جہاں تاشفین زاویار کے ساتھ بیٹھا" بلاکس سے کھیل رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر ہی بے بی کارٹ میں نورِ فجر سوئی ہوئی تھی۔ انہیں آج یہاں آئے پورے دو ماہ ہو چکے تھے۔ تاشفین کی زاویار سے اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی۔ وہ اسکول سے آکر اپنا سارا وقت زاویار کے ساتھ نیچے گزارتا، اگر کبھی تاشفین کو آنے میں دیر ہو جاتی تو زاویار جو اُسے "تاشی" کہتا تھا، اونچی آواز میں اُس کا نام پکارتا اوپر آجاتا۔ دوسری جانب نورِ فجر بھی تاشفین کو دیکھتی مسکرانے لگتی۔ سبرینہ آگے بڑھتی اُن کے قریب آئی کہ اس کی نظر بے بی کارٹ میں لیٹی نور پر پڑی جو رونے کی ،تیاری میں مصروف تھی۔ اس نے آگے بڑھتے فجر کو اپنی گود میں اٹھالیا کہ اس کی سماعت سے اموجان کی آواز ٹکرائی

نور جاگ گئی؟"اس نے پلٹ کر ان کی جانب دیکھا، جو اسی جانب آرہی تھیں۔"

جی بس ابھی جاگی ہے، آپ ہاسپٹل سے کب آئیں؟"سبرینہ نے ان کی جانب دیکھتے سوال کیا، جو صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔"

،ابھی کچھ دیر پہلے ہی آئی ہوں"ان کی آواز بوجھل تھی"

،اموجان آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"سبرینہ متفکر ہوئی"

"ہاں طبیعت تو ٹھیک ہے مگر نجانے کیوں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے"

،اموجان گرمی کی وجہ سے ہو سکتا ہے، آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے کچھ ٹھنڈا بنا کر لاتی ہوں"سبرینہ یہ بولتے اٹھنے ہی لگی تھی کہ اموجان بول پڑیں"

نہیں سبرینہ تم رہنے دو، میں رضیہ سے بول دیتی ہوں، تم نور کو سنبھال لو"اموجان نے یہ کہتے سبرینہ کی گود میں موجود نور کی جانب دیکھا۔ ان کی بات پر سبرینہ اثبات" میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھ گئی۔

،حلیمہ نہیں آئی؟"سبرینہ کے سوال پر اموجان نے اس کی جانب دیکھا"

نہیں وہ صائم کے ساتھ آئے گی" اموجان نے ایک نظر کھیل میں مصروف زاویار اور تاشفین کو دیکھا کہ ان کی سماعت سے موبائل کی آواز ٹکرائی، انہوں نے ہاتھ آگے بڑھاتے ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور کال اٹینڈ کی۔ ان کے کچھ بولنے سے پہلے دوسری جانب سے آواز آنے لگی۔

جی میں ڈاکٹر عافیہ بات کر رہی ہوں" وہ دوسری جانب سے پوچھے جانے والے سوال کے جواب میں بولیں، ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ دوسری جانب سے نجانے ایسی کیا بات کہی گئی کہ موبائل ڈاکٹر عافیہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر صوفے پر جا گرا۔ ان کا چہرہ ساکت ہو چکا تھا۔

اموجان، اموجان۔۔۔ کیا ہوا؟" سبرینہ گھبرا کر اٹھتی نور کو واپس بے بی کورٹ میں ڈالتے، اموجان کی جانب بڑھی مگر اموجان ساکت نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھیں" ، جہاں صائم کی تصویر لگی تھی۔ سبرینہ نے تیزی سے صوفے پر پڑا موبائل اٹھایا

ہیلو، ہیلو۔۔۔" وہ فون کو کان سے لگائے تیزی سے بولی، دوسری جانب سے ایک بار پھر وہی الفاظ دہرائے گئے جو سبرینہ کی روح کھینچنے کے لیے کافی تھے۔"

کون۔۔۔ کون۔۔۔ سے ہاسپٹل میں؟" سبرینہ نے خود کو یہ الفاظ ادا کرتے سنا۔"

urdunovelsblog

اس وقت رات کے آٹھ بج چکے تھے، آسمان پر چاند چند ستاروں کے ہمراہ زمین کو مدھم روشنی فراہم کرنے میں مصروف تھا۔ وہ سب اس وقت لاؤنج میں موجود تھے۔ انہیں یہاں پہنچے ابھی محض 15 منٹ گزرے تھے۔ اس دن سبرینہ کے بہت اصرار پر صالحہ بیگم آج اپنے بیٹیوں کے ہمراہ ان کے گھر موجود تھیں۔ سامنے بڑے صوفے پر سبرینہ، صالحہ اور اصباح بیٹھی تھیں جبکہ اس کے ساتھ رکھے دوسرے صوفے پر حرم، آبرو اور رتبہ موجود تھیں۔ اسی اثنا میں نور فجر ملازمہ کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوئی اور ملازمہ ان سب کو جوس سرو کرنے لگی۔ وہ سب ابھی باتوں میں ہی مصروف تھے کے باہر بائیک کے ہارن کی آواز پر سب اس جانب متوجہ ہوئے، کچھ لمحوں بعد سیاہ جینز کے ساتھ آف وائٹ رنگ کی شرٹ پہنے، ایک ہاتھ میں ہیلمٹ تھامے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹتا زاویار اندر داخل ہوا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے اس نے ایک نظر سب پر ڈالی مگر اس کی نظر سامنے سفید رنگ کی لانگ فراک میں موجود رتبہ پر جا ٹھہری جبکہ دوسری جانب رتبہ جو جوس پی رہی تھی، زاویار پر نظر پڑتے ہی وہ کھانسنے لگی۔ اس کی اس حرکت پر زاویار اپنی مسکراہٹ چھپاتا، آگے بڑھ گیا اور سب سے سلام لیتے نور فجر کے ساتھ دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

، یہ میرا چھوٹا بیٹا زاویار ہے" سبرینہ مسکراتے ہوئے بولی"

، آبرو بیٹا یہ بھی وکیل ہے" سبرینہ نے آبرو کو مخاطب کیا، جس پر آبرو زاویار کی جانب دیکھتی بولنے لگی"

، میں اسے جانتی ہوں آنٹی، یہ میرا جونیئر ہے" آبرو کی بات پر سبرینہ نے حیران ہوتے زاویار کی جانب دیکھا"

جی امو جان، میڈم صحیح کہہ رہی ہیں، مجھے معلوم نہیں تھا کہ اِن کی امی ہی آپ کی دوست ہیں" وہ سبرینہ کو مخاطب کرتا بولا جبکہ وہاں بیٹھی رُتبہ حیران ہوتے ان لوگوں کی" باتیں سن رہی تھی، یعنی آبروزاویار کو پہلے سے جانتی تھی۔ وہ نور فجر کے ساتھ بیٹھے زاویار کو دیکھنے لگی، خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے زاویار نے فورا رتبہ کی ، جانب دیکھا، جو فورا نظریں پھیرتے دوسری جانب دیکھنے لگی۔ زاویار کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ کچھ دیر مزید باتیں کرنے کے بعد سبرینہ نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا

آؤ صالحہ میں تم سب کو اپنا گھر دکھاؤں" سبرینہ کی بات پر وہ سب ان کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آبرو اور اصباح صالحہ بیگم کے ہمراہ ان کے پیچھے چلنے لگیں جبکہ حرم اور" ، رتبہ نور فجر کے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ حرم نور فجر کے قریب جا کر اس سے کچھ کہنے لگی، جس پر نور فجر نے رتبہ کو مخاطب کیا

رتبہ بس دو منٹ رکو، میں اور حرم ابھی آتے ہیں" وہ حرم کو لیے ایک جانب چل پڑی۔ پیچھے اب لاؤنج میں صرف زاویار اور رتبہ موجود تھے۔"

،اب بتائیے محترمہ کہ کون کس کا پیچھا کرتے کرتے اُس سے ملنے اس کے گھر تک آپہنچا ہے !" زاویار کی بات پر رتبہ نے اس کی جانب دیکھا"

،مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم آنٹی کے بیٹے ہوگے اور ویسے بھی میں آنٹی سے ملنے اُن کے گھر آئی ہوں نہ کہ تم سے ملنے" رتبہ کہ جواب پر وہ مسکرایا"

" !یعنی اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ میرا گھر ہے تو آپ یہاں نہ آتیں"

،ہاں بالکل نہیں آتی" رتبہ کے جواب پر وہ کچھ قدم آگے بڑھاتا اس کے قریب آیا"

لگتا ہے آپ نے ابھی تک اپنا چیک اپ نہیں کروایا!" اسکی بات پر رُتبہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آئی۔"

urdunovelsblog

،مجھے چیک اپ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ تمہیں علاج کی کافی ضرورت ہے، کہو تو میں علاج کر دوں" وہ مسکراتے ہوئے بولی"

،اوہ تو آپ ڈاکٹر ہیں !" وہ متاثر ہوا"

کس چیز کی ڈاکٹر ہیں آپ ؟ دل کی یا دماغ کی ؟" سوال فوری تھا۔"

جانوروں کی ڈاکٹر ہوں تبھی تو تمہیں علاج کی آفر کی ہے" رتبہ کی بات پر زاویار کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ ایک دم غائب ہوئی اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ کچھ بولتا اسے" پیچھے کھڑی نور فجر کی ہنسنے کی آواز سنائی دے، اس نے فورا پلٹ کر پیچھے دیکھا جہاں نور فجر اور حرم کھڑی تھیں، یقیناوہ ان کے درمیان ہونے والی کچھ باتیں تو سن چکی تھیں۔

،چلیں رتبہ "نور فجر نے ہنستے ہوئے رتبہ کو مخاطب کیا"

ہاں چلو" رتبہ مسکراتے ہوئے بولی جبکہ پیچھے کھڑا زاویار بمشکل مسکراتے ہوئے دیوار پر لگی پینٹنگ دیکھنے لگا۔"

سبرینہ ان سب کو اوپر والے پورشن میں لے آئی کہ صالحہ بیگم کی نظر سامنے دیوار پر لگی تصویر کی جانب اٹھی۔ جس تصویر میں سبرینہ اپنے تینوں بچوں کے ہمراہ موجود تھی۔

،یہ۔۔یہ کون ہے" صالحہ بیگم اس تصویر کے سامنے رکتے بولیں، سبرینہ نے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا"

،یہ میرا بڑا بیٹا ہے تاشفین" سبرینہ مسکراتے ہوئے بولی"

،یہ تمہارا بیٹا ہے؟" صالحہ بیگم حیرانی سے ان کے جانب دیکھتے پوچھنے لگیں"

،ہاں، ہاں یہ میرا بیٹا ہے، کیوں کیا ہوا؟" وہ صالحہ بیگم کے چہرے پر چھائی حیرانگی دیکھتے پوچھنے لگیں"

،یہ ڈاکٹر ہے نہ!" صالحہ بیگم نے دوبارہ سوال کیا"

ہاں یہ ڈاکٹر ہے مگر تمہیں کیسے معلوم؟" اب حیران ہونے کی باری سبرینہ کی تھی۔"

یہ امی کے ڈاکٹر ہیں آنٹی، پچھلے تین ماہ سے امی کا علاج انہیں کے پاس ہو رہا ہے" اس بار بولنے والی آبرو تھی۔"

لگتا ہے اس گھر کے تمام افراد ایک دوسرے کو پہلے سے ہی بہت اچھی طرح جانتے ہیں" زاویار کی بات پر سب کے چہروں پر مسکراہٹ در آئی جبکہ زاویار یہ بات کہتے رُتبہ" کی جانب دیکھنے لگا، جو اس کو یوں نظر انداز کر رہی تھی جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ ہو۔ زاویار کتنا ڈھیٹ ہے اس بات کا اندازہ آج رُتبہ کو بخوبی ہو گیا تھا۔

-:ماضی

سبرینہ اور ڈاکٹر عافیہ اس وقت ہاسپٹل کے کوریڈور میں بیٹھی تھیں۔ سبرینہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا جبکہ ڈاکٹر عافیہ کا چہرہ سنجیدہ اور ویران تھا۔ وہ سکتے کے عالم میں تھیں۔ صائم اور حلیمہ کی گاڑی کا ٹرک کے ساتھ بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر ان دونوں کو ایک خبر سنا کر جا چکے تھے، جو ڈاکٹر عافیہ کے لیے موت کی نوید سے کم نہ تھی۔

صائم کا انتقال ہو چکا تھا! چوٹ اس کے سر پر لگی تھی اور بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ڈاکٹر اسے بچا نہیں پائے جبکہ حلیمہ ابھی آپریشن تھیٹر میں تھی۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ سبرینہ کس طرح اموجان کو ہاسپٹل لائی تھی، یہ صرف وہی جانتی تھی۔ اس نے ایک نگاہ اپنے ساتھ بیٹھی اموجان پر ڈالی، اس کے پاس انہیں دلاسہ دینے

کے لیے الفاظ بھی نہ تھے۔اس نے ایک دو بار اموجان کو مخاطب کیا تھا مگر وہ اس وقت شدید شاک کی کیفیت میں تھیں۔سبرینہ آگے بڑھتے ان کے قریب ہوئی،اس نے ابھی بولنے کے لب کھولے ہی تھے کیہ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے، سبرینہ تیزی سے ان کی جانب گئی۔

سوری،ہم مریض کو نہیں بچا سکے" سبرینہ کے کچھ پوچھنے سے پہلے ڈاکٹر بولنے لگے، سبرینہ نے بے اختیار ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھا اور پلٹتے ڈاکٹر عافیہ کی جانب" دیکھا، جن کے چہرے پر ایک تاثر تھا، جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ڈاکٹر خبر دے کر جا چکے تھے، سبرینہ قدم اٹھاتے ڈاکٹر عافیہ کی جانب بڑھنے لگی،ان کے قریب پہنچتے اسے ،ڈاکٹر عافیہ کے لب ہلتے ہوئے نظر آئے اور اس کی سماعت سے یہ الفاظ ٹکرائے

سبرینہ آج سب ختم ہو گیا،سب !"ان کی آواز میں اتنا درد تھا کہ سبرینہ کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔"

،اموجان حوصلہ رکھیں" سبرینہ نے روتے ہوئے کہا،ایک آنسو اموجان کی آنکھ سے نکلتا اُن کے رخسار پر آیا جسے بے دردی سے صاف کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں"

چلو سبرینہ، ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے،ابھی ہمیں تدفین کا انتظام بھی کرنا ہے" سبرینہ کو مخاطب کرتے ڈاکٹر عافیہ نے یہ الفاظ ادا کیے اور قدم اٹھاتی ایک جانب چلنے" !لگیں۔سبرینہ حیرت کا مجسمہ بنے انہیں جاتا دیکھ رہی تھی،وہ بھول گئی تھی کہ وہ "ڈاکٹر عافیہ" تھیں

وہ اس وقت صوفے پر بیٹھا کسی سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھا۔

urdunovelsblog

جی سر"اس نے یہ کہتے ایک نظر کھڑکی سے نظر آتے ڈوبتے سورج پر ڈالی،وہ آج رابعہ بیگم کے شدید اصرار پر انہیں اور مہمل کو لیے صالحہ بیگم کے گھر آیا تھا۔صبح سے شام" ہو چکی تھی مگر ابھی تک رابعہ بیگم کا واپسی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اوکے سر،اللہ حافظ "اس نے یہ کہتے فون کاٹ دیا اور اپنی نظریں گھماتے آس پاس موجود چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔وہ اس وقت سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں موجود تھا۔آس" پاس موجود چیزوں کا جائزہ لیتے اس کی نگاہ ایک چیز پر جا رکی،اس کی سیاہ آنکھوں کا مرکز اب سامنے لگی دو پینٹنگز تھیں۔وہ قدم اٹھاتا ان پینٹنگز کے قریب گیا۔وہ آنکھوں میں ستائش لیے ان دونوں پینٹنگز کو بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔دائیں جانب لگی پینٹنگ میں ساحلِ سمندر پر ڈوبتے سورج کے منظر کو بہت خوبصورتی سے بنایا گیا۔پہلی نظر میں اس تصویر کو دیکھ کر گمان ہوتا کہ گویا وہ تصویر اصل ہو مگر قریب جانے پر معلوم ہوتا کہ مصور نے اس تصویر کو خوبصورت اور دلکش بنانے کے ساتھ اسکو حقیقت کا رنگ بھی دیا ہے جبکہ بائیں جانب لگی پینٹنگ میں پہاڑوں کے درمیان بسی ایک بستی کا منظر تھا۔پہاڑوں سے بہتے چشمے،صاف آسمان پر روئی کی مانند بکھرے بادل،پہاڑوں کی چوٹیوں ،پر سفید چادر کی طرح پھیلی برف،وہ تصویر بہت خوبصورت تھی۔وہ ابھی انہیں تصویروں کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ اس کی سماعت سے مہمل کی آواز ٹکرائی

کیا دیکھ رہے ہیں بھائی؟"اس کے پیچھے کھڑی مہمل نے سوال کیا جس کے جواب میں آفاق خاموشی سے ان پینٹنگز کو دیکھتا رہا جبکہ پیچھے کھڑی مہمل نے کچھ قدم آگے "بڑھاتے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

آپ کو معلوم ہے بھائی کہ یہ پینٹنگز کس نے بنائی ہیں؟"اس کے سوال پر اس بار آفاق اس کی جانب پلٹا اور نفی میں سر ہلایا، جس پر مہمل مسکرائی۔"

،یہ دونوں پینٹنگز اصباح نے بنائی ہیں" مہمل فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ صوفے پر بیٹھتی بولی، اسکی بات پر آفاق مسکرایا اور بولنے لگا"

اسے پینٹ کرنا بھی آتا ہے واہ! ورنہ مجھے تو لگا تھا اسے رونے کے سوا کچھ نہیں آتا"آفاق کی بات پر مہمل نے آفاق کو ایک گھوری سے نوازا اور ذہن میں ایک خیال نمودار "،ہوتے دوبارہ بولی

،جو بریانی کچھ دیر پہلے آپ بہت مزے سے کھا رہے تھے، معلوم ہے وہ کس نے بنائی تھی؟"اس کے سوال پر آفاق نے اس کی جانب دیکھتے ایک بار پھر نفی میں سر ہلایا"

،وہ بھی اصباح نے بنائی تھی! وہ بہت ٹیلنٹڈ ہے بھائی، آپ اسے انڈر ایسٹمیٹ کر رہے ہیں" مہمل کی بات پر آفاق فوراً بولا"

"ارے میں نے کب اسے انڈر ایسٹمیٹ کیا؟"

انڈر یسٹمیٹ نہیں کیا مگر ڈانٹا تو تھا نہ"وہ ابھی تک وہ بات نہیں بھولی تھی، بھولا تو آفاق بھی نہ تھا۔ آج اس نے واضح طور پر محسوس کیا تھا کہ اصباح اس کے سامنے آنے سے "کترا رہی تھی، اگر ایک بار وہ غلطی سے اس کے سامنے آ بھی گئی تھی تو وہ اس کی آنکھوں میں خوف با آسانی دیکھ سکتا تھا۔ اسے افسوس تھا کہ اس دن وہ بلاوجہ اس پر غصہ کر بیٹھا تھا۔

بھائی کہاں کھو گئے؟"مہمل نے اسے خیالوں میں گم دیکھ کر دوبارہ مخاطب کیا، اس سے پہلے کہ آفاق کچھ بولتا ٹر تیبہ چائے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور مہمل "کے پاس بیٹھتے اس سے باتیں کرنے لگی جبکہ پاس بیٹھا آفاق دوبارہ ان پینٹنگز کو دیکھتے ان کی مصورہ کے بارے میں سوچنے لگا۔

اس نے اپنی گود میں سوئی نورِ فجر کو بے بی کارٹ میں ڈالا اور ایک نظر پاس بیڈ پر سوئے زاویار کو دیکھتے وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کا رخ اب کچن کی جانب تھا، جہاں اس نے اموجان کے لیے سوپ چڑھا رکھا تھا۔

حلیمہ اور صائم کی وفات کو چار ماہ گزر چکے تھے۔اِس گھر پر قیامت صغریٰ ٹوٹی تھی۔اموجان کی زندگی حقیقی معنوں میں ختم ہوگئی تھی۔وہ اپنے آپ پر شدید ضبط کیے ہوئیں تھیں مگر اس دن اپنے سامنے اپنے جگر گوشے کی لاش دیکھتے وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھیں۔وہ اس وقت بلک بلک کر روئیں تھیں۔اپنے ماضی میں ہوئے حادثے تو وہ برداشت کر گئی تھیں مگر اس بار ان کی جینے کی وجہ اُن سے چھین لی گئی تھی۔وہ ان دونوں کی وفات کے بعد پورا ایک ہفتہ ہوش و حواس سے بیگانہ رہی تھیں۔ہوش میں آنے کے بعد وہ دن رات صائم اور حلیمہ کی یاد میں روتی رہتیں،پورا پورا دن زاویار کو اپنے ساتھ لگائے رکھتیں کیونکہ انہیں اُس میں اپنا صائم نظر آتا تھا۔اس حادثے نے انہیں مکمل طور پر توڑ دیا تھا۔سبرینہ اب ان کے حوالے سے بہت پریشان رہنے لگی تھی،ان کی طبیعت روز بہ روز بگڑتی جارہی تھی۔وہ اکثر روتے روتے بے ہوش ہو جاتیں،سبرینہ جب ان کے پاس جاتی تو وہ ہمیشہ صرف دو ہی جملے کہتیں،جو سبرینہ کا دل چیر دیتے

"کاش سبرینہ میں اسے پاکستان واپس نہ بلاتی،وہ صرف میرے اصرار پر یہاں آیا تھا"

"میرا سب ختم ہوگیا سبرینہ سب ختم ہو گیا"

اور سبرینہ کے پاس انہیں دلاسہ دینے کے لیے الفاظ نہ ہوتے۔دوسری جانب سبرینہ نے نور فجر اور زاویار کو بہت مشکلوں سے سنبھالا تھا۔نور فجر چونکہ چھوٹی تھی،اس لیے اسے سنبھالنا قدرِ آسان تھا مگر زاویار ہر وقت حلیمہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتا رہتا،اس نے کھانا کھانا مکمل طور پر ترک کر دیا تھا۔وہ ہر چیز اٹھا اٹھا کر پھینکتے صرف حلیمہ کو پکارتے ہوئے روتا اور اس کی یہ حالت دیکھتے سبرینہ کا دل کٹ کر رہ جاتا مگر اب گزرتے وقت کے ساتھ سبرینہ اسے بھی سنبھال چکی تھی اور اس میں تاشفین نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا۔سبرینہ نے کچن میں پہنچتے سامنے چولہے پر چڑھائے برتن کا ڈھکن اٹھایا اور سوپ کا جائزہ لیتے چولہا بند کر دیا اور ایک باؤل میں سوپ ڈالتے اموجان کے کمرے کی جانب چل پڑی۔اموجان کے کمرے میں پہنچتے اسے سامنے بستر پر اموجان لیٹی نظر آئیں،اس نے ٹرے کو ایک جانب رکھتے اموجان کی جانب دیکھا،اموجان اس وقت سو رہی تھیں۔سبرینہ نے انہیں اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور ٹرے واپس اٹھاتے کچن کی جانب چل پڑی۔

وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئی اور قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیے۔کمرے کا بند دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوئی اور لائٹ آن کی۔

لائٹ کے آن ہوتے ہی کمرہ روشنی میں نہا گیا۔وہ آگے بڑھتے بیڈ پر جا بیٹھی،وہ پچھلے دو گھنٹے سے مسلسل گھر کے کاموں میں مصروف تھی۔اچانک ذہن میں خیال نمودار ہوتے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور الماری کی جانب بڑھی۔اسے صالحہ بیگم کی دی گئی چادر ڈھونڈنی تھی جو اسے پچھلے دو ہفتوں سے ڈھونڈنے کے بعد بھی نہ ملی تھی،وہ دائیں جانب رکھی الماری کی جانب بڑھتے چادر ڈھونڈنے لگی،تقریباً دس منٹ بعد وہ اس پوری الماری کو چھان چکی تھی مگر وہ چادر ڈھونڈنے میں ناکام ٹھہری۔اس الماری کو بند

کرتے، وہ پلٹی کے اس کے دماغ میں ایک خیال نمودار ہوا کہ کیوں نہ وہ ایک بار عادل کی الماری میں بھی دیکھ لے، کیا پتا کہ اس نے غلطی سے وہ چادر وہاں رکھ دی ہو۔ وہ دوسری الماری کی جانب بڑھی اور اس میں چادر تلاشنے لگی مگر اس بار بھی وہ ناکام ٹھہری۔ وہ الماری کو کھلا چھوڑتے، تھکتے ہوئے واپس بیڈ پر جا بیٹھی کہ اچانک اس کی نگاہ الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں پڑی جہاں اسے وہ مہرون رنگ کی چادر دکھائی دی۔ وہ تیزی سے اٹھتی آگے بڑھی، اپنی ایڑیاں اٹھاتے، وہ پنجوں کے بل کھڑی ہوئی اور اپنا ہاتھ اوپر کرتے اس نے وہ چادر نکالی۔ چادر کے ساتھ ایک فائل زمین پر آ گری، جس کے اندر موجود تمام کاغذ فرش پر بکھر گئے۔ حفصہ نے اس چادر کو بیڈ پر رکھا، وہ اپنی تلاش میں کامیاب ٹھہری تھی۔ وہ زمین پر جھکتے وہ تمام کاغذ سمیٹتے اس فائل میں رکھنے لگی۔ فائل میں تمام کاغذ رکھتے اس نے وہ فائل دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دی اور واپس بیڈ پر بیٹھتے اس چادر کا جائزہ لینے لگی کہ اس کی نگاہ الماری کے نیچے پڑے ایک کاغذ پر پڑی۔

یہ کاغذ یقیناً اُس فائل سے گرا ہو گا" وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ بیڈ سے اٹھتے الماری کی جانب بڑھی اور جھکتے وہ کاغذ اٹھایا۔ اس سے پہلے کہ حفصہ وہ فائل نکالتے کاغذ اس میں" واپس رکھتی، اس کی نگاہ کاغذ پر لکھے الفاظ پر پڑی، وہ کسی کی میڈیکل رپورٹ تھی۔ بے ساختہ نظر اس رپورٹ پر لکھے نام پر پڑی، وہ رپورٹ حفصہ کی نہیں عادل کی تھی!

وہ حیران ہوئی، عادل کا نام پڑھتے وہ اس رپورٹ کو پڑھنے لگی۔ رپورٹ پر لکھے ایک ایک لفظ پر اس کی آنکھیں حیرت اور شاک کے مارے پھیلنے لگیں۔ کچھ لمحے بعد وہ پوری رپورٹ پڑھ چکی تھی۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرت اور شاک کے ساتھ ایک اور تاثر بھی موجود تھا، افسوس کا تاثر! صدمے کا تاثر!

اس رپورٹ پر واضح الفاظ میں لکھا تھا کہ "عادل کبھی باپ نہیں بن سکتا"۔ وہ اس رپورٹ پر درج تاریخ پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔ یہ ٹیسٹ آج سے تقریباً دو سال پہلے کروائے گئے تھے۔ اسے یاد آیا کہ یہ تب کا واقعہ تھا جب حفصہ نے پہلی بار عادل سے اس معاملے پر بات کی تھی، جس پر اس کا سخت ردعمل دیکھتے وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔ اسے افسوس نہ اس بات کا تھا کہ اسے اس بات سے لاعلم رکھا گیا، نہ عادل کی اس محرومی کا بلکہ اسے افسوس صرف اس بات کا تھا کہ دو سال کے اتنے بڑے عرصے میں جب جب حفصہ کو اولاد کے معاملے میں طعنے دیے جاتے، اسے طلاق کی دھمکی دی جاتی یا عادل کی دوسری شادی کا اعلان کیا جاتا تو وہ ہمیشہ خاموش کیوں رہتا؟

آخر اسے تو اس بات کا علم تھا کہ یہ محرومی حفصہ کی نہیں بلکہ اس کی ہے!

اس بار حفصہ کی آنکھیں خشک تھیں۔ وہ اس وقت شدید تکلیف، افسوس، شاک ان سب کیفیات سے گزر رہی تھی مگر آج پہلی بار ان تاثرات میں ایک اور تاثر بھی شامل تھا۔ آج اس کی آنکھوں میں غصے کی رمک دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے وہ رپورٹ ایک بار پھر اپنی نظروں کے سامنے کرتے، ایک گہری نظر اس پر ڈالی اور رپورٹ کو فولڈ کرتے اسے ایک جانب رکھ دیا۔ آج وہ عادل سے دو ٹوک بات کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

رات کا ایک بج چکا تھا، آسمان سیاہ چادر اوڑھے زمین کو تاریک کر چکا تھا۔ سب لوگ اس وقت اپنے اپنے لحافوں میں پر سکون نیند لے رہے تھے، اس نے گاڑی پارک کرتے ایک نظر سامنے ڈالی، جہاں تمام کمروں کی روشنیاں بجھ چکی تھیں سوائے لاؤنج کے جو اس وقت روشن تھا اس نے گہری سانس لی، اسے معلوم تھا کہ اب اُس کی خیر نہیں!

وہ قدم بڑھاتا اندر چلا گیا، لاؤنج میں داخل ہوتے اسے سامنے ہی نور اور زاویار بیٹھے نظر آئے، تاشفین پر نظر پڑتے وہ دونوں جو باتوں میں مصروف تھے، خاموش ہو گئے۔ ان کے چہروں پر چھائے تاثرات دیکھتا وہ آگے آیا،

"مہمان چلے گئے؟" اس کے اس عجیب سوال پر زاویار طنزیہ مسکرایا،

"نہیں، نہیں وہ تو ابھی تک آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں" زاویار کی بات پر نور نے تاشفین کو مخاطب کیا،

"بھائی آپ نے اچھا نہیں کیا، ہم نے آپ کا اتنا انتظار کیا مگر آپ نہیں آئے" اس کا پھولا ہوا چہرہ اس کی ناراضگی واضح کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ تاشفین کچھ کہتا نور دوبارہ بولی،

"اموجان بھی آپ سے خفا ہیں، وہ آپ کو اپنی دوست سے ملوانا چاہتی تھیں مگر آپ نہیں آئے" نور کی بات پر تاشفین آگے بڑھتا اس کے قریب آیا،

"آئی ایم سوسوری نور، ایمرجنسی کیس تھا، سرجری کے دوران مجھے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا" اس کی بات پر نور نے اس کی جانب دیکھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بھائی مگر اموجان آپ سے ناراض ہو گئی ہیں، آپ انہیں۔۔۔"

urdunovelsblog

"انہیں میں منالوں گا، تم فکر مت کرو" وہ نور کی بات کاٹتا بولا، جس پر نور مسکرائی، وہ بس اتنی ہی دیر تاشفین سے ناراض ہو سکتی تھی جبکہ پاس بیٹھا زاویار جو ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا، تاشفین کو مخاطب کرتا بولا، جو نور کے ساتھ صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"ایک مزے کی بات بتاؤں ڈاکٹر صاحب" اس کی بات تاشفین نے اس کی جانب دیکھا،

"اموجان کی دوست آپ کی رشتہ دار تھیں" اس کی بات پر تاشفین کے ساتھ ساتھ نور بھی حیران ہوئی،

"رشتہ دار؟" تاشفین الجھن کا شکار ہوا، جس پر زاویار مسکراتا ہوا بولا،

"ہاں رشتہ دار، اموجان کی دوست آپ کی مریض ہیں تو ڈاکٹر اور مریض کا بھی تو رشتہ ہوتا ہے نہ۔۔۔ جانتے تو ہوں گے انہیں!" اس کی بات پر نور فجر بولی،

،بھائی کے پاس روز اتنے مریض آتے ہیں، بھائی کو کیسے معلوم کہ ان میں سے اموجان کی دوست کون ہیں "نور کی بات پر زاویار نے دوبارہ تاشفین کو مخاطب کیا"

،وہ ڈاکٹر صاحب کی خاص مریض ہیں، انہیں ڈاکٹر صاحب بہت اچھے سے جانتے ہیں "اس کی بات پر اس بار تاشفین بولا"

،زاوی پہیلیاں بجھوانا بند کرو، صاف صاف بتاؤ کس کی بات کر رہے ہو "اس نے اپنی گھڑی اتارتے ٹیبل پر رکھی"

،ایڈووکیٹ آبرو صدیقی کو تو یقیناً آپ جانتے ہیں "اس نام پر تاشفین کے کان ایک دم کھڑے ہوئے، اس نے فوراً زاویار کی جانب دیکھا"

ان کی امی جو کہ آپ کی مریض ہیں، وہی اموجان کی بچپن کی دوست ہیں "زاویار تاشفین کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتا محظوظ ہو رہا تھا۔ تاشفین نے کچھ پوچھنے کے "

،لیے لب کھولنا چاہے کہ اچانک کسی خیال کے تحت اس نے پاس بیٹھی نور کو بلایا

،نور بہت بھوک لگی ہے، کچھ کھانے کے لیے لے آؤ پلیز "نور جو بہت توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی، تاشفین کی بات پر اٹھ کھڑی ہوئی"

،جی بھائی میں ابھی لاتی ہوں "وہ یہ کہتے کچن کی جانب چل پڑی جبکہ تاشفین نے اس کے جاتے زاویار کو مخاطب کیا"

،کون کون آیا تھا؟ "اس کے سوال میں چھپی بے چینی پر زاویار کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے"

،سب آئے تھے سب! "زاویار کے جواب پر تاشفین دوبارہ بولا"

urdunovelsblog

"وہ آئی تھی؟۔۔۔ میرا مطلب۔۔۔۔"

،جی، جی وہ بھی آئی تھیں "تاشفین کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے زاویار بولا"

"تو یقیناً اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں۔۔۔۔"

جی بھائی انہیں سب پتہ چل گیا ہے بلکہ صرف انہیں ہی نہیں سب کو سب پتہ چل چکا ہے "ایک بار دوبارہ تاشفین کی بات مکمل ہونے سے پہلے زاویار بولنے لگا، جس پر "

تاشفین خاموش ہو گیا۔

اسی لیے تو کہتا ہوں ڈاکٹر صاحب کہ گھر رہا کریں "اسے معلوم تھا کہ اِس وقت تاشفین کو اپنی غیر موجودگی پر افسوس ہو رہا ہو گا۔ وہ تاشفین کی نظر میں آبرو کے لیے "

پسندیدگی اُسی دن کورٹ میں دیکھ چکا تھا اور آج تاشفین کے سوالات اور چہرے کے بدلتے تاثرات اس کی سوچ کو پختہ کر گئے تھے۔ دوسری جانب تاشفین کو ایک دم اپنی

بے اختیاری کا احساس ہوا، اس نے ایک نظر زاویار کے چہرے کی جانب دیکھا، جس پر چھائی مسکراہٹ اسے سب سمجھانے کے لیے کافی تھی۔ اس نے فوراً خود کو کوسا اور خود پر قابو پاتے بولنے لگا،

"وہ میں اس لیے پوچھ رہا تھا کہ۔۔۔۔۔ وہ اپنا دایاں ہاتھ بالوں میں پھیرتا کہنے لگا،

"مجھے معلوم ہے بھائی کہ آپ کس لیے پوچھ رہے تھے" زاویار کی اس بات پر تاشفین کو شدت سے اپنی بے اختیاری پر افسوس ہوا، اتنے میں نور تاشفین کے لیے کھانا لے آئی تھی۔ سامنے بیٹھا زاویار ایک نظر تاشفین پر ڈالتا، مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

وقت جیسا بھی ہو گزر جاتا ہے، یہ کسی کے لیے نہیں ٹھہرتا! صائم اور حلیمہ کی وفات کے بعد اموجان کو محسوس ہوتا تھا کہ گویا ان کی زندگی میں وقت ٹھہر گیا ہو، ان کی زندگی رک گئی ہو مگر وقت اپنی رفتار سے سب کو اپنے ساتھ لیے آگے بڑھتا چلا گیا۔

آٹھ سال بعد :-

صبح سات بجے کا وقت تھا، سورج طلوع ہوئے کافی وقت بیت چکا تھا۔ تمام چرند پرند اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے، اب اپنے اپنے رزق کی تلاش میں نکل چکے تھے۔ ڈاکٹر عافیہ اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھیں قران پاک کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ ان آٹھ سالوں میں ان کا چہرہ بہت بدل گیا تھا، وہ بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔ اس ایک حادثے نے ان کی زندگی کو بالکل بدل ڈالا تھا مگر اب وہ وقت کے ساتھ کافی سنبھل چکی تھیں۔ ان کی صحت میں پہلے سے کافی بہتری آچکی تھی، جس کی وجہ وہ صرف اور صرف سبرینہ کو مانتی تھیں۔ ان گزرے آٹھ سالوں میں سبرینہ نے اپنی زندگی ان کے اور بچوں کے نام کر ڈالی تھی۔ اس نے ڈاکٹر عافیہ کے احسانات کا بدلہ پوری طرح ادا کر دیا تھا۔ ڈاکٹر عافیہ نے قران پاک بند کرتے اس پر بوسہ دیا اور اسے غلاف میں لپیٹتے الماری میں رکھ دیا اور واپس بیڈ پر بیٹھتے تسبیح تھامتے تسبیح پڑھنے لگیں۔ وہ سامنے دیوار پر نصب حلیمہ اور صائم کی تصویر دیکھتے مسکرا رہی تھیں۔ ان کی مسکراہٹ بھی افسردہ تھی۔

جبکہ باہر اس وقت ہلچل کا سماں تھا۔ سبرینہ اس وقت کچن میں موجود تھی۔ گلابی رنگ کی شلوار قمیض پہنے، بالوں کو جوڑے میں گوندھے، وہ اس وقت تیز تیز ہاتھ چلاتے سامنے پڑے تین لنچ باکس پیک کر رہی تھی۔ لنچ باکس تیار کرتے وہ فوراً باہر آئی جہاں اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر وہ تینوں موجود تھے۔ وہ تینوں اس وقت یونیفارم میں ملبوس تھے۔ زاویار اور تاشفین ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے جبکہ نور فجر ابھی بھی کھانے میں مصروف تھی۔

"ناشتہ کر لیا سب نے؟" سبرینہ پوچھتے ہوئے ان کے قریب آئی، جس پر زاویار ایک افسوس بھری نظر نور پر ڈالتے بولنے لگا،

جی امی میں نے اور بھائی نے ناشتہ کر لیا ہے، بس یہ ایک لیزی گرل ہے جس نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا" اس کی بات پر نورِ فجر کی نیلی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔"

بری بات زاوی، ایسے نہیں کہتے! بہنا ابھی چھوٹی ہے نہ" سبرینہ نے زاویار کو مخاطب کیا، جبکہ تاشفین لنچ باکس اب تینوں کے بیگ میں ڈال رہا تھا۔ اس کی" قد و قامت، بھوری آنکھیں، آواز وہ ہو بہو فیضی تھا۔

نہیں امی یہ اب چھوٹی نہیں ہے، یہ بھی اب بڑی ہو گئی ہے کیونکہ جو بچے سکول جاتے ہیں پھر وہ چھوٹے نہیں رہتے، بڑے ہو جاتے ہیں" وہ سبرینہ کے الفاظ اسے ہی لوٹا رہا" تھا۔

امی بس اور نہیں کھایا جا رہا!" نور کی منمناہٹ پر سبرینہ اس کی جانب متوجہ ہوئی، یہ نیلی آنکھوں والی گڑیا اسے بہت عزیز تھی۔ اس نے اُس کی آنکھوں میں آئے آنسو" صاف کیے اور اس کا ماتھا چوما، جس پر زاویار بھی اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی اس حرکت پر سبرینہ مسکرائی، اسے معلوم تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ اس نے جھکتے ،اس کے ماتھے کو بھی چوما، اتنے میں وین کہ ہارن نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا

چلو بچو شاباش، وین آ گئی ہے" سبرینہ نورِ فجر کو کرسی سے اتارتی بولی، تاشفین اپنا اور نور فجر کا بیگ اٹھاتے باہر کی جانب بڑھنے لگا جبکہ زاویار اپنا بیگ پہن کر بھاگتا ہوا سب" ،سے آگے تھا۔ نور اور زاویار کو وین میں بٹھاتے سبرینہ نے تاشفین کا ماتھا چومتے اسے مخاطب کیا

تاشفین بھائی بہن کا خیال رکھنا" اس کی بات پر تاشفین اثبات میں سر ہلاتے باہر چلا گیا۔ سبرینہ گیٹ بند کرتے واپس آ گئی اور امو جان کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ یہ ان" سب کا روز کا معمول تھا، وہ تینوں صبح اٹھتے، سب سے پہلے امو جان کے پاس آ کر قران پاک کی تلاوت کرتے پھر تیار ہو کر سکول چلے جاتے۔

،بچے چلے گئے؟" سبرینہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر امو جان نے مسکراتے ہوئے پوچھا"

،جی امو جان" وہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی جبکہ امو جان کی نظر اس کے جلے ہوئے ہاتھ پر پڑی"

،سبرینہ تمہارا ہاتھ! یہ کیسے ہوا؟" وہ ہمیشہ کی طرح اس کے لیے متفکر ہوئیں"

،کچھ نہیں امو جان وہ بس جلدی جلدی میں ہو گیا" وہ اپنا ہاتھ دوپٹے کے نیچے چھپاتی بولی"

تمہیں کتنی بار کہا ہے سبرینہ، بچوں کے ساتھ ساتھ اپنا بھی خیال رکھا کرو" وہ ہمیشہ اسے یہی کہا کرتی تھیں کیونکہ صائم اور حلیمہ کی وفات کے بعد سبرینہ نے ان بچوں کو" بالکل ماں کی طرح پالا تھا۔ایک ماں سے زیادہ پیار دیا تھا کہ کہیں انہیں اپنی ماں کی کمی محسوس نہ ہو۔ وہ اپنی صحت، اپنی زندگی، اپنی خواہشات، اپنی ذات سب فراموش کر چکی تھی۔اب اس کی زندگی اموجان اور بچوں سے شروع ہو کر ان پر ہی ختم ہو جاتی۔

،اموجان آپ کے لیے ناشتہ بناؤں؟" وہ ان کی توجہ دوسری جانب کرنے کے لیے بولی"

نہیں تم رہنے دو، رضیہ آئے گی تو وہ بنا دے گی، تم ابھی آرام کرو" اموجان کی نظر اب بھی اس کے ہاتھ پر تھی۔"

اموجان رضیہ آج چھٹی پر ہے، میں آپ کا ناشتہ بنا کر آرام کر لوں گی" وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔اموجان کو معلوم تھا کہ وہ ٹلنے والوں میں سے نہ تھی۔"

اِن آٹھ سالوں میں ان سب کی زندگیاں بدل چکی تھیں۔اموجان شروع کے دو سال شدید علالت کا شکار رہی تھیں مگر گزرتے وقت اور سبرینہ کی کوششوں سے وہ زندگی کی طرف واپس لوٹ رہی تھیں۔وہ اپنی تمام جمع پونجی سے "آفریدی ٹرسٹ" کے نام سے ایک ٹرسٹ کھول چکی تھیں جس کے معاملات بھی سبرینہ ہی دیکھتی تھی،اس نے واقعی ان کی بیٹی بن کر دکھایا تھا جبکہ بچوں سے بھی کوئی حقیقت پوشیدہ نہ تھی، وہ اپنے حقیقی ماں باپ کے بارے میں سب جانتے تھے۔ حلیمہ کے گھر والوں میں صرف اس کی ماں تھیں، جو سال میں ایک بار پاکستان آکر بچوں سے مل جاتیں۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بچے اب سبرینہ کے بغیر ایک پل نہیں رہتے تھے۔ مختصراً اب اس گھر اور گھر کے مکینوں کو سنبھالنے والی "سبرینہ" تھی۔

urdunovelsblog

اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں موبائل واپس ٹیبل پر رکھا،اس کے چہرے کے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ اس وقت اکتاہٹ کا شکار تھی۔اسے یہاں شہریار کا انتظار کرتے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا اور شہریار ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔وہ مسلسل اسے کال کر رہی تھی پر وہ اس کی کال بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود پر قابو پایا اور ایک نظر آس پاس بیٹھے لوگوں پر ڈالی، جو سب اس وقت خوشگوار موسم کا مزہ لینے میں مصروف تھے۔آج صبح سے ہی آسمان پر ہر جانب بادل چھائے ہوئے تھے، وقفے وقفے سے ہوتی ہلکی بارش ماحول کو مزید خوشگوار بنا رہی تھی۔وہ کچھ دیر پہلے ہی اپنے لیے کافی اور سینڈوچز آرڈر کر چکی تھی۔ وہ بھی آس پاس کا جائزہ ہی لے رہی تھی کہ اسے سامنے سے شہریار آتا دکھائی دیا، اسے دیکھتے ہی امل کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔

،ایکسٹریملی سوری امل، ٹریفک بہت تھا، س لیے دیر ہو گئی" شہریار امل کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھتا وضاحت دینے لگا"

،اور تمہارا موبائل، وہ کہاں تھا؟ تم میری کال ریسیو کیوں نہیں کر رہے تھے؟" اس کی بات پر شہریار نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے جواب دیا"

،موبائل،وہ سائلنٹ پر تھا" شہریار کے جواب پر امل کے غصے میں اضافہ ہوا"

،مجھے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے، یہاں تمہارا انتظار کرتے، اگر تم مزید پانچ منٹ تک نہ آتے تو میں واپس چلی جاتی" امل نے ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل دوبارہ اٹھالیا"

،اچھا نہ یار چھوڑو ان سب باتوں کو، یہ بتاؤ کیا آرڈر کروں؟" شہریار نے سامنے پڑا مینیو کارڈ اٹھایا"

میں اپنے لیے آرڈر دے چکی ہوں" امل نے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے جواب دیا جس پر شہریار کچھ لمحے خاموش ہوا مگر پھر ویٹر کو بلاتے اپنا آرڈر دیا۔"

،غصہ تھوک دو امل، مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے یہاں کس لیے بلایا تھا؟" وہ امل کو مخاطب کرتا بولا"

،میں تمہارے لیے بہت اچھی خبر لائی تھی مگر تم نے میرا سارا موڈ خراب کر دیا" امل کی بات پہ شہریار بولنے لگا"

،سوری کہہ تو رہا ہوں یار، اب اور کیا کروں" شہریار کی بات پر امل نے اس کی جانب دیکھا اور گہری سانس لیتے بولنے لگی"

،اِٹس اوکے شہری پر اگلی بار میں تمہارا انتظار نہیں کروں گی" وہ رکی جبکہ دوسری جانب شہریار کا چہرہ پر سکون ہوا"

،مجھے تم سے رُتبہ کے بارے میں بات کرنی تھی" اس کی بات پر شہریار بہت توجہ سے اس کی بات سننے لگا"

میں نے رُتبہ کے موبائل سے اس کی ساری تصاویر کل اپنے موبائل میں ٹرانسفر کر لی تھیں، اور وہ ساری تصاویر میں تمہیں بھیج چکی ہوں، اب آگے کیا کرنا ہے تم بہتر
،جانتے ہو اور ہاں۔۔۔" وہ بولتے بولتے رکی

urdunovelsblog

،تم وہ تمام میسجز اپنے پاس سیو کر رہے ہو نہ؟" اس کے سوال پر شہریار کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی"

ڈونٹ وری امل، ایک ایک میسج میرے پاس محفوظ ہے" اس کی بات پر امل بھی مسکرائی، اتنی دیر میں ویٹر امل کا آرڈر لے کر آچکا تھا۔"

،امل تم سے ایک بات پوچھوں؟" ویٹر کے جانے کے بعد شہریار نے امل کو مخاطب کیا، جس پر امل نے اثبات میں سر ہلایا"

،تم رُتبہ کے موبائل سے مجھے میسجز کرتی ہو، فون کالز کرتی ہو، اُسے کبھی تم پر شک نہیں ہوا؟" شہریار کے سوال پر امل طنزیہ مسکرائی"

،وہ مجھ پر اعتماد کرتی ہے، اندھا اعتماد! جس کا سب سے بڑا ثبوت تمہارے سامنے ہے" اس کی بات پر شہریار ہنسنے لگا"

،اور تم اس کے اعتماد کا غلط فائدہ اٹھا رہی ہو، رائٹ!" اس کی بات پر امل کے چہرے کے تاثرات بدلے"

"وہ اسی قابل ہے!" امل کے لہجے میں نفرت تھی۔ اتنے میں شہریار کا آرڈر بھی آ چکا تھا۔ ویٹر کے جاتے امل نے اسے مخاطب کیا،

"میں تمہیں ساری تصاویر بھیج چکی ہوں پر تم پھر بھی ایک بار چیک کرلو" اس کی بات پر شہریار اپنا موبائل اٹھاتے امل کی بھیجی گئی تصاویر دیکھنے لگا کہ اچانک ایک تصویر پر اس کی حرکت کرتی انگلیاں تھم گئیں، اس تصویر میں رُتبہ کے ہمراہ آبرو بھی تھی۔ اس کے ذہن کے پردے پر اُس دن کا واقعہ لہرایا۔

"کیا ہوا؟" شہریار کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتے امل نے اسے مخاطب کیا، جس پر شہریار نے اس کی جانب دیکھا،

"یہ۔۔۔یہ کون ہے؟" اس نے موبائل کی سکرین امل کے سامنے کی،

"یہ رُتبہ کی بڑی بہن ہے، کیوں کیا ہوا؟" اس کی بات پر شہریار کے چہرے پر چھائے تاثرات میں حیرت کا اضافہ ہوا،

"نہیں، نہیں کچھ نہیں" شہریار امل کے سامنے اس واقعہ کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم جانتے ہو اسے؟" امل کے سوال پر شہریار بمشکل مسکرایا،

"ارے نہیں، نہیں، وہ تو میں بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا" اس کی بات پر امل اثبات میں سرہلاتے سامنے بڑی کافی پینے لگی جبکہ شہریار کے دل اور دماغ میں آج رتبہ سے بدلہ لینے کا عزم مزید پختہ ہو گیا تھا۔ وہ رتبہ کی بربادی کی صورت میں آبرو کو بھی تکلیف پہنچا کر اس سے اپنا بدلہ لے سکتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے موبائل سائیڈ پر رکھا اور اپنا آرڈر کیا گیا کھانا کھانے لگا۔

urdunovelsblog

وہ سیڑھیاں اترتا نیچے آیا کہ اسکی نگاہ سامنے ناشتے کے ٹیبل پر بیٹھے نفوس پر پڑی، نور اور زاویار کی نظریں بھی اس سے ملیں جبکہ سبرینہ کی پشت اس کی جانب تھی۔ وہ نیچے اترتا سیدھا سبرینہ کی کرسی کی جانب گیا اور پیچھے سے ان کے گرد بازو لپیٹتے انہیں سلام کرتے، ان کے سر پر بوسہ دیا۔ جس پر سبرینہ نے اسے جواب دیا، اس کے جواب میں چھپی خفگی تاشفین آرام سے محسوس کر سکتا تھا۔ وہ ان کے سامنے آتا، اپنی کرسی پر بیٹھتے انہیں مخاطب کرتا بولا،

"اموجان، میری پیاری اموجان، آپ ابھی بھی مجھ سے خفا ہیں؟" اس کی بات پر سبرینہ نے آنکھوں میں خفگی لیے اس کی جانب دیکھا،

"تو کیا ناراض نہیں ہونا چاہیے!" ان کی بات پر وہ بولنے لگا،

"ہونا تو چاہیے مگر میری بھی تو مجبوری تھی نہ اموجان، مجھے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا"

تاشفین کبھی کام کے علاوہ، زندگی کے باقی معاملات کے بارے میں بھی سوچا کرو" سبرینہ نے جوس گلاس میں انڈیلتے اس کی جانب بڑھایا، جس پر تاشفین نے مسکراتے "
، ہوئے اثبات میں سر ہلایا

، جیسا آپ کہیں اموجان" اس کے لہجے میں چھپی شرارت بھانپتے وہ بولنے لگیں "

، تمہارے اس مسئلے کا حل میں سوچ چکی ہوں "ان کی بات پر تاشفین جوس کا گلاس خالی کرتے ٹیبل پر رکھتے ان سے پوچھنے لگا "

کیسا حل؟" جبکہ پاس بیٹھے زاویار اور نوران کی باتیں سنتے ناشتہ کر رہے تھے۔ "

، ایسا حل جس سے تمہارے پاؤں بھی گھر میں ٹکنے لگیں گے "ان کی اس بات پر تاشفین کے چہرے کے تاثرات بدلے "

اموجان آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ سمجھ چکا تھا مگر پھر بھی ان سے وضاحت چاہتا تھا۔ "

" یہی کہ میں نے سوچ لیا ہے کہ اب تمہاری شادی کر دی جائے "

" مگر اموجان۔۔۔۔ "

، اس بار انکار کی گنجائش نہیں ہے "اموجان نے اٹل لہجے میں کہا، تاشفین کے کھلتے لب دیکھتے وہ دوبارہ بولیں "

لڑکی تمہارے لیے میں پسند کر چکی ہوں "وہ یہ کہتے تاشفین کے سر پر بم پھوڑ چکی تھیں، تاشفین کی آبرو کے لیے پسندیدگی کے بارے میں زاویار انہیں پہلے ہی بتا چکا تھا۔ "

، مگر اموجان۔۔۔ " سبرینہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بولنے سے روکا "

، پریشان مت ہو، تم بھی اسے جانتے ہو "ان کی بات پر تاشفین فوراً بولا "

" کون؟ "

آبرو، میری دوست صالحہ کی بیٹی!" تاشفین کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ "

وکیل ہے وہ، زاویار بھی اسے جانتا ہے "اموجان کی یہ بات اس کی سوچ پر مہر لگا گئی۔ "

urdunovelsblog

مجھے وہ پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھی۔خوش اخلاق، سوبر، خوبصورت، تحمل مزاج سب سے بڑھ کر احساسِ ذمہ داری تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے" سبرینہ مسکراتے ہوئے اسے آبرو کی خوبیاں گنوا رہی تھی۔

تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ اتنی اچھی بچی کو تمہاری دلہن بنا کر اس گھر میں لے آؤں "تاشفین کا دل اس وقت ساتویں آسمان پر جا پہنچا تھا۔"

،تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ؟"ان کے سوال پر تاشفین نے انکی جانب دیکھا مگر خاموش رہا جبکہ اس کی خاموشی کو دیکھتے زاویار بولنے لگا"

،اموجان سمجھا کریں نہ، مشرقی لڑکوں کی خاموشی کے پیچھے ہی ان کا اقرار چھپا ہوتا ہے "زاویار دانتوں کی نمائش کرتا بولا"

تم خاموش رہو زاوی"اموجان کی بات پر زاویار کی بتیسی اندر ہوتے ہی نور کے دانت نظر آنے لگے۔"

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اموجان، آپ کی خوشی میں ہی میری خوشی ہے "اس کی بات پر اموجان مسکرائیں جبکہ تاشفین اپنی جگہ چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔

لگتا ہے لڑکا شرما گیا"زاویار کی بات پر اموجان اور نور ہنستے ہوئے ناشتہ کرنے لگیں۔"

urdunovelsblog

-:ماضی

وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں بیٹھے اپنا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھے، جو کچھ دیر پہلے ہی تاشفین انہیں سمجھا کر گیا تھا۔وہ دونوں تاشفین کے پاس ہی پڑھتے تھے جبکہ تاشفین اپنے ایف-ایس-سی کے پیپر زدے کر اب رزلٹ کا منتظر تھا۔وہ پری میڈیکل کا سٹوڈنٹ تھا اور وہ ڈاکٹر عافیہ کی طرح ایک کامیاب اور شفیق ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔

نور اپنا کام ختم کرتے زاویار کی جانب دیکھنے لگی جو کاپی پر جھکا لکھنے میں مصروف تھا۔نور نے اپنے بیگ کی ایک زپ کھولتے خاموشی سے ایک چاکلیٹ باہر نکالی کہ کہیں زاویار کو اس کی خبر نہ ہو جائے مگر ریپر کھلنے کی آواز پر زاویار کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ اپنا سر اٹھاتے اس کی جانب دیکھنے لگا،اسکی نظر خود پر پڑتی دیکھ کر نور نے فوراً وہ چاکلیٹ اپنے پیچھے چھپا لی،

،کیا چھپا رہی ہو نور ؟"وہ نور کے قریب آتا بولا"

،کچھ بھی نہیں"نور معصومیت سے مسکرائی"

،نور جھوٹ مت بولو" زاویار اس کے پیچھے جاتا دیکھنے لگا، جس پر چاروناچار نور کو وہ چاکلیٹ اسے دکھانی پڑی"

یہ میری دوست نے مجھے دی تھی" وہ چاکلیٹ واپس اپنے بیگ میں ڈالنے لگی، جبکہ زاویار کی نظریں اس چاکلیٹ پر تھیں"

،لاؤ نور مجھے دو چاکلیٹ" زاویار چاکلیٹ اسے کھینچتا بولا"

یہ میری چاکلیٹ ہے زاوی" نور چلائی مگر زاویار اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ لے چکا تھا۔"

اب یہ میری ہو چکی ہے" وہ چاکلیٹ اپنے ہاتھ میں لہراتا بولا، جس پر نور نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے اور اپنی جگہ سے اٹھتی زاویار کے قریب جاتے اس کے"
،بال کھینچنے لگی

آہ، آہ، آہ، نور میرے بال چھوڑو" وہ چیخ رہا تھا۔"

پہلے مجھے میری چاکلیٹ دو" نور بھی بضد تھی۔ ان دونوں کا شور سنتے تاشفین جو اس وقت کمرے میں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا، بھاگتا ہوا باہر آیا۔"

یہ کیا کر رہے ہو تم دونوں؟" وہ ان کے قریب آتا بولا، اسکی آواز سنتے نور فوراً زاویار کے بال چھوڑ چکی تھی۔"

،بھائی، زاوی میری چاکلیٹ نہیں دے رہا" نور کے آنسو فوراً بہنے لگے"

زاویار!" تاشفین نے زاویار کی جانب دیکھتے کہا جو اپنے بال سہلا رہا تھا۔"

اس نے مجھے مارا بھی تھا، بھائی" نور نے موقع کا فائدہ اٹھاتے جھوٹ بولا اور چاکلیٹ اٹھاتے اپنے بیگ میں ڈال لی۔"

یہ جھوٹ بول رہی ہے بھائی، میں نے اسے نہیں مارا" زاویار نور کو گھورتا بولا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ نور تاشفین کی لاڈلی ہے اور وہ اس کے باتوں پر فوراً یقین کر لیتا ہے۔"

،بہت بری بات ہے زاویار، میں تم دونوں کو ہوم ورک دے کر گیا تھا، وہ مکمل ہو گیا؟" اس کے سوال پر نور فوراً بولی"

،جی بھائی میرا ہو گیا پر زاوی کا ابھی رہتا ہے" نور نے اپنی کامیابی کے ساتھ زاویار کی ناکامی بتانا ضروری سمجھا"

ٹھیک ہے نور تم اپنا بیگ اٹھاؤ اور میرے ساتھ اندر چلو، زاویار تم بھی اپنا کام جلدی مکمل کرو" وہ یہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا جبکہ نور نے اپنا بیگ اٹھاتے، زاویار کو زبان چڑائی اور"
تاشفین کے پیچھے چلی گئی۔

جھوٹی نہ ہوتو" زاویار بڑبڑاتا ہوا دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔"

نورتاشفین کے کمرے میں جاتے، اپنی چاکلیٹ کھانے لگی جبکہ تاشفین کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا اس وقت اپنے رزلٹ کا منتظر تھا۔ اس نے بہت محنت کی تھی اور اسکی محنت کا پھل اسے کچھ دیر میں ملنے والا تھا۔ وہ اس وقت متفکر چہرہ لیے، کیبورڈ پر انگلیاں چلا رہا تھا کہ کچھ ثانیے بعد سکرین پر اس کی مارک شیٹ ظاہر ہوئی۔ متفکر چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اس نے اپنی ایف-ایس-سی میں 95٪ سکور کیا تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی ہی خوشی تھی۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھتا اموجان کے کمرے کی جانب چلا گیا، جہاں اس وقت اموجان کے ساتھ سبرینہ بھی موجود تھی۔ یہ خوشی کی خبر وہ سب سے پہلے ان دونوں کو سنانا چاہتا تھا۔

حال:-

آج موسم کافی خوشگوار تھا، آسمان پر بادلوں کا بسیرہ تھا۔ بارش کی ننھی ننھی بوندیں فضا کو مزید خوشگوار بنا رہی تھیں۔ وہ اپنی شفٹ آف ہوتے اب گھر کے لیے نکلا تھا۔ اسے آس پاس موجود ہر شے خوبصورت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اس کے دل کا موسم بہت خوشگوار تھا۔ مسکراہٹ اس کے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتا اس وقت ایک ہی انسان کو سوچ رہا تھا۔ اس کے حواسوں پر اس وقت وہ سیاہ آنکھوں والی لڑکی چھائی تھی۔ پہلے پہل تو وہ اس کے لیے اپنی بدلتی کیفیات پر حیران ہوتا مگر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں اس کے لیے پیدا ہوتے جذبات اسے خوشی دینے لگے تھے۔ پہلے وہ اس سے ہوئی ہر ملاقات کو محض اتفاق سمجھتا تھا مگر اب وہ ان ملاقاتوں کو قدرت کا کیا گیا فیصلہ مانتا تھا اور کل سبرینہ بیگم کی کی گئی باتیں اسے اندر تک سرشار کر گئی تھیں۔ جس لڑکی کو وہ پسند کرتا تھا اس کی ماں نے بھی اس کے لیے اسی لڑکی کا انتخاب کیا تھا۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس کی خواہش اور چاہت اور پوری ہونے جا رہی ہے۔ انہی سوچوں میں اس نے کب گاڑی کا رخ کورٹ کی جانب موڑ لیا اسے معلوم ہی نہ ہو سکا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی گاڑی کورٹ کے سامنے پارک کرتا باہر آیا۔ وہ اس وقت سیاہ پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے ہوا تھا، شرٹ پر پہنی سیاہ لیدر کی جیکٹ اس پر بچ رہی تھی۔ چہرے پہ سجی خوبصورت مسکراہٹ اسے مزید وجیہہ بنا رہی تھی۔ اس کا ارادہ آبرو سے ملنے کا تھا یا اسے دور سے دیکھنے کا اسے خود معلوم نہ تھا۔ وہ قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا، اس نے نظریں ادھر ادھر گھماتے اسے تلاشنا چاہا مگر وہ اسے کہیں دکھائی نہ دی۔ وہ قدم اٹھاتا مزید آگے بڑھا کہ اچانک دائیں جانب دیکھتے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی، وہ سامنے کھڑی کسی دوسرے وکیل سے محو گفتگو تھی۔ سفید شلوار قمیض پر پہنا سیاہ کوٹ، پونی میں بندھے بال، نفاست سے لیا دوپٹہ، نجانے کیوں آج وہ اسے بہت خوبصورت لگی تھی۔ کسی بات جب وہ مسکرائی تو اس کے گالوں میں پڑتے ڈمپل پر تاشفین کو اپنی دھڑکن ایک دم تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ اسے فوراً اپنی پوزیشن کا احساس ہوا کہ وہ کورٹ کے بیچ و بیچ کھڑا ایک وکیل کو دیکھنے میں مصروف ہے مگر وہ ابھی اسی سوچ میں گم تھا کہ اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، وہ تیزی سے پلٹا، پیچھے زاویار کھڑا تھا۔

!وہ کیسے بھول گیا تھا کہ زاویار بھی تو یہیں پر ہوتا ہے

،ڈاکٹر صاحب آپ یہاں ! سب خیر ہے ؟" وہ کچھ دیر پہلے تاشفین کی نگاہوں کا مرکز دیکھ چکا تھا، اس لیے اپنے دانتوں کی نمائش کرتا بولا"

،ہاں۔۔۔ہاں سب خیریت ہے، وہ میں۔۔۔۔۔۔ میں تم سے ملنے آیا تھا" ایک دم پکڑے جانے پر تاشفین اپنی کنفیوژن میں نجانے کیا بول گیا"

،مجھ سے ملنے ! خیر تو ہے بھائی، میری بہت یاد آنے لگی ہے آپ کو!" وہ اس کو چڑاتے ہوئے بولا"

میرا مطلب تھا کہ۔۔۔ میں تمہیں لینے آیا تھا، میں نے سوچا تمہارا ابھی آف ہو گیا ہو گا تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا" وہ یہ بات کہتے زاویار کو مزید بات کرنے کا"
موقع دے گیا۔

بھائی کچھ تو گڑ بڑ ہے۔۔۔ شاید آپ بھول گئے ہیں کہ میرے پاس ایک عدد بائیک ہے جس پر میں روز کورٹ آتا جاتا ہوں" وہ مسکراتا ہوا بولا، اس کی بات پر تاشفین اپنے"
،بالوں میں ہاتھ پھیرتے ادھر ادھر دیکھنے لگا

آئیں بھائی آپ کو چائے پلاؤں، آپ کی طبیعت کچھ ناساز لگ رہی ہے" وہ اپنا ہاتھ تاشفین کے دل کے مقام پر رکھتا بولا اور اسے اپنے ساتھ لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھنے"
لگا۔ جاتے جاتے تاشفین نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا، مگر اب "وہ" وہاں موجود نہ تھی۔

وہ دونوں اس وقت زاویار کے کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ اچانک ان کی سماعت سے شور کی آواز ٹکرائی، وہ دونوں اٹھتے باہر آئے۔ جہاں کچھ فاصلے پر لوگوں کا
ایک ہجوم جمع تھا۔ وہ آگے بڑھتے قریب گئے، اس مجمعے کے درمیان ایک عورت اور ایک مرد موجود تھے۔ وہ عورت رو رہی تھی جبکہ مرد کے چہرے پر غصہ ہی غصہ تھا۔

،میرا بیٹا مجھے واپس کر دو، تمہیں خدا کا واسطہ ہے" وہ عورت روتے ہوئے بولی"

یہ میرا بیٹا ہے اور یہ میرے پاس ہی رہے گا، تم رکھو اپنی بیٹیاں اپنے پاس!" وہ شخص تنفر سے بولا، جس کی گود میں ایک سال کا بچہ موجود تھا۔"

میں اپنے بچے کے بغیر کیسے رہوں گی، خدا کا واسطہ ہے رحم کرو مجھ پر" وہ عورت گڑگڑا رہی تھی جبکہ اس کے اطراف تین چھوٹی بچیاں سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔"

فکر مت کرو، میں تم پر رحم کرتے بہت جلد تمہیں طلاق دے دوں گا" اس شخص کے لہجے میں نفرت تھی۔"

،مجھے بس میرا بچہ چاہیے" اس عورت کی رو رو کر ہچکی بندھ چکی تھی"

میں تمہیں اپنا بیٹا ہرگز نہیں دوں گا" وہ شخص تنفر سے کہتا پلٹا کہ وہ عورت لپکتے ہوئے اس بچے کو پکڑنے لگی جس پر اس شخص نے اپنا ہاتھ اس عورت کو مارنے کے لیے ہوا" میں بلند کیا مگر اس کا ہاتھ ہوا میں ہی رک چکا تھا اور روکنے والی آبرو تھی۔

،دور ہٹو" وہ اونچی آواز میں بولی، جس پر وہ آدمی دو قدم پیچھے ہٹا"

میری کلائنٹ سے دور رہو اور آئندہ اس پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے ایک بار سوچ لینا کہ اگر تمہارا باپ تمہاری ماں پر اس طرح ہاتھ اٹھاتا تو تمہیں کیسا محسوس ہوتا" آبرو انگلی" ،اٹھائے اسے وارن کرتی بولی

اور آپ سب یہاں کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں! جائیں یہاں سے" آبرو آس پاس کھڑے لوگوں کی جانب اشارہ کرتی بولی، ہجوم آہستہ آہستہ چھٹنے لگا۔ آبرو اب ان" دونوں میاں بیوی کی جانب دیکھتے ان سے بات کر رہی تھی۔

ابھی بھی وقت ہے بھائی، ایک بار پھر سوچ لیں" زاویار نے تاشفین کی جانب دیکھتے کہا جو آنکھوں میں ستائش لیے کچھ دور کھڑی آبرو کو دیکھ رہا تھا، اس کی بات پر اس نے" ،سوالیہ نظروں سے زاویار کی جانب دیکھا

میرا مطلب ہے کہ بھابھی کافی دبنگ ہیں، کسی بھی بات پر ذرا سا غصہ آجائے تو پیٹ دیتی ہیں" اس کی بات پر تاشفین مسکرایا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔"

،ایسے کام کیے ہی کیوں جائیں جو اسے غصہ دلائیں" تاشفین کی اس بات پر زاویار فوراً بولا"

urdunovelsblog

واہ جی واہ! یعنی پوری تیاری ہے زن مریدی کی!" اس کی اس بات پر تاشفین ہنسنے لگا۔ وہ بہت کم ایسے کھل کر ہنستا تھا۔ زاویار نے آج کافی عرصے بعد اس کے چہرے پر ایسی" خوشی دیکھی تھی اور دل ہی دل میں اس کی دائمی خوشی کی دعا کی تھی۔

یہیں رکیے گا ڈاکٹر صاحب، میں بس ابھی آیا" وہ یہ کہتا اپنے کمرے کی جانب بھاگ گیا جبکہ تاشفین آبرو کی جانب دیکھنے لگا، وہ اس وقت ایک وکیل اور اس عورت کے ہمراہ" کھڑی تھی۔ وہ چند ثانیے اسے ایسے ہی دیکھتا رہا، وہ دن بہ دن اس کے دل میں اپنا مقام بلند کرتی جا رہی تھی۔

ڈاکٹر صاحب اگر بھابھی کو تاڑ لیا ہو تو چلیں" زاویار کی آواز پر وہ اس کی جانب پلٹا، جو اپنی بات کہتا اسے باہر آنے کا اشارہ کرتا جا چکا تھا جبکہ تاشفین سر جھٹکتے مسکرایا اور آبرو پر" ایک آخری نظر ڈالتے باہر کی جانب چل پڑا۔

ماضی:-

سبرینہ اس وقت اموجان کے کمرے میں موجود تھی۔اموجان کی طبیعت پچھلے ایک ہفتے سے دوبارہ بگڑنے لگی تھی۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی انہیں ہاسپٹل سے لائی تھی۔

"سبرینہ میرا وقت اب قریب آچکا ہے" سبرینہ جوان کو سوپ پلا رہی تھی،ان کی اس بات پر ایک دم چونکی،

"اموجان یہ آپ کیسی باتیں کررہی ہیں؟"وہ متفکر ہوئی،

"یہی سچ ہے سبرینہ اب میرے پاس زیادہ وقت باقی نہیں رہا" ان کی آواز دھیمی اور بوجھل تھی۔

"ایسی باتیں مت کریں اموجان،آپ ٹھیک ہو جائیں گی" سبرینہ کے لہجے میں نمی گھلنے لگی،

"سبرینہ میری ایک بات غور سے سنو"وہ سبرینہ کی جانب دیکھتی بولیں،

"جی اموجان کہیں"اس نے سوپ کا باؤل ٹیبل پر رکھتے،اموجان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا،

"تاشفین کو سب سچ بتادو" یہ بات سنتے سبرینہ کے ہاتھوں کی گرفت ایک دم ڈھیلی ہوئی،چہرہ ساکت ہو گیا۔

"تم پہلے ہی بہت دیر کر چکی ہوں سبرینہ،مزید دیر مت کرو،تاشفین اب جوان ہو چکا ہے،بہتر یہی ہے کہ یہ بات اسے تم خود بتادو اگر اسے یہ حقیقت کہیں اور سے معلوم ہوئی تو وہ تم سے متنفر ہو جائے گا"ان کی بات پر سبرینہ ان کی جانب دیکھتے بولنے لگی،

"اموجان اگر وہ حقیقت مجھ سے بھی جان لے گا،تو وہ تب بھی مجھ سے بدگمان ہو جائے گا"

"مگر تم حقیقت کب تک چھپاؤ گی سبرینہ،ایک نہ ایک دن تو سچ سامنے آنا ہے نہ،تم ماں ہو سبرینہ اسے پاس بٹھاتے پیار سے ساری سچائی بتاؤ گی تو وہ بدگمان نہیں ہو گا،اگر ہو بھی جائے گا تو بدگمانی وقتی ہو گی،مزید دیر مت کرو سبرینہ،تم۔۔۔۔۔"

"مگر اموجان میں اسے کیسے بتاؤں کہ اس کا باپ مرا نہیں زندہ ہے اور وہ اپنے بیٹے کے وجود سے بے خبر ہے اور اسے اس سے بے خبر رکھنے والی اس کی اپنی ماں ہے"وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی،اس نے اموجان کے چہرے کی جانب دیکھا جو ساکت ہو چکا تھا۔وہ ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے ہی والی تھی کہ اموجان کے لب ہلے

تاشفین بیٹا" سبرینہ کو لگا کہ اس کمرے کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو، وہ جس چیز سے دور بھاگ رہی تھی وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔اس نے پلٹتے تاشفین کو"

دیکھا، جس کے چہرے پر چھائے تاثرات، آنکھوں میں پھیلی بدگمانی، سبرینہ کو بہت کچھ سمجھانے کے لیے کافی تھی۔

تا۔۔۔تاشفین۔۔۔۔" وہ بولتی بیڈ سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ تاشفین نفی میں سر ہلاتا بھاگ گیا۔ سبرینہ بھی اس کے پیچھے بھاگی مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی تاشفین خود کو"

اپنے کمرے میں بند کر چکا تھا۔

تاشفین۔۔تاشفین بیٹا دروازہ کھولو" سبرینہ روتے ہوئے دروازہ بجا رہی تھی۔"

ایک بار میری پوری بات سن لو بیٹا" اسے روتا دیکھ کر زاویار اور نور بھی اس کے قریب آ گئے۔"

دروازہ کھولو بیٹا، ایسے بدگمان مت ہو، تمہاری بدگمانی تمہاری ماں برداشت نہیں کر پائے گی" وہ روتے ہوئے دروازہ پیٹ رہی تھی، اسے روتا دیکھ کر نور بھی رونے"

، لگی، اتنے میں اموجان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتیں ان کے پاس آئیں

، اموجان، اموجان آپ اسے کہیں نہ کہ دروازہ کھولے" وہ روتے ہوئے ان کے قریب آئی، جس پر وہ اسے اپنے ساتھ لگائے بولیں"

، سبرینہ، صبر کرو، اسے کچھ وقت دو، میں خود اس سے بات کروں گی" اموجان کی بات پر سبرینہ بولنے لگی"

اموجان میں اس کی ناراضگی نہیں سہہ سکتی، اسے کہیں کہ صرف ایک بار میری بات سن لے" وہ بلک بلک کر رو رہی تھی جبکہ اموجان کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلملانے"

لگے، انہیں اسی بات کا تو ڈر تھا۔

، میرے ساتھ آؤ سبرینہ" وہ بچوں کو بھی اپنے قریب آنے کا اشارہ کرتے بولیں"

"مگر اموجان۔۔۔۔"

سبرینہ میں نے کہا نہ میرے ساتھ آؤ" وہ اسے ساتھ لیے اپنے کمرے کی جانب چلی گئیں، زاویار اور نور بھی ان کے ساتھ چلے گئے جبکہ کمرے میں موجود 18 سالہ"

تاشفین اس وقت آنسوؤں سے رو رہا تھا۔ وہ اپنی زندگی کی اتنی بڑی حقیقت سے بے خبر تھا۔اس نے اپنی ساری زندگی اپنے باپ کے ہوتے ہوئے یتیمی میں گزاری، اپنی عمر کا

!ایک حصہ وہ اپنے باپ کی شفقت کو ترستا رہا، اس کے پیار کے لیے بے چین رہا اور سب سے تکلیف دہ بات تو یہ تھی کہ ان سب کی ذمہ دار اس کی اپنی ماں تھی

زندگی میں پہلی بار اس کا دل بہت بری طرح ٹوٹا تھا، وہ گھٹنوں میں سر دیے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز تھی، کانوں میں ہینڈ فری لگائے وہ آنکھیں بند کیے مزے سے گانے سن رہی تھی۔ گہرے سبز رنگ کی شلوار قمیض پہنے، وہ دوپٹے سے بے نیاز لیٹی تھی۔ بالوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اصباح اور آبرو کے کمرے میں داخل ہونے کو وہ محسوس نہ کر پائی جبکہ دوسری جانب وہ دونوں اسے دیکھ کر ایک دوسرے کی جانب دیکھتی مسکرائیں۔ اصباح نے آگے بڑھتے موبائل پر چلتے گانے کو روک دیا۔ اچانک گانے کی آواز رک جانے پر رتبہ نے آنکھیں کھولیں اور ان دونوں کو سامنے دیکھتے فوراً اٹھ بیٹھی۔

،تم لوگ کب آئے ؟" وہ ہینڈ فری کانوں سے نکالتی بولی"

،جب تم مزے سے گانے سن رہی تھی" آبرو کی بات پر اصباح بھی بولنے لگی"

،آبرو تم بھی رتبہ سے سیکھ لو کہ چھٹی کے مزے کیسے لیے جاتے ہیں" اصباح کی بات پر رتبہ اپنے بال جھٹکتے مسکرائی"

مجال ہے جو یہ چھٹی کے دن بھی کبھی میرے ساتھ گھر کے کاموں میں مدد کروادے" وہ آبرو کی جانب دیکھتے شکوہ کر رہی تھی جبکہ رتبہ اس کی بات کو ان سنا کرتے اپنا" ،موبائل اٹھانے لگی

ویسے تو یہ پورا پورا دن یونیورسٹی ہوتی ہے، تو گھر کے کاموں سے اس کی جان چھوٹ جاتی ہے مگر چھٹی کا دن بھی محترمہ اپنے کمرے میں گزارتی ہیں تاکہ کوئی کام نہ کرنا پڑ" جائے" اصباح آبرو کو رتبہ کی شکایتیں لگا رہی تھی، ان دونوں کو باتوں میں مصروف دیکھتے رتبہ نے اپنا موبائل خاموشی سے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں ڈال دیا، وہ انجان تھی کہ ،اس کی یہ حرکت آبرو کی نظروں سے چھپ نہیں سکی۔ جب اصباح رتبہ کی تمام شکایتیں لگا چکی، تو رتبہ نے اسے مخاطب کیا

،میری شان میں اور کچھ کہنا چاہیں گی آپ" وہ طنزیہ انداز میں بولی، جس پر اصباح کے کچھ کہنے سے پہلے آبرو بول پڑی"

،رتبہ مجھے دومنٹ کے لیے اپنا موبائل دینا" آبرو کی اس بات پر رتبہ کے چہرے کا رنگ ایک دم فق ہوا"

رتبہ میں تم سے کہہ رہی ہوں" اس کے چہرے کی اڑے رنگ آبرو کی سوچ کو پختہ کر گئے، رتبہ نے سست روی سے آگے بڑھتے اپنا موبائل دراز سے نکالا اور آبرو کی" جانب بڑھا دیا کیونکہ اب اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا۔

،یہ کس کا موبائل ہے رتبہ ؟" آبرو لہجے میں سختی لیے گویا ہوئی"

urdunovelsblog

،میرا موبائل ہے یہ"رتبہ نے اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل کرتے کہا"

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ تمہارا موبائل نہیں ہے رتبہ، تمہارا موبائل۔۔۔۔۔"

یہ میرا نیا موبائل ہے"رتبہ آبرو کی بات کاٹتی بولی جبکہ اصباح سنجیدگی سے ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔"

،اور یہ نیا موبائل کہاں سے آیا ہے؟"آبرو نیا کے لفظ پر زور دیتی بولی"

،میری دوست نے مجھے گفٹ کیا ہے"رتبہ کی بات پر آبرو استہزائیہ ہنسی"

،یہ گفٹ یقیناً امل نے دیا ہوگا"آبرو کی بات کے جواب میں رتبہ اپنا لہجہ مضبوط کرتے بولنے لگی"

نہیں امل نے نہیں سعدیہ نے دیا ہے"وہ جھوٹ بول رہی تھی یہ موبائل اسے امل نے ہی دیا تھا۔"

،اس نے دیا اور تم نے لے لیا!"آبرو کا لہجہ مزید سخت ہوگیا"

"تو میں اور کیا کرتی آبرو، میں اسے۔۔۔۔۔"

،تم اسے منع کر دیتی"آبرو رتبہ کی بات کاٹتی بولی"

،آبرو کسی کے تحفے کو انکار کرنے کا مطلب تم جانتی ہو"وہ منمنائی"

،میں نے تمہیں بہت بار سمجھایا ہے رتبہ کہ کسی سے اتنے مہنگے تحفے تحائف مت لیا کرو مگر تم باز نہیں آتی"آبرو لمحے بھر کو رکی"

بہت بار تمہیں سمجھایا ہے کہ دوست اپنے جیسے، اپنی کلاس کے بنایا کرو مگر تم پتہ نہیں کب سمجھو گی"آبرو کے لہجے میں تاسف تھا۔وہ پہلے بھی بہت بار رتبہ کو روک چکی تھی مگر رتبہ ہمیشہ اسے مایوس کرتی تھی۔اس کی تمام دوستوں کا تعلق اپر کلاس سے تھا۔

"مگر آبرو دوست تو دوست ہوتا ہے، کلاس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

بہت فرق پڑتا ہے رتبہ، دو لوگ جن کا رہن سہن، سوچ، خیالات، کلاس یہ سب میل نہ کھاتے ہوں، ان کے درمیان قائم کیا گیا کوئی بھی رشتہ کامیاب نہیں ہوتا"آبرو کی بات پر اصباح نے بھی اثبات میں سر ہلاتے اس کی بات کی حمایت کی،

urdunovelsblog

"مگر آبرو۔۔۔۔"

،اگر مگر کچھ نہیں رتبہ، تم یہ موبائل کل ہی اسے واپس کروگی" آبرو کی بات پر رتبہ فورا بولی"

،تم کیسی باتیں کررہی ہو آبرو، وہ میرے بارے میں کیا سوچے گی؟" رتبہ کی آواز بلند تھی"

جو بھی سوچے، تم کل اسے یہ واپس کروگی" آبرو کا لہجہ اٹل تھا۔"

"آبرو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی، میں کیسے۔۔۔۔"

رتبہ میں نے ایک بار کہہ دیا نہ" آبرو کے لہجے میں غصہ تھا۔ رتبہ خاموش ہوتے اثبات میں سر ہلا گئی مگر وہ دل ہی دل میں ارادہ کر چکی تھی کہ وہ یہ موبائل کسی صورت امل" ،کو واپس نہیں کرے گی۔ آبرو مزید کوئی بات کیے بغیر کمرے سے چلی گئی جبکہ اصباح نے رتبہ کو مخاطب کیا

"رتبہ تم کب باز آؤ گی؟ آبرو پہلے بھی تمہیں کتنی بار سمجھا چکی ہے مگر۔۔۔۔"

،مجھے اکیلا چھوڑ دو اصباح" رتبہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹی"

"رتبہ میری بات۔۔۔۔"

میں ہی یہاں سے چلی جاتی ہوں" وہ اس کی بات دوبارہ کاٹتے بیڈ سے اٹھی اور کمرے سے چلی گئی جبکہ پیچھے بیٹھی اصباح تاسف بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔"

-:ماضی

سبرینہ کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا۔ وہ تاشفین کے پاس جانا چاہتی تھی مگر اموجان اسے روکے ہوئے تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ سبرینہ کو کچھ سمجھاتے دوسرے کمرے میں بھیج ،چکی تھیں۔ ان کی ٹانگوں کا درد بڑھتا جا رہا تھا، وہ تھوڑا سا بھی چلنے کے بعد ایسے ہی اپنی ٹانگیں بے جان محسوس کرتی تھیں۔ اب وہ پاس بیٹھے زاویار سے مخاطب تھیں

زاوی بیٹا جاؤ بھائی کو بلا کر لاؤ" زاویار ان کی بات سنتا بھاگتا ہوا گیا مگر تاشفین نے اس کے دروازہ بجانے اور اموجان کے پیغام پر کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ابھی دروازہ ہی بجا رہا تھا" ،کہ نور بھی اس کے ساتھ آتے دروازہ بجاتے رونے لگی

urdunovelsblog

بھائی، بھائی، آپ پلیز باہر آجائیں، امی بہت رو رہی ہیں" وہ خود بھی رو رہی تھی، اس کی آواز اور بات پر تاشفین کا دل ایک دم بے چین ہوا۔ اس کی ماں جس کی آنکھ میں " ایک آنسو بھی وہ برداشت نہیں کر پاتا تھا، آج اس کے رونے کا سبب وہ خود بنا تھا مگر دوسری جانب دماغ میں فوراً اپنا مدعہ بیان کیا کہ اس کی ماں ہی اس کی ساری محرومیوں کی ذمہ دار ہے، اس کی قصوروار ہے۔ دل اور دماغ کی جنگ میں چند لمحوں بعد جیت دل کی ہوئی۔ اس نے دروازہ کھولا، جس پر نور فوراً بھاگتے ہوئے اس کے گلے لگ گئے۔

بھائی، بھائی آپ امی کو چپ کروائیں نہ وہ بہت رو رہی ہیں" وہ روتے ہوئے بولی، جس پر تاشفین نے اس کے آنسو صاف کرتے اسے اپنے ساتھ لگایا جبکہ زاویار نے ایک بار" پھر اموجان کا پیغام دہرایا، جس پر وہ اثبات میں سر ہلاتا اموجان کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ اموجان کے کمرے میں پہنچتے اموجان نے زاویار اور نور کو سبرینہ کے پاس بھیج ، دیا اور تاشفین کو مخاطب کیا

تاشفین بیٹا ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو" وہ اسے اپنے قریب بلاتی بولیں۔ تاشفین قدم اٹھاتا ان کے قریب گیا۔"

، میں تمہیں شروع سے لے کر آخر تک ہر ایک بات بتاؤں گی، اس کے بعد تمہارا جو بھی فیصلہ ہو گا وہ ہمیں منظور ہو گا مگر۔۔۔۔ "وہ رکیں"

ایک بات یاد رکھنا بیٹا، تمہاری ماں نے اپنی زندگی میں بہت اذیتیں سہی ہیں، ہر قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں، دھوکے کھائے ہیں مگر اتنی تکالیف کے بعد بھی اگر آج وہ زندہ" ، ہے تو صرف تمہارے لیے۔ اس نے اپنی زندگی کی ساری خواہشات، خوشیاں تم پر قربان کی ہیں بیٹا" ان کی بات پر تاشفین بولنے لگا

مگر اموجان وہ جھوٹی ہیں، انہوں نے میری زندگی کا اتنا بڑا سچ، اتنی بڑی حقیقت مجھ سے چھپائی، میرا باپ۔۔۔۔" اس کی آواز رندھ چکی تھی۔ اموجان نے اسے اپنے" ساتھ لگایا، وہ آج بھی ان کے لیے وہی آٹھ سالہ تاشفین تھا۔

urdunovelsblog

تمہارے سارے شکوے جائز ہیں بیٹا مگر پہلے تحمل سے میری پوری بات سنو" وہ یہ کہتے بولنے لگیں اور سبرینہ کی فیضی سے ہوئی پہلی ملاقات سے لے کر آج تک ہو اہر" واقعہ اس کے گوش گزار کیا جبکہ سامنے بیٹھے تاشفین کے چہرے پر بہت سے تاثر ابھرے، جن میں افسوس، خوشی اور غصہ شامل تھے۔

اب فیصلہ تمہارا ہے تاشفین کہ تم بھی اپنی ماں کو اذیت دینا چاہتے ہو جیسے اسے تمہارے باپ اور زمانے نے دی تھی یا اس کے گلے لگتے اس کے سارے دکھ خود سمیٹ لینا" ، چاہتے ہو" ان کی بات پر تاشفین نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اٹھاتے ان کی جانب دیکھا

امی کہاں ہیں؟" اس کی بات پر اموجان مسکرائیں، انہیں معلوم تھا کہ تاشفین کے سینے میں دھڑکتا دل بہت نرم ہے، وہ زیادہ دیر کسی سے بھی ناراض نہیں رہ سکتا جبکہ اب" تو مقابل اس کی ماں تھی۔ اموجان کے اشارہ کرنے پر وہ دوسرے کمرے کی جانب چلا پڑا، جہاں سبرینہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ زاویار بھی اس کے پاس بیٹھا تھا جبکہ نور اس کی گود ، میں سر رکھے لیٹی تھی۔ تاشفین کو اپنے سامنے دیکھتے سبرینہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں

مجھے معاف کر دو بیٹا" وہ بیڈ سے اٹھتی بولی، جس پر تاشفین نے آگے بڑھتے اسے اپنے گلے لگا لیا۔ وہ قد میں اس سے بڑا تھا۔ وہ سبرینہ کو اپنے ساتھ لگائے نجانے کتنی دیر "

! "ایسے ہی کھڑا رہا، وہ دونوں رو رہے تھے اور انکے آنسوؤں کی وجہ صرف ایک ہی شخص تھا" فیضی

،تاشفین نے نرمی سے سبرینہ کو خود سے الگ کرتے، اس کا ماتھا چوما اور اس کے آنسو صاف کرتا بولنے لگا

بس امی اب آپ مزید نہیں روئیں گی "اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔"

مجھے معاف کر دو تاشفین میں نے سب حقیقت تم سے۔۔۔۔۔ "وہ ہاتھ جوڑے کہنے لگی مگر تاشفین اس کے جڑے ہاتھ تھامے بولنے لگا۔"

،معافی آپ کو نہیں مجھے مانگنی چاہیے امی، جس نے آپ کی قربانیوں کا یہ صلہ دیا کہ محض ایک بات سنتے آپ سے بدگمان ہو گیا" اس کی بات پر سبرینہ روتے ہوئے بولی"

"نہیں بیٹا! تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، میں تمہاری گناہ گار۔۔۔۔۔۔"

، نہیں امی میری گنہگار آپ نہیں۔۔۔ "وہ رکا"

! میرا باپ ہے! "اس کے لہجے میں نفرت تھی، آج پہلی بار اپنے باپ کا سارا سچ جان لینے کے بعد اس کے دل میں اپنے باپ کے لیے صرف ایک ہی جذبہ پیدا ہوا تھا، نفرت"

،مت روئیں امی" وہ سبرینہ کو دوبارہ اپنے ساتھ لگاتا بولا"

میں آپ کا بیٹا ہوں، صرف آپ کا!" وہ "صرف" کے لفظ پر زور دیتا بولا اور پاس کھڑے زاویار اور نور کو اپنے پاس بلاتے انہیں بھی اپنے ساتھ لگایا۔ وہ چاروں ایک ساتھ "

! کھڑے تھے، جبکہ دوسرے کمرے میں موجود ڈاکٹر عافیہ کے چہرے پر ایک آسودہ مسکراہٹ تھی، بلاشبہ وہ ایک فرشتہ صفت عورت تھیں

چونکہ آج اتوار کا دن تھا تو وہ گھر پر ہی موجود تھا۔ وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھا سکرین کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں نیوز اینکر ملک کے بگڑتے مالی حالات کا احوال بیان کر رہے تھے

کہ اچانک اس کی سماعت سے موبائل کی آواز ٹکرائی، اس نے گردن موڑتے آس پاس دیکھا، وہ رابعہ بیگم کا موبائل تھا جو سامنے رکھے ٹیبل پر پڑا تھا، جس پر اس وقت صالحہ

،بیگم کی کال آ رہی تھی اور رابعہ بیگم یقیناً اس وقت اپنے کمرے میں تھیں۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے فون اٹھایا اور کال اٹینڈ کر لی

السلام علیکم پھپھو "دوسری جانب سے آتی آواز پر اس کے لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے، وہ اس کی آواز پہچان چکا تھا۔"

وعلیکم السلام" آفاق کی آواز سنتے دوسری جانب موجود اصباح کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔"

ہیلو،ہیلو۔۔۔"دوبارہ دوسری جانب سے کوئی آواز نہ آنے پر آفاق بولا جبکہ دوسری جانب اصباح بولنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہی تھی۔آفاق کو معلوم تھا کہ وہ لائن پر"

موجود ہے مگر بولنے سے کترا رہی ہے۔

،ہیلو اصباح!"اس بار آفاق کے منہ سے اپنا نام سنتے،اصباح کی کنفیوژن میں مزید اضافہ ہوا"

وہ امی پھپھو سے بات کرنا چاہ رہی ہیں آپ امی سے بات کرلیں"اس نے ایک ہی سانس میں پورا جملہ کہتے فون جلدی سے صالحہ بیگم کو پکڑا دیا،اس کی اس حرکت پر آفاق"

دوبارہ مسکرایا،وہ خود اپنی مسکراہٹ سے انجان تھا۔صالحہ بیگم سے کچھ لمحے بات کرتے وہ قدم اٹھاتا رابعہ بیگم کے کمرے کی جانب چلا گیا اور فون انہیں پکڑاتے واپس آگیا

اسے ابھی لاؤنج میں بیٹھے کچھ منٹ ہی گزرے تھے کہ رابعہ بیگم اس کے پاس آ بیٹھیں۔

یہ تم چھٹی والے دن بھی کن کاموں میں مصروف رہتے ہو آفاق، کبھی مجھے بھی وقت دے دیا کرو،دو گھڑی مجھ سے بھی بات کرلیا کرو"ان کے اس گلے پر آفاق نے پہلے"

،سکرین پر لگی خبروں کو بند کیا اور پھر اپنا رخ رابعہ بیگم کی جانب کرتا کہنے لگا

،امی میرا سارا وقت آپ کا ہی تو ہے،آپ بتائیں کیا بات کرنی ہے آپ کو"وہ مسکراتے ہوئے بولا،اس کی بات پر رابعہ بیگم اس کی جانب دیکھتے کہنے لگیں"

،اب تم اپنے بارے میں سوچو آفاق"انکی بات پر آفاق کے چہرے پر الجھن ابھری،جس پر رابعہ بیگم نے اپنے پاس رکھی چند تصاویر نکالتے آفاق کی جانب بڑھائیں"

،یہ تصاویر دیکھو"آفاق نے سوالیہ نگاہوں سے رابعہ بیگم کی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

"میں تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہوں آفاق،میں چاہتی ہوں کہ اب میں تمہارے اور مہمل کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں"

"مگر امی۔۔۔"

آفاق میں اس بار تمہارا انکار نہیں سنوں گی،یہ تصاویر لو اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں ان میں سے کون سی لڑکی پسند ہے"وہ تصاویر اس کے ہاتھ میں پکڑاتی بولیں،جس پر آفاق"

نے ایک سرسری نظر ان تصاویر پر ڈالتے،انہیں واپس رابعہ بیگم کی جانب بڑھا دیا۔

،مجھے کوئی بھی پسند نہیں امی"اس کی بات پر رابعہ بیگم خفگی سے بولیں"

"کیوں کیا برائی ہے ان میں؟"

"کوئی برائی نہیں ہے امی مگر میری پسند ایسی نہیں ہے"

،تو پھر تم ہی بتادو کہ تمہاری پسند کیسی ہے"رابعہ بیگم غصے سے بولیں،اس سے پہلے کہ آفاق کچھ بولتا رابعہ بیگم بولنے لگیں"

،آفاق اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو مجھے بتاؤ میں اس کے گھر رشتہ لے جاؤں گی"ان کی بات پر آفاق فورا بولنے لگا"

،نہیں امی ایسی کوئی بات نہیں ہے،میرا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا،آپ کی پسند ہی میری پسند ہے"اس کی اس بات پر رابعہ بیگم کے چہرے پر اطمینان ٹھہرا"

،اگر ایسی بات ہے تو پھر مجھے تمہارے لیے ایک لڑکی پسند ہے،اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں تمہارے لیے بات کروں"رابعہ بیگم کی بات پر آفاق بے اختیار بولا"

،کون؟"رابعہ بیگم کے کچھ کہنے سے پہلے مہمل جو کچھ فاصلے پر کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی بول پڑی"

،اِصباح"اس کی آواز پر وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے جبکہ رابعہ بیگم مسکراتے ہوئے بولنے لگیں"

ہاں آفاق مجھے اصباح تمہارے لیے بہت پسند ہے،اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں صالحہ سے بات کروں؟"ان کی بات پر آفاق کے ذہن کے پردے پر بے اختیار اصباح" سے ہوئی ملاقاتیں لہرانے لگیں،وہ اپنے دل کی کیفیات پر حیران تھا۔

،آفاق اس بار انکار مت کرنا!"رابعہ بیگم کے لہجے میں چھپے اصرار پر وہ بولنے لگا"

،امی مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت چاہیے"اس کی اس بات پر رابعہ بیگم بولنے لگیں"

،ٹھیک ہے آفاق مگر اس بار انکار مت کرنا"وہ دوبارہ اپنی بات دہراتیں اپنے کمرے کی جانب چلی گئی جبکہ پیچھے کھڑی مہمل آفاق کے قریب آئی"

،ویسے بھائی ایک بات کہوں"اس کی بات پر آفاق نے اسکی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا"

آپ کی اور"رم جھم"،میرا مطلب اصباح کی جوڑی بہت اچھی لگے گی"وہ یہ کہتے بھاگتی ہوئی رابعہ بیگم کے پیچھے چلی گئی،جبکہ پیچھے کھڑا آفاق اس کی بات پر مسکرایا اور پھر" اپنی اس مسکراہٹ پر حیران ہوا۔اس کے دماغ میں اس وقت سوچوں کا ایک الجھا ہوا جال موجود تھا جسے جلد ہی سلجھاتے اسے فیصلہ کرنا تھا۔

اس نے دلیہ باؤل میں ڈالتے باؤل ٹرے میں رکھا اور اپنا رخ اموجان کے کمرے کی جانب کیا۔اموجان کی طبیعت پچھلے دو ماہ سے شدید خراب تھی۔علاج کے باوجود بھی ان کی طبیعت سنبھل نہیں پا رہی تھی۔سبرینہ ان کے لیے بہت پریشان رہتی تھی۔اس نے لاؤنج سے گزرتے سامنے لگی گھڑی پر نظر ڈالی،دو بج چکے تھے۔زاویار اور نور سکول سے واپس آنے ہی والے تھے۔تاشفین کا ایڈمیشن ایک میڈیکل یونیورسٹی میں ہو چکا تھ۔

اس نے کمرے میں داخل ہوتے نگاہ سامنے بیڈ پر لیٹی اموجان پر ڈالی، جو بیڈ پر آنکھیں موندے نیم دراز تھیں۔ان کے ہاتھ میں تسبیح موجود تھی۔ سبرینہ مسکراتے ہوئے

،آگے بڑھتے ان کے قریب گئی

اموجان"اس نے نرمی سے پکارتے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی مگر اس کی پکار کے جواب میں اموجان خاموش رہیں۔"

اموجان، اٹھ جائیں! میں آپ کے لیے دلیہ لائی ہوں"اس کے دوبارہ پکارنے پر بھی جب اموجان کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی تو سبرینہ پریشان ہوگئی، وہ ان کی جانب"

،پلٹتے انہیں اٹھانے لگی

اموجان، اموجان!"وہ مسلسل انہیں پکار رہی تھی مگر اموجان کا وجود ساکت تھا کہ اچانک سبرینہ کے حرکت دینے پر ان کا تسبیح والا ہاتھ ایک طرف ڈھلک گیا۔ سبرینہ"

کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے، وہ تیز دھڑکتے دل کے ساتھ آگے بڑھتے ان کی نبض دیکھنے لگی۔ صد شکر کہ ان کی نبض چل رہی تھی مگر رفتار بہت کم تھی۔ وہ تیزی سے باہر

بھاگی اور اپنا موبائل اٹھاتے کسی کو کال ملانے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ ہاسپٹل کے کاریڈور میں موجود تھی۔ادھر سے ادھر چکر لگاتے وہ بار بار اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔ڈاکٹر عافیہ کو ہارٹ اٹیک آیا تھا۔وہ روتے ہوئے مسلسل

ان کی صحتیابی کے لیے دعا مانگ رہی تھی۔اتنے میں اسے ایک جانب سے تاشفین، زاویار اور نور آتے دکھائی دیے۔نور اور زاویار یونیفارم میں تھے جبکہ تاشفین نے اس

وقت سیاہ جینز کے ساتھ آف وائٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے قریب آئے، نور فوراً سبرینہ سے لپٹ گئی جبکہ زاویار اور تاشفین بھی اس کے پاس ہی

کھڑے تھے۔

urdunovelsblog

اموجان کے لیے دعا کرو بیٹا"سبرینہ روتے ہوئے نور کو خود سے لگائے ان دونوں کی جانب دیکھتے بولی کہ اتنے میں آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے۔وہ تیزی"

،سے ان کے قریب گئے، ان کے کچھ کہنے سے پہلے ڈاکٹر بولنے لگے

مریض کی جان خطرے سے باہر ہے مگر ان کے دل کا ایک وال بند ہو چکا ہے، ہمیں ان کا آپریشن کرنا ہوگا مگر وہ آپریشن کے لیے ابھی بہت کمزور ہیں"ڈاکٹر کی بات پر"

،سبرینہ بولی

،کیا ہم ابھی ان سے مل سکتے ہیں؟"سبرینہ کے سوال پر ڈاکٹر اس کی جانب دیکھتے بولنے لگے"

ہاں مل سکتے ہیں مگر کوشش کیجیئے گا کہ انہیں کسی بھی قسم کی پریشانی سے دور رکھیں"ڈاکٹر یہ کہتے وہاں سے چلے گئے جبکہ وہ چاروں اندر داخل ہوئے۔"

سامنے اموجان نیم وا آنکھوں سے انہیں دیکھتی مسکرائیں، ان کے قریب جانے پر سبرینہ ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے چومنے لگے۔

، سبرینہ !"ان کی پکار پر وہ ان کی جانب متوجہ ہوئی"

جی اموجان"نور بھی سبرینہ کے ساتھ کھڑی تھی جبکہ تاشفین اور زاویار اموجان کے بیڈ کے دوسری جانب کھڑے تھے۔"

میرا وقت اب آ چکا ہے سبرینہ "وہ لفظ توڑ توڑ کر ادا کر رہی تھیں۔"

ایسی باتیں مت کریں اموجان، اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے"سبرینہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔"

تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے سبرینہ، میں تمہاری بہت شکر گزار ہوں۔۔۔۔۔۔ اگر تم نہ ہوتی۔۔۔ تو میں ان بچوں کو کیسے پالتی !"وہ لڑکھڑاتے لہجے میں رک رک کر" بول رہی تھیں۔

، میں آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں اموجان اگر آپ نہ ہوتیں تو میں آج زندہ ہی نہ ہوتی"سبرینہ کی بات پر اموجان کے چہرے پر افسردہ مسکراہٹ در آئی"

جان لینے اور دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے سبرینہ، اس میں میرا کوئی کمال نہیں"ایک آنسو ان کی آنکھ سے نکلتا ان کے رخسار پر آ گیا۔"

"میرے پاس اب زیادہ وقت نہیں رہا سبرینہ میں جلد صائم اور حلیمہ سے جا ملوں گی"

urdunovelsblog

اللہ کا واسطہ ہے اموجان ایسی باتیں مت کریں"سبرینہ کے رونے پر نور جو پہلے ہی رو رہی تھی، اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی جبکہ زاویار کا چہرہ بھی بھیگنے لگا۔ ساتھ" کھڑا تاشفین بھی آنکھوں میں آنسو لیے خود پر ضبط کیے ہوئے تھا۔

بچو میرے پاس آؤ"وہ بمشکل اپنے ہاتھ سے انہیں اشارہ کرتی بولیں، ان کی بات پر وہ سب ان کے قریب آ گئے۔"

اپنا اور اپنی ماں کا خیال رکھنا"وہ رکیں، ان سب کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔"

، تاشفین اپنی ماں کو کبھی کوئی دکھ مت دینا"ان کی سانس اکھڑنے لگی تھی، تاشفین نے اپنے آنسو صاف کرتے اثبات میں سر ہلایا اور انہیں مخاطب کیا"

، آپ فکر مت کریں اموجان، میں امی کا خیال رکھوں گا، آپ کو کچھ نہیں ہوگا اموجان"اس نے یہ کہتے جھکتے ہوئے ان کے ماتھے کو چوما"

آج سے یہی۔۔۔۔ تم سب کی اموجان ہے"ان کے سینے میں بائیں جانب شدید درد اٹھنے لگا، تکلیف کے اثار ان کے چہرے سے واضح تھے۔"

ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اتفاق سے رہنا، کبھی ایک دوسرے کا دل مت دکھانا" وہ سینے پر بائیں جانب ہاتھ رکھتی کہہ رہی تھیں، ان کی اکھڑتی سانسیں دیکھتے،"

، سبرینہ نے تاشفین کو مخاطب کیا

،تاشفین۔۔۔تاشفین جلدی سے ڈاکٹر کو بلالاؤ" "تاشفین بھاگتا ہوا باہر گیا"

سبرینہ۔۔۔۔۔تم سے میرا کوئی خونی رشتہ نہ تھا۔۔۔۔۔ مگر تم میری اولاد کے بعد مجھے اس دنیا میں سب سے۔۔۔۔۔ زیادہ عزیز ہو۔۔۔۔۔۔اپنا خیال رکھنا"

،اور۔۔۔۔۔۔"ان کی آنکھیں بند ہونے لگیں

مجھے بھول مت جانا۔۔۔۔" وہ افسردہ مسکراہٹ لیے آنکھیں موند چکی تھیں۔"

ای-سی-جی مونیٹر پر نظر آتی سیدھی لائن اس بات کی گواہ تھی کہ ایک فرشتہ صفت روح اس دنیا سے کوچ کر گئی ہے۔ سبرینہ ان کے سینے پر سر رکھے رونے لگی، وہ آج ایک بار پھر یتیم ہو گئی تھی۔ وہ اس کی ماں تھیں جنہوں نے اسے تب سنبھالا تھا جب وہ پوری دنیا سے ٹھوکریں کھاتے دربدر ہو رہی تھی، اس نے اپنا سر اٹھاتے ان کا ماتھا چوما، اس کے آنسو ان کے رخسار پر گرے۔ اتنے میں ڈاکٹرز آ چکے تھے۔ ڈاکٹر عافیہ کو دوبارہ ہارٹ اٹیک ہوا تھا، جو ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا تھا۔ وہ چاروں دوبارہ کاریڈور میں کھڑے تھے، ان سب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آج ان سب کا بہت بڑا نقصان ہوا تھا۔ وہ چاروں پہلے بھی یتیم تھے مگر آج ایک بار پھر یتیم ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر عافیہ کی تدفین کے وقت تاشفین کو ان کو لحد میں اتارنا اس دنیا کا سب سے مشکل کام لگا تھا جبکہ وہ گھر اب ان سب کو سونا سنا محسوس ہوتا تھا۔ کچھ سال تو وہ اس گھر میں ہی رہے مگر پھر سبرینہ نے تاشفین کی ڈگری مکمل ہونے پر لاہور شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا۔ جس دن تاشفین کو اپنی ڈگری ملی تھی، اس دن اسے امو جان بہت شدت سے یاد آئی تھیں کہ کاش امو جان زندہ ہوتیں تو وہ دیکھتیں کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلتا آج اس مقام پر جا پہنچا ہے۔ سبرینہ آج بھی جب ٹرسٹ میں موجود اپنے آفس میں جاتی، تو اپنی کرسی کے سامنے لگی امو جان کی تصویر کو دیکھتے اس کی آنکھیں بھیگ جاتیں، وہ ان کے احسانات کا بدلہ چاہ کر بھی اپنی زندگی میں ادا نہیں کر سکتی تھی۔ ان کے احسانات نے !ہی سبرینہ کو فرش سے عرش تک پہنچایا تھا۔ وہ اس کی محسن اور دوسری ماں تھیں

وہ اس وقت کورٹ میں موجود تھی، اس نے ٹیبل پر پڑا اپنا بیگ اٹھایا اور اپنا موبائل اس میں ڈالتے باہر کے جانب قدم بڑھانے لگی، اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ !تھی۔ سرشاری کی! اطمینان کی! شکر کی

آج رشاء کے کیس کی پہلی پیشی تھی، جس میں وہ کامیاب ٹھہری تھی۔ سارے ثبوت، دلائل، حقائق رشاء کے حق میں تھے۔ اسے پورا یقین تھا کہ اگلی پیشی میں فیصلہ رشاء کے حق میں ہی سنایا جائے گا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ابھی بھی رشاء کا چہرہ تھا، جو آج بہت خوش تھی۔ اس کی اولاد اسے واپس ملنے کی خبر نے اسے زندگی کی نوید سنائی تھی۔

پاکستان کے قوانین میں موجود چائلڈ کسٹڈی لاء کے مطابق طلاق کے بعد اولاد کا فیصلہ ماں کے حق میں ہی کیا جاتا ہے یعنی قانون کے مطابق جب تک بیٹے کی عمر سات سال سے کم ہو گی، اسے ماں کی تحویل میں دے دیا جائے گا اور بیٹی کے بالغ ہونے تک اسے ماں کی سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جب بیٹا سات سال کا ہو جائے اور بیٹی بالغ ہو جائے تو فیصلہ ان بچوں کی رضامندی پر ہی کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی اپنے والدین میں سے کس کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں۔

وہ قدم اٹھاتی ابھی پارکنگ ایریا کے قریب ہی پہنچی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا، اس نے اپنا بیگ کھولتے اپنا موبائل نکالا، وہ ایک انجان نمبر تھا۔ آبرو نے کال اٹینڈ کرتے فون کان کو لگایا،

"ہیلو" آبرو کی آواز پر دوسری جانب سے بھی آواز آنے لگی،

"تم باز نہیں آئی نہ!" نجانے کیسے پر آبرو وہ آواز پہچان گئی تھی، وہ شاہزین لاشاری تھا۔

"بہت سمجھایا تھا تمہیں کہ اس کیس دور رہو مگر تم بہت ضدی ثابت ہوئی ہو" اس کی بات کے جواب میں آبرو بولنے لگی،

"تو پھر تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں اپنی زبان کی کتنی پکی ہوں" آبرو کی بات پر دوسری جانب سے شاہزین کی ہنسنے کی آواز آئی،

"اندازہ تو اب تمہیں ہو گا کہ میں بھی اپنی زبان کا کتنا پکا ہوں" اس کی بات پر آبرو نے ایک نگاہ آس پاس ڈالی کہ شاہزین کی آواز دوبارہ اس کی سماعت سے ٹکرائی،

"چلو تمہیں ایک اور بار وارننگ دیتا ہوں، ابھی بھی وقت ہے پیچھے ہٹ جاؤ، دوسری پیشی سے پہلے اس کیس کو چھوڑ دو" اس کی بات پر آبرو مسکرائی،

"میں نے اُس دن بھی تم سے کہا تھا اور آج بھی کہے دیتی ہوں کہ میں یہ کیس واپس نہیں لوں گی" اس کی بات پر دوسری جانب شاہزین کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے،

"تو ٹھیک ہے پھر اپنی ضد کا انجام بھگتو" یہ کہتے وہ فون کاٹ چکا تھا۔

"ایڈیٹ!" آبرو نے یہ کہتے فون واپس اپنے بیگ میں ڈال دیا مگر ابھی اس نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ اسے ایک بائیک اپنی جانب آتی محسوس ہوئی، جس پر دو نقاب پوش سوار تھے۔ اس سے پہلے کہ آبرو کچھ سمجھ پاتی وہ بائیک اس کے قریب آئی، پیچھے بیٹھے آدمی نے ریوالور نکالتے آبرو پر فائر کیے اور بائیک لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو

گئی۔ایک گولی آبرو کے بائیں بازو میں لگی تھی جبکہ دوسری گولی اس کے بازو کو چھو کر گزری تھی۔تکلیف کی شدت سے وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی،اس کا بیگ بھی زمین پر گر چکا تھا۔

لوگ بھاگتے ہوئے اس کی جانب آئے،کچھ لوگوں نے بائیک کا پیچھا کرنے کی کوشش بھی کی مگر وہ بائیک ان کی پہنچ سے بہت دور جا چکی تھی۔آبرو اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھتے خون روکنے کی کوشش کر رہی تھی مگر تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔لوگ اس کے قریب آچکے تھے۔کچھ لوگ ایمبولنس کو کال کرنے لگے،درد کی شدت سے آبرو کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں،اس کے آس پاس موجود لوگ اسے ہوش دلا رہے تھے مگر کچھ لمحے بعد وہ درد کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو گئی۔

کورٹ کے اندر بھی ہلچل مچ چکی تھی۔زاویار بھی اس وقت وہیں موجود تھا۔اس نے گیٹ کے قریب آتے پارکنگ ایریا کی جانب دیکھا جہاں اس وقت لوگوں کا ہجوم جمع تھا،ایمبولنس کے ہارن پر سب اس جانب متوجہ ہوئے۔زاویار نے اپنے پاس کھڑے وکیل کو مخاطب کیا،

"ہارون کیا ہوا ہے؟"اس کے مخاطب کرنے پر ہارون اس کی جانب متوجہ ہوا،

"گولی لگی ہے یار!"

"کسے؟"زاویار نے فوراً سوال کیا،

"وہ وکیل ہے نہ آبرو صدیقی جس کے کیس کی آج پیشی بھی تھی،دو موٹر سائیکل سواروں نے اس پر فائرنگ کی ہے"زاویار کا دماغ بھک سے اڑا،وہ بھاگتا ہوا اس ہجوم کے پاس گیا مگر ایمبولنس آبرو کو لے جا چکی تھی۔اس کے دماغ میں اچانک ایک خیال آیا اور وہ اپنا موبائل نکالتے تیز تیز انگلیاں چلانے لگا۔کچھ لمحے بعد وہ ایک نمبر ڈائل کر رہا تھا،سکرین پر جگمگاتا نام "تاشفین" کا تھا۔

وہ لوگ اس وقت ہاسپٹل کے کاریڈور میں موجود تھے۔صالحہ بیگم اور رتبہ اس وقت دیوار کے ساتھ لگے بینچ پر بیٹھی تھیں۔صالحہ بیگم کا رو رو کر برا حال تھا۔ان سے کچھ فاصلے پر زاویار دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے،دونوں ہاتھ سینے پر باندھے دیوار کی جانب دیکھ رہا تھا۔اس کا چہرہ بہت سنجیدہ تھا جبکہ کچھ فاصلے پر تاشفین کھڑا تھا،جس کے چہرے کے تاثرات بہت سنجیدہ اور متفکر تھے۔آبرو اس وقت آپریشن تھیٹر میں تھی۔

"میری بچی!"صالحہ بیگم روتے ہوئے مسلسل اسے پکار رہی تھیں۔تاشفین قدم اٹھاتا ان کے قریب آیا،

urdunovelsblog

"آنٹی آپ پریشان مت ہوں، گولی آبرو کے بازو میں لگی ہے، خطرے کی کوئی بات نہیں، آپ مت روئیں ورنہ آپ کی طبیعت بھی بگڑ جائے گی" تاشفین ان کو تسلی دیتا ہوا بولا کہ زاویار بھی چلتا ہوا، ان کے قریب آیا،

"بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں آنٹی، آپ پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا" زاویار کی بات پر رتبہ نے اس کی جانب دیکھا، اس نے آج پہلی بار اسے اتنا سنجیدہ دیکھا تھا۔ خود پر کسی کی نظریں محسوس کرتے زاویار نے بھی رتبہ کی جانب دیکھا مگر دونوں کی نظر ملتے ہی رتبہ نظریں جھکا گئی۔ اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی، رتبہ کی نظر دائیں جانب سے آتے اشعر پر پڑی، جو تیزی سے اسی جانب آرہا تھا۔ اس نے انکے قریب پہنچتے سب کو سلام کیا اور صالحہ بیگم کو مخاطب کیا،

"چچی جان آبرو کیسی ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے نہ؟ کہاں ہے وہ؟" وہ چہرے پر فکر کے تاثرات سجائے، ایک ہی سانس میں سب سوال کر گیا مگر اس سے پہلے کہ صالحہ بیگم اسے کوئی جواب دیتیں، آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے، وہ سب تیزی سے ان کی جانب بڑھے،

"ڈاکٹر صاحب میری بیٹی ٹھیک تو ہے نہ؟" صالحہ بیگم روتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، ان کے بازو میں لگی گولی ہم نکال چکے ہیں، اب وہ خطرے سے باہر ہیں" ڈاکٹر کی بات پر وہاں موجود ہر ایک کے دل پر سکون ہوئے،

"کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟" رتبہ کے سوال پر ڈاکٹر دوبارہ بولے،

"جی مل سکتے ہیں مگر کوشش کیجیے گا کہ ان کے پاس زیادہ رش نہ ہو" ڈاکٹر یہ کہتے وہاں سے چلے گئے۔ صالحہ بیگم نے اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کرتے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اشعر نے انہیں مخاطب کیا،

"چچی جان میں آبرو سے مل لوں؟" اس کے سوال پر تاشفین نے حیرت سے اشعر کی جانب دیکھا،

"ہاں بیٹا جاؤ پہلے تم مل لو" ان کے جواب پر اشعر قدم اٹھاتا اندر داخل ہو گیا مگر پیچھے کھڑے زاویار اور تاشفین نے حیرت سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا، ان دونوں کے دماغ میں اس وقت یہی سوال گونج رہا تھا کہ "یہ آخر کون ہے؟"

"آنٹی یہ کون ہے؟" زاویار دماغ میں آئے سوال کو صالحہ بیگم سے پوچھ بیٹھا یہ جانے بغیر کہ ان کا جواب اس کے اور تاشفین کے لیے بہت بھاری ثابت ہونے والا ہے۔

"بیٹا یہ ان کے تایا کا بیٹا ہے اشعر اور آبرو کا شوہر بھی!" ان کے جواب پر زاویار کو حیرت کا جھٹکا لگا جبکہ ان کے پیچھے کھڑے تاشفین کو لگا، جیسے اس کا دھڑکتا دل تھم گیا ہو، اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی،

،آبرو کا شوہر!"زاویار کے نا سمجھی سے پوچھنے پر صالحہ بیگم دوبارہ بولیں"

ہاں بیٹا، آبرو اس کی منکوحہ ہے" صالحہ بیگم کی بات پر تاشفین کو اب مزید وہاں کھڑا ہونا مشکل لگنے لگا، وہ ان سے ایکسکیوز کرتا وہاں سے چلا گیا جبکہ زاویار افسردہ نظروں سے "اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ اس کے بھائی کی خوشیاں اتنی مختصر تھیں اسے معلوم نہ تھا!

وہ قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا، ہاتھ میں بائیک کی چابی پکڑے وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس وقت بہت سنجیدہ تھے۔ اسے سامنے ہی نور اور سبرینہ ،بیٹھی نظر آئیں۔ زاویار پر نظر پڑتے، وہ دونوں تیزی سے اس کے قریب آئیں

اب کیسی ہے آبرو؟"ان کے سوال پر زاویار نے ان کی جانب دیکھا، وہ پہلے ہی فون پر انہیں سارے معاملے سے باخبر کر چکا تھا۔"

بہتر ہے"اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔"

،خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے نہ زاویار" سبرینہ کے دوبارہ پوچھنے پر وہ انہیں جواب دیتا بولا"

،نہیں اموجان خطرے کی کوئی بات نہیں"اس کی بات پر سبرینہ مطمئن ہوئی"

"میں آبرو کی عیادت کے لیے جانا چاہ رہی تھی، تم۔۔۔۔۔۔"

نہیں اموجان آج رہنے دیں، کل انہیں ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیں گے، پھر آپ ایک ہی بار گھر جا کر ان کی عیادت کر لیجیے گا" زاویار سبرینہ کی بات کاٹتا بولا، جس پر" سبرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ زاویار کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھتے سبرینہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا پر اس سے پہلے کہ وہ خود کچھ پوچھتی، زاویار کے سوال پر وہ اسکی ،جانب متوجہ ہوئی

،اموجان آپ کو صالحہ آنٹی نے آبرو کے بارے میں کچھ بتایا تھا؟"اس کے سوال پر سبرینہ حیران ہوئی"

کیا مطلب؟ کیا بتانا تھا؟ تم کس بارے میں بات کر رہے ہو؟" سبرینہ کے سوالات پر زاویار نے گہری سانس لی، یقیناً صالحہ بیگم نے اموجان سے آبرو کے نکاح کا ذکر نہیں" کیا ہو گا تبھی تو وہ تاشفین کے لیے آبرو کو پسند کیے بیٹھی تھیں۔

یہی کہ آبرو کا نکاح اپنے تایازاد سے ہو چکا ہے"زاویار کی بات پر سبرینہ کو حیرت کا جھٹکا لگا۔"

urdunovelsblog

،کیا؟"نور کی آواز پر اس نے انکی جانب دیکھا"

،مگر تمہیں یہ کیسے پتہ چلا؟"نور کے بولنے پر زاویار بولنے لگا"

،آج آبرو کا شوہر بھی ہاسپٹل آیا تھا،وہیں مجھے اس بات کا علم ہوا"اس کے لہجے میں چھپی افسردگی سبرینہ باآسانی محسوس کر سکتی تھی۔اسنے فوراً زاویار کو مخاطب کیا"

،تاشفین کو بھی۔۔۔" سبرہنہ کی بات ابھی ادھوری تھی کہ زاویار نے اس کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا۔سبرینہ کو فوراً تاشفین کی فکر ہوئی"

،تاشفین ٹھیک ہے نہ؟زاویار" سبرینہ کے سوال پر زاویار صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتا بولا"

جی امی وہ ٹھیک ہیں"اس کے لہجے کی افسردگی سبرینہ کو بہت کچھ سمجھا چکی تھی۔"

سبرینہ کو فوراً اپنی جلد بازی پر افسوس ہوا کہ اس نے صالحہ سے بات کیے بغیر تاشفین سے بات کر ڈالی تھی پر اگر وہ بات نہ بھی کرتی تو تاشفین تو پہلے ہی آبرو کو پسند کرتا تھا۔سبرینہ بوجھل ہوتے دماغ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔وہ اپنے بیٹے کی خوشیوں کا سوچ رہی تھی مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

اے زندگی تجھے کیا کہوں

میرے ساتھ تو نے کیا کیا

جہاں آس کا کوئی دیا نہیں

مجھے اس نگر پہنچا دیا

نہ میں بڑھ سکوں،نہ میں رک سکوں

نہ ہی دل کی بات سمجھ سکوں

نہ کسی کو کچھ بھی کہہ سکوں

تجھے کیا کہوں تو کیا کیا

مجھے منزلوں کی خبر تو دی

مگر راستوں کو الجھا دیا

اے زندگی تجھے کیا پتا

یہاں کس نے کس کو گنوا دیا

!وہ اپنے آفس میں بیٹھا سامنے پڑے پیپر پیڈ پر مسلسل پین چلا رہا تھا۔وہ ہمیشہ شدید پریشانی کے عالم میں یہی کرتا تھا اور آج تو اس کا دل ٹوٹا تھا

آج زندگی میں دوسری بار ایک راز آشکار ہونے پر اس کا دل اتنی شدت سے ٹوٹا تھا کہ اسے سنبھلنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔اس کے دل کی دھڑکن معمول سے بہت تیز تھی۔وہ افسردہ تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا!

!کیوں اسے اُس لڑکی سے محبت ہوئی جو اسے حاصل نہیں ہو سکتی تھی

!کیوں اس کی ماں نے بھی اس کا انتخاب کیا جو کسی اور کا مقدر تھی

اس کی مختصر سی خوشیاں اب ختم ہو چکی تھیں،زندگی میں آئے مسرت کے لمحے رخ موڑ چکے تھے۔اس نے پین زور سے بند کرتے ٹیبل پر رکھا اور کرسی سے ٹیک لگاتے ،آنکھیں انکھیں موندلیں کہ اچانک اس کی بند آنکھوں کے سامنے ڈاکٹر عافیہ کا چہرہ نمودار ہوا اور کانوں میں ان کی آواز گونجنے لگی

"تاشفین بیٹا میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا!انسان کے مقدر میں اگر کوئی چیز یا انسان نہ لکھا ہو تو اسکے لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ اسے حاصل نہیں ہو سکتا پر اگر کوئی چیز اس انسان کے نصیب سے جڑی ہو تو وہ ہر حال میں اسے حاصل ہو جاتی ہے"

اس نے جھٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں،اموجان کا چہرہ غائب ہو گیا۔اسے یاد تھا کہ یہ بات اموجان نے اسے میڈیکل کالج کے انٹری ٹیسٹ سے ایک دن پہلے کہی تھی۔وہ مسکرایا،مسکراہٹ افسردہ تھی!

شاید آبرو اس کے نصیب میں نہ تھی تبھی تو اس کا حصول اسکے لیے ناممکن تھا۔ دل نے ایک دم شکوہ کیا کہ اگر وہ اس کا نصیب نہ تھی تو کیوں اس کے دل میں اس کے لیے محبت جیسا پاکیزہ جذبہ پیدا ہوا، کیوں وہ بار بار اس کی نظروں کے سامنے آتے اسے بے بس کر دیا کرتی تھی۔ آخر ہمیشہ اس کے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے کہ خوشیاں اس کی چوکھٹ پر دستک دیتے دروازے سے ہی واپس پلٹ جاتی ہیں۔

،اس نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں بند کیں، اسے دوبارہ اموجان کی آواز اپنے کانوں میں سنائی دینے لگی

"ہم انسان کتنے عجیب ہیں نہ تاشفین، رب سے شکوہ کرتے وقت اس کی کی گئی ساری عنایات بھول جاتے ہیں"

وہ آنکھیں کھولتے ایک بار پھر مسکرایا مگر اس بار اسکی مسکراہٹ افسردہ نہ تھی۔

وہ اپنے رب کے ہر فیصلے پر راضی تھا، وہ ان بے شمار عنایات کو کیسے فراموش کر سکتا تھا جو اس کے رب نے اس پر کی تھیں۔ وہ اسکے رب کی ذات ہی تھی جس نے اسے ،عزت، مقام، مرتبہ عطا کیا تھا۔ وہ اپنے نصیب میں لکھے ہر فیصلے پر راضی تھا۔ وہ چہرے پر مسکراہٹ لیے کھڑا ہوا کہ اموجان کی آواز پھر اس کے کانوں میں رس گھولنے لگی

جب جب انسان کا دل ٹوٹتا ہے نہ تو اسے سب سے پہلے اپنا خالق یاد آتا ہے" اس نے آنکھیں بند کیں تو سامنے اموجان کا چہرہ نظر آیا۔ دل میں سکون ہی سکون بھر " گیا۔ آنکھیں کھولتے وہ اب کافی بہتر محسوس کر رہا تھا۔ وہ چہرے پر آسودہ مسکراہٹ سجائے، قدم اٹھاتا باہر کی جانب چل پڑا، اب اس کا ارادہ اپنے پیشے سے منسلک فرائض نبھانا تھا۔

urdunovelsblog

رتبہ نے چولہے کی آگ بند کرتے، چائے کا برتن اتارا اور چائے پاس پڑے کپس میں ڈالنے لگی۔ چائے کپس میں ڈالتے، اس نے ٹرے میں رکھی بسکٹس کی پلیٹ کے ساتھ دونوں کپس رکھ دیے اور ٹرے اٹھائے باہر کی جانب چل پڑی۔ باہر اس وقت زاویار اور سبرینہ آئے تھے۔ لاؤنج میں پہنچتے اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور ایک نظر لونج میں بیٹھے تمام نفوس پر ڈالتے واپس آ گئی۔ آبرو بھی کچھ دیر پہلے ہی ان کے پاس آکر بیٹھی تھی۔ اس کی طبیعت کچھ بہتر تھی۔ وہ ہلکے پیلے رنگ کی فراک کے ساتھ، سفید ٹراؤزر پہنے دوپٹہ سر پر لیے سامنے صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اس کا رنگ زرد ہو چکا تھا، جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا۔ اس کے کندھے سے کہنی تک پورے بازو پر پٹی بندھی تھی۔ گولی اس کے کندھے کے پاس لگی تھی، جس کی وجہ سے اسے ریکوری میں کافی وقت درکار تھا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ باہر سے آتی بیل کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔ کچھ دیر بعد جلال تایا اور صائمہ تائی لاؤنج میں داخل ہوئے۔

وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ صالحہ بیگم اور آبرو سامنے رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں جبکہ سبرینہ اور زاویاران کے سامنے رکھے دوسرے صوفے پر بیٹھے تھے۔ صائمہ تائی سبرینہ کے ساتھ رکھے سنگل صوفے پر بیٹھی تھی۔ صالحہ بیگم نے ان سب کا ایک دوسرے سے تعارف کروایا۔ سبرینہ نے صائمہ تائی کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھے، جس سے واضح تھا کہ انہیں زبردستی یہاں لایا گیا ہے۔

،اب تمہاری طبیعت کیسی ہے آبرو؟" جلال تایا نے آبرو کو مخاطب کیا، جس پر آبرو نے ان کی جانب دیکھتے جواب دیا"

اب کافی بہتر ہے تایا جان" اس کی آواز سے نقاہت واضح تھی۔"

،کچھ معلوم ہوا کہ یہ کس نے کروایا ہے؟" ان کا اشارہ فائرنگ کی واردات کی جانب تھا۔ جس پر آبرو نے ایک نظر صالحہ بیگم پر ڈالی اور پھر بولنے لگی"

،جی تایا جان! میرے جس کیس کی کل پیشی تھی، اسی کے مخالفین میں سے کسی نے کروایا ہے" وہ یہ کہتے خاموش ہو گئی جبکہ جلال تایا بولنے لگے"

میں اسی لیے وکالت کے حق میں نہیں" ان کی بات پر آبرو نے حیرت سے ان کی جانب دیکھا، یہی حال سبرینہ اور زاویار کا بھی تھا۔"

،میں نے پہلے بھی تمہیں کہا تھا کہ یہ نوکری چھوڑ دو مگر تم نے ہماری بات نہیں مانی مگر اب تم مزید یہ نوکری نہیں کرو گی" ان کی بات پر آبرو فوراً بولی"

"مگر تایا جان اس طرح تو ان کا مقصد پورا ہو جائے گا، وہ یہی تو چاہتے تھے کہ میں اس حادثے کے بعد گھر بیٹھ جاؤں۔۔۔۔"

،تو کیا مطلب؟ تم اب اپنی جان پر کھیلو گی؟" جلال تایا کے ماتھے پر بل نمودار ہونے لگے"

تایا جان، جان لینے سے والے سے جان بچانے والی ذات زیادہ بڑی ہے اور اگر ہر کوئی اپنی جان کا سوچ کر ہی پیچھے ہٹتا جائے گا تو مظلوموں کو انصاف کون دلائے گا؟" آبرو

،کی بات پر جلال تایا لاجواب ہوئے

ہونہہ۔۔۔۔ یہ دلائے گی مظلوموں کو انصاف!" صائمہ تائی طنزیہ انداز میں بڑبڑائیں مگر ان کی یہ بڑبڑاہٹ سبرینہ کے کانوں تک رسائی حاصل کر چکی تھی۔"

ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں آبرو کہ اب تم مزید نوکری نہیں کرو گی کیونکہ ہم جلد اشعر سے تمہاری رخصتی کی تاریخ طے کرنے والے ہیں" وہ یہ کہتے آبرو کے سر پر بم پھوڑ چکے" تھے جبکہ سبرینہ اور زاویاران کے مابین ہونے والی گفتگو اور رویوں کو دیکھ رہے تھے۔

میں اشعر سے بھی بات کر چکا ہوں، وہ بھی یہی چاہتا ہے کہ شادی کے بعد تم یہ نوکری چھوڑ دو اور ویسے بھی کل پیش آنے والا یہ حادثہ تمہیں قائل کرنے کے لیے کافی"
ہے"

urdunovelsblog

مگر تایا جان میں یہ نوکری نہیں چھوڑ سکتی "اس کے الفاظ اٹل مگر لہجہ کمزور تھا۔"

آبرو ہم فیصلہ کر چکے ہیں" جلال تایا سختی سے بولے، جس پر آبرو نے دوبارہ بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ صالحہ بیگم جو اس کے ساتھ بیٹھی تھیں، اس کے ہاتھ پر اپنا" ہاتھ رکھتے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، جس پر آبرو نے فوراً انکی جانب دیکھا۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش رہنے کا کہہ رہی تھیں، جس پر ناچاہتے ہوئے بھی آبرو خاموش ہو گئی۔ ان دونوں کے درمیان نظروں کا یہ تبادلہ سبرینہ اور زاویار نے بہت غور سے دیکھا تھا۔ لاؤنج میں مکمل خاموشی چھاگئی، جس کو چند ثانیے بعد صالحہ بیگم کی آواز نے توڑا،

جاؤ آبرو بیٹا، تم آرام کر لو" ان کے کہنے پر آبرو خاموشی سے اٹھتی کمرے میں چلی گئی جبکہ پیچھے بیٹھے زاویار اور سبرینہ کے دماغ میں بہت سے سوال پیدا ہونے لگے کہ آخر" ایسی کیا مجبوری تھی کہ صالحہ بیگم نے آبرو کا رشتہ ایسے تنگ نظر لوگوں میں کیا!

رات کا ایک بج چکا تھا، وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز تھی۔ کھڑکی سے آتی چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے لیٹی تھی کہ اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے اپنی آنکھیں کھولیں، اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک ماند پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے بمشکل اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا اور کچھ دیر بعد اسے واپس وہیں رکھ دیا۔ درد اور تکلیف اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ اس کی آنکھیں افسردہ تھیں۔ اس نے اپنے بازو پر بندھی پٹی پر ایک نگاہ ڈالی، درد اس جسمانی زخم کا تو نہ تھا! درد تو ان زخموں کا تھا جنہیں لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ بھول نہیں پاتی تھی۔ اشعر اور اس کے گھر والوں سے ہونے والی ہر ملاقات پر اس کے وہ زخم تازہ ہو جاتے۔

اشعر اس سے محبت کا دعویدار تھا مگر آج تک وہ آبرو کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا پایا تھا جس کی وجہ اس کی بزدلی تھی۔ اگر وہ واقعی اس سے محبت کرتا تھا تو پھر وہ کیوں اپنے گھر والوں کی نظر میں اس کی عزت بنانے میں ابھی تک ناکام تھا!

کیوں وہ اس کے لیے کوئی بھی فیصلہ خود نہیں کر پاتا تھا!

کیوں وہ ہر بار محبت اور وفا کے وعدے کرتا عزت کو فراموش کر جاتا تھا!

آبرو کے لیے عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔ وہ اپنی پوری زندگی میں عزت کو ہمیشہ محبت پر فوقیت دیتی آئی تھی کیونکہ اس کا ماننا تھا کہ جس محبت میں عزت شامل نہ ہو، وہ محبت کبھی انسان کو سکھ نہیں دیتی!

وہ اشعر کی عزت کرتی تھی، مگر محبت نہیں۔ ان چار سالوں میں اس نے بہت بار اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کی مگر یہ معاملہ اسے اپنے اختیار سے باہر محسوس ہوتا تھا۔ وہ جلال تایا اور صائمہ تائی کی لاکھ زیادتیوں کے باوجود بھی ماضی میں اشعر کے کیے گئے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی تھی مگر اب وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی عزت کے معاملے میں کوئی سمجھوتا نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اب وہ پہلے سے زیادہ مضبوط تھی۔ وہ وہیں اس بیڈ پر بیٹھے بیٹھے ماضی کے ان دریچوں میں کھونے لگی جب اس کی زندگی میں وہ رات آئی تھی، جس نے اس کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا، وہ اس رات کو اپنی زندگی سے کبھی نہیں مٹا سکتی تھی۔

ماضی:-

آبرو اپنی کہی گئی بات کے مطابق اپنے گھر والوں کو لیے مہینے کے آخر پر وہ گھر چھوڑ کر ایک کرائے کے گھر میں شفٹ ہو گئی تھی۔ ان سب کی زندگی میں سکون آ گیا تھا۔ روز روز کے طعنوں اور باتوں سے انہیں چھٹکارا حاصل ہو گیا تھا جبکہ دوسری جانب جلال تایا اپنے منصوبے کی ناکامی پر شدید غصے میں تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ آبرو کی عماد کے بارے میں کہیں گئی ہر بات سچ ہے، وہ اپنی اولاد کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ عماد کی اس دن گھر واپسی پر جلال تایا نے اسے بہت خوب بے عزت کیا تھا۔ عماد کو معلوم تھا کہ یہ غصہ اس کی بدفعلی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ صرف اپنے نقصان پر تھا۔ جلال تایا حیات صاحب کے آفس سے ملنے والی رقم اپنے کاروبار میں لگا چکے تھے پر اب انہیں اس ساری رقم کا انتظام دوبارہ کرنا پڑا تھا، جس سے انہیں کاروبار میں شدید نقصان کا سامنا ہوا تھا۔

حیات صاحب کا خاندان اب کافی مطمئن اور پرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ مہینے میں ایک سے دو بار جلال تایا انہیں فون کرتے، ان کے احوال دریافت کر لیتے پر صائمہ تائی نے ان گزرے دو ماہ میں ایک بار بھی ان سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہ کیا تھا، جس کی وجہ وہ سب جانتی تھیں۔ صائمہ تائی ان سب کے اس گھر سے چلے جانے پر بہت خوش تھیں ان کی دلی مراد پوری ہوئی تھی۔

یہ جون کے مہینے کی ایک گرم دوپہر تھی۔ عماد مارکیٹ کے سامنے اپنی بائیک پر اپنے دوست کا منتظر تھا کہ اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑی رتبہ اور آبرو پر پڑی جو ہاتھوں میں تھیلے لیے رکشے والے سے بات کر رہی تھیں۔ آبرو کو دیکھتے عماد کے دل میں بدلے کی آگ جلنے لگی، اسے ایک بار پھر وہ دن یاد آیا جب جلال تایا نے اس پر پابندیاں لگاتے اسے بہت بے عزت کیا تھا۔ آبرو اس کی بے عزتی کی وجہ تھی۔ وہ اسے بے عزت کرواتے، اس کی زندگی کو بے سکون کرتے خود کتنی پرسکون زندگی گزار رہی تھی۔ وہ اس سے اپنی بے عزتی بدلہ لینا چاہتا تھا کہ اچانک اس کے دماغ میں ایک خیال آیا، جس پر اس کے لب مسکرائے، اس کی مسکراہٹ شیطانی تھی۔

اس نے موبائل نکالتے ایک نمبر ڈائل کیا جبکہ نظروں کا مرکز اب بھی آبرو تھی جواب کسی دوسرے رکشے والے سے بات کر رہی تھی۔ دوسری جانب سے کال اٹھائے جانے پر چند رسمی باتوں کے بعد عماد بولا،

"ایک ضروری کام تھا یار!" دوسری جانب سے آتی آواز پر وہ مسکراتے ہوئے بولا،

"کچھ خاص نہیں، بس کسی سے حساب برابر کرنا ہے" وہ نفرت سے آبرو کی جانب دیکھتا کہہ رہا تھا، جواب رتبہ کے ساتھ رکشے میں بیٹھ رہی تھی۔

"ہاں ہاں پیسوں کی فکر تم مت کرو" دوسری جانب سے آتی آواز پر عماد بولا اور کچھ لمحوں بعد وہ فون کاٹ چکا تھا۔ رتبہ اور آبرو کا رکشہ عماد کے قریب سے گزرا، جس کو دیکھتے عماد شیطانی مسکراہٹ لیے بولا،

"بہادری کا بہت شوق ہے نہ تمہیں، اب دیکھتا ہوں کہ تم اپنی عزت کی حفاظت کیسے کرتی ہو!"

وہ یونیورسٹی سے واپسی پر بس سے اترتے اب کچھ دور کھڑے رکشوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ گرمی اپنے جوبن پر تھی، وہ اس وقت گہرے نیلے رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ ہمرنگ دوپٹہ لیے ہوئے تھی۔ بار بار چہرے پہ آتا پسینہ پونچھتے وہ فٹ پاتھ پر چل رہی تھی کہ اچانک سڑک پر گزرتی ایک وین اس کے قریب آر کی، اس نے فوراً اس جانب دیکھا۔ وین سے دو نقاب پوش اترتے اس کی جانب بڑھنے لگے، آبرو فوراً معاملے کو سمجھتے بھاگنے ہی لگی تھی کہ وہ لوگ اس تک پہنچ گئے اور آبرو کو کھینچتے ہوئے وین میں لے جانے لگے۔

"کون ہو تم لوگ؟ چھوڑو مجھے چھوڑو!" وہ ہاتھ پاؤں چلاتی بولی۔

اسی ہاتھا پائی میں اسکا بیگ بھی وہیں زمین پر گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی کو اپنی مدد کے لیے پکارتی، ان دونوں میں سے ایک آدمی نے رومال اس کے چہرے پر رکھ دیا، جس پر لگے کلوروفارم کے زیرِ اثر آبرو کی آنکھیں بند ہونے لگیں، وہ اسے کھینچتے ہوئے وین میں بٹھا چکے تھے۔ ہوش کھونے سے پہلے آبرو نے وین چلتی ہوئی محسوس کی اور پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی

شام کے سات بج چکے تھے مگر آبرو کا ابھی تک کوئی اتا پتا نہ تھا۔ صالحہ بیگم کا رو رو کر برا حال تھا۔ پاس کھڑی رتبہ شام پانچ بجے سے مسلسل آبرو کو فون ملا رہی تھی مگر وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی، اس کی ساری دوستوں سے بھی پوچھ چکے تھے پر کسی کو بھی آبرو کی کوئی خبر نہ تھی۔

پتا نہیں کس حال میں ہو گئی میری بچی" صالحہ بیگم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔"

امی آپ پریشان مت ہوں، آبرو کو کچھ نہیں ہو گا" رتبہ ان کو دلاسہ دیتے مسلسل آبرو کو فون ملا رہی تھی۔"

بیٹا اب ہمیں مزید دیر نہیں کرنی چاہیے، تم اپنے تایا کو فون ملاؤ اور انہیں سارے معاملے سے آگاہ کرو" صالحہ بیگم نے رتبہ کو مخاطب کیا، جس پر اس نے گہری سانس لیتے" جلال تایا کو فون ملایا مگر فون دوسری جانب سے کاٹ دیا گیا، اس کے دوبارہ فون ملانے پر اس بار کال ریسیو کر لی گئی اور رتبہ نے سارا معاملہ انکے گوش گزارا۔

دو گھنٹے بعد جلال تایا اور صائمہ تائی ان کے گھر موجود تھے۔ جلال تایا بہت سی جگہوں پر معلوم کروا چکے تھے مگر آبرو کی کوئی خبر نہ تھی۔ اب آخری حل صرف ایک ہی تھا کہ وہ تھانے جا کر اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کروا دیتے۔ ہاسپٹلز سے بھی وہ معلومات لے چکے تھے مگر آبرو کو ایسا کوئی حادثہ پیش نہ آیا تھا۔ جلال تایا اشعر کے ہمراہ رپورٹ درج کروانے کے لیے جا چکے تھے۔

ان کے جانے کے بعد صائمہ تائی نے اپنی زبان کے جوہر دکھانے شروع کر دیے تھے۔

،دیکھا صالحہ اتنی آزادی کا نتیجہ !" وہ نخوت سے بولیں"

،بہت ضد کی تھی اس لڑکی نے الگ گھر لینے کی، اب مجھے سمجھ آ رہی ہے کہ وہ اتنی ضد کیوں کر رہی تھی" ان کی بات پر رتبہ فوراً بولی"

"کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا تائی جان ؟"

"صاف سی بات ہے تم سب اس کے لیے اتنا پریشان ہو رہے ہو، کیا پتا وہ خود ہی کسی کے ساتھ۔۔۔۔۔۔"

،بس کر دیں تائی جان !" رتبہ بلند آواز میں ان کی بات کاٹتی بولی، جس پر صائمہ تائی پھر بولنے لگیں"

اپنی آواز دھیمی رکھو لڑکی، ویسے بھی سچی باتیں کہاں کسی سے برداشت ہوتی ہیں" وہ تنفر سے بولیں، اتنے میں جلال تایا واپس آ چکے تھے۔"

وہ سامنے صوفے پر بیٹھے اپنا غصہ ان پر نکال رہے تھے۔

،اسی وجہ سے میں تم لوگوں کو الگ گھر لے کر دینے کے حق میں نہ تھا" وہ غصے سے بولے"

اب دیکھ لو اپنی من مانیوں کا نتیجہ !" جلال تایا کے سامنے بولنے کی ہمت ان میں سے کسی میں بھی نہ تھی۔"

urdunovelsblog

محلے والے طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں کہ آخر جوان جہان لڑکی دن دہاڑے کہاں جا سکتی ہے" ان کی بات پر رتبہ نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولنا چاہے کہ جلال تایا"

،دوبارہ بولے

میرا گھر تو تم لوگوں کے لیے غیر محفوظ تھا نہ تو اب بتاؤ کہ اس معاملے میں مجھے کیوں بلایا ہے؟" وہ دونوں میاں بیوی ان کے غم کو ہلکا کرنے کی بجائے ان کے زخموں پر"

نمک چھڑک رہے تھے۔ان کے الفاظ دوسروں پر کیا اثر کر رہے تھے، انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

عماد نے اپنی بائیک اس مکان کے سامنے رکی اور دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھلنے پر وہ اندر داخل ہوا۔ سامنے وہی دو آدمی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔عماد کی سماعت سے آبرو کی

آوازیں ٹکرائیں جو زور زور سے دروازہ پیٹ رہی تھی۔

دروازہ کھولو، کون ہو تم لوگ، کیوں مجھے یہاں قید کرر کھا ہے؟" وہ مسلسل دروازہ بجاتے بول رہی تھی۔"

،ہوش کب آیا تھا اسے؟" عماد کے سوال پر ان آدمیوں میں سے ایک نے چاولوں سے بھرا چمچ منہ میں ڈالتے جواب دیا"

بس ابھی کچھ دیر پہلے" اس کی بات پر عماد نے اثبات میں سر ہلایا۔"

،آگے کا سارا پلان تم دونوں کو معلوم ہے نہ؟" اس کے سوال پر ان دونوں نے اثبات میں سر ہلایا، جس پر عماد مسکراتا ہوا کمرے کی جانب بڑھنے لگا کہ کچھ یاد آنے پر وہ پلٹا"

اور ہاں اسے کل تک بھوکا پیاسا رکھنا ہے" وہ یہ کہتا قدم کمرے کی جانب بڑھانے لگا۔اس کا مقصد آبرو کو ایک رات گھر سے باہر رکھتے، اس کے کردار کو داغدار کرنا تھا۔وہ"

بدلے کی آگ میں اتنا اندھا ہو چکا تھا کہ وہ بھول گیا تھا کہ اس کے اپنے گھر میں بھی ایک بہن موجود ہے۔دروازے کے قریب پہنچتے اس نے اپنے چہرے پر ماسک لگاتے اپنی

شناخت چھپائی اور آبرو کو مزید ڈرانے، دھمکانے کے لیے اندر داخل ہوا۔

،دروازہ کھلتے جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا کہ آبرو اس پر جھپٹی اور اس کا گریبان پکڑتے بولی

،کون ہو تم؟ ہاں کون ہو تم؟" عماد نے اسے دھکا دیتے پیچھے پھینکا، وہ پیچھے پڑی چارپائی پر جا گری مگر دوبارہ اٹھتے اس کی جانب آئی"

تم نے کیوں مجھے یہاں بند کیا ہوا ہے؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟" آبرو چلاتے ہوئے اس کے قریب آئی، عماد نے اس کے دونوں ہاتھ جو اسنے اسے مارنے کے لیے اٹھائے"

،تھے، پکڑتے اسے روکا

urdunovelsblog

تمہیں تمہاری اوقات یاد دلانے کے لیے" اس کی آواز پر آبرو کو حیرت کا جھٹکا لگا، اس نے فوراً عماد کی جانب دیکھا، عماد ایک غلطی کر چکا تھا۔ اس کی آواز سنتے آبرو کو شک ہوا، اسی لمحے عماد کے ہاتھوں کے گرفت ڈھیلی ہوئی اور آبرو نے عماد سے اپنے ہاتھ چھڑواتے اس کے چہرے سے ماسک ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ عماد نے پوری قوت سے اسے دھکا دیا، جس پر وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی اور بائیں جانب پڑے ٹیبل پر جا گری۔ ٹیبل کا کونا اس کے ماتھے کو زخمی کر گیا۔ اس کی آئیبرو کے عین اوپر ایک بڑا زخم ہو چکا تھا، جس سے خون نکل رہا تھا۔ عماد یہ سب دیکھتے گھبرا گیا، آبرو ماتھے پر ہاتھ رکھے زمین پر پڑی کرہ رہی تھی۔ اتنی دیر میں وہ دونوں آدمی اندر داخل ہوئے

یہ۔۔۔یہ۔۔اس کا خون روکو اور صبح اسے وہیں پھینک آنا، جہاں سے لائے تھے" وہ ہڑبڑاتا ہوا یہ کہتا وہاں سے چلا گیا۔"

صبح کے سات بج چکے تھے، حیات صاحب کے گھر والوں کے لیے یہ رات قیامت سے کم نہ تھی۔ ساری رات انہوں نے جاگ کر گزاری تھی کہ کہیں آبرو کی کوئی خبر ان تک پہنچ جائے مگر آبرو اب تک لاپتہ تھی۔ صالحہ بیگم کی طبیعت بگڑنے لگی تھی جبکہ صائمہ تائی اس وقت محلے کی چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی زہر اگل رہی تھیں۔ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے۔

جبکہ دوسری جانب آبرو کو جب صبح ہوش آیا تو اس کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی، کمزوری کے باعث اسے حرکت کرنا بھی مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ رات کا بند ہوا دروازہ کھولتے وہ دونوں آدمی اندر داخل ہوئے اور اسے لے جاتے وین میں بٹھا دیا۔ آبرو کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر ان کا مقصد کیا تھا۔ وہ لوگ اسے وہیں اسی جگہ پر چھوڑ گئے جہاں سے اسے اغوا کیا تھا۔ وہ وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھی ویران آنکھوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے گی۔ اس کی عزت محفوظ تھی اس نے اس پر اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا مگر وہ لوگوں کو اس بات کا یقین کیسے دلائے گی!

کچھ دیر بعد ایک رکشہ اس کے پاس آ رکا، اس میں سے ایک ضعیف آدمی اترتا اس کے پاس آیا۔ ماتھے پر بندھی پٹی، بکھرے بال، کپڑوں پر لگی دھول اور خون کے دھبے، وہ قابل رحم لگ رہی تھی۔ اس آدمی نے اس سے اس کے گھر کا پتہ پوچھتے اسے باحفاظت اس کے گھر تک چھوڑا۔ وہ مرے مرے قدموں سے گیٹ کے پاس آئی، دروازہ کھولا تھا۔ اس نے قدم اندر رکھا، اسے اپنا ہر قدم من من بھر کا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے اندر آتا دیکھ سامنے بیٹھی اصباح اور رتبہ بھاگ کر اس تک پہنچیں، اپنوں کو سامنے دیکھتے وہ مسکرائی پر شدید بھوک، پیاس اور کمزوری کے باعث وہ ان کے پاس پہنچنے پر اصباح کے بازوؤں میں بے ہوش ہو گئی۔

urdunovelsblog

آبرو کو پورے دو گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔ وہ اس وقت شدید شاک اور سکتے کے عالم میں تھی۔ کمزوری کے باعث اسے آنکھیں کھولنا بھی دشوار لگ رہا تھا۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کرتے اسے دوائیاں دے کر جا چکی تھی۔ اس کے ماتھے کا زخم کافی گہرا تھا۔ ان اغواکاروں کی جلدی جلدی میں کی جانے والی پٹی کی وجہ سے اس کا زخم مزید خراب ہو گیا تھا مگر اب ڈاکٹر اس کا معائنہ کرتے دوبارہ پٹی کر چکی تھی۔ آبرو نے خود پر بیتی ساری کہانی ان سب کو بتا دی تھی مگر اس کی توقع کے مطابق کوئی بھی اس کی کہانی پر اعتبار کرنے کو تیار نہ تھا۔ آبرو اس وقت اپنے آپ کو شدید بے بس محسوس کر رہی تھی۔ وہ سچی تھی مگر کوئی اس کا یقین کرنے کو تیار نہ تھا کیونکہ داغ اس کی عزت پر لگا تھا۔ لڑکیوں کی عزت کانچ کی مانند ہوتی ہے، ذرا سی ٹھیس بھی اسکو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتی ہے، جن کا دوبارہ جڑنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اسے آرام کی غرض سے اکیلا چھوڑا گیا تھا۔ باہر لاؤنج میں صائمہ تائی اس وقت محلے کی عورتوں کے ساتھ مل کر طرح طرح کی باتیں بنا رہی تھیں۔

"پتا نہیں ان لوگوں کا مقصد کیا تھا؟ بیچاری آبرو کو اتنی تکلیف اٹھانی پڑی" محلے کی ایک عورت کی بات پر صائمہ تائی جواب بولنے لگیں،

"آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی نہ جو یوں محلے کی تمام لڑکیوں میں سے صرف اسے ہی اغوا کیا گیا" ان کی بات پر وہ عورت دوبارہ بولی،

"کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا؟"

"بھئی صاف سی بات ہے، مجھے تو معاملہ کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے، خود ہی سوچیں کہ ایسے بھی کوئی اغوا ہوتا ہے بھلا، خود ہی لے کر گئے خود ہی چھوڑ گئے، نہ کوئی تاوان نہ کچھ اور۔۔۔" صائمہ تائی کی زبان زہر اگل رہی تھی۔

"بات تو صحیح کہہ رہی ہیں آپ" پاس بیٹھی ایک دوسری عورت بولی، ان سب عورتوں کے گھروں میں بھی بیٹیاں موجود تھیں مگر وہ سب اس چیز کو فراموش کر چکی تھیں کہ آج آبرو کے ساتھ ہوا واقعہ کل کو ان کی بیٹیوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے!

جلال تایا اس وقت حیات صاحب کے گھر سے آئے تھے۔ اس واقعے کو تین دن گزر چکے تھے مگر محلے والے اب بھی باتیں بنانے سے باز نہیں آئے تھے۔ انہوں نے اپنا موبائل اٹھایا، جس پر چھ مسڈ کالز آئی ہوئی تھیں۔ وہ نمبر ڈائل کرتے، فون کان سے لگاتے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ہاں آصف سب خیریت تھی، اتنی مس کالز!" دوسری جانب سے کال ریسیو ہونے پر وہ بولے مگر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات پر ان کے چہرے کے تاثرات بدلے،

"اتنی بڑی رقم!" وہ حیرت زدہ تھے۔

،کس نے نکلوائی ہے ؟"دوبارہ پوچھنے پر دوسری جانب سے عماد کا نام لیا گیا، جس پر جلال تایا کے غصے میں اضافہ ہوا"

آصف میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں"وہ یہ کہتے فون کاٹتے عماد کے کمرے کی جانب چل پڑے، عماد کی بد قسمتی تھی کہ وہ آج گھر پر ہی تھا۔"

،انہوں نے ابھی اس کے کمرے کا دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ ان کی سماعت سے اسکی آواز ٹکرائی

،یار میں کہہ تو رہا ہوں کہ کل تک تمہیں پیسے مل جائیں گے"جلال تایا کمرے میں داخل ہوئے"

،خبر دار جو تم نے اپنا منہ کھولا، میں۔۔۔"وہ یہ کہتے پلٹا، جلال تایا کو سامنے دیکھتے اس کی زبان بند ہو گئی، فوراً فون کاٹتے وہ اپنے حواس بحال کرنے لگا"

کسے دینے ہیں پیسے ؟"جلال تایا کی آواز پر عماد کے پاس الفاظ ختم ہو گئے۔"

عماد میں تم سے پوچھ رہا ہوں کسے دینے ہیں پیسے ؟"وہ چلائے، اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا جلال تایا کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی کہ کہیں آبرو والے معاملے کے پیچھے"

!عماد کا ہاتھ تو نہیں

،کہیں تم نے آبرو۔۔۔۔"جلال تایا کی اس بات پر عماد کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے"

نہیں ابو میں۔۔۔میں۔۔۔نے ایسا کچھ نہیں۔۔۔۔"اس کے لہجے کی لڑکھڑاہٹ، پسینے سے تر چہرہ، جلال تایا کو بہت کچھ سمجھانے کے لیے کافی تھا۔ جلال تایا نے ایک"

،زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا

urdunovelsblog

،تمہیں ذرا شرم نہیں آئی عماد!"وہ چلائے"

تمہاری غیرت کو یہ گوارا تھا کہ تم اپنے خاندان کی لڑکی کے ساتھ ایسا کرو"وہ اسے گریبان سے پکڑتے دھاڑے جبکہ عماد نظریں چرا رہا تھا۔"

تمہارے اپنے گھر میں بھی بہن موجود ہے عماد، تم نے ایک بار بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا"وہ اسے جھنجوڑ رہے تھے۔"

کیوں کیا تم نے ایسا؟"وہ باآواز بلند بولے، عماد خاموش رہا۔"

عماد میں تمہارا منہ توڑ دوں گا، بتاؤ مجھے کیوں کیا تم نے ایسا"وہ اسکا گریبان پکڑتے جھنجھوڑ رہے تھے۔"

اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے"عماد کی بات پر جلال تایا کے غصے میں اضافہ ہوا اور انہوں نے ایک اور تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا۔"

"شرم کے مارے ڈوب مرو عماد، تم ایک لڑکی سے بدلہ لینے کے لیے اس حد تک گر جاؤ گے مجھے اندازہ نہیں تھا!" وہ دھاڑے،

"دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے، دفع ہو جاؤ" انہوں نے چلاتے ہوئے اسے دھکا دیا، جس سے وہ ان سے دور ہوا۔

"تم مجھے اس گھر میں بلکہ اس شہر میں ہی نظر مت آنا" وہ چلاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے جبکہ پیچھے کھڑے عماد کو اب بھی اپنے عمل پر کوئی ندامت نہ تھی!

اس واقعے کو ہفتہ ہونے کو آیا تھا مگر معاملات سلجھنے کی بجائے مزید الجھتے جا رہے تھے۔ محلے والوں نے ان کا جینا دوبھر کر ڈالا تھا۔ طرح طرح کی باتیں، طعنے سنتے اب اس کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔ اس کا کردار، اس کی عزت سب خاک ہو گیا تھا۔ کیا ایک لڑکی کی عزت خراب کرنا اتنا ہی آسان ہوتا ہے؟

ہمارے معاشرے میں یہ اتنا ہی آسان ہے! عماد نے اسے صرف ایک رات گھر سے باہر رکھا تھا مگر اب اس کی لاکھ صفائیوں اور دہائیوں کے باوجود بھی کوئی اس کا یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ وہ بے قصور ہونے کے باوجود بھی قصوروار ٹھہرائی جا رہی تھی۔ اس ایک رات کا خمیازہ اسے اپنی پوری عمر بھگتنا تھا۔ اس کے کردار پر لگا یہ داغ وہ شاید ہی اپنی پوری زندگی میں کبھی مٹا سکتی تھی!

وہ اس وقت اپنے کمرے میں لیٹی خود کو بہت ٹوٹا اور بکھرا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اسے آج حیات صاحب بہت شدت سے یاد آ رہے تھے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو وہ سب سنبھال لیتے ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی اور خواب میں اسکی ملاقات حیات صاحب سے ہوئی، جو اسے اپنے ساتھ لگائے بیٹھے تھے۔

"آبرو میرا بچہ، میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، زندگی میں انسان تب ہی شکست کھاتا ہے جب وہ یہ سوچ لیتا ہے کہ وہ کبھی جیت نہیں سکتا، اس لیے زندگی میں ہار کا سامنا کرتے اسے یہ کہو کہ مجھے زندگی میں ہار کبھی چھو بھی نہیں سکتی" وہ یہ کہتے اس کی جانب دیکھتے مسکرائے تھے۔

"مگر بابا زندگی میں آئی مشکلات تو ہمیشہ انسان کو ہرا دیتی ہے نہ" اسکی بات پر وہ دوبارہ مسکرائے،

"مشکلات کو آسان بنانے کا بھی تو ہنر ہوتا ہے نہ بیٹا!"

"پر بابا مجھ میں وہ ہنر نہیں ہے، میں ان مشکلات کے آگے ہار رہی ہوں" وہ افسردہ ہوئی،

"فکرمت کرو بیٹا تم وقت کے ساتھ ساتھ یہ ہنر بھی سیکھ جاؤ گی، تم تو میری بہت مضبوط اور بہادر بیٹی ہو، میں نے تمہیں پہلے کبھی اتنا کمزور پڑتے نہیں دیکھا تو اس بار تم کیوں خود کو ہارتا ہوا محسوس کر رہی ہو" ان کی بات پر وہ بولنے لگی،

"بابا اس بار کوئی میرے ساتھ نہیں ہے، میں اکیلی پڑ گئی ہوں، میں سچی ہوں پر کوئی میرا یقین نہیں کرتا" اس کی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے حیات صاحب بولنے لگے،

"فکرمت کرو آبرو، جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے اور اللہ کا ساتھ اس دنیا کا سب سے بڑا ساتھ ہے، وہ کبھی اپنے بندوں کو تنہا نہیں چھوڑتا" وہ مسکرائے،

"تم بس اللہ پر بھروسہ رکھو، دیکھنا ایک دن تمہاری ساری مشکلیں بہت جلد اسان ہو جائیں گی" ان کے چہرے پر وہ شفقت بھری مسکراہٹ ابھی بھی موجود تھی۔

"مجھے آپ کی بہت یاد آتی ہے بابا" وہ دوبارہ ان کے گلے لگتے بولی، اس کی اس بات پر انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا اور پھر آبرو نے انہیں خود سے دور جاتا محسوس کیا اور یہیں آبرو کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، اس نے اپنے آنسو صاف کرتے مسکرانے کی کوشش کی کیونکہ اسے خود کو مضبوط بنانا تھا اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے!

اشعر اور جلال تایا اس وقت آبرو کے گھر پر موجود تھے۔ محلے کے چند افراد ان سے ملاقات کے خواہشمند تھے۔ وہ سب اس وقت بیٹھک میں بیٹھے تھے۔

"بچی کے ساتھ جو بھی ہوا ہمیں اسکا بہت افسوس ہے مگر یہ عزت دار لوگوں کا محلہ ہے، ہم مزید ایسے لوگوں کو یہاں رہنے نہیں دے سکتے" سامنے بیٹھے مردوں میں سے ایک آدمی بولا، اس کی بات پر اشعر اور جلال تایا حیران ہوئے،

"پر جو بھی ہوا، اس میں ان کا تو کوئی قصور نہیں تھا" اشعر اس آدمی کی بات کے جواب میں بولا،

"قصور ہے یا نہیں، پر یہ اکیلی عورتیں ہیں، ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتے، اس وقت میں نے انہیں کرائے پر رکھ لیا تھا مگر اب میں اپنے فیصلے پر پچھتا رہا ہوں" اس مکان کے مالک مکان نے بھی ان کی باتوں میں حصہ لیا،

"مگر آپ ایسے کیسے انہیں اس گھر سے نکال سکتے ہیں؟" جلال تایا بھی بولنے لگے،

"یہ گھر ہمارا ہے، محلہ بھی ہمارا ہے، ہم ایسا کر سکتے ہیں، ویسے بھی ہم اب مزید ایسی لڑکیوں کو یہاں برداشت نہیں کر سکتے" محلے کا ایک معزز آدمی بولا،

"ایسی لڑکیوں سے کیا مراد ہے آپ کی؟" اشعر کی آواز کچھ بلند تھی۔

"ہم ان کے کردار کے بارے میں نہیں جانتے، کیا پتا وہ لڑکی خود ہی اس معاملے میں ملوث ہو اور ہم نہیں چاہتے کہ ان کا ہماری بچیوں پر بھی برا اثر پڑے" وہ رکے،

"اور ویسے بھی اس لڑکی کے کردار کی گواہی کون دے گا؟"

"میں دوں گا اس کے کردار کی گواہی! آپ کو نظر نہیں آتا وہ زخمی تھی، کوئی خود اپنے ساتھ ایسا کیوں کرے گا؟ آپ کو یہ بات کرتے ہوئے شرم چاہیے آنی چاہیے تھی" اشعر غصے سے بولا،

"میاں ذرا سنبھل کر، گواہی دینا بہت آسان ہے مگر اپنانا بہت مشکل ہے، بڑی بڑی باتیں تو ہر کوئی کر لیتا ہے مگر عمل کوئی نہیں کرتا پاتا"

"ٹھیک ہے تو پھر سنیے، میں اپناؤں گا آبرو کو، پھر تو تسلی ہو جائے گی نہ آپ کو" اشعر کی اس بات پر سب حیران ہوئے، جلال تایا نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا اور اس کے کچھ قریب ہوتے اس کے کان میں سرگوشی کی،

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو اشعر؟" ان کی اس بات پر اشعر ان کی جانب دیکھتا بولنے لگا،

"ابو اس وقت یہی بہتر ہے، آبرو کی عزت کا سوال ہے!" اس کی بات پر جلال تایا نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اچانک ان کے دماغ میں ایک جھماکہ ہوا، انہیں وہ جائیداد دوبارہ حاصل کرنے کا موقع مل رہا تھا، اور وہ یہ موقع گوانا نہیں چاہیے۔

"اشعر ٹھیک کہہ رہا ہے، یہ اپنائے گا آبرو کو، پھر تو ان کے یہاں رہنے پر آپ سب کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا نہ" وہ لوگ لاجواب ہو چکے تھے۔

"اسی جمعے کو اشعر اور آبرو کا نکاح ہے، آپ سب ضرور آیئے گا، اب آپ سب جا سکتے ہیں" جلال تایا یہ کہتے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ باقی لوگ بھی اس بات کے بعد کچھ بولنے کے قابل نہ رہے تھے۔

جلال تایا صالحہ بیگم کو سارے معاملے سے آگاہ کرتے، اشعر کو باقی تیاریوں کا کہتے واپس گھر آئے تھے۔ گھر آتے انہوں نے صائمہ تائی کو ساری بات بتائی تھی، جس پر ان کا غصہ آسمان چھو رہا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جلال؟"وہ ان کے فیصلے پر حیران تھیں۔"

"یہی کہ آبرو اور اشعر کا اس جمعے کو نکاح ہے"جلال تایا پرسکون انداز میں صوفے پر بیٹھ گئے۔"

"مگر آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں جلال وہ لڑکی وہ۔۔۔۔آپ کیسے اسے اپنے بیٹے کے ساتھ منسلک کر سکتے ہیں؟"وہ مسلسل چلا رہی تھی،

"آپ۔۔۔"وہ بولتے بولتے رکیں،

"کہیں آپ دوبارہ اس جائیداد کو حاصل کرنے کے لیے تو یہ سب نہیں کر رہے؟"انکی بات پر جلال تایا ان کی جانب پلٹے مگر انکے کچھ بولنے سے پہلے صائمہ تائی بول پڑیں،

"اگر ایسا ہے نہ جلال، تو میری بھی ایک بات آپ یاد رکھیے گا، میں ہر گز ایسا نہیں ہونے دوں گی، میں اس لڑکی کو کسی صورت اس گھر کی بہو نہیں بننے دوں گی، میں۔۔۔"

"اپنی زبان بند رکھو صائمہ، میں فیصلہ کر چکا ہوں اور آبرو کا نکاح اشعر سے ہی ہو گا اور اسی جمعے کو ہو گا"جلال تایا اونچی آواز میں بولے،

"جلال آپ میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے، وہ لڑکی اغوا کا ڈرامہ رچا رہی ہے، وہ بدکردار ہے جلال نجانے وہ کس کے ساتھ اپنا منہ کالا کر کے آئی ہے۔۔۔"

"اپنی بکواس بند کرو صائمہ، تمہیں معلوم ہے کہ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟"

"اسے کسی نے اغوا نہیں کیا تھا، وہ خود گئی تھی، وہ بہت بے حیا ہے، میں۔۔"

"اپنی زبان سے ایک لفظ اور مت نکالنا صائمہ، وہ خود نہیں گئی تھی، اسے تمہارے بیٹے عماد نے اغوا کروایا تھا"صائمہ تائی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جلال؟ میرا۔۔۔۔میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا"

"وہ ایسا کر چکا ہے صائمہ، اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے ایسی گری ہوئی حرکت کی ہے"

"ہو سکتا ہے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو، آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟"

"کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی مجھے، یہ سب مجھے خود عماد نے بتایا ہے"صائمہ تائی لاجواب ہوئیں،

"اسی لیے اب اپنی زبان بند رکھو اور جو فیصلہ میں نے کیا ہے، اس کی تیاریاں شروع کرو"

"مگر جلال اس نکاح کے علاوہ بھی تو کوئی اور حل سکتا ہے نہ۔۔۔"

،اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے" صائمہ تائی خاموش ہو گئیں"

،عماد کہاں ہے جلال؟"انکے سوال پر جلال تایا غصے سے بولے"

"میں اس کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا، اسی لیے اسے اس شہر سے باہر بھیج دیا ہے اور خبردار جو تم نے بھی اس کی واپسی تک اس سے کوئی رابطہ کیا"

"مگر جلال۔۔۔۔"

اگر مگر کچھ نہیں صائمہ، میں فیصلہ کر چکا ہوں" وہ اٹل لہجے میں یہ کہتے وہاں سے جا چکے تھے جبکہ پیچھے صائمہ تائی غصے سے تلملا رہی تھیں۔"

صالحہ بیگم جلال تایا کے فیصلے پر حیران بھی تھیں اور خوش بھی! وہ حیران اس لیے تھیں کہ یوں ایک دم یہ فیصلہ کرنا معمولی بات نہ تھا اور خوش اس بات پر کہ وہ جانتی تھیں کہ آبرو کے کردار پر لگا یہ داغ اس رسوا کر گیا ہے، مستقبل میں بھی کوئی اسے اتنی آسانی سے اپنانے کو تیار نہیں ہو گا جبکہ آبرو اس فیصلے پر سکتے میں تھی کہ یہ اس کی زندگی میں کیسے کیسے طوفان آرہے تھے۔ وہ ان کے اس فیصلے پر بہت حیران تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ ان سے ہمدردی میں کیا گیا کوئی فیصلہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے جلال تایا کا کوئی نہ کوئی مقصد چھپا ہے، جو وہ ایک ایسی لڑکی کو اپنی بہو بنا رہے ہیں جس کا کردار سب کے لیے سوالیہ نشان ہے مگر اس وقت وہ اقرار یا انکار کرنے کی حالت میں نہ تھی۔ جو جیسے ہوتا جا رہا تھا اسے قبول کرنا تھا۔ جمعے کے دن اسکا اور اشعر کا نکاح طے پایا تھا۔ وہ صائمہ تائی کے حوالے سے بھی حیران تھی کہ وہ کیسے ایسی لڑکی کو اپنی بہو بنا سکتی ہیں، جو انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی ہو!

نکاح نامے پر دستخط کرتے وہ اپنی پوری زندگی کسی اور کے نام کر چکی تھی۔ نکاح کے بعد اشعر سے ہونے والی ملاقات میں اشعر نے اسے ہر صورت حال میں اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلایا تھا۔ ان کے نکاح کو ابھی ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ آبرو کے کہنے پر اشعر نے جلال تایا سے آبرو کی تعلیم دوبارہ جاری کرنے کی اجازت مانگی تھی جس پر جلال تایا نے انکار کر دیا تھا پر اشعر کے بہت اصرار پر وہ مان گئے تھے۔ آبرو گزرتے وقت کے ساتھ مضبوط ہوتی جا رہی تھی، اسے آہستہ آہستہ جلال تایا کے سارے مقاصد سمجھ آنے لگے تھے۔ اپنی ڈگری مکمل ہونے پر اس نے نوکری کا ارادہ کیا تھا، جس پر پہلے تو اشعر نے اسے منع کر دیا تھا مگر آبرو کے اصرار پر وہ راضی ہو گیا تھا۔ اس نے جلال سے بھی بات کی تھی مگر توقع کے عین مطابق جلال تایا نے صاف انکار کر دیا تھا۔ ان کے انکار کے باوجود آبرو نے نوکری کے لیے اپلائی کیا تھا اور پھر اپنی نوکری پکی ہونے پر وہ یہ خبر لے کر جلال تایا کے گھر گئی تھی اور ان سے اجازت مانگی تھی، وہ جانتی تھی کہ جلال تایا کو بھی ان کی کچھ باتیں مجبوراً ماننی پڑتی ہیں، اس لیے وہ بھی ان کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتی تھی۔

نوکری کو ایک سال مکمل ہوتے اس نے اپنے جمع کیے گئے پیسوں میں کچھ اور رقم شامل کرتے ایک مکان خریدا تھا، جو اتنا بڑا تو نہ تھا مگر ان کے لیے کافی تھا۔ وہ بہت پہلے ہی وہ محلہ چھوڑ دینا چاہتی تھی مگر مجبوریوں کے باعث ایسا ممکن نہ ہو پایا تھا کیونکہ اس محلے کے مکینوں کی نظریں اسے ہمیشہ اپنے ساتھ ہوا وہ واقعہ یاد دلاتی تھیں۔ پر جیسے ہی وہ کسی قابل ہوئی تو اسنے سب سے پہلے اپنے لیے گھر خریدا تھا۔ صائمہ تائی کے نفرت اور حقارت بھرے جملے وہ شروع سے سنتی آئی تھی اور اس اج تک سنتی تھی۔ عماد سے ہونے والی ایک ملاقات میں اسے ایک دم وہ آواز اور آنکھیں یاد آئی تھیں مگر پھر اس سوچ پر کہ وہ آخر ایسا کیوں کرے گا! اس کی وہ سوچ پلٹ گئی۔

زندگی اس کے لیے کبھی آسان نہیں رہی تھی، خاص طور پر حیات صاحب کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد، اس نے زمانے کی بہت ٹھوکریں کھائی تھیں۔ تبھی یہ معمولی باتیں اس پر کوئی اثر نہ کرتی تھیں۔

بازو میں درج جاگنے پر وہ واپس حال میں لوٹ آئی، اسے اپنے رخسار پر نمی محسوس ہوئی، اسکے باغی آنسو ہمیشہ بغاوت کرتے اسے کمزور ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ پر اسے بھی اپنے آنسوؤں پر اتنا اختیار تھا کہ یہ بغاوت صرف تب ہوتی جب وہ تنہا ہوتی۔ اس نے دراز کھولتے پین کلر نکالی اور گلاس میں پانی انڈیلتے گولی نگلتے گلاس واپس رکھ دیا اور بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگاتے آنکھیں موند لیں۔

آدھی رات ہو چکی تھی، وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر موجود تھی۔ اس کی آنکھیں رو رو کر لال ہو چکی تھی، آنکھوں کے پپوٹے سوج چکے تھے، کھڑکی سے نظر آتا چاند بھی آج اس کے غم میں غمگیں تھا۔ اتنے سال وہ ایک ان چاہا رشتہ نبھانے کی کوششیں کرتی رہی۔ اپنی زندگی، اپنی خواہشات وہ سب اس رشتے کے لیے قربان کر چکی تھی مگر بدلے میں اسے کیا ملا؟ دھوکا! صرف دھوکا!

urdunovelsblog

اس نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ خود پر قابو پالے مگر دل کا درد تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ شخص جو اس کا ہمسفر تھا، اتنے عرصے سے اسے دھوکے میں رکھے ہوئے تھا، وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے گھر والوں کو اس کے حوالے سے کوئی بھی پریشانی ہو مگر اب وہ کس طرح ان سے اتنی بڑی بات چھپائے گی۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا، حفصہ تیزی سے اپنے بہتے آنسو صاف کیے، کمرے میں داخل ہونے والا عادل تھا۔ کمرے کو روشن دیکھتے وہ حیران ہوا، اس نے ایک نظر سامنے بیٹھی حفصہ پر ڈالی اور قدم بڑھاتا ڈریسنگ ٹیبل کی جانب چلا گیا۔

"تم آج ابھی تک جاگ رہی ہو، سب خیریت ہے؟" اس کے سوال پر حفصہ استہزائیہ مسکرائی مگر خاموش رہی، اپنے سوال کے جواب میں خاموشی پر عادل دوبارہ بولا،

"حفصہ میں تم سے پوچھ رہا ہوں" اس بار اس کے مخاطب کرنے پر حفصہ بول پڑی،

،جن کی زندگی میں اندھیرے چھا جائیں، انہیں پھر نیند کہاں نصیب ہوتی ہے!" اس کی اس بات پر عادل اس کی جانب پلٹا"

،کیا کہا تم نے؟" اسے لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے، اس کے سوال پر حفصہ بیڈ سے اترتے اس کے سامنے آئی"

میں نے کہا جن کے اپنے، سب سے قریبی لوگ انہیں دھوکہ دے رہے ہوں، انہیں پھر نیند کہاں نصیب ہوتی ہے" حفصہ کے لہجے اور انداز پر عادل حیران ہوا مگر پھر"
،ماتھے پر بل ڈالے بولنے لگا

،یہ کیا اول فول بولے جا رہی ہو حفصہ" اس کی اس بات پر حفصہ نے اپنے بہتے آنسو سختی سے صاف کیے"

،آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا عادل، کیوں؟" اس کی اس بات پر عادل کی الجھن میں اضافہ ہوا"

،کیا بکواس کر رہی ہو حفصہ، کیا کیا ہے میں نے؟" اس کی بات پر حفصہ نے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کے دراز سے وہ رپورٹ نکالتے عادل کی جانب پھینکی"

،یہ کیا ہے آپ نے میرے ساتھ" وہ چلائی، زمین پر گری اس رپورٹ کو اٹھا کر ایک نظر دیکھتے عادل کے چہرے پر غصہ چھانے لگا"

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری چیزوں کو ہاتھ لگانے کی؟" اسے معلوم تھا کہ حفصہ کو یہ رپورٹ کہاں سے ملی ہوگی۔"

،آپ میری زندگی برباد کر دیں، اور مجھے آپ کی چیزوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت بھی نہیں، واہ!" وہ طنزیہ انداز میں ہنستی عادل کے قریب آئی"

مجھے بتائیں عادل آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا، جب آپ کو معلوم تھا کہ میرا کوئی قصور نہیں تو کیوں مجھے اذیت دیتے رہے، کیوں تلخ جملے کہتے میری ذات کو چھلنی"
،کرتے رہے" وہ چلا رہی تھی

،اپنی آواز دھیمی رکھو" عادل بلند آواز میں غرایا"

،نہیں عادل آج نہیں، آج مجھے اپنے سوالوں کے جواب چاہیے کہ آپ نے اتنا عرصہ مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا" اس کی اس بات پر عادل کے غصے میں اضافہ ہوا"

اپنی بکواس بند کرو، میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں" حفصہ کو امید تھی کہ شاید عادل اس راز پر سے پردہ اٹھنے پر اس سے معافی مانگ لے گا اور سب ٹھیک ہو جائے گا مگر آج"
،اس کی آخری امید بھی دم توڑ گئی تھی۔ وہ اپنے کیے گئے کسی بھی عمل پر نادم نہ تھا۔ اتنے میں عادل کی امی ان کی آوازیں سنتے کمرے میں داخل ہوئیں

،یہ کیا تماشہ لگایا ہوا ہے تم دونوں نے، یہ کوئی وقت ہے لڑنے کا!" ان کی بات پر حفصہ نے وہ رپورٹ عادل کے ہاتھ سے کھینچتے عادل کی امی کی جانب بڑھائی"

urdunovelsblog

،بہت اچھا کیا آپ نے کہ آپ بھی ابھی آ گئیں، یہ دیکھیں "حفصہ کی بات پر عادل کی امی نے وہ رپورٹ تھام لی"

جو صبح شام آپ مجھے اولاد کے طعنے دیتی تھیں نہ یہ دیکھیں! غور سے دیکھیں یہ رپورٹ، جس میں واضح لکھا ہے کہ نقص مجھ میں نہیں آپ کے بیٹے میں ہے "وہ بلند آواز" ،میں چلائی، اس کی اس بات پر عادل کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا مگر حفصہ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ سے روک چکی تھی

،بس عادل اب اور نہیں "اس نے نفی میں سر ہلاتے عادل کا ہاتھ جھٹکا"

،اور آپ کا یہ بیٹا، یہ بات پورے دو سال سے جانتا ہے "وہ رکی اور گہری سانس لی"

مگر پھر بھی اس نے یہ بات چھپا کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ ایک بزدل مرد ہے، بزدل! "حفصہ چلا رہی تھی۔"

میری زندگی کے اتنے قیمتی سال آپ کے اس بیٹے نے برباد کر دیے "وہ عادل کی امی کی جانب دیکھتی بولی، جن کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔ عادل نے کچھ بولنے " ،کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ حفصہ دوبارہ بولی

مگر اب اور نہیں، اب میں ایک دن بھی اس گھر میں نہیں رہوں گی، میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی "اس کی اس بات پر عادل کی امی کچھ بولنے لگی تھیں کہ عادل" ،بول پڑا

ٹھیک ہے، بہت شوق ہے نہ تمہیں جانے کا تو جاؤ مگر ایک بات یاد رکھنا کہ اس گھر سے ایک بار قدم باہر نکالنے پر اس گھر کے دروازے تم پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں" گے "حفصہ عادل کی ڈھٹائی اور بے شرمی پر حیران تھی۔

چلیں امی "وہ یہ کہتا اپنی ماں کو لیے کمرے سے چلا گیا جبکہ پیچھے حفصہ فرش پر بیٹھتے رونے لگی۔ وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی خود کو مضبوط نہیں کر پا رہی تھی، روتے روتے" !اس کی ہچکی بندھ چکی تھی مگر یہاں اس کی پرواہ کسے تھی

روتے روتے کب اس کی آنکھ لگ گئی، اسے معلوم نہ ہو سکا۔ آنکھ کھلتے ہی وہ فرش سے اٹھی، اس کے جسم کا ہر حصہ شدید درد میں مبتلا تھا، وہ خود کو گھسیٹتے آئینے کے سامنے گئی اور ایک نظر آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر ڈالی۔ بکھرے بال، رو رو کر سوجی ہوئی سرخ آنکھیں، کمزور جسم، وہ اس حالت میں قابلِ رحم لگ رہی تھی۔ رات کس واقعہ یاد آتے، آنسو ایک بار پھر اس کے رخسار پر بہنے لگے۔

urdunovelsblog

وہ اب کیا کرے گی؟

وہ کیسے اپنے گھر والوں کو اس معاملے سے آگاہ کرے گی؟

رات میں عادل کا رویہ اسے مزید پریشان کر گیا تھا وہ ابھی انہیں سوچوں میں گم تھی کہ اچانک اس کے ذہن کے پردے پر ماضی کی چند یادیں لہرائیں، جب وہ اپنے بچپن میں ہر بار محلے کے بچوں کے ساتھ کھیلتے مار کھا کر گھر آجاتی تھی، چاہے غلطی اس کی ہو یا دوسروں کی تو حیات صاحب اسے ہر بار ایک ہی بات سمجھاتے تھے، جو اس وقت حفصہ کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"دنیا بڑی ظالم ہے بیٹا، یہاں کوئی کسی کے لیے کھڑا نہیں ہوتا، یہاں ہر ایک کو اپنے لیے خود لڑنا پڑتا ہے۔ جو لوگ خود اپنے حق کے لیے آواز بلند نہیں کر پاتے وہ ہمیشہ مظلوموں کی زندگی گزارتے ہیں"

حیات صاحب کی بات یاد آتے، حفصہ کے لبوں پر تبسم بکھرا، اس نے اپنے آنسو صاف کرتے، اپنے بکھرے بال سمیٹے اور الماری کی جانب بڑھ گئی۔ کچھ لمحے بعد وہ اپنا سامان پیک کر رہی تھی، وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ اب اسے اپنی جنگ خود لڑنی ہے، اسے اپنے حق کے لیے آواز خود بلند کرنی ہے۔ وہ کچھ دیر بعد اپنا سامان تیار کر چکی تھی، اس نے الماری سے اپنی چادر نکالتے چادر اوڑھی اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اسے اس گھر میں گزرا ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا، اس نے اس گھر کے مکینوں کی خوشی کی خاطر اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سالوں کی قربانی دی تھی۔ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹتے وہ ان کے رنگ میں ڈھل گئی تھی مگر بدلے میں اس سے کیا حاصل ہوا؟

آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑتے اس کا رخسار بھگونے لگے، وہ قدم اٹھاتی سیڑھیوں کے قریب آئی، جہاں سے اسے لاؤنج میں موجود اپنی ساس اور عادل بیٹھے دکھائی دیے۔ حفصہ کی نظر ان پر پڑتے وہ بھی اسکی جانب دیکھنے لگے مگر چند لمحے بعد وہ منہ پھیرتے آپس میں بات کرنے لگے۔ حفصہ کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے، وہ لوگ جن کی خاطر اس نے اتنی قربانیاں دی تھیں، انہیں اس کے وجود سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان دونوں نے ایک بار بھی حفصہ کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ عادل اور اس کے گھر والوں سے وفادار تھی!

وہ سیڑھیاں اترنے لگی، ہر زینے پر قدم رکھتے اسے اپنی زندگی کے بیتے پل یاد آنے لگے۔ ان چھ سالوں میں اس نے بہت اذیتیں سہی تھیں۔ وہ اپنے شوہر کے لیے ایک ان چاہا وجود تھی، وہ اپنی ساس کو اولاد کی خوشی نہ دے پانے پر روز طعنے سنتی تھی۔ اس کا شوہر اس سے وفادار نہ تھا۔ اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور اپنا بیگ اٹھاتے ابھی تیسرے

زینے پر قدم ہی رکھا تھا کہ اس کا سر چکرا گیا اور اپنا توازن قائم نہ رکھ پائی، اس کا پاؤں پھسلا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے سیڑھیوں سے گر گئی۔ وہ فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی، خون اس کے سر سے نکلتا اس کی چادر کو داغدار کر رہا تھا۔ وہ دونوں اس کو سیڑھیوں سے گرتا دیکھ کر بھاگتے ہوئے اس کے قریب آئے

حفصہ، حفصہ آنکھیں کھولو!" عادل نے اس کے قریب آتے اسے سیدھا کیا، زخم اس کے سر کی پچھلے حصے پر لگا تھا۔ عادل کے دونوں ہاتھ خون سے رنگے جا چکے تھے۔ حفصہ" نے اپنی پوری قوت لگاتے اپنی آنکھیں کھولیں، عادل کے چہرے پر نظر پڑتے وہ تلخی سے مسکرائی، وہ اس شخص کے چہرے پر اپنے لیے فکر دیکھنے کی ہی تو خواہش مند تھی، وہ اپنی عمر کا ایک حصہ اس لمحے کو ترسی تھی اور آج جب وہ لمحہ اسے نصیب ہوا تھا تو شاید بہت دیر ہو چکی تھی۔

حفصہ، حفصہ" اس کی ساس بھی اس کے پاس ہی موجود تھیں مگر حفصہ کی قوتِ سماعت ختم ہو چکی تھی۔ اس نے ایک نظر عادل کے چہرے پر ڈالتے اپنی بند ہوتی آنکھیں" دوبارہ کھولنا چاہیں مگر اس کی ہمت جواب دے چکی تھی اور کچھ لمحے بعد اس کی آنکھیں بند ہو گئیں!

شاید ہمیشہ کے لیے بند!

ایک یہ جہاں، ایک وہ جہاں

ان "دو جہاں" کے درمیان

بس فاصلہ ہے ایک "سانس" کا

جو چل رہی تو یہ جہاں

جو رک گئی تو وہ جہاں

urdunovelsblog

رات کے 11 بج چکے تھے، آسمان سیاہ چادر اوڑھے روشنی کی واحد امید چاند کو بھی اپنی تحویل میں لے چکا تھا۔ تاشفین سامنے پڑا لیپ ٹاپ آن کرتے پاس رکھا کافی کا مگ اٹھاتے کافی پینے لگا۔ وہ اس وقت سرمئی رنگ شرٹ کی ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے صوفے پر بیٹھا تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگائے وہ لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظر آتی تحاریر کو پڑھنے میں مصروف تھا کہ سبرینہ کمرے میں داخل ہوئیں، تاشفین نے نظریں اٹھاتے ان کی جانب دیکھا۔ وہ قدم اٹھاتی اس کی قریب آئیں اور اسکے صوفے سے کچھ فاصلہ پر موجود بیڈ

پر بیٹھ گئیں۔ان کے بیٹھنے پر تاشفین ان کی جانب متوجہ ہوا، وہ متذبذب نظر آ رہی تھیں۔تاشفین نے لیپ ٹاپ بند کرتے ایک جانب رکھا اور اپنا رخ انکی جانب موڑتے بولنے لگا،

آپ کہیں اموجان میں سن رہا ہوں" وہ جانتا تھا کہ اس وقت سبرینہ کچھ کہنا چاہتی ہیں مگر اس سے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ تلاشنے میں مصروف ہیں۔اس کی" بات پر سبرینہ نے گہری سانس لیتے اس کی جانب دیکھتے اسے مخاطب کیا،

بیٹا میں تم سے بہت شرمندہ ہوں" تاشفین نے حیرت سے ان کی جانب دیکھا"،

"کس بات کی پر اموجان؟"

"یہی بیٹا کہ آبرو۔۔۔"

مگر اس میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں ہے اموجان" تاشفین ان کی بات کاٹتا بولا"،

قصور ہے تاشفین! مجھے صالحہ سے بات کیے بغیر تم سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی" ان کی بات پر تاشفین گہری سانس لیتے سبرینہ کی جانب دیکھتے بولنے لگا"،

"اموجان اس میں نہ تو آپ کا کوئی قصور ہے نہ کسی اور کا! یہ سب مقدر کا لکھا تھا اور ایسے ہی ہونا طے تھا"

پر بیٹا پھر بھی۔۔۔" سبرینہ کی بات پر وہ مسکرایا"،

اموجان وہ میرے نصیب کا نہیں کسی اور کے نصیب کا حصہ تھی، تبھی تو بات بڑھنے سے پہلے ختم ہو گئی" سبرینہ اس کی بات سنتے خاموش ہو گئی مگر پھر بولنے لگی"،

پر بیٹا تمہارا دل۔۔۔" تاشفین اٹھ کر ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا ان کی بات کاٹتا بولا"،

آپ میرے لیے پریشان مت ہوں اموجان، میں ٹھیک ہوں" اس کی بات پر سبرینہ خاموش ہو گئی مگر وہ ماں تھی اپنے بیٹے کی دلی کیفیت سے واقف تھی۔کچھ لمحے" خاموشی کی نظر ہوئے،

تم بھی پریشان مت ہونا بیٹا" وہ مسکراتے ہوئے بولنے لگی"،

میں تمہارے لیے ایک بہت اچھی لڑکی کا انتخاب کروں گی" سبرینہ کی بات پر تاشفین کے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ سمٹی، اسکے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہوئی"،

"امو جان، میری ایک بات مانیں گی؟" سبرینہ اثبات میں سر ہلاتے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹنے لگی،

"ہو سکے تو آپ کچھ عرصے کے لیے یہ موضوع چھوڑ دیں" سبرینہ نے فوراً اسکی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں،

"پلیز" تاشفین کے دوبارہ کہنے پر سبرینہ کو فوراً اپنی جلد بازی کا احساس ہوا، وہ تاشفین کی آنکھوں میں موجود تکلیف کیسے فراموش کر گئیں تھیں۔

"تم فکر مت کرو بیٹا، تمہاری رضامندی میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے، جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا" وہ مسکراتے ہوئے بولیں، جس پر تاشفین بھی مسکرایا۔

کمرہ عدالت کے باہر اس وقت خوب گہما گہمی تھی، کچھ لمحے پہلے ہی ایک کیس کا فیصلہ سنایا گیا تھا۔ وہ اس وقت کمرہ عدالت سے باہر نکل رہی تھی، اس کے بازو کا زخم اب کافی بہتر تھا پر طبیعت پچھلے دو دن سے کچھ خراب تھی جس کے باوجود بھی وہ آج رشاء کے کیس کی دوسری اور آخری پیشی کے لیے آئی تھی۔ جس کے فیصلے کے بعد اب وہ مطمئن اور پر سکون تھی۔ رشا کے بچوں کی کسٹڈی رشاء کو دے دی گئی تھی جس کا سارا کریڈٹ وہ صرف اور صرف آبرو کو دیتی تھی، جس نے اپنی جان پر کھیلتے اس کا کیس لڑا تھا۔ کمرہ عدالت سے نکلتے اب اس کا رخ اپنے آفس کی جانب تھا کہ اچانک اس کی نظر دائیں جانب کچھ فاصلے پر کھڑے شاہزین پر پڑی نجانے اس کے دماغ میں اچانک ایسا کیا خیال آیا کہ اس کے قدم اس سمت بڑھنے لگے جہاں شاہزین کھڑا تھا۔ وہ قدم اٹھاتی اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی، جو ماتھے پر بل ڈالے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ آبرو کو اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ فون کاٹتے اس کی جانب متوجہ ہوا،

"یقیناً تمہیں بہت افسوس ہوا ہو گا آج مجھے یہاں زندہ دیکھ کر، ظاہر ہے تمہارا منصوبہ جو ناکام ہو گیا" آبرو طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"اگر منصوبہ تمہیں مارنے کا ہوتا تو گولی یہاں سے نہیں گزرتی" اس نے اس کے بازو پر بندھی پٹی کی جانب اشارہ کیا اور پھر اپنے ماتھے پر انگلی رکھتے بولا،

"بلکہ یہاں سے آر پار ہوتی" وہ شاہزین لاشاری تھا۔ الفاظ سے کھیلنا وہ جانتا تھا۔ اس کی بات پر آبرو نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ شاہزین دوبارہ بولا،

"خیر پھر بھی کافی ڈھیٹ ثابت ہوئی ہو تم" اس کی بات پر آبرو مسکرائی،

"یہ بات میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی تھی کہ میں کتنی ڈھیٹ ہوں اور آج یقیناً تم دیکھ بھی چکے ہو" وہ یہاں کھڑی کیوں اس سے ہم کلام تھی وہ خود بھی انجان تھی۔

"مگر ایک بات پر میں حیران ہوں کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ فائرنگ میں نے کروائی ہے تو تم نے میرے خلاف (ایف-آئی-آر) کیوں نہیں کروائی" وہ رکا،

"میرے خلاف جانے سے ڈر گئی تھی کیا" وہ طنزیہ انداز میں بولا جس پر آبرو مسکرائی،

urdunovelsblog

یہ صرف تمہاری غلط فہمی ہے کہ میں تم سے ڈر گئی تھی" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہی تھی۔"

میں نے تمہیں صرف تمہارے باپ کی وجہ سے چھوڑا ہے" وہ مسکرا کر یہ کہتی وہاں رکی نہیں۔"

اسے معلوم تھا کہ شاہزین لاشاری، فیاض لاشاری کا بیٹا ہے، وہی فیاض لاشاری جن کی رفاقت میں حیات صاحب نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزارا تھا جبکہ دوسری جانب کھڑے شاہزین کا دماغ اس کے کہے گئے آخری جملے کے گرد گھومنے لگا تھا کہ " تمہیں صرف تمہارے باپ کی وجہ سے چھوڑا ہے "!

ایک پر حدت دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکتا اہل زمین کو روشنی اور حدت فراہم کر رہا تھا۔ سٹی ہاسپٹل لاہور کے سامنے بھی مریضوں کا رش لگا تھا، ہر جانب گہما گہمی تھی۔ اتنے میں ایک ایمبولنس ہسپتال کی عمارت کے سامنے آرکی، ایمبولنس کو آتا دیکھ کر ہاسپٹل کا عملہ فوراً حرکت میں آیا۔ ایک شخص ایمبولنس کا دروازہ کھولتے باہر آیا، وہ عادل تھا جس کی سفید شرٹ اس وقت خون سے رنگی تھی۔ اس کا چہرہ اس کی کیفیت بتانے کے لیے کافی تھا۔ اس کے ساتھ اس کی امی بھی موجود تھیں۔ ان سب نے جلدی سے حفصہ کو سٹریچر پر ڈالا اور عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ اسے فوراً ایمرجنسی وارڈ کی جانب لے جایا گیا۔ حفصہ کا وجود بے سدھ پڑا تھا۔ اس کے سر سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ کچھ ڈاکٹرز بھی ان کی جانب متوجہ ہوئے، ایک ڈاکٹر نے آگے بڑھتے اس کی نبض چیک کی،

اومائی گاڈ، جلدی کریں انہیں فوراً اندر لے چلیں" ڈاکٹر کے کہنے پر وہ تیزی سے حفصہ کو ایمرجنسی وارڈ میں لے گئے اور دروازہ بند ہو گیا جبکہ باہر کھڑے عادل اور اس کی" ماں کے اوسان مکمل خطا ہو گئے تھے۔

یہ۔۔۔ یہ کیا ہو گیا عادل؟" عادل کی امی متفکر انداز میں اس کی جانب دیکھتی بولیں، جو دیوار کے ساتھ کھڑا ویران اور سنجیدہ نگاہوں سے سامنے ایمرجنسی وارڈ کے بند" دروازے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے ابھی حفصہ کو لے کر گئے تھے۔ ان کی بات پر اس نے ان کی جانب دیکھا اور پھر اپنے خون میں رنگے ہاتھوں کی جانب دیکھنے لگا اور نفی میں سر ہلاتے بولنے لگا۔

میں۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا امی۔۔" اس کی بات پر وہ حیرت سے اسکی جانب دیکھتیں اس کے قریب آئیں۔"

چپ ہو جاؤ عادل، اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، تم پریشان مت ہو بس جلدی سے اس کے گھر والوں کو اطلاع دو" ان کا لہجہ بے تاثر تھا جس پر عادل خالی خالی نظروں" سے انہیں دیکھتا رہا جبکہ اس کی امی اس کے ان بدلتے تاثرات پر حیران تھیں۔

عادل جلدی کرو" وہ عادل کو دوبارہ اس کیفیت میں کھوتا دیکھ کر بولیں، جس پر عادل اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔"

urdunovelsblog

وہ تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے آنکھیں موند لیں۔ اسے ابھی ایسے بیٹھے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اس کی سماعت سے فون کی آواز ، ٹکرائی۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہاتھ آگے بڑھاتے موبائل اٹھایا، سکرین پر حفصہ کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا

السلام علیکم آپی" وہ مسکراتے ہوئے بولی مگر دوسری جانب سے آتی عادل کی آواز پر وہ ایک دم حیران ہوئی، حیرت کی وجہ اسکا لہجہ تھا۔ عادل کی جانب سے کی جانے والی" بات پر آبرو کے چہرے کا رنگ ایک دم سفید پڑا، چہرے کے تاثرات ساکت ہوئے، وہ فوراً کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کون۔۔۔ کون سے ہاسپٹل میں؟" عادل کا جواب سنتے ہی اس نے فوراً فون کاٹا اور تیزی سے اپنے موبائل پر نمبر ڈائل کرتے فون کان کو لگایا اور اپنا سامان سمیٹنے" لگی۔ مسلسل بیل جانے کے باوجود بھی دوسری جانب سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ آبرو نے نہایت پریشانی کے عالم میں تیزی سے دوبارہ کال ملائی اور بیگ کی زپ بند کرتے ، کندھے پر ڈالتے باہر کی جانب قدم بڑھانے لگی۔ تیسری بار کال ملانے پر فون دوسری جانب سے اٹھا لیا گیا، جس پر آبرو فوراً بولی

رتبہ۔۔۔ رتبہ۔۔ آپی۔۔۔" وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی، اس کی سانس پھولنے لگی۔"

آپی سیڑھیوں سے گر گئی ہیں رتبہ۔۔۔ وہ اس وقت سٹی ہاسپٹل میں ہیں۔۔۔ تم جلدی سے امی کو لے کر وہاں پہنچو" اس نے یہ کہتے فون کاٹا اور باہر پارکنگ ایریا کی جانب" بڑھ گئی۔ اس کی ساری تھکان یہ خبر جذب کر گئی تھی۔

urdunovelsblog

وہ بھاگتی ہوئی ہسپتال کی عمارت میں داخل ہوئی، اسے اپنا دل کانوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ وہ بھاگتی ہوئی ایمرجنسی وارڈ کی جانب گئی جہاں اسے سامنے ہی صالحہ بیگم اور رتبہ دکھائی دیں۔ وہ بھاگتی ہوئی ان کے قریب پہنچی۔ صالحہ بیگم جو بینچ پر بیٹھی رتبہ کے گلے لگے شدت سے رو رہی تھیں آبرو پر نظر پڑتے اسے پکارنے لگیں

، آبرو، آبرو میری حفصہ۔۔۔۔ میری۔۔۔ بچی" ان کی آواز میں موجود درد اور تکلیف سے آبرو کا دل پھٹنے لگا تھا۔ آبرو انکے قریب پہنچتے انہیں خود سے لگاتے تسلی دینے لگی"

امی، امی سنبھالیے خود کو، آپی کو کچھ نہیں ہوگا" وہ ان کو تسلی دے رہی تھی جبکہ پاس کھڑی رتبہ بھی بے آواز رو رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر کھڑا عادل اور اس کی امی بھی انہی کی" جانب دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر وہ یوں ہی صالحہ بیگم کو ساتھ لگائے بیٹھی رہی مگر کچھ لمحوں بعد وہ رتبہ کو صالحہ بیگم کے پاس بٹھاتے خود عادل اور اس کی امی کی جانب چلی گئی۔

یہ سب کیسے ہوا تھا؟" آبرو کے لہجے کی سختی وہ دونوں محسوس کر سکتے تھے۔"

،ہمیں تو خود کچھ سمجھ نہیں آیا بیٹا، میں تو اس کی چیخوں کی آواز پر اندر گئی تو وہ سیڑھیوں سے گری ہوئی تھی" عادل کی امی اپنے آنسو صاف کرتی بولی"

،آپ لوگ اس وقت کہاں تھے ؟" آبرو کے سوال پر انہوں نے ایک نظر عادل پر ڈالی اور پھر بولنے لگیں"

"میں۔۔۔میں کچن میں تھی بیٹا۔۔"

،اور عادل بھائی۔۔؟" آبرو عادل کی جانب دیکھتی بولی"

عادل۔۔۔عادل گھر سے باہر تھا" وہ گھبراہٹ میں جھوٹ پر جھوٹ بولنے لگی تھیں۔"

اس سے پہلے کہ آبرو کچھ اور بولتی ایمرجنسی کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے۔وہ سب تیزی سے ان کے قریب گئے۔

مریض کا بہت خون بہہ چکا ہے، ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں آپ لوگ بھی دعا کیجئے" وہ یہ کہتے واپس اندر چلے گئے جبکہ صالحہ بیگم کے رونے میں مزید شدت آچکی" تھی۔آبرو ان کے قریب جاتے انہیں سنبھالنے لگی، رتبہ بھی پاس بیٹھی مسلسل آنسو بہا رہی تھی جبکہ عادل نے اپنی امی کی جانب دیکھا اور نفی میں سر ہلاتا کچھ دور جا کھڑا ہوا۔

آبرو صالحہ بیگم کو خود سے لگائے کافی دیر تک یونہی بیٹھی رہی، اسی دوران اس کی نگاہ عادل کی امی کے چہرے پر پڑی جو آنسو بہاتے ان کے غم میں غمگیں ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھیں جبکہ عادل کے چہرے پر چھائے تاثرات سے واضح محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت کتنا متفکر اور پریشان ہے جبکہ اس کے تاثرات کی اصل وجہ تو وہ پچھتاوا تھا جو اسے اندر ہی اندر سے کھانے لگا تھا۔وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا جن پر اب خون کا کوئی داغ باقی نہ تھا مگر اس کے باوجود اسے اپنے ہاتھ اب بھی خون میں رنگے نظر آرہے تھے۔وہ آس پاس ایک نگاہ ڈالتے اپنے ہاتھوں کو چھپاتے ان پر نہ نظر آنے والے خون کے دھبے صاف کرنے لگا۔وہ مسلسل مدہم آواز میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

میں۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا" وہ نفی میں سر ہلاتا یہی الفاظ دہرا رہا تھا۔"

ایک مجرم کی سب سے بڑی سزا "احساس جرم" ہے اور عادل کی سزا آج شروع ہو چکی تھی۔

ہاسپٹل کی راہداریوں میں وقت اپنی رفتار بہت کم کر لیتا ہے۔یہاں گزرا ایک ایک لمحہ صدیوں کی مسافت معلوم ہوتا ہے۔ابھی صرف 20 منٹ ہی گزرے تھے کہ ڈاکٹرز دوبارہ باہر آئے،ان کے چہرے پر موجود تاثرات آبرو کو کسی بری خبر کا عندیہ دے رہے تھے۔وہ صالحہ بیگم کو وہیں بٹھاتی ڈاکٹر کے پاس گئی دوسری جانب سے عادل بھی ان کے قریب آیا۔وہ دونوں پُر امید نگاہوں سے ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہے تھے پر ڈاکٹر کی جانب سے کہے جانے والے الفاظ ان کی امیدوں کو چکنا چور کر گئے تھے۔

urdunovelsblog

سوری ہم مریض کو نہیں بچاسکے "ڈاکٹر کی بات پر آبرو نے سختی نے اپنی آنکھیں میچیں، آنکھوں میں موجود آنسو بہتے ہوئے اس کے رخسار پر آ گئے۔ ڈاکٹر کی آواز پیچھے" موجود باقی نفوس بھی سن چکے تھے۔

حفصہ۔۔۔ حفصہ میری بچی" صالحہ بیگم بلک بلک کر رو رہی تھیں جبکہ پاس بیٹھی رتبہ کی بھی ہچکی بندھ چکی تھی۔ عادل کی امی کی نظر عادل سے ملی جس کی آنکھوں میں" خوف محسوس ہو رہا تھا۔ آبرو تیزی سے صالحہ بیگم کے قریب آئی اور انہیں سنبھالنے لگی۔ ڈاکٹر عادل کو مخاطب کرتے اسے ڈیڈ باڈی کے متعلق بتانے لگے۔ آبرو صالحہ بیگم کو خود سے لگائے انہیں دلاسہ دیتے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے آنسو بے اختیار بہہ رہے تھے۔ ہاسپٹل کے در و دیوار ہر روز ایسی آہیں اور سسکیاں سنتے اب اس سب کے عادی ہو چکے تھے۔ یہ در و دیوار کبھی پچھتاوے کی سسکیاں سنتے تو کبھی ماتم کی آہوں کے گواہ بن جاتے اور آج یہ حفصہ کے گھر والوں کی سسکیوں اور آہوں کے گواہ بن چکے تھے!

انسان کی جان اس دنیا میں اللہ کی امانت ہے اور ایک روز اس امانت کو اپنے مالک کے پاس لوٹ جانا ہے۔ آج کے دن حفصہ کی جان بھی اس عارضی دنیا کو چھوڑتے دوسرے جہاں کا سفر طے کر گئی تھی مگر اپنے پیچھے ڈھیروں آہیں، سسکیاں اور پچھتاوے چھوڑ گئی تھی۔ اس وقت عورتوں کے مجمعے کے درمیان پڑا حفصہ کا وجود بے جان تھا۔ ہر درد، تکلیف محسوس کرنے سے عاری جبکہ اس کے سارے درد آج اس کے وجود کے قریب بیٹھے لوگ محسوس کر پا رہے تھے۔ اس کی میت کو عادل کے گھر لایا گیا تھا اور وہیں سے اس کا جنازہ اٹھایا جانا تھا۔ ہر سو آہیں اور سسکیاں تھیں، اس جوان موت پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔ عورتوں کے اس مجمعے میں اس کا ہر عزیز رشتہ موجود تھا، میت کے چاروں اطراف اس کی بہنیں موجود تھیں جن کی آنکھوں سے گرتا ہر آنسو حفصہ سے انکی محبت کا گواہ تھا جبکہ صالحہ بیگم آنسوؤں سے تر چہرہ لیے بار بار حفصہ کا منہ چوم رہی تھیں۔ وہ ماں تھیں ان کا دکھ بہت بڑا تھا، بہت بڑا ہے!

وہ سب سفید کفن میں لپٹے اپنے اس عزیز رشتے کا آخری دیدار کر رہے تھے۔ اس مجمعے میں کچھ خاصے پر صائمہ تائی اور وشمہ بھی موجود تھیں جبکہ سبرینہ اور رابعہ بیگم اس وقت صالحہ بیگم کو سنبھال رہی تھی۔ گھر کے باہر موجود مردوں کے اس ہجوم میں جلال تایا اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ موجود تھے جبکہ کچھ فاصلے پر تاشفین، زاویار اور آفاق کھڑے عادل سے کچھ بات کر رہے تھے۔ جنازے کا وقت ہو چکا تھا مرد اندر داخل ہونے لگے تاکہ میت کو اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا سکیں۔ انسان جس طرح اس دنیا میں خالی ہاتھ آتا ہے، بالکل اسی طرح خالی ہاتھ اس دنیا سے واپس لوٹ جاتا ہے، ساتھ لے جاتا ہے تو صرف وہ نامہ اعمال جس پر اس کی اگلی زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ حفصہ کی تدفین کے ساتھ آج اس کی ذات سے وابستہ بہت سے راز بھی دفن ہونے والے تھے مگر حفصہ نے اپنا معاملہ اللہ کی ذات پر چھوڑا تھا اور بے شک وہ سب سے بڑا منصف ہے۔ رب کی ذات پر چھوڑے گئے معاملات ایسے ہی ختم نہیں ہو جایا کرتے، ان کا حساب بہت سخت ہوا کرتا ہے اور آج عادل کی حالت دیکھتے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ اس

کا انصاف شروع ہو چکا تھا۔ مردوں نے آگے بڑھتے میت کو اٹھایا اور کلمہ شہادت کی صداؤں میں میت کو لے جانے لگے، پیچھے موجود اس کے گھر والوں کے لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ اسے روک نہیں سکتے تھے۔

انسان اس دنیا میں آتے غرور اور تکبر جیسی خصلتوں کو اپنا لیتا ہے اور یہ فراموش کر بیٹھتا ہے کہ وہ تو اپنی آخری منزل اپنی قبر تک جانے کے لیے بھی دوسروں کا محتاج ہے، ہم انسان تو اپنا آخری غسل بھی خود کو نہیں دے سکتے، پھر بھی افسوس کہ ہم ان تلخ حقیقتوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اگر آج حفصہ کے دکھ اور تکلیف کے باب کا اختتام ہوا تھا تو عادل کے پچھتاوے کے باب کا آج آغاز ہوا تھا!

رات کے اس پہر سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں موجود تھے، گلیاں سنسان تھیں جبکہ سڑک پر گاڑیوں کا رش بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ اسی اثناء میں ایک سیاہ رنگ کی گاڑی لاشاری ولا کے سامنے آرکی۔ گل خان کے گیٹ کھولتے ہی گاڑی تیزی سے اندر داخل ہوئی، جس سے شاہزین لاشاری اترا۔ گاڑی کی چابی ہاتھ میں گھماتے وہ لاؤنج میں داخل ہوا جہاں خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے میں داخل ہوا، کمرہ تاریک تھا۔ شاہزین نے ہاتھ بڑھاتے بلب آن کیا، کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ وہ قدم آگے بڑھاتا بیڈ کے قریب گیا اور اپنی جیکٹ اتارتے سائیڈ پر رکھی۔ گاڑی کی چابی ٹیبل پر رکھتے وہ جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا۔ اس کا سر اس وقت درد سے پھٹ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے جیکٹ کی پاکٹ سے سگریٹ کا ڈبہ نکالا جو خالی تھا۔ جھنجھلاتے ہوئے اسے واپس پھینکتے وہ اٹھا اور سائڈ دراز کھولتے نیا ڈبہ نکالا اور لائٹر سے سگریٹ جلاتے وہ سگریٹ پینے لگا۔ وہ اپنی ہر تکلیف، درد، پریشانی کا علاج صرف سگریٹ کو مانتا تھا اسے ایسے بیٹھے ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا۔ فون پر ، جگمگاتا نام دیکھتے اس نے فوراً فون اٹھایا

،ہاں بولو کیا پتہ چلا" سگریٹ کا گہرا کش لیتے اسنے دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنی"

ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں" یہ کہتے وہ فون کاٹ چکا تھا۔ سگریٹ ایش ٹرے میں رکھتے وہ موبائل کی سکرین پر انگلیاں چلاتے کچھ تلاشنے لگا۔ اسے کچھ دیر پہلے ایک فائل" موصول ہوئی تھی، اب اسکی نگاہوں کا مرکز اس فائل کا پہلا صفحہ تھا، جس میں لکھا آبرو صدیقی کا نام بہت واضح تھا۔ صبح جب اس کی ملاقات عدالت میں آبرو سے ہوئی تھی تو اس کا کہا گیا جملہ شاہزین کو بے چین کر گیا تھا کہ آخر آبرو فیاض لاشاری کو کیسے جانتی ہے!!

urdunovelsblog

شاہزین نے اسی وقت اپنے کسی آدمی کو کہتے آبرو کی تمام معلومات اسے فراہم کرنے کو کہا تھا جس کا نتیجہ یہ فائل تھی۔ وہ فائل میں درج تفصیلات پڑھنے لگا کہ ولدیت کے خانے میں لکھا حیات صدیقی کا نام پڑھتے وہ رکا اور اپنے ذہن پر زور ڈالنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ نام وہ پہلے کہیں سن چکا تھا کہ اچانک اسکے ذہن میں جھماکہ ہوا اور کڑیوں سے کڑیاں ملنے لگیں۔ یہ حیات صدیقی وہی شخص تھا جس کا ایکسڈنٹ اس کی گاڑی سے ہوا تھا۔

اوہ تو یہ آبرو اس کی بیٹی ہے" وہ موبائل کو واپس رکھتے دوبارہ سگریٹ اٹھائے گہرے کش لینے لگا۔ وہ سب سمجھ چکا تھا کہ آبرو کو یہ تو معلوم ہے کہ شاہزین فیاض لاشاری کی" اولاد ہے مگر وہ یہ نہیں جانتی کہ یہی شخص اس کے باپ کا قاتل ہے ورنہ وہ کبھی اس سے یوں ہم کلام نہ ہوتی! شاہزین کو ایک دم خود پر حیرت ہوئی کہ وہ کیوں ایک عام سی لڑکی اور اس کے باپ کے بارے میں سوچتے اپنا وقت ضائع کر رہا تھا مگر اس کا جواب اس کے پاس بھی موجود نہ تھا!

آسمان پر چھائے بادل بھی آج چاند کو زمین کا دیدار کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ آبرو نے آخری پلیٹ دھوتے سٹینڈ پر رکھی اور نل بند کرتے، ہاتھ گردن سے لپٹے دوپٹے سے خشک کریے اور کچن پر ایک آخری نگاہ ڈالتے، لائٹ بند کی اور باہر آگئی۔ پورا گھر اس وقت تاریکی میں ڈوبا تھا۔ ہر کوئی اپنے اپنے بستر میں لیٹا آنسو بہا رہا تھا۔ وہ قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔ حفصہ کی وفات کو آج پانچ دن ہونے گئے تھے۔ وہ اپنے ساتھ ان سب کے چہروں کی مسکراہٹ اور خوشیاں بھی لے گئی تھی۔ گھر پر ہوئی اس جوان موت نے ان سب کو توڑ دیا تھا۔ ان کی آس پاس کے تمام لوگ بھی اس جوان موت پر غمگیں تھے مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے!

وہ قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور واشروم کی جانب بڑھ گئی جبکہ دوسرے کمرے میں موجود اصباح حفصہ کی تصویر کو سینے سے لگائے بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔ سب بہنوں میں اصباح سے سب سے زیادہ گہری دلی وابستگی حفصہ کی تھی۔ وہ اس کی بہن، اس کی دوست، اس کی ہمراز تھی۔ صالحہ بیگم اس وقت کمرے میں بستر پر نیم دراز تھیں، نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، دوائیاں بھی اب ان پر کوئی اثر نہ کرتی تھیں۔ ہاتھ میں موجود تسبیح کے ہر دانے کے ساتھ ان کی آنکھوں میں موجود آنسو ان کے رخسار پہ بہہ رہے تھے۔ سب کا غم ایک طرف اور صالحہ بیگم کا درد ایک طرف تھا۔ ان کی پہلی اولاد، پہلی بیٹی انہیں چھوڑ کر جا چکی تھی۔ وہ اس کی تمام اذیتوں سے باخبر تھیں، وہ جانتی تھیں کہ اس نے اپنی زندگی کن مشکلات میں گزاری ہے مگر آج ان کا کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ صبر کرتی تھی، ان سے اپنی کسی تکلیف کا تذکرہ نہیں کرتی تھی کہ کہیں وہ انہیں اس کی وجہ سے کوئی پریشانی نہ ہو اور آج اسی طرح وہ اپنے تمام درد اپنے دل میں سموئے بہت دور جا چکی تھی۔ اولاد کے لیے والدین کا دکھ بے شک بہت بڑا اور تکلیف دہ ہوتا ہے پر والدین کی زندگی میں اگر ان کی اولاد انہیں چھوڑ جائے تو اس تکلیف کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔

رتبہ اور حرم بھی اپنی کمرے میں اپنے اپنے بستر پر موجود تھیں، وہ سو چکی تھیں مگر ان کے چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان ان کی زندگی میں آئے اس سانحے کو عیاں کرتے تھے۔

واش روم کا دروازہ کھلا اور آبرو باہر آئی،اس کے چہرے اور بازوؤں سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں،وہ وضو کر کے آئی تھی۔اس نے دوپٹہ سلیقے سے چہرے کے گرد لپیٹتے جائے نماز بچھایا اور گہری سانس لیتے نماز پڑھنے لگی۔آبرو کو عادل اور اس کی امی کی کہی گئی باتوں پر یقین نہ تھا مگر حفصہ کے جنازے کے وقت وہ عادل کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی کہ وہ کس طرح ویران اور افسردہ چہرہ لیے ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔جس پر آبرو مزید اس بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پائی۔اسے ان دونوں کی ساری زیادتیوں ،کا علم تھا مگر جب بھی وہ حفصہ سے بات کرتی تو وہ ہمیشہ اسے ایک ہی بات کہتی جو آج بھی آبرو کے کانوں میں گونج رہی تھی

میں اپنے تمام معاملات اپنے رب پر چھوڑ چکی ہوں آبرو، میں اس کی ہر رضا میں راضی ہوں" اور اس بات پر آبرو ہمیشہ خاموش ہو جاتی۔"

کچھ دیر بعد آبرو نماز مکمل کر چکی تھی۔دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اسے سب سے پہلے حفصہ یاد آئی،اس کی آنکھوں میں موجود آنسو بہنے لگے۔اسے افسوس تھا کہ وہ اپنی بہن کی زندگی کی مشکلات کو کم نہیں کر پائی تھی اور وہ انہیں مشکلات سے لڑتے لڑتے زندگی کی بازی ہار گئی تھی مگر اب آبرو اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی سوائے دعا کے کہ اللہ !اس کی اگلی منازل آسان کرے

ہمارے آس پاس بھی حفصہ جیسے بہت لوگ موجود ہیں، جن کی زندگی میں پریشانی اور تکالیف کے سوا کچھ نہیں ہوتا،وہ ہر وقت صبر کا دامن تھامے رکھتے ہیں مگر زندگی ان کے لیے کبھی آسان نہیں ہوتی اور ایک روز وہ انہیں مشکلوں سے لڑتے لڑتے اس جہان فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ان کے ساتھ برا کرنے والوں کا مکافات ان کی حیات میں تو نہیں ہو پاتا مگر ان کی موت ان لوگوں کے لیے سبق کا سامان بن جاتی ہے اور ان لوگوں کو ان کے صبر کا پھل دوسرے جہان میں ضرور ملتا ہے۔آبرو نے دعا کے لیے اٹھائے ہاتھ چہرے پر پھیرے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔جائے نماز سمیٹ کر ایک جانب رکھا اور دوپٹہ کھولتے بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔حفصہ کی وفات کے بعد جب بھی وہ سب ایک ساتھ بیٹھتے تو انہیں حفصہ بہت شدت سے یاد آتی،وہ مسکراتا ہوا چہرہ،وہ آواز انہیں بے چین کر دیتی مگر اب یہ دکھ تو عمر بھر کا تھا۔ہر خوشی اور غم میں بچھڑوں کا یاد آنا تو ایک فطری بات ہے۔کسی ایک کے چلے جانے سے یہ دنیا رکتی تو نہیں ہے مگر ان کی زندگیوں میں ایک خلاء پیدا ہو جاتا ہے جسے چاہ کر بھی کوئی دوسرا پورا نہیں کر سکتا۔آبرو بستر پر لیٹی چھت پر گھومتے پنکھے کی جانب دیکھنے لگی،آج ایک اور رات اسے یوں ہی آنکھوں میں گزارنی تھی۔

وہ سب اس وقت صالحہ بیگم کے کمرے میں موجود تھے،بیڈ پر صالحہ بیگم کے ساتھ رتبہ بیٹھی تھی جبکہ سامنے رکھی دو کرسیوں میں سے ایک پر آبرو بیٹھی تھی،اس کے ساتھ والی کرسی پر اشعر بیٹھا تھا۔وہ آفس سے سیدھا یہیں آیا تھا۔

امی پلیز پر تھوڑا سا پی لیں" رتبہ انہیں سوپ پلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر صالحہ بیگم روتے ہوئے مسلسل انکار کر رہی تھیں۔ وہ پورا پورا دن پوری پوری رات رونے میں گزار دیتی تھیں۔

"مجھے نہیں پینا رتبہ" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولیں،

"چچی جان سنبھالیں خود کو، صبر کریں، اگر آپ کچھ کھائیں، پیئیں گی نہیں تو آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی" اشعر صالحہ بیگم کو مخاطب کرتا بولا،

"مجھے صبر نہیں آتا بیٹا، میری بچی۔۔۔ میری حفصہ۔۔۔ وہ یوں مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رونے لگی، رتبہ انہیں خود سے لگائے سنبھالنے لگی جبکہ سامنے بیٹھی آبرو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگی تھیں۔ وہ قدم اٹھاتی ان کے قریب گئی اور سوپ رتبہ سے لیتے خود صالحہ بیگم کے پاس جا بیٹھی،

"پلیز امی" صالحہ بیگم نے دوبارہ انکار کیا،

"ہماری خاطر امی" صالحہ بیگم نے سوجی ہوئی آنکھوں سے اس کی نم آنکھوں میں دیکھا اور پھر سوپ پینے لگیں۔ اشعر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ انہیں سوپ پلانے میں کامیاب ٹھہری تھی۔ وہ باؤل سائیڈ پر رکھتے اٹھ کھڑی ہوئی،

"رتبہ امی کو دوائی دے دینا" وہ یہ کہتے قدم اٹھاتے کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ اشعر کی نظریں اسے تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ کچھ لمحے بعد وہ بھی اپنی جگہ چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے قدم آبرو کے کمرے کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ دروازے میں کھڑا تھا جہاں سے اسے وہ سامنے بیٹھی روتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی، جس پر آبرو نے فوراً اپنے آنسو صاف کرتے اس جانب دیکھا، جس پر اشعر قدم اٹھاتا اندر چلا آیا اور کچھ فاصلے پر پڑی کرسی کو اس کے سامنے رکھتے اس پر بیٹھ گیا۔

"ان آنسوؤں کو مت روکو آبرو، انہیں بہنے دو اس طرح تمہارا غم ہلکا ہو جائے گا" وہ اس کے سامنے بیٹھا اس کی جانب دیکھتا بول رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم سب کا غم بہت بڑا ہے مگر آبرو تمہیں سب کو سنبھالنا ہو گا اور یہ تبھی ممکن ہے جب تم خود کو سنبھالو گی" اس کی بات پر آبرو نے اپنے آنسو صاف کرتے اس کی جانب دیکھا،

"میں خود کو تو سنبھال لوں مگر۔۔۔ مجھ سے امی کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی، میں میں۔۔۔" آنسو پھر اس کے رخسار پر بہنے لگے،

پریشان مت ہو آبرو، وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا، ابھی ان کا زخم تازہ ہے مگر گزرتے وقت کے ساتھ وہ سنبھل جائیں گی، تمہیں بس ان کی صحت کا خیال "رکھنا ہو گا" وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔ جس پر آبرو دوبارہ بولنے لگی،

"ابو کے جانے کے بعد بھی میں نے بہت مشکل سے امی کو سنبھالا تھا اور اس بار۔۔۔" وہ رکی، نظریں اٹھاتے اشعر کی جانب دیکھا،

"میں بہت پریشان ہوں اشعر، کہیں انہیں کچھ۔۔۔" وہ خاموش ہو گئی، آج وہ اس سے اپنے دل کا حال کہہ رہی تھی۔ اشعر نے ایک نظر اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں پر ڈالی اور پھر پاس بڑے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلتے، گلاس آبرو کی جانب بڑھایا،

"یہ لو پہلے پانی پیو" آبرو نے ایک نظر اس کی جانب دیکھتے ہاتھ بڑھاتے گلاس تھاما اور پانی پینے لگی،

"تم فکر مت کرو آبرو چچی کو کچھ نہیں ہو گا، تمہیں بس انکا خاص خیال رکھنا ہو گا مگر ان کے ساتھ تم اپنا بھی خیال رکھو کیونکہ تم ہی ہو جو سب کو سنبھال سکتی ہو" وہ اسکو تسلی دیتا بولا،

"تم خود کو اکیلا محسوس مت کرو آبرو، میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں کبھی بھی کسی بھی معاملے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے" وہ رکا اور آبرو کی آنکھوں میں دیکھا،

"میں صرف اس مشکل میں ہی نہیں بلکہ ہر مشکل وقت میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں" وہ مسکراتا ہوا بولا۔ وہ اپنے الفاظ پر کتنا ثابت قدم تھا، یہ تو آنے والا وقت ہی بہتر جانتا تھا!

urdunovelsblog

ہر سو تاریکی کا راج تھا، آسمان سیاہ رنگ کی چادر اوڑھے گہری نیند سو چکا تھا۔ وہ اس وقت ایک گھر کے سامنے کھڑی تھی، سفید رنگ کا لباس پہنے، سر پر سفید چادر اوڑھے، وہ دروازے کی عین سامنے کھڑی تھی۔ وہ پسینے میں شرابور تھی، اُس کے چہرے کے تاثرات سے پریشانی عیاں تھی۔ وہ زور زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی، مگر دروازہ کھولنے والا کوئی نہ تھا۔ اچانک دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا، وہ اندر کی جانب بھاگی، اندر بھی ہر جانب تاریکی کا سماں تھا، مکمل اندھیرا ہونے کے باوجود بھی وہ کبھی ایک جانب بھاگتی تو کبھی دوسری جانب، اُس کی سماعتوں سے ایک چھوٹے بچے کی رونے کی آوازیں ٹکرا رہی تھی۔ وہ بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا، اُس کے رونے میں اتنی شدت تھی کہ گویا وہ رو رو کر ہی اپنی جان دے دے گا۔ اُس بچے کی آواز سنتے وہ خود بھی رونے لگی۔ اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، اچانک ہر جانب روشنی پھیل گئی، تیز روشنی ایک دم پیدا ہوتے وہ اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پہ رکھتی پیچھے ہونے لگی، رونے کی آواز اب بند ہو چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں سے ہٹانے لگی، سامنے کا منظر مکمل روشن

تھا، سامنے پڑے بستر پر ایک نومولود بچہ سفید رنگ کے کمبل میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ اُسے دیکھتی تیزی سے اس کی جانب لپکی، وہ محض اُس سے ایک قدم فاصلے پر تھی کہ اچانک وہ ننھا وجود غائب ہو گیا۔ وہ تڑپ کر اُس بستر پر گری، وہ زاروقطار رو رہی تھی، وہ پھر ادھر اُدھر بھاگنے لگی، وہ ایک کمرے کی جانب بھاگی، وہ بچہ وہاں موجود تھا مگر ایک بار پھر اُس کے قریب جانے پر وہ وجود ہوا میں معلق ہو گیا، وہ کبھی ایک کمرے میں جاتی تو کبھی دوسرے کمرے میں، مگر ہر بار اُس وجود کے قریب جاتے وہ غائب ہو جاتا۔ وہ تھک ہار کر روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی کہ اچانک وہ بچہ عین اُس کے سامنے آگیا، وہ تڑپ کر اُس بچے کو اٹھاتے اپنی گود میں ڈالنے لگی۔ اس بار وہ اسے گود میں ڈالنے میں کامیاب ٹھہری۔ وہ اسے سینے سے لگائے چوم رہی تھی کہ اچانک اسے نمی کا احساس ہوا، اس نے بچے کی جانب دیکھا، اس کے منہ، آنکھوں اور کانوں سے خون بہنے لگا تھا، وہ اپنی چادر سے اس کا بہتا خون صاف کرنے لگی، سفید چادر سرخ رنگ پکڑ رہی تھی۔ وہ چلانے لگی،

"کوئی ہے! کوئی ہے! میری مدد کرو!" مگر وہاں اُس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔ کچھ دیر بعد اُس بچے کا خون اسے رکتا محسوس ہوا، وہ مطمئن ہو گئی مگر یہ کیا! خون کے ساتھ اس ننھے وجود کی دھڑکنیں بھی تھم چکی تھیں، وہ بچہ دم توڑ چکا تھا۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھیں، اُس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں کہ اچانک اُن کی آنکھ کھل گئی، وہ اپنے بستر سے اٹھ بیٹھیں، صالحہ بیگم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، جبکہ دھڑکن بھی بہت تیز ہو چکی تھی۔ آج بہت عرصے بعد انہیں یہ خواب دوبارہ آیا تھا اور ہر بار کی طرح اُن کے زخموں کو پھر سے تازہ کر گیا تھا۔ حفصہ کی موت نے ماضی میں ہوئے اس نقصان کا احساس ایک بار پھر اجاگر کر دیا تھا۔ اس واقعے کو 30 سال ہونے والے تھے مگر انکا زخم آج بھی اتنا ہی تازہ تھا۔

صالحہ بیگم کی طبیعت دن بہ دن بگڑتی جا رہی تھی۔ آبرو اس وقت بھی انہیں دوائیاں دیتے، ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ وہ دوائی کے زیرِ اثر نیند میں اترنے لگیں۔ آبرو انہیں سوتا دیکھ کر لاونج میں آگئی، جہاں اس وقت رتبہ دونوں ٹانگیں اوپر کیے صوفے بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ آبرو قدم اٹھاتی اس کے قریب گئی،

"حرم نہیں آئی ابھی تک؟" آبرو نے ایک نظر گھڑی پر ڈالتے پوچھا، جو اس وقت تین بجا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ رتبہ کوئی جواب دیتی بیل کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا،

"حرم آئی ہو گی، میں دیکھتی ہوں" آبرو رتبہ کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتی باہر گیٹ کی جانب چل پڑی۔ گیٹ کھلنے پر سامنے حرم کے ساتھ سبرینہ بھی کھڑی تھیں، وہ دونوں یقیناً ایک ساتھ ہی پہنچی تھیں۔ آبرو سبرینہ کو لیے اندر آئی اور رتبہ کو کچن کی جانب جانے کا اشارہ دیتے سبرینہ کو لیے صوفے پر بیٹھ گئی۔ چند رسمی باتوں کے بعد سبرینہ آبرو کی جانب دیکھتے بولی،

،اب کیسی طبیعت ہے صالحہ کی؟"اس کی بات پر آبرو بولنے لگی"

،کل تو امی بہت بہتر ہو گئی تھیں مگر رات میں پھر انکی طبیعت کافی بگڑ گئی تھی"آبرو کے جواب دینے پر سبرینہ متفکر ہوئی"

"ابھی کہاں ہے صالحہ؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے ہی دوائی دے کر انہیں سلایا ہے، ساری رات جاگتی رہی ہیں، میں انہیں جگاتی ہوں، آپ۔۔۔"

،نہیں، نہیں بیٹا رہنے دو، اس کی صحت میرے لیے سب سے ضروری ہے"وہ اس کی بات کاٹتی بولی"

اس کا دکھ بہت بڑا ہے بیٹا، صبر آنے میں بہت وقت لگے گا"سبرینہ کی بات پر آبرو نے سر جھکاتے اثبات میں سر ہلایا۔"

،دوائی لگاتار لے رہی ہے نہ صالحہ؟"سبرینہ کے دوبارہ پوچھنے پر آبرو بولی"

،جی آنٹی دوائی تو وہ وقت پر لے رہی ہیں، بس کل رات دوبارہ انہیں اس خواب نے بہت پریشان کیا ہے"آبرو کی بات پر سبرینہ کے چہرے پر الجھن ابھری"

،کیسا خواب؟"آبرو سبرینہ کی جانب دیکھتے بولنے لگی"

دراصل آنٹی، حفصہ آپی کے بعد ہمارا ایک بھائی پیدا ہوا تھا، جو اس دنیا میں صرف چند پل کا مہمان تھا اور نو مولودی میں ہی وہ اللہ کو پیارا ہو گیا تھا"وہ رکی، سبرینہ بہت غور سے اس کی بات سن رہی تھی۔

امی کے ذہن پر اس واقعے کا اتنا گہرا اثر ہوا ہے کہ جب بھی کوئی حادثہ ہمارے ساتھ پیش آتا ہے تو وہ زخم بھی پھر سے تازہ ہو جاتا ہے"وہ دوبارہ رکی اور گہری سانس لیتے اپنی ،بات جاری رکھی

ابو کی وفات کے بعد بھی اس خواب نے امی کو بہت ستایا تھا اور اب دوبارہ حفصہ آپی۔۔۔"وہ خاموش ہو گئی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔"

پریشان مت ہو بیٹا اللہ سب بہتر کرے گا، یہ آزمائشیں زندگی کا حصہ ہیں، جس پر ہم سوائے صبر کے اور کچھ نہیں کر سکتے"سبرینہ کی بات پر آبرو نے اپنے گال پر بہتے" آنسوؤں کو صاف کرتے اثبات میں سر ہلایا۔

urdunovelsblog

اس نے صالحہ بیگم کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے اس پر بوسہ دیا اور آنکھیں بند کرتے انکا ہاتھ تھاما اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ صالحہ بیگم کی طبیعت آج صبح بہت بگڑ گئی تھی جس پر آبرو انہیں فوراً ہسپتال لے آئی تھی۔ وہ اس وقت دوائی کے زیر اثر غنودگی میں تھیں۔ آبرو نے اپنی پیشانی صالحہ بیگم کے بازو پر ٹکادی۔ آبرو اس وقت شدید پریشان تھی، حیات صاحب کے جانے کے بعد بھی اس نے صالحہ بیگم کو بہت مشکل سے سنبھالا تھا اور اب حفصہ کے غم نے تو انہیں بالکل توڑ دیا تھا، جس پر وہ سنبھل نہیں پا رہی تھیں۔

اسی لمحے تاشفین کمرے میں داخل ہوا، آہٹ کی آواز پر آبرو نے سر اٹھایا اور اس کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں۔ سیاہ آنکھوں میں چھپا درد، تکلیف بھوری آنکھیں بآسانی محسوس کر سکتی تھیں۔ آبرو سے پہلے تاشفین نے نظروں کا زاویہ بدلا اور قدم اٹھاتے ان کے قریب چلا آیا۔ اس کی نظروں کا مرکز آبرو تھی جو خاموشی سے صالحہ بیگم کا ہاتھ تھامے اپنے انگوٹھے سے صالحہ بیگم کے ہاتھ کو سہلا رہی تھی۔ تاشفین قریب آتے صالحہ بیگم کا معائنہ کرنے لگا۔ آبرو کا بجھا ہوا چہرہ، ویران اور بے تاثر آنکھیں اسے تکلیف پہنچا رہی تھیں، وہ اس کا غم ہلکا کرنا چاہتا تھا مگر وہ اس پر کوئی اختیار نہ رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی زندگی میں آئے سب غم سمیٹتے اسکی زندگی میں خوشیاں بھر دے، مگر یہ سب اس کے اختیار سے باہر تھا، وہ اس پر کوئی حق نہ رکھتا تھا۔ صالحہ بیگم کا معائنہ کرتے اس نے آبرو کو مخاطب کیا

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، گہرے صدمے کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوگئی ہے" اس کی آواز پر آبرو نے اس کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں پھر ملیں اور ایک بار پھر، تاشفین نظروں کا زاویہ بدلتے پاس پڑے پیڈ پر کچھ لکھنے لگا

"میں نے میڈیسنز لکھ دی ہیں، آپ انہیں وقت پر دوائیاں دیجیے گا انشاءاللہ آنٹی بہتر ہو جائیں گی" اس نے وہ کاغذ آبرو کی جانب بڑھایا،

"مجھے معلوم ہے یہ صدمہ اتنا چھوٹا نہیں ہے کہ بھلا دیا جائے مگر پھر بھی کوشش کیجیے گا کہ ان کے سامنے بار بار ان کا ذکر نہ کیا جائے" آبرو کو معلوم تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا تھا۔ آبرو نے اثبات میں سر ہلاتے کاغذ تھاما۔ ماحول میں ایک دم خاموشی چھا گئی جسے تاشفین کی آواز نے توڑا

"آنٹی کا خیال رکھیے گا" وہ رکا،

"اور اپنا بھی!" اس کی بات پر آبرو نے فوراً اس کی جانب دیکھا مگر وہ اس سے پہلے ہی رخ موڑتا کمرے سے جا چکا تھا۔

"سنبھالو خود کو صالحہ، یوں رو رو کر خود کو اذیت مت دو" رابعہ بیگم صالحہ بیگم کے پاس بیٹھیں انہیں تسلی دے رہی تھیں، جو اس وقت بھی انکے پاس بیٹھیں بے آواز آنسو بہا رہی تھیں۔

میں کیسے خود کو سنبھالوں رابعہ، میری بچی۔۔۔" وہ یہ کہتے ایک بار پھر شدت سے رونے لگیں۔ رابعہ بیگم کو ان کی حالت دیکھتے ان پر شدید ترس آرہا تھا۔ وہ بھی ایک ماں" تھیں، ان کا درد باسانی سمجھ سکتی تھیں۔

میں جانتی ہوں صالحہ، یہ بہت مشکل ہے مگر تمہیں صبر کرنا ہوگا، خود کو سنبھالنا ہوگا اپنے لیے، اپنی بچیوں کے لیے" پاس بیٹھا آفاق سنجیدہ چہرہ لیے ان کی گفتگو سن رہا" تھا۔ کل صالحہ بیگم کی طبیعت کی خبر سنتے وہ آج ان کی تیمارداری کے لیے آئے تھے۔

مہمل اس وقت اصباح اور رتبہ کے ساتھ کمرے میں موجود تھی جبکہ آبرو آفس میں تھی۔

آج دس دن ہوگئے ہیں رابعہ، میری بچی کو مجھ سے دور گئے، میں کیسے صبر کروں، مجھے اس کا مردہ چہرہ نہیں بھولتا" صالحہ بیگم کا درد محسوس کرتے رابعہ بیگم کو اپنا دل بھی" ، روتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتے انہیں گلے لگاتے تسلی دینے لگیں کہ مہمل بھاگتی ہوئی باہر آئی

امی۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ اصباح بے ہوش ہو گئی ہے" اس کی بات سنتے رابعہ بیگم دل پر ہاتھ رکھتے اندر کی جانب بھاگیں جبکہ مہمل صالحہ بیگم کے پاس آتے انہیں سنبھالنے" ، لگی، آفاق بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ لمحوں بعد رابعہ بیگم تیزی سے باہر آئیں

آفاق اصباح کو ہوش نہیں آرہا، ہمیں اسے ہسپتال لے جانا ہوگا" ان کی بات پر آفاق بھی تیزی سے اندر گیا جہاں اصباح بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی، اس کے بال بکھرے" ہوئے تھے۔ رتبہ نے جلدی سے اصباح کو دوپٹہ اوڑھایا جس پر آفاق نے آگے بڑھتے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر گاڑی کی جانب چلا گیا۔

مہمل، تم اور رتبہ آفاق کے ساتھ جاؤ میں صالحہ کے پاس رکتی ہوں" رابعہ بیگم کے کہنے پر رتبہ اور مہمل بھی آفاق کے پیچھے چلی گئیں۔"

urdunovelsblog

پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، شدید کمزوری اور ذہنی دباؤ کے باعث یہ بے ہوش ہو گئی تھیں" ڈاکٹر سامنے کھڑے آفاق کی جانب دیکھتا بولا جس کے اطراف میں رتبہ اور" مہمل کھڑی تھیں۔

، ہم اس سے مل سکتے ہیں؟" مہمل کے پوچھنے پر ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ دونوں اندر اصباح کے پاس چلی گئیں۔ ان کے جانے پر ڈاکٹر نے دوبارہ آفاق کو مخاطب کیا" ، پیشنٹ آپ کی وائف ہیں؟ جس پر آفاق نے نفی میں سر ہلایا"

"بہن ہیں؟"

،نہیں"اس بار آفاق نے فوراً زبان کا استعمال کرتے انکار کیا"

،تو پھر آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟"ڈاکٹر کے پوچھنے پر آفاق بولنے لگا"

،کزن ہے میری"ڈاکٹر سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتا بولا"

کوشش کریں کہ انہیں ہر قسم کی ذہنی پریشانی سے دور رکھیں، میڈیسن اور سپلیمنٹس میں نے لکھ دیے ہیں، انشاءاللہ یہ ٹھیک ہو جائیں گی"ڈاکٹر یہ کہتے وہاں سے چلا گیا" جبکہ آفاق گہری سانس لیتے اندر داخل ہوا، جہاں سامنے ہی وہ زرد چہرہ لیے بیٹھی تھی۔

مہمل کی کسی بات پر اس نے اپنا جھکا سر اٹھایا کہ نظریں آفاق پر پڑیں مگر نظروں کا زاویہ بدلتے وہ مہمل کو جواب دینے لگی۔

رو رو کر سوجی آنکھیں، پیلا پڑتا رنگ، وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ حفصہ کے جانے کے بعد اس نے کھانا پینا بہت کم کر دیا تھا، ہر وقت اسے یاد کرتے روتی رہتی جس کی وجہ سے آج وہ یہاں موجود تھی۔ آفاق خاموشی سے اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ اچانک فون کی آواز پر وہ قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔ فون رابعہ بیگم کا تھا یقیناً وہ اصباح کے بارے میں پوچھنے کے لیے فون کر رہی تھیں، اس نے فون اٹھاتے انہیں تسلی دی

جی امی بس ابھی کچھ دیر میں ڈاکٹرز ڈسچارج کر دیں گے پھر ہم گھر آ رہے ہیں"دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتے، کچھ لمحوں بعد اس نے فون کاٹ دیا اور دوبارہ" قدم اندر کی جانب بڑھائے جہاں اس وقت مہمل اصباح کو پھل کھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

urdunovelsblog

تھوڑا سا کھا لو اصباح پھر تمہیں میڈیسن بھی لینی ہے"مگر اصباح مسلسل انکار کر رہی تھی۔"

میرا بالکل دل نہیں ہے کچھ کھانے کا، مجھے بس گھر جانا ہے"آنسو تو گویا ہر وقت اس کی آنکھوں میں موجود رہتے تھے۔"

،میری بات مان لو اصباح بس یہ تھوڑا سا سیب کھا لو"مہمل کے دوبارہ کہنے پر اصباح کی نفی میں ہلتی گردن دیکھتے آفاق کے قدم بے اختیار اس کے بیڈ کی جانب بڑھے"

لاؤ میں کھلاتا ہوں"اس کی بات پر وہاں موجود تینوں نفوس حیران ہوئے، اصباح کی آنسوؤں سے بھری نظریں آفاق سے ملیں جبکہ مہمل اور رتبہ نے ایک دوسرے کی" جانب دیکھا۔

تم ہٹو مہمل میں اسے کھلاتا ہوں"اس کا لہجہ سخت نہ تھا مگر اصباح کو اس کے الفاظ پتھر معلوم ہوئے اور وہ فوراً مہمل کی گود میں رکھی پلیٹ سے سیب اٹھاتے کھانے لگی، جس" !پر رتبہ اور مہمل دونوں مسکرائیں جبکہ آفاق کی نظر اس کے رخسار پر بہتے آنسوؤں پر تھیں، وہ حیران تھا کہ کوئی ہر وقت اتنا کیسے رو سکتا ہے

اصباح تم کیوں اپنا خیال نہیں رکھتی بیٹا، دیکھو تو سہی کیا حال بنالیا ہے تم نے اپنا" رابعہ بیگم اصباح کے پاس بیٹھی تھیں جو اس وقت صالحہ بیگم کے گلے لگے رو رہی تھی جبکہ " کچھ فاصلے پر آبرو اور مہمل بیٹھی تھیں۔

،اصباح بیٹا رونا بند کرو شاباش، اتنی مشکل سے تمہاری طبیعت سنبھلی ہے پھر بگڑ جائے گی" صالحہ بیگم اسے خود سے الگ کرتے اس کے آنسو پونچھتی بولیں"

،میں کیا کروں پھپھو، مجھے حفصہ آپی نہیں بھولتیں، میرا کہیں دل نہیں لگتا وہ ہر وقت مجھے یاد آتی رہتی ہیں" وہ رندھی ہوئی آواز میں روتے ہوئے بولی"

،سنبھالو خود کو بیٹا، مجھے معلوم ہے تمہارا دکھ بہت بڑا ہے مگر تمہارے یہ آنسو تمہاری امی کو تکلیف دیتے ہیں بیٹا" وہ رکیں"

حفصہ تمہیں اس طرح دکھی دیکھ کر کیا خوش ہو سکتی ہے بیٹا، اس لیے رونا بند کرو بیٹا اور اس کے لیے دعا کرو" رابعہ بیگم کی بات پر مہمل اصباح کے ساتھ آ بیٹھی اور رابعہ بیگم " ،کو مخاطب کرتی بولی

،امی ہم کچھ دنوں کے لیے اصباح کو اپنے ساتھ لے جائیں؟" اس کی بات پر اصباح نے فوراً اس کی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایا مگر رابعہ بیگم بولنے لگیں"

،ہاں، ہاں کیوں نہیں" رابعہ بیگم اسکی جانب دیکھتی بولیں"

،صالحہ میں اصباح کو کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر لے جاؤں، اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو، اس طرح اس کا دل بھی بہل جائے گا" ان کی بات پر صالحہ بیگم بولیں"

urdunovelsblog

،مجھے بھلا کیا اعتراض ہوگا رابعہ" صالحہ بیگم کی بات پر اصباح انکی جانب دیکھتی بولی"

"مگر امی۔۔۔"

،رابعہ ٹھیک کہہ رہی ہے اصباح تم کچھ دن ان کے ساتھ چلی جاؤ" ان کے خاموش ہوتے ہی آبرو بولی"

ہاں اصباح اس طرح تمہارا دھیان بھی بٹ جائے گا اور تمہاری طبیعت بھی بہتر ہو جائے گی" اصباح ان سب کی باتیں سنتے خاموش ہو گئی۔"

چلو مہمل تم اس کا سامان تیار کرو، میں آفاق سے کہتی ہوں کہ وہ گاڑی نکالے" رابعہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں جس پر مہمل لاؤنج کی جانب چل پڑی جہاں آفاق موجود " تھا۔

اس وسیع و عریض بنگلے میں موجود ڈائننگ ایریا میں اس وقت کانٹوں اور چھریوں کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ ٹیبل پر موجود فیاض لاشاری اور فائقہ لاشاری رات کا کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ ملازمہ انہیں کھانا سرو کرتے جا چکی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک فائقہ لاشاری کا موبائل بجنے لگا، جس پر وہ چمچ پلیٹ میں رکھتے اسکی جانب متوجہ ہوئیں اور فون اٹھایا، جس پر شہریار کا نام لکھا جگمگا رہا تھا۔ کال ریسیو کرتے ان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی دوسری جانب سے شہریار بولنے لگا،

اوکے بیٹا" اس کی بات سنتے وہ صرف اتنے ہی الفاظ ادا کر پائی تھیں کہ فون دوسری جانب سے کاٹ دیا گیا۔ وہ فون واپس رکھتے فیاض لاشاری کی جانب متوجہ ہوئیں، جو" سوالیہ نگاہوں سے انکی جانب دیکھ رہے تھے۔

شہریار کی کال تھی، وہ آج رات فارم ہاؤس ہی رکے گا" وہ یہ کہتے واپس کھانا کھانے لگیں، ان کی بات پر فیاض لاشاری کے چہرے پر ناگواری کا تاثر ابھرا مگر انہوں نے کچھ" بولنے پر خاموشی کو ترجیح دی کہ اچانک کچھ یاد آنے پر وہ بولنے لگے،

فائقہ تم آج بینک گئی تھی؟" ان کے سوال پر فائقہ لاشاری کے چہرے کا رنگ ایک دم تبدیل ہوا۔"

جی گئی تھی" وہ جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتے پانی پینے لگیں۔"

سب خیریت ہے، تم نے اتنی بڑی رقم اپنے اکاؤنٹ سے نکلوائی ہے" ان کی بات پر پانی فائقہ لاشاری کے حلق میں پھنسنے لگا، وہ پانی کا گلاس سائڈ پر رکھتی بولیں"،

جی فیاض سب خیریت ہے، میری ایک دوست کو پیسوں کی بہت ضرورت تھی، اسی کے لیے۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑتیں بمشکل مسکرائیں"،

"پر پھر بھی فائقہ 10 لاکھ بہت بڑی رقم ہے"

وہ میری بہت قریبی دوست ہے فیاض، پہلی بار اسے مشکل پیش آئی ہے، اگر میں اس کی مدد نہ کرتی تو یہ مناسب تو نہ تھا" وہ بات سنبھالتے ہوئے بولیں، ان کی بات پر" فیاض لاشاری خاموش ہو گئے۔ فائقہ لاشاری کی بھوک اب ختم ہو چکی تھی، ان کے ذہن کے پردے پر صبح کا منظر لہرایا، جب وہ بینک سے واپسی پر ریسٹورنٹ گئی تھیں، جہاں ان کی ملاقات اس شخص سے ہوئی تھی، جسے وہ 10 لاکھ کا چیک دے کر آئی تھیں۔ اس شخص کو وہ رقم دینے کی وجہ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اگر کبھی مستقبل میں فیاض لاشاری کو اس بارے میں معلوم ہو گیا تو انکا ردعمل۔۔۔ وہ اس سے آگے سوچ ہی نہ پائیں اور اپنی پلیٹ کو دور کھسکاتے خاموشی سے فیاض لاشاری کی جانب دیکھنے لگیں۔

urdunovelsblog

شام کے پانچ بج چکے تھے، دن ڈھلنے لگا تھا۔ آفاق کی واپسی آج دو دن بعد ہوئی تھی۔ اس نے لاؤنج میں قدم رکھتے ایک نظر آس پاس دیکھا مگر لاؤنج خالی تھا۔ یقیناً رابعہ بیگم اور مہمل اس وقت اپنے کمروں میں موجود تھیں۔ اس نے ابھی قدم سیڑھیوں کی جانب بڑھایا ہی تھا کہ آہٹ کی آواز پر وہ اس جانب متوجہ ہوا۔ آواز کچن سے آئی تھی وہ قدم اٹھاتا کچن کی جانب چل پڑا۔

کچن میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سامنے کھڑی اصباح پر پڑی جس کی پشت اس کی جانب تھی۔ وہ قدم اٹھاتا کچھ آگے بڑھا۔

اصباح اس وقت ہلکے آسمانی رنگ کے فراک کے ساتھ سفید ٹراؤزر پہنے، سر پر دوپٹہ اوڑھے کھڑی تھی جبکہ کھلے بال اس کے پشت پر بکھرے تھے جو اس کے سفید دوپٹے کے نیچے سے بھی دکھائی دیتے تھے۔ آس پاس پھیلی خوشبو سے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس وقت چائے بنا رہی تھی۔ اسے ابھی یہاں کھڑے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اصباح چائے کے نیچے جلتی آگ بند کرتے پلٹی کہ اس کی نظر آفاق پر پڑی، جس پر وہ بمشکل اپنی چیخ روکتے وہیں بت بن گئی جبکہ آفاق کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اس کے یوں خاموشی سے پیچھے کھڑے ہونے پر اس کا یہ ردعمل فطری تھا۔

اصباح نے ایک نظر سامنے آفاق کی جانب دیکھا، وہ اس وقت یونیفارم میں موجود تھا، ایک ہاتھ میں کیپ پکڑے وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اصباح کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا جبکہ سامنے کھڑا آفاق اس بات پر حیران تھا کہ وہ ابھی تک یہاں کیوں کھڑا ہے!

السلام علیکم" آفاق کی آواز پر اصباح نے اس کے سلام کا جواب دیا، جس پر آفاق کو صرف اس کے لب ہلتے دکھائی دیے، اس کے آواز آفاق کے کانوں تک رسائی حاصل نہ کر سکی حالانکہ وہ صرف اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ ماحول میں چھائی خاموشی کو آفاق کی آواز نے توڑا"،

اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" اصباح نے نگاہ اٹھاتے اس کی جانب دیکھا پھر نظروں کا زاویہ تبدیل کرتے جواب دیا"،

اب ٹھیک ہے" اس بار پھر آواز بہت مدہم تھی مگر اتنی ضرور تھی کہ آفاق سن پاتا۔ کچھ لمحے مزید خاموشی کی نظر ہوئے"،

ایک گلاس پانی دینا پلیز" آفاق کی اس عجیب بات پر اصباح حیرت سے اس کی جانب دیکھتے بولی"،

"جی؟"

ایک گلاس پانی" آفاق کی بات پر اصباح نے فوراً فریج کی جانب دیکھا جو اصباح سے زیادہ آفاق کے قریب تھی مگر وہ اس وقت اس کی بات مانتے خاموشی سے فریج کی جانب چل پڑی جبکہ آفاق نے خود کو کوستے ہوئے اپنی اس فضول بات کی وضاحت خود سے مانگی، جس پر اس کا دماغ خاموش تھا جبکہ دل کی دھڑکن اسے اس کی کیفیات سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اصباح بوتل نکالتے پانی گلاس میں انڈیلنے لگی کہ اس کی سماعت سے دوبارہ آفاق کی آواز ٹکرائی،

"اصباح!" اصباح نے اپنی جھکی گردن اٹھائی،

"تم مجھ سے اتنا ڈرتی کیوں ہو؟" یہ سوال بہت عرصے سے اس کے ذہن میں پنپ رہا تھا جسے وہ آج زبان پر لے آیا تھا مگر اس کا جواب اصباح کی بجائے کچن میں داخل ہوتی مہمل نے دیا،

"کیونکہ آپ ہٹلر ہیں اور ہٹلر سے ڈرنا ہی چاہیے" وہ کہتی ہوئی اصباح کے پاس چلی گئی جبکہ آفاق اس کے یوں آنے پر کوفت کا شکار ہوا۔

"اصباح تم اوپر امی کے پاس جاؤ وہ تمہیں بلا رہی ہیں، میں چائے لے کر آتی ہوں" وہ اصباح کو مخاطب کرتی بولی، جس پر اصباح جو پہلے ہی وہاں سے جانے کے لیے پر تول رہی تھی، تیز تیز قدم اٹھاتی آفاق کے برابر سے گزر گئی۔ مہمل نے شیلف پر پڑا گلاس آفاق کی جانب بڑھایا،

"یہ لیں بھائی ایک گلاس پانی" وہ اپنے الفاظ پر زور دیتی مسکرائی، جس پر آفاق اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اس کے اور اصباح کے مابین ہونے والی گفتگو سن چکی تھی۔ آفاق نے گلاس تھامتے اسے گھوری سے نوازا، جس پر وہ ہنستی ہوئی چائے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ سیڑھیاں اترتا نیچے آیا مگر لاؤنج ایک بار پھر خالی تھا۔ وہ قدم اٹھاتا لاؤنج میں پڑے صوفے کی جانب چلا گیا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی رابعہ بیگم سے مل چکا تھا۔ وہ اس وقت سیاہ ٹراؤزر کے ساتھ سفید شرٹ پہنے رف حلیے میں موجود تھا، بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ اس نے آگے بڑھتے ایل-ای-ڈی کا ریموٹ اٹھایا کہ اس کی نگاہ سامنے لگی کھڑکی سے نظر آتے لان کے منظر پر پڑی، جہاں اس وقت رابعہ بیگم اور اصباح سامنے لگے پودوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کے قدم بے اختیار اٹھے اور وہ اس کھڑکی سے کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا، جہاں سے سامنے کا منظر بالکل واضح تھا۔

اصباح ہر پودے کو چھوتے رابعہ بیگم کو اس کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کر رہی تھی۔ چہرے پہ سجی معصوم مسکراہٹ اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔ بار بار چہرے پر جھولتی لٹوں کو پیچھے کرتے وہ اپنی بات جاری رکھتی۔ آفاق خاموشی سے کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ دیر پہلے کا منظر لہرایا جب گلاس میں پانی ڈالتے اصباح کے ہاتھوں میں لرزش تھی۔

!وہ کیوں اس سے اتنی خوفزدہ تھی؟ شاید یہ اس دن جلال تایا کے گھر ہونے والی ملاقات کا اثر تھا یا وہ واقعی اتنا خوفناک تھا

وہ ابھی ایسے ہی کھڑا سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا کہ رابعہ بیگم نے سامنے لگا ایک سفید پھول توڑتے اصباح کے بالوں میں لگایا، جس پر وہ کھل کر مسکرائی تھی اور یہ منظر دیکھتے

!نجانے کیوں آفاق کو اپنے دل کی دھڑکن معمول سے تیز محسوس ہوئی تھی۔اس نے آج پہلی بار اسے بہت غور سے دیکھا تھا، وہ واقعی بہت خوبصورت تھی

" !بہت پیاری ہے نہ"

ہاں بہت!" نجانے کس ٹرانس کی کیفیت میں آفاق کے ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے مگر ایک دم اپنے الفاظ پر غور کرتے وہ پلٹا، جہاں مہمل ہنستے ہوئے اسے دیکھ رہی"

تھی۔یقیناوہ سوال بھی اسی کا تھا جس پر آفاق کی زبان سے وہ الفاظ پھسلے تھے۔

،تم۔۔۔۔تم کب آئی؟"آفاق اپنی ہڑبڑاہٹ پر قابو پاتا تیزی سے اپنی جگہ تبدیل کرتا بولا"

ابھی جب آپ اس کھڑکی سے نظر آتے پھولوں کو دیکھنے میں گم تھے "اس کی بات پر آفاق کو فوراًاپنی بے اختیاری پر افسوس ہوا۔"

،پھول بہت خوبصورت ہے نہ "وہ" بہت" کے لفظ پر زور دیتی بولی، جس پر آفاق نے فوراًریموٹ پکڑتے خبریں لگادیں"

،اسے بند کریں بھائی کیونکہ امی نے آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے"آفاق نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا"

امی کا کہنا ہے کہ آپ تیار ہوجائیں، کچھ دیر میں ہم اصباح کو اس کے گھر چھوڑنے جارہے ہیں"وہ مسکراتے ہوئے یہ کہتی وہاں سے چلی گئی۔"

اس کے جانے کے بعد کچھ لمحے کے لیے آفاق کچھ سوچتا رہا مگر اب اس کے دماغ میں الجھا جال سلجھ چکا تھا اور وہ اپنے لیے ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

رات کے اس پہر جب ہر سو تاریکی تھی۔چاند اور تارے اپنے مقرر کردہ فرائض بخوبی نبھا رہے تھے۔اسی پہر رابعہ بیگم اپنے کمرے میں بیٹھیں فون پر کسی سے محوِ گفتگو

تھیں۔

فیضان تم کیوں میری بات نہیں سمجھ رہے، کچھ تو خیال کرو، تمہاری جوان بھتیجی کا انتقال ہوا ہے تمہیں اس پر آنا چاہیے تھا مگر تم نہیں آئے پر اب تو آجاؤ! اب کیا چیز"

،تمہیں روک رہی ہے؟"وہ بول کر خاموش ہوئیں اور دوسری جانب سے آتی آواز سننے لگیں

حیات کی وفات کو تقریبا چھ سال ہونے والے ہیں فیضان اور تمھیں ہم سب نے آخری بار تب دیکھا تھااور تب بھی تم ہوا کے گھوڑے پر سوار آئے تھے اور صرف ایک" ہفتہ یہاں رکے تھے" رابعہ بیگم کے چہرے پر غصہ تھا۔

بہت سن لیں میں نے تمہاری باتیں،اس بار تم لائبہ اور فاطمہ کو بھی ساتھ لاؤ گے اور کم از کم دو سے تین ماہ یہاں رکو گے "ان کا لہجہ اٹل تھا۔"

تم بھی میری بات سمجھنے کی کوشش کرو! تم تو پردیس جاکر وہیں کے ہو کر رہ گئے ہو،سالوں سال ہم تمہاری شکل دیکھنے کو ترستے ہیں" وہ بات کرتے کرتے جذباتی ہو گئیں" ،تھیں۔اسی اثناء میں کمرے میں آفاق داخل ہوااور انہیں مصروف دیکھتے کچھ فاصلے پر جا بیٹھا

میں نے کہہ دیا ہے فیضان کہ تم جتنا جلدی ہو سکے پاکستان واپس آجاؤ" وہ یہ کہتے فون کاٹ چکی تھیں اور پھر آفاق کی جانب دیکھتے موبائل ایک جانب رکھ دیا۔"

،فیضی ماموں کا فون تھا؟"اس کی بات پر رابعہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا"

آپ پریشان مت ہوں امی، میں بھی ان سے بات کروں گا" وہ انہیں پریشان دیکھتا بولا، جس پر رابعہ بیگم اداسی سے مسکرائیں۔کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔"

،امی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے"آفاق انہیں مخاطب کرتا بولا"

"ہاں کہو"

"آپ صالحہ ممانی سے بات کر سکتی ہیں"

،کس بارے میں" رابعہ بیگم اس کی بات پر بے دھانی میں بولیں"

میرے اور اصباح کے رشتے کے بارے میں" رابعہ بیگم کو حیرت کا جھٹکا لگا، چہرے پر چھائے پریشانی کے تاثرات میں ایک دم خوشی کا جذبہ ٹمٹمانے لگا۔"

بیٹا۔۔۔بیٹا تم یہ فیصلہ میرے دباؤ میں آکر تو نہیں کر رہے نہ،دیکھو یہ تمہاری پوری زندگی کا معاملہ ہے" وہ رکیں جبکہ آفاق انکی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔"

،یہ فیصلہ تم،،تم اپنی خوشی سے کر رہے ہو نہ بیٹا"ان کی بات پر آفاق نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا، جس پر رابعہ بیگم نے آگے بڑھتے اس کا ماتھا چوما"

میں تمہیں بتا نہیں سکتی بیٹا کہ تمہاری اس رضامندی نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے"ان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔"

تم دیکھنا میرا یہ فیصلہ تمہارے اور اصباح کے حق میں کتنا اچھا ثابت ہو گا" وہ خوش تھیں،ان کا چہرہ واضح بتا رہا تھا۔"

حالات کے سازگار ہوتے ہی میں صالحہ سے اس بارے میں بات کروں گی" وہ مسکرائیں، اس مسکراہٹ پر تو آفاق اپنی پوری زندگی وار سکتا تھا۔"

رات کا ایک بج چکا تھا، سب لوگ اپنے لحافوں میں دبکے سو رہے تھے۔ وہ پوری آنکھیں کھولے چھت پر گھومتے پنکھے کو دیکھ رہا تھا۔ بیڈ پر چت لیٹے اس کا چہرہ بے تاثر تھا جبکہ دل میں موجود خوف دماغ پر حاوی تھا کہ کہیں اسے دوبارہ نیند نہ آجائے۔ وہ عادل تھا جو اپنے کیے گئے گناہوں کی سزا کے آغاز میں ہی پریشان ہو چکا تھا۔ جب بھی وہ اپنی آنکھیں بند کرنے کی کوشش کرتا تو اسے حفصہ کا روتا ہوا چہرہ دکھائی دیتا، کانوں میں اس کی سسکیاں سنائی دینے لگتیں۔ جو اذیت وہ اتنے سال اسے دیتا آیا تھا، آج اسے خود محسوس کر پا رہا تھا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اس کے کیے گئے اعمال کی سزا اسے اتنی جلدی مل جائے گی۔ اسے وہ ایک ایک دن، ایک ایک لمحہ یاد آ رہا تھا، جب وہ حفصہ کو تکلیف دیتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ اس رشتے میں وفادار نہ تھا، وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ حفصہ کس طرح جی جان وار تے یہ رشتہ نبھا رہی ہے مگر اس نے کبھی اس کی کی گئی کوششوں کا صلہ نہ دیا تھا بلکہ ہر بار اس کی محنت کو برباد کر دیتا تھا اور آج وہ اس پر ہوئے ہر ظلم کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ اسی طرح لیٹا تھا کہ اس کی امی کمرے میں داخل ہوئیں، عادل نے ایک نگاہ ان پر ڈالتے واپس نگاہوں کا مرکز اس پنکھے کو بنالیا۔ وہ قدم اٹھاتیں اس کے قریب آئیں، وہ اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا۔ وہ اسکے پاس آتے بس پر بیٹھ گئیں۔ عادل نے اپنا سر ان کی گود میں رکھتے آنکھیں بند کر لیں، جس پر اسکی امی کی پریشانی میں اضافہ ہوا، وہ پچھلے ایک ماہ سے عادل کی یہ حالت دیکھ رہی تھیں، جس پر وہ شدید پریشان تھیں

"ابھی تک سوئے نہیں بیٹا! کیا نیند نہیں آرہی؟" ان کے سوال پر عادل بولنے لگا

"نیند تو آرہی ہے امی مگر میں سونا نہیں چاہتا" حفصہ کی وفات کو ایک ماہ ہونے والا تھا اور اس دن سے عادل کی یہی حالت تھی۔

"بیٹا تم کب تک خود کو یوں اذیت دو گے؟ تمہاری یہ حالت دیکھ کر میرا دل روتا ہے" وہ متفکر تھیں۔

"امی یہ سب میرے اختیار سے باہر ہے، میں۔۔۔ میں اسے بھولنا چاہتا ہوں مگر۔۔۔ مگر میں اسے بھول نہیں پاتا" وہ ان کی گود سے اٹھ بیٹھا

"میری تو اس سے کوئی دلی وابستگی بھی نہیں تھی امی، پھر میں کیوں اس کے جانے پر بے سکون ہوں" وہ اپنے لہجے پر قابو پاتا بولا، آنسو اس کے حلق میں پھنسنے لگے تھے۔

"عادل بیٹا تم اس کے ساتھ ہوئے اس حادثے کا قصوروار خود کو ٹھہراتے ہو، اسی لیے تم یہ سب بھول نہیں پا رہے" عادل خاموش رہا

"اس کے ساتھ جو بھی ہوا، اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں، وہ سب محض ایک حادثہ تھا" وہ بے تاثر چہرہ لیے بولیں

"قصور تھا امی! ہمارا ہی تو قصور تھا" پچھتاوے کی کیفیت عادل پر غالب آنے لگی

،اس کی زندگی میں موجود سب تکالیف کا سبب ہم ہی تو تھے، ہم ہی تو تھے جن کی وجہ سے وہ اس نہج پر پہنچی تھی" وہ بلند آواز میں بولا"

میں اس کا گنہگار ہوں امی۔۔۔میں۔۔۔میں اس کا گنہگار ہوں" وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا بار بار ایک ہی بات دہرانے لگا تھا۔"

،عادل بیٹا سنبھالو خود کو، تم نے کچھ نہیں کیا" اس کی امی اس کے قریب آتی بولیں، جس پر وہ انکی جانب دیکھتا بولنے لگا"

امی۔۔۔امی میں جب اس کے ساتھ اتنی زیادتیاں کرتا تھا تو آپ۔۔۔آپ مجھے روکتی کیوں نہیں تھیں۔۔۔آپ" اس کی بات پر اس کی امی نے حیرت سے اسکی جانب"

،دیکھا

آپ۔۔۔آپ تو ایک عورت ہیں نہ، ایک عورت کا دکھ بآسانی سمجھ سکتی تھین، آپ نے مجھے کیوں نہیں روکا امی" اسکی بات پر وہ خاموش رہیں کیونکہ عادل کی بات سو فیصد" درست تھی۔ وہ ایک عورت تھیں اور ایک عورت کا درد دوسری عورت بآسانی سمجھ سکتی ہے مگر انہوں نے کبھی عادل کو اس کے کیے گئے رویے پر کچھ نہ کہا تھا بلکہ اس کا ساتھ دیتے حفصہ کی اذیت میں اضافہ کرتی تھیں۔

جب میں اس کو اپنے الفاظ سے تکلیف پہنچاتا تھا تو آپ نے میری زبان کیوں نہیں پکڑی امی" وہ رونے لگا تھا۔"

امی میں کیا کروں مجھے سکون نہیں آتا" وہ مسلسل رو رہا تھا اسکی امی بھی رونے لگیں، اپنی اولاد کو تکلیف میں دیکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے اس بات کا اندازہ انہیں آج بخوبی ہو رہا" تھا۔

urdunovelsblog

،امی۔۔۔امی آپ میرا ایک کام کریں گی" وہ آگے بڑھتا انکے دونوں ہاتھ تھامتا بولا، جس پر اس کی امی فوراً بولیں"

،ہاں بیٹا بولو" وہ اسکے بال سمیٹتے بولیں"

آپ۔۔۔آپ حفصہ کو واپس لے آئیں امی، مجھے اس سے معافی مانگنی ہے" وہ رو رہا تھا اور اس کا ہر آنسو اس کی امی کے دل پر گر رہا تھا مگر وہ دونوں اس وقت بے بسی کی انتہا" !پر تھے کیونکہ گیا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا

دن ڈھلنے لگا تھا، تمام چرند پرند بھی اپنے گھروں کی جانب پرواز کر رہے تھے، ہلکی ہلکی ہوا درختوں کے پتوں کی حرکت کا سبب تھی جبکہ آسمان پر چھائے بادل سورج کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ صالحہ بیگم اپنے کمرے میں بیٹھی تلاوت کر رہی تھیں، دیوار پر نصب گھڑی اس وقت شام کے پانچ بجا رہی تھی جبکہ کلینڈر پر نظر آتی آج کی تاریخ اس بات کی

شاہد تھی کہ آج حفصہ کو اس دنیا سے گئے چار ماہ بیت چکے تھے۔ وقت کی رفتار کا مقابلہ اس دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی، یہ ہمیشہ ایک ہی رفتار سے گزرتا کبھی خوشیوں کو اذیتوں میں بدلتا ہے تو کبھی اذیتوں کو خوشیوں میں پر اس وقت کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا، خوشی اور غمی اس کے ساتھ منسلک وہ منازل ہیں جو ہر ایک پر عیاں ہوتی ہیں۔ حفصہ کی وفات کے بعد ان سب کے لیے صبر کرنا بہت مشکل تھا مگر گزرتا وقت ایک ایسا مرہم ہے جو ہر زخم کو سینے کا ہنر جانتا ہے اور ان کے زخم پر بھی وقت کا مرہم لگ چکا تھا۔ آہستہ آہستہ ان سب کو اپنے نقصان پر صبر آنے لگا تھا۔ زندگی معمول کی جانب واپس لوٹنے لگی تھی۔ صالحہ بیگم نے قران پاک کو بند کرتے، اس پر بوسہ دیا اور غلاف مین لپیٹتے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ قرآن پاک کو اس کی مخصوص جگہ پر رکھتے وہ پلٹی ہی تھیں کہ ان کی سماعت سے بیل کی آواز ٹکرائی، بے ساختہ نظر گھڑی کی جانب گئی کہ اتنے میں ان کی سماعت سے دوبارہ ایک شناسا آواز ٹکرائی، وہ رابعہ بیگم کی آواز تھی۔ وہ قدم اٹھاتی باہر کی جانب چل پڑیں جہاں رابعہ بیگم اور مہمل آئی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں لاؤنج میں موجود تھیں۔

،آفاق نہیں آیا ابھی تک؟" صالحہ بیگم کے پوچھنے پر رابعہ بیگم نفی میں سر ہلاتے بولنے لگیں"

نہیں ابھی تک تو نہیں آیا مگر آج بات ہوئی تھی اس سے کہہ رہا تھا کہ اگلے ہفتے تک واپسی ہو گی" آفاق پچھلے دو ماہ سے ایک کورس کے سلسلے میں اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ کچھ" ،لمحے خاموشی کی نظر ہوئے کہ رابعہ بیگم بولنے لگیں

،صالحہ میں آج تم سے ایک بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں بلکہ یہ سمجھو کہ تم سے تمہاری ایک قیمتی چیز مانگنے آئی ہوں" ان کی بات پر صالحہ بیگم الجھن کا شکار ہوئیں"

،تم جو بھی کہنا چاہتی ہو رابعہ کھل کر کہو" انکی بات پر رابعہ بیگم انکی جانب دیکھتے بولنے لگیں"

،میں اصباح کو اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں" وہ رکیں"

،میں چاہتی ہوں کہ اصباح میرے آفاق کی دلہن بنے، اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو" ان کی بات پر صالحہ بیگم کے چہرے پر خوشگوار حیرت در آئی"

مجھے بھلا کوئی اعتراض کیوں ہو گا رابعہ، آفاق جیسے ہونہار، بااخلاق اور سلجھے ہوئے بچے کو کوئی کیوں انکار کرے گا بلکہ یہ تو اصباح کی خوش نصیبی ہو گی کہ وہ آفاق کی دلہن" ،بنے" وہ مسکرائیں جس پر رابعہ بیگم بھی مسکراتے ہوئے بولیں

"میری بہت عرصے سے یہ خواہش تھی مگر حالات نے اجازت ہی نہ دی کہ میں تم سے بات کر پاتی"

،یہ تو تمہارا بڑا پن ہے رابعہ کہ تم نے میری بچی کے بارے میں ایسا سوچا اور اسے اپنے بیٹے کے لیے منتخب کیا مگر۔۔۔" وہ رکی، چہرے پر پریشانی کا تاثر ابھرا"

"کیا تم نے آفاق سے اس بارے میں بات کی ہے؟ میرا مطلب کہ کیا وہ اس رشتے پر راضی ہے؟"

،ہاں صالحہ وہ اس رشتے پر راضی ہے، میں پہلے ہی اس سے اس کی رضامندی لے چکی ہوں" صالحہ بیگم کے چہرے پر اطمینان در آیا"

"بس اب میں چاہتی ہوں کہ تم بھی ایک بار اصباح سے اس کی رضامندی جان لو تا کہ ہم بات آگے بڑھا سکیں"

تم فکر مت کرو میں آج ہی اصباح سے بات کروں گی اور مجھے پوری امید ہے کہ اسے بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا" ان کی بات پر رابعہ بیگم مسکرائیں، اپنی اولاد کی خوشیوں""" کا تصور ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیر گیا تھا۔

تمہارے ہاتھ میں دن بہ دن مہارت آتی جا رہی ہے اصباح، دیکھنا ایک دن تم بہت بڑی مصورہ کہلاؤ گی" مہمل کی بات پر وہ دل سے مسکرائی تھی۔ وہ اس وقت مہمل کے" ساتھ کمرے میں موجود تھی جبکہ صالحہ بیگم اور رابعہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ اصباح اپنی تازہ بنائی گئیں ساری پینٹنگز مہمل کو دکھا رہی تھی، جس پر مہمل ہمیشہ کی طرح اسکی اس صلاحیت پر اسے سراہ رہی تھی۔ اصباح نے ساری پینٹنگز سمیٹتے سائیڈ پر رکھیں اور مہمل کے ساتھ بیڈ پر جا بیٹھی۔

،اصباح تم سے ایک بات پوچھوں؟" اصباح نے اثبات میں سر ہلاتے اسے اجازت دی"

،تمہیں آفاق بھائی کیسے لگتے ہیں؟" اصباح نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

"جی؟"

،تمہیں آفاق بھائی کیسے لگتے ہیں میرا مطلب اگر کوئی تم سے ان کے بارے میں تمہاری رائے پوچھے تو تم کیا کہو گی؟" مہمل نے اپنے سوال کی وضاحت دی"

،میں۔۔۔مجھے" وہ ہکلانے لگی"

"پر مجھے ان کے بارے میں رائے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے"

مگر پھر بھی۔۔؟" مہمل کے دوبارہ پوچھنے پر اس نے اپنے دماغ پر زور ڈالا کہ ذہن کے پردے میں کچن کا وہ منظر لہرایا جس میں وہ یونیفارم میں کھڑا اس سے اسکا حال پوچھ رہا" تھا۔

"دیکھنے میں تو ٹھیک لگتے ہیں"

،صرف ٹھیک؟" مہمل فورا بولی"

میرا مطلب اچھے "اسے ڈر تھا کہ کہیں مہمل اپنے بھائی کے بارے میں برا ہی نہ مان جائے۔"

،صرف دیکھنے میں نہیں وہ ویسے بھی بہت اچھے ہیں، خیر تم آہستہ آہستہ جان جاؤ گی" وہ ذو معنی انداز میں بولی"

"مجھے ان کے بارے میں جاننے کی بھلا کیا ضرورت ہو گی"

،کیا پتا مستقبل میں ضرورت پڑ جائے" اسکی اس بات پر اصباح کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ مہمل دوبارہ بولی"

خیر آفاق بھائی بس تھوڑے غصے والے ہیں ورنہ وہ بہت کیئرنگ ہیں" اصباح حیران تھی کہ کیوں آج مہمل اسکے اور اپنے بھائی کا موضوع چھیڑ کر بیٹھی ہے کہ "

،مہمل کی اگلی بات اسکی ہر الجھن کو دور کرتی گئی

،تمہیں معلوم ہے آج میں اور امی یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں؟" اصباح نے الجھن زدہ چہرہ لیے اس کی جانب دیکھا"

،آج امی ممانی سے تمہارے رشتے کی بات کرنے آئی ہیں" اصباح کا رنگ ایک دم اڑا"

بہت جلد تم میری بھابھی بننے والی ہو" مہمل مسکرائی جبکہ اصباح ساکت چہرہ لیے اسے دیکھ رہی تھی اس سے پہلے کہ مہمل اصباح کے تاثرات پر غور کرتی حرم کمرے میں"

داخل ہوئی اور مہمل اسکی جانب متوجہ ہوئی۔ اسی موقعے کا فائدہ اٹھاتے اصباح فوارا وہاں سے چلی گئی۔

urdunovelsblog

آبرو نے گلاس میں پانی انڈیلتے گلاس صالحہ بیگم کو تھمایا اور ٹیبل پر رکھی دوائیاں انہیں دینے لگی۔ صالحہ بیگم نے دوائیاں نگلتے گلاس خالی کیا اور ٹیبل پر رکھتے آبرو کی جانب دیکھنے لگیں جو ٹیبل پر موجود چیزوں کو ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

"آج رابعہ اور مہمل آئی تھیں"

،جی بتایا تھا رتبہ نے" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو نے مصروف انداز میں جواب دیا اور ساری چیزیں سمیٹتے ان کے پاس آ بیٹھی"

،رابعہ آج مجھ سے ایک ضروری بات کرنے آئی تھی" آبرو نے سوالیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا"

،وہ اصباح کے لیے آفاق کا رشتہ لائی تھی" آبرو کی آنکھوں میں حیرت کا تاثر ابھرا"

آفاق کی رضامندی وہ پہلے ہی لے چکی ہے بس اب وہ میری اور اصباح کی رضامندی کی منتظر ہے" ان کے چہرے پر خوشی کی چمک تھی، جو آج بہت عرصے بعد دوبارہ" دکھائی دی تھی۔ آبرو ان کی بات پر خاموش رہی۔

،میں آج اتنی خوش ہوں آبرو کہ میں بتا نہیں سکتی، اللہ نے میری بچی کا کتنا اچھا وسیلہ بنایا ہے کہ آفاق جیسا سلجھا ہوا بچہ اس کا مقدر بنے" ان کی بات پر آبرو مسکرائی"

،آپ نے اصباح سے بات کی امی؟" صالحہ بیگم کے تاثرات ایک دم تبدیل ہوئے"

،ہاں آبرو میں نے بات کی تھی، وہ خاموش سے میری ساری بات سنتی رہی مگر آخر میں نہ تو اس نے اقرار کیا نہ انکار" وہ متفکر تھیں"

"میں اسکے اس ردعمل سے بہت پریشان ہوں آبرو"

،آپ فکر مت کریں امی، میں اس سے بات کروں گی۔۔" وہ انکی پریشانی کم کرنے کی کوشش کرنے لگی"

ہاں بیٹا تم اس سے ضرور بات کرنا، حفصہ کے جانے کے بعد سے تو وہ بالکل چپ چپ ہو گئی ہے، مجھ سے بھی کوئی بات نہیں کرتی، ہر وقت گم صُم رہتی ہے نجانے اس کے" ،دل میں کیسا خوف موجود ہے" ان کی بات پر آبرو انہیں تسلی دیتے بولی

آپ پریشان مت ہوں امی، میں اصباح سے آج ہی بات کروں گی، آپ بس آرام کریں" وہ یہ کہتے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر چلی گئی جبکہ صالحہ بیگم اسے تب تک" دیکھتی رہیں جب تک وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

urdunovelsblog

وہ قدم اٹھاتی کمرے میں داخل ہوئی جہاں اصباح جائے نماز بچھائے نماز پڑھنے میں مصروف تھی۔ آبرو خاموشی سے بیڈ پر جا بیٹھی اور اس کی نماز مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ کمرے میں چاروں اطراف اصباح نے اپنی بنائی ہوئی خوبصورت پینٹنگز لگا رکھی تھیں جبکہ دیوار پر لگی گھڑی اس وقت رات کے 10 بجا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اصباح نماز ،مکمل کرتے اٹھ کھڑی ہوئی اور جائے نماز تہہ کرتی پلٹی کہ بیڈ پر بیٹھی آبرو پر نظر پڑی

تم کب آئی آبرو؟" آبرو نے گھڑی کی جانب دیکھا، اسے یہاں آئے 10 منٹ گزر چکے تھے۔"

،بس ابھی ابھی" وہ مسکراتے ہوئے بولی, اصباح نے چہرے کے گرد لپٹا دوپٹہ کھولا"

کوئی کام تھا؟" وہ آبرو سے پوچھتی اپنے بال کھولنے لگی، اسکی بات پر آبرو نے اسکی جانب دیکھا جو اب ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں میں برش پھیرنے لگی تھی۔"

"ہاں ایک بہت ضروری کام تھا" اصباح اسکی جانب مڑی،

"ایک ضروری بات کرنی ہے" آبرو کی بات پر اصباح کا بالوں میں برش پھرتا ہاتھ رکا۔ اسے اندازہ تھا کہ آبرو اس سے کیا بات کرنے آئی ہے!

"ہاں بولو" اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"پہلے ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو" آبرو کے کہنے پر وہ قدم اٹھاتی اس کے پاس آبیٹھی،

"آج پھپھو کس سلسلے میں آئی تھیں، تمہیں معلوم ہے؟" آبرو نے شروع سے بات کا آغاز کیا، جس پر اصباح نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا،

"تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض ہے؟" آبرو کے اس سوال پر وہ جھکے ہوئے سر کے ساتھ خاموش رہی،

"کچھ تو بولو اصباح، امی کو بھی تم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور مجھے بھی تم۔۔۔۔۔"

"مجھے شادی نہیں کرنی آبرو" وہ آبرو کی بات کاٹتی بولی،

"مگر کیوں اصباح؟"

"بس میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

"مگر اس انکار کے پیچھے کوئی تو وجہ ہوگی نہ۔۔۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے آبرو بس میں شادی نہیں کرنا چاہتی" اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں،

"اصباح ادھر دیکھو میری طرف" وہ اس کا رخ اپنی جانب کرتے بولی،

"ہر انکار کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے اصباح" وہ رکی، دماغ میں اچانک ایک خیال نمودار ہوا،

"کہیں تم آفاق۔۔۔"

"نہیں آبرو ایسی بات نہیں ہے، میں کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتی" اصباح اسکی بات کاٹتے بولی، آبرو نے گہری سانس لیتے اسے مخاطب کیا،

"پھر بھی اصباح تمہارے اس انکار کی کوئی تو وجہ ہوگی نہ جو تم۔۔۔"

urdunovelsblog

میں امی سے دور نہیں جانا چاہتی آبرو، میں انہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی "وہ رونے لگی تھی۔"

"میں نہیں چاہتی کہ وہ اکیلی ہو جائیں، وہ۔۔۔۔"

،اصباح رونا بند کرو، یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر مت رویا کرو" وہ اسے خود سے لگاتی بولی"

میں امی کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جانا چاہتی آبرو" وہ بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔"

ٹھیک ہے اصباح جیسی تمہاری مرضی، تمہاری رضامندی ہمارے لیے بہت معنی رکھتی ہے مگر پہلے تم میرے ایک سوال کا جواب دو" اصباح چہرے پر بہتے آنسو صاف کرتی" ،اسکی جانب دیکھنے لگی

،کیا تم امی کو خوش دیکھنا چاہتی ہو" اصباح نے اثبات میں سر ہلایا"

کیا تم چاہتی ہو کہ ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکان رہے، وہ ہمیشہ اتنی ہی خوش رہیں جتنی خوش وہ آج ہیں" اصباح بے اختیار اثبات میں سر ہلا گئی کہ اسے آبرو کی بات سمجھ" ،آئی

تو اصباح پھر اپنے اس انکار کو اقرار میں بدل دو" وہ بولتے ہوئے مسلسل اصباح کے چہرے کے اتار چڑھاو دیکھ رہی تھی۔"

حفصہ آپی کے جانے کے بعد آج وہ پہلی بار دل سے مسکرائی ہیں، جس کی وجہ تم بخوبی جانتی ہو" اصباح خاموشی سے اسکی باتیں سن رہی تھی۔"

تو کیا تم امی کے لیے اتنا نہیں کر سکتی کہ اپنے دل میں پیدا ہوتے ان تمام ڈر اور وسوسوں کو دور پھینک دو" اصباح نے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔"

،خوشیاں تمہارے در پر دستک دے رہی ہیں اصباح انہیں یوں مت ٹھکراؤ" اصباح اپنے آنسو صاف کرتی بولی"

"مگر آبرو۔۔"

اگر مگر سب چھوڑو اصباح صرف ایک بار امی کے بارے میں سوچو اور ویسے بھی تم دیکھنا یہ فیصلہ تمہارے لیے کتنا اچھا ثابت ہوگا، آفاق بھائی جیسا بااخلاق اور حفاظت" کرنے والا ہمسفر مل جانا کسی نعمت سے کم تو نہیں" وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں ان کو زیادہ تو نہیں جانتی مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ تمہارے لیے ایک اچھے ہمسفر ثابت ہوں گے" آبرو مسکرائی جبکہ اصباح کا چہرہ اب بھی بے تاثر تھا۔"

،تم صرف ایک باران تمام وسوسوں کو اپنے دل سے نکالتے اس بارے میں سوچنا اور اپنا فیصلہ کرنا" آبرو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اصباح کو مخاطب کیا"

سوچنا ضرور اصباح" وہ یہ کہتی چلی گئی جبکہ اصباح کے دل اور دماغ میں ایک جنگ چل رہی تھی۔"

،اموجان، اموجان" نور سبرینہ کو پکارتی، سیڑھیاں اترتی نیچے آئی"

،اموجان کہاں ہیں آپ؟" وہ لاؤنج میں کھڑی انہیں پکار رہی تھی کہ سبرینہ اپنے کمرے سے نکلتی اس کے پاس آئی"

،میں ادھر ہوں بیٹا" وہ ان کی جانب متوجہ ہوئی"

اموجان پلیز آپ ابھی میرے ساتھ مارکیٹ چلیں" وہ ان کے قریب آتی بولی، جس پر سبرینہ نے فوراً گھڑی کی جانب دیکھا جو اس وقت رات کے 10 بجا رہی تھی۔"

،رات کے 10 بج رہے ہیں نور" وہ اس وقت کا اندازہ دلانے لگی"

جی اموجان مجھے معلوم ہے مگر میرا ابھی جانا بہت ضروری ہے، بھائی اور زاوی بھی گھر پر نہیں ہیں اس لیے آپ کو ہی میرے ساتھ جانا پڑے گا" وہ پریشان لگ رہی تھی۔"

،پر بیٹا بتاؤ تو سہی کہ کیا بات ہے" سبرینہ کے سوال پر وہ فوراً بولی"

urdunovelsblog

،اموجان کل کے فنکشن کے لیے میرے ڈریس کے ساتھ کوئی بھی میچنگ جوتے نہیں ہیں" وہ روہانسی ہوئی"

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ تمہارے پاس ہیلز موجود ہیں"

،جی اموجان مگر وہ پہلے ہی ٹوٹ گئی تھیں اور مجھے یاد ہی نہیں رہا" نور منمنائی"

،نور بیٹا کتنی بری بات ہے تمہیں عین وقت پر اپنی چیزیں یاد آ رہی ہیں" سبرینہ کی بات پر وہ دوبارہ بولی"

سوری اموجان مگر اب میں کیا کروں؟" اس سے پہلے کہ سبرینہ کچھ بولتی، تاشفین لاؤنج میں داخل ہوا، وہ 36 گھنٹے کی شفٹ کے بعد ابھی واپس آیا تھا، چہرے سے تھکان"

،واضح تھی۔ وہ ان دونوں کو سلام کرتے ان کے قریب آیا کہ ان کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھتے بولا

"کیا ہوا اموجان، سب خیر ہے نہ؟"

،ہاں بیٹا سب خیر ہے، بس نور کو ابھی مارکیٹ جانا ہے" وہ نور کی جانب دیکھتی بولی، جس پر تاشفین نے سوالیہ نگاہوں سے نور کو دیکھا"

،بھائی مجھے کل یونیورسٹی کے ایک فنکشن پر جانا ہے اور میرے پاس کوئی بھی جوتا نہیں ہے" وہ معصوم چہرہ لیے، آنکھوں میں آنسو سموئے بولی"

تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے نور، میں تمہیں لے جاتا ہوں مارکیٹ" اسکی بات پر نور کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدلے، ساری پریشانی ایک دم دور"

،ہوئی

،پر تاشفین تم بھی تو ابھی ابھی آئے ہو بیٹا" سبرینہ متفکر ہوئیں"

،کوئی بات نہیں اموجان، میں اور نور بس ابھی گئے اور ابھی آئے" اس نے نور کو آنکھوں ہی آنکھوں میں جانے کا اشارہ کیا"

،تھینک یو بھائی، میں بس ابھی آئی" وہ اسکا اشارہ سمجھتے اپنے کمرے کی جانب بھاگ گئی جبکہ سبرینہ تاشفین کو مخاطب کرتے بولی"

"پر بیٹا تم کافی تھکے ہوئے لگ رہے ہو، تم آرام کرو میں نور کے ساتھ۔۔"

کوئی بات نہیں اموجان، میں نہیں چاہتا کہ میرے ہوتے ہوئے بھی آپ کو تکلیف اٹھانی پڑے، آپ پریشان مت ہوں میں واپس آکر آرام کرلوں گا" وہ انکے قریب آتا"

!انہیں اپنے ساتھ لگاتا بولا، وہ ایسا ہی تھا اپنی ذات پر اپنے گھر والوں کو ترجیح دینے والا

urdunovelsblog

وہ مسلسل ادھر سے اُدھر چکر لگاتیں شہریار کو فون ملا رہی تھیں، جس کا نمبر مسلسل بند آرہا تھا، پریشانی کے عالم میں وہ کبھی گھڑی کی جانب دیکھتیں جو اس وقت رات کے دو

،بجا رہی تھی تو کبھی داخلی دروازے کی جانب دیکھتیں کہ شاہزین جو کسی کام سے اپنی کمرے سے نکلا تھا انہیں یوں دیکھتا ان کے قریب آیا

،کیا ہوا ماما آپ کیوں پینڈولم کی طرح یہاں سے وہاں گھوم رہی ہیں" وہ ہنستا ہوا بولا"

،یہ مذاق کا وقت نہیں ہے شاہزین، میں بہت پریشان ہوں" وہ خفگی سے بولیں"

"اوکے مام، پر بتائیں تو سہی کہ کیا ہوا ہے؟"

شہریار ابھی تک گھر نہیں آیا شاہزین اور اس کا فون بھی مسلسل بند آرہا ہے" وہ متفکر تھیں۔"

،بس اتنی سی بات پر آپ پریشان ہیں مام!" اسنے بات گویا ہوا میں اڑائی"

،آپ پریشان مت ہوں وہ اجائے گا" وہ بے فکری سے بولا"

میں پریشان کیسے نہ ہوں شاہزین، وہ میرا بیٹا ہے! میرا دل بہت گھبرا رہا ہے" اس سے پہلے کہ شاہزین انکی بات کا جواب دیتا گاڑی کے ہارن کی آواز نے انکی توجہ اپنی جانب"

،مبذول کی

لیں آگیا آپ کا بیٹا مام" شاہزین انکے چہرے کی جانب دیکھتا بولا، کچھ دیر بعد شہریار لاؤنج میں داخل ہوا، اسکی چال اور لڑکھڑاتے قدموں پر وہ دونوں حیران تھے جبکہ فائقہ" کی آنکھیں تو شاک کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کے لڑکھڑاتے قدموں سے واضح تھا کہ وہ اس وقت نشے میں تھا۔

ہائے مام، ہائے برو" وہ ان دونوں کے قریب آیا، اس کی آواز فائقہ لاشاری کی سوچ کو مزید پختہ کر گئی۔"

،یہاں میرا انتظار ہو رہا تھا کیا؟" وہ ان کے قریب آتا بولا"

،شہری تم۔۔۔ تم ڈرنک۔۔۔۔" وہ واقعی گہرے شاک میں تھیں۔ ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے شہریار لڑکھڑایا، شاہزین نے آگے بڑھتے اسے سنبھالا"

زیادہ نہیں بس تھوڑی سی مام" وہ نشے کی حالت میں سب سچ بول رہا تھا۔"

،مگر شہریار تم۔۔۔۔ تم اپنی حالت دیکھو میں۔۔۔۔۔" شہریار دوبارہ لڑکھڑایا"

،چھوڑیں ان سب باتوں کو مام، اسے ریسٹ کرنے دیں" شاہزین شہریار کو سنبھالتے بولا"

،تم اس معاملے میں مت بولو شاہزین، یہ میرا اور میرے بیٹے کا معاملہ ہے" انہیں شاہزین کی مداخلت پسند نہ آئی"

،بٹ مام تھوڑا سا ڈرنک کر لینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا" وہ دوبارہ بولا"

،فرق پڑتا ہے شاہزین، شہریار میرا بیٹا ہے، میں اس کا اچھا، برا سب جانتی ہوں" شاہزین فوراً بولا"

،تو مام کیا میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں؟ آپ نے مجھے تو کبھی اس بات پر نہیں روکا" فائقہ کا چہرہ فق ہوا"

"ایسی بات نہیں ہے شاہزین! شہریار ابھی چھوٹا ہے، تم۔۔۔"

urdunovelsblog

آپکو کیا ہو گیا ہے مام؟ آپ 23 سالہ لڑکے کو چھوٹا کہہ رہی ہیں" وہ طنزاً ہنسا کہ ان کی سماعت سے قدموں کی آواز ٹکرائی، وہ پلٹے جہاں فیاض لاشاری سیڑھیاں اترتے نیچے "آچکے تھے۔

تو آگئے صاحبزادے گھر!" وہ شاہزین کے ساتھ کھڑے شہریار کو دیکھتے بولے جبکہ فائقہ لاشاری جلد از جلد شہریار کو ان کی نظروں سے دور کرنا چاہتی تھیں۔"

،جاؤ شہریار، تم بہت تھک گئے ہو، جاؤ بیٹا آرام کرو" وہ شہریار کو مخاطب کرتے بولیں"

،گڈ نائٹ مام" وہ جانے کے لیے پلٹا کہ فیاض لاشاری اس کے لڑکھڑاتے قدموں کو دیکھتے فوراً بولے"

،رکو شہریار" اور یہیں فائقہ لاشاری کا سانس خشک ہوا جبکہ شاہزین بے نیازی سے کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا۔ فیاض لاشاری کی آواز پر شہریار کے بڑھتے قدم فوراً رکے"

"کہاں سے آرہے ہو تم؟"

دوستوں کے ساتھ تھا ڈیڈ" نشہ اسکے سر پر چڑھ رہا تھا۔"

"دوستوں کے ساتھ کہاں تھے؟"

،کلب میں تھا ڈیڈ!" اسکے جواب پر فیاض لاشاری کے غصے میں اضافہ ہوا"

،دیکھا فائقہ تم نے اپنی ڈھیل کا نتیجہ، آج تمہاری اولاد آدھی رات کو نشے کی حالت میں گھر آرہی ہے" وہ چلائے"

،اِسی دن کے ڈر سے میں تمہیں روکتا تھا کہ انہیں اتنی ڈھیل مت دو مگر تم نے کبھی میری کسی بھی بات کو اہمیت نہیں دی" انکی بات پر فائقہ بیگم بھی غصے میں آگئیں"

"اس میں صرف میرا ہی نہیں آپ کا بھی قصور ہے فیاض آپ۔۔۔"

دیکھا برو، پھر سے یہ دونوں اپنی لڑائیوں میں مصروف ہو گئے ہیں، اسی لیے میرا گھر آنے کو دل نہیں چاہتا، ہر وقت لڑائی، لڑائی، لڑائی! وہ یہ کہتا، قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی"

!جانب چل پڑا جبکہ شاہزین نے اسے سہارا دیتے اسکے کمرے تک پہنچایا۔ لاؤنج میں کھڑے فیاض اور فائقہ لاشاری کا دماغ تو شہریار کے الفاظ پر اٹکا تھا

urdunovelsblog

ہلکی ہلکی ہوا ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھی جبکہ سورج کے ڈھلنے کا وقت زیادہ دور نہ تھا۔ ہر طرف گہما گہمی کا سماں تھا، طرح طرح کے کھانوں کی دل فریب خوشبو مزہ دوبالا کر رہی تھی۔ دیوار کے قریب رکھے اس ٹیبل کی ایک جانب آبرو جبکہ دوسری جانب اشعر بیٹھا تھا۔ ان کے نکاح کو پانچ سال کا عرصہ ہونے والا تھا مگر آج پہلی بار وہ دونوں اس طرح کہیں باہر ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔

آبرو اپنے عدالت میں اپنے کام میں مصروف تھی کہ اسے اشعر کی کال موصول ہوئی، وہ اس سے کہیں باہر ملنے کا خواہش مند تھا۔ وہ اسے عدالت سے پک کرتے یہاں لایا تھا۔

آبرو نے ایک نظر سامنے بیٹھے اشعر پر ڈالی، وہ اس وقت سیاہ پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ میں ملبوس تھا۔ شرٹ پر لگائی گئی ٹائی کو بار بار درست کرتا وہ اس وقت کچھ متذبذب لگ رہا تھا۔ اشعر نے پاس پڑا موبائل اٹھاتے ایک نظر آبرو پر ڈالی، جو اس وقت سفید شلوار قمیض کے ساتھ سیاہ دوپٹہ اوڑھے بیٹھی تھی۔ آبرو اشعر کے یوں اچانک بلانے کی ،وجہ جاننے کی خواہشمند تھی۔ اشعر ویٹر کو آرڈر دیتا آبرو کی جانب متوجہ ہوا

مجھے آج تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے آبرو" آبرو جو پہلے ہی اسکی جانب متوجہ تھی، اسکی بات پر اثبات میں سر ہلاتے اپنے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے۔"

تمہیں یہ تو معلوم ہو گا کہ ابو بہت جلد چچی سے ہماری رخصتی کی بات کرنے والے ہیں" آبرو کا چہرہ بے تاثر ہوا، آنکھوں میں بے چینی نظر آنے لگی مگر وہ اپنے تاثرات پر قابو" رکھنا جانتی تھی۔

،تو آبرو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم شادی کے بعد یہ نوکری چھوڑ دو" آبرو نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا اور فوراً بولی"

"مگر اشعر میں یہ نوکری۔۔۔۔"

،شادی کے بعد تمہاری ہر ذمہ داری میری ہو گی آبرو، تمہاری ہر ضرورت پوری کرنا میرا فرض ہے" اشعر اسکی بات کاٹتا بولا"

میں یہ نوکری صرف اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے نہیں کر رہی اشعر یہ نوکری میرا شوق ہے" آبرو کا لہجہ سخت تھا۔"

تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو آبرو، شادی کے بعد تمہاری ذمہ داریاں تبدیل ہو جائیں گی اور ویسے بھی اس نوکری سے تمہاری جان کو خطرہ ہے تو بہتر یہی ہے کہ تم یہ" نوکری چھوڑ دو" اشعر نے گویا بات ختم کی۔

"اشعر یہ سب آپ تایا جان کے کہنے پر کہہ رہے ہیں نہ"

ایسی بات نہیں ہے آبرو، میں خود بھی نہیں چاہتا کہ میری بیوی چند پیسوں کے لیے خوار ہوتی پھرے اور کوٹ کچہری میں تو ویسے بھی ہر جرائم پیشہ انسان آتا ہے" اسکی بات

،پر آبرو فورا بولی

،کیا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟" آبرو کی بات پر وہ فوراً بولا"

ایسی بات نہیں ہے آبرو، مجھے تمہاری فکر ہے، ابھی کچھ عرصہ پہلے تمہارے ساتھ ہوئے اس واقعے سے میں بہت ڈر گیا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی بھی مشکل کا"

،سامنا ہو" وہ رکا

اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کیوں نہ ان مشکلات کی جڑ اس نوکری کو ہی ختم کر دیا جائے" آبرو کو اسکے الفاظ نے تکلیف پہنچائی تھی۔"

"مگر اشعر میں یہ نوکری نہیں چھوڑنا چاہتی، آپ۔۔۔"

ضدمت کرو آبرو، بات کو سمجھنے کی کوشش کرو اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے" آبرو نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولنا چاہے کہ ویٹر انکا آڈر لیے انکے قریب آیا، اور آڈر سرو" کرنے لگا۔ انہیں چند لمحوں میں آبرو بھی ایک فیصلہ کر چکی تھی۔

رابعہ بیگم نے چائے کا کپ اٹھاتے سامنے دیکھا، جہاں جلال تایا اور صائمہ تائی بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وہ صالحہ بیگم سے اصباح کی رضامندی ملنے کے بعد آج جلال تایا کے گھر آئی تھیں۔

،آفاق کی جاب کیسی جا رہی ہے؟" جلال تایا نے چائے کا کپ واپس ٹیبل پر رکھتے رابعہ بیگم کو مخاطب کیا"

،اچھی جا رہی ہے بھائی جان، الحمدللہ" رابعہ بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا"

آج کل کہاں ہوتا ہے؟" صائمہ تائی بے تاثر چہرہ لیے ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھیں۔"

،ایک کورس کے سلسلے میں اسلام آباد گیا ہوا ہے، جلد ہی واپس لوٹنے والا ہے" جلال تایا نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا"

مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے بھائی جان" رابعہ بیگم اپنے آج یہاں آنے کا مقصد بیان کرنے لگیں، وہ دونوں میاں بیوی انہیں کی جانب متوجہ تھے۔"

،میں نے اپنے آفاق کا رشتہ اصباح کے ساتھ طے کر دیا ہے" ان دونوں کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرے"

صالحہ سے میں بات کر چکی ہوں آج بس آپ کو اس بارے اطلاع دینے آئی تھی" وہ انکی جانب دیکھتے کہہ رہی تھیں۔"

آفاق کی واپسی پر ہم سادگی سے منگنی کی رسم کرنے والے ہیں" وہ خاموش ہو گئیں۔"

مبارک ہو رابعہ، بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے" جلال تایا بولے جبکہ صائمہ تائی خاموشی سے چائے پینے میں مصروف تھیں۔"

ہم بھی جلد اشعر اور آبرو کی رخصتی کی تاریخ طے کرنے والے ہیں" صائمہ تائی کو چائے ایک دم شدید کڑوی محسوس ہونے لگی۔"

،تم بھی منگنی کی رسم سے فارغ ہو جاؤ پھر ایک ساتھ ہی بچوں کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے" انکی بات پر رابعہ بیگم مسکرائیں"

جی بہتر بھائی جان" یہ کہتے انہوں نے ایک نظر صائمہ تائی کی جانب دیکھا جن کے چہرے پر چھائے تاثرات انکی دلی کیفیات بخوبی بیان کر رہے تھے۔"

وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا نیچے آیا، چہرے پر غصے کے واضح تاثرات تھے۔ اس کی نظریں کسی کی متلاشی تھیں کہ اسے سامنے ہی صائمہ تائی نظر آئیں جنہیں وہ کافی دیر سے ڈھونڈ رہا تھا۔

،امی" وہ چلایا جبکہ صائمہ تائی جو ملازمہ سے بات کرنے میں مصروف تھیں اس کے چلانے پر اسکی جانب متوجہ ہوئیں اور اسکا غصے سے لال پڑتا چہرہ دیکھتے اسکے قریب آئیں"

یہ میں کیا سن رہا ہوں امی؟ عماد کے اس سوال پر صائمہ تائی کو اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔"

،تمہیں کس نے بتایا؟" وہ بات کو ادھر ادھر گھمائے بغیر اس سے پوچھنے لگیں"

،مجھے جس نے بھی بتایا ہو امی آپ صرف یہ بتائیں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ دھاڑا"

،ایسا بھی کچھ نہیں ہو گیا عماد جو تم یوں چلا رہے ہو" وہ بھی غصے سے بولیں"

"آپ نے پھپھو کو کچھ کہا کیوں نہیں؟"

،میں کیا کہتی رابعہ کو؟ اور ویسے بھی سارے معاملات طے ہو چکے ہیں" ان کی بات پر وہ تلملایا"

ابھی کچھ بھی نہیں ہوا امی، مجھے بتایا ہے وشمہ نے کہ ابھی صرف بات شروع ہوئی ہے" صائمہ تائی نے فوراً کچھ دور کھڑی وشمہ کو گھورا جو انکا شور سنتے باہر آئی تھی۔"

urdunovelsblog

تم اس معاملے سے دور رہو عماد یہی تمہارے لیے بہتر ہے" وہ اسے سمجھانے لگیں۔"

،امی جب میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں اصباح سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے انہیں روکا کیوں نہیں ؟" وہ دوبارہ چلایا"

"آہستہ بولو عماد اگر تمہارے ابو نے تمہاری یہ بکواس سن لی تو اچھا نہیں ہوگا"

،سنتے ہیں تو سن لیں امی" وہ بلند آواز سے کہتا کچھ قدم پیچھے ہوا"

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا امی"

،مجھے جو بہتر لگا میں نے وہی کیا اور ویسے بھی میں تو اس سارے معاملے سے بہت خوش ہوں" صائمہ تائی دل کی بات زبان پر لے آئیں"

،میں تو ایک کو بھی اس گھر میں لانے کے حق میں نہیں ہوں اور تم چلے تھے دوسری کو لانے" انکی بات پر عماد دوبارہ بولا"

،مجھے آپ سے یہ امید ہرگز نہیں تھی امی مگر اب آپ دیکھیے گا کہ میں کیا کرتا ہوں" وہ غصے سے بولا"

،میں یہ رشتہ ہرگز نہیں ہونے دوں گا" وہ خطرناک لہجے میں بولا"

تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے عماد" انکی بات پر وہ نفی میں سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا جبکہ صائمہ تائی اسے جاتا ہوا دیکھتی رہیں کہ اچانک پیچھے پلٹنے پر انہیں جلال تایا کھڑے" دکھائی دیے جن کے چہرے پر چھائے سنجیدہ تاثرات انہیں یہ سمجھانے کے لیے کافی تھے کہ وہ عماد اور ان کے درمیان ہونے والی ساری باتیں سن چکے تھے۔

وہ بار بار پلکیں جھپکتے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں۔وہ اس وقت بہت کنفیوز اور نروس لگ رہی تھی۔وہ بیڈ پر بیٹھے بار بار داخلے دروازے کی جانب دیکھتی جبکہ باہر سے آتا شور اس کی دھڑکنوں کو بڑھا گیا تھا یقیناً مہمان آچکے تھے۔اصباح نے اس دن آبرو کی گئی باتوں کے بارے میں سوچتے، اگلے دن ہی اپنی رضامندی صالحہ بیگم کو دے دی تھی، اس کے لیے ان کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔اس نے گہری سانس لیتے دائیں جانب دیکھا کہ نگاہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر پڑی، پاؤں تک آتی پیچ کلر کی فراک پہنے وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔چہرے پر ہلکا ہلکا میک اپ، کھلے بال، کانوں میں پہنے خوبصورت جھمکے اسے مزید حسین بنا رہے تھے۔ہمرنگ دوپٹہ سر پر اوڑھے، وہ بار بار اسے سیٹ کر رہی تھی۔اسی لمحے کمرے میں مہمل اور رتبہ داخل ہوئیں۔رتبہ نے آج ہلکے سبز رنگ کا لباس پہنا تھا جبکہ مہمل اس وقت گہرے نیلے رنگ کی فراک میں ملبوس تھی۔

،ماشاءاللہ،اصباح تم آج بہت پیاری لگ رہی ہو" وہ اس کے قریب آتی بولی"

آفاق بھائی تو آج گئے کام سے "وہ اسے چھیڑنے لگی،اسکی بات پر رتبہ بھی مسکرائی جبکہ اصباح نے اپنا سر مزید جھکا لیا۔اس سے پہلے کہ مہمل کچھ اور کہتی رابعہ بیگم کی آواز پر" وہ ان کی بات سننے باہر چلی گئی۔

،تم رو رہی ہو اصباح؟" رتبہ اسکی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو دیکھتے بولی"

،نہیں میں تو نہیں رو رہی" وہ بمشکل مسکراتے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرنے لگی"

،اصباح آج اتنی خوشی کا موقع ہے اور تم۔۔۔" وہ رکی"

تم پلیز آج اپنے ان آنسوؤں پر قابو رکھنا" اصباح نے اس کی بات سمجھتے اثبات میں سر ہلایا۔"

لاؤنج میں اس وقت خوب گہما گہمی تھی،رابعہ بیگم آفاق کے ہمراہ بڑے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ان کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا جبکہ آفاق اس وقت سفید شلوار قمیض کے ساتھ سفید واسکٹ پہنے آج بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔سامنے پڑے دوسرے بڑے صوفے پر اس وقت اشعر اور جلال تایا موجود تھے۔اس دن جلال تایا کی صائمہ تائی سے خوب بحث ہوئی تھی،وہ عماد کو بھی اچھی طرح وارن کر چکے تھے۔اسی غصے میں صائمہ تائی آج یہاں موجود نہ تھیں۔صالحہ بیگم اور آبرو اس وقت رسم کی تیاری میں مصروف تھے۔آبرو نے آج اپنے لیے سرخ رنگ کا لباس منتخب کیا تھا،جو اس پر خوب جچ رہا تھا۔مہمل رابعہ بیگم کی بات سننے کے لیے باہر آئی کہ صالحہ بیگم کے اشارے پر آبرو اور رتبہ اصباح کو لیے باہر آئیں۔وہ ان دونوں کے درمیان قدم اٹھاتی لاؤنج میں داخل ہوئی کہ آفاق کی نظر اس پر پڑی،وہ جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ قدم قدم اٹھاتی اسی جانب ،آ رہی تھی۔آج اسے دیکھتے آفاق کے دل کی دھڑکن بے ربط ہونے لگی،وہ مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا کہ مہمل اس کے قریب آئی اور جھکتے ہوئے اسکے کان کے قریب بولی

بس کر دیں بھائی،نظر لگائیں گے کیا!" مہمل کی آواز پر آفاق نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا،اصباح کو اسکے برابر میں بٹھایا گیا جبکہ صالحہ بیگم نے آبرو کو اشعر کے برابر میں" بیٹھنے کا اشارہ کیا،جس پر وہ خاموشی سے اس کے ساتھ جا بیٹھی۔

صالحہ اجازت ہے؟" رابعہ بیگم نے ان کی جانب دیکھتے پوچھا جس پر صالحہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔رابعہ بیگم نے انگوٹھی نکالتے آفاق کو تھمائی جبکہ رتبہ" نے اصباح کو اپنا ہاتھ آگے بڑھانے کا اشارہ کیا،جس پر اصباح نے اپنا ہاتھ آفاق کی جانب بڑھایا،اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے،اس کے ہاتھ کی لرزش سب سے پہلے آفاق کو محسوس ہوئی اس سے پہلے کہ کوئی اور اس کی یہ حالت نوٹ کرتا آفاق نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھاما اور اس انگوٹھی کو اسکے ہاتھ کی زینت بنا دیا۔اصباح کی نظریں بے اختیار اٹھیں،دونوں کی نظریں ملیں جس پر اصباح فوراً نظریں جھکا گئی جبکہ آفاق مدھم مسکرایا۔صالحہ بیگم نے آگے بڑھتے انگوٹھی اصباح کو تھمائی،اصباح نے اپنا ہاتھ

آگے بڑھایا ہی تھا کہ آفاق اپنا ہاتھ عین اس کے ہاتھ کے برابر لے آیا،اس کی ہر حرکت آج اصباح کو حیران وپریشان کر رہی تھی۔وہ اسکے لیے آسانیاں پیدا کر رہا تھا۔اصباح نے تیزی سے انگوٹھی آفاق کے ہاتھ میں پہناتے اپنا ہاتھ واپس اپنے پہلو میں گرا لیا۔

بہت مبارک ہو صالحہ "رابعہ بیگم اٹھ کر صالحہ بیگم سے گلے ملیں،سب ایک دوسرے کو مبارک دیتے ٹیبل پر پڑی مٹھائی سے ایک دوسرے کا منہ میٹھا کروانے لگے۔کچھ " دیر بعد اب وہ سب وہیں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔اصباح کا دل آفاق کے ساتھ بیٹھنے کے سبب تیز تیز دھڑک رہا تھا۔وہ وہاں بیٹھی ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھی جس سے وہ خود بھی انجان تھی جبکہ آفاق اصباح کو اپنے نام کی انگوٹھی پہنانے کے بعد بہت مطمئن تھا۔یہ رشتہ اس نے صرف رابعہ بیگم کی خوشی کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ اب یہ رشتہ اس کے دل سے تعلق رکھتا تھا۔ایک دم کچھ یاد آنے پر آبرو اپنی جوجگہ چھوڑتے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی جانب چلی گئی جبکہ اشعر جو کافی دیر سے آبرو سے اکیلے میں بات کرنے کا موقع تلاش کر رہا تھا فوراً قدم اٹھاتا اسکے پیچھے چلا گیا۔

اس نے بیڈ پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا،جس پر ایک نمبر سے تین مسڈ کالز آئی تھیں پر اس سے پہلے کہ وہ فون ملاتی اس کی نگاہ اشعر پر پڑی جو اسکے کمرے کی جانب ہی آرہا تھا۔وہ موبائل ٹیبل پر رکھتے اس کی جانب متوجہ ہوئی،دونوں کی نظریں ملیں،اشعر مسکرایا اور قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا۔

کیسی ہو؟"وہ کمرے کی دہلیز عبور کرتا اندر آیا۔"

میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"آبرو نے مصروف انداز میں دوپٹہ درست کرتے جواب دیا۔ریسٹورنٹ میں ہوئی اس ملاقات کے بعد وہ آج مل رہے تھے۔"

میں بھی ٹھیک ہوں"ان کے درمیان ایک دم خاموشی چھا گئی جسے کچھ لمحے بعد اشعر کی آواز نے توڑا۔"

،لال رنگ کافی جچ رہا ہے تم پر"آبرو نے فوراً اس کی جانب دیکھا،دونوں کی نظریں ملتے اشعر دوبارہ بولا"

،بہت خوبصورت لگ رہی ہو آج"وہ اس کی تعریف کر رہا تھا۔آبرو نے زبان کا استعمال کیے بغیر نظروں سے ہی اس کا شکریہ ادا کیا کہ اشعر دوبارہ بولا"

پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں؟"وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں دوبارہ وہ موضوع چھیڑ چکا تھا۔"

،کس بارے میں؟"وہ جان بوجھ کر انجان بنی"

اپنی جاب کے بارے میں!"اسکی بات پر آبرو کے چہرے کے تاثرات ایک دم سخت ہوئے اور وہ قدم اٹھاتی اس کے قریب آئی۔"

urdunovelsblog

میں اپنا فیصلہ آپ کو اس دن ہی بتا چکی ہوں اشعر اور میرا فیصلہ تبدیل نہیں ہو گا" وہ صحیح کہتی تھی وہ واقعی بہت ضدی تھی۔ یہ کہتے وہ وہاں رکی نہیں اور قدم اٹھاتی اس کے "پاس سے گزرتے باہر چلی گئی جبکہ اس کی یہ بات اشعر کو غصہ دلا گئی تھی۔

چونکہ آج اتوار کا دن تھا اسلیے وہ سب گھر پر ہی موجود تھے۔

تم فکر مت کرو، بس ایک بار اسکے سارے ٹیسٹ کروالو، میں شام میں آؤں گا پھر مل کر رپورٹس دیکھ لیں گے "تاشفین فون کاٹتا لاؤنج کی جانب آیا کہ اسے سامنے ہی "،سبرینہ اور زاویار بیٹھے دکھائی دیے، وہ قدم اٹھاتا ان کے قریب چلا آیا

،تم ایک بار دوبارہ سوچ کر مجھے اپنا فیصلہ بتا دینا" سبرینہ زاویار کو مخاطب کرتی بول رہی تھیں، تاشفین ان کے قریب آبیٹھا"

،کیا باتیں چل رہی ہیں دونوں ماں بیٹے کے درمیان" وہ مسکراتا ہوا بولا"

کچھ نہیں بس اموجان آج کل میرے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہیں مگر میں بھی ان کو بتا چکا ہوں کہ میں شادی کروں گا تو اپنی پسند کی لڑکی سے" وہ مزے سے بولتا ان دونوں کو "،ہنسنے پر مجبور کر گیا

،سن لیں اموجان اپنے لاڈلے کے ارادے!" تاشفین سبرینہ کو مخاطب کرتا بولا، جس پر سبرینہ بولی"

،میں تو اس بیچاری کے لیے ابھی سے پریشان ہوں" انکی بات پر تاشفین ہنسنے لگا، جبکہ زاویار فورا بولا"

،اموجان، بیچاری نہیں خوش نصیب کہیں" وہ یونہی باتوں میں مصروف تھے کہ تاشفین بولا"

،نور کہاں ہے، نظر نہیں آرہی؟" جواب زاویار کی جانب سے آیا"

وہ محترمہ آج صفائی کی دیوی بنی ہوئی ہیں، اپنے کمرے کی صفائی کرتے اسے چمکانے میں مصروف ہیں" زاویار کی اس بات پر اس سے پہلے کہ تاشفین کچھ کہتا انہیں نور کی چیخ "،سنائی دی، سبرینہ فورا بولیں

یا اللہ خیر" وہ تینوں تیزی سے اٹھتے اس کے کمرے کی جانب بھاگے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ انہیں پاؤں پکڑے فرش پر بیٹھی نظر آئی، تاشفین تیزی سے اس کی جانب "،گیا، سبرینہ بھی اسکے ساتھ تھیں

urdunovelsblog

لو جی ہو گئی صفائی !"زاویار کی بات پر تاشفین نے تنبیہ کرتی نظروں سے اسے دیکھا، جس پر وہ خاموش ہو گیا۔"

"کیا ہوا نور بیٹا؟"

،امو جان میرا پاؤں !"وہ اپنا پاؤں دونوں ہاتھ میں پکڑے بولی"

،چلو بیٹا اٹھنے کی کوشش کرو"سبرینہ اسے اٹھانے لگیں"

،امو جان مجھ سے نہیں اٹھا جا رہا"وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولی، جس پر تاشفین نے نور کو بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ پر بٹھایا اور اسکے پاؤں کا جائزہ لینے لگا"

آہ! بھائی پلیز آرام سے"وہ اس کے پاؤں کو ہلاتے اسکا معائنہ کر رہا تھا۔"

میری بات مانیں تو نور کو خون کی دو بوتلیں لگوا لائیں"زاویار نے اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔"

،زاویار باز آجاؤ"سبرینہ کے بولنے پر وہ فوراً بولا"

"!میں سیریس ہوں امو جان"

چپ کر جاؤ زاوی"نور غصے سے بولی، جس پر زاویار انگلی منہ پر رکھتے خاموش ہو گیا۔"

urdunovelsblog

،بہت درد ہو رہا ہے بھائی !"وہ روہانسی ہوئی"

،پریشان مت ہو نور، ہلکی سی موچ آئی ہے، ٹھیک ہو جائے گی"تاشفین کے بات پر نور دوبارہ اپنا پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی"

،ویسے تم کر کیا رہی تھی؟"تاشفین کے سوال پر نور فوراً بولی"

،میں سٹول پر چڑھ کر الماری کے اوپر پڑی مٹی صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میرا پاؤں پھسل گیا"وہ منمنائی"

،میں نے تمہیں منع کیا تھا نہ نور کہ میں خالدہ سے کہہ دیتی ہوں صفائی کا مگر تم نے میری بات نہیں مانی"سبرینہ کی بات پر نور خاموش رہی"

،بھائی نور کا پاؤں بچ جائے گا نہ یا ہماری نور لنگڑی۔۔۔"وہ ادھوری بات چھوڑتا، باہر بھاگ گیا کہ اس کی ساعت سے نور کے چیخنے کی آواز آئی"

زاوی کے بچے، تمہارے منہ میں خاک !"وہ ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا جبکہ تاشفین بھی اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"!اموجان آپ سمجھائیں نہ زاوی کو"

،وہ مذاق کر رہا تھا بیٹا" سبرینہ اسکے قریب آتے بولی"

بہت درد ہو رہا ہے اموجان" آنسوؤں سے بھری آنکھیں لیے وہ سبرینہ کو مخاطب کرتی بولی، جس پر سبرینہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔"

،رکو میں تمہارے لیے پین کلر لاتا ہوں" تاشفین یہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا"

،مجھے دوائی نہیں کھانی بھائی" وہ فوراً بولی"

دوائی تو کھانی پڑے گی نور، ورنہ آرام کیسے آئے گا؟" سبرینہ کی بات پر نور خاموش ہو گئی جبکہ تاشفین مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا"

وہ دونوں اس وقت ساتھ بیٹھی باتوں میں مصروف تھیں۔ سبرینہ آج صالحہ بیگم سے کافی دنوں بعد ملنے آئی تھیں۔

بہت مبارک ہو تمہیں صالحہ، اللہ ہماری اصباح کے نصیب اچھے کرے" صالحہ بیگم نے انہیں اصباح کی بات طے ہونے کی خبر دی۔"

،آمین" وہ مسکراتے ہوئے بولیں"

،بس کچھ ماہ بعد میں اپنی دونوں بچیوں کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں گی" انکی مسکراہٹ میں ایک دم اداسی در آئی"

urdunovelsblog

تمہیں معلوم ہے سبرینہ، میری حفصہ کی شادی پر ان کے ابو بھی موجود تھے، ہمارا گھر مکمل تھا ہم سب بہت خوش تھے مگر اب دیکھو۔۔۔۔۔" آنسو ان کے حلق میں پھنسنے لگے۔"

نہ حفصہ ہے نہ اس کے ابو۔۔۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولیں، آنسو ان کی آنکھوں سے نکلتے ان کے رخسار پر بہنے لگے۔"

سنبھالو خود کو صالحہ، خدا کی مرضی کے آگے انسان کچھ نہیں کر سکتا" انکا اپنا دل بھی آج بہت بوجھل اور غمگیں تھا۔"

اپنوں کو انسان کبھی بھلا تو نہیں سکتا مگر زمانے کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے ہمیں ایسا کرنا پڑتا ہے" سبرینہ کو اپنی زندگی کے وہ پل یاد آنے لگے جب اس نے اپنے اپنوں کو" کھویا تھا۔ آج اس کا دل نجانے کیوں بہت بھاری ہو رہا تھا، رازوں کا بہت وزن ہوتا ہے اور سبرینہ کے دل میں موجود راز بھی بہت بھاری تھے۔

"سبرینہ تم رو کیوں رہی ہو؟" سبرینہ کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو دیکھ کر صالحہ بیگم بولیں،

"کچھ نہیں صالحہ مجھے بھی بس اپنا ماضی یاد آگیا کہ کیسے۔۔۔" آنسوان کی آنکھوں سے بہنے لگے جبکہ زبان ہر وہ راز عیاں کرنے لگی جسے وہ آج تک زمانے والوں سے چھپاتی آئی

تھیں۔وہ اپنا ہر راز صالحہ بیگم کے گوش گزار کرتی گئیں۔وہ ان کی دوست تھیں اور دوستوں سے بڑا اہم راز بھلا کون ہو سکتا ہے!

"سبرینہ تم نے مجھے یہ سب۔۔۔" صالحہ بیگم ان کی درد بھری داستان سنتے سکتے میں تھیں۔

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی صالحہ کہ میں اپنے تاریک ماضی کے ان ابواب کو دوبارہ کھولوں جب میں نے سوائے غلطیوں کے اور کچھ نہیں کیا" وہ اپنے آنسو صاف کرنے

لگیں،دل کا بوجھ اب کم ہو گیا تھا۔

"تم نے اپنی زندگی میں بہت اذیتیں سہیں ہیں سبرینہ، تمہاری ہر غلطی کی سزا تمہیں یہ دنیا والے دے چکے ہیں"

"مگر پھر بھی صالحہ میں اپنے ماں باپ کی گنہگار ہوں اور جو لوگ اپنے ماں باپ کو دکھ دیتے ہیں انہیں کبھی چین نصیب نہیں ہوتا" سبرینہ دوبارہ رونے لگیں۔

"سنبھالو خود کو سبرینہ، تم تو بہت بہادر ہو، آج تک کتنے ہی کٹھن حالات کا مقابلہ تم اکیلے کرتی آئی ہو" وہ آگے بڑھتے اپنا ہاتھ انکے ہاتھ پر رکھتے انہیں تسلی دینے لگیں جس پر

سبرینہ اپنے آنسو صاف کرتے اداسی سے مسکرائی کہ صالحہ بیگم دوبارہ بولیں،

"سبرینہ تمہاری کبھی اس سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی؟" سبرینہ کو معلوم تھا کہ وہ کس کی بات کر رہی ہیں۔

"نہیں صالحہ میرا ابھی اس سے دوبارہ سامنا نہیں ہوا اور میری دعا ہے کہ اس زندگی میں میری دوبارہ اس سے کبھی ملاقات نہ ہو" سبرینہ کے چہرے کے تاثرات سخت ہو گئے

تھے۔

"تاشفین کو ان سب باتوں کے بارے میں علم ہے؟" صالحہ بیگم کے اس سوال پر سبرینہ اثبات میں سر ہلاتے بولی،

"ہاں صالحہ اسے سب معلوم ہے، وہ بھی اس سے اتنی ہی نفرت کرتا ہے جتنی میں کرتی ہوں" صالحہ بیگم خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

"بس میں نہیں چاہتی کہ اس شخص کا کبھی مجھ سے اور میرے بیٹے سے سامنا ہو" وہ آنے والے وقت سے مکمل انجان تھیں۔

وہ بیڈ پر بیٹھتی، دونوں ہاتھوں میں موبائل تھامے تیز تیز ٹائپنگ کر رہی تھی، گیلے بال پشت پر بکھرے تھے۔ میسج ٹائپ کرتے اس نے ایک بار پورا میسج پڑھس اور میسج سینڈ کرتے اٹھ کھڑی ہوئی، اس کا رخ اب صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب تھا۔ وہ قدم اٹھاتی ان کے کمرے میں داخل ہوئے، وہ سامنے ہی ہاتھ میں تسبیح لیے بیٹھی تھیں۔ وہ بیڈ پر ،ان سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھی

،امی "اسکے پکارنے پر وہ اسکی جانب متوجہ ہوئیں"

،مجھے آج امل کے گھر جانا ہے "ان کی سوالیہ نظروں پر وہ خود ہی وضاحت دینے لگی"

"آج اسکی برتھڈے ہے امی اور اس نے ہم سب کلاس فیلوز کو بلایا ہے"

"کب جانا ہے؟"

،شام میں" صالحہ بیگم نے فوراً اسکی جانب دیکھا"

،سات بجے "رتبہ بولتے انکی جانب دیکھنے لگی"

،نہیں رتبہ، تم اسے منع کر دو، میں رات میں تمہیں اکیلی گھر سے باہر نہیں بھیج سکتی "رتبہ کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے"

!مگر امی میں اب اتنی چھوٹی تو نہیں ہوں، جو اکیلی کہیں نہیں جا سکتی""

" !مسئلہ اکیلے جانے کا نہیں ہے، رات میں جانے کا ہے رتبہ"

،مگر امی مجھے جانا ہے "وہ بضد ہوئی"

،سب لوگ جا رہے ہیں، کسی کے گھر والوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے، بس میرے ہی۔۔۔ "وہ غصے سے بولی"

،رتبہ میری بات مانو بیٹا، تم۔۔۔ "وہ اسے سمجھانے لگیں کہ رتبہ انکی بات کاٹتی بولی"

امی میں اسے انکار نہیں کر سکتی، میں رات میں پارٹی پر جاؤں گی "وہ یہ کہتی اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ صالحہ بیگم متفکر نظروں سے اسے دیکھتی رہیں۔"

urdunovelsblog

اپنے کمرے میں آتے وہ غصے سے بیڈ پر بیٹھ گئی کہ ایک دم اسے خیال آیا کہ اسے صالحہ بیگم سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی مگر اگلے ہی لمحے اس نے سوچا کہ وہ بھی تو اسے سمجھ نہیں رہی تھیں کہ وہ اب بڑی ہو چکی ہے، یوں پارٹیز میں جانا کوئی معیوب بات تو نہیں!

وہ بیڈ سے اٹھتی آئینے کے سامنے آئی اور اپنے بال سلجھانے لگی۔

اسے بچپن سے ان فنکشنز اور پارٹیز میں جانا بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ایسی عیش و آرام اور آسائشوں والی زندگی گزارنے کی خواہشمند تھی۔ بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومنا، مہنگے کپڑے پہننا، پارٹیز میں جانا اسے بہت پسند تھا مگر حالات کے سبب وہ ان سب خواہشات کو اپنے دل میں دبائے ہوئے تھی کہ اسکی ملاقات امل سے ہوئی، جس کے بعد اس کی ہر خواہش پوری ہونے لگی۔ ہر وہ چیز جس کی رتبہ کو خواہش تھی، وہ اسے امل کے ذریعے حاصل ہو جاتی۔ امل کی دوستی رتبہ کے مطابق اس کی زندگی سنوار رہی تھی جبکہ اس دوستی کی حقیقت سے وہ انجان تھی۔

اس دوستی نے اسکی آنکھوں پر ایک ایسی پٹی باندھ دی تھی کہ اسے امل میں کوئی برائی ڈھونڈنے سے بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ صحبت کا رنگ اس پر خوب چڑھ رہا تھا، وہ آہستہ آہستہ صحیح اور غلط کی تمیز بھولتی جا رہی تھی۔ اب اس کا اپنے گھر میں دل نہیں لگتا تھا، حفصہ کی وفات سے انکے گھر کا ماحول بہت متاثر ہوا تھا، جس سے وہ فرار حاصل کرنا چاہتی تھی۔

آبرو کی جاب سے پہلے رتبہ اپنی ہر بات اس سے شیئر کرتی تھی مگر اب آبرو اپنی مصروفیات کے باعث اسے وقت نہیں دے پاتی تھی، جس کی وجہ سے اس نے اپنا ہمدرد امل میں تلاش کیا تھا۔ وہ اپنی ہر بات اس سے شیئر کرتی، اس سب میں بہت بڑا ہاتھ امل کے رویے کا بھی تھا جو رتبہ پر یوں ظاہر کرتی جیسے رتبہ سے بڑھ کر اس کا کوئی دوست نہیں! وہ کسی سے بھی امل کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتی تھی، آبرو کی روک ٹوک سے اب اسے کوفت ہونے لگی تھی۔ ان سب کا اثر رتبہ کی شخصیت پر ہو رہا تھا۔ جسے اسکی آس پاس موجود لوگ باآسانی محسوس کر سکتے تھے۔

اس نے سامنے رکھے تمام کاغذات سمیٹتے فائل میں رکھے اور موبائل اٹھاتے ٹائم دیکھا، وہ اس وقت کسی کی منتظر تھی کہ اچانک آہٹ پر اس نے سامنے دروازے کی جانب دیکھا، جہاں ایک بوڑھے شخص کے ساتھ ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ ان کے چہرے ویران اور سنجیدہ تھے۔ آبرو سے نظر ملتے وہ قدم اٹھاتے اس کی جانب آئے اور سامنے رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اسی لمحے ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور آبرو کی جانب بڑھتے، اپنے ہاتھ میں موجود فائل ٹیبل پر رکھتے آبرو کو اشارہ کیا جس پر آبرو نے سر ہلاتے اسے جانے کی اجازت دی۔ اب آبرو ان دونوں کی جانب متوجہ تھی،

"کہیے میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟" وہ ان دونوں کی جانب دیکھتی بولی، جس پر آدمی بولنے لگا،

"ہمیں اپنی بیٹی کے لیے انصاف چاہیے" اس آدمی کے لہجے میں درد تھا۔ اس کی بات پر آبرو بولی،

"آپ کی بیٹی کہاں ہے اس وقت" آبرو نے وہ فائل کھولتے اپنے سامنے رکھی کہ اس کی سماعت سے اس شخص کی آواز ٹکرائی،

"اپنی قبر میں" آبرو نے فوراً سر اٹھایا،

"وہ اب ہم میں نہیں رہی" آبرو نے ان کی جانب دیکھا، ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے، اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر خاموش ہو گئی اور کچھ لمحے بعد دوبارہ بولی،

"آپ مجھے ساری بات تفصیل سے بتائیے تاکہ میں آپ کی مدد کر سکوں" اس کے بولنے پر وہ شخص گہری سانس لیتے بولنے لگا،

"ہماری بیٹی ورده۔۔۔ ہماری اکلوتی اولاد تھی، تعلیم مکمل کرتے وہ ایک کمپنی میں ملازمت کرنے لگی تھی، اسے ابھی نوکری کرتے دو ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن۔۔۔۔ وہ شدید پریشانی کے عالم میں گھر لوٹی۔۔ ہمارے استفسار کرنے پر وہ بات ٹال گئی۔۔۔ پر دن گزرتے گئے اور اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا، وہ ہر وقت پریشان رہنے لگی کہ ایک دن ہمارے بہت اصرار کرنے پر وہ سب بتاتی گئی" وہ آدمی خاموش ہو گیا، لمبی سانس لیتے دوبارہ بولنے لگا،

"اسکی کمپنی کا مینجر اسے۔۔۔ حراساں کرتا تھا" آنسو اس شخص کے چہرے کو تر کر چکے تھے مگر پھر بھی وہ ہمت کرتا بولنے لگا،

"اس نے جب کمپنی کے مالک کو شکایت لگائی تو مالک نے مینیجر کو نوکری سے نکالنے کی دھمکی دی جس پر کچھ دن کے لیے تو وہ باز آ گیا مگر کچھ روز بعد وہ دوبارہ اپنی حرکتوں پر اتر آیا، میں نے ورده کو تسلی دی کہ میں خود مالک سے بات کروں گا اگر بات نہ بنی تو تم نوکری چھوڑ دینا مگر کوئی بھی قدم اٹھانے کی نوبت ہی نہ آئی اور اگلے دن۔۔۔۔۔" وہ شخص خاموش ہو گیا، آنسو اسکے حلق میں جمع ہو چکے تھے، انکی خاموشی پر انکی بیگم بولنے لگیں،

"اگلے دن ہماری بچی آفس تو گئی مگر گھر واپس نہیں لوٹی۔۔۔ ہم نے ہر جگہ معلوم کیا مگر سب کا یہی کہنا تھا کہ وہ اس دن آفس پہنچی ہی نہیں تھی، ہم نے تھانے میں رپورٹ درج کرائی، وہ رات ہمارے لیے کسی قیامت سے کم نہ تھی پر وہ رات گزر گئی، ہم پر امید تھے کہ اگلا دن روشن ہو گا مگر وہ دن اس رات سے بھی زیادہ تاریک اور قیامت خیز تھا۔۔۔۔ ہمیں ایک ہسپتال سے کال آئی جب ہم وہاں پہنچے تو ہماری بچی کی حالت۔۔۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رونے لگیں،

urdunovelsblog

اس کی حالت دیکھتے ہمارا کلیجہ پھٹ گیا،اس درندے نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ہماری بچی کے ساتھ۔۔۔۔۔۔"ان کے الفاظ ختم ہو چکے تھے مگر آبروانکی ساری بات سمجھ چکی تھی۔وہ دونوں میاں بیوی رو رہے تھے،آبروان کا درد سمجھ سکتی تھی،اسے فورا اپنے ساتھ ہوا وہ واقعہ یاد آیا کہ وہ آدمی دوبارہ بولنے لگا

"پورے دو ہفتے بعد جب ہماری بچی دماغی طور پر کچھ بہتر ہوئی تو ہم نے رپورٹ درج کروائی،چار لوگوں کو نامزد کیس،جن میں سے دو اس کے آفس کے کولیگ تھے،ہم پر امید تھے کہ ان کو سزا ہوگی کیونکہ ہمارے پاس تمام ثبوت،تمام گواہ تھے مگر ہماری امیدوں کو چکنا چور کر دیا گیا"آبرو تحمل سے انکی بات سن رہی تھی۔

"نامزد ہونے والے تمام لوگ بہت با اثر تھے اور ہمارے ملک کا قانون تو صرف غریبوں کے لیے بنا ہے،ان سب نے مل کر ڈاکٹر کو خریدا،رپورٹ بدلوائی،وکیل خریدا،پولیس والے خریدے اور سارا الزام ہماری بچی کے سر ڈالتے اس پر بد کردار ہونے کا الزام لگا دیا،کیس شروع ہوتے ہی ختم ہو گیا اور کیس کے ساتھ سب ختم ہو گیا"وہ اپنے آنسو صاف کرتے بولے

"اور میری بچی محلے والوں کی باتیں،معاشرے والوں کی باتیں سنتے سنتے ان سب کا مقابلہ نہ کر پائی اور اس نے خودکشی کر لی"وہ دوبارہ آنسوؤں سے رونے لگے،انکی حالت دیکھتے آبرو کا دل پھٹ رہا تھا۔

"اس نے اپنی جان دے دی،میری وہ بچی جو خود دوسروں کو جینا سکھاتی تھی،کبھی ہمت نہیں ہارتی تھی،خود موت کو گلے لگا گئی"وہ اپنے آنسو دوبارہ صاف کرتے بولے

"میں اپنی بچی کے ساتھ ہوئی ہر زیادتی کا حساب چاہتا ہوں وکیل صاحبہ،ہم بہت پر امید ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں،خدارا ہمیں ناامید مت کیجئے گا"وہ شخص ہاتھ جوڑے بولنے لگا

"آپ پلیز ایسے ہاتھ مت جوڑیے،میں اپنی پوری کوشش کروں گی کہ آپ کی بیٹی کو انصاف دلا سکوں اور اس کے مجرم اپنے عبرتناک انجام کو پہنچیں"آبروانہیں یقین دلاتی بولی

"ہمیں مایوس مت کیجئے گا وکیل صاحبہ،میں نے اپنی بیٹی کی میت سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے قاتلوں کو انجام تک ضرور پہنچاؤں گا"ان کی بات پر آبرو نے اثبات میں سر ہلاتے انہیں اپنے ساتھ کا یقین دلایا اور کچھ دیر بعد وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

آبرو اس فائل کو کھولتے اس میں درج تحاریر پڑھنے لگی،اس فائلز میں اس کیس کی تمام تفصیلات درج تھیں۔فائل کے آخر میں ان چار نامزد مجرموں کی تصاویر بھی موجود تھیں۔آبرو نے ان تصاویر کو اٹھایا اور دیکھنے لگی،آنکھوں میں نفرت اور غصہ لیے اس نے پہلی تصویر کو دیکھتے ایک جانب رکھا اور دوسری تصویر دیکھی مگر دوسری تصویر ہٹاتے جب اس کی نگاہ تیسری تصویر پر پڑی تو اسے کمرے کی چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی،اس کی آنکھیں حیرت کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں،وہ تصویر عماد صدیقی

کی تھی! آبرو نے چوتھی تصویر دیکھے بغیر اس آدمی کو بلایا اور تصدیق کی کہ یہ تصاویر انہیں مجرموں کی ہیں؟ جس پر اس کا اثبات میں آتا جواب آبرو کے لیے کسی شاک سے کم نہ تھا۔

آبرو جانتی تھی کہ عماد آوارہ ہے، بدمزاج ہے مگر وہ اتنی گری ہوئی حرکت کر سکتا ہے یہ آبرو نے کبھی سوچا نہ تھا۔ اس نے تصاویر فائل میں رکھتے اپنا موبائل اٹھایا کہ اچانک کسی خیال کے تحت موبائل واپس رکھتے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے آنکھیں موندلیں، اس کا سر درد سے پھٹنے لگا تھا، وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا! وہ کیسے کسی لڑکی کے ساتھ۔۔۔۔۔ وہ آگے سوچ نہ سکی! کیا پتا یہ اس پر الزام ہو؟ یہ خیال آتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے وردہ کے ماں باپ کے چہرے آئے، جس پر اس نے نفی میں سر ہلاتے آنکھیں کھولیں، اس کے جسم میں غصے کی لہر دوڑ گئی تھی اسے ہر ممکن کوشش کرتے وردہ کو انصاف دلانا تھا!

اس کا جسم تھکن سے چور تھا، دوائی نے بھی کوئی اثر نہ کیا تھا کیونکہ یہ تھکان جسمانی نہیں بلکہ ذہنی تھکان تھی۔ اس کے دماغ میں اس وقت اک طوفان برپا تھا، وہ کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آئی تھی اور اب فریش ہونے کے بعد اس کا رخ لاؤنج کی جانب تھا جہاں صالحہ بیگم بیٹھیں سبزی کاٹ رہی تھیں جبکہ کچھ فاصلے پر حرم کتابیں بکھیرے پڑھنے میں مصروف تھی۔ وہ قدم اٹھاتی صالحہ بیگم کے پاس جا بیٹھی کہ ذہن میں اچانک ایک خیال نمودار ہونے پر وہ بولی،

"امی رتبہ کہاں ہے، نظر نہیں آرہی؟"

"وہ اپنے کمرے میں تیار ہو رہی ہے" جواب حرم کی جانب سے آیا،

"تیار! خیریت ہے؟ اسے کہیں جانا ہے کیا؟"

"ہاں اسے اپنی دوست کی برتھڈے پارٹی پر جانا ہے" اس کی بات کا جواب اس بار پھر حرم نے دیا۔ آبرو نے فوراً گھڑی کی جانب دیکھا جو اس وقت شام کے سات بجا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنی جگہ چھوڑتی اٹھی اور قدم رتبہ کے کمرے کی جانب بڑھائے، وہ ابھی دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ اسکی نظر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی رتبہ پر پڑی۔ سیاہ رنگ کی لانگ فراک کے ساتھ گولڈن دوپٹہ گلے میں ڈالے، وہ کانوں میں گولڈن ٹاپس پہن رہی تھی۔ چہرے پر ڈارک میک اپ کیے وہ خوب تیار ہوئی تھی۔ بالوں کی اونچی پونی بنائے وہ خوبصورت نظر آرہی۔ اس نے اپنے آپ پر نگاہ ڈالتے، ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی سرخ رنگ کی لپسٹک اٹھاتے، اپنے ہونٹوں پر لگائی اور پلٹی کہ اسکی نظر آبرو پر پڑی، جو اسے یوں اتنا تیار دیکھ کر حیران کھڑی تھی۔

"کہاں جارہی ہو؟" آبرو کا لہجہ سخت تھا، جسے رتبہ نے بھی محسوس کیا تھا۔

میری دوست کی برتھڈے پارٹی ہے، وہیں جارہی ہوں" رتبہ نے بھی اسے اسے لہجے میں جواب دیااور بیڈ پر بیٹھتے پاؤں میں گولڈن ہیلز پہننے لگی۔"

"تم نے ٹائم دیکھا ہے رتبہ تم اس وقت۔۔۔۔"

،پارٹیزاسی وقت ہوتی ہیں آبرو" وہ اسکی بات کاٹتی روکھے لہجے میں بولی"

"مگر رتبہ تم کیسے جاؤگی اور۔۔۔"

،تمہیں اس بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے آبرو، میری دوست نے اس کا انتظام کر لیا ہے" وہ بیڈ سے اٹھتے پاس پڑا اپنا دوپٹہ سیٹ کرنے لگی"

"پھر بھی رتبہ تمہیں ایک بار۔۔۔۔۔۔"

،میں امی سے اجازت لے چکی ہوں آبرو" وہ بار بار اسکی بات کاٹ رہی تھی۔ آبرو اسکی اس بدتمیزی کو نظرانداز کرتی بولی"

،رتبہ تمہیں اندازہ ہے نہ کہ شہر کے حالات کیسے ہیں اور یوں شام کو اکیلے باہر جانا بالکل بھی محفوظ نہیں ہے "اسکی بات پر رتبہ کے چہرے پر ناگواری در آئی"

میں نے کہا نہ آبرو کہ تم پریشان مت ہو میں گھر کے دروازے سے ہی بیٹھوں گی اور یہیں پر اتروں گی" وہ اسکی جانب دیکھتی بولی اور اپنا پرس اٹھاتے اپنے کندھے پر" لٹکایا، وہ اب جانے کے لیے مکمل تیار تھی۔

"پر رتبہ یوں اتنا تیار ہو کر باہر جانا بالکل۔۔۔"

آبرو میں پارٹی پر جارہی ہوں، اور ویسے بھی اگر تمہیں تیار ہونا پسند نہیں ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے" وہ غصے سے بولی، وہ آبرو کی باتوں سے اکتا رہی تھی۔"

،رتبہ!" آبرو سختی سے بولی"

پلیز آبرو تم اپنی پسند ناپسند مجھ پر مسلط مت کیا کرو" اسکے الفاظ آبرو کو حیران کر رہے تھے۔"

یہ میری زندگی ہے آبرو، مجھے جینے دو اور ویسے بھی میں اتنی بڑی ہوں کہ اپنے اچھے اور برے کے بارے سوچ سکوں" آبرو کا ضبط جواب دے رہا تھا، صحبت کا رنگ رتبہ پر" ،چڑھ چکا تھا، اس سے پہلے کہ آبرو کچھ کہتی رتبہ کا فون بجنے لگا، رتبہ نے موبائل اپنے پرس سے نکالتے کال ریسیو کی

،ہاں، ہاں میں آرہی ہوں" اس نے کہتے فون واپس بیگ میں رکھا اور ایک نظر آبرو پر ڈالتی باہر چلی گئی۔ اس کے جانے پر آبرو باہر آئی"

urdunovelsblog

امی آپ نے رتبہ کو اس وقت باہر جانے کی اجازت کیوں دی تھی؟اس نے صالحہ بیگم سے شکوہ کیا۔"

آبرو اس نے مجھ سے اجازت کب مانگی تھی؟اس نے صرف مجھے اپنے جانے کی اطلاع دی تھی"انکا چہرہ انکی پریشانی بیان کر رہا تھا۔آبرو نے انہیں مزید کچھ کہنا مناسب نہ " سمجھا اور قدم اٹھاتے کمرے میں چلی گئی۔ایک پہلے ہی کیس کی پریشانی تھی اور اب رتبہ کا یہ رویہ،اس کا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔اس نے بیڈ پر لیٹتے ہی آنکھیں موندلیں۔

رات کے اس پہر جب تاریکی ہر سو چھا چکی تھی،سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں موجود تھے،اسی پہر اس وسیع و عریض بنگلے کے لان میں روشنیوں کا سماں تھا۔نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔مدھم میوزک فضا کو پر لطف بنا رہا تھا۔طرح طرح کے لباس پہنے،وہ سب ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف تھے۔آج امل آفندی کی سالگرہ تھی،جس پر اس نے اپنے سب کلاس فیلوز اور دوستوں کو مدعو کیا تھا۔وہ اس وقت گہرے نیلے رنگ کی سلیولیس لانگ میکسی ،میں ملبوس تھی۔چہرے پر میک اپ سجائے وہ رتبہ کے ساتھ کھڑی باتوں میں مصروف تھی کہ رتبہ نے اسے مخاطب کیا

"امل کافی رات ہوگئی ہے،مجھے اب گھر کے لیے۔۔۔"

،ابھی صرف 10 بجے ہیں رتبہ "امل اس کی بات کاٹتی بولی کہ رتبہ نے اصرار کرتی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا جس پر امل دوبارہ بولی"

،اوکے رتبہ،بس کچھ دیر رک جاؤ مجھے تمہیں کسی سے ملوانا ہے،پھر چلی جانا"اس کی بات پر رتبہ مسکرائی"

،میرے ساتھ آؤ"امل اسے ساتھ لیے ایک جانب بڑھی،جہاں شہریار کچھ لڑکوں کے ساتھ کھڑا تھا۔انہیں قریب آتا دیکھ کر وہ ان سے معذرت کرتا ان کے پاس آیا"

ان سے ملو امل یہ شہریار ہے،ہمارا سینیئر اور میرا بہت اچھا دوست "امل ان دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف کروا رہی تھی جبکہ شہریار کو دیکھتے رتبہ کے چہرے کا" ،رنگ ایک دم اڑا

ہائے"وہ مسکراتے ہوئے بولا جبکہ رتبہ بمشکل مسکرا پائی،کچھ دیر وہ تینوں یونہی کھڑے باتیں کرتے رہے جبکہ رتبہ شہریار کے اس رویے پر حیران تھی۔کیا وہ بدل گیا" تھا؟ہاں وہ واقعی بدل گیا تھا اور ویسے بھی اس واقعے کو تو اب بہت عرصہ بیت چکا تھا۔

"اوکے شہریار،اب ہم چلتے ہیں،رتبہ کو دیر ہو رہی ہے"

،شیور"اس نے اپنا رخ رتبہ کی جانب کیا"

نائس ٹو میٹ یو" شہریار نے اپنا ہاتھ رتبہ کی جانب بڑھایا، جس پر رتبہ نے اچھنبے سے اسے دیکھا اور پھر امل کی جانب دیکھا جو اسے وہ ہاتھ تھام لینے کا اشارہ کر رہی تھی، جس" پر رتبہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور شہریار کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے ملایا۔ عین اسی وقت یہ منظر کیمرے کی آنکھ نے بہت خوبصورتی سے قید کر لیا۔

،وہ دونوں قدم اٹھاتی واپس آگئیں

تمہیں پانچ منٹ مزید انتظار کرنا پڑے گا رتبہ، مجھے گروپ فوٹو بنوانی ہے" امل کی بات پر رتبہ نے اثبات میں سر ہلایا کہ امل مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ کچھ دیر بعد" وہ سب کو گروپ فوٹو کے لیے اکٹھا کر چکی تھی۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ اس مجمعے کے درمیان کھڑی امل کی ایک جانب شہریار جبکہ دوسری جانب رتبہ کھڑی تھی۔ اس سے پہلے کے سامنے کا منظر کیمرے کی آنکھ قید کرتی، امل نے اپنی جگہ تبدیل کی اور رتبہ کو شہریار کے پہلو میں لا کھڑا کیا، جس پر رتبہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ پائی اور گرنے لگی کہ کسی نے اسے سہارا دیتے گرنے سے بچایا، اسے سنبھالنے والے ہاتھ شہریار کے تھے۔ یہ تمام مناظر کیمرے کی آنکھ میں بخوبی قید ہو گئے تھے۔

گروپ فوٹو کا اصل مقصد پورا ہو چکا تھا اور کچھ دیر بعد رتبہ اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئی کہ امل شہریار کے پاس آئی جو کچھ فاصلے پر کھڑا اسی کا منتظر تھا۔ ان دونوں کے چہرے !پر ایک جیسی چمک تھی، کامیابی کی چمک

آپ وہ فائل مجھے بھیج دیں پلیز" وہ اپنے آفس میں بیٹھی فون پر کسی سے محو گفتگو تھی۔ سامنے ٹیبل پر فائلز کا ایک ڈھیر لگا تھا۔"

urdunovelsblog

جی، جی بہت شکریہ" اسنے یہ کہتے فون کاٹا اور دوبارہ سامنے پڑی فائل کی جانب متوجہ ہوئی۔ وہ آج وردہ کے کیس کی تفتیش کر رہی تھی۔ اب تک کے تمام ثبوت اسی کے" ،حق میں تھے۔ اچانک موبائل کے نوٹیفکیشن کی آواز پر اس نے موبائل اٹھاتے میسج دیکھا، چہرے پر اطمینان اترا

!اسے ایک فائل موصول ہوئی تھی، جس میں اس کیس کی تمام ابتدائی کاروائی درج تھی۔ کچھ دیر بعد وہ فائلز پڑھ چکی تھی جس سے واضح تھا کہ سچا کون ہے

اسنے گہری سانس لی، حالات سنبھلنے کی بجائے بگڑ رہے تھے۔ اس کا اگلا حدف اب وردہ کی میڈیکل رپورٹ حاصل کرنا تھا۔ اس نے فائل میں درج ہسپتال کا نام دیکھا کہ نام ،پڑھتے ہی اسے تاشفین کا خیال آیا

ہاں وہ اس سے مدد لے سکتی ہے" اس نے فوراً موبائل اٹھایا کہ اسے یاد آیا کہ اس کے پاس تو تاشفین کا نمبر ہی نہیں ہے۔ دماغ نے زاویار سے اس کا نمبر لینے کا مشورہ دیا جبکہ" !دل نے فوراً ہسپتال جاتے اس سے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کا حکم دیا اور دل کا فیصلہ دماغ پر غالب آگیا

،وہ کچھ دیر پہلے ہی سرجری سے فارغ ہوتے اپنے کیبن میں آیا تھا کہ دروازے پر ہوتی دستک نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا

،یس کم ان" وہ سامنے پڑے نوٹ پیڈ پر کچھ لکھ رہا تھا کہ اندر داخل ہونے والے شخص نے اسے مخاطب کیا"

سر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے" تاشفین نے بے اختیار گھڑی کی جانب دیکھا، دوپہر کے دو بج رہے تھے۔"

،کون؟" وہ مصروف انداز میں لکھتا ہوا بولا"

،کوئی وکیل صاحبہ ہیں" تاشفین کا چلتا ہاتھ فورا رکا، کان ایک دم کھڑے ہوئے"

"نام پوچھا تم نے؟"

،جی آبرو نام بتایا ہے انہوں نے" تاشفین کے چہرے کے تاثرات فورا بدلے"

انہیں فورا اندر بھیجو" وہ اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا کہ اچانک کچھ یاد آنے پر اسکے چہرے پر موجود تاثرات مدہم پڑ گئے۔ کچھ لمحے بعد وہ اندر داخل ہوئی۔ تاشفین نے نظریں"

،اٹھاتے اسکی جانب دیکھا، دونوں کے نظریں ملیں۔ وہ آج بھی اپنے مخصوص حلیے میں موجود تھی، ہمیشہ کی طرح سوبر اور خوبصورت! وہ قدم اٹھاتی اس کے پاس آئی

بیٹھے پلیز" اسے قریب آتا دیکھ کر تاشفین بولا، جس پر آبرو مسکراتے ہوئے بیٹھ گئی اور اپنا پرس ٹیبل پر رکھ دیا۔"

"انتظار کے لیے بہت معذرت، ایکچولی میں سرجری میں بزی تھا"

،کوئی بات نہیں میں سمجھ سکتی ہوں" وہ مسکرائی"

آنٹی کی طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟" آبرو کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اسکے آنے کی وجہ صالحہ بیگم کو سمجھ رہا تھا۔"

،جی، جی وہ ٹھیک ہیں دراصل مجھے ایک کیس کے سلسلے میں آپ کی کچھ مدد چاہیے" تاشفین کے چہرے پر الجھن بھرے تاثرات ابھرے"

کیسی مدد؟" آبرو نے گہری سانس لیتے اسے کیس کی نوعیت اور حالات کے بارے میں بتایا مگر عماد کے اس کیس سے تعلق کو وہ چھپا گئی۔"

آپ سے صرف اتنی فیور چاہیے کہ آپ اس تاریخ کی ساری میڈیکل رپورٹ ہسٹری دیکھتے اس میں سے وردہ کی اصل رپورٹ کا انتظام کر دیں" اس کی بات پر تاشفین"

،بولنے لگا

،آپ فکر مت کریں، میں پوری کوشش کروں گا کہ میں وہ رپورٹ جلد از جلد آپ تک پہنچا سکوں" اسکی بات پر آبرو مسکرائی"

بہت بہت شکریہ" وہ یہ کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی، اسے اٹھتا دیکھ کر تاشفین بھی اپنی جگہ سے اٹھتا اسکے پیچھے قدم اٹھانے لگا، دروازے کے قریب پہنچتے آبرو اسکی" جانب دیکھتے مسکرائی اور دروازہ عبور کر گئی جبکہ تاشفین اداس نگاہوں سے اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

تاشفین کے کیبن سے نکلتے اب اسکا ارادہ گھر واپسی کا تھا۔ وہ اب کافی مطمئن تھی نجانے کیوں پر اسے تاشفین پر اعتماد تھا کہ وہ اس کی مدد ضرور کرے گا۔ ہسپتال کی راہداریوں سے گزرتے اسے ہر جانب لوگ دکھائی دے رہے تھے، کوئی اپنوں کی صحتیابی پر خوش تھا تو کوئی اپنوں کے بچھڑنے پر غمگیں، اسے فوراً حفصہ کی یاد آئی، اس نے بھی تو اسی ! ہسپتال میں اپنی آخری سانسیں لی تھیں

دل ایک دم بوجھل ہو گیا، وہ تیزی سے قدم اٹھاتی جا رہی تھی کہ اس کی نظر سامنے کچھ فاصلے پر مریضوں کے مجمعے میں بینچ پر بیٹھے دو نفوس پر پڑی وہ عادل اور اس کی امی تھیں۔ آبرو کی نظر ان پر پڑتے ہی ان کی نظریں بھی آبرو سے ملیں، آبرو کو حیرت انکی یہاں موجودگی پر نہیں بلکہ ان کی حالت پر ہوئی تھی! اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی عادل ہے جسے اس نے کچھ عرصہ پہلے دیکھا تھا! سوجی ہوئی آنکھیں، پیلا پڑتا رنگ، بڑھی ہوئی شیو، اجڑی ہوئی حالت، وہ پہلے سے بہت زیادہ کمزور ہو گیا ،تھا۔ آبرو کے قدم بے اختیار ان کی جانب اٹھے

،آپ لوگ یہاں؟ سب خیریت ہے؟" وہ ان کے قریب جاتی بولی"

،نہیں بیٹا کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے عادل۔۔۔۔" عادل کی امی عادل کی جانب دیکھنے لگیں"

،عادل بہت بیمار ہے بیٹا، اس کی حالت۔۔۔" وہ رونے لگیں"

"انہیں کیا ہوا ہے؟"

یہی بات تو سمجھ سے باہر ہے بیٹا، ڈاکٹر بھی اس کے مرض کی تشخیص نہیں کر پا رہے، میں بہت پریشان ہوں بیٹا" وہ مسلسل رو رہی تھیں جبکہ عادل غائب دماغی سے ان" دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

یہ پورا پورا دن، پوری پوری رات جاگتا ہے، ہر وقت یوں ہی ویران نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے، نہ کچھ بولتا ہے، نہ کچھ۔۔۔" آبرو نے عادل کی بلند غضب ناک" !آواز سنی تھی مگر اسے یوں کبھی خاموش نہ دیکھا تھا

،یہ ہماری سزا ہے بیٹا" آبرو نے فوراً ان کی جانب دیکھا"

،ہمیں معاف کر دو بیٹا، ہم نے حفصہ پر بہت ظلم اور زیادتیاں کی ہیں، ہم نے۔۔۔" ان کی آواز حلق میں دبنے لگی"

ہم نے اسے بہت اذیتیں دی ہیں" اس سے پہلے کہ آبرو کچھ کہتی نرس نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا، وہ عادل اور اسکی امی کو اندر ڈاکٹر کے پاس جانے کا کہہ رہی تھی۔"

ہمیں معاف کر دینا بیٹا، شاید اسی طرح میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے" وہ ان کے چہرے پر احساس ندامت اور بے بسی دیکھ سکتی تھی۔ وہ دونوں اندر جا چکے تھے جبکہ آبرو کے کانوں" ،میں حفصہ کے کہے الفاظ گونجے

میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے آبرو!" آبرو افسردگی سے مسکرائی۔ حفصہ نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑا تھا اور اللہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا اور ان کے ساتھ" !ہوئے ہر ظلم کا حساب ضرور لیتا ہے

شام کے سات بج چکے تھے، سورج غروب ہوئے بھی کچھ وقت بیت گیا تھا پر آسمان پر ابھی بھی مدھم روشنی باقی تھی۔ آسمان پر چھائے گہرے کالے بادل بارش کی آمد کا پتہ دے رہے تھے۔ وہ پیدل چلتی بس سٹاپ تک آئی، اسی اثناء میں بارش کی ننھی ننھی بوندیں زمین پر گرنے لگیں، اس نے فوراً اپنے بیگ سے موبائل نکالا پر اسکی بیٹری ڈیڈ ہو چکی تھی، جھنجلاتے ہوئے موبائل واپس بیگ میں ڈالتے وہ سڑک کی جانب دیکھنے لگی۔ موسم کی خرابی کے باعث بس اور رکشہ بھی تیز تیز اپنی منزلوں کی جانب رواں تھے۔ اسے آج یونیورسٹی سے واپسی میں دیر ہو گئی تھی۔

اس موسم کو بھی آج ہی خراب ہونا تھا" وہ غصے اور افسوس کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولی کہ کچھ فاصلے سے آتی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے زاویار کی نظر اس پر" پڑی۔ اس نے گاڑی کی سپیڈ کم کرتے گاڑی اس سے کچھ فاصلے پر روک دی جبکہ رتبہ یوں ایک گاڑی کو خود سے کچھ فاصلے فاصلے پر رکتا دیکھ کر گھبرا گئی مگر اس سے نکلتے زاویار کو ،دیکھتے اس کے تاثرات بدلے، سیاہ جینز کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا

،تم یہاں؟" وہ اسے قریب آتا دیکھ کر بولی"

جی محترمہ میں، آؤ میرے ساتھ چلو، میں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں" بارش کی بوندیں تیز ہونے لگی تھیں۔"

"میں تمہارے ساتھ کیوں جاؤں؟"

،کیونکہ اس وقت یہی کرنا مناسب ہے" وہ دوبدو جواب دیتا بولا"

،پر مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا" رتبہ منہ پھیرتے بولی"

،تو پھر ٹھیک ہے، یہیں کھڑی رہو" وہ مزے سے کہتا چل پڑا کہ رتبہ نے آسمان پر چھائے کالے بادلوں کر جانب دیکھا، ایک دم بادل زور سے گرجے"

،رکو رکو، میں آرہی ہوں" وہ قدم اٹھاتی اس کے پیچھے چل پڑی، جس پر زاویار مسکرایا، گاڑی کے قریب پہنچتے وہ پیچھے کا دروازہ کھولتے بیٹھنے لگی کہ زاویار بولا"

کچھ تو خیال کریں محترمہ، میں آپکا ڈرائیور نہیں ہوں" رتبہ نے فوراً اسکی جانب دیکھا، جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اس سے مخاطب تھا۔"

،آگے آیئے" وہ دانت پیستے آگے آگئی، اسکی مجبوری تھی ورنہ وہ اسے خوب جواب دیتی، اسکے بیٹھتے ہی زاویار نے گاڑی سٹارٹ کی"

آپ اتنی لیٹ گھر سے باہر اکیلی کیا کر رہی تھیں؟" وہ ایک ہاتھ سے سٹیرنگ ویل تھامے اس سے مخاطب تھا۔"

،میں یونیورسٹی میں تھی" جواب فوراً آیا"

urdunovelsblog

،میری ناقص معلومات کے مطابق آپ کی یونیورسٹی تو پانچ بجے تک بند ہو جاتی ہے" زاویار کی اس بات پر رتبہ نے غصے سے اسکی جانب دیکھا"

میری ایکسٹرا کلاس تھی" نجانے کیوں وہ اسے وضاحت دے رہی تھی۔"

،ویسے تم نے میری یونیورسٹی پر بہت ریسرچ کر رکھی ہے؟" اسکی بات پر زاویار مسکرایا"

،خیر ایکسٹرا کلاس تھی یا کچھ اور۔۔۔" وہ اسے چڑاتا بولا"

،مسٹر اپنی حد میں رہو مانا کہ تم وکیل ہو مگر یوں ہر ایک پر شک کرنا تمہیں مہنگا پڑ سکتا ہے" وہ ہنسنے لگا"

،ہنسنا بند کرو اور گاڑی تیز چلاؤ، مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے" زاویار نے اثبات میں سر ہلاتے گاڑی کی سپیڈ ایک دم بڑھا دی"

،ارے۔۔۔ارے اتنی بھی تیز مت چلاؤ، سپیڈ کم کرو" وہ فوراً بولی جس پر زاویار نے سپیڈ ایک دم کم کر دی"

"اب اتنی آہستہ بھی نہیں کہا، تم۔۔۔"

،محترمہ آپ ایک کام کیوں نہیں کرتیں، گاڑی آپ چلالیں، میں آپکی طرح یہاں بیٹھ کر زبان چلالوں گا" وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا"

،فضول باتیں مت کروزاویار" وہ رکی"

،میرا مطلب تم! ڈرائیونگ پر فوکس کرو" وہ تیزی تیزی میں اس کا نام لے گئی، جو نجانے کیوں زاویار کو اچھا لگا"

،تم میری مجبوری کا فائدہ مت اٹھاؤ، اگر موسم خراب نہ ہوتا تو میں کبھی تمہارے ساتھ، اس طرح گاڑی میں نہ بیٹھتی" وہ غصے سے بولی"

میرے بھی کچھ ایسے ہی خیالات ہیں محترمہ، اگر آپ صالحہ آنٹی کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں کبھی آپ کو یوں اپنی گاڑی میں نہ بٹھاتا" وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا تھا۔"

،تم۔۔۔ تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے" وہ غصے سے منہ پھیرتی بولی کہ زاویار کے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے"

،ہمارے خیالات بالکل ایک جیسے ہیں" رتبہ اس کی بات سمجھتی دوبارہ اسکی جانب پلٹی"

"تم۔۔۔ تم نہ ایک کام کرو، اپنا علاج کرواؤ کسی اچھے سے دماغی ڈاکٹر سے"

آپ بتادیں آپ اپنا علاج کہاں سے کروار ہی ہیں، میں بھی وہیں سے کروالوں گا" وہ پھر رتبہ کو لاجواب کر گیا مگر وہ رکنے والوں میں سے نہ تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں" وہ اسے اسکی منزل پر پہنچا چکا تھا۔ پورا راستہ وہ ایک دوسرے کو یونہی باتیں لگاتے آئے تھے۔ رتبہ گاڑی کا دروازہ کھولتے اتری اور فوراً گیٹ کی جانب چل پڑی کہ زاویار ،قدرے اونچی آواز میں بولا

بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا، انسان مروتاً ہی کسی کا شکریہ ادا کر دیتا ہے، چائے کا پوچھ لیتا ہے مگر آج کل کے لوگ تو بس۔۔۔" وہ یہ سب رتبہ کو سنانے کے لیے کہہ رہا" تھا، جس پر رتبہ نے پلٹ کر دیکھا کہ اتنے میں وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑی اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئی کہ رتبہ نے دل میں سوچا کہ اسے واقعی زاویار کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا کہ اچانک دل میں خیال آیا کہ اب تو ہر دوسرے دن ہی اس سے ملاقات ہو جاتی ہے، تو وہ اسکا شکریہ بعد میں ادا کر دے گی۔

ہر ثبوت اسی سمت اشارہ کر رہا تھا، جس جانب آبرو جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنے سامنے اس کیس سے منسلک ہر چھوٹی بڑی چیز رکھے بیٹھی تھی، جن سب کا نتیجہ صرف ایک ہی تھا کہ وردہ کے والدین کی کہی گئی ہر بات سچ تھی۔ اسے اس وقت عماد سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس کیس کو ری اوپن کروانا چاہتی تھی مگر انتظار تھا تو صرف

وردہ کی میڈیکل رپورٹ کا جو اسے کل ملنے والی تھی۔ آبرو کے دماغ میں ایک دم ایک خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اس کیس کو ری اوپن کروانے سے پہلے ایک بار اشعر کو بھی اس سارے معاملے سے آگاہ کر دے۔ کچھ لمحے بعد وہ فیصلہ کر چکی تھی۔ اس نے فون اٹھاتے اشعر کو کال ملائی اور اسے کورٹ آنے کو کہا، جس پر اشعر پہلے تو کچھ حیران ہوا مگر پھر اسے اپنا منتظر رہنے کا کہتے فون کاٹ دیا۔ آبرو کا یہ فیصلہ کتنا درست تھا یہ تو آنے والا وقت ہی بہتر جانتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ آبرو کے سامنے بیٹھا تھا۔ آبرو اسے کیس کے متعلق ہر بات سے آگاہ کر چکی تھی۔ اشعر کے تاثرات اس وقت بہت سنجیدہ تھے۔

"میں بہت جلد یہ کیس ری اوپن کروانے۔۔۔۔"

آبرو تم یہ کیس ہرگز نہیں لو گی" وہ سختی سے اس کی بات کاٹتا بولا، جس پر آبرو کو حیرت کا جھٹکا لگا۔"

مگر کیوں؟" سوال فوری تھا۔"

"کیونکہ یہ کیس صرف ایک جھوٹ ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں"

مگر کیا یہ سارے ثبوت بھی جھوٹے ہیں؟" آبرو کو آج اسکی ہر بات حیران کر رہی تھی۔"

،ہاں جھوٹے ہیں!" اس کی آواز بلند ہوئی"

میں اس کیس کے بارے میں بہت پہلے سے جانتا ہوں آبرو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ صرف میرے بھائی کے خلاف ایک سازش ہے اور کچھ نہیں" آبرو کو حیرت کا ایک" ،اور جھٹکا لگا

یہ کیس پہلے بھی اسی لیے بند ہوا تھا کیونکہ اس میں کوئی سچائی نہیں تھی صرف اور صرف جھوٹے الزامات تھے" آبرو کو اسکا لہجہ، الفاظ ہر ایک چیز آج بہت عجیب محسوس ہو" رہی تھی۔

"مگر اشعر کوئی کیوں کسی پر ایسے الزامات لگائے گا، آپ۔ خود سوچیں کوئی کیوں اپنی بیٹی کی عزت کے بارے میں۔۔۔"

آبرو۔۔" وہ اسکی بات کاٹتا ٹیبل پر اپنا جھکاؤ کرتے بولنے لگا۔"

پیسے کی لالچ انسان سے سب کچھ کروا دیتی ہے، یہ سب اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کی سازش ہے تاکہ وہ لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹ سکیں" وہ اشعر کے الفاظ کے چناؤ پر" !حیران تھی کہ وہ ایک مرے ہوئے انسان کے بارے میں کیسے الفاظ استعمال کر رہا تھا

urdunovelsblog

،پر اشعر انہیں کسی کی ہمدردیاں سمیٹنے سے کیا فائدہ ہوگا؟" آبرو کی بات پر وہ طنزیہ انداز میں ہنسا"

تم تو وکیل ہو آبرو، تم تو یہ سب بہت اچھے سے جانتی ہو!" آبرو کو اسکی ہر بات آب غصہ دلا رہی تھی۔"

آج وہ الزام لگائیں گے کل کیس کا آغاز ہوگا، نامزد مجرموں کو بلیک میل کرتے ان سے پیسے وصول کریں گے، لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹتے خود پارسا بن جائیں گے اور عیش کی" زندگی گزاریں گے" آبرو کا ضبط جواب دے گیا۔

اشعر آپ یہ سب کیسے کہہ سکتے ہیں، آپ کو معلوم بھی ہے کہ ان کی بیٹی مر چکی ہے، انہوں نے اپنی اکلوتی اولاد کھوئی ہے اشعر" وہ اشعر کے مردہ دل کو جگانا چاتی تھی۔"

"" مجھے سب معلوم ہے آبرو مگر جو بھی ہو تم یہ اس کیس سے دور رہو، ویسے بھی میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جلد تم یہ جاب چھوڑنے والی ہو سو۔۔۔۔۔"

اشعر میں یہ کیس اور جاب دونوں نہیں چھوڑوں گی" آبرو کا لہجہ سخت تھا۔"

،ہر بات پر ضد مت کیا کرو آبرو، یہ ہم سب کے لیے بہتر ہے کہ تم نے یہ جاب جلد از جلد چھوڑ دو" وہ دوٹوک لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا"

اور اس کیس کے بارے میں بھی سوچنا چھوڑ دو" وہ ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھاتے چل پڑا، وہ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اسکی سماعت سے آبرو" ،کی آواز ٹکرائی

میں آبرو صدیقی ہوں اشعر، اپنی بات سے پیچھے ہٹنا میں نے سیکھا نہیں سو یہ کیس اور یہ جاب میں کسی صورت نہیں چھوڑوں گی" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کرتی اٹل لہجے" میں بولی، اشعر نے گردن موڑتے غصے سے آبرو کی جانب دیکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

اشعر سے ہوئی باتیں اب بھی اس کے دماغ میں گونج رہی تھیں، وہ کیسے اپنے بھائی کے دفاع کے لیے کسی کی عزت پر وار کر سکتا تھا۔ وہ اشعر کے اس رویے پر بہت حیران و پریشان تھی، اسے اشعر سے ہرگز یہ توقع نہ تھی۔ پہلے جاب چھوڑنے کی ضد اور اب یہ کیس! وہ غائب دماغی سے کب آفس سے گھر پہنچی اسے معلوم نہ ہو سکا۔ گھر پہنچنے پر گیٹ پہلے سے کھلا تھا یعنی گھر پر کوئی آیا تھا۔ وہ قدم اٹھاتی اندر چلی گئی جبکہ باہر کھڑی اشعر کی گاڑی وہ دیکھ نہ سکی۔

urdunovelsblog

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سامنے بیٹھے اشعر پر پڑی جو صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھا ان سے کوئی بات کر رہا تھا۔ آبرو پر نظر پڑتے وہ خاموش ہو گیا جبکہ اسے دیکھتے آبرو کے تاثرات ایک دم سخت ہوئے۔ اسنے صالحہ بیگم کی جانب دیکھا، جن کے تاثرات اسے یہ سمجھانے کے لیے کافی تھے کہ اشعر انہیں ساری بات بتا چکا ہے۔ اسے اشعر کی یہ حرکت شدید ناگوار گزری تھی، وہ صالحہ بیگم کو پریشانیوں سے دور رکھنا چاہتی تھی مگر اشعر نے اسکی ساری محنت پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ قدم اٹھاتی ان کے قریب گئی اور سلام کرتے اشعر کے سامنے والے صوفے پر جا بیٹھی، ان کے درمیان ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی کہ اشعر کی آواز نے ماحول میں چھائی اس خاموشی کو توڑا،

چچی آپ ہی آبرو کو سمجھائیں، میری بات تو یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہے" آبرو فورا بولی"،

آپ کی بات ماننے لائق ہوتی تو میں ضرور مان لیتی" اس کے لہجے میں غصہ تھا۔"

آبرو۔۔۔" صالحہ بیگم تنبیہہ کرتی بولیں"،

آپ اس کا رویہ دیکھ رہی ہیں چچی، یہ کس طرح مجھ سے بات کر رہی ہے" اشعر صالحہ بیگم کو مخاطب کرتا بولا"،

تم فکر مت کرو بیٹا میں اسے سمجھاؤں گی" انکی بات پر آبرو فورا بولی"،

"مگر امی۔۔۔"

خاموش ہو جاؤ آبرو" صالحہ بیگم نے فورا اسکی بات کاٹی، جس پر آبرو خاموش ہو گئی۔"

"چچی میں بس یہی چاہتا ہوں کہ آبرو اس کیس کو چھوڑ دے، اس میں ہم سب کی بھلائی ہے مگر آبرو میری بات ماننے کو تیار ہی نہیں ہے"

میں اسے سمجھاؤں گی بیٹا، تم خود فکر مت کرو" صالحہ بیگم کی بات پر اشعر نے آبرو کی جانب دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا اور باہر کی جانب چل پڑا"

جاؤ آبرو اسے گیٹ تک چھوڑ کر آؤ" آبرو نے انکاری نظروں سے صالحہ بیگم کی جانب دیکھا پر انکی اصرار کرتی نگاہوں پر وہ چل پڑی۔ گیٹ کے قریب پہنچتے اس نے اشعر کو" مخاطب کیا،

آپ نے امی کو اس معاملے میں شامل کر کے اچھا نہیں کیا" جس پر اشعر فورا بولا"،

کیوں اس میں کیا برائی ہے؟ انہیں بھی تو پتا ہونا چاہیے نہ کہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو" وہ طنزاً کہتا وہاں سے چلا گیا جبکہ اس کے الفاظ آج آبرو کو تکلیف دے رہے تھے۔ گیٹ" بند کرتے آبرو واپس اندر آئی کہ صالحہ بیگم نے اسے مخاطب کیا،

"ادھر آؤ آبرو" وہ ان کے پاس جا بیٹھی،

"بیٹا تم کیوں ایک معمولی سے کیس کے لیے، اپنا رشتہ خراب کر رہی ہو؟"

"یہ کیس معمولی نہیں ہے امی، اشعر نے آپ کو صرف وہ بات بتائی ہے جو ان کے مفاد کی تھی جبکہ۔۔۔" وہ رکی اور گہری سانس لی، صالحہ بیگم کو پوری بات بتانا اب اسکی مجبوری بن گئی تھی۔

"انہوں نے اپنے بھائی کے اُس گناہ کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں بتایا جو کسی کی جان لے گیا" صالحہ بیگم الجھن کا شکار ہوئیں،

"مجھے پوری بات بتاؤ آبرو" آبرو نے شروع سے لے کر آخر تک ہر بات۔ ان کے گوش گزار کی،

"آپ خود سوچیں امی کوئی کیوں اپنی بیٹی کی عزت کو یوں استعمال کرے گا" صالحہ بیگم متفکر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کے کہنے پر اگر میں یہ کیس واپس لے بھی لوں امی مگر آپ صرف ایک بار یہ سوچیں کہ اگر وردہ کی جگہ آپ کی اپنی بیٹی ہوتی تو کیا تب بھی آپ اس کے مجرموں کو یوں آزاد رہنے دیتیں" صالحہ بیگم کی گردن بے اختیار نفی میں ہلی،

"میں نہیں چاہتی امی کہ میں اپنا رشتہ بچانے کی خاطر کسی کی حق تلفی کروں، کسی کو اس کے انصاف کے حق سے محروم کر دوں اور عماد کو تو ویسے بھی آپ جانتی ہیں" وہ خاموش ہوئی،

urdunovelsblog

"اشعر نے مجھے بہت مایوس کیا ہے امی، میں ان سے ہرگز ایسی امید نہیں رکھتی تھی"

"پریشان مت ہو بیٹا، سب ٹھیک ہو جائے گا، اشعر کے ایسے رویے کی وجہ صرف اس کا بھائی۔۔۔"

"مگر امی کیا گنہگار اگر آپ کا اپنا ہو تو قانون بدل جاتا ہے؟ یا آپ کے اپنوں کو سب گناہ معاف ہوتے ہیں" اس نے صالحہ بیگم کے چہرے کی جانب دیکھا اور بولنے لگی،

"میں ٹھیک ہوں امی، آپ بھی پریشان مت ہوں، اللہ انسان کے لیے بہترین اسباب پیدا کرنے والا ہے" وہ یہ کہتے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔

وہ ہاتھ میں فائل تھامے اپنے کیبن کی جانب بڑھ رہا تھا، جہاں آبرو اس وقت اس کی منتظر تھی۔ اسے کچھ دیر پہلے ہی اس کے اسسٹنٹ نے آبرو کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا،

دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ پلٹتے اس کی جانب متوجہ ہوئی، وہ دراز قد تھا، سرجن کا لباس اس پر خوب جچتا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا اسکے سامنے بیٹھ گیا۔

،ونس اگین سوری، ایک بار پھر آپکو انتظار کرنا پڑا" اسکی بات پر آبرو نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی"

،آپ بار بار معذرت مت کیا کریں، میں بخوبی سمجھتی ہوں کہ ڈیوٹی آورز میں ٹائم نکالنا کتنا مشکل ہے" اسکی بات پر وہ مسکرایا، اور آبرو کو مخاطب کیا"

"آنٹی کی طبیعت اب کیسی ہے ؟"

،الحمدللہ اب بہت بہتر ہے، اس بار والی میڈیسن کافی پر اثر ہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولی، جس پر تاشفین نے فائل اس کی جانب بڑھائی"

،یہ لیں وردہ اسماعیل کی رپورٹ" آبرو نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ رپورٹ تھامی اور اسے کھولتے، اندر موجود رپورٹ دیکھنے لگی، کچھ لمحے بعد وہ تاشفین کی جانب دیکھتے بولی"

آپ کا بہت شکریہ، آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ اس کیس کے لیے یہ رپورٹ کتنی اہم تھی" وہ دل سے اسکی مشکور تھی۔"

"شکریہ میرا نہیں آپ کا ادا کرنا چاہیے، جو آپ کسی کو انصاف دلانے کے لیے اپنی پوری کوشش کر رہی ہیں"

،یہ میرا فرض ہے" آبرو فورا بولی"

،بالکل پر ہر کوئی آپ کی طرح کسی کو انصاف دلانے کے لیے اتنی محنت نہیں کرتا" وہ رکا، آبرو نے اسکی جانب دیکھا"

یہ آپ کی بہادری ہے کہ آپ کچھ عرصہ پہلے ہوئے واقعے کے باوجود بھی نہیں گھبرائیں اور اپنا فرض وفاداری سے نبھا رہی ہیں" آبرو نے دل سے اعتراف کیا کہ اسکی آواز" اور الفاظ دونوں ہی خوبصورت تھے۔

اگر ہمارے سسٹم میں آپ جیسے کچھ مزید وکلا کا اضافہ ہو جائے تو ہمارا عدالتی نظام بالکل سنور جائے گا" اس کے الفاظ آبرو کے دل میں اتر رہے تھے۔ وہ جانے انجانے میں" تاشفین اور اشعر کا موازنہ کرنے لگی کہ اس کیس کے متعلق دونوں کے خیالات میں کتنا فرق تھا! اسے یاد تھا کہ اشعر نے اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لیے کیسے الفاظ کا استعمال کیا تھا اور وہ ہر بار آبرو کو یہ نوکری چھوڑنے پر مجبور کرتا تھا جبکہ تاشفین نے نہ صرف اس کیس کے سلسلے میں اس کی مدد کی تھی بلکہ اسکی کاوشوں کو سراہتے اسکی حوصلہ افزائی بھی کر رہا تھا۔

،شکریہ۔۔۔ کاش کہ ہر کوئی آپ کی طرح سوچنے لگ جائے" دل کی بات فورا زبان پر آئی کہ وہ فورا مسکراتے ہوئے دوبارہ بولی"

urdunovelsblog

"میرا ماننا ہے کہ ہر انسان چاہے کسی بھی پیشے سے منسلک ہو اسے اپنا سو فیصد دیتے اپنے پیشے سے منسلک فرائض کو بخوبی نبھانا چاہیے"

،بالکل "اس نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی"

،چلیں اب میں چلتی ہوں "وہ یہ کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ وہ بھی اسکے ساتھ اٹھا، دروازے کے قریب پہنچتے وہ مڑی، دونوں کی نظریں ملیں"

تھینک یو "تاشفین کو فوراً اس سے ہوئی پہلی ملاقات میں اسکے کہے یہی الفاظ یاد آئے، اس نے سر کو خم دیتے اسکا شکریہ قبول کیا، آبرو مسکراتی ہوئی دروازہ عبور کر گئی جبکہ" تاشفین کے چہرے پر اب ایک زخمی مسکراہٹ موجود تھی۔

ٹیبل پر لگا فائلز کا انبار، پاس پڑے چائے کے تین خالی کپ، کرسی پر آنکھیں موندے بیٹھی آبرو جو ایک ہاتھ سے مسلسل اپنی کن پٹی دبا رہی تھی، اس وقت شدید تھکان کا شکار تھی۔ اس کے اعصاب بوجھل تھے سر درد سے پھٹ رہا تھا مگر ابھی بہت کام باقی تھا۔ وہ آنکھیں کھولتے دوبارہ ان فائلز کی جانب متوجہ ہوئی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکی تھی مگر اسے معلوم تھا کہ اصل کام کا تو ابھی آغاز ہونے والا ہے۔ ہر ثبوت، ہر گواہ، ہر رپورٹ وردہ کے حق میں تھی۔ اس کے والدین کی کہی گئی ساری باتیں سچ تھیں۔ سامنے پڑی اس کیس کی ابتدائی رپورٹ اور وردہ کی میڈیکل رپورٹ سب سے بڑے ثبوت تھے جبکہ اس کی دو آفس کالیگز وردہ اور مینجر کے درمیان ہوئی بحث کی شاہد تھیں۔ آبرو کا ذہن بار بار اشعر کی باتوں کی جانب جاتا مگر وہ خود کو اس بارے میں سوچنے سے باز رکھتی۔ اسے آج فیصلہ کرنا تھا، ہر چیز اسے وردہ کے حق میں فیصلہ کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لیتے، ایک بار پھر وہ فائل دیکھنا چاہی جو اس کیس کے آغاز میں اس کے پاس آئی تھی۔ فائل ٹیبل پر پڑی تھی۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے فائل اٹھائی، جس کے دوران کچھ کاغذ زمین پر گرے۔ وہ ان مجرموں کی تصاویر تھیں۔ آبرو نے جھکتے وہ تصاویر اٹھائیں اور ایک بار پھر ان انسانوں کے روپ میں چھپے حیوانوں کے مکروہ چہرے دیکھنے لگی کہ عماد کی تصویر سامنے آئی، اسے آج عماد سے گھن آ رہی تھی۔ اپنے گھر میں ماں اور بہن ہونے کے باوجود ایک مرد کیسے ایک عورت کی عزت کے ساتھ کھیل سکتا ہے! عماد کی تصویر کو نظروں سے سامنے سے ہٹاتے، اس کے سامنے چوتھی تصویر آئی جسے دیکھتے آبرو کا رنگ فق ہوا۔ وہ اس شخص کو پہچانتی تھی! ہاں وہ اسے پہچانتی تھی!

تصویر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی، اسنے دوبارہ اسے اٹھایا، یہ چہرہ وہ کیسے بھول سکتی تھی! یہ وہی شخص تھا جس نے آج سے 5 سال پہلے اسے اغوا کیا تھا۔ اسے پھر سے وہ تکلیف دہ لمحے یاد آئے جب اس نے بے بسی کی حدوں کو چھوا تھا۔ وہ اس دن اس تصویر کو کیسے فراموش کر گئی تھی! آبرو نے تصاویر سائیڈ پر رکھتے، پانی گلاس میں انڈیلتے پانی پیا۔ پرانا زخم پھر سے تازہ ہو گیا تھا مگر اب وہ فیصلہ کر چکی تھی! ہاں وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ وردہ کے مجرموں کو انجام تک ضرور پہنچائے گی۔

کچھ دیر پہلے ہی وہ آفس سے گھر پہنچتی تھی۔ آج وہ اس کیس کو ری اوپن کرواتے ان چاروں ملزمان کو نامزد کر چکی تھی اور وردہ کے والدین کو بھی امید دلا چکی تھی کہ وہ جلد اس کے مجرموں کا انجام دیکھیں گے۔ اس نے اپنا موبائل اٹھاتے ایک نمبر پر کال ملائی مگر نمبر بند جا رہا تھا۔ مایوس ہوتے فون واپس رکھا کہ سماعت سے ایک شناسا آواز ٹکرائی، وہ اشعر کی آعاز تھی۔ الفاظ تو وہ سمجھ نہ پائی مگر لہجے سے واضح تھا کہ وہ غصے میں ہے۔ یقیناً اس تک خبر پہنچ چکی تھی۔ وہ قدم اٹھاتی باہر آئی، جہاں وہ غصے سے لال چہرہ لیے کھڑا تھا، آبرو پر نظر پڑتے اس نے اسے مخاطب کیا،

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا آبرو!" وہ نفی میں سر ہلاتا بولا،

"مجھے تم سے ہر گز یہ امید نہیں تھی، مجھے لگا تھا کہ تم باز آ جاؤ گی مگر تم نے اپنی ضد نہیں چھوڑی" صالحہ بیگم اشعر کو مخاطب کرتی بولیں،

"اشعر بیٹا بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا ہے؟"

"عماد کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے چچی اور یہ صرف اور صرف آپ کی بیٹی کی وجہ سے ہوا ہے" وہ کب آبرو سے آپ کی بیٹی پر آیا اسے خود معلوم نہ ہو سکا،

"تمہیں اندازہ بھی ہے آبرو کہ امی اور ابو کے دل پر کیا گزری ہے، وہ اس وقت کس تکلیف میں ہیں" آبرو خاموش رہی،

"میں ہی پاگل ہوں جو یہ رشتہ بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہوں، تمہیں تو کسی چیز سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا" آبرو نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے کہ وہ دوبارہ بولا،

"تمہیں اندازہ ہے آبرو کہ اس سے ہمارے رشتے پر کیا فرق پڑے گا" وہ چلایا،

"اشعر کیا یہ رشتہ اتنا نازک ہے کہ صرف ایک معمولی سی بات پر ٹوٹ جائے گا" اسے یاد تھا کہ اس دن اشعر نے اس کیس کو معمولی کہتے رد کرنے کو کہا تھا۔

"تمہیں یہ بات معمولی لگتی ہے آبرو، تم نے میرے بھائی پر۔۔۔"

"اگر آپ کا بھائی بے گناہ ہے اشعر تو آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ رہا ہو جائے گا پر اگر اس نے یہ گناہ کیا ہے تو اسے سزا ضرور ہو گی"

"تم اپنی حد سے بڑھ رہی ہو آبرو، میرے بھائی نے کچھ نہیں کیا، تم۔۔۔"

"تو پھر آپ پریشان کیوں ہیں اشعر؟" وہ اسکی بات کاٹتی بولی،

"میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں ہوں آبرو کہ ابھی بھی وقت ہے پیچھے ہٹ جاؤ، باقی سب میں سنبھال لوں گا یہ ہماری عزت کا سوال ہے۔۔۔"

عزت صرف ہماری ہی نہیں ہے اشعر! عزت اس دنیا میں رہنے والے ہر انسان کی ہے اور سب کی عزت برابر ہے اگر آپ کا بھائی کسی کی عزت کو روند سکتا ہے تو اسے بھی" باعزت رہنے کا کوئی حق نہیں "آبرو کا لہجہ سخت تھا۔

،بس آبرو ایک لفظ اور نہیں "وہ چلایا"

مت مانو تم میری بات مگر یاد رکھنا تمہاری اس ضد کا خمیازہ ہمارا یہ رشتہ بھگتے گا "وہ تن فن کرتا وہاں سے چلا گیا۔"

ایک بار پھر سوچ لو آبرو "اشعر کے جانے کے بعد وہ دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ بیٹھی تھیں۔"

میں سوچ چکی ہوں امی "آبرو کا لہجہ اٹل تھا۔"

"مگر بیٹا اس سے تمہارے اور اشعر کے رشتے۔۔۔"

امی جس رشتے کو بچانے کے لیے مجھے ہر چھوٹی چھوٹی بات پر پیچھے ہٹنا پڑے، ہر معاملے میں صحیح و غلط کو بھولتے صرف ان کا کہا ماننا پڑے، اس رشتے کا ٹوٹ جانا ہی بہتر" ،ہے "وہ انکی بات کاٹتی بولی

"ایسے مت کہو بیٹا، اشعر۔۔۔"

امی اشعر کا رویہ اور الفاظ تو آپ آج دیکھ چکی ہیں، جس شخص کے لیے کسی کی ماں اور بہن کی عزت سے زیادہ اہم اپنے بھائی کی عزت ہو، کل کو وہ میرے اور میری بہنوں" کے لیے کیا کرے گا "صالحہ بیگم خاموش رہیں، آبرو کی بات بالکل درست تھی۔

آپ کو آج ایک اور بات بتاؤں امی! "وہ انہیں اپنے اغوا اور اس کیس کے تعلق کے بارے میں ساری بات بتاتی چلی گئی۔"

"یہ بات تم نے اشعر کو کیوں نہیں بتائی بیٹا"

"امی آپ کو لگتا ہے کہ آج وہ یہاں ہماری کوئی بات سننے آئے تھے! وہ آج صرف اپنی سنانے آئے تھے اور سنا کر چلے گئے"

"مگر پھر بھی بیٹا۔۔"

urdunovelsblog

"کوئی فائدہ نہیں تھا امی، انہیں بتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا" وہ مایوس تھی، رویے اور لہجے اکثر انسان کو مایوس کر دیتے ہیں۔

"وہ اس کیس کو ماننے سے ہی انکاری ہیں امی کیونکہ اس میں ان کا بھائی ملوث ہے" وہ آج ایک بار پھر اشعر سے مایوس ہوئی تھی جبکہ دوسری جانب صالحہ بیگم ماں تھیں، وہ اپنے بچوں کے گھر ٹوٹتے ہوئے کیسے دیکھ سکتی تھیں!

"آپ کو معلوم ہے امی، جب میں نے آج وردہ کے والدین کو بتایا کہ میں یہ کیس لوں گی تو وہ کتنے خوش تھے، انہوں نے اپنی اکلوتی اولاد کھوئی ہے امی وہ بھی صرف چند لوگوں کی ہوس کی بنا پر تو کیا ان کے اور عماد کے لیے قانون ایک سا نہیں ہونا چاہیے امی" وہ خاموش ہوئی،

"جب میں نے آج عماد اور اس آدمی کی تصویر۔۔۔" وہ بولتے بولتے رکی، لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے دماغ میں جھماکہ ہوا، ذہن کے پردے پر اس نقاب پوش کا چہرہ لہرایا،

"آبرو" صالحہ بیگم نے اسے پکارا جبکہ وہ تو اس وقت ماضی میں جا چکی تھی۔

"آبرو" انہوں دوبارہ پکارا،

"امی میں کچھ دیر میں آپ سے بات کرتی ہوں" وہ تیزی سے اپنے کمرے میں گئی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے ماتھے پر موجود نشان دیکھنے لگی۔ دماغ میں سوال پیدا ہوا کہ کہیں اُس واقعے میں بھی عماد کا ہاتھ تو نہیں؟ دل نے فورا جواب دیا، ہاں! مگر وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ فورا جواب آیا، ہاں وہ ایسا کر سکتا ہے! وہ بیڈ پر جا بیٹھی یہ کیسا انکشاف تھا! اگر واقعی ایسا ہوا تو! اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا، وہ اپنی کن پٹی مسلنے لگی مگر اسے پتا لگانا تھا کہ آخر حقیقت کیا ہے اور عماد اور اس اغواکار کا آپس میں کیا تعلق ہے!

شام کے اس پہر آسمان پر سرخی چھانے لگی تھی، سورج غروب ہونے میں کچھ ہی وقت باقی تھا۔ اس پہر وہ اپنے کمرے میں بیٹھا سگریٹ نوشی میں مصروف تھا، کمرے میں سگریٹ کے دھوئیں کی وجہ سے سانس لینا محال تھا لیکن وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ کوئی دوسرا انسان اگر وہاں قدم رکھتا تو سانس نہ لے پاتا۔ سگریٹ کا دھواں اس کے چہرے کو دھندلا کر رہا تھا، نقوش واضح نہ تھے کہ دھواں چھٹتے ہی سب سے پہلے اس کی سنہری آنکھیں دکھائی دینے لگیں، جو آج ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھیں۔ اس نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں پھینکتے سامنے ٹیبل پر پڑے ڈبے سے دوسری سگریٹ نکالتے لائٹر جلایا اور اسے آگ کی نذر کیا۔ وہ پچھلے دو گھنٹے سے بیڈ پر بیٹھا مسلسل یونہی سگرٹ پیتے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ سیاہ ٹراؤزر کے ساتھ آف وائٹ شرٹ پہنے وہ آنکھیں بند کیے گہرے کش لینے لگا۔ اس کے کانوں میں اس وقت کچھ روز پہلے فائقہ بیگم سے ہوئی باتیں گونج رہی تھیں جو اسے کافی دن سے پریشان کیے ہوئے تھیں۔ ان کی باتوں اور رویے نے اسے سوچنے پر مجبور کر ڈالا تھا۔ وہ پہلے بھی بہت بار فائقہ بیگم

کی شہریار سے گہری وابستگی اور محبت کو محسوس کر چکا تھا مگر ہر بار یہ خیال اس کی سوچ کو پلٹ دیتا کہ وہ ان کا چھوٹا بیٹا ہے اور ویسے بھی شاہزین لاشاری کسی سے حسد کرنے والوں میں سے نہ تھا مگر اس رات اپنی بات پر اس نے ان کے چہرے کے اڑے رنگوں کو بخوبی دیکھا تھا جس پر وہ حیران تھا۔ وہ تشویش میں مبتلا تھا کہ آخر ایسی کیا وجہ ہے کہ اس کی ماں اس کے چھوٹے بھائی سے اس کے مقابلے زیادہ انسیت رکھتی ہے۔ اسے یاد تھا کہ فائقہ بیگم نے کبھی بھی اسے سگریٹ پینے پر نہیں روکا تھا بلکہ اسکے شراب پینے پر بھی انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ اکثر فیاض صاحب کو بھی اسے ٹوکنے سے روکتی تھی، اس وقت اسے اپنی ماں کی وہ بات بے حد پسند تھی مگر آج وہی بات اسے پریشان کر رہی تھی کیونکہ اب وہ اپنا موازنہ شہریار سے کر رہا تھا۔ شہریار کے پہلی بار سگرٹ پینے پر فائقہ بیگم نے بہت سخت رد عمل ظاہر کیا تھا اور اب شراب پینے پر بھی وہ اس سے بہت خفا ہوئی تھیں، وہ اس کے لیے بہت متفکر تھیں۔ آخر کیوں وہ اپنے دونوں بیٹوں میں تضاد کر رہی تھیں، ان دونوں کے لیے ان کے خیالات اور رویے میں فرق آخر کیوں تھا۔ اس تضاد کے پیچھے آخر کوئی تو وجہ تھی جو شاہزین لاشاری نہیں جانتا تھا اور وہ وجہ شاہزین لاشاری کا سکون چھیننے کا باعث تھی۔

دن کا آغاز ہو چکا تھا، دن چڑھتے ہی ہر شخص اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو چکا تھا۔ کورٹ میں اس وقت خوب گہما گہمی تھی۔ کوریڈور میں اس وقت چہل پہل تھی۔ آبرو اپنے آفس میں موجود تھی، اس نے فون بند کر کے ایک جانب رکھا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے کچھ سوچنے لگی، اس نے آج عدالت پہنچتے ہی سب سے پہلے اس مجرم کی تمام تفصیلات نکلوائی تھیں، جس کے متعلق اسے کچھ دیر پہلے ہی ایک اہم خبر ملی تھی، جو اس کے لیے کافی سودمند ثابت ہونے والی تھی۔ وہ شخص پہلے ہی پولیس کی زیر حراست تھا۔ کچھ روز پہلے ایک کلب پر پڑنے والے چھاپے میں پولیس نے اسے گرفتار کیا تھا اور وہ اس وقت لاک اپ میں تھا۔ وہ عماد اور اس شخص کے درمیان موجود تعلق کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی، جس کے متعلق صرف وہ شخص ہی بتا سکتا تھا۔ ان کا یہ تعلق اس کیس کی ایک اہم کڑی ثابت ہو سکتا تھا تو وہ ہر ممکن طریقے سے اس شخص تک پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں ایک جنگ برپا تھی، وہ اس وقت خود کو ان دیکھی رسیوں سے بندھا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے اس قدم سے اس کا اور اشعر کا رشتہ ختم ہو سکتا ہے اور اس رشتے کے اختتام کے ساتھ جلال تایا اور صائمہ تائی بھی ان کے خلاف ہو جائیں گے اور دو خاندانوں کا یہ رشتہ ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے گا مگر اسکا دل اسے بار بار یہ احساس دلاتا تھا کہ ان رشتوں کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے اسے ایک مظلوم کی حق تلفی کرنی ہو گی جس پر وہ کسی صورت راضی نہ تھی۔ دل اور دماغ کی اس جنگ میں دل جیت گیا اور وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ ان سارے حالات کے باوجود بھی یہ کیس ضرور لڑے گی نتائج کی پرواکئے بغیر۔ زندگی میں بہت بار آپ کو ایسے فیصلے لینے پڑتے ہیں جو مشکل ضرور ہوتے ہیں لیکن اگر آپ حق پر ہوں تو ان کا انجام دیر سے ہی سہی مگر آسانیاں لاتا ہے۔

ان کا دل آج صبح سے بہت بوجھل تھا، جس کی وجہ وہ بخوبی جانتی تھیں۔ وہ لاؤنج میں بیٹھیں نور سے باتیں کر رہی تھیں کہ کچھ دیر بعد نور اپنے کمرے میں چلی گئی اور وہ بھی اپنا بوجھل دل لیے، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اپنے کمرے میں آ گئیں۔ کچھ زخم نہ وقت بھر پاتا ہے، نہ اس کی تکلیف وقت گزرنے کے ساتھ ماند پڑتی ہے۔ 30 سال کا لمبا عرصہ گزرنے کے بعد بھی آج وہ زخم انہیں تازہ محسوس ہوتا تھا جو آج سے 30 سال پہلے ان کی روح کو لگا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئیں اور بیڈ پر جا بیٹھیں۔ آج کی تاریخ وہ چاہ کر بھی کبھی بھول نہیں سکتی تھیں۔ آج سے 30 سال پہلے اس دن، اس تاریخ کو فیضی سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ اس کا دل آج بھی اس لمحے میں اپنی کیفیات کو بھول نہیں پاتا تھا مگر اذیت کا آغاز تو اس کے بعد ہوا تھا۔ وہ کبھی بھی اس بات کو فراموش نہیں کر سکتی تھی کہ کیسے اس رشتے اور اس انسان نے اس کی زندگی کو تہہ و بالا کیا تھا۔ آج بھی اس لمحے کی اذیت اسے محسوس ہوتی تھی، جب کاغذ کے اس ٹکڑے نے اسے عرش سے فرش پر لا پٹخا تھا۔ اس کے دماغ میں ہر وہ لمحہ، ہر وہ منظر قید ہو چکا تھا۔ کانوں میں آج بھی صارم کے الفاظ گونجتے تھے کہ محبت کا دعویدار وہ شخص کیسے اسے چھوڑ کر کسی اور کو اپنا چکا تھا۔ گالوں پر نمی محسوس کرتے، انہوں نے بے اختیار آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھا اور قدم اٹھاتے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ رخسار پر بہتے آنسو صاف کیے اور اپنے چہرے کو دیکھنے لگیں، وہ ان 30 سالوں میں کیا سے کیا ہو گئی تھیں، بالوں میں آئی چاندی ان کی عمر کی عکاسی کر رہی تھی۔ ان کی زندگی اب بہت سہل ہو چکی تھی مگر وہ کبھی بھی اپنی زندگی میں آئے اتار چڑھاؤ کو نہیں بھول سکتی تھیں۔ انہیں زندگی نے محبت کرنے کی سزا دی تھی اور محبت کرنے کی سزائیں بہت سخت ہوا کرتی ہیں۔ اس ایک محبت نے ان سے ان کا سب چھین لیا تھا۔

آج ان کے پاس ایک گھر تھا، اولاد تھی، اچھا طرزِ زندگی تھا مگر ان کی ذات کے ساتھ منسلک پچھتاوے بھی تھے جو انہیں سکون نہیں لینے دیتے تھے۔ ان کی زندگی کا کل حاصل انکی اولاد تھی جو ان کا سب سے بڑا سرمایہ تھا۔ اپنی زندگی کے وہ خسارے وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھیں۔ وہ آئینے کے سامنے سے ہٹتے، پلٹیں وہ خود کو ان سوچوں سے دور رکھنا چاہتی تھیں مگر سوچوں پر پہرہ باندھنا انسان کے اختیار میں کہاں ہوتا ہے!

وہ قدم اٹھاتی الماری کی جانب گئیں اور ایک فائل نکالتے بیڈ پر بیٹھ گئیں، وہ آج خود کو اذیت دے رہی تھیں۔ فائل کھولتے ہی سب سے پہلے سکینہ بیگم اور احمد صاحب کی چند تصاویر سامنے آئیں، جنہیں اٹھاتے وہ چومنے لگیں، آنسو بے اختیار ہوئے، وہ واقعی ایسی اولاد تھیں جو اپنے والدین کے لیے تکلیف کا سامان بنی تھیں، وہ ان کی گنہگار تھیں اور یہ پچھتاوا انہیں آج بھی بے چین کیے ہوئے تھا۔ پچھتاوے دیمک کی مانند ہوتے ہیں جو آہستہ آہستہ انسان کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔

ان تصاویر کو ایک جانب رکھتے، ان کی نظر فائل میں رکھے اس کاغذ پر پڑی، آنکھوں میں بہت سے تاثر ابھرے، پہلے ملال، پھر غصہ، پھر افسوس اور پھر نفرت!

وہ اس کا اور فیضی کا نکاح نامہ تھا، جس میں درج اس نام سے وہ اپنی زندگی کی ایک حصہ محبت کرتی آئی تھیں مگر "فیضان صدیقی" کے اس نام سے آج اسے نفرت تھی اور یہ نفرت ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے فائل بند کرتے سائیڈ پر رکھی، وہ مزید اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس کے دل میں بہت بار یہ

خیال آتا کہ کاش وہ ایک بار اس کے سامنے آئے اور وہ اس کا گریبان تھامتے اس سے سوال کرے کہ آخر اس کا قصور کیا تھا؟ کیا اس کی محبت، اس کی وفا کی سزا یہ تھی؟ مگر اگلے ہی لمحے وہ دعا کرتی کہ کاش اس شخص سے کبھی اس کا سامنا نہ ہوا۔ وہ اسے دیکھتے دوبارہ اپنے تاریک ماضی میں واپس نہیں جانا چاہتی تھیں۔ وہ انہیں سوچوں میں گم تھیں، کہ نور کمرے میں داخل ہوئی، ان کے آنسو دیکھتے وہ فوراً انکے قریب آئی

"امو جان آپ رو رہی ہیں؟" سبرینہ نے فوراً اپنے آنسو صاف کیے،

"نہیں بیٹا" وہ بمشکل مسکرائیں،

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نہ امو جان؟" وہ متفکر ہوئی،

"ہاں بیٹا، بس شاید بی پی کچھ لو ہو گیا ہے" وہ مدھم آواز میں بولیں،

"آپ لیٹیں امو جان، میں بھائی کو بلاتی ہوں" وہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ سبرینہ بولی،

"نہیں بیٹا، تاشفین کو مت بتانا، وہ خواہ مخواہ پریشان ہو جائے گا" انکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں،

"میں ٹھیک ہوں بیٹا" وہ بمشکل بولیں، نور نے آگے بڑھتے انہیں لیٹنے میں مدد دی اور تاشفین کو فون ملانے لگی۔

urdunovelsblog

وہ آج صبح سیدھی پولیس اسٹیشن آئی تھی۔ اس کا مقصد اس مجرم سے بات کرتے سچ جاننا تھا۔ وہ تھانے کے ایس-ایچ-او سے بات کرتے اس شخص سے ملاقات کے لیے کچھ وقت مانگ چکی تھی اور اب وہیں بیٹھی اپنے ہاتھ میں موجود فائل پر درج تحاریر پڑھنے میں مصروف تھی کہ پولیس یونیفارم میں ملبوس ایک شخص اس کے قریب آیا، اس نے فائل سے نظریں ہٹاتے اس کی جانب دیکھا۔

"میڈم آئیں میرے ساتھ" وہ خاموشی سے اپنا بیگ اٹھاتے، اس کے ساتھ چل پڑی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بند دروازے کے سامنے جار کے،

"آپ اندر جا سکتی ہیں، کوئی بھی مسئلہ ہو تو، میں یہی باہر کھڑا ہوں" اس نے آبرو کو اندر جانے کا راستہ دیا، آبرو اسکا شکریہ ادا کرتے اندر داخل ہوئی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی، کمرے کے بیچ و بیچ ایک ٹیبل کے اطراف دو کرسیاں لگی تھیں، جن میں سے ایک کرسی پر ایک شخص گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ آہٹ پر اس نے اپنا سر اٹھاتے آبرو کی جانب متوجہ ہوا۔ آبرو نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا، بڑھی ہوئی شیو، بکھرا ہوا حلیہ، چہرے پر مار پیٹ کے نشانات ہونے کے باوجود بھی وہ اس شخص کو پہچان چکی

تھی۔وہ قدم اٹھاتی اس کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھی،وہ شخص آبرو کی جانب دیکھنے لگا۔اپنا بیگ اور فائل ٹیبل پر رکھتے آبرو کی نظر اس کے ہتھکڑی لگے ہاتھوں پر پڑی۔وہ

گہری سانس لیتے سیدھی ہوئی اور اس کی جانب دیکھتے بولنے لگی،

"تو اسلم خان تم یہاں کس جرم میں قید ہو"اس کے سوال پر وہ فوراً بولا،

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا"وہ رکا،

"میں جس کلب پر کام کرتا ہوں،دو روز پہلے پولیس نے وہاں چھاپا مارا اور سب کے ساتھ مجھے بھی گرفتار کر لیا"اس کی بات پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا،

"اس کے علاوہ کوئی اور جرم نہیں کیا تم نے؟"اس شخص کی گردن فوراً نفی میں ہلی,آبرو کے چہرے کے تاثرات سخت ہوئے اور وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولی،

"وردہ اسماعیل کو جانتے ہو؟"اور یہیں اس شخص کے چہرے کا رنگ بدلا،آنکھوں میں ایک تاثر ابھرا،کچھ لمحے بعد آبرو کو اس کے ہونٹ ہلتے نظر آئے،

"نہیں،میں نہیں جانتا"اسکی آواز بے تاثر تھی۔آبرو فوراً بولی،

"مگر تمہاری آنکھیں تو تمہارے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہیں"آبرو کی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑے،

"میں اس نام کی کسی لڑکی کو نہیں جانتا"وہ سختی سے ایک ایک لفظ چبا کر بولا،آبرو نے سمجھنے کی انداز میں سر ہلایا اور سامنے رکھی فائل کھولتے اس میں سے عماد کی تصویر نکالی

اور اس کے شخص کی نظروں کے سامنے کی،

"اس شخص کو پہچانتے ہو؟"عماد کی تصویر کو دیکھتے وہ خاموش رہا،

"تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ تمہاری اس شخص سے گہری شناسائی ہے"وہ اب بھی خاموش رہا،

"یہ وہی شخص ہے نہ جس کے ساتھ مل کر تم نے وردہ اسماعیل کی عزت کو داغدار کیا تھا"وہ غصے سے بولی،

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا"وہ شخص پھر سختی سے بولا،

"یہ صرف ایک الزام ہے اور کچھ نہیں"اس کی بات پر آبرو فوراً بولی،

"چلو مان لیا کہ تم نے کچھ نہیں کیا مگر اپنی یاداشت پر ذرا زور ڈالتے ہوئے سوچو اور یاد کرو کہ۔۔۔۔"وہ رکی اور اس شخص کی جانب دیکھتے بولی،

"پانچ سال پہلے بھی تم نے ایک لڑکی کو اغوا کیا تھا اور۔۔۔۔"

،یہ سب بکواس ہے، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا" وہ اس کی بات کاٹتا اونچی آواز میں بولا"

،اپنے کس کس جرم سے انکار کرو گے تم" وہ بھی بلند آواز میں بولی"

،تم صرف باتیں کر رہی ہو، کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس تو دکھاؤ" اسکی بات پر استہزایہ ہنسی"

ثبوت کی کیا ضرورت ہے، جب اس واقعے کی وکٹم، وہ لڑکی تمہارے سامنے بیٹھی ہے" وہ شخص ایک دم چونکا، اس نے آبرو کے چہرے کو بغور دیکھا، ذہن کے پردے پر"

،ایک چہرہ نمودار ہوا، ہونٹوں سے بے اختیار نکلا

"!تم"

ہاں میں! میں وہی لڑکی ہوں جسے تم نے اغوا کرتے اسکے کردار کو داغدار کرنے کے لیے ایک رات گھر سے باہر رکھا تھا" وہ خاموش ہو گیا تھا۔"

کہو تم نے ایسا کیا تھا یا نہیں؟" وہ چلائی، جس پر وہ شخص خاموشی سے گردن جھکا گیا۔"

ذرا شرم نہیں آئی تمہیں، تمہارے گھر میں ماں، بہن ہونے کے باوجود بھی تم نے پہلے میری عزت خراب کرنے کی کوشش کی اور اب ایک معصوم لڑکی کو موت کے"

،گھاٹ اتار دیا" آبرو کی بات پر اس نے اپنی جھکی گردن فوراً اٹھائی اور بولا

،ہم نے اسے مارا نہیں تھا، وہ زندہ تھی" وہ بے اختیاری میں اقبال جرم کر گیا تھا۔ آبرو طنزیہ ہنسی"

،ایک لڑکی جب اپنی عزت کھو دیتی ہے تو وہ زندہ نہیں رہتی اسلم وہ جیتے جی مر جاتی ہے اور تم سب اس کے قاتل ہو" اسلم کی گردن دوبارہ جھک گئی"

اور اس بات کا اقرار تو تم ابھی میرے سامنے بھی کر چکے ہو" وہ خاموش رہا۔"

یہ سب تم نے کس کے کہنے پر کیا تھا؟ وہ اب بھی خاموش تھا۔"

بتاؤ اسلم کہ مجھے اغوا کرنے کے لیے بھی تمہیں اس شخص نے کہا تھا نہ!" اس نے عماد کی تصویر اس کے سامنے لہرائی، اسلم نے ایک نظر اس تصویر پر ڈالی اور اپنی گردن جھکا"

،گیا، اس کی خاموشی میں ہی اسکا جواب تھا، آبرو کا شک یقین میں بدل گیا۔ آبرو نے گہری سانس لیتے خود کو نارمل کیا اور بولنے لگی

،میں آج تم سے ایک ضروری بات کرنے آئی ہوں" اسلم نے اسکی جانب دیکھا"

،کیا تم سرکاری گواہ بن کر میری مدد کرو گے ؟" وہ فورا بولا "

"نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں گا"

سوچ لو اگر تم ایسا کرتے ہو تو میں تمہاری سزا کم کروا دوں گی پر اگر تم اس پر راضی نہیں ہو تو پھر میں وردہ کے اس کیس کے ساتھ تم پر اپنے اغوا کا پرچہ بھی کٹواؤں گی اور پھر"

،تم ہمیشہ کے لیے جیل میں سڑتے رہو گے" آبرو کی بات پر وہ کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ آبرو بولی

پھر تمہاری بیوی اور بچے بہت اکیلے ہو جائیں گے اور دنیا میں تم جیسے درندے تو ہر جگہ موجود ہیں، پھر کیا بھروسہ۔۔۔" اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑی، وہ"

خاموش ہو گیا۔

میری بات پر غور کرنا، اس میں تمہارا بہت فائدہ ہے اور ویسے بھی اگر تم اپنے گناہوں کی تلافی کرنا چاہتے ہو تو یہ بہترین راستہ ہے" وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بیگ"

،کندھے پر ڈالتے اس نے فائل اٹھائی اور اسے مخاطب کیا

دو دن ہیں تمہارے پاس، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا کہ تم رہا ہو کر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتے ہو یا ہمیشہ کے لیے جیل میں سڑنا تمہیں قبول ہے" وہ یہ کہتے قدم اٹھتی دروازہ"

عبور کر گئی جبکہ اسلم واقعی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔

urdunovelsblog

وہ اپنے کیبن میں بیٹھا گہری سوچ میں گم تھا۔ سیاہ پینٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پہنے، وہ آنکھیں موندے ہاتھ میں پکڑے پین کو مسلسل حرکت دے رہا تھا۔ اس کی اس حرکت سے اسکی بے چینی عیاں تھی۔ اس نے آنکھیں کھولتے کچھ فاصلے پر پڑی اس کرسی کو دیکھا جہاں کچھ روز پہلے "وہ" بیٹھی تھی۔ وہ اپنی قسمت کے سامنے بے بس تھا، وہ اپنے نصیب سے یہ سوال کرنا چاہتا تھا کہ اگر "وہ" اس کے مقدر سے منسوب نہ تھی تو تقدیر کیوں اسے بار بار اس کے سامنے لا کھڑا کرتی تھی؟

کیوں وہ اس کے سامنے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا تھا؟

وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی اس کی طرف اٹھتے، اپنے قدم روک نہیں پاتا تھا۔ وہ فائل اس نے بہت مشکل سے حاصل کی تھی، وہ چاہتا تو خود کو مشکل سے بچانے کی خاطر اس معاملے سے دور رہتا مگر وہ پہلی بار اس سے مدد مانگنے آئی تھی، تو وہ اسے مایوس کیسے لوٹا سکتا تھا!

وہ دوسروں کی خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال دینے والوں میں سے تھی۔اس کا لہجہ،اسکانڈر پن،اس کی سب سے بڑی خوبی تھی جو تاشفین کو اس کی طرف مائل کرتی تھی

!مگر ہائے قسمت کی ستم ظریفیاں کہ وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا

وہ ہر بار اس کے پاس آتے اسے بے چین کر جاتی تھی مگر اس میں اس کا تو کوئی قصور نہ تھا،قصور تھا تو تاشفین کہ سینے میں دھڑکتے اس دل کا تھا،جس پر وہ نجانے کب پورے حق سے قابض ہو چکی تھی! اور اب اس کا دل اس کے اختیار سے باہر ہونے لگا تھا مگر وہ خود پر اور اپنے دل پر قابو کرنا جانتا تھا پر آخر وہ بھی ایک انسان تھا اور انسانوں کو کمزور !کر دینے والی چیز ہمیشہ ان کے سینے میں دھڑکتے دل کی دھڑکن ہی ہوا کرتی ہے

وہ اپنے دل کا حال کسی کو سنانا چاہتا تھا،اپنے دل کا بوجھ کم کرنا چاہتا تھا مگر اس کے پاس اس کے دل کا حال سننے والا کوئی نہ تھا سوائے ایک انسان کے! جسے وہ بہت پہلے ہی کھو چکا تھا،وہ انسان ڈاکٹر عافیہ تھیں جن سے تاشفین اپنے دل کی ہر بات بے دھڑک کیا کرتا تھا،وہ اس کی بہت اچھی دوست اور محسن تھیں۔سبرینہ اس کی ماں تھیں،وہ چاہتا تو ان کو اپنے دل کا حال سنا سکتا تھا مگر وہ ہر گز انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ڈاکٹر عافیہ اور اس کے درمیان رشتہ بہت بے مول تھا،خون کا رشتہ نہ ہونے کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کے لیے بہت اہم تھے۔انہیں سوچوں میں گم تھا کہ اس کی سماعت سے فون کی آواز ٹکرائی،اس نے آگے بڑھتے ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا کہ نور کی گھبرائی ہوئی آواز ،اسکی سماعت سے ٹکرائی

،کیا ہوا نور؟"وہ بے اختیار پریشان ہوا"

"بھائی وہ اموجان،وہ۔۔۔"

کیا ہوا اموجان کو نور۔۔۔نور بولو"اسکے چہرے پر چھائے تاثرات اسکی کیفیت بتانے کے لیے کافی تھے۔"

ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے بھائی"اسکی آواز رندھی ہوئی تھی۔"

تم ان کا خیال رکھنا نور،میں بس ابھی آرہا ہوں"وہ فون کاٹتے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے کیبن سے باہر نکل گیا۔"

وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچا تھا۔اس نے اپنا موبائل ٹیبل پر رکھتے اپنی کن پٹی مسلی،وہ آبرو کی ضد پر شدید غصے میں تھا،وہ اس کی خاطر صرف ایک کیس نہیں چھوڑ رہی تھی جبکہ وہ ماضی میں اس کے لیے کیا کچھ کر چکا تھا۔کیا آبرو کو اسکا کیا گیا کوئی بھی احسان یاد نہیں تھا۔وہ ابھی انہیں سوچوں میں گم تھا کہ اسے جلال تایا اپنے کمرے سے لاؤنج کی جانب آتے دکھائی دیے،انکا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا،وہ اسی کی جانب آرہے تھے۔

urdunovelsblog

تمہیں معلوم ہے اشعر کہ یہ کیس کون لڑ رہا ہے ؟" وہ اس کے قریب آتے بولے جس پر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، انکی بات پر اس نے گہری سانس لیتے آنکھیں بند کیں" اور دوبارہ آنکھیں کھولتے انکی جانب دیکھا مگر خاموش رہا جبکہ ۔ جلال تایا کی بلند آواز پر صائمہ تائی بھی لاؤنج میں آ گئیں۔ وہ سب عماد کی گرفتاری پر بہت پریشان تھے۔

تمہاری خاموشی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے اشعر کہ تم جانتے تھے کہ عماد کے خلاف یہ کیس کون لڑ رہا ہے" وہ غصے سے بولے، اس سے پہلے کہ اشعر کچھ کہتا صائمہ تائی بول" ،پڑیں

،یہ کیس کون لڑ رہا ہے جلال ؟" صائمہ تائی کے سوال پر جلال تایا نے ایک ناگوار نظر خاموش کھڑے اشعر پر ڈالی اور بولے"

،اس کی بیوی آبرو، وہ لڑ رہی ہے یہ کیس" صائمہ تائی ایک دم حیران ہوئیں مگر پھر فوراً چہرے پر غصے کے تاثرات نمودار ہوئے اور زبان زہر اگلنے لگی"

میں تو پہلے دن سے ہی آپ دونوں کو سمجھانا چاہ رہی تھی کہ یہ لڑکی ناگن ہے ناگن ! ہمارے گھر کی ساری خوشیوں کو یہ ڈائن نگلنا چاہتی ہے" وہ غصے سے بولیں اور اپنی" ،بات جاری رکھی

مگر آپ دونوں نے میری ایک نہ سنی اور آج میرا عماد اس کی وجہ سے تھانے میں ہے" اشعر اب بھی خاموش کھڑا تھا۔"

،تم نے آبرو سے اس کیس کے متعلق بات کی تھی اشعر ؟" جلال تایا کے سوال پر اشعر بولنے لگا"

،جی ابو میں نے بات کی تھی مگر ۔۔۔۔" وہ رکا اور جلال تایا کی جانب دیکھا"

،اس نے میری بات نہیں مانی !" اسکی بات پر جلال تایا کے غصے میں اضافہ ہوا"

کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا اشعر، تم اس سے اپنی ایک بات نہیں منوا سکے !" ان کی آواز بہت اونچی تھی۔"

،وہ جو آج تمہاری ایک بات ماننے سے انکاری ہے، کل کو تم اس کے ساتھ پوری زندگی کیسے گزارو گے ؟" جلال تایا کی بات پر صائمہ تائی فوراً بولیں"

خدا غارت کرے اس آبرو کو، ابھی اس گھر میں اس کے منحوس قدم داخل نہیں ہوئے کہ میرے گھر کا سکون برباد ہو گیا ہے، کل کو اگر وہ یہاں آ گئی تو نجانے کیا کیا دیکھنا" پڑے گا" آج انکے الفاظ پر کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔

،تم دوبارہ اس سے بات کرو اشعر اور اسے کہو کہ یہ کیس واپس لے لے، اسی میں اس کی بھلائی ہے" جلال تایا کی بات پر وہ بولنے لگا"

اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ابو، میں پہلے ہی اس سے یہ بات کر چکا ہوں جس پر وہ مجھے صاف انکار کر چکی ہے "اشعر کے لہجے میں مایوسی تھی، اسے یہ دن صرف آبرو کی ضد کی" وجہ سے دیکھنا پڑ رہا تھا۔

تم کیسے مرد ہو اشعر، اپنی بیوی کی ضد کے آگے اتنی آسانی سے ہار مان گئے، تمہیں شرم آنی چاہیے اشعر "جلال تایا کی باتیں اشعر گردن جھکائے سن رہا تھا جبکہ صائمہ تائی کا" ،دل چاہ رہا تھا کہ وہ ابھی اسی وقت آبرو کا وجود اس دنیا سے ختم کر دیں

"تم اپنے بھائی کی خاطر اسے مجبور نہیں کر سکے، تم۔۔۔۔۔"

ابو میں۔۔۔۔۔"اشعر نے انکی بات کاٹی کہ جلال تایا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروا دیا۔"

مجھے کچھ نہیں سننا اشعر! تم جتنا جلدی ہو سکے آبرو کو سمجھاؤ کہ اسے یہ کیس ہر صورت واپس لینا ہو گا، ورنہ نتائج یقیناً اسے پسند نہیں آئیں گے "وہ غصے سے اپنی بات مکمل" ،کرتے وہاں سے چلے گئے، ان کے جانے پر صائمہ تائی نے اشعر کو مخاطب کیا

یہی انجام ہوتا ہے اشعر، ماں کی نافرمانی کا! تم نے میرے خلاف جا کر اس لڑکی سے شادی کی تھی نہ اب دیکھ لو اس کے کارنامے "وہ اپنی بات کہتے وہاں رکی نہیں جبکہ اشعر" ایک بار پھر لاؤنج میں اکیلا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ کیسے آبرو کے لیے ہر بار اپنی ماں سے لڑ جاتا تھا اور اس نے اس کی محبت کا یہ صلہ دیا تھا کہ وہ آج اپنے ماں باپ سے نظریں ملانے کے قابل نہ تھا، جس کی وجہ صرف اسکی ایک بے معنی ضد تھی۔

urdunovelsblog

میں ٹھیک ہوں بیٹا، نور نے تمہیں خواہ مخواہ پریشان کیا "وہ بیڈ پر نیم دراز تھیں، جبکہ تاشفین ان کا بی پی چیک کر رہا تھا۔"

بھائی اموجان جھوٹ بول رہی ہیں، ان کی طبیعت بہت خراب تھی، ان سے ہلا تک نہیں جا رہا تھا، میں نے بہت مشکل سے انہیں سنبھالا ہے "سبرینہ کی حالت کچھ دیر پہلے" ،واقعی بگڑ گئی تھی۔ تاشفین نے خاموشی سے بی پی اپریٹس سائیڈ پر رکھا اور سبرینہ کی جانب دیکھتا بولنے لگا

"آپ نے دوپہر میں کیا کھایا تھا اموجان؟"

،صرف ایک گلاس جوس پیا تھا بھائی "جواب نور کی جانب سے آیا، جس پر تاشفین نے خفگی سے سبرینہ کی جانب دیکھا"

اموجان آپ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتیں، میں نے پہلے بھی بہت بار آپ سے کہا ہے کہ آپ کھانے پینے میں یوں لاپرواہی مت کیا کریں مگر آپ میری بات نہیں"

،مانتیں" سبرینہ اسکی بات کے جواب میں خاموش رہیں، ان کی اس خاموشی پر تاشفین ایک دم ٹھٹکا

نور تم اموجان کے لیے کچھ کھانے کو لے آؤ پھر مجھے انہیں میڈیسن دینی ہے" نور تاشفین کی بات پر اثبات میں سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔"

!اموجان" تاشفین کے پکارنے پر سبرینہ نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھاتے اپنے بیٹے کی جانب دیکھا، جوان کا حاصلِ زیست تھا"

مجھے بھی نہیں بتائیں گی کہ کیا بات ہے؟" آنسو بے اختیار رخسار پر بہنے لگے، تاشفین نے انکے آنسو صاف کرتے، ان کا ہاتھ تھاما جس پر وہ بولنے لگیں۔"

آج۔۔۔۔ آج 30 سال ہوگئے ہیں تاشفین، 30 سال" وہ رو رہی تھیں، ان کی اس ادھوری بات کے باوجود بھی تاشفین سب سمجھ گیا تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر"

رہی ہیں۔ وہ اپنی ماں کی ہر ایک ایک اذیت کا گواہ تھا۔

،میں وہ منظر، وہ لمحے۔۔۔۔ آج بھی نہیں بھول پاتی تاشفین" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولیں"

،میں۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ میری یادداشت سے۔۔۔ وہ سب تلخ یادیں مٹ جائیں مگر۔۔۔" وہ رو رہی تھیں، تاشفین نے آگے بڑھتے انہیں گلے لگایا"

،مت روئیں اموجان" وہ ان کو سہلاتا بولا"

،خود کو سنبھالیں، آپ کو معلوم ہے نہ آپ کے یہ آنسو مجھے کتنی تکلیف دیتے ہیں" وہ ان کے آنسو صاف کرتا بولا"

urdunovelsblog

میں کیا کروں تاشفین، مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔۔۔ میں وہ سب بھولنا چاہتی ہوں مگر۔۔۔۔ میں نہیں بھول پاتی" ان کا ہر آنسو تاشفین کے دل پر گر رہا تھا اور ہر آنسو کے"

ساتھ تاشفین کی "فیضان صدیقی" نام کے اس شخص سے نفرت بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ شخص اسکا باپ تھا جسے اس نے اپنی پوری زندگی میں ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا اور نہ

،ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے انہیں اپنے ساتھ لگاتے ان کا ماتھا چوما اور آنسو صاف کرتا بولا

،اموجان ادھر دیکھیں، میری طرف" اس نے ان کا چہرہ اپنی جانب کیا، جس پر سبرینہ اسکی جانب دیکھنے لگیں"

خود کو یوں اذیت مت دیا کریں اموجان، یہ زندگی پہلے ہی آپ کے بہت امتحانات لے چکی ہے، خود کو مزید پریشان مت کیا کریں، بس ایک بات یاد رکھیں" وہ انکی آنکھوں"

،میں دیکھتا بول رہا تھا

چاہے جو بھی ہو میں، آپ کا بیٹا! آپ کا خون! ہمیشہ آپ کے ساتھ کھڑا رہوں گا" اسکی بات پر سبرینہ کے لبوں کو ایک آسودہ مسکراہٹ نے چھوا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ " سامنے بیٹھا وجود ہی ان کے جینے کی وجہ تھا۔

اوکے امل بائے، کل ملاقات ہوگی" رتبہ نے امل کے ہمراہ قدم اٹھاتے اسے مخاطب کیا۔ وہ دونوں یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں موجود تھیں۔"

بائے" امل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ رتبہ قدم اٹھاتی یونیورسٹی کے گیٹ کی جانب بڑھ گئی جبکہ امل کچھ فاصلے پر لگے بینچز میں سے ایک بینچ پر جا بیٹھی اور موبائل" آن کرتے ایک میسج ٹائپ کرنے لگی، موبائل بند کرتے اس نے سکرین پر دیکھا، شام کے 5 بج چکے تھے۔ ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ اچانک اسے اپنے برابر میں کوئی بیٹھتا ہوا محسوس ہوا، اس نے گردن موڑ کر دیکھا، آنے والا شہریار تھا!

،تمہاری خاص دوست چلی گئی؟" وہ ہنستا ہوا بولا، جس پر امل نے اس کی جانب دیکھتے جواب دیا"

،وہ اور میری خاص دوست!" وہ استہزایہ ہنسی"

،خیر وہ تو یہی سمجھتی ہے" شہریار کی بات پر امل فوراً بولی"

،تو اسے اس بات کا احساس دلانے والی بھی تو میں ہی ہو نہ" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور ایک دم چہرے کے تاثرات تبدیل کرتے اس نے اپنی بات مکمل کی" اور جلد اس نام نہاد دوستی کا اختتام کرنے والی بھی میں ہی ہوں گی" اس کا لہجہ سخت تھا۔"

،یعنی اس دوستی کا اختتام ہونے میں صرف کچھ وقت باقی ہے؟" شہریار سامنے سے گزرتے سٹوڈنٹس کی جانب دیکھتا بولا"

،بالکل، تم دیکھنا کیسے میں سب کے سامنے اسے اس کی اوقات یاد دلاؤں گی" وہ نفرت سے بولی"

،یعنی بہت جلد رتبہ صدیقی کی عزت کا تماشہ ہم سب انجوائے کرنے والے ہیں" اس کا لہجہ ہتک آمیز تھا، امل اس کی بات پر اثبات میں سر ہلاتے دوبارہ بولی"

،تم نے سب ریڈی کر لیا ہے نہ شہری؟" اس کی بات پر شہریار مسکرایا"

یس امل، ڈونٹ یو وری، ایک ایک چیز تیار ہے بس انتظار ہے تو اس گھڑی کا جب سب کے سامنے میں اسے بے عزت کروں گا" اس کے لہجہ سرد تھا۔"

،بہت انتظار کیا ہے ہم دونوں نے اس وقت کا!" امل کی بات پر شہریار نے اسکی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

بالکل اور بہت جلد ہم دونوں کے انتظار کا پھل ہمیں ملتے، ہمارا انتقام پورا ہو جائے گا" اسکی بات پر امل نے اثبات میں سر ہلایا۔"

وہ صوفے پر بیٹھی، لیپ ٹاپ گود میں رکھے کام میں مصروف تھی۔ کچھ دن بعد کورٹ میں اس کیس کی پہلی پیشی تھی اور ابھی بہت کام باقی تھا۔ سامنے رکھے ٹیبل پر چائے کا بھاپ اڑاتا کپ موجود تھا، اس نے کپ پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ بیل کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، وہ لیپ ٹاپ ٹیبل پر رکھتے اٹھ کھڑی ہوئی اور دوپٹہ اوڑھتے قدم گیٹ کی جانب بڑھائے۔ گیٹ کھولتے اس کی نظر سامنے کھڑے اشعر پر پڑی اور اسی وقت دونوں کی نظریں ملیں، دونوں کے چہرے کے تاثرات سرد اور سخت تھے۔ آبرو نے سلام کرتے اسے اندر آنے کا راستہ دیا جس پر وہ بغیر جواب دیے اندر داخل ہو گیا۔ آبرو کو اس کی یہ حرکت شدید ناگوار گزری، وہ گیٹ بند کرتے اس کے ، پیچھے قدم اٹھانے لگی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے خاموشی نے اشعر کا استقبال کیا۔ آبرو کے کچھ کہنے سے پہلے صالحہ بیگم اپنے کمرے سے نکلتیں لاؤنج میں آئیں

،اشعر بیٹا تم، آؤ بیٹھو" وہ مسکراتے ہوئے بولیں"

میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا چچی" وہ روکھے انداز میں بولا، اسکے جواب پر صالحہ بیگم کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوئی جبکہ اس کی یہ بات لاؤنج میں داخل ہوتی آبرو نے بھی" ، سنی

،میں یہاں صرف اپنی بات دہرانے آیا ہوں کہ ابھی بھی وقت ہے آپ آبرو کو سمجھائیں کہ یہ اپنی ضد چھوڑ دے" اس کی بات پر آبرو فورا بولی"

urdunovelsblog

"یہ میری۔۔۔"

اسے سمجھائیں کہ یہ اپنی اس فضول اور بے معنی ضد کو چھوڑ کر امی اور ابو سے معافی مانگے" وہ اس کی بات کاٹتے بلند آواز میں بولا، اسکی اونچی آواز سنتے کمرے میں موجود" رتبہ اور اصباح بھی باہر آ گئیں۔

، کس بات کی معافی؟" آبرو کی آواز بھی کم نہ تھی۔ صالحہ بیگم چہرے پر متفکر تاثرات سجائے انہیں دیکھ رہی تھیں آبرو کے سوال پر وہ اس کی جانب مڑا"

، تمہاری اس ضد کی وجہ سے جو تکلیف انہیں پہنچی ہے، اس کی معافی!" وہ اکھڑے لہجے میں بولا"

"میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا، جس پر مجھے کسی سے بھی معافی مانگنی پڑے بلکہ یہی بات اگر آپ اپنے بھائی۔۔۔۔"

میرے بھائی کو بار بار بیچ میں مت لاؤ، تم پہلے ہی اس کی زندگی میں طوفان لا چکی ہو، اتنی مشکل میں ہے وہ صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔" وہ چلایا۔"

،اور وہ لوگ جن کی زندگی آپ کے بھائی نے برباد کی ہے،ان کے بارے میں کیا کہیں گے آپ "آبرو نے دوبدو جواب دیا"

بس آبرو، خاموش ہو جاؤ، میرے بھائی نے کچھ نہیں کیا، وہ لوگ محض دھوکے باز اور جھوٹے ہیں اور تم۔۔۔۔۔ "وہ انگلی اٹھاتے آبرو کو تنبیہہ کرتے بولا، جس پر آبرو"

،بولنے لگی

ٹھیک ہے اشعر، مان لی آپ کی ہر بات، ہیں وہ لوگ جھوٹے اور آپ کا بھائی سچا! مگر اب آپ میری بات غور سے سنیے گا" صالحہ بیگم کو معلوم تھا کہ وہ کس بارے میں بات"

کرنے جا رہی ہے۔

،آج سے پانچ سال پہلے میرے اغوا کی واردات تو یاد ہے نہ آپ کو "اشعر خاموش رہا"

،اس کے پیچھے بھی آپ کے بھائی کا ہاتھ تھا "اس کی بات پر اشعر ہنسنے لگا"

کوئی اور الزام رہ گیا ہے جو تم میرے بھائی پر لگانا چاہتی ہو "آبرو فوراً بولی، لاؤنج میں کھڑے باقی نفوس ان کے درمیان ہونے والی اس تکرار کے شاہد تھے۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں اشعر، میرے اغوا کے پیچھے عماد کا ہی ہاتھ تھا، آپ۔۔۔۔۔"

،اپنی بکواس بند کرو آبرو، تمہیں کیا لگتا ہے تم میرے بھائی کے خلاف جو چاہو بولتی جاؤ گی اور میں سن لوں گا "وہ دھاڑا"

،آج تم اس کے سر اپنے اغوا کا الزام ڈال رہی ہو تو کل کو تم کہو گی کہ میرا بھائی قاتل بھی ہے "اس نے قدم آبرو کی جانب بڑھائے اور انگلی اٹھاتے اسے وارن کرنے لگا"

میری ایک بات کان کھول کر سن لو آبرو کہ میں تمہاری کسی بھی بات پر یقین نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا بھائی کیسا ہے "وہ انجان تھا بہت سی چیزوں"

سے، بے خبر تھا بہت سے معاملات سے، اور یہ بے خبری مستقبل میں اس کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہونے والی تھی۔

امی تمہارے بارے میں بالکل ٹھیک کہتی تھیں آبرو، بالکل ٹھیک، میں ہی پاگل ہوں بلکہ تھا! اب میری آنکھوں پر بندھی پٹی بھی کھل چکی ہے اور مجھے لوگوں کے اصل"

چہرے دکھائی دینے لگے ہیں "وہ بدل گیا تھا، ہاں وہ بدل گیا تھا۔

،کاش کہ آپ اپنی ان آنکھوں سے اپنے بھائی کا اصل چہرہ بھی دیکھ پاتے "آبرو کی بات پر وہ نفی میں سر ہلاتے دوبارہ بولا"

تمہیں سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کوئی فائدہ نہیں! تم شوق سے اپنی ضد پوری کرو مگر دیکھنا تمہاری اس ضد کا انجام کتنا بھاری ہوگا کیونکہ اب میں تمہیں تمہاری زبان میں ہی جواب دوں گا" وہ کہتے وہاں رکا نہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔ آبرو نے آنکھیں زور سے بند کرتے گہری سانس لی۔ اصباح اور رتبہ نے آج تک اشعر کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ صالحہ بیگم آبرو کے قریب آئیں اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے اپنی جانب متوجہ کیا،

پریشان مت ہو بیٹا، میں تمہارے ساتھ ہوں" آبرو نے ان کی جانب دیکھا، صالحہ بیگم نے آنکھیں بند کرتے اسے اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلایا، آبرو کے لبوں کو آسودہ" مسکراہٹ نے چھوا، اس کی آدھی پریشانی ایک دم دور ہوگئی۔ وہ اس کی ماں تھیں اور اب انکا ساتھ اسے ان مشکلات کا سامنا کرنے کی مزید طاقت دے رہا تھا۔

وہ گاڑی سے اترتے تیز تیز قدم اٹھاتی ریسٹورنٹ کے اندر داخل ہوئیں، آس پاس موجود لوگ بھی ان کی جانب متوجہ ہوئے، گہرے نیلے رنگ کا لباس پہنے وہ اس وقت بہت غصے میں تھیں۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے اپنی متلاشی نظریں ادھر ادھر گھمائیں کہ ایک ٹیبل پر وہ انہیں سامنے بیٹھا دکھائی دیا۔ وہ قدم اٹھاتیں اس ٹیبل تک گئیں اور کھڑے کھڑے اسے مخاطب کیا،

کیوں بلایا ہے تم نے مجھے یہاں؟" ان کے سوال پر سامنے بیٹھا شخص مسکرایا۔"

بیٹھ جائیں فائقہ بیگم، بیٹھ جائیں، آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے" فائقہ بیگم نا چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئیں اور اپنا پرس ٹیبل پر رکھا۔"

میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر تمہاری باتیں سنوں، اس لیے جو بھی بات ہے جلدی کرو" فائقہ بیگم غصے سے بولیں مگر آواز زیادہ اونچی نہ" تھی۔

اطمینان رکھیے فائقہ بیگم، میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا" وہ بولنے لگا جبکہ نگاہوں کا مرکز اپنے ہاتھ کا جلا ہوا حصہ تھا۔"

مجھے 15 لاکھ روپے چاہیے" اسکی بات پر فائقہ بیگم کا دماغ بھک سے اڑا"،

تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نہ، ابھی دو ہفتے پہلے ہی تو میں نے تمہیں 10 لاکھ کا چیک دیا ہے اور اب تم۔۔۔" فائقہ بیگم کی آواز کچھ بلند ہوئی"،

میں تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں دوں گی" وہ غصے سے بولیں۔"

مجھے یہ رقم اسی ہفتے چاہیے" وہ شخص اطمینان سے بولا"،

urdunovelsblog

لگتا ہے تمہارا دماغ واقعی خراب ہو گیا ہے! میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ میں تمہیں ایک پیسہ نہیں دوں گی اور تم۔۔۔۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، سامنے بیٹھے" شخص کے چہرے پر اب بھی اطمینان برقرار تھا۔

،تمہیں کیا لگتا ہے تم جو کہو گے میں کرنے کو تیار ہو جاؤں گی ہاں! بالکل نہیں میں اس بار تمہیں ایک پیسہ نہیں دوں گی" وہ ٹیبل پر پڑا اپنا پرس اٹھاتی بولیں"

،سوچ لیں فائقہ بیگم، ایک بار سوچ لیں" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا"

"میں اچھی طرح سوچ چکی ہوں کہ میں اب۔۔۔"

میں نے کہا ایک بار اچھی طرح سوچ لیں کیونکہ اگر میری زبان کھل گئی تو آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا" وہ انکی بات کاٹتا بولا، کچھ پل کے لیے فائقہ بیگم خاموش" ،ہو گئیں مگر پھر بولنے لگیں

تم مجھے یوں بلیک میل نہیں کر سکتے "اس بار ان کا لہجہ کمزور تھا۔"

،میں بلیک میل نہیں کر رہا، حقیقت بتا رہا ہوں کہ اگر میری زبان کھل گئی تو آپ خالی ہاتھ رہ جائیں گی" وہ اطمینان سے بولا، فائقہ بیگم دوبارہ بیٹھ گئیں"

"مگر میں تمہیں اتنی بڑی رقم۔۔۔"

،بڑی رقم کہاں ہے فائقہ بیگم! صرف 15 لاکھ ہی تو ہیں" وہ انکی جانب دیکھتا بولا"

،اور مشہور بزنس مین فیاض لاشاری کی بیوی کے لیے تو 15 لاکھ بہت معمولی رقم ہے" اسکی بات پر فائقہ بیگم چہرے پر پریشانی کے تاثرات سجائے بولیں"

"تم میری بات نہیں سمجھ رہے، میں۔۔۔"

،چلیں میں آپ کو کچھ رعایت دیتا ہوں، ایک ہفتے کی بجائے آپ 10 دن تک یہ رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروا دیجیے گا" اس نے دوبارہ ان کی بات کاٹی"

مگر میں۔۔۔" فائقہ بیگم کے لہجے میں بے بسی تھی۔"

اسی میں آپ کی بھلائی ہے فائقہ بیگم "اس بار اس کے لہجے میں وارننگ تھی۔ فائقہ بیگم خاموش ہو گئیں کیونکہ اب خاموشی کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔"

urdunovelsblog

اب کیسی طبیعت ہے آپ کی اموجان؟"زاویار کمرے میں داخل ہوا، جہاں سامنے بیڈ پر سبرینہ اور نور بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں اسکی جانب متوجہ ہوئیں، دیوار پر موجود گھڑی"

اس وقت شام کے آٹھ بجا رہی تھی۔ سبرینہ کی طبیعت کل کی نسبت اب کافی بہتر تھی۔ زاویار بیڈ پر سبرینہ کے قریب بیٹھ گیا۔

اللہ کا شکر ہے بیٹا، اب بہت بہتر ہے"سبرینہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے جواب دیا۔"

،نور آپ کا خیال نہیں رکھتی نہ اموجان"زاویار کی اس بات پر نور نے غصے سے اس کی جانب دیکھا اور بولنے لگی"

،واہ کہہ بھی کون رہا ہے! خود تو پورا پورا دن گھر سے باہر ہوتے ہو اور مجھے کہہ رہے ہو کہ میں اموجان کا خیال نہیں رکھتی"نور کی بات پر زاویار آنکھیں گھماتے بولنے لگا"

،میں نے سوچ لیا ہے کہ اب مجھے ہی اموجان کے لیے کچھ کرنا ہوگا"وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتا اپنی کہنے لگا، سبرینہ اور نور نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا"

یعنی کہ نور تو اب آپ کا خیال نہیں رکھتی تو ہمیں گھر میں کسی ایسے انسان کو لانا ہوگا جو اموجان کا خاص خیال رکھے"نور نے خفگی سے اسے دیکھا جبکہ اسکی بات پر سبرینہ"

،مدھم مسکرائی

ڈاکٹر صاحب تو ابھی راضی نہیں ہیں تو مجھے ہی قربانی دینی ہوگی"وہ دونوں سمجھ چکی تھیں کہ اس کا اشارہ کس جانب ہے۔"

،دیکھیں اموجان یہ کیسے آپ کی طبیعت کا بہانہ بنا کر اپنا مطلب نکال رہا ہے، کتنی جلدی ہے اسے شادی کی!"نور کے بولنے پر سبرینہ ہنسنے لگی"

،آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے اموجان؟ گھر میں ہر وقت کتنا سناٹا ہوتا ہے نہ کوئی ہلچل نہ کوئی مزہ، کچھ بھی نہیں"وہ قدرے افسوس سے بولا"

،تو پھر بتاؤ تمہیں کیسی لڑکی چاہیے؟"سبرینہ کے بولنے پر زاویار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی"

،اموجان آپ اس کی باتوں میں مت آئیں، پہلے بھائی کی شادی ہوگی پھر اس کی باری آئے گی"نور نے سبرینہ کی جانب دیکھتے کہا"

،تم خاموش رہو نور، اچھی لڑکیاں بڑوں کے معاملات میں نہیں بولتیں"زاویار کی بات پر نور نے غصے سے زاویار کو گھورا اور بولی"

،تو پھر ٹھیک ہے اموجان، ہم زاوی کے لیے ایسی لڑکی لائیں گے جو بہت کم بولتی ہو بلکہ گونگی لڑکی ٹھیک رہے گی"سبرینہ اس کی بات پر ہنسنے لگیں"

،بالکل بھی نہیں، مجھے ہر وقت چپ رہنے والی، معصوم لڑکیاں بالکل نہیں پسند!"زاویار نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا"

،تو پھر کیسی لڑکیاں پسند ہیں تمہیں؟"سبرینہ نے دوبارہ زاویار سے اسکی پسند پوچھی"

urdunovelsblog

بالکل میرے جیسی! ذہین، خوبصورت اور ہر وقت ایکٹو رہنے والی! میں ایک بات کہوں تو وہ دو سنائے، میں ایک پلیٹ توڑوں تو وہ دو پلیٹ توڑے!" زاویار کی اس بات پر"

،نور فوراً بولی

"!استغفر اللہ یہ کیسی مثال تھی زاوی"

،میں نے اپنی پسند بتائی ہے" زاویار مزے سے بولا"

"تمہاری پسند کا تو اللہ ہی مالک ہے"

،کیوں تمہیں اس سے کیا مسئلہ ہے؟" نور نے اپنا رخ سبرینہ کی جانب موڑا"

،مسئلہ ہی مسئلہ ہے، ہم سے ایک تم سنبھالنے نہیں جاتے اگر تم جیسی ایک اور آگئی تو ہمارا گھر تو چڑیا گھر بن جائے گا" نور کی بات پر زاویار کے دماغ میں ایک خیال نمودار ہوا"

،میں سوچ رہا ہوں اموجان کہ کیوں نہ ہم سب سے پہلے نور کو ہی رخصت کر دیں تاکہ یہ ظالم نند بن کر میری بیوی پر ظلم نہ کر سکے" نور نے فوراً اسکے بازو پر چپت رسید کی"

،تمہیں شرم نہیں آتی زاوی، ایسی بات کرتے ہوئے" وہ خفگی سے بولی"

،نہیں بالکل نہیں!" وہ ڈھٹائی سے بولا، اس سے پہلے کہ نور کچھ کہتی زاویار کا فون بجنے لگا"

،اموجان میرے مشورے پر سوچیے گا ضرور!" وہ کہتا بیڈ سے اٹھا اور کمرے سے چلا گیا"

بدتمیز نہ ہو تو!" نور اب تک اس کی بات پر خفا تھی جبکہ سبرینہ ان کی اس نوک جھوک پر ہمیشہ کی طرح مسکرا رہی تھیں۔ یہ اولاد ہی تو اُن کا کل سرمایہ تھی، ان کی زندگی"
میں رنگ انہیں کی بدولت تھے۔

وہ اپنے آفس میں بیٹھی اس وقت بہت مطمئن اور پرسکون تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی پولیس اسٹیشن سے واپس آئی تھی، اسلم سرکاری گواہ بننے کے لیے راضی تھا، وہ عدالت میں سرکاری گواہ بنتے تمام جرائم کا اعتراف کرنے والا تھا۔ آبرو بہت خوش تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اسلم کی گواہی کے بعد اس کیس میں اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی اور فیصلہ وردہ کے حق میں ہی سنایا جائے گا۔ اسلم کے مطالبے کے مطابق وہ اسے اگلی پیشی تک ضمانت پر رہا کروا کر آئی تھی، تین دن بعد ہونے والی پیشی میں اس کا پیش ہونا بہت

ضروری تھا تاکہ کیس کو مزید ٹالنے کی بجائے، جلد فیصلہ کرتے وردہ کے مجرموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ موبائل پر ہوتی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کی، اس نے ہاتھ بڑھاتے فون اٹھایا اور کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا،

"ہیلو" وہ پرسکون انداز میں بولی مگر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتے اسکے چہرے کا سکون غائب ہوا، چہرے کے تاثرات سخت ہوئے، آنکھوں میں ناگواری در آئی۔ کچھ لمحے بعد وہ فون کاٹ چکی تھی۔ ایک پرسکون اور اطمینان بھری خبر کے بعد اب اسے ایک بری خبر سننے کو ملی تھی۔ عماد کو رہا کروالیا گیا تھا اور اسے رہا کروانے والا شخص اشعر صدیقی تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا، اس جنگ میں اس کے مخالف اس کے اپنے تھے، خون کے رشتے اور اپنوں سے ہونے والی جنگیں، قانونی جنگوں سے بہت مختلف ہوا کرتی ہیں۔ جب مخالف آپ کے اپنے ہوں تو رشتوں کی ڈور ہمیشہ آڑے آجاتی ہے، جسے کے ٹوٹنے پر بھی اپنے ہاتھ زخمی ہوتے ہیں اور بچا لینے پر بھی اپنا ہی وجود زخمی ہوتا ہے!

رتبہ آج صالحہ بیگم کے ہمراہ سبرینہ کی عیادت کے لیے انکے گھر آئی تھی۔ وہ صالحہ بیگم کے ساتھ لاؤنج میں موجود صوفے پر بیٹھی تھی جبکہ سامنے سبرینہ کے ساتھ بیٹھی نور اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ کچھ دیر ہی گزری تھی کہ زاویار لاؤنج میں داخل ہوا، سب اسکی جانب متوجہ ہوئے۔ ہاتھ میں پکڑا ہیلمٹ اور سیاہ پینٹ کوٹ اس بات کی علامت تھا کہ وہ ابھی کورٹ سے آیا تھا۔ وہ انہیں سلام کرتے سیڑھیاں چڑھتا اوپر چلا گیا۔ اس نے ایک بار بھی رتبہ کی جانب نہیں دیکھا اور یہ بات رتبہ نے بخوبی محسوس کی، اسے ایک دم خیال آیا کہ شاید یہ اس دن ان دونوں کے درمیان ہوئی گفتگو کا نتیجہ ہے۔ رتبہ کو احساس ہوا کہ اسے اس دن زاویار کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ کچھ دیر بعد نور رتبہ کو اپنے ساتھ لیے اوپر اپنے کمرے میں آئی کہ اچانک کچھ یاد آنے پر وہ رتبہ کو وہیں بیڈ پر بیٹھنے کا کہتے کمرے سے چلی گئی۔ رتبہ وہیں بیٹھی آس پاس موجود چیزیں دیکھنے میں مصروف تھی کہ اسے سامنے سے زاویار گزرتا دکھائی دیا، وہ تیزی سے اٹھتی دروازے کے قریب گئی اور وہیں سے اسے پکارا،

"زاویار" رتبہ کی آواز پر وہ رکا، وہ اسکی آواز پہچانتا تھا، اس کے منہ سے اپنا نام سنتے وہ مسکرایا مگر پھر اپنی مسکراہٹ چھپاتے وہ پلٹا اور اسے دیکھتے اپنی جانب اشارہ کیا گویا پوچھنا چاہتا ہو کہ وہ اسے ہی بلا رہی ہے یا کسی اور کو! زاویار کی اس اوور ایکٹنگ پر رتبہ کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر پیٹ لے مگر مجبوراً اثبات میں سر ہلاتے اسے وضاحت دی کے وہ اسے ہی بلا رہی ہے۔ زاویار چلتا ہوا اس کے پاس آیا،

"جی کہیے" وہ جان بوجھ کر اپنے لہجے میں بے زاری لیے بولا،

"وہ مجھے تم سے کچھ کہنا تھا" رتبہ نے بات کا آغاز کیا،

جی کہیں میں سن رہاہوں"وہ مصروف انداز میں اپنا موبائل نکالتے بولا، رتبہ کو اس وقت اس پر شدید غصہ آرہا تھا مگر اس سے بات کرنا بھی ضروری تھا۔"

شکریہ!"رتبہ کے اس ایک لفظی جواب پر وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ کس لیے اسکا شکریہ ادا کر رہی ہے مگر وہ زاویار آفریدی تھا، اتنی آسانی سے اسکا شکریہ کیسے قبول کر لیتا۔"

،شکریہ؟ کس لیے؟"رتبہ فورا بولی"

وہ اس دن تم بارش میں مجھے گھر چھوڑنے آئے تھے، تب میں تمہارا شکریہ ادا کرنا بھول گئی تھی"رتبہ کی بات پر زاویار زیر لب مسکرایا۔"

،اوہ تو آپ آج میرا شکریہ ادا کرنے میرے گھر آئی ہیں!"اسکی بات پر رتبہ آنکھیں گھماتے بولی"

،خوش فہمی ہے تمہاری! وہ تو میں نے سوچا کہ کسی کا احسان زیادہ دیر تک نہیں رکھنا چاہیے"اس کے اس جواب پر زاویار ہنستے ہوئے بولا"

،اوہ، تو شکریہ ادا کر کے آپ نے اپنا احسان اتار دیا واہ!"وہ متاثر ہوا"

ہاں بالکل!"رتبہ کے اس جواب پر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا نور ان دونوں کو کمرے سے باہر کھڑا دیکھتے انکے پاس آئی۔ نور کے یہاں آنے پر رتبہ کو فورا اپنی پوزیشن کا"
،احساس ہوا، اس نے مسکراتے ہوئے نور کی جانب دیکھا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی کہ زاویار کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی

نور مہمانوں کو کھانے کا ضرور پوچھنا کیونکہ گھر آئے مہمانوں کی میزبانی کرنا میزبان کا فرض ہوتا ہے!"رتبہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا اشارہ کس جانب تھا۔ رتبہ کو فورا اُسے"
،شکریہ بولنے پر افسوس ہوا۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگی

،یہ کیا فضول بات کی ہے تم نے زاوی"نور غصے سے بولی"

میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا، میں تو کب سے خاموش کھڑا ہوں"زاویار کی نظروں کا مرکز سیڑھیاں اترتی رتبہ تھی۔ نور نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور زاویار کو"
،مخاطب کرتے بولی

تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ زاوی!"وہ مسکرا رہی تھی۔"

،ہاں ہاں، بالکل ٹھیک ہے، ایک دم فٹ!"جواب فورا آیا"

،کہیں تمہیں محبت تو نہیں ہو گئی؟"نور کا یہ سوال ایک دم غیر متوقع تھا۔ زاویار نے فورا اسکی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

،محبت اور میں !"وہ استہزائیہ ہنسا"

"نور نے نفی میں سر ہلایا، "تمہیں پتا ہے نور کے دنیا کے سب سے فارغ لوگ کیا کرتے ہیں ؟

محبت ! اور زاویار آفریدی کے پاس کرنے کو بہت کام ہیں" وہ مزے سے کہتا وہاں سے چلا گیا جبکہ نور اسکی فضول باتوں پر سر جھٹکتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔"

کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ بیڈ پر پڑے موبائل پر ایک میسج موصول ہوا، جس سے موبائل کی سکرین روشن ہوئی اور ساتھ بیٹھے وجود کی شناخت ہوئی۔ وہ فائقہ لاشاری تھیں جو اپنے کمرے میں آنکھیں موندے بیڈ پر بیٹھیں اس وقت شدید پریشان تھیں۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ اس ریسٹورنٹ سے واپس آئی تھیں اور وہاں ہونے والی اس بحث نے ان کا سکون چھین لیا تھا۔ انہیں ماضی میں کی گئی اپنی وہ غلطی شدت سے یاد آنے لگی، جس کی وجہ سے انہیں آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا تھا۔ 30 سال ہونے کو آئے تھے مگر آج بھی وہ اس بے چینی سے جان نہیں چھڑا پائی تھیں۔ کاش وہ ماضی میں جلد بازی میں وہ فیصلہ نہ کرتیں، خدا کی رحمت پر یقین رکھتیں تو آج پر سکون ہوتیں۔ آنکھیں کھولتے ان کی نظر سامنے دیوار پر لگی اس تصویر پر پڑی۔ اس تصویر میں فائقہ بیگم کی ایک جانب شاہزین جبکہ دوسری جانب شہریار کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس تصویر کو دیکھتے ان کے ذہن کے پردے پر ماضی کا وہ منظر لہرایا۔ ہسپتال کا وہ منظر جہاں سے اس معاملے کا آغاز ہوا تھا۔ ان کے دل میں آج بھی وہ راز موجود تھا جو عیاں ہوتے ہی انکی زندگی برباد کر سکتا تھا۔ وہ !راز ایک کڑوا سچ تھا کہ شاہزین لاشاری ان کی اپنی اولاد نہ تھا

وہ کسی اور کے جگر کا ٹکڑا تھا، کسی کی خوشیوں کی نوید تھا۔ ان تمام خوشیوں سے اس کے والدین کو محروم کرتے فائقہ بیگم نے وہ خوشیاں اپنی جھولی میں ڈالی تھیں۔ وہ کوئی لاوارث بچہ نہ تھا بلکہ فائقہ بیگم بخوبی جانتی تھیں کہ شاہزین لاشاری کے حقیقی والدین کون تھے! انہوں نے اس کی ماں کے آنسو اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے کیونکہ شاہزین کسی اور کا نہیں بلکہ فیاض لاشاری کی کمپنی کے ایک ایمپلائی حیات صدیقی کا بیٹا تھا، جسے ایک سازش کے تحت فائقہ بیگم اپنی اولاد بنا چکی تھیں مگر آج وہ اس فیصلے کو اپنی زندگی کہ سب سے بڑی غلطی تصور کرتی تھیں۔ آج شاہزین انکے اپنے سگے بیٹے شہریار لاشاری کے ساتھ دولت میں شراکت دار تھا۔ وہ بہت بری بری عادتیں اپنا چکا تھا، جس پر انہوں نے شاہزین کو کبھی روکا نہ تھا اور سب سے بڑھ کر وہ شخص جو اس راز میں ان کا شریک تھا، وہ 30 سال سے مسلسل انہیں بلیک میل کر رہا تھا جس پر وہ اسے پیسے دیتے اس کا منہ بند کروانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر دن بہ دن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہو رہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اگر آج یہ راز فاش ہو جاتا ہے تو وہ اپنا سب کچھ گنواتے خالی ہاتھ رہ جائیں گی۔

اس نے ٹیبل پر پڑا اپنا کیچر اٹھاتے، بالوں کو جوڑے میں قید کیا اور قدم اٹھاتی لاؤنج میں آ گئی، جہاں اسے سامنے ہی صالحہ بیگم اور اصباح بیٹھی دکھائی دیں، وہ چلتی ہوئی ان کے پاس آ بیٹھی کہ رتبہ ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ان کے پاس آئی، ٹرے میں چائے کے پانچ کپ موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ ان سب کے درمیان الفاظ کا کوئی تبادلہ ہوتا، باہر گیٹ پر ہوتی تیز دستک نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا، کوئی زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا کہ کارپٹ پر بیٹھی حرم فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے گیٹ کی جانب بھاگی، گیٹ کھلتے ہی اسے سامنے عماد کھڑا نظر آیا جو گیٹ کھلتے ہی تیزی سے اندر داخل ہوا، غصہ اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا لاؤنج میں آیا، اسے دیکھتے ہی وہ سب اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس نے قدم آبرو کی جانب بڑھائے۔ آبرو بھی قدم اٹھاتے اس کی جانب بڑھی،

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا آبرو" وہ آبرو کی جانب دیکھتے، غصے سے بولا،

"ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے عماد، ابھی تو میں تمہیں تمہارے انجام تک پہنچاؤں گی" آبرو بھی جواباً غصے سے بولی،

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کس کے ساتھ الجھ رہی ہو، تم مجھے ابھی جانتی نہیں ہو" وہ اونچی آواز میں اسے دھمکی دینے لگا۔

"مجھے واقعی اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنے گھٹیا ہو سکتے ہو" آبرو کی بات پر عماد کے غصے میں اضافہ ہوا۔

"اپنی زبان سنبھال کر بات کرو، تمہارے الفاظ تمہیں بہت مہنگے پڑنے والے ہیں" اس نے قدم آگے بڑھائے، لاؤنج میں موجود باقی سب نفوس انسان کے بھیس میں موجود اس حیوان کو دیکھ رہے تھے۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو ہاں! دیکھنا تمہاری یہ اکڑ میں کیسے توڑوں گا" وہ غصے سے ایک ایک لفظ چبا کر بول رہا تھا۔

"تو کیا دوبارہ مجھے اغوا کرواؤ گے؟" عماد کو حیرت کا جھٹکا لگا،

"تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے پتہ نہیں چلے گا، تمہارے خلاف ایک ایک ثبوت موجود ہے میرے پاس" آبرو کا لہجہ سخت تھا۔

"تمہیں تمہارے انجام سے اب کوئی چیز نہیں بچا سکتی" وہ اٹل لہجے میں بولی۔ عین اسی وقت گیٹ کے باہر ایک گاڑی آرکی، گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر آفاق موجود تھا جبکہ دوسری جانب سے رابعہ بیگم گاڑی سے اتریں۔ وہ دونوں قدم اٹھاتے گیٹ کی جانب آئے، گیٹ کھلا دیکھ کر وہ اندر داخل ہوئے، اندر سے آتی آوازوں پر وہ جلدی سے لاؤنج کی جانب بڑھے۔

urdunovelsblog

پہلے تو میرے بھائی نے تمہیں بدنامی سے بچالیا تھا مگر اس بار میں تم سب کا وہ حال کروں گا کہ تم لوگ کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہو گے "وہ ہر حد پار کر چکا تھا۔اس" کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ پیچھے کھڑے آفاق اور رابعہ بیگم نے بھی سنے تھے۔عماد کی پشت ان کی جانب تھی،آفاق نے تیزی سے آگے بڑھتے،اسے بازو سے پکڑا اور ،اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا مگر عماد کو دیکھتے انہیں ایک دم حیرت کا جھٹکا لگا۔عماد لڑکھڑاتا ہوا کچھ دور ہوا کہ آفاق کو اسکے کہے الفاظ یاد آئے

،کیا کہہ رہے تھے تم ہاں کہ کیا کرو گے ؟"وہ غصے سے اسکی جانب دیکھتا بولا"

،تم بیچ میں مت بولو ورنہ اچھا نہیں ہو گا"وہ آفاق کو پیچھے ہٹاتا دوبارہ آبرو کی جانب مڑا کہ آفاق نے اسے دوبارہ کھینچتے ہوئے اپنے سامنے کیا"

،ابھی اور اسی وقت یہاں سے دفع ہو جاؤ"آفاق اونچی آواز میں بولا"

،نہ جاؤں تو کیا کر لو گے تم ؟"وہ آفاق کی جانب قدم بڑھاتا بولا"

تم کیا سمجھتے ہو ایک انگوٹھی پہنا کر تم اصباح کو مجھ سے بچالو گے ؟تم دیکھنا۔۔۔۔۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے آفاق کا تھپڑ اس کا منہ بند کروا چکا تھا۔سب آفاق کی" ،اس حرکت پر حیران ہوئے جبکہ آفاق نے عماد کا گریبان پکڑتے اسے اپنے سامنے کیا اور چہرے پر پتھریلے تاثرات لیے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا بولا

اگر آئندہ تم نے اس گھر کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں یہ دنیا تمہارے لیے اتنی تنگ کر دوں گا کہ تمہیں سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں ملے گی"اس کے الفاظ اور لہجے" میں بہت سختی تھی۔

urdunovelsblog

،اور اگر میں ایسا نہ کر سکا تو میرا نام آفاق قریشی نہیں"اس سے پہلے کے آفاق مزید کچھ کہتا رابعہ بیگم نے آگے بڑھتے انہیں الگ کیا۔عماد اپنا گریبان درست کرتے بولا"

،دیکھ لوں گا میں تم سب ،کسی کو نہیں چھوڑوں گا"وہ غصے سے بولتا باہر کی جانب بڑھنے لگا،آفاق کا لہجہ واقعی اسے خوفزدہ کر گیا تھا۔اسکی بات پر آفاق فورا بولا"

زندہ بچ کر آج تم بھی یہاں سے نہ جاتے اگر مجھے جلال ماموں کا خیال نہ ہوتا"اسکی بات سنتے عماد گیٹ عبور کر گیا جبکہ آفاق اور رابعہ بیگم کے علاوہ وہاں کھڑے تمام نفوس" ابھی تک اس واقعے کے زیرِ اثر تھے۔

تم نے یہ سب ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا بیٹا؟"رابعہ بیگم نے سامنے بیٹھی آبرو کو مخاطب کیا،جو سامنے صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھی انہیں شروع سے لے کر آخر تک ہر بات بتا" چکی تھی جبکہ رابعہ بیگم کے ساتھ بیٹھا آفاق چہرے پر سنجیدہ تاثرات لیے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

میں آپ کو کیا بتاتی پھپھو، مجھے تو خود یہ بات ایک ہفتہ پہلے معلوم ہوئی ہے "صوفوں سے کچھ فاصلے پر اصباح اور رتبہ کھڑی ان کی گفتگو سن رہی تھیں۔"

،تم نے اشعر سے اس معاملے کے متعلق بات کی تھی؟"آبرو نے صالحہ بیگم کی جانب دیکھا اور بولنے لگی"

،جی پھپھو میں نے اس کیس کے متعلق سب سے پہلے اشعر سے ہی بات کی تھی "آفاق نے بھی آبرو کی جانب دیکھا"

تو پھر کیا جواب دیا اس نے؟"رابعہ بیگم کے اس سوال پر آبرو انہیں اشعر کے رویے کے بارے میں بتاتی چلی گئی۔"

،مجھے اشعر سے ایسی امید بالکل نہ تھی "رابعہ بیگم کے لہجے میں افسوس تھا"

،وہ جلال ماموں کا بیٹا ہے امی" آفاق نے بھی اپنی چپ توڑی"

آپ کو اس سے ایسے ہی رویے کی امید رکھنی چاہیے تھی"سب آفاق کی جانب متوجہ تھے۔"

،آبرو"آفاق نے آبرو کو مخاطب کیا"

،تم یہ کیس ضرور لڑو گی "لاؤنج میں موجود سب نفوس نے آفاق کی جانب دیکھا، آفاق نے اپنی بات جاری رکھی"

،تا کہ عماد جیسا انسان، جو انسان کہلانے کے لائق بھی نہیں ہے، وہ جلد اپنے انجام کو پہنچے "وہ رکا، اصباح آفاق کے چہرے کی جانب دیکھنے لگی"

urdunovelsblog

تمہیں اس سلسلے میں بالکل بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب تک تمہارا یہ بھائی زندہ ہے، تمہیں اور تمہارے گھر والوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا"اصباح" !کی نظروں کا مرکز رابعہ بیگم کے برابر میں بیٹھا آفاق تھا، جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا تھا۔ وہ ہمیشہ سے تحفظ ہی تو چاہتی تھی اور اس کی قسمت میں بھی محافظ لکھا گیا تھا

آج پہلی بار اسے دیکھتے اصباح کا دل غیر معمولی انداز میں دھڑکا تھا۔ خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے آفاق نے اصباح کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملتے ہی اصباح نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلہ۔

آفاق ٹھیک کہہ رہا ہے آبرو، تمہیں کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے "آبرو ان کی بات پر اثبات میں سر ہلاتے مسکرائی، اسکی مسکراہٹ آسودہ تھی، مشکلیں آسان" ہونے لگی تھیں۔

،میں کل پارٹی میں نہیں آپاؤں گی امل"وہ فون کان سے لگائے، اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اسکی بات سنتے دوسری جانب موجود امل کے چہرے پر ناگواری در آئی"

،مگر رتبہ تم نے تو مجھ سے کہا تھا کہ تم ضرور آؤ گی" امل کی آواز سپیکر پر ابھرتے ہی رتبہ بولنے لگی"

"مجھے یاد ہے امل مگر۔۔۔۔"

اگر مگر کچھ نہیں رتبہ، تمہیں آنا ہوگا، میں اس بار انکار نہیں سنوں گی" وہ اسکی بات کاٹتے بولی، وہ اپنا بنایا گیا کھیل یوں برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔"

میری بات سمجھنے کی کوشش کرو امل، میں نہیں آپاؤں گی" رتبہ کے لہجے میں بے بسی تھی۔ان حالات میں وہ گھر سے نہیں نکل سکتی تھی۔"

،تم ایک بار مجھے وجہ تو بتاؤ رتبہ، کیا تمہیں کوئی آنے سے روک رہا ہے؟"امل کی اس بات پر وہ فورا بولی"

،نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"امل کی آواز پھر سپیکر پر ابھری"

،تو پھر کیا بات ہے رتبہ؟"امل کے دماغ میں اچانک ایک خیال آیا وہ رتبہ کے بولنے سے پہلے بولنے لگی"

ویٹ آمنٹ، کہیں ایسا تو نہیں کہ تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتی" وہ اسے ایموشنلی ٹریپ کرنے لگی۔"

ایسی بات نہیں ہے امل، تم غلط سمجھ رہی ہو، میں۔۔۔۔"رتبہ کے لہجے سے واضح تھا کہ امل اپنی کوشش میں کامیاب ٹھہری ہے۔"

،اٹس اوکے رتبہ، میں سمجھ گئی"امل کے لہجے میں چھپی ناراضگی محسوس کرے رتبہ ہار مانتے ہوئے بولی"

،میں آؤں گی امل، میں آؤں گی"امل کے لبوں کو فتح کی مسکراہٹ نے چھوا"

،تم سچ کہہ رہی ہو نہ رتبہ، دیکھو میں تمہیں فورس نہیں۔۔۔"امل نے بات ادھوری چھوڑ دی"

آئی نو امل، ڈونٹ وری میں آؤں گی"اس نے اپنی بات دہرائی کہ ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا۔"

"امل یہ پارٹی کس۔۔۔۔"

اٹس آ سرپرائز رتبہ"امل اسکی بات کاٹتے بولی، اس سے پہلے کہ رتبہ کچھ اور کہتی اسے سامنے سے آبرو اسی جانب آتی دکھائی دی، اس نے بعد میں امل سے پوچھنے کا ارادہ" کرتے فون کاٹ دیا۔

urdunovelsblog

آسمان پر چھائے بادلوں کے ساتھ چلتی ہلکی ٹھنڈی ہوا ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھی مگر گاڑی میں بیٹھے اس انسان پر اس ماحول کا کوئی اثر نہ تھا۔ گاڑی اپنی منزل پر پہنچتے رک گئی۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ سے اترنے والی صائمہ تائی تھیں۔ چہرے پر ناگوار تاثرات لیے وہ قدم اٹھاتی گیٹ تک گئیں اور بیل پر ہاتھ رکھتے آس پاس نظر دوڑانے لگیں، یہ گلی محلے انہیں ہمیشہ سے ہی ناپسند تھے۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا، دروازہ کھولنے والی حرم تھی، اس نے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا، وہ ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالتی اندر داخل ہوئیں۔ لاؤنج میں پہنچتے انہیں سامنے ہی اصباح بیٹھی دکھائی دی جو ایک صوفے پر بیٹھی کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔ صائمہ تائی پر نظر پڑتے ہی وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی، اس کے کچھ کہنے سے پہلے صائمہ تائی بولنے لگیں،

ماں کہاں ہے تمہاری؟ لہجے میں ناگواری تھی۔"

،آپ بیٹھیں تائی جان میں امی کو بلاتی۔۔۔" وہ اصباح کی بات کاٹتے بولیں"

میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی! اپنی ماں کو بلاؤ مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے" ان کی بات پر اصباح فوراً کمرے میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد صالحہ بیگم اصباح کے ہمراہ انہیں باہر" آتی دکھائی دیں،

،السلام علیکم بھابھی، آپ کھڑی کیوں ہیں، آئیں بیٹھیں" صالحہ بیگم کے بولنے پر صائمہ تائی انکی بات نظر انداز کرتی بولیں"

،تم سے اپنی ایک بیٹی نہیں سنبھالی جاتی صالحہ" انکی بات پر صالحہ بیگم کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے"

،ہمارے گھر کا سکون برباد کر کے رکھ دیا ہے اس لڑکی نے" وہ نخوت سے بولیں"

،بھابھی آپ۔۔۔" انہوں نے صالحہ بیگم کو ہاتھ کے اشارے سے بولنے سے روکا"

میں یہاں تمہاری باتیں سننے نہیں آئی، میں صرف تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ بہتر ہوگا کہ تم اپنی بیٹی کو لگام ڈال لو کیونکہ جو کچھ وہ کرتی پھر رہی ہے نہ اس کے نتائج بہت" بھیانک ہونے والے ہیں" صائمہ تائی کا لہجہ، ان کے الفاظ انتہائی ہتک آمیز تھے۔

بھابھی آپ بیٹھیں تو سہی، ہم بیٹھ کر بات کرتے ہیں" صالحہ بیگم نے بات سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔"

مجھے کوئی شوق نہیں ہے یہاں بیٹھ کر تم سے بات کرنے کا! تمہیں کیا لگتا ہے تم رابعہ اور آفاق کو ہمارے خلاف کر کے کامیاب ہو جاؤ گی؟ خوش فہمی ہے تمہاری!" وہ" رکیں،

urdunovelsblog

دیکھنا تمہاری بیٹی کی یہ ضد تم سب کو کیسے برباد کرے گی" وہ آج ہر لحاظ بھول چکی تھیں۔"

میرے بیٹے نے ہمدردی میں اس سے نکاح کیا تھا مگر اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس قابل ہی نہیں تھی" انکی زبان انگارے برسا رہی تھی۔ عین اسے وقت ایک ٹیکسی" گیٹ کے سامنے آر کی، ٹیکسی سے اترنے والی آبرو تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کرتے وہ گیٹ کی جانب آئی، کھلا گیٹ دیکھتے اسے کچھ حیرانی ہوئی، وہ اندر داخل ہوئی کہ ،اسکی سماعت سے اندر سے آتی آواز ٹکرائی، وہ اس آواز کو پہچانتی تھی، قدموں میں تیزی پیدا ہوئی، لاؤنج میں داخل ہوتے اسکی سماعت سے صائمہ تائی کے یہ الفاظ ٹکرائے

"بہت احسان فراموش ہو تم لوگ، ہمارے ٹکڑوں پر پل کر ہمیں ہی۔۔۔۔"

،بس تائی جان" آبرو کی آواز وہ سب اس جانب متوجہ ہوئے، صائمہ تائی نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا"

،آپ ہمارے ہی گھر میں کھڑے ہو کر، ہمیں ہی باتیں سنا رہی ہیں" صائمہ تائی استہزایہ انداز میں ہنسی"

واہ بھئی واہ!" وہ آبرو کی جانب دیکھتے بول رہی تھیں۔"

دو پیسے کما کر تم خود کو بہت بڑی چیز سمجھنے لگی ہو، دیکھنا جب میرا بیٹا طلاق کے کاغذات تمہارے منہ پر مارے گا تب تمہیں پتا چلے گا" یہ وار بہت بھاری تھا۔"

اور پھر طلاق کا تمغہ سر پر سجا کر بیٹھی رہنا کیونکہ یہ کیس تو تم کسی صورت نہیں جیت پاؤ گی" آبرو نے گہری سانس لیتے خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔"

،یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے لگا تائی جان کہ کون جیتے گا اور کون ہار کو گلے لگائے گا" آبرو کی بات پر صائمہ تائی کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے"

تم دیکھنا صالحہ تمہاری یہ لڑکی اپنی اس زبان اور حرکتوں کی وجہ سے کہیں بھی گھر نہیں بسا پائے گی، اس کی یہ زبان صرف اسے ہی نہیں تم سب کو بھی ذلیل کروائے" گی، میری بات یاد رکھنا" وہ تنفر سے کہتی چلی گئیں جبکہ لاؤنج میں موجود نفوس کے کانوں میں اب بھی ان کے زہریلے الفاظ گونج رہے تھے۔

آسمان سیاہ چادر اوڑھے زمین پر سایہ فگن تھا۔ تاروں کی روشنی بھی اس سیاہی کو دور کرنے میں ناکام تھی۔ وہ اپنے کمرے میں موجود تھا گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی۔ وہ ،صوفے پر لیپ ٹاپ گود میں رکھے کام میں مصروف تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگائے وہ تیز تیز کچھ ٹائپ کر رہا تھا کہ سبرینہ کمرے میں داخل ہوئیں، اس پر نظر پڑتے فورا بولیں

،بیٹا رات کے 12 بج رہے ہیں، اگر ابھی بھی تم کام ہی کرتے رہو گے تو آرام کب کرو گے" وہ اس کی جانب قدم بڑھاتی بولیں"

،بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، امو جان پھر آرام۔۔۔۔" اس کی بات بیچ میں رہ گئی، وہ چھینکا ایک بار، دو بار، تین بار! سبرینہ تیزی سے اس کے قریب آئیں"

،تمہاری طبیعت ٹھیک ہے بیٹا؟" وہ متفکر انداز میں بولیں اور ہاتھ اسکے ماتھے پر رکھا کہ حدت محسوس کرتے پریشانی سے بولیں"

تمہیں تو بخار ہے تاشفین "وہ اب اسکے چہرے کو چھو رہی تھیں۔"

"نہیں امو جان، وہ بس۔۔۔"

،مانا کہ بہت بڑے ڈاکٹر ہو تم مگر اپنی صحت سے یوں لاپرواہی تو مت برتو" وہ اسکی بات کاٹتے بولیں"

"امو جان آپ پریشان مت ہوں، بس ہلکا سا۔۔"

،بس ہلکا سا! مت بھولو تاشفین ماں سے بڑا کوئی ڈاکٹر نہیں ہوتا" انکی بات پر وہ مسکرایا"

،جی ڈاکٹر صاحبہ مجھے یاد ہے" اس نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھا اور سبرینہ کو اپنے پاس بٹھاتے بولا"

،تو پھر بتائیں ڈاکٹر صاحبہ کہ اس مریض کے لیے آپ کے پاس کیا علاج ہے؟" تاشفین کی اس بات پر سبرینہ نے خفگی سے اسے دیکھا"

،یہ مریض اپنی صحت کے بارے میں بہت لاپرواہ ہے، ہر وقت کام میں مصروف رہتا ہے، خود کو ذرا وقت نہیں دیتا، اس لیے اس کا علاج یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔" وہ رکیں"

،یہ اب پورا ہفتہ ہاسپٹل نہیں جائے گا" تاشفین فورا بولا"

،یہ غلط ہے ڈاکٹر صاحبہ!" اس کی بات پر سبرینہ ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتی بولیں"

اس مریض کا یہی علاج ہے" ان کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔"

،مگر امو جان میں ہاسپٹل سے اتنی لمبی چھٹی نہیں لے سکتا" اس نے احتجاج کرنا چاہا"

،اتنی لمبی کہاں ہے، ایک ہفتہ ہی تو ہے" جواب فورا آیا"

"مگر پھر بھی امو جان آپ جانتی ہیں نہ ہاسپٹل میں ایک دن میں بھی۔۔۔۔"

،اچھا بابا، پورا ہفتہ نہیں تو چار دن کر لو" ان کی بات پر وہ مسکرایا"

،اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے" سبرینہ نے بھنویں سکیڑتے اسکی جانب دیکھا"

سوچتا نہیں ہے کرنا ہے، یہ ڈاکٹر کی تجویز ہے عمل کرنا ہو گا" وہ ہنسنے لگا۔"

"جی ڈاکٹر صاحبہ فکر مت کریں میں کل ہی بات کرتا ہوں"

ہمم شاباش، چلو اب اسے بند کرو" اشارہ لیپ ٹاپ کی جانب تھا۔"

،اور سو جاؤ" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں"

جو آپ کا حکم ڈاکٹر صاحبہ "اس نے لیپ ٹاپ بند کرتے جواب دیا۔ سبرینہ مسکراتے ہوئے کمرے سے چلی گئیں جبکہ تاشفین اس مضبوط عورت کو تب تک دیکھتا رہا جب" تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئیں۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو سنوارنے میں مصروف تھی۔ اس نے جھکتے ڈریسنگ ٹیبل پر لپسٹک واپس رکھی اور ایک نگاہ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر ڈالی۔ سرخ رنگ کی شارٹ فراک کے ساتھ چوڑی دار پجامہ پہنے وہ بہت دل کش نظر آرہی تھی۔ ہلکا پھلکا میک اپ اس کے نقوش کو مزید نکھار رہا تھا۔ بالوں کو اونچی پونی میں قید کیے وہ جانے کے لیے تیار تھی۔ مگر آج اسکا دل بہت بے چین تھا، اس نے آج جب صالحہ بیگم سے اجازت مانگی تو انکے خاموشی سے اقرار کرنے پر وہ حیران ہوئی تھی، فیصلہ اس کے حق میں تھا، اسے خوش ہونا چاہیے تھا مگر اسے صالحہ بیگم کی آنکھوں میں جھلکتا وہ تاثر یاد تھا، جو اسے بے چین کیے ہوئے تھا۔ وہ گھر کے حالات بخوبی جانتی تھی مگر پھر بھی وہ جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی پر اس کے گھر بیٹھ جانے سے یہ بگڑے حالات سنور تو نہیں سکتے تھے اور ویسے بھی اس بار وہ امل کو انکار نہیں کر سکتی تھی، پچھلے ہفتے بھی وہ گھر کے حالات کی وجہ سے اس کے ساتھ نہیں جا پائی تھی۔ امل نے اسے بہت چاہت سے بلایا تھا۔ دل فوراً دماغ کی سوچوں پر حاوی ہوا، اچھا ہے وہ آج باہر جائے گی تو اسکا دل بھی بہل جائے گا مگر پھر انکھوں کے سامنے صالحہ بیگم کا چہرہ آیا، دل پر پھر بوجھ بڑھ گیا کہ اچانک ساعت سے فون کی آواز ٹکرائی، نظریں بے اختیار گھڑی کی جانب گئیں، چھ بج چکے تھے۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے فون اٹھایا، سکرین پر۔ جگمگاتا نام امل کا تھا۔ وہ باہر رتبہ کا انتظار کر رہی تھی۔ رتبہ نے موبائل اپنے پرس میں رکھا، دوپٹہ درست کرتے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ لاؤنج میں اسے صرف اصباح بیٹھی دکھائی دی، وہ اسے اپنے جانے کی اطلاع دیتی باہر آگئی جبکہ اس کی وجود کو دو متفکر آنکھیں تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ ان سے اوجھل نہیں ہو گئیں۔ صالحہ بیگم اس کے لیے بہت پریشان تھیں پر جب اولاد آپ کے قد کے برابر پہنچ جائے تو وہ آپ کے لیے پریشانی کا سامان بنتی !ہے۔ وہ اس کے تحفظ کے لیے دعا گو تھیں مگر کون جانتا تھا کہ ان کی یہ دعا قبولیت کی منازل طے کر پائے گی بھی یا نہیں

اسے گیٹ سے نکلتے ہی سامنے سیاہ رنگ کی گاڑی کھڑی نظر آئی، وہ اس گاڑی کو پہچانتی تھی۔ وہ قدم اٹھاتی گاڑی تک گئی اور پچھلا دروازہ کھولتے اندر بیٹھ گئی۔ سامنے بیٹھی امل اور اس کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی امل کے کہنے پر ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی۔

"یو آر لوکنگ سو پریٹی رتبہ" اپنی تعریف پر رتبہ مسکرائی اور سر کو خم کرتے بولی،

"تھینک یو" اس نے امل کی جانب دیکھا جو گہرے سبز رنگ کی گھٹنوں تک آتی سلیولیس فراک کے ساتھ ہم رنگ ٹراؤزر میں ملبوس اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسکے سیاہ بال پشت پر بکھرے تھے۔ اس سے پہلے کہ رتبہ اسکی تعریف کے لیے منتخب کیے گئے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتی، امل کا فون بجنے لگا۔ اس نے کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا،

"ہاں ہاں، بس ہم ابھی کچھ دیر میں پہنچنے والے ہیں" امل نے دوسری جانب سے پوچھے جانے والے سوال کا جواب دیا۔

"ہاں ہاں، رتبہ بھی میرے ساتھ ہے" وہ رتبہ کی جانب دیکھتی بولی اور کال ختم کرتے موبائل واپس اپنی گود میں رکھ دیا۔

"مجھے کچھ بتاؤ تو سہی امل کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ رتبہ کے پوچھنے پر امل فوراً بولی،

"اِٹس آ سرپرائز رتبہ!"

"پر پھر بھی امل اب میرا تجسس بڑھتا جا رہا ہے" رتبہ کے چہرے پر الجھن تھی۔

"فکر مت کرو رتبہ، آج تمہیں بہت مزہ آئے گا، آج کا ایونٹ تم کبھی نہیں بھولو گی۔۔۔ میرا مطلب ہم آج بہت انجوائے کریں گے" وہ اپنی کی وضاحت کرتی مسکرائی۔ رتبہ بھی مسکراتے ہوئے خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک فارم ہاؤس کے سامنے جا رکی۔ وہ دونوں گاڑی سے اتریں کہ امل بولی،

"سووو آج ہمیں یہاں شہریار لاشاری نے انوائیٹ کیا ہے" اس نام پر رتبہ کے کان کھڑے ہوئے،

"وہی شہریار جس سے میں نے تمہیں اس دن پارٹی میں ملوایا تھا" امل نے اپنی بات جاری رکھی،

"شہریار نے آج اپنی گریجویشن مکمل ہونے کی خوشی میں سب یونیورسٹی فیلوز کو پارٹی دی ہے" امل کی بات مکمل ہوتے ہی رتبہ بولی،

"مگر امل میں تو اسے نہیں جانتی، میرا مطلب۔۔۔"

"تم میرے ساتھ ہو رتبہ اور میں اسے بہت اچھے سے جانتی ہوں" وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی بولی،

سوووڈونٹ وری، آؤمیرے ساتھ "وہ اسے ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھ گئی۔"

ہر جانب روشنیوں کا سماں تھا، مہنگے اور پرستائش لباس پہنے وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔ سوئمنگ پول سے کچھ فاصلے پر موجود اس لان کو بہت نفاست سے سجایا گیا تھا۔ امل اور رتبہ بھی وہیں کھڑی آس پاس کا جائزہ لے رہی تھیں کہ امل کا فون بجنے لگا، فون پر جگمگاتا نام دیکھ کر امل رتبہ سے ایکسکیوز کرتے، قدم اٹھاتی ،کچھ فاصلے پر گئی اور کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا کہ شہریار کی آواز سماعت سے ٹکرائی

امل میری بات غور سے سنو "امل نے ایک نظر رتبہ پر ڈالی، جو اسکے جانب ہی دیکھ رہی تھی۔"

ہم بولو "امل کی آواز بہت مدھم تھی۔"

،تم دس منٹ تک کسی بھی طرح رتبہ کو اوپر روم میں لے آؤ، باقی آگے سب میں دیکھ لوں گا "اسکی بات پر امل جو مسکراتے ہوئے رتبہ کی جانب دیکھ رہی تھی بولنے لگی"

"اوکے شہری، بٹ بی کیئر فل! میں نہیں چاہتی کہ آج کوئی بھی گڑبڑ ہو"

"تم فکر مت کرو امل، سب ویسے ہی ہوگا جس طرح ہم نے پلین کیا ہے، تم بس رتبہ کو روم میں چھوڑتے، فوراً میرے پاس آنا"

اوکے "امل نے یہ کہتے فون کاٹ دیا کہ اتنے میں اسکی سماعت سے دوبارہ فون بجنے کی آواز ٹکرائی۔"

urdunovelsblog

،امی سو گئیں اصباح "آبرو نے اپنے سامنے رکھی بریانی کی پلیٹ کی جانب دیکھتے سامنے بیٹھی اصباح سے پوچھا"

نہیں، امی ابھی جاگ رہی ہیں "آبرو نے کھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے 9 بجا رہی تھی۔"

سب خیر ہے نہ اصباح! کوئی آیا تھا آج؟ "آبرو نے کھانا شروع کرتے اس سے پوچھا، اسے آج آفس سے واپسی پر بہت دیر ہو گئی تھی۔ گھر واپس آتے وہ صالحہ بیگم سے ملتے" فریش ہو کر اب کھانا کھانے بیٹھی تھی۔

،نہیں نہیں، کوئی نہیں آیا، وہ بس رتبہ گھر سے باہر ہے اس لیے انہیں نیند نہیں آرہی "آبرو کو ایک دم رتبہ کا خیال آیا"

،کہاں ہے وہ؟ "آبرو کو ایک دم پریشانی نے آگھیرا"

"وہ پارٹی پر گئی ہے"اصباح کے جواب پر اسکی پریشانی میں غصے کا اضافہ ہوا،

"کس کے ساتھ ؟"سوال فوری تھا۔

"امل کے ساتھ !"جواب بھی فوراً آیا،

"یہ لڑکی بھی نہ، کتنی بار سمجھایا ہے اسے مگر یہ میری بات نہیں مانتی"آبرو غصے اور افسوس کے ملے جلے تاثرات لیے بولی،اصباح خاموش رہی،

"واپسی کا کچھ بتایا تھا اس نے ؟"آبرو کے سوال پر اصباح بولنے لگی،

"ہاں کہہ رہی تھی کہ امل ہی اسے گھر چھوڑے گی"دوبارہ امل کا نام سنتے آبرو کے غصے میں اضافہ ہوا،وہ صرف ایک بار امل سے ملی تھی اور اس ایک ملاقات میں ہی وہ آبرو کو پراسرار محسوس ہوئی تھی۔اور پھر اسکی رتبہ کے ساتھ ہوئی وہ لڑائی بھی آبرو جانتی تھی۔اس نے بہت بار رتبہ کو اس سے دور رہنے کا کہا تھا مگر رتبہ نے ہر بار اسکی بات کو نظرانداز کیا تھا۔آبرو نے کھانے کی پلیٹ سائیڈ پر کرتے اپنا فون اٹھایا اور رتبہ کو فون ملانے لگی،

"آبرو پہلے کھانا تو کھالو"اصباح کی بات پر آبرو اسکی جانب دیکھتی بولی،

"میں بعد میں کھالوں گی اصباح،ابھی مجھے رتبہ سے بات کرنی ہے"آبرو کی بات پر اصباح نے پلیٹ کی جانب دیکھا جس میں سے آبرو نے بمشکل دو سے تین چمچ چاول کھائے تھے۔وہ افسوس بھرے انداز میں پلیٹ اٹھاتی کمرے سے چلی گئی جبکہ آبرو بار بار رتبہ کو کال ملا رہی تھی، بیل جانے کے باجود بھی رتبہ فون نہیں اٹھا رہی تھی۔اس نے دوبارہ کال ملائی کہ اس بات چوتھی بیل پر فون اٹھا لیا گیا،

urdunovelsblog

"ہیلو۔ہیلو۔۔رتبہ"دوسری جانب سے آتی میوزک کی آواز کے پیشِ نظر آبرو اونچی آواز میں بولی،دوسری جانب سے کوئی آواز نہ آئی،

"رتبہ۔۔رتبہ، کہاں ہو تم ؟"وہ دوبارہ بولی کہ دوسری جانب سے ایک آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی،وہ آواز رتبہ کی نہیں بلکہ امل کی تھی۔

"رتبہ نے آپکو بتایا نہیں کہ وہ آج کہاں آئی ہے ؟"آبرو اس آواز کو پہچانتی تھی۔

"میری رتبہ سے بات کرواؤ"آبرو کے لہجے کی سختی امل محسوس کرسکتی تھی۔

وہ ابھی بہت مصروف ہے "امل نے یہ کہتے فون کاٹ دیا اور فون پاور آف کرتے اپنے پاس رکھ لیا جبکہ اس کی نظروں کا مرکز سامنے سعدیہ کے ساتھ باتوں میں مصروف رتبہ تھی جو اپنا موبائل اور پرس یہیں امل کے پاس چھوڑ گئی تھی۔ آبرو نے دوبارہ کال ملائی مگر رتبہ کا فون بند جا رہا تھا۔ سکے غصے میں مزید اضافہ ہوا، اس کا دل رتبہ کے لیے بہت پریشان ہونے لگا تھا۔ پہلے کیس کی پریشانی اور اب یہ! آبرو کا سر درد کرنے لگا تھا مگر اس لمحے وہ سوائے انتظار کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

،تو پھر کیسا لگا تمہیں یہ فارم ہاؤس؟ "امل کے پوچھنے پر رتبہ مسکراتے ہوئے بولی"

بہت بڑا اور خوبصورت! "لہجے میں ستائش تھی۔"

،یہ فارم ہاؤس شہریار کے ڈیڈ کا ہے، وہ میرے ڈیڈ کے پرانے دوست ہیں "وہ رکی"

،تم نے شہریار کے ڈیڈ کا نام تو سنا ہی ہوگا! آخر انہیں کون نہیں جانتا "امل کی بات پر رتبہ کے چہرے پر ابھرتا لاعلمی کا تاثر دیکھتے وہ پھر سے بولی"

،فیاض لاشاری جو لاشاری ٹیکسٹائلز کے اونر ہیں، وہی شہریار کے ڈیڈ ہیں "رتبہ کے چہرے پر شناسائی کی رمق ابھری"

اوہ آئی سی "فیاض لاشاری کو وہ حیات صاحب کی وجہ سے جانتی تھی کیونکہ وہ بھی اسی کمپنی میں ایک ایمپلائے تھے مگر اس نے اس بات کا ذکر ابھی مناسب نہ سمجھا۔ اس" سے پہلے کہ امل کچھ اور کہتی ایک ویٹر ہاتھ میں جوس کی ٹرے لیے ان کے قریب آیا اور یہیں امل کے دماغ نے حرکت کی اور اس نے جوس کا گلاس اٹھاتے رتبہ کی جانب بڑھایا مگر رتبہ کے پکڑنے سے پہلے وہ گلاس امل کے ہاتھ سے سلپ ہوا اور رتبہ کے کپڑوں کو داغدار کر گیا۔ رتبہ فوراً پیچھے ہٹیں جبکہ شیشے کا وہ گلاس زمین پر گرتے کئی ٹکڑوں ،میں تقسیم ہو گیا۔ میوزک کی تیز آواز کی وجہ سے کوئی بھی انکی جانب متوجہ نہ ہوا

"سوووسوری رتبہ، پتا نہیں کیسے۔۔"

اٹس اوکے امل، کوئی بات نہیں "رتبہ اپنی فراک کا دامن دیکھتی بولی، جو مکمل بھیگ چکا تھا۔"

،تم میرے ساتھ آؤ رتبہ "وہ اسکا ہاتھ تھامتے اسے اپنے ساتھ لے جانے لگی"

،امل میری بات تو سنو "رتبہ اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔ ایک کمرے کے سامنے پہنچتے وہ اسے کیے اندر داخل ہوئی"

"تم یہیں انتظار کرنا رتبہ، میں تمہارے لیے ڈریس کا ارینج کرتی ہوں"

"امل اس کی کوئی ضرورت۔۔۔۔"

،ضرورت ہے رتبہ ،یہ میری غلطی ہے ،مجھے ہی اسے ٹھیک کرنا ہوگا"امل کے بولنے پر رتبہ بولنے ہی لگی تھی کہ امل دوبارہ بولی"

تم یہی رکنا میں ابھی آتی ہوں"وہ یہ کہتے وہاں سے چلی گئی جبکہ رتبہ کے الفاظ اس کی زبان کر آتے آتے رہ گئے ،اس نے ایک نظر کمرے میں موجود سامان کی جانب" دیکھا ،کمرے کو بہت نفیس طریقے سے سجایا گیا تھا۔وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔

،وہ وہیں کمرے میں بیٹھی اپنے دامن پر لگے اس داغ کو دیکھ رہی تھی کہ ایک دم کوئی کمرے میں داخل ہوا ،وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی

کون۔۔۔۔کون ہو تم؟"اس شخص کی پشت رتبہ کی جانب تھی ،رتبہ کی آواز پر وہ دروازہ لاک کرتے پلٹا ،وہ شہریار تھا! رتبہ کو فوراً اپنی پوزیشن کا احساس ہوا ،اسے یوں" ،اپنے ساتھ کمرے میں اکیلے دیکھتے اس کے اوسان خطا ہوئے

،تم۔۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"اس کی آواز میں گھبراہٹ واضح تھی۔اس کی اس حالت پر شہریار محظوظ ہوا

یہ سوال تو مجھے تم سے کرنا چاہیے کہ تم یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ رتبہ کو خوفزدہ کر رہی تھی۔وہ قدم رتبہ کی جانب" ،بڑھانے لگا ،رتبہ کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا ،ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں نمودار ہونے لگیں

urdunovelsblog

در۔۔۔دروازہ کھولو ،مجھ۔۔۔۔مجھے باہر جانا ہے"اس کا حلق سوکھ چکا تھا۔آواز لڑکھڑاہٹ کا شکار تھی۔"

سرخ رنگ بہت جچ رہا ہے تم پر"وہ اسکی بات کو نظرانداز کرتا بولا ،رتبہ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔"

تم۔۔تم دور رہو ،میرے پاس مت آنا"اسکے بڑھتے قدموں پر رتبہ کے قدم بے اختیار پیچھے کی جانب اٹھنے لگے۔"

نہیں تو کیا کرو گی ہاں؟شور مچاؤ گی ،سب کو بلاؤ گی!تو بلاؤ!میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ لوگ تمہیں یوں اکیلے میرے ساتھ کمرے میں دیکھیں"وہ رتبہ سے صرف چند قدم" فاصلے پر کھڑا تھا۔

دیکھو مجھے جانے دو ،میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے"رتبہ کی کمزور آواز پر وہ ہنسنے لگا۔"

،یاداشت بہت کمزور ہے تمہاری رتبہ ،بہت اہم چیزیں اور واقعات بھول جاتی ہو"وہ مزید آگے بڑھا ،رتبہ کو اپنی سانس بند ہوتی محسوس ہوئی"

چلو کوئی بات نہیں میں یاد کروا دیتا ہوں "اس کے الفاظ رتبہ کو وہ سب یاد دلا رہے تھے، جسے وہ فراموش کر بیٹھی تھی۔"

،اب تو یقیناً تمہیں سب یاد آ گیا ہو گا" رتبہ کے لب پھڑ پھڑائے"

،تو تم۔۔۔ تم اس کا بدلہ۔۔۔ "رتبہ کو اپنی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی"

ہاں بالکل مگر اپنے انداز میں!" شہریار نے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے گال کو چھونے کی کوشش کی کہ رتبہ اسے دھکا دیتے سائیڈ سے نکل گئی مگر اس کے قدم شہریار کے"

،الفاظ پر پتھر ہوئے

،یہ دروازہ آج میرا انتقام پورا ہونے کے بعد ہی کھلے گا" وہ اس کے قریب آیا"

ابھی دیکھنا میں تمہاری عزت کو سب کے سامنے کیسے دو کوڑی کا کرتا ہوں، پارسائی کا بہت مان ہے نہ تمہیں، اب دیکھنا!" اس نے پاس پڑا گلدان پوری شدت سے زمین پر"

دے مارا، رتبہ نے فوراً اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے، اس نے اسی انداز میں دوسرا گلدان اٹھاتے زمین پر دے مارا، وہ اسی انداز میں کمرے میں موجود تمام چیزیں اٹھا اٹھا کر زمین پر

!پھینکنے لگا، کانچ کی ٹوٹنے کی آواز بہت اونچی تھی

یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو تم؟" رتبہ اس کی اس حرکت کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھی۔"

تمہاری بربادی کا انتظام!" باہر سے آتی لوگوں کی آوازوں پر وہ اس کے قریب آیا، کوئی لاک کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شہریار رتبہ کے قریب آیا اور اس کے دونوں"

ہاتھ اٹھاتے اپنے گریبان پر رکھے عین اسی وقت لاک کے ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا، لوگ اندر داخل ہونے لگے اور اسی لمحے رتبہ کو ایسا محسوس ہوا کہ آج اسکا

!آخری دن ہے

رتبہ اپنے ہاتھ شہریار کے گریبان سے ہٹاتے فوراً اس سے دور ہوئی۔ سب لوگ کی سوالیہ نگاہوں کا مرکز رتبہ اور شہریار تھے۔ رتبہ کو ان سب کی آنکھوں میں موجود تاثر اپنی روح کے آر پار ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسکی نظر سامنے کھڑی امل پر پڑی، دل کو کچھ حوصلہ ہوا اور وہ بھاگتے ہوئے اس کی جانب گئی، اس مجمعے میں اس کی سب سے گہری شناسائی صرف اسی سے تھی۔

،امل۔۔۔ امل یہ میرے۔۔۔۔ میرے ساتھ زبردستی۔۔۔۔ "اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے شہریار بولنے لگا"

یہ جھوٹ بول رہی ہے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ اس نے خود مجھے یہاں بلایا تھا" رتبہ کی آواز اسکی اونچی آواز میں کہیں دب کر رہ گئی۔"

یہ یہ جھوٹ۔۔۔امل تم۔۔۔تم بتاؤ ان سب کو کہ مجھے اس روم میں تم چھوڑ کر گئی تھی۔۔وہ جوس۔۔۔"رتبہ کی آواز، اسکے الفاظ لڑکھڑاہٹ کا شکار تھے۔"

یہ تم کیا کہہ رہی ہو رتبہ ؟ کون سا جوس ؟ اور میں نے تمہیں یہاں کب چھوڑا؟" رتبہ کو لگا آسمان اس کے سر پر آ گرا ہو، اس نے امل کی آنکھوں میں موجود اجنبیت کا تاثر"

دیکھا، یہ وہ امل نہ تھی جسے وہ اپنا دوست مانتی تھی!

،دیکھا آپ سب نے یہ لڑکی مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہی ہے، اس نے مجھے خود یہاں بلایا تھا اور جب میں یہاں آیا تو۔۔۔"اس نے بات جان بوجھ کر ادھوری چھوڑی"

مجھے تو بولتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے۔۔۔"رتبہ کو اپنا وجود منوں زمین میں دفن ہوتا محسوس ہوا مگر اسے اپنے کردار پہ آئے اس داغ کو مٹانا تھا۔"

یہ کیا بول رہے ہو تم ؟ میں۔۔۔میں تمہیں یہاں کیوں بلاؤں گی ؟ میں نے تمہیں یہاں نہیں بلایا۔۔۔"وہ نفی میں سر ہلاتے سب کو اپنی بات کا یقین دلانے کی کوشش"

کر رہی تھی۔ اس نے آج سے پہلے کبھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔

،کیونکہ تم مجھ سے بدلہ لینا چاہتی ہو!"رتبہ نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا"

کیا بکواس کر رہے ہو تم، میں تم سے بدلہ۔۔۔"رتبہ کے الفاظ دم توڑ گئے۔"

"اپنی ریجیکشن کا بدلہ! تم آج مجھ پر گھٹیا الزام لگاتے۔۔۔"

یہ۔۔۔یہ۔۔۔جھوٹ بول رہا ہے۔۔۔میں تو اسے جانتی بھی نہیں ہوں!"رتبہ چیخی کہ اسکی سماعت سے امل کی آواز ٹکرائی، اسکے الفاظ رتبہ کو کوڑوں کی مانند محسوس"

،ہوئے

،شہریار سچ بول رہا ہے رتبہ، جھوٹ تم بول رہی ہو"وہ قدم بڑھاتی آگے آئی"

تم یونیورسٹی کے سٹارٹ سے ہی شہریار کو پسند کرتی تھی، تم نے اسے پرپوز بھی کیا تھا مگر جب اس نے تمہیں انکار کیا تو تمہاری ایگو ہرٹ ہوئی تھی"اسکی بات پر رتبہ نفی میں"

سر ہلاتی اسکے پاس آئی، وہ آج خود کو بہت ہارا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ وہ آس پاس کھڑے سب تماشائیوں کے درمیان تماشہ بن کر رہ گئی تھی۔

"یہ۔۔۔یہ تم کیا۔۔کیا بول رہی ہو امل، میں۔۔۔"

"میرے پاس ثبوت ہیں رتبہ!"آواز شہریار کی تھی۔رتبہ نے زور سے آنکھیں میچیں،

"میں تو تمہیں اپنی دوست سمجھتا تھا مگر تمہارے ارادے تو کچھ اور ہی تھے!"اس نے اپنا موبائل نکالتے سب کو مخاطب کیا،

"یہ دیکھو تمہاری وہ ساری تصاویر جو تم مجھے روز بھیجتی تھی اور تمہارا کہنا ہے کہ تم مجھے جانتی ہی نہیں!"وہ استہزایہ ہنسا،رتبہ کا دل چاہا کہ اسی وقت زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے،

"یہ میسجز، یہ کالز، کیا یہ سب بھی جھوٹ ہیں؟"رتبہ سمجھ چکی تھی کہ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے!اس نے امل کی آنکھوں میں دیکھا،اسے آج اسکا وہ چہرہ دکھائی دے رہا تھا جو اسکی آنکھیں آج سے پہلے دیکھنے سے قاصر تھیں۔

"یہ سب جھوٹ ہے،سب جھوٹ ہے،میں اسے نہیں جانتی۔۔میں۔۔۔"آنسو اسکی آنکھوں سے بہنے لگے،آنسوؤں میں بے بسی تھی۔

"اچھا تو پھر یہ کیا ہے؟"آخری پارٹی میں لی گئی رتبہ اور شہریار کی تصاویر سب کی آنکھوں کے سامنے تھیں۔

"اب تم یہ بھی کہو گی کہ یہ تصاویر بھی جھوٹ ہیں!"رتبہ کو اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا،

"مجھے تم سے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ تم اس حد تک گر جاؤ گی،مجھے تمہیں اپنی دوست کہتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے"وہ امل تھی اسکی سب سے اچھی دوست!

"پر دراصل قصور تمہارا نہیں ہے، قصور تمہاری کلاس کا ہے، تم جیسی مڈل کلاس لڑکیاں ہمیشہ ایسے ہی ایلیٹ کلاس کے لڑکوں پر ڈورے ڈالتے انہیں پھنسانے کی کوشش کرتی ہیں اور جب ناکام ہو جاتی ہیں تو یونہی انہیں ایموشنلی ٹریپ کرتے انہیں مجبور کر دیتی ہیں"رتبہ کے کانوں میں اب مزید کچھ بھی سننے کی سکت نہ تھی۔سب کی نظروں کی تاب نہ لاتے،وہ اپنا وجود گھسیٹنے لگی کہ امل اسکے قریب آئی،رتبہ نے اسکی جانب دیکھا،اسکی آنکھوں میں نفرت تھی،حقارت تھی!

"شیم آن یو رتبہ، شیم آن یو!"رتبہ نفی میں سر ہلاتے،روتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔

وہ روتے ہوئے گیٹ سے نکلی،اسے آس پاس موجود ہر شخص کی نظریں خود کا مذاق اڑاتی محسوس ہو رہی تھیں۔اس نے اپنے بہتے آنسو صاف کیے اور دوپٹہ سر پر اوڑھتے اپنا چہرہ ڈھانپا اور چلتی ہوئی پارکنگ ایریا سے گزرتی ایک سمت میں بڑھنے لگی۔اسے راستے معلوم نہ تھے مگر وہ جلد از جلد اس جگہ سے دور جانا چاہتی تھی۔وہ آج اپنی اصل منزل،اپنے گھر پہنچنا چاہتی تھی، جس سے وہ فرار تلاش کرتے یہاں آئی تھی۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتے آگے بڑھتی جا رہی تھی،ہر اٹھتے قدم کے ساتھ اسے امل کے ساتھ گزارا

گیا ایک خوشگوار لمحہ یاد آتا۔ کیا وہ اس کی دوست تھی؟ جواب فوراً آیا نہیں! امل اسکی وہ دشمن تھی جسے اس نے خود اپنے آستین میں پالا تھا، اس نے دوستی میں اندھا اعتماد کیا تھا اور آج نتائج اس کے سامنے تھے۔ وہ 15 منٹ مسلسل چلنے کے بعد مین روڈ تک پہنچ گئی تھی۔ پاؤں میں پہنی ہیلز پاؤں کو زخمی کر رہی تھیں مگر روح پر لگے اس زخم کے سامنے پاؤں پر موجود زخم کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور آگے بڑھتے ایک رکشہ رکواتے اس میں بیٹھ گئی، رکشے والے کو اپنی منزل کا پتہ دیتے رکشہ اب اس کے گھر کی جانب رواں تھا۔ اسے بار بار صالحہ بیگم اور آبرو باتیں یاد آ رہی تھیں کہ جب وہ اسے امل سے دور رہنے کا کہتے تھے مگر وہ ہمیشہ امل کی حمایت کرتے اپنے الفاظ سے ان کی دل آزاری کرتی تھی۔ اس نے اپنے گھر والوں پر کسی غیر کو ترجیح دی تھی اور آج وہ سب کے سامنے رسوا ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، اس کا دل بہت بری طرح ٹوٹا تھا، اسے دوستی میں دھوکا ہوا تھا اور دوست کا دیا ہوا دھوکا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ دوستی کا رشتہ بے غرض ہوتا ہے اور اس میں ملے دھوکے کی چوٹ بہت گہری ہوتی ہے۔ ہمارے آس پاس موجود لڑکیاں بھی بہت جلد دوسروں پر اعتبار کرتے اپنے تمام راز کسی دوسرے کو دے دیتی ہیں کیونکہ وہ یہ فراموش کر بیٹھتی ہیں کہ ایک انسان جیسا دکھائی دیتا ہے وہ حقیقت میں بھی ویسا ہی ہے یا نہیں، جلدی میں کیا گیا اندھا اعتماد اکثر گہرے زخم دے جاتا ہے۔

اس نے اپنا پرس کھولتے موبائل نکالا، اس کا موبائل بند پڑا تھا، اسنے فوراً اپنا موبائل آن کیا، موبائل آن کرتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے بھیگیں، آبرو کی 6 مسڈ کالز کا نوٹیفکیشن سامنے جگمگا رہا تھا۔ اس نے موبائل دوبارہ اندر ڈال دیا، زخمی دل سے خون پوری شدت سے رس رہا تھا۔ اسکی دوست ہی اسکی سب سے بڑی دشمن تھی اور اگر آپ کا دوست آپ کا دشمن ہو جائے تو وہ ہمیشہ آپ کی کمزوریوں پر وار کرتا ہے کیونکہ دوستوں پر انسان اپنی ہر کمزوری عیاں کر دیتا ہے۔ دوستی میں احتیاط انسان کو بہت سی مصیبتوں سے بچاتی ہے۔ اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا، آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا چھانے لگا تھا کہ رکشے والے کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا

urdunovelsblog

، باجی آگے کس طرف مڑنا ہے؟" اسکے سوال پر رتبہ ہوش میں آئی، جلدی سے آس پاس نظر دوڑاتے اسے جواب دیا"

دائیں۔۔ دائیں جانب" وہ اپنے آپ پر قابو پاتی بولی، کچھ دیر بعد رکشہ اس کے گھر کے سامنے جا رکا، اپنی منزل کو سامنے دیکھتے وہ فوراً اتری، اپنا پرس کھولتے گزری ایک ہزار" ، کا نوٹ رکشے والے کو دیتے گیٹ کی جانب مڑی کہ رکشے والے نے اسے پکارا

باجی بقیہ پیسے تو لیتی جائیں" رتبہ غائب دماغی سے اسکے پاس گئی پیسے اس سے لیتے پرس میں ڈالتے گیٹ تک آئی اور بیل بجانے لگی، کچھ لمحے بعد گیٹ کھل گیا۔ گیٹ کھولنے" والی آبرو تھی۔ آبرو کے چہرے پر اپنے لیے فکر دیکھتے رتبہ کا دل چاہا کہ ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں دفن ہو جائے۔ اس نے امل کے لیے اپنی اس بہن کا دل دکھایا تھا جو آج اس کے لیے اتنی پریشان تھی جبکہ دوسری جانب رتبہ کی جانب دیکھتے آبرو کا دل ایک دم کسی انہونی کا عندیہ دینے لگا، اس کے بہتے آنسو، روئی ہوئی لال آنکھیں، وہ حقیقی معنوں میں بہت پریشان ہوئی تھی۔

رتبہ تم ٹھیک ہو؟" گیٹ بند کرتے وہ فوراً بولی، جس پر رتبہ نے باآواز روتے ہوئے سر نفی میں ہلایا، اس کے سر میں درد کی شدید لہر اٹھی، سامنے کا منظر دھندلایا اور ایک "دم اسکی آنکھوں کے سامنے مکمل اندھیرا چھا گیا اور وہ اپنے پیچھے کھڑی آبرو کے بازوؤں میں بے ہوش ہو گئی۔ آبرو نے اسے گرتا دیکھ کر فوراً سنبھالا،

رتبہ، رتبہ آنکھیں کھولو رتبہ" وہ اس کے گال تھپتھپا رہی تھی مگر اس کی بند آنکھوں میں ذرا بھی حرکت نہ ہوئی"،

اصباح، اصباح۔۔۔" اس نے اونچی آواز میں اصباح کو پکارا، اصباح سامنے کا منظر دیکھتی بھاگتی ہوئی ان کے پاس آئی"،

رتبہ۔ رتبہ۔۔" وہ بھی رتبہ کی جانب بڑھنے لگی تھی کہ آبرو نے اسے مخاطب کیا"،

پانی لے کر آؤ اصباح، فورا" اصباح اسکی بات سنتے تیزی سے اندر گئی کہ اتنے میں صالحہ بیگم بھی باہر آ گئیں، وہ تیزی سے انکے پاس پہنچنا چاہتی تھیں مگر ان کی صحت انکا ساتھ "نہیں دے رہی تھی۔ صالحہ بیگم اور اصباح ایک ساتھ ہی ان کے قریب آئیں،

آبرو کیا ہوا ہے رتبہ کو" وہ پریشانی سے وہیں اس کے پاس زمین پر بیٹھنے لگیں"،

کچھ نہیں امی، بس یہ بیہوش ہو گئی ہے" آبرو نے اصباح سے پانی کا گلاس لیتے پانی رتبہ کے چہرے پر ڈالا مگر اس کے وجود میں بالکل بھی جنبش نہ ہوئی"،

اسے ہوش کیوں نہیں آرہا آبرو" صالحہ بیگم کی آواز رندھ گئی جبکہ یہی بات آبرو کو بھی پریشان کر رہی تھی۔"

مجھے رتبہ کو ہسپتال لے جانا ہو گا امی" اس نے فوراً اصباح سے موبائل منگواتے ایمبولنس کو کال کی"،

میں تمہارے ساتھ جاؤں گی آبرو" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو بولی"،

پریشان مت ہوں امی، رتبہ کو کچھ نہیں ہو گا، آپ اور اصباح گھر پر ہی رکیں میں رتبہ کے ساتھ جا رہی ہوں، میں فون پر آپ کو ساتھ ساتھ اسکی خیریت کی خبر دیتی رہوں" گی" صالحہ بیگم بے چین ہوئیں مگر آبرو کی بات درست تھی انہیں گھر پر ہی رکنا چاہیے تھا۔

رتبہ کو سٹریچر پر ڈالتے ہسپتال کے اندر لے جایا گیا، آبرو کا دل سٹریچر پر پڑی اپنی بہن کے وجود کو دیکھتے کانپ رہا تھا۔ اسکا دل آج رتبہ کے لیے بہت شدت سے گھبرا رہا تھا۔ ہسپتال کی راہداریوں سے گزرتے، اس کا سٹریچر آپریشن تھیٹر کے سامنے جا کر رکا اور رتبہ کو اندر لے جایا گیا۔ وہ وہیں ادھر سے ادھر چکر لگاتے رتبہ کے لیے دعا گو تھی کہ 20 منٹ گزرنے کے بعد بھی ڈاکٹرز کی جانب سے کوئی خبر موصول نہ ہوئی، گھر سے بار بار کال آرہی تھی، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کرے کسے اپنی مدد کے

لیے پکارے کہ اچانک ذہن میں ایک خیال نمودار ہوا، مگر رات کے اس پہر یہ مناسب نہ تھا پر اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی حل موجود نہ تھا۔ اس نے موبائل نکالتے ،ایک نمبر ڈائل کیا، بیل جارہی تھی، ہر بیل کے ساتھ آبرو کی دھڑکن بڑھتی جارہی تھی کہ اگر اس نے بھی فون نہ اٹھایا تو! کہ کال دوسری جانب سے ریسیو کرلی گئی

ہیلو "ایک نیند میں ڈوبی مردانہ آواز سماعت سے ٹکرائی، اسے اپنے اس عمل پر افسوس ہوا مگر آج وہ بہت مجبور تھی۔"

ہیلو۔۔میں۔میں۔۔آبرو بات کررہی ہوں" یہ نام سنتے دوسری جانب موجود تاشفین کی نیند ایک دم اڑی، وہ یہ آواز کیسے بھول سکتا تھا۔ وہ فوراً اپنے بیڈ پر اٹھ بیٹھا، نظر" بے اختیار گھڑی کی جانب گئی جو رات کا ایک بجا رہی تھی۔

"اس کے دماغ میں پہلا خیال صالحہ بیگم کا آیا، "ہیلو، آبرو سب خیریت ہے نہ آنٹی۔۔۔۔

کیا آپ پلیز اس وقت ہاسپٹل آسکتے ہیں" آبرو اس کی بات کاٹتی بولی، اس کے لہجے میں پوشیدہ پریشانی تاشفین محسوس کرسکتا تھا، وہ اصرار نہ بھی کرتی تو وہ فوراً وہاں پہنچ" جاتا۔

"دراصل وہ۔۔۔"

آپ پریشان نہ ہوں آبرو، میں ابھی دس منٹ میں ہاسپٹل پہنچ رہا ہوں" وہ بغیر وجہ جانے اسکی ایک پکار پر اس کے پاس آرہا تھا۔ آبرو نے فون کاٹتے آنکھیں بند کی اور ایک" گہری سانس لی، ایک آنسو آنکھ کے کنارے سے پھسلتا اسکے رخسار پر بہہ گیا۔ وہ پاس پڑے بینچ پر جابیٹھی کہ پورے دس منٹ بعد اسے وہ دائیں جانب سے اپنی جانب آتا دکھائی دیا۔ آسمانی رنگ کی شرٹ کے ساتھ، سیاہ پینٹ پہنے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ لیدر کی سیاہ جیکٹ کو درست کرتا وہ اسکے پاس آیا، آبرو بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی، وہ تیز ڈرائیو کرتا آدھے گھنٹے کا راستہ 10 منٹ میں طے کرتے یہاں پہنچا تھا۔ آبرو اسے رتبہ کی حالت کے بارے میں بتانے لگی، جس پر وہ اسے تسلی دیتا آپریشن تھیٹر ،میں داخل ہوا، تقریباً دس منٹ بعد وہ واپس باہر آیا، اسکے تاثرات دیکھتے آبرو کے آس پاس خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں، وہ تیزی سے اس کے پاس گئی

،رتبہ۔۔رتبہ، وہ ٹھیک تو ہے نہ!" اس کا لہجہ متفکر تھا، آواز نا چاہتے ہوئے بھی لڑکھڑا گئی۔ اسکی یہ حالت دیکھتے تاشفین کو بہت تکلیف ہوئی"

آبرو! بہت حوصلے سے میری بات سنیے گا" تاشفین کے الفاظ سنتے آبرو کا دل ایک دم تھم گیا۔"

،وہ ٹھیک تو ہے نہ؟" وہ مدھم آواز میں اپنا سوال دہراتی بولی"

urdunovelsblog

رتبہ کو نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے" آبرو کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے، اس نے کچھ بولنا چاہا مگر اسکی آواز، اسکے الفاظ اس کا ساتھ چھوڑ گئے کیونکہ بات اپنوں پر آگئی" تھی۔ انسان اپنی ذات کے دکھ، تکالیف تو برداشت کر لیتا ہے مگر پر معاملہ جب اپنوں کا ہو تو بڑے سے بڑا انسان بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔

آپ یوں ہمت مت ہاریں، ڈاکٹرز اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں، انشااللہ رتبہ کو کچھ نہیں ہوگا" آبرو نے سامنے کھڑے تاشفین کو دیکھا اور اپنی آنسوؤں سے بھری" آنکھیں لیے واپس اس بینچ پر جا بیٹھی اور اپنا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں گرا لیا جبکہ سامنے کھڑے تاشفین کے اختیار میں ہوتا تو وہ اسکے ان آنسوؤں کے پیچھے موجود ہر وجہ کو ختم کر دیتا۔

آدھا گھنٹہ مزید گزر چکا تھا مگر ڈاکٹرز کی جانب سے رتبہ کی کوئی خبر بھی ان تک نہ پہنچی تھی۔ آبرو کا فون مسلسل بج رہا تھا مگر وہ خود میں اتنی ہمت نہ رکھتی تھی کہ وہ فون اٹھاتے صالحہ بیگم کو رتبہ کے بارے میں کچھ بھی بتا پاتی۔ وہ آج خود کو بہت کمزور اور بے بس محسوس کر رہی تھی۔ پاس کھڑا تاشفین جو تب سے اسکی یہ حالت دیکھ رہا تھا، قدم ،اٹھاتا اسے قریب آیا اور اس کے موبائل کی سکرین پر جگمگاتا نام دیکھا کہ کال دوسرے جانب سے کاٹ دی گئی چند سیکنڈز بعد دوبارہ کال آنے لگی

آپ فون اٹھائیں آبرو" اس کی آواز پر تاشفین نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھاتے اس کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں، آبرو کا آنسوؤں سے تر چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھتے" تاشفین نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا، اس نے آج پہلی بار اسے یوں روتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ مجھ سے رتبہ۔۔۔کے بارے میں پوچھیں گیں۔۔۔میں۔۔۔میں انہیں کیا جواب دوں گی" اس کا ٹوٹا ہوا لہجہ، رندھی ہوئی آواز تاشفین کے لیے صبر کرنا بہت مشکل" تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے آبرو سے اسکا موبائل مانگا، آبرو نے پہلے ناسمجھی سے اسکی جانب دیکھا، تاشفین نے اسکے موبائل کی جانب اشارہ کیا، جس پر آبرو نے اپنا موبائل اٹھاتے تاشفین کو تھما دیا، تاشفین نے کال ریسیو کرتے فون کان سے لگایا، صالحہ بیگم کی آواز آبرو کی سماعت سے بھی ٹکرائی مگر الفاظ واضح نہ تھے پر آواز میں موجود درد، بے چینی وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔ تاشفین نے بہت تحمل سے انہیں ڈھکے چھپے الفاظ میں رتبہ کی حالت کا بتاتے انہیں تسلی دیتے، رتبہ کے لیے دعا کرنے کا کہتے فون ،کاٹ دیا اور موبائل واپس آبرو کو تھمایا کہ آبرو بولی

،آپ نے امی سے جھوٹ کیوں بولا، اگر رتبہ کو کچھ ہو گیا تو میں۔۔۔میں انہیں کیا جواب دوں گی؟" آبرو کے اس سوال پر تاشفین فوراً بولا"

اللہ پر بھروسہ رکھیں آبرو، وہ بڑا رحیم ہے، ہر چیز پر قادر! اس سے دعا مانگیں، وہ آپ کی دعا ضرور سنے گا" اس کی آواز اور الفاظ بہت پر اثر تھے۔ وہ یہ کہتے واپس کچھ فاصلے پر" ! جا کر کھڑا ہو گیا۔ آبرو نے آنکھیں بند کرتے اس کائنات کے مالک، ہر بشر کو پیدا کرنے والے، اپنے رب سے اپنی بہن کی تندرستی کی دعا مانگی

urdunovelsblog

،آدھا گھنٹہ مزید گزرا کہ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے، آبرو تیزی سے اٹھتی ان کے قریب گئی، اس کے کچھ کہنے سے پہلے ایک ڈاکٹر بولنے لگا

مریض کو نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا مگر اب ان کی جان خطرے سے باہر ہے" آبرو کے لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے، اس کی بہن ٹھیک تھی! ہاں وہ ٹھیک تھی، اسکی" جان بچالی گئی تھی۔ اس کے رب نے اسکی دعا سن لی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کرتے چہرے پر ہاتھ پھیرتے اپنے رب کا شکر ادا کیا جبکہ پاس کھڑے تاشفین کے ہونٹ بھی آسودہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

،مگر اگلے 48 گھنٹے ان کے لیے بہت ضروری ہیں، آپ بس ان کے لیے دعا کریں کہ انہیں جلد ہوش آجائے" ڈاکٹرز کی بات پر آبرو فوراً بولی"

،کیا میں اسے دیکھ سکتی ہوں" ڈاکٹر کے جواب دینے سے پہلے تاشفین بولا"

جی، آپ اندر جاسکتی ہیں" آبرو نے تاشفین کی جانب دیکھا اور پھر اندر چلی گئی۔ اس کے جانے پر تاشفین ڈاکٹرز سے بات کرنے لگا۔ اندر داخل ہوتے آبرو کی نظر رتبہ پر" پڑتے ہی اس کی آنکھیں بھیگیں، وہ اس کے قریب گئی اور ہاتھ بڑھاتے اسکے بالوں کو سہلایا، اور جھکتے اس کا ماتھا چوما اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی، یہ منظر دروازے میں کھڑے تاشفین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اسے وہیں چھوڑتے وہ باہر آگیا۔

آبرو صالحہ بیگم کو کال کرتے، انہیں رتبہ کی صحتیابی کی اطلاع دے چکی تھی۔ صالحہ بیگم ابھی ہسپتال آنے پر بضد تھیں مگر آبرو نے انہیں فلحال گھر پر رکنے اور صبح ہوتے ہی ہسپتال آنے کا کہتے تسلی دی تھی کیونکہ اس وقت مریض کے ساتھ کسی ایک اٹینڈنٹ کو ہی رکنے کی اجازت تھی۔

ڈاکٹرز آبرو کو باہر بھیجتے رتبہ کا دوبارہ معائنہ کر رہے تھے۔ تاشفین بھی انہیں ڈاکٹرز کے ساتھ موجود تھا۔ آبرو باہر بینچ پر آبیٹھی۔ وہ خود کو کافی حد تک پرسکون محسوس کر رہی تھی۔ اب اسے رتبہ کی اس حالت کے پیچھے موجود وجہ کا پتا لگانا تھا کہ آخر پارٹی میں ایسا کیا ہوا تھا جس نے اسے ہسپتال کے بستر تک پہنچا دیا۔ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ اس کی اس حالت کی ذمہدار کہیں نہ کہیں امل ہے۔ اسے امل سے ہوئی اپنی بات یاد آنے لگی، اس نے موبائل نکالتے، کچھ پل سوچا کہ کون اسے پارٹی میں ہوئی تمام باتیں بتا سکتا ہے کہ ایک دم ذہن میں خیال آیا، اس کے پاس سعدیہ کا نمبر تھا۔ موبائل آن کرتے اسکی نظر سامنے لکھے ہندسوں پر پڑی، اس وقت رات کے چار بج رہے رہے تھے۔ کال کے لیے وقت مناسب نہ تھا مگر کال ضروری تھی۔ اس نے نمبر ڈائل کرتے فون کان سے لگایا، بیل جاتی رہی مگر کسی نے فون نہ اٹھایا۔ آبرو نے دوبارہ کال ملائی، اس بار آخری بیل پر فون اٹھالیا گیا، سعدیہ کی نیند میں ڈوبی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی، آبرو نے بات کا آغاز کرتے اس سے رات میں ہوئی پارٹی کے بارے میں سوال کیا مگر سعدیہ نے اسے کچھ نہ بتایا جس پر آبرو کو مجبوراً اسے رتبہ کی حالت کے بارے میں بتانا پڑا، جس پر سعدیہ کی زبان کھلنے لگی، آبرو کو رتبہ پر افسوس جبکہ امل پر غصہ آنے لگا۔ فون کٹ چکا

urdunovelsblog

تھا۔اپنی بہن کے ساتھ ہوئی اس زیادتی کا اسے علم ہو گیا تھا مگر اسے معلوم تھا کہ اس میں قصوروار اس کی اپنی بہن بھی تھی۔ وہ امل اور شہریار سے اپنی بہن کے ساتھ کیے گئے سلوک کے بارے میں سوال کرنا چاہتی تھی مگر اس وقت وہ اس پوزیشن میں نہ تھی کہ وہ کچھ کر پاتی! ابھی کیس کے مسائل نے اسکی زندگی کو الجھا رکھا تھا اور اب رتبہ کی صحت اس کے لیے سب سے ضروری تھی۔ وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ اسے اندازہ ہی نہ ہوا کہ کب ڈاکٹرز رتبہ کا معائنہ کرتے چلے گئے، وہ اپنی سوچوں کو جھٹکتے اٹھی اور اندر داخل ہوئی، جہاں تاشفین ایک نرس کو رتبہ کے متعلق کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ آبرو ان کے قریب چلی گئی مگر خاموش رہی، اس کی موجودگی کو محسوس کرتے تاشفین نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ایک کاغذ نرس کو تھمایا اور نرس تاشفین کی بات پر سر ہلاتی باہر چلی گئی۔

"ڈاکٹرز کیا کہہ رہے تھے رتبہ کے بارے میں؟" آبرو کے سوال پر تاشفین آبرو کی جانب دیکھتے جواب دینے لگا جبکہ آبرو کی نظروں کا مرکز بیڈ پر موجود رتبہ کا وجود تھا۔

"رتبہ ریکور کر رہی ہے،" آبرو کے لبوں پر ایک پر سکون مسکراہٹ آئی

"اب بس اس کے ہوش میں آنے کا انتظار ہے،" آبرو نے نظریں اٹھاتے تاشفین کی جانب دیکھا

"کچھ دیر تک رتبہ کو آئی-سی-یو میں شفٹ کریں گے تاکہ جب تک اسے ہوش نہیں آتا اسے انڈر آبزرویشن رکھا جا سکے" آبرو نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا اور سامنے کھڑے تاشفین کو دیکھنے لگی جو رتبہ کی ڈرپ چیک کر رہا تھا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ۔۔۔"

urdunovelsblog

"یوں بار بار شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ مت کریں، میں نے جو کچھ بھی کیا ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے یہ سب میرا فرض تھا" وہ آبرو کی بات نرمی سے کاٹتا بولا، جس پر آبرو خاموشی سے مسکرائی۔ آبرو نے آج دل میں ایک بات کا اعتراف کیا تھا کہ سامنے کھڑا مرد صرف ایک اچھا ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ ایک اچھا انسان اور ایک اچھا مرد بھی تھا۔

صالحہ بیگم اصباح اور حرم کے ہمراہ ہسپتال پہنچ چکی تھیں۔ رتبہ کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ وہ سب اس وقت رتبہ کے پاس موجود تھیں۔ صالحہ بیگم کا رو رو کر برا حال تھا۔ وہ کبھی رتبہ کا ماتھا چومتیں تو کبھی ہاتھ! وہ ایک ایسی ماں تھیں جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے ہی اپنی اولاد کو کھویا تھا۔

"امی، امی سنبھالیں خود کو،" آبرو انہیں اپنے ساتھ لگاتے سنبھالنے لگی

رتبہ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے،آپ بس اس کے ہوش میں آنے کی دعا کریں" وہ انہیں ساتھ پڑے صوفے پر بٹھانے لگی۔ پاس کھڑی اصباح اور حرم بھی رتبہ" کی اس حالت پر بہت پریشان تھیں۔

میں کیسے صبر کروں بیٹا، مجھ سے اب سے یہ سب برداشت نہیں ہوگا، میری بچی اس حال میں۔۔۔۔۔"آبرو نے انہیں گلے لگالیا۔اسی لمحے تاشفین کمرے میں داخل" ہوا۔وہ صبح ہی سبرینہ کو کال کرتے سارے معاملے کی تفصیل سے آگاہ کر چکا تھا۔ سبرینہ ہسپتال آنا چاہتی تھی مگر تاشفین نے انہیں روک دیا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ ایک بار رتبہ کو ہوش آجائے پھر وہ وہاں آکر صالحہ بیگم اور رتبہ سے مل لیں اور ویسے بھی ہسپتال میں اتنے لوگوں کا جمع ہو جانا مریض کے لیے بھی نقصان دہ تھا۔صالحہ بیگم روتے روتے گہرے سانس لینے لگیں،تاشفین انکی جانب متوجہ ہوا اور تیزی سے اس جانب آیا۔گلے میں پہنا سٹیتھو سکوپ اتارتے ان کی دھڑکن کا معائنہ کرنے لگا۔وہ مسلسل رو رہی تھیں۔تاشفین نے سامنے بیٹھی آبرو کو مخاطب کیا،

آبرو انہیں سنبھالنے کی کوشش کریں ورنہ ان کی طبیعت بگڑ جائے گی،آپ سب کا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے" وہ رکا،آبرو اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔"

میں آپ لوگوں کے لیے الگ روم کا ارینج کرتا ہوں،آپ آنٹی کو وہاں لے جائیں" صالحہ بیگم تاشفین کی بات سنتے بولیں،"

نہیں بیٹا، مجھے اپنی بچی کے پاس رکنا ہے"ان کی آواز مدھم مگر لہجے میں ضد تھی۔"

آنٹی آپ رتبہ کے لیے پریشان مت ہوں، وہ بالکل ٹھیک ہے پر اگر آپ۔یونہی روتی رہیں تو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی، مجھ پر بھروسہ رکھیں، رتبہ بالکل ٹھیک" ہے"تاشفین صالحہ بیگم جو تسلی دیتا بولا اور اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑا ہوا۔کچھ دیر بعد وہ سب ایک الگ کمرے میں موجود تھے۔نرس صالحہ بیگم کو ڈرپ لگا رہی تھی جبکہ تاشفین بھی ان کے پاس ہی کھڑا تھا کہ صالحہ بیگم نے آبرو کو مخاطب کیا،

آبرو مجھے کچھ تو بتاؤ کہ رتبہ کو کیا ہوا تھا؟ وہ۔۔۔۔۔وہ کیسے اس حال کو پہنچی؟" صالحہ بیگم کے سوال پر آبرو نے کن اکھیوں سے پاس کھڑے تاشفین اور صالحہ بیگم کے پاس" کھڑی نرس کو دیکھا کہ تاشفین کے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے،

آپ آنٹی کا خیال رکھیے گا، کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے ضرور بتائیے گا، میں ابھی آتا ہوں"اس نے آبرو کی جانب دیکھتے اپنی بات کہی اور پھر نرس کو مخاطب کیا،"

آپ بھی میرے ساتھ آیئے"وہ دونوں روم سے باہر جا چکے تھے جبکہ آبرو اسکے اس عمل پر حیران ہوئی تھی کہ وہ کیسے اسکی خاموشی کے پیچھے چھپی بات سمجھ گیا تھا"!

آبرو مجھے کچھ تو بتاؤ بیٹا" صالحہ بیگم کی آواز پر وہ انکی جانب متوجہ ہوئی اور مناسب الفاظ میں انہیں اس رات پارٹی میں ہوا واقعہ کہہ سنایا۔اس نے انہیں صرف اتنا بتایا تھا کہ " رتبہ کی اپنی دوست سے شدید تلخ کلامی ہوئی تھی کیونکہ وہ اصل بات انہیں بتاتے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ اپنے عالیشان کمرے میں بیٹھی اس وقت اپنے پاؤں کا مساج کروا رہی تھی۔کمرے میں ہر جانب، ہر دیوار پر اسی کی چھوٹی بڑی تصویریں نصب تھیں۔وہ ایک خود پسند اور ضدی لڑکی تھی، جسے رتبہ صدیقی نے پہچاننے میں غلطی کی تھی۔وہ آنکھیں بند کیے کسی گہری سوچ میں گم تھی کہ اسکا فون بجنے لگا،اس نے آنکھیں کھولتے ہاتھ آگے بڑھایا اور اپنا موبائل اٹھتے سکرین پر جگمگاتا نام دیکھا، کال شہریار کی تھی!اس نے ہاتھ کے اشارے سے ملازمہ کو کمرے سے باہر بھیج دیا اور کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا کہ ،شہریار کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

،اب کیسا فیل کر رہی ہیں آپ امل آفندی!"امل مسکراتے ہوئے جواب دیے لگی"

ریلیکسڈ!"اس ایک لفظی جواب میں اس کی کیفیات عیاں تھیں۔"

"!ایک خبر ہے تمہارے لیے"

،ہمم، کہو!"امل نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا جوس کا گلاس اٹھاتے اپنے لبوں سے لگایا"

،کل رات رتبہ کو نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے"امل ایک دم حیران ہوئی مگر خاموش رہی"

،لگتا ہے کافی سیریس تھی وہ اس دوستی کو لے کر"وہ طنزیہ بولا"

"تمہیں یہ خبر کس نے دی؟"

،سعدیہ کی کال آئی تھی"جواب فورا آیا"

،بہت افسوس ہوا مجھے! بچ گئی یا۔۔۔"امل کی بات پر وہ ہنسا،امل نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑی"

،بچ گئی بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ تمہاری دوستی نے اسے بچا لیا"امل استہزایہ انداز میں بولنے لگی"

،بالکل،میری دوستی اس کے لیے کافی اہم تھی، خیر اس کا چیپٹر اب میں اپنی زندگی سے کلوز کر چکی ہوں شہریار"وہ رکی"

سو آئندہ میرے سامنے اُس کا ذکر کر کے میرا موڈ خراب مت کرنا، بائے" وہ یہ کہتے فون کاٹ چکی تھی۔"

رتبہ کو کچھ دیر پہلے ہی ہوش آیا تھا۔اس کے آس پاس موجود ہر شخص کی چہرے پر پُر مسرت مسکراہٹ تھی۔ان سب کو پریشانی کے بعد راحت نصیب ہوئی تھی۔وہ سب رتبہ سے ہلکی پھلکی باتیں کرتے اسے مطمئن رکھنے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ ڈاکٹرز نے اسکے سامنے کوئی بھی ایسی بات جو اسکے لیے پریشانی کا باعث بنے کرنے سے سختی سے منع کیا تھا جبکہ ہوش کی منازل طے کرتے ہی رتبہ کو سب یاد آنے لگا تھا جو اس کی اس حالت کا ذمہ دار تھا مگر اپنوں کو پاس دیکھتے ،انکے چہرے پر موجود مسکراہٹیں دیکھتے وہ پر سکون اور مطمئن محسوس کر رہی تھی۔آبرو کو صالحہ بیگم نے حرم کے ساتھ گھر بھیجا تھا تاکہ وہ فریش ہو کر کچھ دیر آرام کر لے۔ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سبرینہ اور زاویار اندر داخل ہوئے۔سبرینہ صالحہ بیگم اور سبرینہ کے قریب جاتے ان سے ملنے لگیں۔کچھ فاصلے پر کھڑا زاویار سنجیدہ چہرہ لیے رتبہ کو دیکھ رہا تھا۔مرجھایا ہوا چہرہ، پیلا پڑتا رنگ، آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکے، سوجی ہوئی آنکھیں وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے رتبہ نے زاویار کی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں۔اس کی نظروں کا سارا شوخ پن مانند پڑ گیا تھا۔زاویار کا دل بے اختیار اس کے لیے پریشان ہوا۔وہ اسے ایسی بجھی بجھی بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔وہ ہمیشہ دو بدو جواب دیتی ہی جچتی تھی۔وہ نظریں پھیرتا باہر آگیا جہاں اسے سامنے سے تاشفین آتا دکھائی دیا۔تاشفین زاویار کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھتا پریشان ہوا

کیا ہوا زاوی، سب ٹھیک ہے نہ؟" وہ اسکے قریب آتا بولا"

رتبہ کو کیا ہوا ہے بھائی؟" سوال انتہائی غیر متوقع تھا۔تاشفین اسکی آنکھوں میں نظر آتا تاثر دیکھتے ٹھٹکا، اسکی آنکھیں تاشفین کو کچھ اور ہی سمجھا رہی تھیں۔"

نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا" زاویار فورا بولا"

وہ تو مجھے بھی معلوم ہے بھائی" وہ رکا اور تاشفین کی آنکھوں میں دیکھتا بولا"

نروس بریک ڈاؤن کیوں ہوا تھا؟ میں یہ پوچھ رہا ہوں" اس کا لہجہ اور انداز تاشفین کو حیران کر رہا تھا۔وہ آج ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ تھا۔"

مجھے نہیں معلوم زاوی مگر جو بھی ہوا تھا وہ اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا" زاویار نے سختی سے لب بھینچے، تاشفین اسکے قریب آیا اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا"

فکر مت کرو زاویار، وہ اب ٹھیک ہے" وہ دونوں بھائی تھے، ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔"

وہ ہسپتال کے اس کمرے میں اس وقت اکیلی تھی۔اسے آج یہاں ایڈمٹ ہوئے پورا ہفتہ ہو گیا تھا مگر ابھی تک ہسپتال سے ڈسچارج نہیں کیا گیا تھا۔ان سات دنوں میں ہر کوئی اسکی تیمارداری کے لیے ہسپتال آیا تھا۔رابعہ بیگم اور مہمل بھی ابھی کچھ دیر پہلے ہی واپس گئی تھیں۔ان دونوں میں آبرو کا اس سے بہت بار سامنا ہوا تھا مگر آبرو نے اسے مخاطب کرتے صرف چند رسمی باتوں کے علاوہ کوئی بات نہ کی تھی۔رتبہ کو اسکے چہرے پر واضح ناراضگی دیکھائی دیتی تھی۔یقیناوہ سب جان چکی ہو گی مگر رتبہ کو اس سے کوئی گلِانہ تھا کیونکہ اسے ناراض ہونے کا پورا حق حاصل تھا۔آبرو وزرات کو اس کے پاس ٹھہرتی مگر ان کے درمیان گفتگو نہ ہونے کے برابر ہوتی۔وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ دروازہ کھلا اور آبرو اندر داخل کوئی،اس نے سامنے مریضوں کے لباس میں موجود رتبہ کی جانب دیکھا اور اسے سلام کرتے دروازہ بند کیا اور قدم بڑھاتے اس کے قریب آئی۔اپنا بیگ صوفے پر رکھتے اس نے رتبہ کی جانب دیکھا جو بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

سوئی کیوں نہیں ابھی تک؟"نرمی سے سوال کیا گیا۔"

مجھے نیند نہیں آرہی تھی"جواب فوراآیا۔"

،تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟"لہجے میں فکر تھی۔رتبہ نے اثبات میں سر ہلایا"

میڈیسن لی تھی؟"اس بار بھی رتبہ کی اقرار میں ہلتی گردن پر آبرو پر سکون ہوئی اور ٹیبل پر موجود چیزیں سمیٹنے لگی۔"

مجھے بھوک لگ رہی ہے آبرو"رتبہ کی آواز پر آبرو نے ایک نظر گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے گیارہ بجا رہی تھی اور اثبات میں سر ہلاتے،ٹیبل پر رکھے پھلوں میں سے" دوسیب اٹھاتے پلیٹ میں رکھے اور کھڑے کھڑے انہیں کاٹنے لگی،سیب کے ہر ٹکڑے کے ساتھ رتبہ خود کو آبرو سے بات کرنے کے لیے تیار کر رہی تھی۔آبرو پلیٹ اٹھائے اس کے قریب گئی کہ رتبہ بے اختیار اپنے دونوں بازوں اسکے گرد پھیلاتے،اس کے گلے لگ گئی۔رتبہ کی اس حرکت پر آبرو ایک دم حیران ہوئی مگر پھر پلیٹ سائیڈ پر ،رکھتے اس نے بھی اپنے بازو اسکے گرد پھیلاتے اسے گلے لگایا کہ رتبہ کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی

مجھے معاف کر دو آبرو،میں بہت بری ہوں،بہت بری!"اسکی آواز رندھ چکی تھی۔آبرو نے اسے خود سے الگ کرتے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اس کے بہتے" ،آنسو صاف کرنے لگی

تم ہمیشہ مجھے سمجھاتی تھی مگر میں نے کبھی تمہاری بات نہیں مانی،ہمیشہ تم۔۔۔تم سے بدتمیزی کرتے۔۔۔۔تمہارا دل دکھاتی تھی،تمہیں تکلیف دیتی تھی،میں۔۔۔میں" بہت۔۔۔۔بہت بری ہوں آبرو"وہ رو رہی تھی۔

تمہارے ان آنسوؤں سے بھی مجھے تکلیف ہی ہوتی ہے رتبہ"آبرو کی اس بات پر رتبہ نے آبرو کی جانب دیکھا،جس کی آنکھیں نم تھیں۔"

میں نے ہمیشہ تمہارا بھلا چاہا ہے، اب بھی وہی چاہتی ہوں اور ہمیشہ چاہتی رہوں گی، اس لیے اب رونا بند کرو ورنہ تمہاری طبیعت بگڑ جائے گی" آبرو کی بات پر رتبہ فوراً" ،بولی

،مجھے اس بات کا احساس بخوبی ہو گیا ہے کہ میں ہمیشہ غلط تھی، میں۔۔۔۔۔ میں بہت بری ہوں آبرو میں۔۔۔" رتبہ دوبارہ روتے ہوئے اپنی بات دہرانے لگی"

تم بالکل بھی بری نہیں ہو رتبہ بس تمہارے آس پاس برے لوگ آ گئے تھے، جنہیں وقت نے خود ہی تم سے دور کر دیا ہے" آبرو نے ہاتھ بڑھاتے اس کے آنسو صاف" ،کیے اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی بولی

"میں امل کو ہمیشہ اپنا اچھا دوست مانتی تھی مگر اس نے۔۔۔"

ماضی کو بھول جاؤ رتبہ! صرف اس سے حاصل ہونے والا سبق یاد رکھو جو تمہیں مستقبل میں فائدہ دے گا اور خدا کا شکر ادا کرو کہ وقت پر ہی سب کی حقیقت تم پر آشکار ہو" ،گئی" آبرو اسے سمجھانے لگی

شاباش اب رونا بند کرو اور مستقبل میں اپنے آس پاس موجود لوگوں پر اعتبار کرنے میں ہمیشہ محتاط رہنا کیونکہ جو جیسا نظر آتا ہے وہ ویسا ہوتا نہیں" رتبہ آبرو کی جانب دیکھ" رہی تھی، اُس کے آنسو اب رک چکے تھے۔

غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں رتبہ مگر کامیاب انسان وہ ہے جو اپنی کی گئی غلطی سے حاصل ہوا سبق ہمیشہ یاد رکھے اور دوبارہ اس غلطی کو نہ دہرائے" رتبہ نے اثبات" ،میں سر ہلاتے اپنی آنکھیں صاف کیں

اب خود کو یوں پریشان مت کرو، جو ہو گیا اسے بھول جاؤ اور آنے والے کل پر دھیان دو، ویسے بھی ایک دو دن تک تمہیں ڈسچارج کر دیں گے پھر گھر جاؤ گی تو مزید بہتر" ،محسوس کرو گی" آبرو کے بات پر رتبہ کے ذہن میں ایک سوال بیدار ہوا

،آبرو تم۔۔۔۔۔ نے امی۔۔۔ کو بھی سب۔۔۔؟" اس نے اپنا سوال ادھورا چھوڑا، اس کے سوال پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا"

،ہاں، میں نے امی کو بھی اس بارے میں بتا دیا تھا مگر پوری بات واضح نہیں کی" وہ رکی، رتبہ کی جانب دیکھا"

،پوری سچائی صرف میرے اور تمہارے درمیان ہی ہے، اب ان باتوں کو چھوڑو رتبہ، برا وقت گزر چکا ہے" آبرو نے مسکراتے ہوئے کہا، رتبہ دوبارہ بولنے لگی"

"مجھے لگا تھا کہ تم ہمیشہ کے لیے مجھ سے ناراض ہو جاؤ گی۔۔۔ مجھ سے کبھی بات نہیں کرو گی، میں اکیلی رہ جاؤں گی اور۔۔۔"

،میں تمہاری بہن ہوں رتبہ، میں تم سے وقتی طور پر تو خفا ہو سکتی ہوں مگر کبھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی" آبرو نے اس کے ہاتھ تھامتے اسے جواب دیا"

،نہ آج چھوڑا ہے، نہ کبھی چھوڑوں گی" آبرو نے یہ کہتے اس کے ہاتھ چھوڑے اور سائیڈ پر رکھی پلیٹ اٹھائی"

،تم بہت اچھی ہو آبرو" رتبہ کی بات پر آبرو نے اسکی جانب دیکھا"

مجھے معلوم ہے" آبرو نے فخریہ انداز میں کہا جس پر رتبہ ہنسنے لگی، آبرو نے سیب کا ایک ٹکڑا اٹھاتے رتبہ کو کھلایا، بالکل اسی انداز میں رتبہ نے بھی ایک ٹکڑا آبرو کو" کھلایا۔ایک مشکل گھڑی بیت گئی تھی، رنجشیں دور ہو گئی تھیں جس سے ماحول اب بہت پر سکون ہو چکا تھا۔

فیاض لاشاری بیڈ پر بیٹھے فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھے۔بیڈ پر انکے ساتھ بیٹھی فائقہ بیگم ہاتھوں کو لوشن لگاتے، انکے فارغ ہونے کی منتظر تھیں۔انکے دماغ ،میں آج ایک خیال آیا تھا جسے وہ جلد از جلد عملی جامہ پہنانا چاہتی تھیں۔کچھ دیر بعد فیاض صاحب نے فون بند کرتے سائیڈ پر رکھا کہ فائقہ بیگم نے انہیں مخاطب کیا

فیاض مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے" فیاض لاشاری نے سائیڈ ٹیبل پر پڑی ایک کتاب اٹھاتے انکی جانب دیکھا۔"

،ہمم بولو" وہ کتاب کھولتے مصروف انداز میں بولے"

،میں سوچ رہی تھی کہ اگر ہم کمپنی کے 20 پرسنٹ شیئرز شہریار کے نام کر دیں تو۔۔۔" فیاض لاشاری چونکے اور کتاب بند کرتے انکی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟ پہلے ہی تم 40 پرسنٹ شیئرز شاہزین کے نام لگوا چکی ہو، اب کیا چاہتی ہو کہ میں باقی کا سب تمہارے دوسرے بیٹے کے نام لگا کر خود" خالی ہاتھ بیٹھ جاؤں اور تمہارے دونوں بیٹے مل کر میرا بزنس تباہ و برباد کر دیں" فائقہ بیگم کی بات انہیں غصہ دلا گئی تھی۔

میں نے ایسا کب کہا فیاض، میرا مطلب تھا کہ آپ شاہزین کے شیئرز میں سے ہی آدھے شیئرز شہریار کے نام کر دیں" فائقہ بیگم اپنا مدعا بیان کر چکی تھیں۔"

،کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ خیال تمہارے دماغ میں کیوں آیا ہے؟" فیاض لاشاری ان کے مشورے پر طنزیہ انداز میں بولے"

،شہریار اب بڑا ہو گیا ہے، اسے اپنی کمپنی، یہ بزنس سب سنبھالنا چاہیے اور۔۔" فیاض لاشاری نے انکی بات کاٹی"

ایک بات میں تمہیں یاد دلاتا چلوں کہ تمہارا وہ بیٹا جو بقول تمہارے اب بڑا ہو چکا ہے، آج تک ایک بار بھی آفس نہیں آیا اور صاف الفاظ میں میرے بزنس کو انکار کر چکا" ،ہے" فیاض لاشاری کی اس بات پر فائقہ بیگم کچھ لمحے خاموش ہوئیں مگر دوبارہ بولنے لگیں

،میں سمجھاؤں گی شہریار کو اور ویسے بھی جب شیئرز اس کے نام ہو جائیں گے تو اس بزنس میں خود بخود اسکی دلچسپی پیدا ہو جائے گی" فائقہ بیگم انہیں قائل کرنے لگیں"

،ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا!" فیاض لاشاری نے نفی میں سر ہلاتے انکار کیا"

،فیاض پلیز آپ ایک بار میری بات مان کر تو دیکھیں" فیاض لاشاری نے فائقہ بیگم کی جانب دیکھا"

پلیز فیاض" وہ اصرار کرنے لگیں۔"

،میری ایک شرط ہے" فیاض لاشاری کی بات پر فائقہ بیگم کی آنکھوں میں الجھن ابھری"

"کیسی شرط؟"

،پہلے شہریار پورے دو ماہ روز آفس آئے گا، بزنس کے معاملات کو سمجھے گا پھر ہی میں اس بارے میں کچھ سوچوں گا" انکی بات پر فائقہ بیگم مسکرائیں"

،آپ بے فکر رہیں میں کل ہی شہریار سے بات کروں گی، بہت جلد وہ آفس جوائن کر لے گا" فائقہ بیگم اپنے مقصد میں کامیاب ٹھہریں"

ہمم دیکھتے ہیں" فیاض لاشاری ہاتھ میں پکڑی کتاب دوبارہ کھولتے بولے، جبکہ فائقہ بیگم کے چہرے پر فتح کی مسکراہٹ تھی۔"

urdunovelsblog

تاشفین قدم اٹھاتا روم میں داخل ہوا، سامنے موجود سب لوگوں نے اس کی جانب دیکھا۔ان کے قریب پہنچتے اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل بیڈ پر بیٹھی رتبہ کی جانب
،بڑھائی

یہ لو رتبہ تمہاری ڈسچارج سلپ" رتبہ نے مسکراتے ہوئے وہ فائل تھامی۔تاشفین کی بات پر سب کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔"

،مگر رتبہ تمہیں اپنا بہت خیال رکھنا ہے، اپنی صحت کے معاملے میں ذرا بھی لاپرواہی نہیں کرنی کیونکہ وہ کہتے ہیں نہ" وہ رکا، وقفہ دیتے دوبارہ بولا"

جان ہے تو جہان ہے" تاشفین کی بات پر رتبہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔"

آنٹی آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا، مصیبت کا وقت گزر چکا ہے، اب سب بالکل ٹھیک ہے، کوئی بھی پریشانی ہو تو مجھے بتائیے گا" تاشفین نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا، جس پر"
صالحہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اسے دل سے دعا دی۔

ہاں صالحہ تاشفین بالکل صحیح کہہ رہا، کوئی بھی پریشانی ہو تو مجھے ضرور بتانا، ہم تمہارے ساتھ ہیں" پاس کھڑی سبرینہ بولیں۔ وہ اس دن سے روز ہسپتال آ رہی تھیں۔"

، تمہارا بہت شکریہ بیٹا، تم نے ہماری بہت مدد کی ہے" صالحہ بیگم نے تاشفین کو مخاطب کرتے کہا جس پر وہ بولنے لگا"

، بیٹا بھی کہہ رہی ہیں اور شکریہ بھی ادا کر رہی ہیں" وہ رکا"

آپ میرے لیے بالکل امو جان کی طرح ہیں آنٹی، آپ لوگ ہمارے اپنے ہیں اور اپنوں کے لیے انسان اتنا تو کر ہی سکتا ہے" وہ مسکرایا، صالحہ بیگم کی آنکھوں میں نمی"

، اترنے لگی کہ سبرینہ نے انہیں مخاطب کیا

، صالحہ تم سب کو ابھی میں اور زاویار گھر چھوڑ دیں گے" صالحہ بیگم فوراً بولیں"

"تم خوامخواہ زحمت کر رہی ہو سبرینہ، میں۔۔۔۔"

اس میں زحمت کی کیا بات ہے صالحہ، رتبہ میری بھی بیٹیوں جیسی ہے" صالحہ بیگم خاموش ہو گئیں۔"

تاشفین تم زاویار کو کہو کہ وہ گاڑی نکالے" تاشفین سبرینہ کی بات پر سر ہلاتا چلا گیا۔"

، آبرو کہاں ہے؟" سبرینہ کے سوال پر صالحہ بیگم بولنے لگیں"

وہ ابھی تمام بلز وغیرہ کلیئر کرنے کے لیئے گئی ہے، اسے واپسی پر دیر ہو جائے گی" سبرینہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ کچھ دیر بعد وہ سب گاڑی میں بیٹھ چکے" تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا زاویار بار بار سامنے لگے آئینے سے پیچھے بیٹھی رتبہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے یوں چپ چپ، مرجھائی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ نجانے کیوں پر اسکی یہ حالت زاویار کو تکلیف دے رہی تھی جبکہ اسکا یوں بار بار رتبہ کو دیکھنا گاڑی میں بیٹھی صالحہ بیگم اور سبرینہ محسوس کر چکی تھیں۔

وہ تمام بلز ادا کرتے اب فارغ ہوئی تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کی لمبی قمیض کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے اس کا رخ اب کارڈیالوجی وارڈ کی جانب تھا۔ سیاہ دوپٹہ سر پر اوڑھے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی کہ وہ اسے سامنے راہداری میں ہی ایک فیمیل ڈاکٹر سے بات کرتا نظر آیا۔ وہ کچھ فاصلے پر رک کر اسکے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ تاشفین کی ، بے اختیاری میں اس جانب نظر اٹھی، سیاہ دوپٹے کے ہالے میں موجود وہ چہرہ دیکھتے اس نے اپنی بات ختم کرتے اس ڈاکٹر سے معذرت کی اور قدم اٹھاتا آبرو کے قریب آیا

، سوری آپ کو ڈسٹرب کیا" اس کے قریب آنے پر آبرو مسکراتے ہوئے بولی"

نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میں بھی ابھی آپ کو ہی کال کرنے والا تھا" وہ اس وقت سرجن کے مخصوص لباس میں موجود تھا۔"

آپ میرے ساتھ آئیں، مجھے رتبہ کے متعلق آپ کو کچھ ضروری باتیں بتانی ہیں" اس کی بات پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے ہمراہ قدم اٹھانے لگی، کچھ دیر بعد وہ" دونوں تاشفین کے کیبن میں موجود تھے۔

آپ جانتی ہیں آبرو کہ رتبہ موت کے منہ سے واپس آئی ہے" تاشفین نے اپنی بات کا آغاز کیا۔"

نروس بریک ڈاؤن ہونا معمولی بات نہیں اور اس کی مکمل ریکوری بھی بہت وقت مانگتی ہے" آبرو سنجیدہ چہرہ لیے اسکی باتیں سن رہی تھی۔"

میں نہیں جانتا کہ ایسی کیا وجہ تھی، جس نے رتبہ کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ اسے نروس بریک ڈاؤن ہو گیا" ایک تاثر آبرو کے چہرے پر ابھرا، جسے سامنے موجود تاشفین" ،نے بخوبی دیکھا

آپ پریشان مت ہوں، میں آپ سے وہ وجہ نہیں پوچھوں گا" آبرو نے نظریں اٹھاتے سامنے بیٹھے اس بھوری آنکھوں والے اس شخص کو دیکھا، وہ کیسے بن کہے اس کی" ! باتیں سمجھ جاتا تھا

مگر آپ کو اس کا بہت خیال رکھنا ہو گا، اسے ہر قسم کی پریشانی سے دور رکھنا ہو گا کیونکہ اگر اب وہ پریشانی لے گی تو معاملہ جان لیوا ہو سکتا ہے" آبرو نے اسکی بات سمجھتے" ،اثبات میں سر ہلایا

urdunovelsblog

،میری پوری کوشش ہو گی کہ میں اسے ہر قسم کی پریشانی سے دور رکھوں اور اسکی صحت کا خاص خیال رکھوں" وہ رکی"

میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں، اگر اس رات آپ نہ آتے تو میں وہ سب اکیلے کیسے سنبھالتی" وہ واقعی تاشفین کی بہت مشکور تھی۔"

ایسی بات نہیں ہے آبرو، آپ کو اللہ نے بہت قوت عطا کی ہے، آپ آج تک اکیلی اتنے مسائل کا سامنا کرتی آئی ہیں، خود کو کبھی بھی کمزور مت سمجھیے گا، آپ بہت مضبوط" اور بہادر ہیں" وہ جانے انجانے میں ہمیشہ اس کی ہمت بڑھاتا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی آبرو کا فون بجنے لگا، اس نے سکرین پر جگمگاتا نام دیکھا اور کال کاٹتے اپنی جگہ ،سے اٹھ کھڑی ہوئی

چلیں اب میں چلتی ہوں، ونس اگین تھینک یو سو مچ" وہ مسکراتے ہوئے بولی کہ اسکا فون پھر سے بجنے لگا، وہ قدم اٹھاتی کیبن سے باہر آگئی جبکہ تاشفین سمجھ چکا تھا کہ وہ کال" یقیناً اسکے لیے بہت اہم تھی۔ کیبن سے باہر آتے آبرو نے فون کان سے لگایا اور چلتے ہوئے راہداری عبور کرنے لگی کہ اس کی سماعت سے دوسری جانب سے بولے جانے والے الفاظ ٹکرائے، جنہیں سنتے آبرو کے قدم وہیں رک گئے۔

،کیا۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" دوسری جانب سے دوبارہ کچھ کہا گیا"

کس نے کیا ہے یہ؟" آبرو کے اس سوال پر دوسری جانب سے لیا جانے والا نام آبرو کی حیرت میں مزید اضافہ کر گیا۔"

تو بتائیں رتبہ میڈم کہ آج آپ کیا کھانا چاہتی ہیں؟" اصباح نے بیڈ پر بیٹھتے رتبہ سے پوچھا، جو بیڈ پر صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی۔ انہیں ہسپتال سے گھر پہنچے ابھی کچھ ہی" دیر ہوئی تھی۔

،میرا خیال ہے رتبہ پلاؤ کھانا چاہتی ہے" جواب حرم کی جانب سے آیا، جس پر اصباح اسے گھورتی ہوئی بولی"

،میں نے تم سے نہیں رتبہ سے پوچھا ہے" رتبہ مسکرائی، اصباح کے سوال پر وہ بولنے لگی"

،جو تمہیں ٹھیک لگے" رتبہ کی آواز مدھم تھی کہ صالحہ بیگم بولنے لگیں"

urdunovelsblog

رتبہ بیٹا ابھی تم آرام کرو، تمہاری طبیعت ابھی پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی" رتبہ صالحہ بیگم کی جانب دیکھنے لگیں جو بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔"

تب تک میں اور اصباح مل کر تمہارے لیے تمہارا پسندیدہ کھانا تیار کرتے ہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولیں، اصباح بھی اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تینوں" کمرے سے چلی گئیں۔ انکے جانے پر رتبہ کی آنکھیں بے اختیار بھیگیں۔ یہ اس کے گھر والے، اس کے اپنے، اس کے خونی رشتے تھے، جن پر وہ ہمیشہ غیروں کو فوقیت دیتی آئی تھی۔ اس نے غیروں پر اعتبار کرتے، اپنوں کو فراموش کیا تھا جس کے نتیجے میں اس نے گہری چوٹ کھائی تھی۔ اس نے ہمیشہ اپنوں کو نظرانداز کرتے، دوسروں کی خاطر ان سے تلخ کلامی کرتی تھی، ان کی دل آزاری کرتی تھی، مگر آج وہی اپنے اس کے ساتھ تھے، اس کے لیے فکرمند تھے۔ وہ خوش نصیب تھی کہ اللہ نے اسے ایسے گھر والوں سے نوازا تھا جنہوں نے اسے اسکی غلطیوں کے باوجود بھی تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ اس بخوبی احساس ہو چکا تھا کہ دولت سے سب خریدا جا سکتا ہے مگر اپنے قریبی رشتے نہیں! کیونکہ یہ رشتے بے مول ہوتے ہیں، ہر دکھ اور پریشانی میں آپ کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس واقعے سے اس نے سب سے بڑا سبق یہ سیکھا تھا کہ اپنی بنیادیں

بھول کر دوسروں کے رنگوں میں رنگنے والے ہمیشہ ٹھوکر ہی کھاتے ہیں۔وہی طرزِ زندگی جو اسے ایک وقت میں بہت پر کشش اور اچھا محسوس ہوتا تھا آج وہی طرزِ زندگی

!اسے انتہائی کھوکھلا محسوس ہو رہا تھا۔زندگی میں اپنے قریبی رشتوں سے زیادہ قیمتی کچھ نہیں ہوتا

اچھا لباس پہننے سے آپ امیر تو لگ سکتے ہیں مگر سکون حاصل نہیں کر سکتے !اس نے پاس پڑا موبائل اٹھایا اور گہری سانس لیتے امل کا نام لکھا،اس کا نمبر نکالتے اسے ایک میسج

،کیا

مجھے میری زندگی کا سب سے بڑا سبق دینے کے لیے تمہارا بہت شکریہ !"یہ میسج اسے بھیجتے وہ اسکا نمبر بلاک کر چکی تھی۔امل نامی اس انسان کو وہ صرف وہ اپنے موبائل سے"

ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی سے بھی نکال چکی تھی۔

وہ ہاسپٹل سے سیدھا عدالت آئی تھی جس کی وجہ وہی فون کال تھی جو اسے ہاسپٹل میں موصول ہوئی تھی۔اسلم کا قتل ہو گیا تھا،وہ اپنا اہم ترین گواہ کھو چکی تھی مگر سب سے

حیران کن بات یہ تھی کہ اسے قتل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ عماد تھا۔وہ واقعے کی مکمل تفصیلات معلوم کروا چکی تھی۔اسلم کی بیوی نے عماد کے خلاف ایف آئی آر درج

کروائی تھی جس پر عماد کو فوراً گرفتار کر لیا گیا تھا۔آبرو اب اسلم کی بیوی سے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔وہ اس وقت اپنے آفس میں موجود تھی کہ اس کا فون بجنے لگا،اس نے

،فوراً فون اٹھایا

ہاں،ہاں،تم انہیں ادھر ہی لے آؤ پلیز"کال کٹ چکی تھی۔کچھ لمحے بعد اسلم کی بیوی آبرو کے آفس میں بیٹھی تھی۔اسے لانے والی سدرہ تھی جو ان دونوں کے ساتھ ہی"

آبیٹھی۔پولیس اس کے تمام بیانات ریکارڈ کر چکی تھی۔آبرو نے سامنے بیٹھی اس عورت کو دیکھا جس کی آنکھیں رو رو کر سوجی ہوئی تھیں۔بے شک مرنے والا ایک مجرم تھا

،مگر وہ اس عورت کا شوہر اور اس کے بچوں کا باپ تھا۔کچھ دیر اسے حوصلہ دینے کے بعد آبرو نے بات کا آغاز کیا

،یہ سب کیسے ہوا راحمہ،کیا آپ مجھے تفصیل سے ساری بات بتا سکتی ہیں؟"راحمہ نے آبرو کی جانب دیکھا اور بولنے لگی"

کل رات جب میں اور اسلم بچوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو ایک دم دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی جیسے کوئی دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونا چاہتا ہو،اسلم کو"

اسی وقت خطرے کی بو محسوس ہوئی اور اس نے مجھے کہا کہ میں بچوں کو لے کر کمرے میں چلی جاؤں اور جب تک وہ نہ کہے باہر نہ آؤں،میں نے انکار کیا مگر پھر مجبوراً مجھے

اسکی بات ماننی پڑی"وہ رکی،ایک گہری سانس لی،وہ دونوں اس کی بات بہت غور سے سن رہی تھیں۔

میں کمرے میں چلی گئی کہ کچھ لمحے بعد مجھے کسی کی زور زور سے چلانے کی آوازیں آنے لگیں، مجھ سے رہا نہ گیا، میں بچوں کو وہیں چھوڑتے باہر آئی کہ مجھے دور سے ہی اسلم کے ساتھ ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا، جو بہت غصے سے اسلم کا گریبان پکڑے کچھ بول رہا تھا، میں نے کچھ قدم مزید آگے بڑھائے تو مجھے اسکے الفاظ سنائی دیے، وہ اسلم کو کورٹ میں گواہی دینے سے روکنے آیا تھا مگر اسکے انکار پر اس آدمی نے گن نکالتے اس کا رخ اسلم کی جانب کیا، اس سے پہلے کہ میں ان کے پاس جاتی۔۔۔"اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آواز رندھ چکی تھی۔

"وہ گولی چلا چکا تھا، وہ تین گولیاں اسلم کے سینے میں اتارتا چلا گیا"وہ رونے لگی،

"سنبھالو خود کو راحمہ"آبرو نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے دلاسہ دیا،

"مگر تم تو اس آدمی کو جانتی نہیں تھی، پھر تم نے اسے نامزد کیسے کیا؟"آبرو کے سوال پر وہ اپنے آنسو صاف کرتی بولی،

"اس کے جانے کے بعد میں تیزی سے اسلم کے پاس گئی، اس نے اپنی آخری سانسوں میں اس شخص کا نام لیا تھا، وہ بار بار عماد کا نام پکار رہا تھا"وہ رونے لگی،

"اس ظالم نے ایک بار بھی اسلم پر رحم نہیں کھایا"اس کے آنسو دوبارہ بہنے لگے،

"اپنے آپ کو سنبھالو، تمہارا شوہر بے شک ایک مجرم تھا مگر وہ اپنے گناہوں کی تلافی کا آغاز کر چکا تھا"آبرو کے بولنے پر راحمہ نے اپنے آنسو صاف کیے،

"وکیل صاحبہ، آپ اس عماد کو جیل سے چھوٹنے مت دیجیے گا"

تم بے فکر رہو، میں اس کے مجرم کو سزا ضرور دلواؤں گی"آج آبرو کی عماد سے نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔"

سورج غروب ہونے والا تھا۔ آسمان پر سرخی چھانے لگی تھی۔ اسی پہر آبادی سے کچھ دور سڑک پر ایک گاڑی پوری رفتار سے سفر کر رہی تھی۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر شاہزین لاشاری موجود تھا۔ گاڑی میں میوزک کی آواز گونج رہی تھی کہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے فواد نے میوزک کی آواز کم کرتے اسے مخاطب کیا،

"تمہارے کل کے کیا پلینز ہیں شاہزین؟"شاہزین نے گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا،

"کل صبح مجھے ایک ضروری کام سے کراچی جانا ہے"وہ رکا،

"کیوں سب خیریت ہے؟"شاہزین کے سوال پر فواد بولا،

"ایکچولی یار میں تمہیں کسی سے ملوانا چاہتا تھا"

کس سے ؟"سوال فوری تھا مگر اس سے پہلے کہ فواد کوئی جواب دیتا اسکی نظر سامنے پڑی جہاں سڑک پر ایک شخص کھڑا تھا۔"

شاہزین سامنے۔۔۔"وہ اتنے ہی الفاظ ادا کر پایا تھا کہ شاہزین نے سامنے دیکھا اور گاڑی کو ایک دم بریک لگائی مگر گاڑی کی تیز رفتار کی وجہ سے وہ عین گاڑی اس شخص کے سامنے جا رکی، شاہزین کے ماتھے پر بل پڑے اور وہ غصے سے اترا، اسے یوں غصے میں دیکھتے فواد بھی فوراً اترا۔ شاہزین نے اس شخص کے پاس جاتے ایک نگاہ اسکے حلیے پر ڈالی۔ پھٹے ہوئے کپڑے، بکھرا ہوا حلیہ، بڑے ہوئے بکھرے بال وہ ایک فقیر تھا۔ جس کے حلیے کے باعث اسکی عمر کا تعین کرنا مشکل تھا۔

دکھائی نہیں دیتا کیا؟اندھے ہو؟"شاہزین اسکا گریبان پکڑتے بولا کہ اسکی نگاہ گاڑی کی ٹوٹی ہوئی ہیڈلائٹ پر پڑی، جو اپنا بچاؤ کرتے ہوئے اس فقیر کی لاٹھی سے ٹوٹ گئی تھی۔اس کے غصے میں مزید اضافہ ہوا۔

،یہ کیا کیا ہے تم نے ؟"اشارہ ٹوٹی ہوئی ہیڈلائٹ کی جانب تھا۔ فواد اور اس فقیر نے بھی اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا"

معاف کر دو صاحب، غلطی سے ہو گیا"وہ فقیر منمنایا، شاہزین نے اب تک اسکا گریبان پکڑ رکھا تھا۔"

،غلطی مائی فٹ !تجھے اندازہ بھی ہے تو نے کتنا بڑا نقصان کیا ہے ؟اسے کیسے پورا کرے گا اب ؟"وہ دھاڑا کہ فواد آگے بڑھا"

،اسے چھوڑ دو شاہزین، جانے دو"وہ شاہزین کو سمجھاتے ہوئے پیچھے ہٹانے لگا"

،کیوں چھوڑ دوں ہاں ؟اس نے میرا نقصان کیا ہے، شاہزین لاشاری کا"وہ دوبارہ غصے سے بولا"

،صاحب معاف کر دو صاحب، مین آپکا نقصان پورا کر دوں گا"وہ لاغر فقیر دوبارہ بولا، جس پر شاہزین استہزایہ انداز میں ہنسا"

تم میرا نقصان پورا کرو گے ہاں !ارے اگر تمہیں بیچ بھی دوں نہ تب بھی یہ نقصان پورا نہیں ہو گا"وہ ہتک آمیز لہجے میں بولا، اس لمحے کچھ فاصلے پر کھڑا ایک سفید لباس میں ،موجود فقیر ان کے قریب آنے لگا

" !مجھے معاف کر دو صاحب"

،جسٹ شٹ آپ"وہ دھاڑا"

جب چلنا نہیں آتا تو سڑک پر آتے کیوں ہو؟ دو کوڑی کی اوقات ہے تم لوگوں کی!" اس نے غصے سے کہتے اسکا گریبان چھوڑتے، اسے دھکا دیا جس پر وہ اپنا توازن برقرار نہ "

،رکھ پایا اور زمین بوس ہوا، پیچھے سے آتے سفید لباس والے اس فقیر نے جھکتے ہوئے اسے اٹھایا اور شاہزین کو مخاطب کرتے بولا

،اوقات تو تمہاری بھی خاک کے ذرے کے برابر ہے برخودار" شاہزین اسکی جانب دیکھنے لگا"

،جن آسائشوں پر تمہیں بہت ناز ہے، یہ سب فانی ہیں" وہ بولتا ہوا آگے آیا"

،بہت غرور ہے نہ تمہیں اپنے اس پیسے، اس گاڑی، ان سب چیزوں پر" نجانے کیوں مگر شاہزین اس کے سامنے کچھ بول نہ پایا"

مگر یاد رکھو کہ عرش سے فرش پر گرنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی" فواد بھی شاہزین کے یوں خاموش ہونے پر حیران تھا۔"

اپنا اصل، اپنی حقیقت تو تم جانتے نہیں ہو، ڈرو اس وقت سے جب ہر حقیقت تم پر آشکار ہو جائے گی اور تمہارا زوال شروع ہو جائے گا" یہ کہتے وہ وہاں رکا نہیں اور "

،دوسرے فقیر کے ساتھ چلتا وہیں چلا گیا جہاں سے وہ آیا تھا۔ فواد ساکت کھڑے شاہزین کے پاس آیا

شاہزین، شاہزین!" وہ شاہزین کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ہوش دلانے لگا۔ شاہزین نے گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا اور اسکا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹاتا گاڑی میں "

جا بیٹھا جبکہ فواد بھی سر جھٹکتا گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

urdunovelsblog

فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔ عماد کو عمر قید بامشقت جبکہ باقی دونوں ملزمان کو 20 سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی تھی۔ وہ کمرہ عدالت سے نکلتے سب سے پہلے وردہ کے والدین سے ملی تھی۔ ان کے چہرے پر موجود خوشی دیدنی تھی، آج ان کی بیٹی کی روح کو سکون ملا تھا۔ ان سے ڈھیروں دعائیں لیتے اس کی ملاقات راحمہ سے ہوئی تھی، جس نے آج عماد کے خلاف گواہی دیتے آبرو کے لیے آسانی پیدا کی تھی اور عماد کو اسکے انجام تک پہنچایا تھا۔ وہ آج بہت خوش تھی، حق اور سچ کی جیت ہوئی تھی مگر دل میں ایک ڈر موجود تھا۔ جس کی وجہ سے وہ انجان تھی۔ وہ راحمہ سے ملتے ابھی ادھر ہی کھڑی تھی کہ اس کی نظر سامنے کھڑے اشعر پر پڑی، عین اسی لمحے اشعر نے بھی اسکی جانب دیکھا اور قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا، اس کا اپنی جانب بڑھتا ہر قدم آبرو کے چہرے پر موجود سنجیدگی میں اضافہ کر رہا تھا۔

بہت، بہت مبارک ہو وکیل صاحبہ، آپ کیس جیت گئیں بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ ---" اس نے ڈرامائی وقفہ دیا۔"

آپ اپنی ضد جیت گئیں" وہ استہزایہ ہنسا، آبرو کے چہرے پر سنجیدگی اب بھی برقرار تھی۔"

اور ثابت کر دیا کہ آپ کو اپنی ضد سے زیادہ کچھ عزیز نہیں!" وہ ضد کے لفظ پر زور دیتا بولا، آبرو نے اسکی آنکھوں میں دیکھا، یہ آنکھیں اب اسکے لیے اجنبی ہو گئی تھیں۔"

مگر بے فکر رہیے، میں بھی اپنی ضد کا بہت پکا ہوں، اپنی زبان پر قائم رہوں گا، جو کہا تھا وہ کر کے دکھاؤں گا" آبرو کے دل کو ایک دم کچھ ہوا، اسے معلوم تھا کہ وہ کس "

، بارے میں بات کر رہا ہے۔ اپنی بات کہتے وہ پلٹا کہ آبرو کے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے

ابھی بھی وقت ہے، رک جائیں اشعر کیونکہ جب آپکی آنکھوں سے یہ پٹی ہٹے گی تو آپ بہت پچھتائیں گے مگر تب تک بہت دیر ہو جائے گی" ان دونوں کو معلوم نہ تھا کہ "

ان کے درمیان ہونے والی یہ ملاقات وہ کبھی بھی بھول نہیں پائیں گے۔

وکیل صاحبہ پچھتانے کا وقت اب آپ کا شروع ہونے والا ہے اور دیر۔۔۔۔ وہ تو بہت پہلے ہی ہو چکی ہے" اس نے بغیر پلٹے جواب دیا اور قدم اٹھاتا اس سے دور جانے لگا"

! جبکہ آبرو کی نظریں اسے تب تک دیکھتی رہیں جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا، وہ واقعی اس سے بہت دور جا چکا تھا

وہ کچھ دیر پہلے ہی کورٹ سے واپس آئی تھی۔ اپنے کمرے میں آتے اس نے بیگ اور فائلز سائیڈ ٹیبل پر رکھے اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ دماغ میں آج اشعر سے ہوئی باتیں گونج رہی

، تھیں۔ کیس جیتنے کے بعد دل مطمئن مگر ذہن پریشان تھا۔ اسی لمحے رتبہ کمرے میں داخل ہوئی

تمہارے لیے کھانا لاؤں؟" آبرو نے سامنے کھڑی رتبہ کی جانب دیکھا، اس واقعے کے بعد اس نے رتبہ میں بہت مثبت تبدیلی محسوس کی تھی۔ اس کے رویے میں بدلاؤ آیا"

! تھا، مثبت بدلاؤ

نہیں ابھی نہیں، پہلے میں فریش ہونا چاہتی ہوں، فریش ہو کر کھانا کھاؤں گی" اسکی۔ بات پر رتبہ اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی۔ آبرو کا دماغ ایک بار پھر اسے اشعر"

کی کہی گئی باتیں یاد دلانے لگا، اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ وہ قدم اٹھاتی واش روم میں داخل ہوئی اور تقریباً 20 منٹ بعد باہر آئی۔ چہرے پر پانی کی ننھی ننھی بوندیں موجود

تھیں، گیلے بال ٹاول میں لپیٹ رکھے تھے۔ اس نے باہر آتے ٹاول کو بالوں سے علیحدہ کیا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ سامنے پڑا برش اٹھاتے بالوں میں

، پھیرنے لگی کہ سماعت سے بیل کی آواز ٹکرائی۔ نجانے کیوں دل ایک دم پریشان ہوا کچھ لمحے بعد رتبہ کمرے میں داخل ہوئی

آبرو باہر تمہارا کوریئر آیا ہے" آبرو نے اثبات میں سر ہلاتے، سر پر دوپٹہ اوڑھا اور قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ اس کے قدم بھاری ہو رہے تھے کیونکہ دماغ کچھ غلط ہونے "

کا عندیہ دے چکا تھا۔ اس نے کوریئر والے سے وہ لفافہ لیتے، دستخط کیے اور گیٹ بند کرتی اندر آگئی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس لفافے میں کیا ہے؟ وہ لاؤنج میں پہنچی تو صالحہ

بیگم بھی وہیں آ بیٹھیں۔ آبرو نے دل پر پتھر رکھتے وہ لفافہ کھولا اور توقع کے مطابق اس میں طلاق کے کاغذات تھے۔

!اشعر صدیقی نکاح کو چار سال دو ماہ مکمل ہونے پر آبرو صدیقی کو طلاق دے چکا تھا

،آبرو نے کرب سے آنکھیں بند کیں،دل کو کسی نے زور سے مٹھی میں دبایا کہ صالحہ بیگم نے اسے مخاطب کیا

آبرو بیٹا، کیا ہوا؟"آبرو کے بدلتے تاثرات دیکھتے صالحہ بیگم بولیں۔آبرو خاموش رہی کہ پاس کھڑی رتبہ نے وہ کاغذ نرمی سے آبرو کے ہاتھ سے لیا۔آبرو خاموش اور"

،ویران نگاہیں لیے رتبہ کو دیکھنے لگی جس کی آنکھیں کاغذ پر درج تحاریر پڑھ کر ایک دم پھیلیں

،کچھ بتاؤ تو سہی رتبہ، کیا لکھا ہے اس میں" صالحہ بیگم نے پریشان ہوتے اس کاغذ کی جانب اشارہ کیا"

امی۔۔وہ اشعر بھائی نے۔۔۔۔آبرو۔۔۔کو۔۔طلاق!"اسکی بات اُدھوری رہ گئی۔"

،یا اللہ؟"صالحہ بیگم نے دل پر ہاتھ رکھا"

مگر یہ سب یوں اچانک!ایسا کیسے ہو سکتا ہے،اشعر اتنا بڑا قدم اتنی آسانی سے کیسے اٹھا سکتا ہے؟"صالحہ بیگم سمیت ان سب کے لیے یہ خبر کسی صدمے سے کم نہ"

،تھی۔لاؤنج میں آبرو کی آواز گونجی

اِس خبر سے تو ہمیں بہت پہلے ہی خبر دار کر دیا گیا تھا امی"آبرو کا لہجہ،اس کی آواز،اس کے الفاظ ہر ایک سے اسکی کیفیات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔صالحہ بیگم فوراً اٹھتی اس"

،کے قریب آئیں

urdunovelsblog

،آبرو میری بچی،تم۔۔۔۔تم۔۔۔"وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتی بولیں"

میں ٹھیک ہوں امی،آپ پریشان مت ہوں،میں خود کو بہت پہلے ہی اس خبر کے لیے تیار کر چکی تھی"اس نے نرمی سے ان سے دور ہوتے،طلاق کے کاغذات اٹھائے اور"

اپنے کمرے میں چلی گئی۔کمرے میں پہنچتے وہ الماری کی جانب بڑھی اور ایک فائل نکالتے بیڈ پر آبیٹھی اور طلاق کے کاغذات اپنے سامنے کیے۔ایک آنسو آنکھ سے بہتا اس کاغذ پر جا گرا۔آبرو نے سختی سے اپنی آنکھیں مسلیں اور وہ کاغذ اس فائل میں موجود اپنے اور اشعر کے نکاح نامے کے ساتھ رکھ دیا۔آج ایک باب کا اختتام ہوا تھا جس سے آبرو کا دل زخمی ہوا تھا۔

وہ سیڑھیاں چڑھتا، بوجھل قدم اٹھاتے، اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ آج وہ رشتہ ختم ہو گیا تھا جو اس کی زندگی میں ایک مقام رکھتا تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے لائٹ آن کی، کمرہ روشنی میں نہا گیا مگر اسے اپنی زندگی آج اندھیروں میں گھری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دروازہ بند کرتے پلٹا اور بیڈ تک پہنچتے، شوز اتارے بغیر بیڈ پر لیٹ گیا اور چھت پر لگے پنکھے کے پروں کو دیکھتے کچھ سوچنے لگا۔

آج عماد کیس ہار گیا تھا۔ اسے بھاری سزا سنائی گئی تھی، جس پر اشعر بہت دکھی تھا مگر زیادہ دکھ آج ہوئے دوسرے حادثے کا تھا۔ اس نے آج آبرو سے اپنا رشتہ ختم کرتے طلاق کے کاغذات اس کے گھر بھجوا دیے تھے۔ پہلی پیشی کے بعد صائمہ تائی نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ اگر آبرو یہ کیس جیت گئی تو وہ اسے طلاق دے دے گا اور آج وہ دل پر ایک بوجھ لیے آبرو سے اپنا 4 سالہ رشتہ ختم کر آیا تھا۔ اسے آبرو پر شدید غصہ تھا، اس کے اتنے اصرار کے باوجود بھی آبرو نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ کیا وہ اس کے لیے اتنی وقعت بھی نہیں رکھتا تھا کہ وہ اسکی خاطر یہ کیس چھوڑ دیتی۔ وہ اس سے خفا ضرور تھا مگر وہ دل سے یہ رشتہ ختم کرنے کا قائل نہ تھا۔ پر اسے اپنی ماں سے کیا گیا اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔ وہ آبرو کو اس سب کا ذمہ دار مانتا تھا مگر دماغ اب بھی اس بات پر قائل نہ تھا کہ اس سارے معاملے میں قصوروار صرف وہ تھی۔ دماغ نے فوراً ایک دلیل پیش کی کہ عماد سے ہوئے اس قتل میں تو آبرو کا کوئی قصور نہ تھا! مگر دل نے فوراً اسے صائمہ تائی کی باتیں یاد دلائیں کہ اگر آبرو عماد کے خلاف یہ کیس نہ لیتی تو عماد وہ قتل کبھی نہ کرتا!

وہ دل اور دماغ کی اس جنگ سے اب تنگ آ چکا تھا۔ وہ سکون چاہتا تھا مگر زندگی میں اب بے سکونی کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا۔

urdunovelsblog

رات کے اس پہر لاہور کی سڑکوں پر رش نہ ہونے کے برابر تھا، سب لوگ اپنی اپنی رہائش گاہوں میں موجود تھے۔ اسی پہر خالی سڑک پر ایک تیز رفتار گاڑی نے سگنل عبور کیا، اس گاڑی میں شاہزین لاشاری موجود تھا۔ وہ نجانے کب سے یوں سڑکوں پر ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا، اس کا دماغ اب تک اس فقیر کے الفاظ، اس کے جملوں میں اٹکا تھا۔ وہ خود حیران تھا کہ وہ کیوں ان الفاظ کو اپنے دماغ سے نہیں نکال پا رہا!

شراب کا نشہ اس کے سر پر چڑھنے لگا تھا، اس نے گاڑی کا رخ لاشاری ولا کی جانب موڑ دیا۔ گیٹ پر پہنچتے وہ اپنی سوچوں سے جھنجھلاتے ہارن پر ہارن دینے لگا، گل شیر اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں لیے گیٹ کھولنے لگا، گیٹ کھلتے ہی گاڑی تیزی سے اندر داخل ہوئی، گاڑی سے اترتے وہ اندر داخل ہوا مگر چال کی لڑکھڑاہٹ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ایک دم غائب ہوئی کیونکہ لاؤنج میں اس کی منتظر صرف خاموشی تھی!

دماغ میں ایک دم کچھ دن پہلے کا منظر لہرایا، جب شہریار کی دیر سے گھر واپسی پر فائقہ بیگم اس کے لیے بے حد پریشان تھیں۔اس کی نظر بے اختیار سامنے دیوار پر نصب گھڑی کی جانب گئی، اس دن رات کے بارہ بجے تھے جبکہ آج رات کے تین بجے بھی وہ اکیلا تھا۔اس کی منتظر نہ تو اس کی ماں تھی نہ اس کا باپ! کیا وہ واقعی اس گھر کا بڑا بیٹا تھا! وہ ان کی پہلی اولاد تھا، اس نے فوراً اپنی سوچوں کو جھٹکنا چاہا کہ یہ سب تو پہلے بھی اسی معمول سے ہوا کرتا تھا مگر پھر اسے فائقہ بیگم کے رویے سے جھلکتا تضاد یاد آنے لگا۔وہ شروع سے ہی یہ تضاد کرتی آئی تھیں مگر شاہزین لاشاری آج یہ سب محسوس کر پا رہا تھا جس کی سب سے بڑی وجہ تنہائی تھی۔آج نشے کے باوجود بھی اسکا دماغ کام کر پا رہا تھا، ہر بات، ہر چیز اسے سمجھ آ رہی تھی مگر الجھن اب بھی وہیں موجود تھی کہ آخر اس کے پیچھے چھپی وجہ کیا ہے؟

گھر میں ایک سوگوار فضا قائم تھی، ہر کوئی بہت پریشان اور افسردہ نظر آ رہا تھا۔ان سب کو اس بات کا تو اندازہ تھا کہ یہ کیس جیتنے کے بعد جلال تایا کی جانب سے کوئی سخت ردعمل آئے گا مگر یہ امید نہ تھی کہ بات ختم ہی کر دی جائے گی۔آبرو کے تاثرات دیکھتے ہر کوئی اس کی دلی کیفیات سمجھنے سے قاصر تھا۔اسے رات کا کھانا بھی کمرے میں ہی بھجوا دیا گیا تھا، جس پر اس نے بھوک نہ ہونے کا بہانہ کرتے کھانا واپس بھجوا دیا تھا۔وہ شام سے کمرے میں بند تھی۔صالحہ بیگم کے پاس اسے تسلی دینے کے لیے الفاظ بھی نہ تھے! یوں ہی وقت بیت گیا اور رات ہو گئی۔آسمان پر ہر سو چھائی تاریکی میں روشنی کی واحد امید آسمان پر چمکتا چاند تھا۔جو آبرو کے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتا اندر کا منظر بیان کر رہا تھا۔وہ آج پھر بیڈ سے ٹیک لگائے، گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔دل افسردہ تھا مگر آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔اس کا دل زخمی تھا، اسے اس شخص نے طلاق دی تھی جو اس سے محبت کا دعویدار تھا۔اسے کیس کے آغاز میں اشعر سے اس انتہائی قدم کی امید نہ تھی مگر اس دن صائمہ تائی کے الفاظ کے بعد وہ غیر ارادہ طور پر خود کو تیار کر چکی تھی۔اس نے اپنی بے تاثر آنکھوں سے چاند کو دیکھا، اس چاند کی مانند اس پر بھی ایک داغ لگ چکا تھا، طلاق کا داغ!

ہمارے معاشرے میں طلاق صرف عورت کو ہوتی ہے۔رشتہ صرف عورت کا ٹوٹتا ہے۔ہمارے معاشرے میں قائم دستور کے مطابق ایک مرد کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا! ایک مرد عورت میں طلاق ہونے کے بعد اس مرد کے بارے میں کہے جانے والے الفاظ کچھ یوں ہوتے ہیں کہ اس عورت کے ساتھ اس کی ذہنی ہم آہنگی نہ ہو سکی اس لیے اسے چھوڑ دیا جبکہ اس عورت کے لیے کچھ یوں کہا جاتا ہے کہ وہ گھر بسانے میں ناکام ٹھہری اور اس کے کسی عیب کی وجہ سے اس مرد نے اسے چھوڑ دیا۔رشتے میں ناکامی کا ذمہ دار ہمیشہ عورت کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے!

آبرو ایک مضبوط لڑکی تھی مگر آخر وہ بھی ایک انسان تھی، جس کے سینے میں دھڑکتا دل اسے کمزور کر دیتا تھا۔اسے اشعر سے محبت تو نہ تھی مگر اس پر مان تھا، جو آج ٹوٹ گیا تھا مگر وہ اس سب کے بعد بھی اشعر کو برا نہیں سمجھتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس سب کے پیچھے اصل ہاتھ کس کا ہے! اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں، ان دونوں بھائیوں میں سے ایک نے داغ اس کے کردار پر لگایا تھا اور ایک نے روح پر!

وہ یونہی بیٹھی تھی کہ اس کی سماعت سے مؤذن کی آواز ٹکرائی، فجر کی آذانیں شروع ہو گئی تھیں۔ دل نے بے اختیار شکوہ کیا کہ آخر یہ آزمائشیں کب تک چلتی رہیں گی؟ وہ اب تھکنے لگی تھی، خود سے ! اپنی زندگی سے ! اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے نماز ادا کی اور صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ بھی اس وقت جاگ رہی ہوں گی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی کہ سامنے صالحہ بیگم بیڈ پر آنکھیں موندیں نیم دراز تھیں۔ آہٹ کی آواز پر انہوں نے آنکھیں کھولیں کہ نظر آبرو پر پڑی، صالحہ بیگم نے اپنے بازو پھیلاتے اسے اپنے پاس بلایا، آبرو کی آنکھیں بھیگنے لگیں اور وہ تیزی سے جا کر ان کے گلے لگ گئی۔ کچھ لمحے یونہی وہ دونوں بے آواز روتیں ایک دوسرے کا لمس محسوس کرتی رہیں۔ صالحہ بیگم نے اس سے الگ ہوتے اس کے آنسو صاف کیے،

مجھے معاف کر دو بیٹا میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکی" ان کی آواز رندھ چکی تھی۔ آبرو نے فوراً اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھتے کہا"،

اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے امی۔۔۔ میرے نصیب میں یہی لکھا تھا" وہ رکی، صالحہ بیگم کے آنسو صاف کیے"،

یہ داغ میرے مقدر سے منسلک تھا اور میری ذات پر لگ گیا" صالحہ بیگم فوراً اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیے بولیں"،

ایسی باتیں مت کرو آبرو۔۔۔ دیکھنا ایک دن تمہیں اس جہان کی ہر خوشی مل جائے گی، تمہارا نصیب بہت روشن ہو گا میری بچی" ان کی بات پر آبرو دوبارہ بولی"،

میں اب تھکنے لگی ہوں امی، اب مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا" سامنے بیٹھی عورت اسکی ماں تھی، اور دلوں کے حال تو ماؤوں کے سامنے ہی عیاں کیے جاتے ہیں نہ"!

مایوس مت ہو آبرو، تم دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ وقتی آزمائشیں، یہ مشکل مراحل سب گزر جائے گا" وہ دوبارہ اسے گلے لگاتے بولیں جبکہ ان کے الفاظ آبرو کو" سکون پہنچا رہے تھے۔ ماں کے آغوش سے زیادہ سکون بھلا انسان کو اور کہاں مل سکتا ہے!

دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ آج کا دن بہت روشن تھا۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ وہ بالوں کو پشت پر پھیلائے اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں موجود ہیئر برش کو وہ سستی سے بالوں میں پھیر رہی تھی۔ چہرہ بہت سنجیدہ تھا۔ ذہن اب بھی انہیں سوچوں میں اٹکا تھا کہ کمرے میں رتبہ داخل ہوئی۔ آبرو نے اسکی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں۔ رتبہ نے آبرو کی سیاہ آنکھوں کو دیکھا جو بے تاثر اور ویران نظر آ رہی تھیں، اسے اپنی بہن کی یہ حالت دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی تھی۔ وہ قدم اٹھاتی اسکے قریب آئی،

میں بال بنادوں؟"اشارہ آبرو کے بالوں کی جانب تھا،آبرو نے خاموشی سے ہیئر برش اسے پکڑادیا۔وہ آبرو کے پیچھے بیٹھتے اس کے بالوں میں برش پھیرنے لگی۔آبرو" کے بال سیاہ تھے،زیادہ لمبے نہ تھے مگر گھنے اور مضبوط تھے۔وہ یونہی اسکے بالوں میں برش پھیر رہی تھی کہ اصباح ہاتھوں میں ٹرے تھامے کمرے میں داخل ہوئی اور ٹرے ،آبرو کے سامنے رکھی

،آبرو ناشتہ کرلو"اصباح کی بات پر آبرو فورا بولی"

" مجھے بھوک نہیں ہے"

تھوڑا سا کھالو"اصباح نے اصرار کیا،رتبہ آبرو کے بالوں کی چٹیا بنا رہی تھی۔"

،میرا کچھ بھی کھانے کا دل نہیں ہے"آبرو دھیمی آواز میں بولی"

تم نے کل دوپہر سے کچھ نہیں کھایا آبرو،اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گی"اس بار بولنے والی رتبہ تھی۔آبرو خاموش رہی۔"

،تم خود کو یوں اذیت مت دو آبرو"اصباح کی بات پر آبرو نے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا"

جو ہوا وہ بہت برا تھا مگر کیا خود کو یوں تکلیف دینے سے کوئی فائدہ ہوگا؟"اصباح کی بات مکمل ہوتے ہی رتبہ بولنے لگی،جواب آبرو کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھی۔"

تم ہی تو ہمیں سمجھاتی ہو کہ وقت کے ساتھ آگے بڑھنے میں ہی عقلمندی ہے،یوں ایک رشتہ ٹوٹ جانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی"رتبہ کی بات پر بھی آبرو خاموشی سے" ،اسے دیکھتی رہی

اشعر بھائی کے اس عمل نے ہم پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ تم ان کے لیے کتنی اہم تھی"آبرو نے آنکھیں بند کیں کہ رتبہ کا لمس اپنے ہاتھوں پر محسوس کرتے اس نے آنکھیں" ،کھولیں

،مگر یاد رکھو آبرو کہ تم ہمارے لیے اہم ہو،بہت اہم!"رتبہ کے خاموش ہوتے اصباح بولنے لگی"

،ہماری زندگی کی ہر آسانی کے پیچھے تمہارا ہی وجود ہے،تمہارے بغیر ہمارے زندگیاں اندھیر ہو جائیں گی"آبرو کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی"

،ہم کسی قیمت پر تمہیں کھونا نہیں چاہتے،ہم نہیں چاہتے کہ تم خود کو یوں پریشان کرو"رتبہ اسکے ہاتھوں پر زور دیتی بولی"

urdunovelsblog

،تم نے ایک مظلوم کو انصاف دلانے کے لیے اپنے رشتے کی قربانی دی ہے، تم دیکھنا ایک دن تم اس کا صلہ ضرور پاؤ گی" رتبہ مسکراتے ہوئے بولی کہ اصباح بولنے لگی"

تمہارے نصیب میں بھی ایک ایسا شخص ہوگا، جو تمہاری حفاظت کرے گا، تمہارا ساتھ دے گا، تم سے محبت کرے گا، جس کے لیے تمہارا وجود بہت قیمتی ہوگا" آبرو کی

،آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اس نے آگے بڑھتے ان دونوں کو گلے لگایا اور کچھ دیر بعد وہ الگ ہوئیں کہ رتبہ بولی

،تم ہماری طاقت ہو آبرو، اگر تم ہی کمزور پڑ جاؤ گی تو ہمارا کیا ہوگا" رتبہ کی بات پر آبرو اپنے آنسو صاف کرتی بولی"

جس کی تم لوگوں جیسی بہنیں ہوں، وہ بھلا کمزور کیسے پڑ سکتا ہے" اس کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ تھی۔ اسکی بات پر اصباح اور رتبہ بھی مسکراتے ہوئے دوبارہ اس کے"

گلے لگ گئی۔

یقین مانو صالحہ، مجھے تو اب بھی یقین نہیں آرہا کہ اشعر ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اتنا بڑا فیصلہ یوں اچانک" رابعہ بیگم آبرو کی طلاق کی خبر سنتے فوراً صالحہ بیگم کے پاس آئی"

تھیں۔ آفاق پچھلے ہفتے ہی ایک کورس کے سلسلے میں دوسرے شہر گیا تھا۔

اچانک نہیں تھا رابعہ! صائمہ بھابھی اس دن آبرو کو دھمکی دے کر گئی تھیں کہ اگر وہ اس کیس سے پیچھے نہ ہٹی تو وہ اسے طلاق۔۔۔" صالحہ بیگم کی آواز رندھ گئی تھی۔"

وہ تو ٹھیک ہے صالحہ مگر بھابھی تو اکثر ایسے ہی کہتی ہیں مگر اشعر اور جلال بھائی تو سمجھدار ہیں نہ! انہیں تو سوچنا چاہیے تھا" رابعہ بیگم نے اپنی بات مکمل کی۔"

کسی نے میری بچی کے بارے میں کچھ نہیں سوچا رابعہ! اشعر سے نکاح بھی انکا فیصلہ تھا اور اب طلاق بھی" صالحہ بیگم نے اپنے آنسو صاف کیے۔"

پریشان مت ہو صالحہ، یوں رو رو کر خود کو ہلکان مت کرو، ہماری آبرو تو لاکھوں میں ایک ہے، تم دیکھنا اللہ اس کا بہترین وسیلہ بنائے گا" رابعہ بیگم انہیں تسلی دینے لگیں۔"

تمہیں پتا ہے رابعہ کہ اس دن بھابھی اس دن آبرو کے منہ پر کہہ کر گئی تھیں کہ وہ اس طلاق کے بعد کہیں بھی گھر بسا نہیں پائے گی" وہ رو رہی تھیں۔"

میری بچی کسی سے کچھ کہتی نہیں مگر اس سب سے اسے بھی بہت تکلیف ہوتی ہے، حیات کے جانے کے بعد اس نے سب مسائل کا اکیلے سامنا کیا ہے، وہ ہر بار اندر سے"

ٹوٹ جاتی ہے مگر کبھی ہمت نہیں ہارتی، ہر بار ہم سب کو سنبھالتی ہے، خود کو مضبوط بنائے ہماری ساتھ کھڑی رہتی ہے مگر آخر وہ بھی ایک انسان ہے، اس کا دل بھی ان

تکالیف پر روتا ہے مگر وہ ہر بار برداشت کر جاتی ہے" صالحہ بیگم کے الفاظ انکی کیفیات بخوبی بیان کر رہے تھے۔

"فکر مت کرو صالحہ، اللہ سے بہتری کی امید رکھو، میں جلال بھائی سے بات کروں گی، ان سے پوچھوں گی کہ آخر۔۔۔"

رہنے دو رابعہ اب ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، وقت اب گزر چکا ہے۔ یہ آخری اذیت تھی جو میری بچی نے اس گھر کی طرف سے اٹھائی ہے، اب میں مزید اس" تک کوئی پریشانی نہیں آنے دوں گی" صالحہ بیگم کے لہجے کی سختی رابعہ بیگم بھی محسوس کر پا رہی تھیں۔

وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچا تھا اور گھر آتے ہی اس کا استقبال ایک ایسی خبر نے کیا تھا جو اسکا سکون چھین چکی تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھا اس وقت شدید اضطراب کا شکار ، تھا۔ کانوں میں سبرینہ کے کچھ دیر پہلے کہے گئے الفاظ گونج رہے تھے

بیٹا صالحہ کی طبیعت بہت خراب ہے" وہ تیزی میں انکے گھر جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ تاشفین کے وجہ پوچھنے پر سبرینہ کے الفاظ تاشفین کے ذہن میں نقش ہو گئے" تھے۔

وہ۔۔۔وہ۔۔۔ آبرو کو طلاق ہو گئی ہے تاشفین "تاشفین کو اس وقت حیرت کا ایک جھٹکا لگا تھا۔ سبرینہ کو زیادہ تفصیل تو معلوم نہ تھی مگر وہ یہ جانتی تھی کہ یہ قیامت ان پر" ٹوٹے دو دن بیت چکے تھے۔ وہ جس حلیے میں ہسپتال سے آیا تھا، ویسے ہی صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس نے پاؤں میں پہنے شوز بھی نہیں اتارے تھے۔ تاشفین کو اس خبر نے بہت اذیت دی تھی۔ وہ ایسا تو ہرگز نہیں چاہتا تھا، اس نے اپنے دل میں کبھی ایسا خیال آنے ہی نہ دیا تھا بلکہ وہ تو اب اپنے نصیب پر راضی تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرتے گہری سانس لی کہ بے اختیار اسے کچھ دن پہلے آبرو سے ہوئی اپنی ملاقات یاد آئی، جب وہ رتبہ کی صحتیابی کو لے کر کتنی خوش اور پر سکون تھی۔ اس خبر نے اسے کتنی تکلیف دی ہو گی۔ یہ غلط ہوا تھا، بہت غلط! وہ ہرگز اس کی حقدار نہ تھی۔ اچانک آنکھوں کے سامنے اسکا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ لہرایا، جب وہ رتبہ کے لیے پریشان تھی۔ نجانے کیوں یہ مصیبتیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔ وہ جب بھی مضبوط ہونے کی کوشش کرتی تو کوئی اور مصیبت اس کی کمر توڑ دیتی تھی، تاشفین خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس کی زندگی سے ان مشکلوں کو دور نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے آبرو سے محبت کی تھی مگر اس کے نکاح کے بارے میں جاننے کے بعد کبھی بھی اسکے حصول کی خواہش کو اپنے دل میں نہ لایا تھا مگر پھر بھی وہ آج خود کو اس کا مجرم سمجھ رہا تھا کہ کہیں اس کے دل سے نکلی کوئی دعا اس صورت قبول نہ ہو گئی ہو جبکہ طلاق کے پیچھے موجود اصل وجہ سے وہ انجان تھا۔

urdunovelsblog

صدیقی ہاؤس پر بھی دوپہر اتر چکی تھی۔ سورج کی روشنی ہر شے کو روشن کر رہی تھی۔ جلال تایا اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھے شدید پریشان تھے۔ عماد کے خلاف ہوئے اس فیصلے سے ان کے کاروباری زندگی بھی بہت متاثر ہوئی تھی۔ وہ اور اشعر پچھلے دو دنوں سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مگر اپنی ہر کوشش میں ناکام ٹھہرے۔ وہ یونہی ان ، سوچوں میں گم تھے کہ صائمہ تائی غصے سے کمرے میں داخل ہوئیں، جلال تایا بھی ان کی جانب متوجہ ہوئے

آپ نے وکیل سے بات کی جلال؟" جلال تایا خاموش رہے۔"

جلال میں آپ سے بات کر رہی ہوں! آپ نے وکیل سے بات کی؟" ان کی آواز بہت بلند تھی۔"

چلاؤمت صائمہ" ان کی آواز بوجھل مگر اونچی تھی۔"

میں کیوں نہ چلاؤں جلال! میرا بچہ پچھلے دو دن سے جیل میں ہے مگر آپ کو اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہے" وہ غصے سے بولیں، آواز میں اپنی اولاد کی فکر پنہاں تھی۔"

"نجانے وہ وہاں کیسے رہ رہا ہو گا، آپ۔۔۔۔"

،میں کوشش کر رہا ہوں صائمہ، کچھ دن تک کوئی نہ کوئی مثبت خبر ضرور سننے کو ملے گی" جلال تایا انکی بات کاٹتے بولے کہ صائمہ تائی انکی بات پر طیش میں آ گئیں"

یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے جلال، سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے" وہ ہزیانی انداز میں اپنی بات دہرا رہی تھیں۔ عین اسی وقت اشعر لاؤنج میں داخل ہوا، وہ ابھی ابھی"
،آفس سے آیا تھا کہ اس کی سماعت سے ان دونوں کے لڑنے کی آوازیں ٹکرائیں، وہ نفی میں سر ہلاتا ان کے کمرے کی جانب چل پڑا

کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" جلال تایا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، اشعر جو کمرے میں داخل ہونے والا تھا اس کے قدم صائمہ تائی کے الفاظ پر کمرے کے"
باہر ہی رک گئے۔

"! یہ سب آپ کی لالچ کا نتیجہ ہے جلال، آپ کی لالچ نے ہی میرے بیٹے کو جیل تک پہنچایا ہے"

کیا بکواس کر رہی ہو تم صائمہ؟" جلال تایا کے چہرے پر غصے کے واضح تاثرات تھے۔"

میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں جلال، آپ ہی نے اس ناگن کو ہمارے سروں پر مسلط کیا تھا! صرف کچھ پیسوں کی خاطر اس کی شادی میرے اشعر سے کروا دی اور آج وہ"
ناگن ہمارے گھر کی ساری خوشیوں کو نگل گئی ہے" اشعر کو معلوم تھا کہ وہ آبرو کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔

"اب تو دے دی نہ طلاق اسے اشعر نے! اب کیا چاہتی ہو؟"

،مجھے میرا بچہ واپس چاہیے جلال، کاش کہ اس دن وہ گھر واپس ہی نہ آتی اور آپ اپنی لالچ میں اسے ہمارے سروں پر مسلط نہ کر پاتے!" جلال تایا فوراً غصے سے چلائے"

،مت بھولو صائمہ کہ اس کی اغوا کے پیچھے بھی تمہارے بیٹے کا ہی ہاتھ تھا" اشعر کو کمرے کی چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی"

،اسی نے آبرو کو اغوا کرواتے اس کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی تھی" اشعر کو آبرو کی ہر ایک بات یاد آ رہی تھی، اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی"

مگر جلال مجھے بھی سب معلوم ہے کہ آپ کو اپنے مرے ہوئے بھائی سے ہمدردی کا بخار کیوں چڑھا رہتا ہے، مجھ سے تو جھوٹ مت بولیے، میں اچھی طرح جانتی ہوں میں" کہ آپ کی نظر ہمیشہ سے ان کے پیسوں پر تھی، انہیں اپنے گھر لانا، آبرو کی اشعر سے شادی کروانا، آبرو کو تعلیم کی اجازت دینا، اس سب کے پیچھے کیا وجہ تھی میں بخوبی جانتی !ہوں" اشعر کو ہر انکشاف پچھلے انکشاف سے بھاری محسوس ہوتا

، تبھی تو آپ اب تک میرے بچے کو جیل سے رہا نہیں کروا رہے، آپ کی اسے لالچ کا خمیازہ میرا بیٹا بھگت رہا ہے" صائمہ تائی چلائیں"

،اپنی بکواس بند کرو صائمہ، تمہارا بیٹا آج اگر جیل میں ہے تو صرف اپنی ہوس کی وجہ سے" صائمہ تائی اور اشعر چونکے"

"اس پر لگایا گیا ہر الزام بالکل سچ ہے، تمہارے بیٹے نے واقعی اس لڑکی کے ساتھ۔۔۔"

،جلال یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے!" صائمہ تائی ان کی بات کاٹتی بولیں"

،ایسا ہی ہے صائمہ! تمہارے بیٹے نے اپنی ہوس میں ہر حد پار کر دی ہے، اور تم۔۔۔" اشعر کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونا دشوار لگنے لگا"

،میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا، وہ ایسا نہیں کر سکتا، آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے" وہ رکیں"

! کہیں آپ بھی اس ناگن کی باتوں میں تو نہیں آ گئے!" اشعر نے افسوس بھری نظروں سے اپنی ماں کی جانب دیکھا، کوئی کسی سے اتنی نفرت کیسے کر سکتا ہے"

بس کردو صائمہ! میں نے کسی کی باتوں پر یقین نہیں کیا، یہ سب مجھے بہت پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا" باہر کھڑا اشعر ریت کا وہ مجسمہ بن چکا تھا جسے ڈھیر کرنے کے لیے ہوا کا" !ایک جھونکا ہی کافی تھا

مگر پھر بھی جلال! آپ کچھ کریں، میرا بیٹا مجھے واپس چاہیے!" وہ عورت ہوتے ہوئے بھی سفاکیت کی آخری حدوں پر تھیں۔ اشعر کا ضبط جواب دے گیا، وہ کمرے میں" داخل ہوا کہ جلال تایا کی نظر اس پر پڑی، انکا چہرہ ساکن ہوا، صائمہ تائی کی پشت اشعر کی جانب تھی۔

اشعر بیٹا تم۔۔۔" جلال تایا کے ہونٹوں سے اس کا نام ادا ہوا، صائمہ تائی بھی فوراً پلٹیں، اشعر کے تاثرات انہیں یہ سمجھانے کے لیے کافی تھے کہ وہ سب سن چکا تھا۔"

.اشعر بیٹا تم کب آئے؟" جلال تایا نے ماحول میں چھائی جان لیوا خاموشی کو توڑا، ان کے الفاظ مشکل سے ادا ہوئے، صائمہ تائی بھی فق چہرہ لیے اسے دیکھ رہی تھیں۔"

ابو"اشعر کی آواز میں درد تھا۔"

صرف ایک بار کہہ دیں کہ جو کچھ آپ نے کہاوہ سب جھوٹ تھا"اسکی آواز اور الفاظ شکستہ تھے۔جلال تایا کو اندازہ ہوچکا تھا کہ وہ سب سن چکا تھا اور اب بہت دیر ہو چکی تھی!وہ خاموش رہے۔

،کچھ تو بولیں ابو،صرف ایک بار کہہ دیں کہ جو کچھ میں نے سناوہ سب جھوٹ تھا"وہ چلایا،صائمہ تائی نے قدم اسکی جانب بڑھائے کہ اشعر نے ہاتھ اٹھاتے انہیں روکا"

وہیں رک جائیں امی!"وہ سختی سے بولا،صائمہ تائی کہ قدم وہیں رک گئے۔"

،آپ کی اس خاموشی میں کا کیا مطلب سمجھوں ابو۔۔۔"وہ رکا،جلال تایا کی آنکھوں میں دیکھا"

کہ میرا باپ جسے میں اپنا سب سے بڑا خیر خواہ،اپنا ہمدرد مانتا تھاوہ۔۔۔"اس کے الفاظ ٹوٹ گئے۔"

آپ کو یہ سب کرتے ہوئے ایک بار بھی میرا خیال نہیں آیا ابو کہ یہ سب جاننے کے بعد میرا کیا ہوگا"اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں جبکہ سامنے کھڑے جلال تایا اور صائمہ تائی کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

میں آپ کے لیے محض ایک کھلونا تھا،جب چاہااس کے جذبات سے کھیلتے اسے خوش کر دیا اور جب چاہا اسکے جزبات کو مسل کر اسے توڑ دیا"ایک آنسو اسکے رخسار پر بہہ ،گیا۔اس کا دل بہت بری طرح ٹوٹا تھا۔اس نے صائمہ تائی کی جانب دیکھا

urdunovelsblog

امی تو شروع سے اس کے خلاف تھیں مگر آپ ابو۔۔۔۔آپ نے ایک مہرے کی طرح میرا استعمال کیا،مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی"وہ رکا،گہری سانس لی اور پھر بولنے ،لگا

!کیا ماں باپ ایسے ہوتے ہیں؟کہ اولاد میں سے کسی ایک کو بچانے کے لیے دوسرے کو برباد کر دیتے ہیں"اس نے اپنوں سے چوٹ کھائی تھی،گہری چوٹ"

،سب سچ جاننے کے باوجود بھی آپ نے مجھے دھوکے میں رکھا ابو مگر"اس نے سختی سے اپنے بہتے آنسو صاف کیے"

،قصور آپ کا نہیں قصور تو میرا ہے!آبرو نے مجھے بہت بار سمجھانے کی کوشش کی مگر میں نے یقین نہیں کیا کیونکہ۔۔"وہ استہزایہ ہنسا"

،مجھے اندھا اعتماد تھا،اپنے ماں باپ پر مگر آپ نے کیا کیا؟ثابت کر دیا کہ میں واقعی اندھا تھا"جلال تایا نے الفاظ جمع کرتے کچھ بولنے کی کوشش کی"

"بیٹاایک بار میری بات تو سنو۔۔۔"

، نہیں ابواب بہت دیر ہو چکی ہے، میں سمجھ چکا ہوں کہ اب آپ کو میری ضرورت بس یہیں تک تھی" وہ انکی بات کاٹتا بولا"

آپ میرا خوب استعمال کر چکے ہیں، اب میں مزید آپ کے ہاتھوں استعمال نہیں ہونا چاہتا"اس کے لہجے میں سختی تھی۔"

!آج سے آپ یہ سمجھیں کہ آپ کا یہ بیٹا آپ کے لیے مر گیا" وہ اتنے سخت الفاظ ادا کرتے وہاں رکا نہیں جبکہ پیچھے کھڑے وہ دونوں اسے پکارتے بھی تو کس بنیاد پر"

جلال اسے روکیں جلال آپ کچھ کرتے کیوں نہیں ہیں" اشعر کے جانے کے بعد وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ گئے۔ آج پہلی بار وہ بے بس نظر آ رہے تھے۔"

وہ اب نہیں رکے گا صائمہ" ان کی آواز شکستہ اور لہجہ بوجھل تھا۔"

"کیوں نہیں رکے گا؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو جلال ہم اسکے ماں باپ ہیں وہ ہمارے کہنے پر۔۔۔۔۔"

، کیا واقعی صائمہ؟" جلال تایا نے سختی سے انکی بات کاٹی"

، کیا تم نے واقعی کبھی اسکی ماں ہونے کا حق ادا کیا ہے" صائمہ تائی خاموش رہیں"

، اب جواب دو صائمہ، کیا تم نے کبھی اس کی خوشی کے بارے میں سوچ ہے؟" انکی آواز اونچی ہوئی"

"مگر جلال۔۔۔"

بس کر دو صائمہ، خدا کے لیے بس کر دو، وہ آج یہاں ہم سے خفا ہو کر گیا ہے تو صرف تمہاری وجہ سے! تم نے ہی مجھے وہ سب کہنے پر مجبور کیا تھا" وہ اب اپنے ہر عمل کا" الزام صائمہ تائی پر لگا رہے تھے۔

، نہ تم مجھے اکساتی نہ میں وہ سب کہتا" صائمہ تائی فوراً بولیں"

"اس میں میرا کیا قصور ہے جلال، میں تو بس عماد۔۔۔"

urdunovelsblog

عماد، عماد، ہر وقت صرف عماد! تمہیں ہمیشہ صرف عماد کی ہی فکر رہتی ہے صائمہ، تم نے کبھی اشعر کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا، جس طرح تم عماد کے لیے سوچتی" ،ہو" وہ انکی بات کاٹتے بولے

،آبرو سے اپنی نفرت کی وجہ سے تم ہمیشہ اشعر کو اس کے خلاف اکساتی رہی اور آج نتائج تمہارے سامنے ہیں" وہ خاموش ہوئے، صائمہ تائی بولنے لگیں"

"وہ مان جائے گا جلال، آپ ایک بار اس سے بات تو کریں، وہ ہمارا بیٹا۔۔۔"

میں اس سے بات ضرور کروں گا صائمہ مگر مجھے معلوم ہے وہ نہیں مانے گا کیونکہ اس کا مان، اس کا اعتبار ٹوٹا ہے اور ٹوٹا ہوا اعتبار ٹوٹے ہوئے کانچ کی ان کرچیوں کی مانند ہوتا" ہے جنہیں چاہ کر بھی دوبارہ جوڑا نہیں جاسکتا!" جلال تایا یہ کہتے خاموش ہوگئے۔

،اب تمہیں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے فیضان" رابعہ بیگم غصے سے بولتی لاؤنج میں داخل ہوئیں"

جب تمہاری ضرورت تھی تب تم آئے نہیں تو اب بھی تم وہیں رہو" وہ صوفے پر بیٹھتے بولیں، انکے چہرے سے خفگی واضح تھی۔ دوسری جانب سے آتی آواز سنتے وہ" ،دوبارہ بولیں

اگر تمہیں ہماری کوئی فکر نہیں ہے نہ فیضان، تو اب سے ہمیں بھی تم سے کوئی سروکار نہیں" وہ فون کاٹنے ہی والی تھیں کہ دوسری جانب سے بولی جانے والی بات سننے" ،لگیں۔ اتنے میں مہمل انکے پاس آبیٹھی

تمہیں اندازہ نہیں ہے فیضان کہ حیات کے گھر والوں پر کیا قیامتیں ٹوٹی ہیں! پہلے حفصہ کی اچانک موت، پھر رتبہ کی بیماری اور آبرو کی طلاق! انہیں اس وقت ایک مضبوط" سہارے کی بہت ضرورت ہے، جلال بھائی تو ویسے بھی ان سے قطع تعلق کر چکے ہیں، مگر تم۔۔۔" وہ رکیں، غصے سے انکی سانس پھولنے لگی تھی۔

میں تمہیں آخری بار کہہ رہی ہوں فیضان کہ خدارا اب واپس آجاؤ، بھول جاؤ ماضی میں ہوئے ہر واقعے کو اب صرف حال پر توجہ دو" یہ کہتے انہوں نے فون کاٹ دیا کہ" ،مہمل نے انہیں مخاطب کیا

،امی فیضان ماموں واپس کیوں نہیں آنا چاہتے؟" رابعہ بیگم نے اس کی جانب دیکھا"

،بہت لمبی کہانی ہے بیٹا! انسان کا ماضی کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور فیضان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے" انکی یہ بات مہمل کے دماغ میں موجود سوالوں کو بڑھا گئی"

urdunovelsblog

،کیساماضی امی؟"رابعہ بیگم نے گہری سانس لی"

تم پوچھ ہی چکی ہو تو پھر سنو کہ آخرایسی کیاوجہ ہے جو فیضان اپنے خونی رشتوں کے پاس واپس نہیں آناچاہتا"ایک عرصے سے ماضی کی بندپڑی کتاب سے دھول" ہٹاتے،رابعہ بیگم آج اس میں موجود کچھ رازوں سے پردہ ہٹانے والی تھیں۔

فیضان کو شروع سے ہی پڑھنے کا بہت شوق تھا،وہ کالج کے بعد اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کراچی جاناچاہتا تھا کیونکہ اس وقت ہمارے علاقے میں کوئی بھی اچھی" یونیورسٹی موجود نہ تھی،ابو نے اسے بہت مشکل سے اجازت دی تھی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ فیضان جو بھی پڑھنا چاہتا ہے،وہ انکی آنکھوں کے سامنے رہ کر پڑھے مگر فیضان امی کا بہت لاڈلا تھا اور امی کے اصرار پر ابو کو ماننا پڑا"وہ رکیں، مہمل کی جانب دیکھا جو غور سے انکی بات سن رہی تھی۔

مگر پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا،فیضان اپنی یونیورسٹی میں کسی لڑکی کو پسند کرنے لگا تھا،اس نے کسی کو بھی اسکی خبر نہ ہونے دی مگر اس طرح کی باتیں زیادہ دیر چھپتی نہیں" ہیں،اس کے ڈگری مکمل ہوتے ہی امی نے اسے واپس بلایا، جس پر اس کا انکار سب کو شک میں مبتلا کر گیا،فیضان کو کراچی میں ایک جاب مل گئی تھی، جسے اس نے کراچی رہنے کے لیے بہانے کے طور پر استعمال کیا"ماضی کی کتاب کا ہر ورق ایک نئی کہانی سنا رہا تھا۔

وہ ہر ماہ کچھ دن کے لیے گھر آتا تھا،وہ ان دنوں گھر پر ہی موجود تھا جب امی نے اس سے رشتے کی بات کی، جس پر وہ فوراً صاف انکار کر گیا،امی نے اس کا رشتہ بچپن سے ہی" اپنی بہن کی بیٹی فاطمہ سے طے کیا تھا۔اس کے صاف انکار پر امی بھی بضد ہوئیں مگر امی کے بہت اصرار پر اسکے انکار کی اصل وجہ ہم پر ظاہر ہوئی،وہ کچھ ماہ پہلے ہی اس لڑکی سے ،نکاح کر چکا تھا"وہ رکیں، مہمل کے تاثرات دیکھے

امی کے لیے یہ خبر کسی صدمے سے کم نہ تھی،انہیں فیضان پر مان تھا،جو اس نے بہت بری طرح توڑا تھا مگر پھر امی نے ایک غلط فیصلہ لیا جس نے فیضان کی زندگی برباد کر" دی"مہمل کی دلچسپی بڑھتی جارہی تھی۔

،امی نے فیضان کو اپنی قسم دیتے اس لڑکی کو طلاق دلوائی اور فاطمہ سے اس کا نکاح کروا دیا"رابعہ بیگم نے گہری سانس لی"

غلطی فیضان کی بھی تھی مگر امی کے اس فیصلے سے تین زندگیاں برباد ہوئی تھیں!فیضان کی،اس کی پہلی بیوی کی اور فاطمہ کی۔فیضان فاطمہ کو کبھی بھی وہ محبت اور چاہت" نہیں دے پایا، جس کی وہ مستحق تھی"مایوسی رابعہ بیگم کے چہرے سے واضح تھی۔

فیضان کی غلطی یہ تھی کہ وہ اس لڑکی سے چھپ کر نکاح کرنے کی بجائے اسے سب کے سامنے لاتا مگر اسے معلوم تھا کہ امی کبھی راضی نہیں ہونگی کیونکہ وہ بچپن میں ہی" اپنے تینوں بیٹوں کے رشتے اپنی بہنوں کی بیٹیوں سے منسوب کر چکی تھیں"مہمل اب بھی توجہ سے ان کی بات سن رہی تھی۔

urdunovelsblog

امی کے دباؤ میں آکر فیضان نے اس وقت نکاح تو کر لیا تھا مگر اس کے بعد وہ صرف چند ماہ پاکستان رہا اور پھر فاطمہ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے یہ ملک چھوڑ گیا،اس ایک غلط فیصلے" نے ہم سب کو ایک دوسرے سے دور کر دیا" انکا لہجہ افسردہ تھا۔

وہ ان 30 سالوں میں صرف تین بار پاکستان آیا ہے۔امی،ابو اور حیات کے جنازوں کو کندھا دینے!"وہ خاموش ہو گئیں،ماضی کی کتاب پھر سے بند ہو چکی تھی۔"

،مگر امی کیا فاطمہ ممانی یہ سب جانتی ہیں؟"مہمل کے سوال پر رابعہ بیگم بولنے لگیں"

،ہاں بیٹا،وہ سب جانتی ہے،ان دونوں کے درمیان رشتہ آج بھی بہت کمزور ہے،ان کی بیٹی بھی ان کا رشتہ مضبوط نہیں کر پائی کیونکہ۔۔۔۔"وہ رکیں"

جس رشتے کی بنیاد ضد اور انا پر مبنی ہو،وہ رشتے کبھی بھی دل سے نبھائے نہیں جاسکتے"رابعہ بیگم کی بات بالکل درست تھی۔"

اس کی فلائٹ کا وقت ہو چکا تھا۔وہ اپنا بیگ اٹھاتے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔کچھ دیر بعد وہ جہاز میں اپنی نشست پر بیٹھا تھا۔اس نے کھڑکی سے نظر آتے منظر پر نگاہ ڈالی،آخری نگاہ!وہ آج یہ سرزمین چھوڑ کر جا رہا تھا،کبھی واپس نہ آنے کے لیے!وہ اشعر صدیقی تھا،جس نے زندگی میں سب حاصل کر کے سب گنوا دیا تھا۔اس دن جلال تایا اس کے پاس آئے تھے،وہ اپنے ہر عمل پر شرمندہ تھے اور اشعر کو ان سب معاملات سے لاعلم رکھنے پر اس سے معافی بھی مانگی تھی۔اشعر نے انہیں معاف کرتے اسی وقت اپنا فیصلہ سنایا تھا کہ وہ بیرون ملک جا کر اپنی بقیہ زندگی وہیں بسر کرنا چاہتا ہے!جلال تایا نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی،صائمہ تائی بھی اسے سب ٹھیک کر دینے کا وعدہ کرتے اسے روک رہی تھیں مگر اس بار وہ رکنے والوں میں سے نہ تھا۔یہ فیصلہ اس کے لیے بھی بہت مشکل تھا مگر یہ فیصلہ اس کے حق میں بہتر تھا،وہ اب چاہ کر بھی پہلے جیسا نہیں بن سکتا تھا۔اس کی ساتھ والی سیٹ پر کسی نے اپنا بیگ رکھا،اشعر نے گردن موڑتے اس جانب دیکھا،وہ ایک سیاہ آنکھوں والی لڑکی تھی،اسے بے اختیار آبرو یاد آئی،وہ اس کا مجرم تھا،وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا مگر وہ اس کا سامنا کرنے کے قابل نہ تھا۔اس کے کانوں میں اس دن کورٹ میں آبرو سے ہوئی آخری ملاقات ،میں اس کے کہے الفاظ گونجے

"جس دن آپ کی آنکھوں سے یہ پٹی ہٹے گی نہ اشعر اُس دن آپ بہت پچھتائیں گے مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہو گی"

اور آج وہ پچھتاؤوں میں گھرا تھا،ہر لمحہ،ہر گھڑی اسکے کہے گئے الفاظ اسے یاد آتے۔وہ آج خود سے سوال کر رہا تھا کہ وہ آبرو سے محبت کا دعویدار تھا مگر کیا محبت بغیر اعتبار کے بھی ہو جایا کرتی ہے؟کیونکہ اس نے آبرو پر اعتبار ہی تو نہیں کیا تھا!محبت اور اعتبار اس نے اپنے گھر والوں پر کیا تھا،جس کا صلہ اسے اپنی زندگی کے بربادی کی صورت میں ملا

تھا۔اسکے پاس رشتے تھے،اپنے تھے مگر دھوکے باز اور خودغرض وہ جان چکا تھا کہ وہ آبرو کے قابل نہ تھا،وہ کبھی بھی اسے وہ زندگی نہیں دے سکتا تھا جس کی وہ حقدار تھی! وہ مسکرایا،زخمی مسکراہٹ کے ساتھ باہر دیکھا،وہ اس زمین سے وابستہ ہر تکلیف دہ یادیہیں چھوڑ کر جانا چاہتا تھا کیونکہ اس زمین سے اسے دھوکوں کے سوا کچھ نہ ملا تھا۔

یہ اشعر صدیقی کا حاصلِ زیست تھا کہ وہ سب پاکر بھی سب گنوا چکا تھا!

سورج طلوع ہوئے دو گھنٹے بیت چکے تھے۔سورج کی روشنی ہر سو پھیل چکی تھی۔اہل زمین آنے والے وقت سے بے خبر اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے۔صدیقی ہاؤس پر بھی صبح اتر چکی تھی۔اب یہ گھر ایک مکان میں تبدیل ہو گیا تھا،جس میں رہنے والے مکین ایک دوسرے سے بات تک نہیں کرتے تھے۔صائمہ تائی عماد کی سزا کا قصوروار جلال تایا کو مانتی تھیں جبکہ جلال تایا اشعر کی دوری کا ذمہ دار صائمہ تائی کو ٹھہراتے تھے۔اس سب میں وہ اپنی تیسری اولاد کو فراموش کر گئے تھے۔جلال تایا اس وقت لاؤنج میں بیٹھے فون پر کسی سے محو گفتگو تھے۔چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔

"آپ جتنی رقم مانگیں گے میں دینے کو تیار ہوں،آپ بس میرا کام کر دیں" یہ کہتے وہ دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سننے لگے،

"جیسا آپ کو بہتر لگے" وہ یہ کہتے لمحے بعد فون کاٹ چکے تھے۔ان کا ضمیر اب انہیں ماضی میں کیے گئے انکے گناہ یاد دلاتا تھا مگر وہ ہر بار ضمیر کی اس آواز کو خاموش کروا دیتے۔عماد کو سزا ہوئے دو ہفتے ہونے کو آئے تھے،اشعر نے بھی جا کر صرف ایک بار فون کرتے انہیں اپنے باحفاظت پہنچنے کی اطلاع دی تھی،اس کے بعد اسکی جانب سے کوئی فون نہیں آیا تھا۔جلال تایا نے کئی بار اسے فون کیا مگر اشعر نے ایک بار بھی انکا فون نہیں اٹھایا۔وہ اب تک عماد کو رہا کروانے کے لیے بھی کچھ نہ کر سکے تھے۔وہ خود کو بہت بے بس اور لاچار محسوس کرنے لگے تھے۔انکا دل بار بار انہیں یہ احساس دلانے کی کوشش کرتا تھا کہ یہ انکا مکافات عمل ہے،جو آج وہ تنہا ہو گئے ہیں۔اپنی ان سوچوں کو جھٹکتے انہوں نے ہاتھ بڑھاتے ریموٹ اٹھایا اور سامنے دیوار پر نصب ایل ای ڈی آن کی،ایل ای ڈی آن ہوتے ہی سکرین پر ایک نیوز چینل چلنے لگا،جہاں نیوز اینکر چیخ چیخ کر تازہ ترین خبریں عوام الناس تک پہنچا رہی تھی۔

"ناظرین آج کی تازہ ترین خبر!" جلال تایا بھی اس جانب متوجہ ہوئے،

"لاہور سینٹرل جیل سے رات کو فرار ہونے کی کوشش کرنے والے چھ ملزمان کا پولیس کی جانب سے انکاؤنٹر کر دیا گیا" جلال تایا کے کان ایک دم کھڑے ہوئے،

"جن میں علی راشد،اصغر علی،عماد صدیقی اور۔۔۔" جلال تایا کو محسوس ہوا کہ لاؤنج کی چھت ان کے سر پر آ گری! نیوز اینکر آگے مزید بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر جلال تایا کے کان عماد صدیقی کے بعد اور کوئی نام نہ سن سکے،ان کی آنکھیں شاک کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔عماد صدیقی نام کا بے شک کوئی دوسرا ملزم بھی ہو سکتا تھا مگر سامنے

urdunovelsblog

سکرین پر نظر آتی تصویر ان کے اپنے بیٹے کی تھی۔ وہ یونہی اس خبر کے زیر اثر بیٹھے تھے کہ انکی سماعت سے کانچ کے ٹوٹنے کی آواز ٹکرائی، وہ فوراً پلٹے جہاں صائمہ تائی کھڑی تھیں۔ برتن انہی کے ہاتھوں سے گرا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سکرین پر چلتی عماد کی تصویر کے ساتھ منسلک خبر دیکھ رہی تھیں جبکہ ان کے ہلتے ہوئے لب صرف ایک ہی نام پکار رہے تھے،

"!عماد! عماد"

انکے ہاتھ سے ٹوٹے برتن کی کرچیاں زمین پر بکھری تھیں، جس طرح اس گھر کے مکین بکھر چکے تھے۔ مکافاتِ عمل کی چکی کے دوسرے چکر کا آغاز ہو چکا تھا، جس میں اِس بار ہر شخص کو اسکے کیے گئے اعمال کا بدلہ ملنے والا تھا!

چھ ماہ بعد:-

صبح کے سات بج چکے تھے۔ سورج کی کرنیں تاریک آسمان کو منور کر رہی تھیں۔ چرند پرند اپنے رب کی حمد وثنا کرتے اپنے رزق کی تلاش میں اپنی منازل کی جانب رواں تھے۔ سورج کی چند کرنیں اس ایک منزلہ مکان کے گیٹ پر لگی تختی پر پڑتیں اس پر لکھے "حیات صدیقی" کے نام کو روشن کر رہی تھیں جبکہ گھر کے مکین اس وقت اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کچن میں موجود اصباح نے کپ ٹرے میں رکھتے چولہے پر رکھا چائے کا برتن اٹھایا اور آگ بند کرتے چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔ چائے کے تین بھاپ اڑاتے کپ ٹرے میں رکھے، اب اسکا رخ لاؤنج کی جانب تھا۔ لاؤنج میں پہنچتے اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور خفگی بھرے تاثرات چہرے پر سجائے سامنے صوفے پر بیٹھی صالحہ بیگم کو مخاطب کیا، جو ہاتھ میں تسبیح پکڑے ہلتے لبوں کے ساتھ اصباح کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

امی اب آپ دیکھ لیں ان دونوں کو، ناشتہ پڑا پڑا ٹھنڈا ہو گیا ہے مگر یہ دونوں ابھی تک نہیں آئیں "اس سے پہلے کہ صالحہ بیگم کچھ کہتیں، کمرے سے حرم کی آواز ان کی" سماعت سے ٹکرائی جو یقیناً اصباح کی بات سن چکی تھی۔

میں بس پانچ منٹ میں آرہی ہوں آپی "اس کے جواب پر اصباح نے نفی میں گردن ہلاتے سر جھٹکا گویا کہنا چاہتی ہو کہ انکا کچھ نہیں ہو سکتا جبکہ کمرے میں موجود حرم بالوں" کو پونی میں قید کرتے اب بیڈ پر بیٹھتے شوز پہن رہی تھی۔ کچھ لمحے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آئینے کے سامنے جاتے دوپٹہ سیٹ کرنے لگی کہ واشروم کا بند دروازہ کھلا اور ہلکے آسمانی رنگ کی لانگ فراک کے ساتھ ہمرنگ ٹراؤزر پہنے رتبہ باہر آئی۔ ایک نظر حرم پر ڈالتے، الماری کی جانب قدم بڑھائے اور اس میں رکھا اپنا بیگ نکالتے اپنے بیڈ پر

آبیٹھی۔بیگ میں موجود اپنی چیزوں کا جائزہ لیتے اس نے بیگ کو بند کرتے سائیڈ ٹیبل پر رکھا کہ نظر حرم کے بیڈ پر پڑی، جس کی بیڈ شیٹ بے ڈھنگے انداز میں آدھی بیڈ کے اوپر اور آدھی فرش پر موجود تھی۔اس نے ماتھے پر بل ڈالے حرم کو مخاطب کیا، جو اپنا کالج بیگ اٹھائے باہر جانے کے لیے تیار تھی۔

،حرم وہیں رک جاؤ، پہلے اپنے بیڈ کی حالت درست کرو پھر جانا" رتبہ کی آواز پر اس کے بڑھتے قدم رکے، پلٹ کر پہلے رتبہ اور پھر اپنے بیڈ کی جانب دیکھا"

میں لیٹ ہو رہی ہوں رتبہ، یہ تم سیٹ کر دو پلیز" وہ چہرے پر بیچارگی کے تاثرات سجائے بولی، جس پر رتبہ نے فوراً جواب دیا۔"

،بالکل نہیں، میں یہ ٹھیک نہیں کروں گی" نفی میں گردن ہلاتے وہ کچھ قدم اٹھاتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے گئی کہ حرم دوبارہ بولی"

پلیز رتبہ میں لیٹ ہو رہی ہوں" اس سے پہلے کہ رتبہ جواباً کچھ کہتی باہر سے آتی اصباح کی آواز پر حرم اونچی آواز میں پلیز کہتی باہر بھاگ گئی جبکہ پیچھے کھڑی رتبہ اسے تب" تک گھورتی رہی جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔افسوس میں سر ہلاتے اب وہ بیڈ شیٹ ٹھیک کر رہی تھی۔کچھ لمحے بعد وہ دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی اور بالوں میں لگا کیچر اتارتے اپنے بال سنوارنے لگی۔ان گزرے چھ ماہ میں اس کی زندگی میں بہت تبدیلیاں آئی تھیں۔اس ایک واقعہ نے اس کی زندگی کو بدل دیا تھا۔شروع شروع میں تو اسے دوبارہ ان لوگوں کا سامنا کرنے اور واپس یونیورسٹی جانے میں بہت مشکل پیش آئی تھی مگر اب وہ خود کو بہت مضبوط بنا چکی تھی۔جب بھی وہ دوبارہ کمزور پڑنے لگتی تو اسے آبرو کی کہی وہ بات یاد آجاتی کہ انسان کو صرف تب پشیمان ہوتے گھبراہٹ کا شکار ہونا چاہیے جب وہ غلطی پر ہو پراگر انسان کی کوئی غلطی نہ ہو تو اسے کسی سے بھی ڈرے بغیر سر اٹھا کر جینا چاہیے۔

دوستی سے اعتبار تو وہ اس دن ہی کھو چکی تھی۔اب رتبہ کے لیے اسکے گھر والے سب سے اہم تھے۔ان چھ ماہ میں اس کے اندر آتی اس مثبت تبدیلی اور زندگی کی طرف واپسی میں آبرو کے علاوہ ایک اور شخص کا بہت اہم کردار تھا جو گزرتے وقت کے ساتھ دن بہ دن رتبہ کے لیے خاص ہوتا جا رہا تھا۔وہ اعتبار نہیں کرنا چاہتی تھی مگر دل بار بار اس پر اعتبار کرنے کو اکساتا تو دماغ ماضی میں ہوئے اس واقعے کی یاد دلاتا۔دل اور دماغ میں ہوتی یہ جنگ آج بھی جاری تھی۔اس نے برش واپس رکھتے سامنے پڑا کیچر اٹھاتے بالوں کو کیچر میں قید کیا۔ایک نظر اپنے چہرے پر ڈالتے بیڈ کی جانب گئی اور پاؤں میں سینڈل پہنتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ٹیبل پر پڑا اپنا بیگ اٹھایا اور قدم اٹھاتے کمرے کا دروازہ عبور کر گئی۔

صدیقی ہاؤس اس وقت سنسان پڑا تھا، ایک گہرے سکوت کے زیر اثر اور یہ سکوت اب اس گھر کا خاصا بن چکا تھا۔گزرے چھ ماہ میں اس گھر کے مکینوں پر قیامتیں ٹوٹی تھیں، جن کے اثرات اب زندگی بھر باقی رہنے والے تھے۔گھر کے ہر حصے میں ایک جان لیوا خاموشی کا راج تھا۔کچن میں چولہے کے سامنے کھڑی ایک عورت سوپ کو

باؤل میں انڈیل رہی تھی۔ سلوٹوں سے بھرے ہلکے جامنی رنگ کے کپڑے پہنے وہ کوئی اور نہیں صائمہ تائی تھیں۔ آنکھوں کے نیچے موجود ہلکے، مایوسی اور بے بسی کے تاثرات عیاں کرتا چہرہ، وہ کہیں سے بھی وہ صائمہ تائی نہیں لگ رہی تھیں جن کی زبان پر ہر وقت دوسروں کے لیے حقارت اور ہتک آمیز جملے ہوا کرتے تھے، جن کا لباس ہمیشہ انکی کلاس کے مطابق ہوتا تھا، جو دوسروں کو ان کی اوقات یاد دلانے میں ایک پل نہیں لگاتی تھیں مگر آج وقت بازی پلٹ چکا تھا، ہر چیز بدل گئی تھی۔ ہر کام ملازموں سے کروانے والی صائمہ تائی آج ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کپڑے دھونے سے لے کر جھاڑو تک اب ہر کام انہیں خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ ان کی زندگی نے بہت کم وقت میں سب بدل کر رکھ دیا تھا، آج ایک ایک پائی خرچ کرتے وقت انہیں بہت بار سوچنا پڑتا۔ سوپ کو باؤل میں ڈالتے کچھ گرم چھینٹے ان کے بازو پر پڑے مگر ان کی حدت اب ان پر کوئی اثر نہیں رکھتی تھی۔ وہ ان سختیوں کی عادی ہونے لگی تھیں۔ باؤل اٹھائے اب انکا رخ جلال تایا کے کمرے کی جانب تھا۔

اس روز عماد کی موت کی خبر ان کے گھر پر ٹوٹنے والی پہلی مصیبت تھی جو ان کے لیے کسی سانحے سے کم نہ تھی۔ عماد کا مردہ جسم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے انہیں پہلی بار کسی اپنے کو کھو دینے کا احساس ہوا تھا۔ وہ ان کی اولاد تھا، گنہگار تھا مگر انہیں عزیز تھا۔ افسوس صرف عماد کی موت کا نہیں بلکہ اس بات کا بھی تھا کہ اس کی موت بھی اشعر کو واپس نہ لا سکی۔ اس نے فون پر ہی ان دونوں کو دلاسہ دیتے بات ختم کر دی تھی گویا اسے عماد کی اچانک موت کا کوئی دکھ نہ ہو۔ وہ ہر ماہ ایک مخصوص رقم انہیں بھیجتا تھا مگر کیا وہ رقم کبھی بھی اس کی کمی کو پورا کر سکتی تھی؟ اپنی زندگی کے جس حصے میں انہیں اشعر کی سب سے زیادہ ضرورت تھی وہ اسی حصے میں ان سے بہت دور جا چکا تھا اور افسوس کی بات تو یہ تھی کہ اسے خود سے دور کرنے والا کوئی اور نہیں وہ دونوں خود تھے۔ وہ قدم اٹھاتی کمرے میں داخل ہوئیں، کمرا اندھیرے میں ڈوبا تھا، ٹرے کو ٹیبل پر رکھتے وہ قدم اٹھاتی کھڑکی کی جانب بڑھیں اور پردے ہٹاتے روشنی کو کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ کمرہ روشنی میں نہا گیا مگر ان کی زندگیوں میں اب روشنی کی کوئی امید باقی نہ تھی۔ وہ پلٹتے ہوئے واپس بیڈ کے پاس آئیں اور ایک کرسی بیڈ کے قریب رکھنے لگیں جبکہ بیڈ پر جلال تایا آنکھیں موندے لیٹے تھے۔

جلال اٹھ جائیں میں آپ کے لیے سوپ لائی ہوں" وہ یہ کہتے ہوئے اس کرسی پر بیٹھ گئیں۔ جلال تایا نے اپنی بند آنکھیں کھولتے صائمہ تائی کی جانب دیکھا مگر زبان" خاموش رہی کیونکہ اب ان کی زبان کچھ بھی کہنے کے قابل نہ رہی تھی۔ صرف زبان ہی نہیں بلکہ وہ اب اپنے جسم کو حرکت دینے سے بھی قاصر تھے۔ جلال تایا کو عماد کی موت کے دو روز بعد ہی فالج کا پہلا اٹیک ہوا تھا، جس سے ان کا نچلا دھڑ مفلوج ہو گیا تھا مگر اس کے تقریباً ایک ماہ بعد ہی کاروبار کا دیوالیہ ہونے کے باعث، اپنی ساری محنت کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتا دیکھ کر انہیں بہت بڑا صدمہ لگا تھا اور انہیں فالج کا دوسرا اٹیک ہوا تھا، جو ان کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوا تھا۔ اس دوسرے اٹیک کے بعد ان کا پورا جسم مفلوج ہو چکا تھا۔ بے جان جسم میں جان کتنے دن کی مہمان تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ رعب و دبدبے سے سب کو خاموش کروا دینے والے جلال تایا آج بے بس تھے، محتاج تھے، لاچار تھے!

وقت کا پہیہ گول گھوم چکا تھا، اب پسنے کی باری ان کی تھی۔ جلال تایا کی ایسی حالت سننے کے بعد بھی اشعر ان کے پاس واپس نہیں آیا تھا، آخر کو بے حسی اسے اپنے خون سے ملی تھی۔ جلال تایا اپنے دونوں بازوؤں سے محروم ہو چکے تھے۔ وہ اپنے دونوں بیٹے کھو چکے تھے جن پر انہیں بہت ناز تھا۔ ایک بیٹے کو موت نے ان سے جدا کیا تو دوسرے کو وہ خود ہی اپنے آپ سے دور کر چکے تھے۔ ان کی زندگی کا گزر بسر اب صرف دو دکانوں سے آنے والے کرائے اور اشعر کی جانب سے بھیجے جانے والے پیسوں سے چل رہا تھا۔ جلال تایا کے علاج پر وہ بہت پیسہ خرچ کر چکے تھے مگر کوئی مثبت نتائج سامنے نہیں آئے تھے۔ کچھ دنوں میں وہ یہ گھر بھی چھوڑنے والے تھے۔ عماد کی موت اور جلال تایا کی بیماری کی خبر سن کر رابعہ اور صالحہ بیگم اکثر ان کا حال احوال پوچھنے ان کے پاس آتی تھیں مگر اپنی غلطیوں کا احساس ہونے کے باوجود بھی صائمہ تائی نے ان سے معافی مانگنے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ جلال تایا سے تو معافی مانگنے کی صلاحیت خدا چھین چکا تھا۔ صائمہ تائی نے آگے بڑھتے انہیں سہارا دے کر بٹھایا کہ جلال تایا اپنی زبان کو حرکت دینے کی کوشش کرنے لگے۔

را۔۔۔را۔۔۔را" بمشکل حلق سے آواز آتے یہ الفاظ ادا ہوئے، جبکہ صائمہ تائی ان کی بات سمجھتے بولنے لگیں۔ "

، بات ہوئی تھی میری رابعہ سے کہہ رہی تھی آج شام میں آئے گی" یہ کہتے وہ باؤل اٹھانے ہی لگی تھیں کہ جلال تایا کی آواز دوبارہ ان کی سماعت سے ٹکرائی"

فا۔۔۔۔فا۔۔۔۔فا۔۔ل۔۔ل" صائمہ تائی نے گہرا سانس لیا، وہ سمجھ گئی تھیں کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ "

نکال لی ہے میں نے وہ فائل اور آج رابعہ آئے گی تو اسے دے دوں گی، آپ پریشان مت ہوں" صائمہ تائی جانتی تھیں کہ وہ کس فائل کا ذکر کر رہے ہیں۔ ایک بوجھ تھا جو" وہ اپنے کندھوں سے اتارنا چاہتے تھے۔ صائمہ تائی کا جواب سنتے وہ خاموش ہو گئے جبکہ صائمہ تائی باؤل اٹھاتے انہیں سوپ پلانے لگیں۔

urdunovelsblog

کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی آج بھی ٹیبل پر پڑی اس فائل پر تحریر نام کو روشن کر رہی تھیں جبکہ اس نام کی مالک پاس پڑے بیڈ پر بیٹھے، فائل ہاتھ میں لیے اس پر کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ کھلے سیاہ بال پشت پر بکھرے تھے۔ گیلے بالوں سے گرتی پانی کی بوندیں اب تھم چکی تھیں۔ چہرہ بے حد سنجیدہ تھا، آج ایک کیس کی آخری پیشی تھی۔ باہر سے آتی شور کی آوازوں کا ایک دم رک جانا اس بات کا ثبوت تھا کہ حرم اور رتبہ گھر سے جا چکی ہیں۔ قلم کی سیاہی کاغذ پر نقش چھوڑ رہی تھی۔ چہرے پر جھولتی چند لٹیں کام میں خلل ڈال رہی تھیں، جنہیں تیزی سے کان کے پیچھے کرتے وہ دوبارہ کام میں مصروف ہو گئی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اپنی لکھی تحریر پر ایک نگاہ ڈالتے اس نے فائل بند کرتے سائیڈ ٹیبل پر رکھی کہ نظر ٹیبل پر پڑے کیلنڈر پر موجود آج کی تاریخ پر پڑی، چہرہ ایک دم سپاٹ ہوا۔ آج اس واقعے کو چھ ماہ ہو گئے تھے، جس نے اس کی زندگی پر ایک گہرا اثر چھوڑا تھا۔ اس کی شخصیت، اس کی ذات پر تاحیات اس واقعے کا اثر باقی رہنے والا تھا۔ کیلنڈر سے نظریں ہٹاتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر دماغ اب بھی چھ ماہ قبل ہوئے

واقعات کے زیر اثر تھا۔ جب ایک کے بعد ایک بری خبر ان کو حیران کر رہی تھی۔ اشعر کا اسے طلاق دے کر یوں ایک دم ملک چھوڑ جانا آج بھی ان کے لیے ایک سوالیہ نشان تھا اور یونہی ایک دن عماد کی موت کی خبر ان تک پہنچتے انہیں حیرت میں مبتلا کر گئی تھی۔ وہ سب ہر گز یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ یوں موت اسکا مقدر بنے، وہ تو صرف اسے اس کے کیے گناہوں کی سزا دلوانا چاہتے تھے مگر قدرت کو شاید یونہی اس کا اختتام منظور تھا۔ عماد کی موت کے کچھ عرصہ بعد ہی جلال تایا کی بیماری، ان کے کاروبار کا دیوالیہ ہو جانا، ایک ہی خاندان پر یوں پہ در پہ مصیبتوں کا ٹوٹنا ان سب کے لیے حیرت و تشویش کا سامان تھا مگر یہ بات بھی واضح تھی کہ یہ قدرت کا انصاف ہے، مکافات عمل ہے۔ خدا کی لاٹھی بڑی بے آواز مگر پر زور ہے، انسان کو ایسا گراتی ہے کہ وہ دوبارہ کبھی اٹھ نہیں پاتا اور یہی حال جلال تایا کے خاندان کا بھی ہوا تھا۔ آبرو نے ان سوچوں کو جھٹکتے قدم باہر کی جانب بڑھائے جہاں اصباح اور صالحہ بیگم ناشتے ہر اس کی منتظر تھیں۔ آبرو کی زندگی کا مقصد پہلے بھی اپنوں کے لیے جینا تھا اور آج بھی وہ یہی مقصد لیے زندگی گزار رہی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ اپنی ذات کو فراموش کرنے لگی تھی، اس نے اپنے لیے سوچنا چھوڑ دیا تھا۔

سڑک پر دوڑتی سیاہ لینڈ کروزر اپنی منزل کی جانب رواں تھی۔ شیشوں کے پار موجود انسان کی شناخت ان کی سیاہی کے باعث عیاں نہ تھی۔ کچھ دیر بعد گاڑی اپنی منزل، لاشاری ٹیکسٹائلز کی پرتائش بلڈنگ کے سامنے سے گزرتی پارکنگ ایریا میں جا رکی۔ گاڑی سے اترنے والا شاہزین لاشاری تھا۔ گاڑی سے اترتے اب اس کا رخ بلڈنگ کی جانب تھا۔ گاڑی کی چابی کو ہاتھ میں گھماتے وہ اندر داخل ہوا۔ ہمیشہ کی طرح پونی میں بندھے بال، سیاہ ڈریس پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پر پہنا سیاہ کوٹ، چہرے پر بے نیازی کا دائمی عنصر لیے وہ قدم اٹھاتا ریسیپشن کے سامنے سے گزرا۔ چہرے کے تاثرات آج بھی پہلے جیسے تھے فرق تھا تو صرف لاپرواہی کی جگہ لیتی سنجیدگی کا۔

ریسیپشن کے سامنے سے گزرتے اب اس کا رخ فیاض صاحب کے آفس کی جانب تھا۔ وہ جہاں جہاں سے گزر رہا تھا، وہاں موجود ہر شخص اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے گزرتے ہوئے اسے سلام کیا، جسے نظر انداز کرتا وہ آگے بڑھ گیا۔ فیاض صاحب کے آفس کے باہر موجود ان کا اسسٹنٹ اسے اس جانب آتا دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ شاہزین نے اسکی جانب دیکھتے ایک اشارہ کیا گویا پوچھ رہا ہو کہ فیاض صاحب اندر موجود ہیں؟ جس پر اسسٹنٹ کا اثبات میں ہلتا سر دیکھ کر وہ اندر داخل ہوا۔ شاہزین لاشاری کو اپوائنٹمنٹ کی کیا ضرورت تھی! وہ صرف اس کمپنی کا پاور آف اٹارنی ہی نہیں بلکہ شیئرز ہولڈر بھی تھا۔ اتنے میں ایک شخص باہر بیٹھے اسسٹنٹ کی ٹیبل کے پاس آرکا،

بہت دیر بعد نظر آئے ہیں شاہزین سر" وہ اسسٹنٹ کو مخاطب کرتے بولا جبکہ نظریں فیاض صاحب کے آفس کے بند دروازے کی جانب تھیں۔"

ہاں، دراصل شاہزین سر پچھلے چار ماہ سے سنگاپور تھے، کل ہی انکی واپسی ہوئی ہے" اس کے جواب پر سامنے کھڑے شخص نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔"

شاہزین پورے چار ماہ بعد سنگاپور سے واپس آیا تھا۔ جہاں جانے کا مقصد صرف بزنس سے متعلق کام ہی نہیں بلکہ ذہنی سکون کی تلاش بھی تھا۔ وہ ان گزرے مہینوں میں بہت ڈسٹرب رہنے لگا تھا، اسے ہر چیز سے بیزاری محسوس ہونے لگی تھی۔ طبیعت میں آتے اس چڑچڑے پن کی آخر کیا وجہ تھی، وہ خود انجان تھا۔ اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس نے خود کو بزنس کے معاملات میں مصروف کر لیا تھا۔

یعنی اب ایک بار پھر سب کی شامت آنے والی ہے "اس شخص کی بات پر کرسی پر بیٹھے اسسٹنٹ نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ انہیں معلوم تھا شاہزین چاہے اپنی" لاپرواہی میں بڑے سے بڑا نقصان کر دے مگر دوسروں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر بھی وہ انکی خوب بے عزتی کرتا تھا جبکہ فیاض صاحب کے آفس کے دروازے کے اس پار فیاض لاشاری کی آواز گونج رہی تھی۔

مجھے ابھی کال آئی تھی ہمدانی صاحب کی، کافی تعریف کر رہے تھے تمہاری" نظریں سامنے بیٹھے شاہزین لاشاری پر تھیں۔ جو کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے مزے سے انکی" ، باتیں سن رہا تھا۔ انکی اس بات پر وہ مسکرایا

آپ کے علاوہ سب ہی میری تعریف کرتے ہیں ڈیڈ" فخریہ انداز میں کہتا وہ فیاض لاشاری کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔"

، تم نے بھی تو کبھی مجھے تعریف کا موقع ہی نہیں دیا" آخر سامنے بیٹھا شخص بھی تو اس کا باپ تھا۔ انکی بات پر شاہزین آنکھیں گھماتے بولنے لگا"

مواقع تو بہت تھے، بس آپ ہی تعریف کرنے میں کچھ کنجوسی کرتے ہیں" اسکی بات پر فیاض صاحب ہنسنے لگے۔ وہ اس کی کام کو لے کر سنجیدگی پر کافی خوش تھے۔ وہ ہمیشہ" سے یہی چاہتے تھے کہ شاہزین بزنس کے معاملات آگے بڑھ کر ڈیل کرے، ان کے بعد ان کا بزنس سنبھالے۔

"چلو اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو آج تمہاری تعریف کرتے تمہارا گلہ دور کر دیتے ہیں"

یس پلیز" شاہزین نے گویا انہیں اپنی تعریف کے لیے چنے گئے الفاظ بولنے کی اجازت دی۔"

مجھے بہت خوشی ہے کہ تم نے بزنس کے معاملات میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سنگاپور جا کر بہترین کانٹریکٹس ہماری کمپنی کے نام کروائے" وہ رکے، نظریں سامنے" بیٹھے شاہزین پر تھیں۔

"آئی ایم سو ہیپی کہ تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوا، چاہے لیٹ ہی سہی، پر ہوا"

تعریف کے ساتھ بھی آپ طنز کرنا نہیں بھولے "اشارہ فیاض لاشاری کی آخری بات کی جانب تھا۔دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ تھی،ماحول پر سکون اور خوشگوار" تھا۔دونوں کے درمیان موجود رشتے میں مثبت تبدیلی آئی تھی، جس کی عمر کتنی تھی وہ دونوں ہی انجان تھے۔

وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آئیں۔اور قدم لاؤنج کی جانب بڑھائے۔لاؤنج میں پہنچتے ہاتھ میں موجود فائلز کو ٹیبل پر رکھ اور صوفے پر بیٹھ گئیں اور ٹیبل پر موجود فائلز میں سے ایک فائل اٹھاتے ایک نظر سامنے لگی گھڑی کی جانب دیکھا جو دوپہر کا ایک بجا رہی تھی۔گھڑی سے نظریں ہٹاتے ہاتھ میں پکڑی فائلز کھولی اور فائل میں درج تحریر پڑھنے ،لگیں۔ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ خالدہ ان کے پاس آئی اور ہاتھ میں پکڑا جوس کا گلاس انکی جانب بڑھاتے انہیں مخاطب کی

باجی یہ لیں جوس" سبرینہ نے فائل سے نظریں ہٹاتے اسکی جانب دیکھا اور اسے جوس ٹیبل پر رکھنے کا اشارہ دیتے دوبارہ فائلز کی جانب متوجہ ہوئیں جبکہ خالدہ نے گلاس" ،ٹیبل پر رکھتے دوبارہ سبرینہ کو مخاطب کیا

،باجی میں نے سارا کام کر دیا ہے،اب میں گھر جاؤں ؟" سبرینہ نے دوبارہ اسکی جانب دیکھا کہ ذہن میں ایک خیال آیا"

"تاشفین کا کمرہ صاف کیا؟"

"جی باجی کر دیا ہے"

،اچھا ٹھیک ہے جاؤ" مطمئن ہوتے جواب دیا اور سامنے پڑا جوس کا گلاس اٹھانے لگیں کہ سامنے کھڑی خالدہ نے ایک نظر اپنے ارد گرد ڈالتے دوبارہ سبرینہ کو مخاطب کیا"

باجی آپ سے ایک بات پوچھوں ؟" سبرینہ نے اثبات میں سر ہلاتے اسے بولنے کی اجازت دی۔"

آپ کو اس خاموشی سے وحشت نہیں ہوتی ؟میرا مطلب اتنا بڑا گھر اور اس میں اتنا وقت آپ اکیلی۔۔۔۔"اس نے بات ادھوری چھوڑ دی،اس کی بات پر سبرینہ مسکراتے" ،ہوئے بولی

بالکل ہوتی ہے مگر کیا کریں مجبوری ہے،بچے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اور میں گھر پر" پچھلے چند ماہ سے وہ ٹرسٹ کا سارا کام گھر سے دیکھتی تھیں،وجہ صحت" کا ساتھ نہ دینا تھا۔اس لیے اب وہ صرف ہفتے میں ایک دن ہی ٹرسٹ جاتی تھیں۔

" تو باجی آپ اس خاموشی کو دور کرنے کے لیے کوئی حل تلاش کر لیں نہ"

کیسا حل؟" سوال فوری تھا۔"

،بلکہ آپ کو حل ڈھونڈنے کی کیا ضرورت آپ کے پاس تو حل پہلے سے ہی موجود ہے" سبرینہ اسکی باتوں سے الجھنے لگی"

،جو کہنا ہے کھل کر کہو۔۔۔" سبرینہ کی بات پر وہ بولنے لگی"

دیکھیں باجی آپ کے بچے ماشاءاللہ اب جوان ہوگئے ہیں، آپ ان کی شادی کر دیں، گھر پر ان کی بیویاں آئیں گیں، بچے ہوں گے تو رونق ہی رونق ہوگی" اس کی بات پر"

،سبرینہ ہنسنے لگیں، جس پر وہ خاموش ہوگئی مگر لمحے کے توقف کے بعد پھر بولنے لگی

اس بارے میں ضرور سوچیے گا باجی، اب میں چلتی ہوں، اللہ نگہبان" وہ یہ کہتے وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی سبرینہ نے نفی میں گردن ہلاتے سر جھٹکا، چہرے پر" موجود مسکراہٹ ایک دم غائب ہوئی۔ معاملہ واقعی غور طلب تھا۔ یہ خاموشی اب انہیں بھی بہت تنگ کرنے لگی تھی، اتنا وقت گھر میں اکیلے گزارنا آسان نہ تھا۔ وہ خود بھی اس خاموشی کو دور کرنا چاہتی تھیں اور اس سلسلے میں انہوں نے ایک بار پھر تاشفین سے بات کی تھی۔ جوس کا گلاس ٹیبل پر واپس رکھتے وہ گہری سوچ میں گم ہو گئیں۔

آبرو کی طلاق کے تقریباً چار ماہ بعد انہوں نے تاشفین سے دوبارہ اس کے رشتے کا ذکر چھیڑا تھا اور آبرو کے متعلق بات کی تھی جس پر تاشفین نے انہیں ایک نامکمل جواب دیتے ان سے کچھ وقت مانگا تھا۔ اس کے مطابق اتنی جلدی ان سے بات کرنا مناسب نہ تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس بار وہ خود آبرو سے بات کرے۔ وہ آبرو کی مرضی جان کر ہی رشتے کی بات کا آغاز کرنا چاہتا تھا اور اب تاشفین کی جانب سے دیا گیا انتظار کا دورانیہ دو ماہ تک طویل ہو گیا تھا مگر اس کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔

urdunovelsblog

سوچوں کے جال سے آزاد ہوتے سبرینہ نے سامنے پڑا جوس کا گلاس اٹھاتے لبوں سے لگایا۔ وہ سوچ چکی تھیں کہ اب انہیں ہی سنجیدہ ہو کر کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔ بقول خالدہ کے اپنے گھر کی رونق کے لیے انہیں ہی کچھ کرنا ہوگا۔ جوس کا گلاس خالی کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں، ارادہ اپنے دماغ میں آئے خیال کو عملی جامہ پہنانے کا تھا۔

آپ بے فکر رہیں، مجھے پوری امید ہے کہ اگلی پیشی میں فیصلہ ہو جائے گا" وہ فون کان سے لگائے سامنے بیڈ پر پڑے کاغذات کو فائل میں رکھ رہی تھی"

جی، جی انشاءاللہ" فائل میں آخری کاغذ رکھتے، فائل بند کی اور کان سے لگا یا فون سامنے کیا اور کال کاٹتے اٹھ کھڑی ہوئی، فائل کو ٹیبل پر رکھتے کمرے سے باہر کا رخ کیا جہاں" رابعہ پھپھو اسکی منتظر تھیں۔ آج رابعہ بیگم ایک امانت انکے سپرد کرنے آئی تھیں، جو سات سال سے جلال تایا کے پاس تھی۔ یہ اس جگہ کے کاغذات تھے جو فیاض لاشاری نے حیات صاحب کی وفات پر ان کے گھر والوں کے نام کی تھی۔ حیات صاحب ان کے ایک بہت خاص اور پرانے ایمپلائی تھے۔ اسی جائیداد کی لالچ میں جلال تایا نے آبرو

اور اسکے گھر والوں پر ترس میں لپٹی ہوئی عنایتیں کی تھیں مگر قدرت نہیں چاہتی تھی کہ یہ امانت اپنے حقدار کے سوا کسی اور کے پاس جائے۔ آبرو نے لاؤنج میں آتے رابعہ بیگم کو سلام کیا اور صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھتے ان سے باتیں کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد رابعہ بیگم نے اپنے ہاتھ میں تھامی فائل آبرو کی جانب بڑھائی،

"آبرو بیٹا، یہ فائل مجھے جلال بھائی نے دی ہے" وہ تمہید باندھتے بولنے لگیں، یہ فائل اور اس سے متعلق ہر بات جو صائمہ تائی نے انہیں بتائی تھی وہ ان کے لیے بھی کافی حیران کن تھی مگر وہ اپنے بھائی اور بھابھی کی فطرت سے بخوبی واقف تھیں۔

"یہ تم سب کی امانت ہے بیٹا" وہ ایک نظر صالحہ بیگم کی جانب دیکھتے بولیں، آبرو نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ فائل تھامی اسے کھولا۔ وہ فائل میں درج تمام تفصیلات پڑھنے میں مصروف تھی جبکہ پس منظر میں رابعہ بیگم جلال تایا کا پیغام ان تک پہنچا رہی تھیں۔ اس امانت کے بارے میں آبرو آج سے چار سال قبل جان گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جلال تایا اگر صائمہ تائی کے خلاف جا کر ان کے لیے کوئی بھی فیصلہ کر رہے ہیں تو اسکی وجہ انکے دل میں اپنے بھائی کے گھر والوں کے لیے موجود محبت نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ اس وقت اس بارے میں سب جان لینے کے باوجود بھی آبرو کی خاموشی کی وجہ صرف اپنی پڑھائی تھی مگر گزرتے وقت کے ساتھ اسکی مجبوریوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ رابعہ بیگم اپنی بات مکمل کرتے خاموش ہوئیں اور منتظر نظروں سے آبرو کی جانب دیکھتے دوبارہ بولیں،

"وہ تم لوگوں سے ساتھ کی گئی اپنی ہر زیادتی پر بہت شرمندہ ہیں، اگر تم۔۔۔" وہ خاموش ہوئیں،

"صرف ایک بار ان سے مل لو، وہ تم سے معافی مانگنا چاہتے ہیں بیٹا، شاید اسی طرح انکی تکلیف کچھ کم ہو جائے" ان کے لہجے میں اپنے بھائی کے لیے فکر تھی۔

"انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی پھپھو بلکہ انکا ہر عمل انہی کے لیے مشکل کا سامان بنا ہے" آبرو نے بات کرتے فائل بند کی۔

"آپ پریشان نہ ہوں، میں امی کے ساتھ جاؤں گی ان کی عیادت کرنے" وہ اپنی بات مکمل کرتے اٹھ کھڑی ہوئی اور قدم اٹھاتے واپس اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ آبرو کے جاتے ان دونوں کے درمیان ایک عجیب سی خاموشی حائل ہو گئی جسے صالحہ بیگم کی آواز نے توڑا،

"آفاق کی واپسی کب تک ہے رابعہ؟" انکے سوال پر رابعہ بیگم کو فوراً اپنے آج یہاں آنے کا دوسرا مقصد یاد آیا۔

"رات کو بات ہوئی تھی، اسی ہفتے کا کہہ رہا تھا" وہ صالحہ بیگم کی جانب دیکھتے بولیں،

"مجھے آج تم سے ایک اور اہم بات کرنی تھی" انکی اس بات پر صالحہ بیگم نے اثبات میں سر ہلاتے انہیں بولنے کی اجازت دی۔

"بہت عرصہ ہو گیا خوشیاں ہم سے روٹھ سی گئی ہیں" لمحے کا توقف دیا،

!اس لیے میں چاہتی ہوں کہ ہم اپنے بچوں کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں" ان کا اشارہ کس جانب تھا صالحہ بیگم سمجھ گئی تھیں۔ وہ بہ وقت خوش بھی تھیں اور افسردہ بھی"

،مگر میں نہیں چاہتی کہ بڑی بہن کے گھر ہوتے ہوئے ہم اصباح کی شادی کا سوچیں" صالحہ بیگم کے دل میں پیدا ہوتے اس خدشے کو رابعہ بیگم اپنی زبان پر لے آئیں"

،اس لیے میں چاہتی ہوں تم آبرو کے لیے رشتہ تلاش کرو، میں بھی کوشش کرتی ہوں" اپنی بات مکمل کرتے وہ خاموش ہوئیں"

میں خود بھی یہی چاہتی ہوں، تم نے میرے دل کی بات کی ہے رابعہ مگر مسئلہ آبرو کا ہے، وہ اتنی آسانی سے نہیں مانے گی" صالحہ بیگم نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔"

تم ماں ہو صالحہ، تم اس سے بات کرو، اسے منانے کی کوشش کرو اسے سمجھاؤ کے یوں تنہا زندگی نہیں کٹتی" انکی بات پر صالحہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا مگر وہ جانتی تھیں"
کہ آبرو کو اس بات کے لیے قائل کرنا آسان نہیں ہے۔

وہ اس وقت لائبریری میں موجود تھی۔ سامنے کھلی کتاب پر نظریں جمائے وہ آج اس ٹاپک کو ختم کرلینا چاہتی تھی کہ کہ موبائل سے آتی میسج کی نوٹیفیکیشن کی آواز پر اس نے موبائل اٹھایا۔ ایک سرسری نظر ڈالتے ارادہ موبائل کو واپس رکھنے کا تھا مگر سامنے جگمگاتا نام دیکھ کر وہ پہلے ایک دم چونکی پھر لبوں پر مسکراہٹ لیے اس نے وہ میسج کھولا، میسج میں لکھے الفاظ کچھ یوں تھے۔

"ڈاکٹر صاحبہ کے قیمتی وقت میں سے کچھ گھڑیاں حاصل کرنے کے لیے ایک غریب وکیل کو کیا کرنا ہوگا؟"

urdunovelsblog

،کہاں ہو؟" رتبہ نے انگلیاں سکرین پر چلتے میسج ٹائپ کیا"

وہیں جہاں آپ ہیں" جواب فوراً آیا، رتبہ اس جواب کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ ایک نظر کھلی کتاب کی جانب دیکھا، اسے بند کرتے بیگ میں ڈالا اور بیگ کو کندھے پر ڈالتے وہ" باہر کی جانب چل پڑی۔ پانچ منٹ بعد وہ یونیورسٹی کے گیٹ سے باہر تھی۔ نظریں آس پاس دوڑانے پر وہ اسے کچھ فاصلے پر کھڑا دکھائی دیا اور رتبہ کے قدم اس جانب بڑھنے لگے۔ سیاہ پینٹ کوٹ میں موجود زاویار اسی جانب دیکھ رہا تھا۔ رتبہ کی نظریں اس سے ملتے ان دونوں کے چہرے پر ایک مسکراہٹ در آئی۔ گزرے چھ ماہ میں ان کے درمیان ایک مختلف رشتہ قائم ہو گیا تھا، جسے نام دینے کے لیے دوستی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ زاویار کی جانب دیکھتے اسے وہ دن یاد آنے لگا جب اس حادثے کے بعد زاویار ان کے گھر آیا تھا۔ وہ ملاقات انکی اس سے قبل ہوئی تمام ملاقاتوں سے بے حد سنجیدہ اور مختلف تھی۔ اس ملاقات میں زاویار کے پوچھنے پر نجانے کیوں پر رتبہ اپنی زندگی میں کھائے اس دھوکے کا ذکر اس کے سامنے کرنے لگی تھی۔ وہ وکیل تھا بات نکلوانا جانتا تھا مگر پھر بھی رتبہ کی باتوں سے وہ صرف اتنا ہی جان پایا تھا کہ اسنے دوستی میں ایسا دھوکا کھایا ہے، جس نے اسکا اعتبار بری طرح توڑ دیا ہے۔ اس سے پورے ایک ہفتے بعد انکی دوسری ملاقات ہوئی جس میں زاویار نے رتبہ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ جسے

رتبہ نے یہ کہہ کر جھٹک دیا تھا کہ وہ اب کسی پر بھی اعتبار نہیں کرنا چاہتی مگر زاویار کا کہنا تھا کہ چاہے وہ اس پر اعتبار نہ کرے مگر اس سے دوستی کر لے کیونکہ جس طرح ایک محبت کا روگ دوسری محبت دور کر سکتی ہے اسی طرح ایک دوستی کے ختم ہونے کے بعد بھی انسان کو دوسری دوستی ہی اس فیز سے نکال سکتی ہے۔زاویار کی ان باتوں کا نتیجہ مثبت آیا تھا اور رتبہ نے اسکا دوستی کے لیے بڑھا ہاتھ تھام لیا تھا۔وہ دن تھا اور آج کا دن، زاویار سے ہوتی چھوٹی موٹی نوک جھوک اسکے دل کا بوجھ کافی ہلکا کر دیتی تھی۔وہ مہینے میں صرف ایک سے دو بار ملتے تھے اور ملاقات کی جگہ یا تو رتبہ کا گھر ہوتی یا یوں ہی یونیورسٹی سے گھر تک کا سفر جبکہ دوسری جانب زاویار اب اس لڑکی کے چہرے پر اداسی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ایسا کیوں تھا وہ انجان تھا مگر ہاں وہ اب ایسا ہی چاہتا تھا کہ اس کے لیے پریشانی کا سبب بننے والی ہر وجہ کو وہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دے مگر اس کوشش میں اسکا دل بے ایمان ہونے لگا تھا۔دل میں اس کے لیے پیدا ہوتے جذبات کو وہ دبا کر سلا دینا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مقابل اس پر اعتبار نہیں کر پائے گی اور اسے اسکے ہر فیصلے کا خیال رکھنا تھا۔وہ سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں سیاہ ہی دوپٹہ اوڑھے اسکی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔کندھے پر لٹکا بیگ اور پاؤں میں پہنے شوز بھی سیاہ تھے۔اتنے عرصے میں زاویار یہ تو جان چکا تھا کہ یہ لڑکی اپنی ڈریسنگ کو لے کر کافی سیریس ہے۔اس کے قریب پہنچتے ہی زاویار کی سماعت سے اسکی آواز ٹکرائی،

کہیں آج راستہ بھول کر تو یہاں نہیں آ گئے وکیل صاحب؟"طنز بھرا یہ جملہ سنتے زاویار مسکرایا۔رتبہ نے اسکے مقابل کھڑے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بات کی تھی۔"

آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں یہاں روز آؤں؟"شریر لہجے میں زاویار کی کہی اس بات پر رتبہ نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا"،

میرا مطلب تھا کہ بغیر کسی کام کہ میری یاد آ جائے ایسا تو نہیں ہو سکتا"رتبہ نے بات بدلنے کی کوشش کی،زاویار اس کی اس حرکت پر مسکراتے ہوئے آس پاس دیکھنے" لگا، پاس سے گزرتے سٹوڈنٹس انہی کی جانب دیکھ رہے تھے۔

لہذا بتایا جائے کہ مجھے کیوں یاد کیا گیا ہے"رتبہ کی آواز پر وہ اس جانب متوجہ ہوا۔"

گاڑی میں بیٹھیں محترمہ، بیٹھ کر بات کرتے ہیں"اس نے یہ کہتے رتبہ کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا، رتبہ کے اندر بیٹھتے اس نے دروازہ بند کیا اور ایک نظر آس پاس ڈالتے" ڈرائیونگ سیٹ کی جانب چل پڑا۔گاڑی میں بیٹھتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی، رخ رتبہ کے گھر کی جانب تھا۔

اور سنائیں ڈاکٹر صاحبہ کیسی ہیں؟اب تک کتنے مریضوں کا جنت کا ٹکٹ کٹوا چکی ہیں؟"زاویار کی بات ہو اور طنز نہ ہو ناممکن۔رتبہ نے افسوس سے آنکھیں بند کیں، افسوس" اس بات کا تھا جو اس نے دو ہفتے پہلے زاویار کو بتائی تھی کہ اس کی ایک غلطی سے ایک بلی مرتے مرتے بچی تھی۔

اِدھر اُدھر کی باتیں چھوڑو، وہ بات بتاؤ جس کے لیے آج تمہاری آمد ہوئی ہے، کیونکہ اتنا تو میں جانتی ہوں، کام کے بغیر زاویار آفریدی کسی سے بات کریں ناممکن"اپنا نام" اسکے منہ سے سنتے وہ مسکرایا اور نظریں سامنے سے ہٹاتے اسکی جانب دیکھتے بولنے لگا،

کافی کم عرصے میں ہی کوئی مجھے بہت اچھی طرح جان گیا ہے !" پچھلے دو ماہ سے ہونے والی انکی ہر ملاقات میں ہر بار وہ کوئی ایسا ہی جملہ کہتے رتبہ کو کنفیوز کرتے گڑبڑانے پر"
مجبور کر دیتا مگر مقابل بھی رتبہ صدیقی تھی۔

مدعے کی بات کریں وکیل صاحب، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے"بے نیازی سے کہتے اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کی جانب دیکھا۔"

،میرے کچھ دوستوں کو آپکی مدد چاہیے"وہ سٹیرنگ ویل پر ہاتھ رکھے تمہید باندھتا بولا"

،کیسی مدد؟"وہ الجھن کا شکار ہوئی"

،دراصل میرے ایک دوست کی بطخ،ایک کا مرغا،ایک کی بکری اور ایک کی گائے کچھ بیمار ہے"اس کے جملے پر رتبہ فوراً بولی"

یہ کیسے کیسے دوست ہیں تمہارے جن کے پاس بطخ، مرغا، بکری اور پتا نہیں کیا کیا ہے"اسکی بات پر زاویار نے اپنی مسکراہٹ دبائی اور بات کا آغاز وہیں سے کیا جہاں بات"
چھوڑی تھی۔

وہ سب کافی پریشان تھے، میں نے ان سے کہا کہ میرے ہوتے ہوئے پریشانی کیسی ! میں ایک ڈاکٹر کا ارینج کر دیتا ہوں اور علاج بھی فری ہوگا"اس کی اس بات پر رتبہ نے"
،خفگی بھرے تاثرات لیے اسکی جانب دیکھا

،آپ کر دیں گی نہ علاج ڈاکٹر صاحبہ ؟"وہ چہرے پر معصوم تاثرات سجائے بولا"

urdunovelsblog

میں نے انہیں آپ کے خراب ایکسپیرینس کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا"طنز کا ایک اور تیر سیدھا رتبہ کی جانب پھینکا گیا، جس پر رتبہ آئندہ ایسی کوئی بات اسکو نہ بتانے"
،کا ارادہ کرتے غصے سے بولی

کسی کا علاج نہیں کروں گی میں اور فری تو بالکل نہیں"وہ رکی، غصے سے اسکی جانب دیکھا جو مزے سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔"

ایک بات بتاؤ، تم نے مجھے یہ سب فضول باتیں کرنے کے لیے بلایا تھا؟"زاویار نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا، وہ اسے کیا بتاتا کہ اسے بلانے کا مقصد تو صرف ایک بار اس"
چہرے کو دیکھنا اور کچھ لمحوں کی رفاقت تھی۔اب چاہے ان چند لمحوں میں وہ اپنی باتوں سے ماحول گرم کر چکا تھا۔

ظاہر ہے، بغیر کسی وجہ کہ زاویار آفریدی کہاں کسی کو یاد کرتا ہے"اسی کے انداز میں بات کرتے وہ اسے لاجواب کر گیا تھا مگر مقابل بھی اپنی زبان کا خوب استعمال کرنا جانتی"
تھی۔سڑک پر دوڑتی یہ گاڑی بیس منٹ بعد اپنی منزل پر موجود تھی اور سارے رستے وہ یوں ہی اپنے اپنے انداز میں ایک دوسرے کو باتیں لگاتے آئے تھے۔

گاڑی سے اتر کر اس نے سامنے موجود گھر کو ایک نظر دیکھا، آنکھوں میں ایک تاثر واضح دیکھا جاسکتا تھا وہ سکون کا تاثر تھا۔اس گھر کی دہلیز پر نظر پڑتے ہی اس کے وجود میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔وہ آج پورے تین ماہ بعد گھر واپس آیا تھا، اس گھر اور اپنوں سے دوری فقط اس کی مجبوری تھی ورنہ کون اس سکون سے دور جانا چاہتا تھا! گاڑی کو لاک کرتے، اس نے نیچے رکھا بیگ اٹھایا اور قدم اندر کی جانب بڑھائے۔سیاہ پینٹ کے ساتھ آسمانی رنگ کی شرٹ پہنے، بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔اس نے گھر پر کسی کو بھی اپنی واپسی کی اطلاع نہیں دی تھی۔وہ رابعہ بیگم اور مہمل کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔لاؤنج میں اسکا استقبال خاموشی نے کیا کہ آہٹ کی آواز پر اس کی توجہ کچن کی جانب ہوئی، جہاں سے آتی خوشبو اس کے نتھوں سے ٹکرا رہی تھی۔بیگ کو ٹیبل سے کچھ فاصلے پر رکھتے اسکے قدم کچن کی جانب اٹھنے لگے۔یقینا رابعہ بیگم یا مہمل میں سے کوئی کچن میں موجود تھا۔کچن میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر چولہے کے سامنے کھڑی اصباح پر پڑی جس کی پشت آفاق کی جانب تھی۔وہ اس وقت گہرے سبز رنگ کی شلوار قمیض میں موجود تھی، لمبے بال پشت پر بکھرے تھے جبکہ سر پر لیا دوپٹہ ڈھلک کر اب کندھوں پر آچکا تھا۔یہ مہمل نہیں تھی آفاق کو اندازہ ہو گیا تھا پر اگر وہ مہمل نہیں تھی تو کون تھی؟ذہن کے پردے پر فوراً ایک چہرہ نمودار ہوا، ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی۔وہ اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے گھر میں موجود تھی۔یہ ایک حسین اتفاق تھا۔آفاق انہیں سوچوں میں گم تھا کہ سماعت سے اصباح کی آواز ٹکرائی،

مہمل مجھے وہ سوس پکڑانا پلیز "کانوں میں سنائی دیتی آواز اس کے ہر خیال کو پختہ کر گئی۔وہ "وہی" تھی، جس کا خیال آفاق کو اسے ایک نظر دیکھتے فوراً آیا تھا۔یقیناً اس کے " قدموں کی آواز پر وہ سمجھی ہو گی کہ کچن میں داخل ہونے والی مہمل ہے۔اس کے پلٹنے سے پہلے آفاق قدم اٹھاتا آگے بڑھا اور دوسری شیلف پر پڑی سوس اٹھاتے اصباح کی جانب گیا اور بغیر آواز پیدا کیے شیلف پر سوس رکھی کہ نظر اصباح پر پڑی جو چاپنگ بورڈ پر رکھی مرچ کو کاٹنے میں مصروف تھی۔وہ دو قدم پیچھے ہوا کہ نظر اس کے بالوں پر پڑی۔بھورے، لمبے، خوبصورت بال! بالوں سے نظریں ہٹاتے وہ پلٹ گیا۔اصباح اپنے کام میں اتنی مگن تھی کہ وہ آفاق کے شوز کی آواز تک محسوس نہ کر پائی۔آفاق ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اصباح دوبارہ بولی،

مہمل پلیز کیچر اٹھا کر میرے بال باندھ دو، بار بار پھسل کر آنکھوں کے سامنے آرہے ہیں "اس بار کی جانے والی فرمائش پر آفاق نے نظریں گھماتے آس پاس دیکھا مگر مہمل " تو کہیں موجود نہ تھی تو یقیناً یہ فرمائش بھی اسے ہی پوری کرنی تھی۔آفاق نے نظریں گھماتے آس پاس دیکھا، وہ اصباح کا کیچر ڈھونڈ رہا تھا کیونکہ اس سے پوچھنے کی غلطی وہ نہیں کر سکتا تھا۔نجانے کیوں اسے مزہ آنے لگا تھا، وہ اسے مہمل سمجھ کر ایک کے بعد دوسرا حکم دے چکی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ خود آگے بڑھ کر کیچر ڈھونڈتا اصباح نے اسکی مشکل آسان کی۔

وہ وہاں پڑا ہے واٹر کولر کے پاس" وہ اپنے پیچھے سیاہ پینٹ میں موجود مہمل سے مخاطب تھی۔ آفاق اسکا کیچر اٹھا کر اس کے قریب آیا۔ یہ کرنا صحیح تھا یا غلط اسے معلوم نہ تھا" مگر ہاں اسے مزہ آ رہا تھا۔ اصباح کا دوپٹہ ڈھلک کر اس کے کندھوں پر آ چکا تھا، آفاق نے دونوں جانب سے اسکے بال سمیٹتے کیچر لگا دیا، وہ کام میں اتنی مگن تھی کہ مہمل کی موجودگی میں اتنی خاموشی بھانپ نہ سکی۔ آفاق دوبارہ پیچھے ہٹتے کچھ فاصلے پر کھڑا اسے دیکھنے لگا۔

،تھینک یو" اصباح نے پاس پڑی سوس اٹھاتے کہا، ابھی کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ اصباح نے دوسری جانب رکھی پلیٹ اٹھائی اور بولنے لگی"

،مہمل ابھی جانا مت، میں تمہیں یہ ٹیسٹ کرواتی ہوں" وہ پلیٹ میں پاستا نکالتے پلٹی"

پھر بتانا کہ ٹھیک ہے یا۔۔۔" اس کے باقی الفاظ وہیں دم توڑ گئے۔ آفاق کو سامنے کھڑا دیکھتے اس کی آنکھیں ایک دم پھیلیں، دل زور زور سے دھڑکنے لگا، پلیٹ بمشکل" ،ہاتھ سے گرتے گرتے بچی جبکہ سامنے کھڑا آفاق اسکے تاثرات دیکھتا بولا

اسلام وعلیکم" اصباح نے ہوش کی دنیا میں واپس آتے پلیٹ شیلف پر رکھی اور دوپٹہ درست کرتے بے آواز اس کے سلام کا جواب دیا کہ بالوں میں لگا کیچر محسوس کرتے" ،فوراً ایک خیال دماغ میں آیا اور نظریں آس پاس دوڑائیں اور لبوں سے صرف ایک نام ادا ہوا

مہمل" وہ جاننا چاہتی تھی کہ جس مہمل سے وہ تب سے مخاطب ہے وہ آخر کہاں ہے؟ جبکہ آفاق اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتا محظوظ ہو رہا تھا۔ اصباح سے مہمل" کے نام کی پکار سنتے اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی اور انگلی سے اپنے سینے پر دستک دیتے اسے آگاہ کیا کہ سامنے کھڑا آفاق ہی وہ مہمل ہے جس کی متلاشی اصباح کی نظریں تھی۔ اصباح کا دل چاہا کہ کاش ابھی یا تو وہ یہاں سے غائب ہو جائے یا آفاق! اس کے چہرے پر بے اختیار سرخی چھانے لگی گویا سارا خون چہرے پر سمٹ آیا ہو۔ اس کے سرخ ہوتے چہرے کی وجہ شرم تھی یا شرمندگی آفاق سمجھ نہ سکا۔ وہ نظریں جھکائے اسکے سامنے کھڑی تھی کہ اسے آفاق کے قدم اپنی جانب بڑھتے محسوس ہوئے۔ وہ کچھ فاصلے پر آ رکا، اصباح نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا، وہ وہی پاستا والی پلیٹ اٹھا چکا تھا۔ اصباح کو دوبارہ شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا جبکہ آفاق اب پلیٹ میں موجود پاستا کھانے میں مصروف تھا کیونکہ اصباح نے اسی مہمل کو پاستا چکھنے کا کہا تھا! اس نے پلیٹ خالی کرتے واپس شیلف پر رکھی اور سامنے کھڑی اصباح کو دیکھا جو اب بھی نظریں ،جھکائے کھڑی تھی کہ وہ اسے مخاطب کرتا بولا

تھوڑی سی سوس اور ڈالنی ہوگی" وہ سوس کے لفظ پر زور دیتے بولا، اصباح کا دل چاہا وہ فوراً وہاں سے بھاگ جائے، مگن ہو کر کام کرنے کی اچھی سزا ملی تھی اسے! آفاق نے" مسکراتے ہوئے ایک آخری نظر اس پر ڈالی اور اسے مزید تنگ نہ کرنے کا ارادہ کرتے وہ کچن سے باہر کی جانب چل پڑا۔ وہ ابھی دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ کافی دیر سے ،اصباح کے دماغ میں مچلتا سوال اسکی زبان پر آیا، جس کا جواب اسے مل چکا تھا مگر پھر بھی اس کے زبان نے مچلتے ہوئے وہ الفاظ ادا کیے

،آپ۔۔۔آپ یہاں کب آئے تھے؟"آفاق کے ہونٹوں کو ایک شرارت بھری مسکان نے چھوا"

جب کوئی اپنے بالوں سے الجھ رہا تھا"وہ یہ کہتے وہاں سے چلا گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ پیچھے کھڑی اصباح کے چہرے پر ایک بار پھر سرخی چھانے لگی ہوگی اور اس بار وہ وجہ جانتا تھا۔

وہ کاریڈور سے گزر تا لفٹ میں داخل ہوا اور چوتھی منزل پہنچتے اب اسکا رخ شہریار کے آفس کی جانب تھا۔دستک دیے بغیر وہ اندر داخل ہوا اور نظر سامنے چیئر پر بیٹھے شہریار پر پڑی، جو فائلز گود میں رکھے، دونوں ہاتھوں میں موبائل تھامے چیئر پر جھول رہا تھا۔

کوئی اتنا مصروف ہو گیا ہے کہ بھائی سے ملنے تک کی فرصت نہیں"وہ طنز کرتا اسکے قریب آیا، پچھلے دو دن سے وہ آفس آرہا تھا مگر شہریار کی اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی" اور گھر پر بھی وہ رات کو لیٹ ہی آتا تھا۔شاہزین کی بات پر شہریار سیدھا ہوا، جھولتی ہوئی چیئر رک گئی۔

،ایسی بات نہیں ہے برو، وہ بس۔۔۔"وہ گود میں پڑی فائل کو ٹیبل پر رکھتا بولا"

آپ تو جانتے ہیں، آفس میں ڈیڈ کے انڈر کام کرنا کتنا مشکل ہے"اپنی بات مکمل کرتے اس نے شاہزین کی جانب دیکھا جو سامنے پڑی چیئر پر بیٹھ چکا تھا۔اسکی بات پر" شاہزین مسکرایا۔

"آئی نو ویری ویل، خیر کیسا جا رہا ہے ابھی تک کا ایکسپیرئنس؟"

مت پوچھیں بھائی، ڈیڈ کو تو آپ جانتے ہیں اور تو اور آپ بھی سنگاپور چلے گئے، پیچھے مجھ بیچارے کی جان عذاب میں آگئی"شاہزین اسکی رکھی فائل اٹھاتے اسکی باتیں سن رہا" تھا۔

سوچا تھا سکون سے تین چار ماہ بعد آفس جوائن کروں گا مگر آپ کے جانے کے بعد مجبوراً جلدی جوائن کرنا پڑا اور تب سے بہت برا ایکسپیریسنس جا رہا ہے میرا"اس نے" شاہزین کو اسکے سوال کا جواب اسی کے الفاظ میں دیا۔

سو سیڈ"شاہزین نے افسوس کا اظہار کیا۔"

،مگر تمہیں کبھی نہ کبھی تو یہ سب سنبھالنا تھا نہ شیری، سو اچھا ہوا کہ تم ابھی سے سب چیزیں ہینڈل کرنا سیکھ جاؤ گے"شاہزین کی بات پر شہریار فوراً بولا"

،ان سب باتوں کو چھوڑیں برو اور میری بات سنیں" وہ ٹیبل کی جانب جھکتا بولا"

"میں نے سوچا ہے کہ اب آپ آگئے ہیں تو میں پورا ایک مہینہ ریسٹ کروں گا"

،ناٹ ایٹ آل شیری، ایسا کچھ نہیں ہونے والا" اسکی بات پر شاہزین نفی میں سر ہلاتا بولا"

،اور ڈیڈ سے میری سفارش آپ کریں گے، پلیز برو" وہ شاہزین کی پچھلی بات کو ان سنا کرتا کہنے لگا، جس پر شاہزین نے دوبارہ نفی میں گردن ہلائی"

،اچھا ایک مہینے کی نہیں تو ایک ویک کی پلیز" اس نے دوبارہ اصرار کیا"

وہ آپ کی بات مان جائیں گے، میں نے سنا ہے وہ آج کل آپ کے کام سے کافی خوش ہیں" اسکی بات پر شاہزین نے آبرو اچکاتے اسکی جانب دیکھا، وہ آفس میں ہونے والی" ہر بات سے باخبر تھا۔

،اوکے، کچھ سوچتا ہوں اس بارے میں" کچھ لمحے کے توقف سے شاہزین بولا"

،تھینک یو برو" شہریار مسکراتے ہوئے بولا"

،چلو اب اٹھو، لنچ کرتے ہیں" شاہزین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا"

ڈن باس" شہریار بھی اپنی جگہ چھوڑتے شاہزین کے ساتھ قدم اٹھانے لگا۔"

urdunovelsblog

پلیٹس اصباح کے ہاتھ سے پکڑتے مہمل نے ٹیبل پر رکھیں جبکہ اصباح اب دوبارہ کچن میں جا چکی تھی۔ وہ دونوں مل کر ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھیں جبکہ آفاق اس وقت رابعہ بیگم کے ساتھ ان کے کمرے میں تھا۔

اصباح تم باقی چیزیں ٹیبل پر رکھو، تب تک میں امی اور بھائی کو کھانے کا کہہ کر آتی ہوں" مہمل کی بات پر اصباح نے اثبات میں سر ہلاتے جگ ٹیبل پر رکھا جبکہ مہمل کے" قدم رابعہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ چکے تھے۔ اصباح دو دن پہلے ہی رابعہ بیگم کے ساتھ ادھر آئی تھی وجہ مہمل کا بہت اصرار کرنا تھا۔ کچھ دیر بعد مہمل واپس کچن میں ،داخل ہوئی اور پاستہ ٹرے میں نکالنے لگی

خوشبو تو بہت زبردست آ رہی ہے اصباح" اسکی بات پر اصباح مسکرائی۔ پاستہ کی ٹرے اٹھائے مہمل نے باہر کا رخ کیا جبکہ اصباح بھی ہاتھ میں باؤل پکڑے اس کے پیچھے" چل پڑی کہ نظر سامنے سے آتے آفاق پر پڑی جو رابعہ بیگم کو ساتھ لگائے اسی جانب آ رہا تھا۔ سرمئی ٹراؤزر کے ساتھ سیاہ شرٹ پہنے وہ کافی فریش دکھائی دے رہا تھا۔ ماتھے پر آئے بال گیلے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ اصباح کی نظریں خود پر محسوس کرتا اس نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا عین اسی وقت آفاق کی نظر ٹیبل پر شیشے کا باؤل رکھتی اصباح پر پڑی، بے اختیار اس کے ساتھ کچھ دیر پہلے ہوئی ملاقات یاد آئی، ہونٹ بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ وہ رابعہ بیگم کے ساتھ چلتا ٹیبل کے قریب پہنچا۔

اگر تم بتا کر آتے نہ بیٹا تو میں تمہاری پسند کا کھانا بناتی" رابعہ بیگم نے بیٹھتے ہی فوراً اس سے گلا کیا، مہمل اور اصباح بھی اپنی جگہ سنبھال چکی تھیں۔"

،اتنی دیر بعد آئے ہو، فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع ہی دے دیتے" ایک اور شکوہ کیا گیا، جس پر آفاق مسکراتے ہوئے بولا"

،میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا امی" آفاق کی بات پر رابعہ بیگم کی بجائے اس بار مہمل بولی"

اور ایک سرپرائز ہم نے آپ کو دے دیا، رائٹ!" وہاں بیٹھے تمام نفوس جانتے تھے کہ مہمل کا اشارہ کس جانب تھا۔ اس کی بات پر اصباح کی جھکی نظریں مزید جھک" گئی۔ اس کے چہرے پر چھائے حیا کے یہ رنگ آفاق کے دل کو بہت بھاتے تھے۔

،چلو بیٹا کھانا شروع کرو، ٹھنڈا ہو رہا ہے" رابعہ بیگم نے آفاق کو مخاطب کیا اور اسکی پلیٹ میں قورمہ ڈالنے لگیں"

امی آپ رہنے دیں میں خود لے لوں گا، میں مہمان تھوڑی ہوں" اس کے منع کرنے کے باوجود بھی رابعہ بیگم پلیٹ میں قورمہ ڈالتی رہیں، جس پر آفاق مسکرایا وہ ہر بار یوں" ،ہی اس کے گھر آنے پر نہال ہوتے اس کے سارے کام خود کرتی تھیں۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مہمل نے ٹرے اٹھاتے آفاق کو مخاطب کیا

بھائی آپ یہ پاستا بھی لیں نہ، اصباح نے بنایا ہے" اس کی بات پر اصباح اور آفاق دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں، ان دونوں کے سامنے کچھ دیر پہلے کچن کا منظر" ،لہرایا

ٹیسٹ کر کے بتائیے گا کہ کیسا بنا ہے" مہمل نے اپنی بات جاری رکھی جبکہ آفاق اسکی اس بات پر مسکرایا، انہیں کیا معلوم کہ اس پاستا کو سب سے پہلے چکھنے والا وہی تھا۔"

ہماری اصباح کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے ماشاءاللہ" رابعہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اسکی تعریف کی جبکہ مہمل اپنی پلیٹ میں پاستا ڈالتے اب ٹرے واپس رکھ رہی تھی۔"

اصباح باقی سب فرسٹ کلاس ہے پر شاید اس میں سوس تھوڑی زیادہ۔۔۔" اسکا جملہ ادھورا رہ گیا اور وجہ آفاق کا کھانسنا تھا جسے مہمل کی سوس والی بات سنتے بے اختیار" ،اچھو لگا تھا۔ رابعہ بیگم نے پانی کا گلاس اسکی جانب بڑھایا

پانی پیو بیٹا" پانی پیتے ہوئے آفاق نے اصباح کی جانب دیکھا، جو اپنی مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔"

اس کے ڈیوٹی آورز ختم ہو چکے تھے۔ اپنے آفس میں داخل ہوتے اس نے اپنا موبائل آن کیا، رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ کل صبح آٹھ بجے سے آن ڈیوٹی تھا، اب طلب تھی تو ایک آرام دہ بستر پر پرسکون نیند کی۔

وہ ٹیبل کے سامنے لگی کرسی پر جا بیٹھا اور ٹیک لگاتے آنکھیں موند لیں۔ ابھی پانچ ہی منٹ گزرے تھے دروازے پر دستک ہوئی، آنکھیں کھولتے دروازے کی جانب دیکھا کہ دروازے سے اندر جھانکتے ابتہاج پر نظر پڑی۔

لگتا ہے آج ڈاکٹر صاحب کافی تھک گئے ہیں؟"اس نے کمرے میں داخل ہوتے تاشفین کو مخاطب کیا، جس پر تاشفین مسکراتے ہوئے سیدھا ہوا جبکہ ابتہاج سامنے والی" کرسی سنبھال چکا تھا۔

تم بتاؤ کیسے آنا ہوا، تم تو گھر جا رہے تھے نہ؟"تاشفین کے سوال پر وہ بولنے لگا۔"

ہاں یار گھر ہی جا رہا تھا کہ یاد آیا کہ روم نمبر 4 کے پیشنٹ کی دو دن بعد سرجری ہے تو سوچا جانے سے پہلے تم سے کچھ چیزیں ڈسکس کر لوں"ابتہاج نے بات پر مکمل کرتے" ،ہاتھ میں تھامی فائل تاشفین کی جانب بڑھائی اور مریض کی تفصیلات اسے بتانے لگا۔ تقریباً 15 منٹ بعد تاشفین نے فائل واپس ابتہاج کی جانب بڑھائی کہ ابتہاج بولنے لگا

urdunovelsblog

،مجھے یاد آیا کہ اس اتوار کو اظفر کی شادی ہے، تم آ رہے ہو نہ؟"اس نے یاد دہانی کرواتے سوال پوچھا"

،ہاں ہاں کیوں نہیں، میں ضرور آؤں گا، آخر ہمارے مستقبل کے کامیاب نیورو سرجن کی شادی ہے، جانا تو بنتا ہے نہ!"تاشفین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا"

"خیر میرا ایک سوال ہے؟"

"پوچھو؟"

سوال کچھ یوں ہے کہ مستقبل کے کامیاب کارڈرک سرجن محترم تاشفین احمد صاحب کب ہمیں اپنی شادی کی دعوت پر بلا رہے ہیں؟"سوال تاشفین کے کہے الفاظ کا" ،استعمال کرتے، شرارت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔ تاشفین کی مسکراہٹ اس سوال پر کچھ مدھم ہوئی

کیونکہ اب ان کی بھی عمر ہونے کو آئی ہے"وہ اسکی عمر کو چوٹ کر رہا تھا۔ تاشفین لبوں پر پھیلی مسکراہٹ کے ساتھ اب بھی خاموش رہا۔"

ان کے سب کو لیگزیہ کار خیر انجام دے چکے ہیں،اب انہیں بھی اس بارے میں کچھ سوچنا چاہیے "ابتہاج نے اپنی بات جاری رکھی۔ابھی تین ماہ پہلے ہی ابتہاج بھی شادی" ،شدہ لوگوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا چکا تھا۔تاشفین نے بولنے کے لیے لب کھولے کہ ابتہاج دوبارہ بولا

یا پھر وہ "کسی" کے منتظر ہیں !"کسی کے لفظ پر زور ڈالتے اپنی بات مکمل کی۔اس بات پر بے اختیار تاشفین کی آنکھوں کے سامنے آبرو کا چہرہ نمودار ہوا،لبوں پر مسکراہٹ" ،آئی جسے فوراًابتہاج کی نظروں سے چھپاتے تاشفین بولنے لگا

"بس یار کیا بتاؤں،آج کل امو جان بھی بس یہی بات کرتی ہیں"

تو پھر تو تمہیں اس بارے میں سنجیدہ ہو جانا چاہیے بلکہ تم چھوڑو میں خود آنٹی سے بات کروں گا"وہ مزے سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور قدم اٹھاتا دروازہ عبور کر گیا جبکہ تاشفین کو" سبرینہ سے ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔اسے آبرو کی طلاق کی خبر سبرینہ سے ملی تھی جبکہ طلاق کی بنیادی وجہ اس کیس کی تفصیلات اسے زاویار نے بتائی تھیں۔وہ لڑکی کتنی بہادر اور ثابت قدم تھی کہ کسی کو انصاف دلانے کے لیے وہ اپنا رشتہ قربان کر گئی تھی۔وہ اشعر کو بدنصیب مانتا تھا،جس نے آبرو جیسی لڑکی کو یوں چھوڑ دیا تھا۔اس نے سبرینہ سے وقت بھی اسی لیے مانگا تھا تا کہ آبرو اس مشکل فیز سے نکلتے خود کو وقت دے سکے اور زندگی کی جانب واپس لوٹتے وقت تاشفین اپنے لیے اسکا ساتھ مانگے۔اس بار وہ خود آبرو سے بات کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ اسکی مرضی جان سکے اور وہ بغیر کسی زور زبردستی کے اپنی زندگی کا فیصلہ خود کر سکے۔

urdunovelsblog

ٹی وی کی سکرین پر چلتے ڈرامے کے مناظر کو بہت انہماک سے دیکھ رہی تھیں۔ کھانے سے فارغ ہوتے،برتن سمیٹ کر اب وہ دونوں لاؤنج میں آبیٹھی تھیں۔ایل ای ڈی کی سکرین پر چلتے ڈرامے کے مناظر کو بہت انہماک سے دیکھ رہی تھیں۔سیڑھیوں سے اترتے آفاق نے قدم لاؤنج کی جانب بڑھائے،لاؤنج میں داخل ہوتے اس کی نظر ان دونوں پر پڑی مگر دونوں ٹانگیں صوفے کے اوپر کیے بیٹھی مہمل اور ساتھ بیٹھی اصباح اس وقت اس سین میں اتنی گم تھیں کہ کسی کا لاؤنج میں آنا محسوس ہی نہ کر پائیں۔آفاق نے آگے بڑھتے ہاتھ میں پکڑا ایک بیگ ٹیبل پر رکھا،جس کی آواز پر وہ دونوں ہوش کی دنیا میں واپس آئیں۔آفاق پر نظر پڑتے ہی اصباح اپنا دوپٹہ درست کرتے کچھ سلیقے سے صوفے پر ہی خود کو سیٹ کرنے لگی جبکہ مہمل نے اپنی ،ٹانگیں صوفے سے نیچے کرتے آفاق کو مخاطب کیا

آئیں بھائی بیٹھیں"اس نے سامنے پڑے صوفے کی جانب اشارہ کیا،آفاق آگے بڑھتا صوفے پر بیٹھ گیا۔مہمل کو اب ریموٹ کی تلاش تھی تا کہ وہ سکرین کو میوٹ کر سکے" جبکہ آفاق کی نظروں کا مرکز عین اس کے سامنے بیٹھی اصباح تھی،وہ اس کے چہرے کے پل پل میں بدلتے تاثرات اور نظریں چرانا نوٹ کر رہا تھا۔وہ جب بھی اس کے

سامنے آتی یونہی گھبراہٹ کا شکار دکھائی دیتی۔ سامنے بیٹھی اصباح مسلسل آفاق کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی جس کے باعث اس کی پلکیں اٹھنے سے انکاری تھیں۔ مہمل کی تلاش کامیاب رہی، سکرین سے آتی ہر آواز ریموٹ کے ایک بٹن کے زیر اثر دم توڑ گئی۔ لاؤنج میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔

امی کہاں ہیں؟" بیگ کو ایک دیکھتے آفاق نے سوال کیا۔"

وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھ رہی ہیں" مہمل نے جواب دیتے اصباح کو دیکھا جو اس سے کچھ کہنے کے لیے پر تول رہی تھی۔ مہمل سے نظریں ملتے ہی وہ اس کے کچھ قریب" ہوئی اور مدھم آواز میں کچھ کہتے وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جانے پر مہمل نے نفی میں گردن ہلاتے سر جھٹکا جبکہ آفاق کو اس کا یوں چلے جانا کچھ اچھا نہ لگا مگر وہ جانتا تھا کہ یہ سب اس کی فطری جھجک اور آفاق سے گریز ہے۔ یہ سب اسکی شخصیت کا خاصہ تھا، آفاق آہستہ آہستہ اسے جاننے لگا تھا۔ اب وہ سامنے رکھے بیگ کو کھولتے اس میں موجود چیزیں نکالتے مہمل کو دکھانے لگا۔ یہ سب وہ کوئٹہ سے ان کے لیے خرید کر لایا تھا۔

بہت پیارا ڈریس ہے بھائی، تھینک یو" ہاتھوں میں پکڑا ہلکے اور گہرے گلابی رنگ کا سوٹ اسے واقعی بہت پسند آیا تھا جبکہ سامنے رکھی اپنی باقی چیزوں کے ساتھ اس ڈریس" کا وہ مشترکہ شکریہ ادا کر رہی تھی جسے آفاق نے مسکراتے ہوئے قبول کیا۔ رابعہ بیگم کے لیے خریدی چیزیں وہ خود انہیں دینے کا ارادہ کرتے واپس بیگ میں ڈالنے لگا کہ مہمل کی نظر اس سرمئی اور سیاہ رنگ کے امتزاج کے ڈریس پر پڑی جسے آفاق نے بیگ سے نکالتے اپنی دائیں جانب صوفے پر رکھا تھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ ڈریس کس کے لیے لایا گیا ہے! مگر پھر بھی شرارت بھرے لہجے میں سوال کیا،

بھائی وہ ڈریس کس کے لیے لائے ہیں آپ؟" آفاق نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور پھر مہمل کی آنکھوں میں موجود شرارت کو"،

جس کے لیے لایا ہوں، میں خود اسے دے دوں گا" مقابل بھی آفاق تھا۔ مہمل نے سمجھتے ہوئے تابعداری سے اثبات میں سر ہلایا"،

کہاں گئی ہے وہ؟" اسے معلوم تھا کہ وہ مہمل کو اپنا پتا بتا کر گئی تھی۔"

میرے کمرے میں" مہمل کے جواب پر وہ ڈریس ایک شاپنگ بیگ میں ڈالتے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور قدم مہمل کے کمرے کی جانب تھے۔"

اس ریسٹورنٹ کی دوسری منزل پر گلاس وال کے ساتھ موجود اس ٹیبل کے اطراف وہ دونوں اپنی چیئرز پر موجود تھے۔ سیاہ پینٹ کے ساتھ گرے شرٹ پر سیاہ کوٹ پہنے شاہزین لاشاری اپنے موبائل کی سکرین پر انگلیاں چلانے میں مصروف تھا جبکہ اسکے سامنے نیلی جینز کے ساتھ سرخ ٹاپ پہنے مشال عامر موجود تھی۔ کندھوں تک آتے

بھورے بالوں کو مسلسل سیٹ کرتے وہ اپنے سامنے موجود شاہزین کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ چہرے پر میک اپ کی ایک تہہ نے اسکے قدرتی نقوش کو مزید نمایاں کر دیا

، تھا۔ ویٹر کے قریب آتے شاہزین اسکی جانب متوجہ ہوا اور سامنے پڑا مینیو کارڈ دیکھتے اپنے لیے آرڈر دینے لگا، کچھ لمحے بعد اس نے سامنے بیٹھی مشال کو مخاطب کیا

"تمہارے لیے کیا آرڈر کروں ؟"

تم جانتے ہو کہ مجھے کیا پسند ہے "اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، جس پر شاہزین نے ایک نظر ویٹر پر ڈالتے مشال کو دیکھا اور پھر مینیو کارڈ کو دیکھتے مشال کا آرڈر دینے "

لگا۔

، تم اتنے ماہ کہاں تھے شاہزین؟ "ویٹر کے جاتے ہی مشال نے شاہزین سے سوال کیا"

تمہیں بتایا تو تھا کہ سنگاپور ہوں "وہ بے نیازی سے کہتا دوبارہ موبائل کی سکرین پر جھک گیا۔"

یہ خبر تم نے مجھے وہاں جا کر دی تھی، جانے سے پہلے تو مجھے بتانا تک گوارا نہیں کیا تم نے "وہ خفگی سے بولی مگر شاہزین نے اسکی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔"

، میں نے پچھلے ہفتے تمہیں اتنی کالز کیں مگر تم نے ایک بار پھر میرا فون نہیں اٹھایا "اس بار شاہزین نے اسکی جانب دیکھا"

میں بزی تھا "لہجے میں بے زاری واضح تھی۔"

مجھے تمہاری فکر ہو رہی تھی شاہزین "لہجے میں محبت سموئے اس نے شاہزین کے بے زاری بھرے لہجے کو نظرانداز کیا، جس کے جواب میں شاہزین نے موبائل بند کرتے "

ٹیبل پر رکھا اور سامنے ٹیبل پر رکھی سگریٹ اٹھاتے لائٹر سے اسے جلانے لگا۔

ان سب باتوں کو چھوڑو اور مجھے وہ بات بتاؤ جس کے لیے تم نے مجھے یہاں بلایا ہے "سگریٹ جلاتے اس نے لائٹر واپس رکھا اور گہرے کش لینے لگا جبکہ سامنے بیٹھی مشال "

، ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھتے شاہزین کی جانب دیکھتے بولنے لگی

، میں چاہتی ہوں کہ اب ہم دونوں شادی کر لیں "اس کی بات انتہائی غیر متوقع تھی۔ شاہزین کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے "

واٹ ؟؟ کیا کہا تم نے ؟؟ "لہجے میں حیرت اور غصہ شامل تھے۔"

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے شاہزین، ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔۔۔"

،آر یو آؤٹ آف یور مائنڈ مشی؟"وہ اسکی بات کاٹتے بولا"

،پسند۔۔شادی۔۔۔کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"وہ ہنسنے لگا"

"تم بہت اچھی طرح جانتی ہو کہ میرے لیے تم صرف ایک دوست ہو اور تم یہ کیسی فضول باتیں کر رہی ہو، اگر یہ مذاق ہے تو۔۔۔"

میں مذاق نہیں کر رہی شاہزین"اس بار مشال نے اسکی بات کاٹی، اسکا لہجہ سنجیدہ تھا۔"

،میں واقعی تم سے محبت کرتی ہوں"اس کی بات پر شاہزین نے جلتی ہوئی سگریٹ زمین پر پھینکتے اسکی جانب دیکھا"

تمہیں معلوم ہے مشی کہ محبت جیسے کسی بھی جذبے پر میں یقین نہیں رکھتا اور ویسے بھی تم تو میرے سامنے محبت کا نام مت ہی لو تو اچھا ہے"اس بار شاہزین کے لہجے میں" سنجیدگی کے ساتھ طنز بھی تھا۔

،کیا مطلب ہے اس تمہاری بات کا؟"مشال کے سوال پر وہ بولنے لگا"

مطلب صاف ہے اگر تم سمجھنا چاہو تو"اس نے ایک نظر کچھ فاصلے پر موجود ٹیبل پر ڈالی جہاں بیٹھے دو لڑکے اب اٹھ کر جا رہے تھے۔"

،تم میری فیلنگز کو نہیں سمجھ رہے، آئی لو یو شاہزین"وہ جذبات سے بھرپور لہجے میں بولی"

urdunovelsblog

جسٹ شٹ اپ مشی"وہ غصے سے بولا، آواز پہلے سے اونچی تھی۔"

میرے سامنے یہ فضول باتیں کرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا"وہ شاہزین کو غصہ دلا چکی تھی اور اب شاہزین اس سے اپنے انداز میں بات کرنے والا تھا۔"

،تم مجھے ایک بات بتاؤ کہ تم آج تک کتنے لڑکوں سے اپنی اس سو کالڈ محبت کا دعوی کر چکی ہو؟"مشال کے چہرے کا رنگ ایک دم تبدیل ہوا"

تمہیں کیا لگتا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں"وہ مزے سے سامنے بیٹھی مشال کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔"

مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہاری اس محبت کا مقصد صرف میری دولت، میرے پیسے تک مکمل رسائی حاصل کرنا ہے"وہ مشال کے بارے میں سب جانتا تھا، وہ" صرف اسکی دوست تھی، اسے امید نہ تھی کہ وہ کبھی اسکے سامنے بھی محبت کا وہی دعوی کرے گی جو وہ اس سے پہلے بھی اس کے بہت سے دوستوں کے سامنے کر چکی تھی۔

تم میری انسلٹ کر رہے ہو شاہزین"مشال کا لہجہ اس بار کمزور تھا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ شاہزین اس کے بارے میں سب جانتا ہو گا۔"

"یہ موقع بھی تم نے مجھے دیا ہے، اپنا محبت نامہ میرے سامنے چھیڑ کر"

،تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو، میں واقعی تم سے محبت۔۔۔"مشال نے ایک آخری کوشش کی"

،شٹ اپ مشال، جسٹ شٹ اپ"وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا"

،آئندہ اس محبت سمیت اپنا یہ چہرہ میرے سامنے مت لانا"وہ موبائل اور والٹ ٹیبل سے اٹھانے لگا"

شاہزین میں سیریس ہوں تم۔۔۔"شاہزین نے ناگواری سے آنکھیں بند کیں اور کچھ قدم آگے بڑھائے کہ کچھ یاد آنے پر پلٹا اور اپنا والٹ کھولتے اس سے بہت سے نوٹ"

،نکالتے وہاں بیٹھی مشال کے سامنے ٹیبل پر رکھے

یہ لو تمہاری محبت کی قیمت"یہ کہتے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے وہاں سے چلا گیا جبکہ پیچھے بیٹھی مشال کے چہرے پر افسوس تھا ناکامی کا، محبت میں نہیں بلکہ اپنے بنائے منصوبے"

!میں

urdunovelsblog

کمرے میں داخل ہونے سے پہلے آفاق نے ہاتھ بڑھاتے اس آدھ کھلے دروازے پر دستک دی، اندر موجود اصباح اس دستک سے ہی پہچان چکی تھی کہ آنے والا کون ہے! کچھ

،لمحوں کے توقف کے بعد وہ اندر داخل ہوا۔ وہ سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی، اسے دیکھتے ہی وہ اٹھنے لگی کہ آفاق فوراً بولا

بیٹھی رہو" لہجے میں نرمی تھی۔ وہ قدم اٹھاتا اب کمرے میں موجود بیڈ سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔"

،کیسی ہو؟"آفاق کی آواز نے ان کے درمیان حائل خاموشی کو ختم کیا"

،ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟"حال پوچھنا مناسب سمجھا"

بالکل فٹ"ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا گیا جبکہ نظروں کا مرکز اس کے ہاتھوں کی حرکت تھی، جنہیں بار بار وہ آپس میں جوڑتے پھر الگ کرتے پھر وہی حرکت"

دہراتی اپنی گھبراہٹ ظاہر کر رہی تھی۔ کمرے میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ آفاق کو اب اس خاموشی سے چڑ ہونے لگی، ان کی ہر ملاقات میں آدھا وقت تو یہ خاموشی

اپنے نام کر جاتی تھی۔

میرے لاؤنج میں آنے پر تم وہاں سے اٹھ کیوں گئی تھی؟" بالآخر آفاق نے خاموشی کو توڑتے اپنا سوال اصباح کے سامنے رکھا، جس کا جواب اصباح کے پاس موجود نہ تھا۔ "

، مگر اس نے بولنے کی کوشش کی

وہ۔۔۔مجھے۔۔۔"لہجہ لڑکھڑاہٹ کا شکار تھا۔"

، دیکھو اصباح تم کب تک مجھ سے یوں کتراتی رہو گی" لمحے کا توقف دیا"

مانا کہ تمہاری نظر میں میں ہٹلر ہوں"اصباح نے فوراً اسکی جانب دیکھا، اسکی آنکھوں میں نظر آتی شرارت پر اسے یاد آیا کہ ایک بار اس نے مہمل کے سامنے آفاق کا ذکر اسی "

لقب کے ساتھ کیا تھا۔

مگر میں اتنا بھی سخت نہیں ہوں کہ مجھے دیکھتے ہی تم گھبرا کر مجھ سے چھپتی پھرو"اصباح کو اسے یہ نام دینے پر شدت سے افسوس ہوا اگر نام رکھ ہی دیا تھا تو مہمل کو بتانے کی "

، کیا ضرورت تھی۔ وہ دل میں مہمل سے اس بات کا جواب لینے کا ارادہ باندھ چکی تھی کہ آفاق کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

جو رشتہ ہمارے درمیان قائم ہونے جا رہا ہے، اس میں اگر تم یونہی مجھ سے دور بھاگتی رہو گی تو یہ رشتہ کیسے چلے گا"اس کی آواز میں کچھ ایسا تھا جسے محسوس کرتے اصباح "

، بولنے لگی

ایسی بات نہیں ہے، وہ۔۔میں۔۔"الفاظ ایک بار پھر ختم ہو گئے۔"

اگر تمہاری یہ جھجک اور گریز فطری ہے تو ٹھیک ہے پر اگر کوئی اور بات ہے تو تم مجھ سے کہہ سکتی ہو"آفاق کی بات پر اب اصباح کے پاس الفاظ نہیں آنسو تھے، جس کے "

، ذریعے شاید وہ اسے اپنی بات سمجھا سکے۔ آنکھوں میں آتے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں اسے آفاق کے الفاظ سنائی دیے

اگر تم اس رشتے سے ناخوش ہو۔۔۔"آفاق نے جان بوجھ کر سوال ادھورا چھوڑا، اصباح نے فوراً اسکی جانب دیکھا، نم آنکھیں آفاق کو اس کے ہر سوال کا جواب دے چکی "

، تھیں۔ اس کے ہونٹ بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے، اطمینان اور سکون بھری مسکراہٹ! اصباح نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا

آپ غلط سمجھ رہے ہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے" وہ جواب نہ بھی دیتی تو آفاق کو جواب معلوم تھا۔ آج اس کے پاس یہاں آنے کا ایک مقصد اسکی دلی خواہش جاننا بھی "

، تھا۔ اسے فوراً یہاں آنے کا اپنا دوسرا مقصد یاد آیا

، یہ میں تمہارے لیے لایا تھا"ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ اس کی جانب بڑھایا"

یہ کیا ہے ؟"ایک قدرے عجیب سوال فوراً پوچھا گیا۔"

خود دیکھ لو"آفاق کے جواب پر اصباح نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ بیگ تھاما اور اسے کھولتے اس میں موجود ڈریس باہر نکالا، وہ ڈریس واقعی بہت خوبصورت تھا۔اس کے "
، چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتے آفاق مسکراتے ہوئے بولا

، شاپنگ کرتے وقت اس ڈریس کو دیکھتے پہلا خیال تمہارا آیا"وہ رکا، اصباح نے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا"

سو تمہارے لیے خرید لیا"صالحہ بیگم نے صحیح کہا تھا کہ وہ واقعی بہت خوش قسمت تھی جو سامنے کھڑا شخص اس کا مقدر بننے والا تھا۔"

، کیسا ہے ؟"اصباح کو مسلسل خاموش دیکھتے اس نے سوال کیا"

، بہت خوبصورت ہے "آواز سے واضح تھا کہ تعریف دل سے کی گئی ہے۔اصباح نے اس ڈریس کو واپس بیگ میں ڈالتے آفاق کی جانب دیکھا"

تھینک یو"یہ اظہارِ تشکر کس کس چیز کے لیے تھا یہ صرف اصباح جانتی تھی۔سامنے کھڑے آفاق نے سر کو خم کرتے اس کا شکریہ قبول کیا کہ دستک کی آواز پر وہ"
پلٹا۔سامنے مہمل کھڑی تھی جو پہلے سے کھلے دروازے پر دستک دیتے ان دونوں کو اپنی جانب متوجہ کر چکی تھی۔وہ کچھ قدم آگے بڑھاتے آفاق کے پاس آئی اور مسکراتے ہوئے اسکی جانب دیکھا، اس مسکراہٹ کا مفہوم وہ سمجھ چکا تھا۔مسکرانے کا انداز ایسا تھا گویا وہ کہنا چاہتی ہو کہ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے اور اب آپ جا سکتے ہیں۔مہمل قدم اٹھاتی اصباح کے قریب آئی جبکہ آفاق ایک نظر ان دونوں پر ڈالتا دروازہ عبور کر گیا۔

urdunovelsblog

، کچن سے نکلتے اب نور کا رخ اموجان کے کمرے کی جانب تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے سامنے بیڈ پر بیٹھی سبرینہ کو مخاطب کیا

"اموجان بھائی کو کال کی آپ نے ؟"

ہاں ابھی ہوئی ہے بات، کہہ رہا تھا کہ پانچ منٹ تک پہنچ جائے گا"سبرینہ نے ہاتھ میں تھاما موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔"

، زاوی کہاں ہے ؟"سبرینہ نے نور کو مخاطب کیا جو دروازے میں کھڑی پردے کو ہلانے میں مصروف تھی۔سبرینہ کے سوال پر اس نے فوراً انکی جانب دیکھا"

، محترم لاؤنج میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں "رک کر آنکھیں گھمائیں"

صوفے پر پڑے پڑے سو چکے ہیں محترم" لہجے میں طنز تھا۔"

"تم جا اسے اٹھاؤ، میں آکر تمہارے ساتھ کھانا لگواتی ہوں"

آپ رہنے دیں اموجان میں کرلوں گی" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور قدم لاؤنج کی جانب بڑھادیے۔لاؤنج میں پہنچتے ایک غصیلی نظر سامنے سرمئی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس" ،صوفے پر لیٹے زاویار پر ڈالی

زاوی،زاوی اٹھ جاؤ" اسکی پکار پر بھی زاویار کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی،نور نے غصے سے آگے بڑھتے اسے ہلانا چاہا کہ نظر زاویار کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ پر گئی" اور دماغ میں ایک خیال آیا۔نور نے شرارت بھری مسکان چہرے پر سجائے سامنے ٹیبل پر پڑا جگ اٹھاتے پانی گلاس میں ڈالا اور ایک گہری سانس لیتے وہ گلاس زاویار کے چہرے پر خالی کردیا،جس پر وہ فوراً ہڑبڑا کر اٹھا۔آنکھیں کھلتے ہی نظر نور اور اسکے ہاتھ میں موجود خالی گلاس پر گئی۔

کہیں پاگل تو نہیں ہوگئی نور، یہ کیا کیا ہے تم نے؟" اشارہ اسکی اس حرکت اور اپنے بھیگے ہوئے چہرے اور گیلی شرٹ کی جانب تھا"

،تمہیں گہری نیند سے جگایا ہے" جواب فوراً آیا"

یہ کون سا طریقہ ہے کسی کو جگانے کا؟ کوئی اور طریقہ نہیں تھا تمہارے پاس،میری ساری شرٹ گیلی کردی" لہجے میں غصہ تھا۔"

کوشش کی تھی کہ جناب کسی اور طریقے سے اٹھ جائیں مگر تمہارے خواب تھے کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے،سو یہی کرنا پڑا" نور نے بھی دوبدو جواب دیا۔"

بہت فضول حرکت کی ہے تم نے" زاویار کے چہرے سے خفگی واضح تھی۔نور نے آنکھیں گھماتے اسکی بات ہوا میں اڑائی کہ اچانک ایک خیال آتے وہ بولنے لگی۔"

"ویسے آپس کی بات ہے کہ یہ خواب میں کسے دیکھ کر مسکرایا جارہا تھا؟"

،تمہیں کیوں بتاؤں،ہاں!" زاویار صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا"

،میری بلا سے نہ بتاؤ مگر ابھی فوراً میرے ساتھ چلو اور کھانا لگواؤ" نور نے گلاس ٹیبل پر رکھا"

پتا نہیں کون سی وکالت ہے، آدھا آدھا دن تو تم گھر پر پڑے رہتے ہو" وہ طنزیہ لہجے میں بولتے وہاں سے چلی گئی جبکہ زاویار تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پیچھے گیا ارادہ اس طنز کا" جواب دینے کا تھا۔

urdunovelsblog

کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکی نظر سامنے موجود اس سفید بیگ پر پڑی اور قدم بیڈ کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی رابعہ بیگم اور آفاق کے ہمراہ گھر واپس آئی تھی۔ ارادہ تو مزید انکے گھر رکنے کا تھا مگر آفاق کی اچانک واپسی پر وہ صرف دو دن ہی وہاں رکی تھی۔ مہمل تو اس کے یوں رابعہ بیگم کے ساتھ جانے کی تیاری سن کر اس سے ناراض ہو رہی تھی مگر اصباح نے اسے اپنے فیصلے پر قائل کر لیا تھا۔ بیڈ پر بیٹھتے وہ بیگ کھولنے لگی، اپنا سامان نکالتے اسکی نظر آفاق کے دیے اس ڈریس پر پڑی، لبوں کو ایک مسکراہٹ نے چھوا۔ چہرے پر چھائے تاثرات اور اس مسکراہٹ سے ظاہر تھا کہ یہ تحفہ اور تحفہ دینے والا دونوں ہی اس کے لیے بہت خاص تھے۔ اس نے اس ڈریس کو بیگ سے نکالتے اپنی گود میں رکھا پر ستائش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ واقعی بہت خوبصورت تھا۔ وہ انہی خیالوں مین گم تھی کہ کمرے میں رتبہ داخل ہوئی، جس کا آنا اصباح محسوس نہ کر پائی جبکہ رتبہ کی نظریں اسکی گود میں موجود اس ڈریس سے ہوتے اس کی مسکراہٹ پر گئیں اور وہ قدم اٹھاتی اسکے بیڈ پر اس کے پاس جا بیٹھی۔ ہوش کی دنیا میں واپس آتے اصباح نے وہ ڈریس واپس بیگ میں ڈالنا چاہا، جو رتبہ کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ رتبہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ ڈریس اس کے ہاتھ سے لیتے اپنے سامنے رکھا اور اصباح کو مخاطب کرتی بولی،

"واہ جی واہ، نیو ڈریس" وہ ستائشی انداز میں اس پر ہاتھ پھیرتے کہہ رہی تھی۔ اتنے میں آبرو کمرے میں داخل ہوئی اور قدم اٹھاتے ان کے قریب آئی،

"پھپھو نے دیا ہے" اصباح نے وضاحت دی، جس پر رتبہ نے فوراً اسکی جانب دیکھا اور پھر شریر لہجے میں بولی،

"پھپھو نے یا پھپھو کے بیٹے نے؟" اسکے اس سوال پر اصباح نے اس کے سر پر چپت رسید کرتے، وہ ڈریس اس کے ہاتھوں سے لیا اور واپس بیگ میں رکھنے لگی جبکہ اس کے اس انداز پر آبرو جو رتبہ کے ساتھ آ بیٹھی تھی بولنے لگی،

"اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے رتبہ۔۔۔" لمحے بھر کا توقف دیا، اصباح نے اسکی جانب دیکھا،

"جواب تو اس کے چہرے پر لکھا ہے" آبرو کی بات مکمل ہونے پر اصباح فوراً رخ موڑتے بیگ کی طرف متوجہ ہوئی جبکہ ساتھ بیٹھی وہ دونوں اب اس کے اس ردعمل پر ہنس رہی تھیں۔ صالحہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوتے وہ انکی جانب متوجہ ہوئیں،

"آئیں امی، بیٹھیں" انہیں اندر آتا دیکھ کر آبرو اپنی جگہ چھوڑتے بولی،

"نہیں بیٹا، تم بیٹھی رہو" وہ ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کرتے بولیں،

"میں بس تم لوگوں کو یہ بتانے آئی تھی کہ ابھی مجھے سبرینہ کی کال آئی ہے، اس نے کل شام ہمیں اپنے گھر کھانے پر بلایا ہے" لمحے بھر کو رکتے رتبہ کی جانب دیکھا

کہہ رہی تھی کہ کافی دیر ہوگئی سب سے ملاقات نہیں ہوئی، اس لیے میں نے انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا" اب نظریں اصباح کے چہرے کی جانب تھیں۔"

اس لیے اب تم سب تیاری کر لینا، یہ نہ ہو کہ عین وقت پر کسی کو کوئی اہم کام یاد آجائے" بات آبرو کی جانب دیکھتے مکمل کی جس پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اثبات میں" سر ہلایا۔

وہ چاروں اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔ سربراہی کرسی پر بیٹھی سبرینہ کی دائیں جانب تاشفین بیٹھا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی پہنچا تھا جبکہ بائیں جانب نور اور زاویار ، موجود تھے۔ ماحول میں چھائی خاموشی کو سبرینہ کی آواز نے توڑا

کل شام میں میں نے صالحہ کی فیملی کو کھانے پر بلایا ہے" لمحے کا توقف دیتے تاشفین کی جانب دیکھا، جس کی نظریں اس بات پر فوراً سبرینہ کی جانب اٹھی تھیں۔"

لہٰذا کل شام سے پہلے سب گھر پر موجود ہوں" اشارہ کس جانب تھا ٹیبل پر موجود وہ سب جانتے تھے۔"

خاص طور پر تاشفین، تم کل شام سے پہلے آجانا، ہر بار کی طرح اس دفعہ بھی لیٹ مت ہو جانا" سبرینہ کے لہجے میں چھپی سختی تاشفین محسوس کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کل" کی دعوت کے پیچھے کیا مقاصد پوشیدہ ہیں۔

، جی امو جان، میں کوشش کروں گا" اس نے گلاس اٹھاتے جواب دیا"

کوشش نہیں کرنی ڈاکٹر صاحب، شام سے پہلے گھر پہنچنا ہے" اس بار بولنے والا زاویار تھا۔"

امو جان آپ بھائی پر کچھ سختی کریں" اسکی بات پر سبرینہ مسکرائی، وہ ایسا ہی تھا اپنے انداز اور جملوں سے سب کو ہنسا دینے والا۔"

، اور میری فکر مت کیجیے گا آپ، میں دوپہر میں ہی واپس آجاؤں گا بلکہ اگر آپ کہیں تو میں کل آف کر لیتا ہوں" اسکی بات پر سبرینہ بولی"

، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے زاوی، تم آفس جاؤ وہاں تمہاری زیادہ ضرورت ہے" سبرینہ کی بات پر نور بولنے لگی"

ویسے بھائی میرا ایک سوال ہے کہ ہمارے ملک کے سارے وکلاء زاوی کی طرح ہر وقت فارغ رہتے ہیں کیا؟" مخاطب تاشفین تھا جبکہ طنز کا تیر زاویار کی جانب پھینکا گیا" ، تھا۔ اس سے پہلے کے کہ کوئی اور جواب دیتا نور خود ہی بولنے لگی

شاید اسی لیے ہمارے ملک کے قانون کا برا حال ہے" لہجے میں افسوس تھا۔"

ویری فنی، قانون کی بات کر بھی کون رہاہے، جسے قانون کی کتاب میں درج ایک آرٹیکل تک نہیں آتا" اب باری زاویار کی تھی۔ ان دونوں کی اسی نوک جھوک میں یہ "
رات بھی بیت گئی۔

وہ کچھ دیر پہلے ہی یہاں پہنچے تھے۔ لاؤنج میں لگی گھڑی اس وقت شام کے سات بجا رہی تھی۔ سبرینہ کے ساتھ بیٹھی صالحہ بیگم چہرے پر مسکان سجائے ان سے باتوں میں مصروف تھیں جبکہ ان سب لڑکیوں میں بیٹھا زاویار اپنی وکالت کے قصے اور اپنی کی گئی کارستانیاں ان سب کو سنا رہا تھا۔ آبرو کچھ فاصلے پر اصباح کے ساتھ بیٹھی تھی۔ چہرے پر زاویار کی باتوں کے زیر اثر ایک مدھم سی مسکراہٹ تھی۔ نور کے ساتھ دوسرے صوفے پر موجود زاویار کی نظر بار بار بھٹکتے سامنے جامنی رنگ کی فراک میں بیٹھی رتبہ پر جاتی، اسکا سیاہ دوپٹہ بار بار سر سے ڈھلکتا اسکے بال عیاں کر جاتا۔ وہ آج زاویار کو ضرورت سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ دل میں پیدا ہوتی خواہش کو وہ جلد عملی نجامہ پہنانے کا ارادہ کر چکا تھا انتظار تھا تو صرف ڈاکٹر صاحب کی پیش قدمی کا، ظاہر ہے پہلے بڑے بھائی کو اپنے گھر کا کرتے ہی وہ اپنے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ آدھا گھنٹہ بیت چکا تھا اور ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ سب تاشفین کے منتظر تھے۔ سبرینہ کو اس وقت اس پر شدید غصہ تھا، نجانے وہ کیا چاہتا تھا!

کچھ دیر بعد ہونے والے گاڑی کے ہارن پر سبرینہ کو اطمینان ہوا، وہ آگیا تھا مگر پھر بھی وہ آج مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد اس کی کلاس لینے کا ارادہ کر چکی تھیں جبکہ لاؤنج میں داخل ہوتے تاشفین کو معلوم تھا کہ وہ اس بات سبرینہ کی ڈانٹ سے نہیں بچ پائے گا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے تاشفین کی نظر سب سے پہلے اس چہرے پر پڑی جسے وہ آج پورے چھ ماہ بعد دیکھ رہا تھا۔ اس عرصے میں ان کے ایک ملاقات بھی نہ ہو پائی تھی۔ نظروں کا زاویہ بدلتے وہ آگے بڑھا اور مسکراتے ہوئے انہیں سلام کرتے وہ ان کے پاس جا بیٹھا۔ وہ اس وقت سیاہ پینٹ اور سرمئی شرٹ میں ملبوس تھا۔ کچھ دیر بعد وہ فریش ہونے کے لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ اسکی واپسی پر کھانا لگ چکا تھا۔ ٹیبل پر بیٹھے وہ سبرینہ کی آنکھوں میں اپنے لیے خفگی با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔ نظروں کا مرکز اب صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھی آبرو تھی۔ وہ اسے پہلے سے کافی کمزور اور بجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کے کپڑوں کا سیاہ رنگ اس کے تاثرات کی عکاسی کر رہا تھا۔ اسکے چہرے پر آنے والی ہر مسکراہٹ کھوکھلی تھی۔ اس کے ساتھ بیٹھے زاویار نے کھانستے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکراتے ہوئے، توجہ آبرو سے ہٹاتے کھانے کی جانب کرنے کا اشارہ دیا۔ جس پر تاشفین اسے آنکھیں دکھاتے کھانا کھانے لگا جبکہ دل میں آج آبرو سے بات کرنے کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا۔

کھانے سے فارغ ہوتے سبرینہ صالحہ بیگم کو لیے اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں جبکہ باقی سب لاؤنج میں موجود تھے۔

صالحہ مجھے آج تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے" سبرینہ نے اپنے ساتھ بیٹھی صالحہ بیگم کو مخاطب کیا، جس پر صالحہ بیگم نے اثبات میں سر ہلاتے انہیں بولنے کی اجازت "
دی۔

،تم نے آبرو کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"یہ سوال انکے لیے غیر متوقع تھا۔صالحہ بیگم کے چہرے کا رنگ ایک دم بدلا"

ابھی تک تو کچھ نہیں سوچا"وہ سمجھ چکی تھیں کہ سبرینہ کا اشارہ کس جانب ہے۔"

میں خود اس کے لیے بہت پریشان رہتی ہوں،اسکا بجھا ہوا چہرہ مجھے بہت اذیت دیتا ہے"تکلیف ان کے چہرے سے واضح تھی۔"

رابعہ بھی اب اصباح اور آفاق کی شادی کر دینا چاہتی ہے مگر اس سے پہلے وہ چاہتی ہے کہ میں آبرو کے لیے کچھ سوچوں،یقین مانو سبرینہ اگر میرے بس میں ہو تو میں سب" بدل دوں،میں۔۔"انکے لہجے سے بے بسی واضح تھی۔

تم پریشان مت ہو صالحہ"وہ ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے انہیں تسلی دینے لگیں۔"

اگر آج میں تم سے اپنے تاشفین کے لیے آبرو کا ہاتھ مانگوں تو تمہارا کیا جواب ہو گا؟"سبرینہ کی بات پر صالحہ بیگم نے حیرت سے انکی آنکھوں میں دیکھا۔"

میں تو بہت پہلے تم سے یہ بات کرنا چاہتی تھی مگر پھر مجھے آبرو کے نکاح کا علم ہوا اور میری یہ خواہش میرے دل میں ہی رہ گئی پر اب اگر تم چاہو تو میری یہ خواہش پوری کر" سکتی ہو"چہرے پر مدہم مسکراہٹ سجائے سبرینہ نے اپنی بات مکمل کی جبکہ سامنے بیٹھی صالحہ بیگم کے پاس اس وقت الفاظ ختم ہو چکے تھے۔قسمت یوں بھی ان پر مہربان !ہو سکتی تھی انہوں نے سوچا نہ تھا

،میں تمہارے جواب کی منتظر ہوں صالحہ"سبرینہ کی اس بات پر وہ فوراً بولیں"

مجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو گا بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہو گی سبرینہ کہ۔۔"لہجے میں گھلتی نمی انکی آواز کو سلب کر گئی۔"

میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ تم نے یہ بات کہہ کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے،میں تمہاری بہت شکر گزار ہوں سبرینہ کہ اس حادثے کے بعد بھی تم نے میری بچی کے لیے ایسا" سوچا"احساس تشکر ان کی آواز سے واضح تھا۔

،اس میں احسان کرنے والی کوئی بات نہیں صالحہ،جن حالات میں اس کی طلاق ہوئی تھی ہم سب جانتے ہیں اور ویسے بھی.."لمحے کا توقف دیا"

مجھے پہلے دن سے ہی آبرو اپنے تاشفین کے لیے بہت پسند ہے"وہ مسکراتے ہوئے بولیں کہ صالحہ بیگم کے دماغ میں پیدا ہوتا سوال انکی زبان پر آیا۔"

مگر کیا تم نے اس بارے میں تاشفین سے بات کی ہے؟"ان کے سوال پر سبرینہ نے انکی آنکھوں میں دیکھا،وہ سمجھ سکتی تھیں کہ سامنے بیٹھی وہ ماں ماضی میں کن اذیتوں" سے گزری ہے۔

ہاں صالحہ،اس رشتے میں اسکی رضامندی شامل ہے بلکہ تم یہ سمجھو کہ یہ صرف میری ہی نہیں بلکہ تاشفین کی بھی خواہش تھی" وہ واضح الفاظ میں جواب دیتے انکی پریشانی" دور کر گئی تھیں۔

اب بس تمہیں آبرو سے بات کرنی ہے، اسکی رضامندی جاننے کے بعد ہی ہم بات آگے بڑھا سکتے ہیں" سبرینہ نے مسکراتے ہوئے بات مکمل کی، جس پر صالحہ بیگم نے" بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

صالحہ بیگم اور سبرینہ کے لاؤنج سے جانے کے بعد اب وہ سب بھی وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ارادہ لان میں جا کر بیڈ منٹن کھیلنے کا تھا جس کا خیال نور اور حرم نے مل کر پیش کیا تھا۔تاشفین کچھ دیر پہلے ہی ہاسپٹل سے آئی کال سننے کے لیے اپنے کمرے میں گیا تھا جبکہ آبرو اور اصباح بھی ان کے ساتھ لان میں آگئی تھیں۔پہلا میچ نور اور حرم کے درمیان تھا، جس میں حرم کے ہارنے کے بعد اسکی جگہ اب زاویار لے چکا تھا۔آبرو اور اصباح بھی پاس کھڑی انہیں کھیلتا دیکھ رہی تھیں۔آبرو کے سر میں آج شام سے ہلکا درد تھا جو اب شدت پکڑنے لگا تھا۔آج یہاں آنے کے لیے وہ صالحہ بیگم کو انکار بھی نہیں کر سکتی تھی مگر اب آس پاس کی آوازیں اسے تکلیف دے رہی تھیں۔زاویار نے نور کو ہراتے اب رتبہ کو اپنے مقابل آنے کی دعوت دی، جس پر اگلا میچ اب ان دونوں کے درمیان تھا۔وہ دونوں بیڈ منٹن کے اچھے کھلاڑی تھے اور یہ بات ان کے کھیلنے کے انداز سے واضح تھی۔سامنے کھڑی نور رتبہ کو سراہ رہی تھی جبکہ حرم زاویار کی ٹیم میں تھی۔کچھ دیر بعد میچ جیتنے والی رتبہ تھی جبکہ مقابل موجود زاویار کو اپنی اس ہار پر ذرا بھی افسوس نہ تھا۔اب رتبہ کے مقابل کھیلنے والی اصباح تھی۔آبرو بظاہر مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی مگر اب یہ شور اسکی برداشت سے باہر ہونے لگا تھا سر کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔وہ قدم اٹھاتے کچھ فاصلے پر رکھے ٹیبل کے اطراف پڑی کرسیوں میں سے ایک پر جا بیٹھی اور آنکھیں بند کرتے سر کرسی کی پشت سے ٹکا لیا۔

وہ اپنے کمرے سے نکلتا لاؤنج میں آیا جہاں خاموشی نے اسکا استقبال کیا مگر کچھ بھی سوچنے سے قبل باہر سے آتی آوازیں اسکی سماعت سے ٹکرائیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔جہاں سامنے ہی اسے وہ سب کھیلتے ہوئے دکھائی دیے مگر اسکی آنکھیں ایک چہرہ تلاش کرنے لگیں اور دو لمحے بعد ہی مایوس لوٹ آئیں۔وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ذہن میں ایک خیال آیا کہ کہیں وہ صالحہ بیگم اور سبرینہ کے ساتھ موجود نہ ہو مگر اچانک نظر دائیں جانب اٹھی جہاں وہ اسے کرسی پر بیٹھی دکھائی دی۔اس کے قدموں کا رخ اب دائیں جانب تھا اور اسے آبرو کی جانب بڑھتا دیکھنے والی آنکھیں زاویار کی تھیں۔وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے اسکے لیے دعا گو تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آج تاشفین آبرو سے کیا بات کرنے والا ہے!

تاشفین قدم اٹھاتا اسکے قریب پہنچا کہ نظر اسکی بند آنکھوں اور اداس چہرے پر پڑی۔ یہ اداسی آبرو کے چہرے جبکہ تاشفین کے دل پر چھائی تھی۔ وہ اسکے قدموں کی آہٹ بھی محسوس نہیں کر پائی تھی۔ کچھ لمحے یونہی اسکے چہرے کو دیکھتے اسکا ارادہ مزید پختہ ہو گیا تھا۔ اسنے ٹیبل پر رکھے گلدان کو سیٹ کرتے آہٹ پیدا کی، مقصد آبرو کو اپنی جانب متوجہ کرنا تھا۔ اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب ٹھہرا۔ آہٹ پر آنکھیں کھولتے اسنے تاشفین کی جانب دیکھا جو عین اسکے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر آتے بالوں کر کان کے پیچھے کرنے لگی جبکہ تاشفین کو اسکی طبیعت میں بوجھل پن محسوس ہوا۔

آر یو اوکے؟"تاشفین کے سوال پر اس نے اپنے چہرے پر چھائے تاثرات نارمل کیے اور مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔"

"آپ کا آفس کیسا جا رہا ہے؟"

گڈ"آبرو کے اس ایک لفظی جواب پر اس نے گہری سانس لی۔ اسے اب اپنی بات کا آغاز کرنا تھا۔"

"آپ کافی اداس اور پریشان نظر آ رہی ہیں، سب ٹھیک ہے نہ؟"

ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں"ایک کھوکھلی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیلی۔"

،آپ کی آنکھیں آپ کے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہیں"اس بات پر آبرو نے فوراً نظریں چرائیں"

یہ آنکھیں روح کا آئینہ ہوتی ہیں آبرو، انسان کے دل کا حال کہہ دیتی ہے"وہ اب بھی خاموش رہی۔"

میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس وقت آپ کس فیز سے گزر رہی ہیں"آس پاس موجود ہر شے میز کے اطراف بیٹھے ان دو نفوس کی جانب متوجہ تھی۔"

،لیکن زندگی کسی ایک شخص کے چلے جانے سے رک تو نہیں جاتی"آبرو نے نظریں اٹھاتے فوراً اسکی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں"

کیا آپکو اس سے محبت تھی؟"براہ راست آنکھوں میں دیکھتے کیا جانے والا یہ سوال انتہائی غیر متوقع مگر فوری تھا۔ آبرو نے نظروں کا زاویہ بدلا، ایک خاموشی کچھ لمحے ان" کے درمیان حائل رہی جسے آبرو کی آواز نے توڑا۔

بات محبت کی نہیں ہے، مجھے اس پر اعتماد تھا، جو اس نے توڑ دیا"وہ نجانے کیوں اسے وضاحت دے رہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان ہوتی اس گفتگو کا موضوع وہ تیسرا" شخص تھا۔ جو ان دونوں کی زندگی میں ایک کردار ادا کر چکا تھا۔

،مگر کسی ایک انسان کی وجہ سے ہم خوشیوں سے منہ تو نہیں موڑ سکتے نہ"آبرو کے جواب پر وہ دوبارہ بولنے لگا"

ہمیں پورا حق حاصل ہوتا ہے کہ ہم اپنی زندگی دوبارہ شروع کریں، اپنے در پر دستک دیتی خوشیوں کا استقبال کریں، نئے خواب دیکھیں "اس کی آواز آبرو پر سحر طاری کرنے لگی تھی۔ اس نظریں اٹھاتے تاشفین کی جانب دیکھا، جس پر وہ مسکرایا۔

دنیا میں سب لوگ ایک جیسے تو نہیں ہوتے نہ، اگر کسی ایک نے آپ کا بھروسہ توڑا ہے تو آپ کسی اور پر اعتبار کر کے دیکھیں "وہ مناسب الفاظ میں اپنی بات اس تک پہنچا چکا تھا۔

کس پر ؟"آبرو کے لبوں نے حرکت کرتے دل میں پیدا ہوتے سوال کو الفاظ اور آواز کی چادر اوڑھائی۔"

مجھ پر "جواب فوری آیا۔ یہ دو لفظی جواب ادا کرتے تاشفین کا لہجہ آبرو کو سب سمجھانے کے لیے کافی تھا۔"

آسمان پر موجود ستارے چاند کے ہمراہ روئے زمین کے تاریک کونوں کو مدھم روشنی فراہم کر رہے تھے۔ رات قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بستر پر لیٹی مسلسل کروٹیں بدلتے سونے کی کوشش کر رہی تھی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دیوار پر لگی گھڑی اس وقت رات کے دو بجا رہی تھی۔ اس کے دماغ میں پچھلے دو گھنٹوں سے تاشفین سے ہوئی اپنی ملاقات گھوم رہی تھی۔ وہ جملے، وہ لہجہ! ان سب باتوں کا آخر کیا مطلب تھا؟ دل میں پیدا ہوتے اس سوال کا دماغ نے ایک احمقانہ جواب دیا !کہ شاید وہ سب مذاق تھا

دل نے فوراً دماغ کی جانب سے آیا جواب رد کیا کیونکہ وہ تاشفین کو جانتی تھی، وہ ایک سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا، اس نے آج تک اس سے ہوئی تمام ملاقاتوں میں کبھی اسے کوئی !بے معنی بات کرتے نہیں دیکھا تھا تو پھر آج۔۔۔۔

اس نے دوبارہ کروٹ بدلتے ان خیالات کو جھٹکنا چاہا مگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ٹھہری۔ اس کا دماغ مسلسل ایک سوال داغ رہا تھا کہ اگر وہ سب مذاق نہیں تھا تو پھر ان جملوں کا آخر کیا مطلب تھا؟

دل نے فوراً رائے پیش کی کہ شاید وہ اسے ماضی میں ہوئے اس واقعے کے اثر سے نکل کر واپس زندگی کی طرف لانے کے لیے ایسا کہہ رہا ہو مگر دماغ کی جانب سے کیے جانے والا اگلا سوال دل کو لاجواب کر گیا کہ اگر یہی بات تھی تو وہ آخری جملے میں اپناذکر کرنا کیا ایک عام سی بات تھی؟

وہ باتیں خاص کر آخری بات آبرو کو متذبذب کر رہی تھی۔ان باتوں کا جو مطلب وہ نکال پائی تھی وہ اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھا۔وہ اشارے کنایوں میں اپنی جو بات اس تک پہنچانا چاہتا تھا، وہ سمجھتے ہوئے بھی انجان بننا چاہتی تھی۔وہ اپنی زندگی کا یہ باب ہمیشہ کے لیے بند کر چکی تھی۔آبرو کے لیے یہ باتیں حیران کن ہونے سے زیادہ غیر متوقع تھیں۔اس نے آنکھیں بند کرتے ایک بات پھر سونے کی کوشش کی مگر بار بار وہ جملے اس کی سماعت میں گونج رہے تھے۔یہ رات اس نے جاگتے ہوئے گزاری۔

وہ آفس میں بیٹھا سامنے پڑی فائلز کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔اپنے کہے کے مطابق وہ فیاض لاشاری سے بات کرتے شہریار کو کچھ دن کے لیے آفس سے رہائی دلوا چکا تھا۔فائلز کے ساتھ رکھا کافی کا کپ اٹھاتے اس کی نظریں سامنے کھلی فائل پر تھیں۔کپ کو ہونٹوں سے لگاتے اس نے فائل کا صفحہ پلٹا اور کپ واپس رکھا کہ اگلے ہی لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑے پین سے اس صفحے پر ایک نشان لگایا، ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا یونہی دیکھتے دیکھتے وہ پوری فائل ایسے نشانات سے بھر گئی۔وہ فائلز ایک طرف کرتے اس نے دوسری فائل کھولی جس کو دیکھتے ہی اسکی بھنویں سکڑیں، ماتھے پر بل نمودار ہوئے، چہرے پر کچھ دیر پہلے چھائے سکون کی جگہ غصے نے لے لی۔پاس پڑا فون ،اٹھاتے اس نے کان سے لگایا

،اسد کو فوراً اندر بھیجو" کچھ دیر بعد دروازے پر دستک دیتے اسد اندر داخل ہوا"

"جی سر آپ نے بلایا"

کیا ہے یہ؟"اس کے آتے ہی شاہزین نے کچھ فائلز اٹھا کر اسکے سامنے پھینکیں اور اونچی آواز میں سوال کیا، جس پر اسد ایک دم ہڑ بڑا گیا۔"

جی سر؟"وہ جھکتے ہوئے فائلز اٹھانے لگا۔"

میں کہہ رہا ہوں کیا ہے یہ؟ فائننس کی فائلز میں اتنے بلنڈرز!"اس بار اسکی آواز پہلے سے زیادہ اونچی تھی۔اتنے میں اسد وہ ساری فائزا ٹھا کر اوپر رکھ چکا تھا۔"

کس بات کی سیلری لیتے ہو تم ہاں، جب ایک کام بھی تم ٹھیک سے نہیں کر سکتے"سامنے کھڑا اسد گردن جھکائے اپنی بے عزتی سنتا فائلز دیکھ رہا تھا۔"

تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اگر یہ فائلز میں چیک نہ کرتا اور یونہی آگے فارورڈ ہو جاتیں تو ہماری کمپنی کو کتنا نقصان ہوتا"اسکی آواز باہر سے گزرتے لوگ بھی سن سکتے تھے۔"

سر یہ۔۔۔یہ فائلز اس بار میں نے تیار نہیں کیں"اسد اپنے دفاع میں بولنے لگا۔"

"تو پھر کس نے کی ہیں؟"

urdunovelsblog

"شہریار سر نے"

،واٹ ؟"شاہزین کو حیرت ہوئی"

جی سر،اس بار سر فیاض کے کہنے پر ان سارے کانٹریکٹس کی فائلز سر شہریار نے تیار کی ہیں"شاہزین کا غصہ کم ہوتا دیکھ کر اسد ہمت کرتا وضاحت دینے لگا۔"

"خیر اس میں تمہاری بھی غلطی ہے،جب تمہیں معلوم تھا کہ شہریار کا ابھی اس کام میں اتنا ایکسپرینس نہیں ہے تو تمہیں اسکی مدد کرنی چاہیے تھی"

سر میں نے کوشش کی تھی مگر سر شہریار نے مجھے منع کر دیا تھا"شاہزین کو معلوم تھا کہ اسد سچ کہہ رہا ہے کیونکہ وہ شہریار کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔"

اوکے،اب اس بات کو چھوڑو اور یہ سب فائلز اٹھاؤ،آج شام چھ بجے تک مجھے یہ فائلز بغیر کسی غلطی کے بالکل تیار چاہیں"اسکی بات پر اسد نے سر ہلاتے وہ فائلز اٹھائیں" اور دروازہ عبور کر گیا جبکہ پیچھے بیٹھا شاہزین جلد شہریار سے اس بارے میں بات کرنے کا اردہ رکھتا تھا۔

،دروازے پر دستک دیتے وہ کمرے میں داخل ہوئی،سامنے ہی صالحہ بیگم منتظر نظروں سے اسے دیکھتی بیڈ پر بیٹھی تھیں۔وہ قدم اٹھاتی انکے پاس جا بیٹھی

آپ نے بلایا تھا امی ؟"کچھ دیر پہلے ہی وہ کھانا کھا کر فارغ ہوئی تھی،اسے آج پھر عدالت سے واپسی پر دیر ہو گئی تھی۔وہ اپنے کمرے میں تھی جب صالحہ بیگم کا پیغام اسے" موصول ہوا تھا۔اس کے سوال پر صالحہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بیٹا،دراصل مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"

جی امی کہیں"وہ بیڈ پر عین ان کے سامنے بیٹھی تھی۔"

مگر بات کرنے سے پہلے میں چاہتی ہوں کہ تم تحمل سے میری بات سننا اور اس بار انکار مت کرنا"وہ اسکے دائیں ہاتھ کو تھامتی بولیں۔انکی بات پر آبرو کا دماغ اسے اشارہ" دینے لگا کہ انکی بات کس بارے میں ہے۔

،آپ پہلے بات تو بتائیں"وہ اپنا دوسرا ہاتھ انکے ہاتھ پر رکھتی بولی"

"اب تمہیں اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا چاہیے،یوں تنہا تم پوری زندگی نہیں گزار سکتی بیٹا،میری زندگی کا کیا بھروسہ آج ہوں کل نہیں۔۔۔"

،ایسی باتیں مت کریں امی"وہ انکی بات کاٹتے بولی"

"بیٹا یہ حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، میری سانسوں کا کیا بھروسہ کہ یہ کب تک میرا ساتھ دیتی ہیں، اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ میں اپنی زندگی میں اپنی بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں، انہیں انکی زندگیوں میں خوش دیکھ سکوں" آبرو خاموش رہی،

"کل سبرینہ نے مجھ سے تاشفین کے لیے تمہاری بات کی ہے" اس نے فوراً صالحہ کی جانب دیکھا، سماعت میں کل تاشفین سے ہوئی اپنی باتیں گونجنے لگیں۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ کل اس دعوت اور ملاقات کے پیچھے چھپا مقصد کیا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں بیٹا، اللہ نے میری ساری دعائیں سن لیں اور تمہارے لیے ایک بہترین شخص کا انتخاب کیا ہے،" خوشی انکے لہجے سے واضح تھی۔

"تاشفین بہت اچھا بچہ ہے، تمہارے ساتھ اسکی جوڑی خوب جچے گی" آبرو اب بھی خاموش رہی۔

"میں نے کل سبرینہ سے وقت مانگا تھا کہ اس بارے میں تمہاری رائے جان کر ہی میں اسے جواب دے سکوں" آبرو نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ صالحہ بیگم دوبارہ بولیں،

"بیٹا یہ تمہاری زندگی کا معاملہ ہے، فیصلہ سوچ سمجھ کر کرنا، قسمت بار بار انسان کو موقع نہیں دیتی" وہ خاموش ہوئیں تو آبرو بولنے لگی،

"امی۔۔۔" وہ مناسب الفاظ تلاش کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ سبرینہ آنٹی بہت اچھی ہیں، انہوں نے ہر معاملے اپنوں سے بڑھ کر ہمارا ساتھ دیا ہے مگر کیا پتا انہوں نے یہ بات محض ہمدردی میں کی ہو" لمحے کا توقف دیتے وہ دوبارہ بولی،

"آپ خود سوچیں امی کہ کیا ان کے بیٹے کو لڑکیوں کی کوئی کمی ہے جو وہ مجھ جیسی طلاق یافتہ لڑکی کا انتخاب اپنے بیٹے کے لیے کریں گی" اسکے الفاظ سخت مگر لہجہ نرم تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے آبرو" وہ اسے سمجھانا چاہ رہی تھیں۔

"امی میں پہلے بھی ہمدردی کی بنیاد پر بنے ایک رشتے کو جھیل چکی ہوں، جس کا انجام آپ سب نے دیکھا ہے، اس لیے اب میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھ پر ترس کھا کر میرے بارے میں سوچے" وہ اپنی بات ان کے سامنے رکھ چکی تھی۔

"تم غلط سمجھ رہی بیٹا، سبرینہ نے یہ بات ہم سے ہمدردی کی وجہ سے نہیں کی بلکہ وہ تو بہت پہلے سے تمہیں اپنے بیٹے کے کیے پسند کر چکی تھی مگر اس سے پہلے کے وہ مجھ سے بات کرتی اسے تمہارے اور اشعر کے نکاح کے بارے میں پتا چلا اور اسکی خواہش دل میں ہی رہ گئی" وہ رکیں اور آبرو کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے بولنے لگیں۔

اسکی چاہت کو ہمدردی کا نام مت دو بیٹا، صرف ایک بار اپنے بارے میں سوچو، خوشیوں پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا باقی سب کا، جو ہو چکا اسے بھول جاؤ اور زندگی میں" آگے بڑھ کر اپنے لیے سوچو" انکے لہجے سے جھلکتی ممتا پر اس نے اپنا ہاتھ صالحہ بیگم کے ہاتھوں پر رکھا، جو اسکے چہرے پر تھے۔

، مگر پھر بھی امی آپ انہیں منع کر دیں، میں شادی نہیں کرنا چاہتی" اسکی اس بات پر صالحہ بیگم فوراً بولیں"

پاگل مت بنو آبرو، اس بار میں تمہاری ضد کے آگے ہار نہیں مانوں گی" انکے لہجے میں خفگی تھی۔"

اپنے کمرے میں جاؤ اور ٹھنڈے دماغ سے اس بارے میں سوچو، میں سبرینہ کو انکار نہیں کرنا چاہتی" صالحہ بیگم کے لہجے میں آج پہلی بار آبرو کو سختی محسوس ہوئی تھی۔ وہ" خاموشی سے بیڈ اتری اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔ اسکے کمرے سے نکلتے ہی اصباح اندر داخل ہوئی جو آبرو اور صالحہ بیگم کے درمیان ہوئی گفتگو سن چکی تھی۔

وہ جائے نماز پر بیٹھی، گود میں رکھے اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ کیا ان ہاتھوں کی لکیروں میں خوشیوں کا واقعی کوئی نشان باقی تھا جو اسکی زندگی نے یہ نیا موڑ کاٹتے، اسے اپنے لیے سوچنے کا ایک موقع دیا تھا۔ دماغ میں چلتیں تاشفین اور صالحہ بیگم کی باتوں سے وہ شدید الجھن کا شکار تھی۔ وہ کوئی بھی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ ایک طرف زندگی میں داخل ہوتی خوشیاں تھیں، جو صرف اسکی ایک ہاں کی منتظر تھیں جبکہ دوسری جانب ماضی کے تلخ تجربات!

urdunovelsblog

وہ خود سے سوال کر رہی تھی کہ کیا اتنی جلدی اس کی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی آسکتی تھی؟ وہ تو ہمیشہ پریشانیوں کو ساتھ لیے زندگی گزارتی آئی تھی۔ وہ تاشفین کو اتنا تو جانتی تھی کہ وہ اپنی ذات سے منسلک ہر رشتہ بہت ذمہ داری سے نبھاتا ہے۔

اس رات تاشفین کی باتوں کا وہی مطلب تھا جسے وہ جان بوجھ کر جھٹلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر کیا وہ واقعی اس سے۔۔۔۔۔! اسے تو لڑکیوں کی کوئی کمی نہ تھی، کمی تو آبرو میں تھی تو پھر وہ کیوں اسکا انتخاب کر رہا تھا۔ کہیں وہ سبرینہ آنٹی کے کہنے پر مگر پھر اس رات وہ باتیں۔۔۔۔!

وہ تاشفین سے بات کرتے یہ معاملہ سلجھا کر ہی کوئی فیصلہ لینا چاہتی تھی کیونکہ اس بار وہ ہمدردی یا دباؤ میں آکر بنایا گیا کوئی رشتہ نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اشعر نے تو وہ رشتہ اپنی رضامندی سے جوڑا تھا مگر پھر بھی وہ اسے نبھا نہ سکا۔ وہ یونہی پر سوچ نگاہوں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی کہ کمرے میں اصباح داخل ہوئی۔ اصباح کو دیکھتے آبرو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور جائے نماز تہہ کرتے ٹیبل پر رکھتے بیڈ پر آ بیٹھی۔ اصباح قدم اٹھاتی اسکے پاس آئی،

، کیا سوچ رہی ہو آبرو؟" وہ اسے خاموش اور پر سوچ نگاہوں سے خلا میں دیکھتے بولی"

کچھ نہیں" چہرے کے گرد لپٹا دوپٹہ کھولتے آبرو نے نفی میں سر ہلاتے جواب دیا۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔ آج معاملہ وہی تھا تبدیل ہوئے تھے تو کردار، آج آبرو" کی جگہ اصباح جبکہ اصباح کی جگہ آبرو تھی۔

امی کی بات مان جاؤ" آبرو کا دوپٹہ سر سے اتارتا ہاتھ ایک دم رکا، نظریں فوراً اصباح کی جانب اٹھیں، جو قدم اٹھاتے اس کے پاس آبیٹھی۔"

یاد کرو اپنی باتیں کیا کہا تھا تم نے مجھے کہ قسمت بار بار ہمیں موقع نہیں دیتی" آبرو خاموشی سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔"

اور کیا تم امی کی خوشی کے لیے انکی بات نہیں مان سکتی؟ وہ تمہارے لیے بہت پریشان رہتی ہیں آبرو" وہ آبرو کے الفاظ اسی کے سامنے رکھتے اسے قائل کرنے کی کوشش کر" رہی تھی۔

"اور ویسے بھی اس رشتے میں کوئی برائی نہیں۔۔۔۔۔"

،بات برائی کی نہیں ہے اصباح" وہ اسکی بات کاٹتی بولی"

بات صرف یہ ہے کہ آخر یہ رشتہ کس بنیاد پر بنایا جا رہا ہے، یوں ایک دم یہ سب" وہ اپنی الجھن اسکے سامنے رکھ رہی تھی۔"

میرا اور ان کا کوئی جوڑ نہیں بنتا، وہ ایک کامیاب انسان ہیں اور میں۔۔۔۔" ہونٹوں کو تلخ مسکراہٹ نے چھوا۔"

،ایک طلاق یافتہ لڑکی، جس کی زندگی میں صرف مسائل ہیں" اسکی اس بات پر اصباح اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھتے بولنے لگی"

"ایسا مت کہو آبرو"

"میرے نہ کہنے سے حقیقت بدل تو نہیں جائے گی نہ، اگر میں واقعی اس قابل ہوتی۔۔۔"

،آبرو!" اصباح کے ٹوکنے پر وہ خاموش ہوئی

تم کس قابل ہو ہم اچھی طرح جانتے ہیں، اشعر بھائی نے تمہاری قدر نہیں کی اور یقین مانو انہوں نے تمہیں چھوڑ کر بہت گھاٹے کا سودا کیا ہے، جس پر وہ ضرور پچھتائیں" گے" آبرو نے نظریں اٹھاتے اصباح کی جانب دیکھا جو آج بڑی بہنوں کی طرح اسے سمجھا رہی تھی۔

ماضی کو بھول جاؤ، مستقبل کے بارے میں سوچو، اپنے لیے سوچو، خوشیاں تمہاری ایک ہاں کی منتظر ہیں" وہ آج اصباح کا ایک مختلف روپ دیکھ رہی تھی۔"

اور ویسے بھی تم کب تک ہمارے لیے اپنی خوشیاں قربان کرتی رہو گی؟سب چھوڑ کر اب تمہیں صرف اپنے بارے میں سوچنا ہے،اوکے؟"آخری بات وہ لہجے میں سختی کا" عنصر لیے بولی، جس پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔دل میں کل تاشفین سے بات کرنے کا ارادہ مزید پختہ ہو گیا تھا۔

ٹیکسی سے اترتے اس نے ایک نظر ہاسپٹل کی اونچی عمارت کی جانب دیکھا اور گہری سانس لیتے اندر کی جانب بڑھنے لگی۔ہلکے سبز رنگ کے کرتا شلوار کے ساتھ سیاہ دوپٹہ اوڑھے وہ اپنی منزل کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔کرتے کی آستینوں اور دامن پر سیاہ رنگ کا ڈیزائن موجود تھا۔کندھے پر لٹکا بیگ بھی سیاہ تھا۔کچھ دیر بعد وہ اسکے آفس میں اکیلی موجود تھی،تاشفین کا اسسٹنٹ اسے یہاں بیٹھنے کا کہتے جا چکا تھا جبکہ تاشفین اس وقت سرجری میں مصروف تھا۔اسے خود پر شدید غصہ آ رہا تھا،اسے یہاں آنے سے قبل اسے ایک بار تاشفین کو کال کر لینی چاہیے تھی مگر اب اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔جلدی جلدی میں وہ اکثر ایسی غلطیاں کر جاتی تھی۔وہ کچھ دیر یونہی وہاں بیٹھی رہی، نظریں آس پاس موجود ہر چیز کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں کہ نظر سامنے ٹیبل پر پڑی ٹیلی پر پڑی، جس پر تاشفین کے نام کے ساتھ اسکی حاصل کردہ تمام ڈگریاں درج تھیں۔اس نے ایم بی بی ایس لاہور سے کیا تھا جبکہ اسکے بعد کی تعلیم کراچی سی حاصل کی تھی۔اسے یہاں بیٹھے بیس منٹ ہو گئے تھے،اب مزید انتظار کرنا اسکے لیے ممکن نہ تھا، غلطی بھی اسکی اپنی تھی لہذا ضبط کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ عین اسی وقت دروازہ کھلا۔اندر داخل ہوتے تاشفین کی نظر سامنے کھڑی آبرو پر پڑی، قدم وہیں رک گئے جبکہ آبرو کا ٹیبل سے بیگ اٹھاتا ہاتھ تھم گیا۔نظروں کا زاویہ بدلتے تاشفین اندر داخل ہوا،اسکے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ اسکی یہاں موجودگی سے انجان تھا۔

آپ۔۔۔آپ کب آئیں؟"اسکا جملہ بات کو مزید واضح کر گیا۔"

بس ابھی"ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ مختصر جواب دیا۔"

میں سرجری میں مصروف تھا، بالکل اندازہ نہیں تھا کہ آپ آئی ہیں ورنہ میں آپ کو کبھی اتنا انتظار نہ کرواتا"آبرو واپس اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی جبکہ سامنے کھڑا تاشفین بھی" اسکے تاثرات سے بھانپ چکا تھا کہ اسے یہاں آئے کافی وقت گزر گیا تھا۔

غلطی آپ کی نہیں میری ہے، مجھے آپ کو اطلاع دے کر آنا چاہیے تھا" نظریں بیگ پر جمائے وہ تاشفین سے مخاطب تھی۔"

،سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا" نظریں اٹھاتے تاشفین کی جانب دیکھا"

،آپ کافی مصروف ہیں،اب میں چلتی ہوں،" وہ اٹھنے لگی کہ تاشفین کی آواز سماعت سے ٹکرائی"

میں مصروف تھا،اب نہیں ہوں،آپ بیٹھیں" وہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی تمام مصرفیات اس کے لیے چھوڑ سکتا تھا مگر فلحال اسے یہ مناسب نہ لگا جبکہ دوسری جانب موجود" آبرو آج واقعی اس سے بات کرنا چاہتی تھی اس لیے جانے کا ارادہ ترک کرتے اسکی جانب دیکھنے لگی، کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔

،دراصل مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی" وہ بغیر تمہید باندھے بولنے لگی"

!آپ کہیں، میں سن رہا ہوں" اسے اندازہ تھا کہ آج اس بات کا موضوع کیا ہے جبکہ آبرو اب اس کشمکش کا شکار تھی کہ آخر بات کا آغاز کہاں سے کیا جائے"

،یقیناً آپ کو معلوم ہو گا کہ گھر میں ہمارے متعلق کیا بات زیر بحث ہے" بالآخر اس نے بات کا آغاز کیا"

میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں، آپ نے ہمیشہ ہر مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے مگر۔۔۔" وہ خاموش ہو گئی۔ آج وہ اپنی بات مقابل تک پہنچانے کے لیے" مناسب الفاظ تلاش کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

مگر مجھ سے کوئی بھی تعلق جوڑنے سے آپ مشکل میں آجائیں گے، میری۔۔۔ میری زندگی میں بہت سے مسائل ہیں، میں نہیں چاہتی کہ آپ میری وجہ سے کبھی بھی" مشکل میں آئیں" وہ آج تاشفین سے نظریں ملانے سے گریز کر رہی تھی۔

مگر میں تو یہی چاہتا ہوں کہ مجھے پورا حق حاصل ہو جائے، آپ کی زندگی کے تمام مسائل کو سلجھانے کا" اس بات پر آبرو کی نظریں فوراً اٹھیں، تاشفین کی آنکھوں میں آج" بھی اس رات والا تاثر تھا۔

آپ میری بات نہیں سمجھ رہے، میرے ساتھ زندگی آسان نہیں ہے اور ویسے بھی۔۔۔" وہ رکی، گہرا سانس لیتے آج پہلی بار اسکی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے اپنی بات" مکمل کی۔

،میں آپ کے قابل نہیں ہوں، آپ مجھ سے بہتر لڑکی ڈیزرو کرتے ہیں" اس بات پر وہ سر جھکا کر مسکرایا اور پھر اسکی جانب دیکھتا بولنے لگا"

پر اگر میں کہوں کہ مجھے آپ سے بہتر لڑکی نہیں مل سکتی تو۔۔۔۔۔" اس کا انداز، اسکے الفاظ، سب سے بڑھ کر اسکا لہجہ آبرو کو اپنی نظروں کا زاویہ بدلنے پر مجبور کر گیا۔ دل" کی دھڑکن ایک دم بہت تیز ہو گئی، وہ اپنی ان بدلتی کیفیات پر حیران تھی۔

یا یہ کہوں کہ میرا دل آپ کے علاوہ کسی اور کو اس قابل نہیں مانتا" وہ نظریں جھکائے خاموش تھی۔ اس کے پاس کہنے کو ایک لفظ تک نہ تھا۔"

ایک بار مجھ پر بھروسہ کر کے دیکھیے آبرو، میں زندگی بھر آپ کو اس فیصلے پر پچھتانے نہیں دونگا" لہجے میں التجاء کا عنصر واضح تھا۔"

میں آپ کے ساتھ ایک ایسی زندگی شروع کرنے کا خواہشمند ہوں، جس میں ہم دونوں برابر ہوں گے، ایک دوسرے کے شریکِ سفر جو زندگی کے ہر مرحلے میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں گے "اسکی باتیں آبرو کو پگھلانے لگی تھیں۔

کیا آپ مجھے ایک موقع نہیں دے سکتیں؟" اس سوال پر آبرو نے جھکی گردن اٹھاتے اس کی جانب دیکھا، اگلے چند لمحوں میں وہ فیصلہ لے چکی تھی۔"

،ایک بار پھر سوچ لیں "آبرو کی بات پر وہ الجھن کا شکار ہوا"

بہت مشکل اور الجھی ہوئی لڑکی ہوں میں "آبرو کی مسکراہٹ تاشفین کی ہر الجھن کو دور کر گئی۔"

ڈونٹ وری میں سلجھالوں گا" وہ آج اُسے اِس رشتے کے لیے قائل کر دینے کی ٹھان چکا تھا۔"

،بہت ضدی بھی ہوں! "آبرو نے معلومات میں اور اضافہ کرنا چاہا"

میں جانتا ہوں "اس بات پر آبرو ہنسنے لگی۔ گالوں پر پڑتے ڈمپل کے ساتھ اسکی خوبصورت مسکراہٹ، آج تاشفین کو ایک بار پھر اسکی جانب مائل کر گئی تھی۔ اسکی" مسکراہٹ کے پیچھے چھپی اسکی رضامندی تاشفین کے انتظار کا پھل تھا جبکہ دوسری جانب موجود آبرو نے آج تاشفین کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ایک موقع دیا تھا۔

لاشاری ولا چاند کی مدھم روشنی میں بہت خوبصورت نظر آرہا تھا۔ ڈائننگ ایریا سے آتیں کانٹوں اور چھریوں کی آوازیں ماحول میں چھائی خاموشی میں دراڑ پیدا کر رہی تھی۔ وہ چاروں اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ سربراہی کرسی پر بیٹھے فیاض لاشاری کی توجہ کھانے کی پلیٹ کے ساتھ رکھے اپنے موبائل پر تھی۔ انکی دائیں جانب فائقہ لاشاری جبکہ بائیں جانب شاہزین اور شہریار موجود تھے۔ ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ فیاض صاحب کے موبائل پر کال آنے لگی۔ سکرین پر جگمگاتا نام غفار علی کا تھا۔ وہ اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑے ہوئے اور ڈائننگ روم سے نکلتے لاؤنج میں جا کر کال سننے لگے۔ ٹیبل پر موجود شاہزین نے ایک نظر فیاض صاحب کی خالی کرسی کو دیکھا اور پھر ایک نظر شہریار پر ڈالتے بولنے لگا۔

،شہری پچھلے ہفتے فائننس کی تمام فائلز تم نے ریویو کی تھیں؟" وہ بغیر تمہید باندھے سیدھی بات کرنے کا قائل تھا۔ شہریار نے ایک نظر اسکی جانب دیکھا"

،ہمم "مصروف انداز میں کھانا کھاتے اس نے جواب دیا۔"

،تم نے وہ فائلز تیار کرنے کے بعد کسی سے دوبارہ چیک کروائی تھیں؟" اس سوال پر فائقہ لاشاری بھی اس جانب متوجہ ہوئیں"

،اسکی کیا ضرورت تھی برو، جب ایک بار فائلز میں نے دیکھ لی تھیں" بے نیازی بھرے انداز میں جواب آیا"

،ضرورت تھی شہری!" اس بار شاہزین کی آواز کی سختی ان دونوں نے محسوس کی"

وہ فائلز بہت ضروری تھیں، اگر میں انہیں ریچیک نہ کرتا تو ہماری کمپنی کو کتنا نقصان ہوتا، تمہیں اندازہ نہیں ہے" اسکے الفاظ معمولی مگر لہجہ سخت تھا۔"

"ان فائلز میں غلطیاں نہیں بلنڈرز تھے شہری، تمہیں چاہیے کہ جب تک تم اچھی طرح یہ کام سمجھ نہ لو، کسی اور سے۔۔۔"

،کم آن شاہزین، تم اسے ڈانٹ کیوں رہے ہو؟" فائقہ لاشاری اسکی بات کاٹتی بولیں"

،میں ڈانٹ نہیں رہا مام، بس اسے سمجھا رہا ہوں کہ اسے اب کام میں سیریس ہونا ہوگا" وہ فائقہ بیگم کہ جانب دیکھتا بولا"

اسے ابھی آفس جاتے ٹائم ہی کتنا ہوا ہے شاہزین! وقت کے ساتھ ساتھ وہ سیکھ جائے گا" انہیں شاہزین کا یوں شہریار سے بات کرنا اچھا نہ لگا۔"

"میں بھی اسے یہی سمجھانا چاہتا ہوں مام کہ یہ سیریس ہو کر کام سیکھے، آفس کو خود پر بوجھ۔۔۔"

اب اس بات کو چھوڑ بھی دو شاہزین، اپنا وقت یاد کرو، جب تم آفس میں نئے تھے، کتنے نقصان اٹھائے تھے کمپنی نے تمہاری وجہ سے" انکی یہ بات شاہزین کو خاموش کروا" گئی جبکہ اسے لاجواب کرتے اب فائقہ بیگم پرسکون تھیں۔

آفس جائے گا، کام کو خود سے سنبھالے گا تو سب سیکھ جائے گا، ویسے بھی آگے چل کر کمپنی کو اس نے ہی تو سنبھالنا ہے" وہ اپنے جملوں سے نجانے شاہزین کو کیا باور کروانا" چاہتی تھیں۔ اس سے پہلے کے شاہزین انکی بات کا کوئی جواب دیتا فیاض صاحب واپس ڈائننگ ایریا میں داخل ہوئے، انکے چہرے پر موجود اطمینان دیکھتے شاہزین نے خاموش رہنا مناسب سمجھا جبکہ فائقہ لاشاری کے الفاظ اسکے ذہن پر نقش ہو چکے تھے۔

سورج کی تپش اس بات کی گواہ تھی کہ آج کا دن بہت گرم تھا۔ دیوار پر نصب گھڑی اس وقت دوپہر کے دو بجا رہی تھی۔ وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے سیڑھیاں اترتی نیچے ،آئیں

میں تمہیں بتا نہیں سکتی صالحہ کہ تم نے آج مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے" لاؤنج میں بیٹھے زاویار اور نور کی سماعت سے سبرینہ کی آواز ٹکرائی، جس پر وہ دونوں سوالیہ نظروں" سے ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ سبرینہ اور صالحہ بیگم کے درمیان اس دن ہونے والی بات کی خبر صرف تاشفین کو تھی۔

،میں کل تمہاری طرف آؤں گی، اپنا خیال رکھنا، اللہ حافظ "وہ یہ فون کاٹ چکی تھیں۔ زاویار اپنی جگہ چھوڑتا سبرینہ کے پاس آیا"

میں آج بہت خوش ہوں زاویار!" وہ زاویار کی جانب دیکھتی بولیں، مسرت ان کے چہرے سے واضح تھی۔ انکی بات پر زاویار بھی مسکرایا کہ سبرینہ کی نظر نور کے چہرے پر" پڑی اور اسکی سوالیہ نگاہیں دیکھتے انہیں اندازہ ہوا کہ وہ دونوں اس معاملے سے بے خبر ہیں۔

صالحہ کی کال تھی، وہ لوگ آبرو اور تاشفین کے رشتے کے لیے راضی ہیں" سبرینہ نے مختصراً وہ اہم خبر ان تک پہنچائی۔"

ارے واہ، اس خبر پر تو واقعی خوش ہونا بنتا ہے" زاویار کے کہنے پر نور سبرینہ کے پاس آتے انکے گلے لگ گئی۔"

بھائی کا رشتہ طے ہوا ہے تمہارا نہیں!" زاویار اسے یوں سبرینہ کے گلے لگا دیکھ کر بولا، جس پر نور نے سبرینہ سے علیحدہ ہوتے اسے گھورا۔ شرم کی واقعی اس لڑکے میں کمی" !تھی

،زاوی تم تاشفین کو کال کرو، اسے کہو کہ فوراً گھر آئے بلکہ لاؤ مجھے فون دو" سبرینہ کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے"

امو جان ابھی بھائی کو ہاسپٹل گئے دو گھنٹے بھی نہیں ہوئے" نور نے فوراً تاشفین کی حمایت کی۔ جس پر سبرینہ کے تاثرات ڈھیلے پڑے۔"

"مگر پھر بھی اسے یہ خبر دینا تو ضروری ہے نا۔۔۔"

،آپ حوصلہ رکھیں امو جان" زاویار انکے قریب آیا"

میں ابھی بھائی کو کال کر کے یہ اطلاع دیتا ہوں کہ امو جان نے آپ کا پکا بندوبست کر لیا ہے" موبائل ہاتھ میں تھامے وہ تاشفین کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد دوسری" جانب سے آتی تاشفین کی آواز پر اس نے ایک نظر سبرینہ کو دیکھا جو اسکی منتظر تھیں۔

مبارک ہو ڈاکٹر صاحب آپ کی شادی کے کارڈ چھپنے کا وقت آ گیا ہے" اسکی بات پر سبرینہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اسکی جانب بڑھاتے موبائل مانگا جبکہ دوسری جانب" ،سے آتی تاشفین کی آواز پر وہ دوبارہ بولا

ارے آپ سمجھے نہیں، دلہن آپ کے لیے ہاں کر چکی ہے" وہ معاملے سے اتنا بے خبر بھی نہ تھا۔"

فضول مت ہانکو زاوی، لاؤ مجھے فون دو" سبرینہ نے آگے بڑھتے موبائل اس کے ہاتھ سے لیا اور واپس سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئیں۔"

urdunovelsblog

اوہ شکر!"نور کی سماعت سے زاویار کی آواز ٹکرائی جو گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔"

،آخراس کے بعد میرا نمبر بھی آئے گا"اب اس کے لیے بھی راہیں ہموار ہو گئی تھیں جبکہ اس کے اس جملے پر نور آنکھیں گھماتے ہوئے بولی"

تمہیں تو بس اپنی پڑی رہتی ہے"یہ کہتے وہ رکی نہیں اور قدم اٹھاتے سبرینہ کے پیچھے چلی گئی جبکہ لاؤنج میں بیٹھا زاویار اب مطمئن تھا۔"

وہ سامنے ٹیبل پر رکھی فائل پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ نظریں فائل پر لکھی تحاریر پر جبکہ دماغ سوچوں کے ایک جال میں الجھا تھا۔فائل بند کرتے اس نے پاس پڑا موبائل اٹھایا، کچھ دیر یونہی سکرین پر انگلیاں چلاتے وہ اکتا گئی اور موبائل واپس رکھ دیا۔وہ آج اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ لے چکی تھی۔ صبح عدالت آتے ہوئے وہ صالحہ بیگم کو اس رشتے کے لیے اپنی رضامندی دے آئی تھی۔ان کا ردعمل یاد کرتے وہ مسکرائی، وہ آج واقعی بہت خوش تھیں، یہ فیصلہ اس نے انہیں کی خوشی کی خاطر کیا تھا مگر کہیں نہ کہیں وہ یہ جانتی تھی کہ اب اس کا دل بھی اس رشتے کے لیے راضی تھا۔اب تک تاشفین سے ہوئی ملاقاتوں میں وہ اتنا تو جان چکی تھی کہ اسکا مزاج اشعر جیسا بالکل نہ تھا۔وہ صحیح اور غلط کی تفریق کرنا بخوبی جانتا تھا۔اپنی ہر ذمہداری کو نبھانا اسے آتا تھا۔وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ اسکی نظر دروازے میں کھڑے گارڈ پر پڑی،

میڈم آپ کے لیے پارسل آیا ہے"وہ حیران اسکی بات پر نہیں بلکہ اسکے ہاتھ میں موجود اپنے لیے آئے پارسل کو دیکھ کر ہوئی، وہ سرخ گلابوں کا بوکے تھا۔ سر کے" اشارے سے اسے اندر آنے کی اجازت تھی۔اس گلدستے کے قریب آتے آس پاس گلابوں کی خوشبو پھیلنے لگی۔ بوکے اب اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا تھا،اس سے پہلے کہ وہ بھیجنے والے کا پتا پوچھتی اس کی نظر ایک گلاب کے اوپر لگے کارڈ پر پڑی، ہاتھ بڑھاتے اس نے وہ کارڈ کھولا، جس پر بھیجنے والے کا نام جلی حروف میں لکھا تھا۔

شکریہ، اب آپ جا سکتے ہیں"اس نے ایک نظر سامنے کھڑے گارڈ کو دیکھتے کہا جو جھانکتے ہوئے کارڈ میں لکھا نام دیکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔گارڈ کے جاتے اس نے" وہ بوکے ٹیبل سے اٹھاتے اپنے گود میں رکھا، پھولوں کی خوشبو دل میں اتارتے وہ خوش تھی۔آج اس فیصلے کا پہلا دن تھا، آغاز بہت خوشگوار ہوا تھا۔اس نے پھولوں پر لگا وہ کارڈ اتارتے، اسے کھولا، جس پر تاشفین کے نام کے ساتھ درج جملہ پڑھتے اسکے لبوں کو ایک خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا۔

تھینک یو فار ایکسیپٹینگ مائی پروپوزل!"انگریزی میں لکھے یہ چند الفاظ آبرو کو نجانے کیوں بہت خوبصورت لگے۔لبوں پہ چھائی اس مسکراہٹ کے ساتھ آج اس کا دل بھی" خوش تھا مگر وہ تاشفین سے اس رشتے کے متعلق کچھ باتیں واضح کرنا چاہتی تھی۔اس نے بوکے ایک جانب رکھتے موبائل اٹھایا اور تاشفین کو کال ملانے لگی۔کچھ دیر بیل جاتی رہی مگر دوسری جانب سے فون نہ اٹھایا گیا۔آبرو نے موبائل واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔دماغ نے فوراوضاحت پیش کی، یقیناًوہ اس وقت مصروف ہو گا۔اسکے پیشے میں فراغت

بہت مشکل اور مصروفیات بہت عام تھیں۔ ابھی کچھ ہی لمحے بیتے تھے کہ موبائل پر کال آنے لگی، آبرو کی نظر فوراً اسکرین کی جانب اٹھی، دل کی دھڑکن نجانے کیوں ایک دم

، تیز ہوئی، اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے فون اٹھاتے کال ریسیو کی

اسلام وعلیکم۔۔۔۔ سوری میرا موبائل سائلنٹ پر تھا" ساعت سے تاشفین کی آواز ٹکرائی، جس نے فوراً اسکی کال نہ اٹھانے کی وضاحت دی۔"

، کوئی بات نہیں" وہ اسے یوں ہر بار سوری کہنے سے روکنا چاہتی تھی مگر زبان سے وہ الفاظ ادا نہ ہوئے"

"کیسی ہیں آپ؟"

میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟" ایک ان دیکھی جھجک ان دونوں کے درمیان حائل تھی۔"

الحمدللہ ٹھیک" آبرو کی نظر سامنے رکھے بوکے پر پڑی، وہ شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی مگر نجانے کیوں آج وہ دل کی آواز کو بار بار خاموش کروا رہی تھی۔ "

"وہ مجھے آپ سے ملنا تھا، کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں، اگر آپ مصروف۔۔۔۔"

شیور، اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک گھنٹے تک میں آپ کو پک کرلیتا ہوں، پھر آپ جہاں کہیں گی بیٹھ کر بات کرلیں گے" سپیکر سے ابھرتی اسکی آواز پر اب آبرو کے پاس کہنے" کو کچھ نہ تھا۔

اوکے شیور، تھینک یو" آبرو نے یہ کہتے فون کاٹ دیا اور موبائل ایک جانب رکھتے آنکھیں بند کیں، مقصد دل کی تیز دھڑکن کو معمول پر لانا تھا۔"

گاڑی سے نکلتے اس نے چابی گل خان کی جانب اچھالی اور کن پٹی مسلتا اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ پیچھے موجود گل خان اب گاڑی کو اسکی مقرر کردہ جگہ پر کھڑی کر رہا تھا۔

شاہزین نے لاؤنج میں داخل ہوتے ایک سرسری نظر آس پاس دوڑائی اور قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیے۔ اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا، وہ بمشکل گاڑی چلاتے گھر پہنچا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے لائٹ آن کی، تاریک کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ قدم اٹھاتے وہ بغیر جوتے اتارے، اوندھے منہ بیڈ پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرتے اسے کچھ سکون محسوس ہوا۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ اپنی طبیعت کافی گرتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ ہر دو سے تین دن بعد شدید سر درد اور بخار اب معمول بننے لگا تھا۔ آج بھی طبیعت کی خرابی کے باعث وہ آفس سے جلدی گھر آگیا تھا۔ فیاض صاحب، شہریار اور فائقہ لاشاری تینوں ہی آج آفس میں موجود تھے۔ اس وقت بھی وہ خود کو بہت بوجھل محسوس کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بیڈ سے اٹھتے پاس پڑے ٹیبل پر رکھی سگریٹ اٹھاتے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اسکی صرف جسمانی ہی نہیں ذہنی کیفیت بھی کافی ناساز تھی۔ ایک عجیب

ساچڑچڑاپن اسکی طبیعت کا خاصا بننے لگا تھا۔ جسمانی صحت کی خرابی کا باعث تو گرتی صحت تھی جبکہ ذہنی اذیت کی وجہ فائقہ لاشاری کا بدلتا رویہ تھا۔ جس میں وہ کافی عرصے سے مبتلا تھا اور دن بہ دن اس اذیت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ فائقہ لاشاری کا رویہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخر ایسی کیا وجہ ہے جس کی بنیاد پر اسکی ماں دونوں بھائیوں میں ایک دم تضاد کرنے لگی تھی۔ اس بدلتے رویے کے پیچھے آخر کوئی تو وجہ تھی جس سے وہ انجان تھا۔ اسے انکے اس رویے پر پریشانی نہیں حیرت تھی۔ دل کے بار بار سوال داغنے پر دماغ ہر بار ایک ہی جواب دیتا کہ رویہ شاید بہت پرانا تھا مگر اس نے کبھی اس پر غور ہی نہیں کیا اسی لیے اسے اب یہ سب حیرت زدہ کر رہا ہے۔ شاید وہ انکا چھوٹا اور لاڈلا بیٹا تھا مگر خود کو تسلی دینے کے لیے یہ دلیل کافی نہ تھی۔ تمام سوچوں کو جھٹکتے اس نے جلتی سگریٹ ایش ٹرے میں پھینکی اور واپس بیڈ پر لیٹ گیا۔

آسمان پر چھائے بادل اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھی۔ اس ریسٹورنٹ میں اس وقت رش نہ ہونے کے برابر تھا، وجہ آفس کے اوقات تھے۔ اس وقت ٹیبل کے اطراف وہ دونوں موجود تھے۔ جگہ کا انتخاب تاشفین کے اصرار پر آبرو نے کیا تھا۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد یہ انکی پہلی ملاقات تھی۔ آبرو کو آج تاشفین کو مخاطب کرتے ہوئے ایک جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس طرح اس تعارف سے کبھی سامنے بیٹھے شخص کے مقابل بیٹھے گی۔ وہ پہلی اور آخری بار اشعر کے ساتھ اسی جگہ آئی تھی، جہاں ان کے رشتے میں پہلی بڑی خلعش پیدا ہوئی تھی مگر اب وقت بدل گیا تھا۔ آج ٹیبل کے اس جانب آسمانی رنگ کی شرٹ کے ساتھ سیاہ کوٹ اور پینٹ میں ملبوس شخص تاشفین تھا اشعر نہیں! اور اتنا تو وہ جانتی تھی کہ ان دونوں کی شخصیت میں بہت فرق ہے۔ ویٹر کو آرڈر دیتے آبرو نے تاشفین کو مخاطب کیا،

"سوری میں نے آپکو ڈسٹرب کیا، آپ کافی مصروف ہوں گے"

"ایسی کوئی بات نہیں، میرے ڈیوٹی آورز ختم ہو گئے تھے، وہ بس آج صبح ایمرجنسی میں ایک سرجری کے لیے رکنا پڑا" آبرو نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا کہ وہ دوبارہ بولنے لگا،

"اور ویسے بھی اپنوں کے لیے میں کبھی بھی وقت نکال سکتا ہوں" آبرو کا دماغ اس جملے میں استعمال ہونے والے لفظ "اپنوں" پر جا رکا۔ کچھ لمحے مزید خاموشی کی نظر ہوئے اور بالآخر آبرو نے خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"وہ دراصل مجھے آپ سے اس رشتے سے متعلق کچھ اہم باتیں کرنی تھیں" وہ رکی اور تاشفین کی جانب دیکھا جو اسی کی جانب متوجہ تھا۔

"میری چند شرائط ہیں!" اس بات پر تاشفین کو کچھ حیرانی ہوئی مگر چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے وہ بولا،

!آپ کہیے، میں سن رہاہوں" آبرو نے محسوس کیا کہ انکی ہر ملاقات میں وہ یہ جملا ضرور دہراتا، شاید وہ ہر بار اسے کچھ نہ کچھ کہنے یا سنانے ہی آتی تھی"

میں شادی کے بعد اپنی جاب جاری رکھوں گی، آپ مجھے کبھی بھی مجھ پر یہ جاب چھوڑنے کے لیے دباؤ نہیں ڈالیں گے" وہ خاموش ہوئی اور تاشفین کے چہرے پر ناگواری" کے تاثرات تلاشنے لگی مگر وہاں اسے صرف ایک ہی تاثر نظر آیا، اطمینان اور سکون کا تاثر!

اس معاملے میں آپ بے فکر رہیں آبرو، میں ان مردوں میں سے نہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ شادی کے بعد عورت انکی پسند کے مطابق زندگی گزارے، میں شادی کے بعد" بھی عورت کی زندگی سے متعلق فیصلوں میں اسکی آزادی کا قائل ہوں سو آپ پر صرف جاب ہی نہیں بلکہ کسی بھی اور معاملے میں دباؤ ڈالنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" آبرو کے دل میں فوراً سوال پیدا ہوا کہ اگر بعد میں وہ اپنی بات سے مکر گیا تو؟

اور اگر آپ کو ایسا محسوس ہو کہ میں بعد میں اپنے الفاظ سے مکر جاؤں گا تو میں یہ بات آپ کو لکھ کر دینے کو تیار ہوں" آبرو حیران تھی، وہ کیسے ہر بار اس کے کہے بنا اس کی" باتیں سمجھ جاتا تھا۔

اس کی ضرورت نہیں" آبرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"

،یہ تو ہوئی پہلی شرط اب دوسری کہیے" تاشفین کے دوبارہ کہنے پر آبرو بولنے لگی"

"میں شادی کے بعد بھی اپنی فیملی کو سپورٹ کرنا چاہتی ہوں، ان کے تمام معاملات میں خود دیکھنا چاہتی ہوں، آپ حالات سے واقف ہیں، بس۔۔۔"

قبول ہے!" تاشفین اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے بولا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ آبرو کو اسے ہر بات کی وضاحت دینی پڑے۔ آبرو لاجواب ہوئی۔"

تیسری شرط..." آبرو کے تاثرات دیکھتے اب وہ محظوظ ہو رہا تھا۔"

میں ہفتے میں تین دن امی سے ملنے جایا کروں گی" کچھ نہ سمجھ آنے پر آبرو نے ایک کافی عجیب سی شرط اس کے سامنے رکھی مگر سامنے بیٹھا شخص اس کی ذہنی کیفیت سے" واقف تھا۔ وہ یہ نیا رشتہ بنانے سے گھبرا رہی تھی، وجہ ماضی میں ہوئے تلخ تجربات تھے!

،ہفتے میں تین دن کیوں؟ آپ روز ان سے ملنے جاسکتی ہیں بلکہ جب بھی میرے لیے ممکن ہوا تو میں خود آپ کے ساتھ جایا کروں گا" وہ مسکراتا ہوا بولا"

"میرے ماضی کے بارے میں شاید آپ کو سب معلوم نہ ہو کہ میرا اور۔۔۔ اشعر کا نکاح کن حالات میں ہوا تھا"

،جو گزر گیا اسے چھوڑ دیں آبرو، جو ہو گیا سو ہو گیا! ماضی کو ہم بدل نہیں سکتے مگر آنے والی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار اب بھی ہمارے پاس ہے" وہ رکا"

آپ آنے والی زندگی کے بارے میں سوچیں، جو ہوا مجھے معلوم ہے اور اگر معلوم نہ بھی ہوتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا، میں نے آپ سے منسلک ہر بات کے ساتھ آپ کو" اپنی زندگی میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے، آپ کو اپنے لیے منتخب کرتے، میں نے آپ کا ماضی، حال اور مستقبل سب قبول کیا ہے" آبرو خاموشی سے پوری توجہ سے اسکی بات سن رہی تھی۔

اگر آپ کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ میں یہ رشتہ ہمدردی میں آپ کے ساتھ جوڑ رہا ہوں تو آج میں ایک بات آپ کے سامنے واضح کر دیتا ہوں کہ" وہ براہ راست اسکی" ،آنکھوں میں دیکھنے لگا

،آپ سے یہ رشتہ قائم کرنا میری دلی خواہش ہے، میں دل سے آپ کو اپنا ہمسفر بنانا چاہتا ہوں" آبرو فوراً نظریں جھکا گئی مگر ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا"

،اور اگر میں اس رشتے سے انکار کر دیتی تو؟" ذہن میں آیا سوال فوراً زبان سے پھسلا"

تو مجھے پھر بھی آپ کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ میں آپ کے ہر فیصلے اور مرضی کا احترام کرتا ہوں" آج آبرو قائل ہو گئی تھی کہ سامنے موجود شخص آنے والی" زندگی میں ایک بہترین ہم سفر ثابت ہونے والا تھا۔

اس کے علاوہ اور کچھ اور کوئی شرط؟" تاشفین کی بات پر وہ خیالوں کی دنیا سے باہر اور مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا، کہنے کو اب واقعی کچھ باقی نہ تھا۔"

ایسی کیا بات ہے صالحہ جس کے لیے تم نے مجھے اتنی جلدی میں بلایا ہے" رابعہ بیگم صوفے پر صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھتی بولیں۔ وہ کچھ لمحے پہلے ہی یہاں پہنچی تھیں۔"

بات ہی کچھ ایسی تھی، فون پر کرنا مجھے مناسب نہیں لگا تو تمہیں بلا لیا" انکے لہجے میں خوشی کا عنصر نمایاں تھا جبکہ چہرے کے تاثرات سے انکی کیفیت بھانپنا بھی کچھ مشکل نہ" تھا۔

سب خیر ہے نہ صالحہ؟" جلدی جلدی میں رابعہ بیگم انکے تاثرات اور لہجے پر غور نہ کر پائیں۔"

،ہاں ہاں سب خیر ہے بلکہ ایک خوشی کی خبر ہے" صالحہ بیگم کی بات پر چہرے پر چھائی پریشانی ایک دم دور ہوئی، سوالیہ نظروں سے صالحہ بیگم کی جانب دیکھا"

آبرو کے لیے سبرینہ نے اپنے بیٹے تاشفین کا رشتہ مانگا ہے" یہ خبر رابعہ بیگم کے لیے کچھ حیران کن تھی۔"

،میں تمہیں بتا نہیں سکتی رابعہ کہ میں کتنی خوش ہوں، میری کتنی بڑی پریشانی دور ہو گئی ہے" انکی بات پر رابعہ بیگم بھی مسکرائیں"

آبرو راضی ہے ؟میرا مطلب تم نے اس سے بات کی ؟"انہیں یاد تھا کہ آبرو کا انکار ہی انکی پریشانی کی بڑی وجہ تھا۔"

ہاں وہ بھی راضی ہے، پہلے تو اس انکار کر دیا تھا مگر پھر میرے کافی اصرار کرنے پر وہ مان گئی"صالحہ بیگم کی وضاحت پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔"

،اللہ نے تمہیں تمہارے صبر کا پھل دیا ہے صالحہ ،یہ سب تمہاری دعاؤں کا صلہ ہے"وہ مسکراتے ہوئے بولیں"

میں خدا کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے میری بچیوں کے لیے بہترین اسباب پیدا کیے ہیں،تاشفین اور آفاق دونوں ہی بہت ذمہ دار بچے ہیں"اس بات پر وہ دونوں" ،مسکرائیں

،آج مجھے سبرینہ کا فون آیا تھا،وہ شادی میں دیر نہیں کرنا چاہتی اور میری بھی یہی خواہش ہے"وہ رکیں،رابعہ بیگم کی جانب دیکھتے بات جاری کی"

وہ شادی کی تاریخ طے کرنا چاہ رہی تھی تو میں نے سوچا کہ میں تم سے بھی مشورہ کر لوں اور کسی بھی مناسب دن ساتھ بیٹھ کر ان دونوں کی شادی کی تاریخ طے کر لیں،یہ" ،مناسب رہے گا نہ ؟"رابعہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا

ہاں ہاں بالکل، مجھے کوئی اعتراض نہیں، تم سبرینہ سے پوچھ لو کہ وہ کس دن یہاں آسکتی ہے پھر ساتھ بیٹھ کر آگے کے معاملات طے کر لیں گے"صالحہ بیگم نے ہلکی سی" مسکراہٹ کے ساتھ انکی بات پر اتفاق کیا۔

urdunovelsblog

اتنے دن سے کہاں غائب تھے تم ؟"سامنے بیٹھے فواد نے موبائل اور گاڑی کی چابی ٹیبل پر رکھتے اس سے سوال کیا، جس پر شاہزین نے کوئی بھی جواب دینے کی بجائے ویٹر کو" آواز دی۔

میں تم سے پوچھ رہا ہوں شاہزین کہاں تھے اتنے دنوں سے ؟نہ کوئی میسج، نہ کال !"وہ اب بھی خاموش رہا۔ویٹر کے پاس آتے ان دونوں نے اپنا آرڈر لکھوایا۔"

کہیں تم مشی کی محبت کے روگ میں مجنوں بننے کا ارادہ تو نہیں کر رہے ؟"وہ شرارت بھرے لہجے میں بولا جبکہ نظروں کا مرکز شاہزین کی آنکھوں کے گرد پڑتے ہلکے" تھے۔

جسٹ شٹ اپ فواد، تم نے مجھے یہاں یہ فضول باتیں کرنے کے لیے بلایا تھا؟"اس کی طبیعت کا چڑچڑاپن اسکی بات اور لہجے سے واضح تھا۔"

،ہاں نہ یہی بات تو کرنی تھی، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مشی تم سے کبھی ایسی بات کرے گی"شاہزین نے اسکی ڈھٹائی پر آنکھیں گھمائیں"

یعنی اسے تمہاری نیچر کے بارے میں پتا تھا مگر پھر بھی اس نے تم سے بات کر کے یہ خطرہ مول لیا، واہ میں اس کی بہادری سے واقعی متاثر ہوا ہوں" فواد کی بات پر شاہزین"

،ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھاتے بولنے لگا

،اتنا متاثر ہوئے ہو تو بتاؤ تمہارے لیے بات کروں اس سے ؟اوہ۔۔۔۔ میں تو بھول گیا" وہ ڈرامائی انداز میں بولا"

تمہیں تو وہ پہلے ہی ریجکٹ کر چکی ہے" اب بولنے کی باری فواد کی تھی۔"

،اس نے نہیں میں نے اسے ریجکٹ کیا تھا" وہ بھی دوبدو بولا"

کیا تمہارے پاس بات کرنے کے لیے واقعی مشی کے علاوہ اور کوئی موضوع نہیں ؟" شاہزین کی بات سے اکتاہٹ واضح تھی۔"

تمہیں کیا ہو گیا ہے شاہزین! میں بس۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کے فواد کی بات مکمل ہوتی شاہزین زور زور سے کھانسنے لگا، فواد ایک دم خاموش ہوا اور اٹھ کر اس کے پاس" گیا جبکہ شاہزین نے ہاتھ آگے بڑھاتے ٹیبل پر پڑے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچتے اپنے منہ کے آگے رکھا۔ وہ مسلسل کھانستا جا رہا تھا۔ آس پاس بیٹھے چند لوگ بھی اس جانب متوجہ ہو چکے تھے۔ فواد نے گلاس میں پانی انڈیلتے اس کے منہ سے لگایا، کچھ دیر بعد وہ اب پر سکون تھا۔

تم ٹھیک ہو شاہزین ؟" وہ متفکر ہوا، شاہزین نے اثبات میں سر ہلاتے اسے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ فواد واپس اپنی جگہ پر جاتا اس کی نظر شاہزین کے استعمال کردہ ٹشو پر" پڑی، اسکی آنکھیں ایک دم پھیلیں۔ ٹشو پر خون کے دھبے تھے۔

شاہزین!" اسکی آواز پر شاہزین نے ایک نظر اسے دیکھتے، اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں بھی حیرت در آئی۔ ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے ٹشو اپنی" آنکھوں کے سامنے کیا، خون تازہ تھا۔

،میرے ساتھ ہاسپٹل چلو شاہزین!" فواد بغیر وقت ضائع کیے فوراً بولا"

"مگر۔۔۔۔"

اگر مگر کچھ نہیں، فوراً اٹھو" اس بار لہجے میں سختی تھی۔ شاہزین ہار مانتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب ان دونوں کے قدموں کا رخ باہر کی جانب تھا۔"

اب تو شادی کی تاریخ تک طے ہو گئی ہے فیضان اب تو آجاؤ" لہجے میں خفگی اور التجاء کا عنصر واضح تھا۔ وہ بہن تھیں، ایک بار پھر بھائی کے آگے ہار مانتے التجاء کر رہی تھیں۔"

"کچھ تو خیال کرو، صرف یہی سوچ لو کہ ان کے سر پر تو انکے باپ کا سایہ بھی نہیں ہے، جلال بھائی کی حالت سے تم واقف ہو، اگر وہ ٹھیک ہوتے تو میں کبھی یوں تمہاری منتیں نہ کر رہی ہوتی" موبائل کو کان سے لگائے وہ اپنے کمرے میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"تم خود سوچو، آبرو کے سسرال والے تو یہی سمجھیں گے نہ کہ انکا کوئی والی وارث نہیں!" وہ چاہتی تھیں کہ آفاق کے علاوہ بھی انکے خاندان کا کوئی مرد انکی شادی پر موجود ہو۔

"یہاں آؤ، باپ بن کر انہیں رخصت کرو، اپنی ذمہ داریوں کا کچھ تو احساس کرو! مانا کہ ہم بہت ظالم ہیں، تمہاری زندگی ہم نے برباد کر دی تھی لیکن حیات نے تو ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا تھا نہ کم از کم ایک بار اسی کا سوچ لو" فیضان کا مسلسل انکار انہیں غصہ دلا چکا تھا۔

"تمہارے اس قدم سے اسکی روح کو سکون پہنچے گا فیضان" کمرے میں داخل ہوتا آفاق دروازے پر ہی رک گیا۔"

"تم سے ہمیں ایک نہیں بہت سے گلے ہیں فیضان، اس بار آکر سب شکایتیں دور کر دو" وہ قدم اٹھاتا صوفے پر رابعہ بیگم کے پاس آبیٹھا۔"

"تم تو ایسے بات کرتے ہو جیسے تمہارے پیچھے والے سب مر گئے ہوں، ہمیں اتنی اذیت مت دو کہ ہم واقعی مر جائیں" رابعہ بیگم کی اس بات پر آفاق نے خفگی بھری نظروں سے انہیں دیکھا اور ہاتھ بڑھاتے موبائل مانگا، جس پر رابعہ بیگم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔

"اگر تم اپنی کسی ایک بھی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتے ہو تو واپس آجاؤ، لائبہ اور فاطمہ کو بھی ساتھ لاؤ تا کہ انہیں معلوم ہو کہ ان کے بھی کوئی رشتہ دار باقی ہیں، جنہیں تم مار چکے ہو" وہ اب تھکنے لگی تھیں، غصے کی جگہ ایک بار مایوسی لے چکی تھی۔

"میں اس بار بھی فیصلہ تم پر چھوڑتی ہوں، چاہو تو اس بار آکر سب گلے شکوے دور کر دو اور اگر اس بار تم نہیں آئے تو یاد رکھنا کہ پھر میرے مرنے پر بھی۔۔۔۔۔" آفاق موبائل انکے ہاتھ سے لے چکا تھا، جس سے انکی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ خفگی بھری ایک نظر رابعہ بیگم پر ڈالتا موبائل کان سے لگائے کمرے سے چلا گیا جبکہ پیچھے بیٹھی رابعہ بیگم کو اب واقعی اپنے کہے جملوں کا احساس ہونے لگا تھا۔

فواد اسے لیے سیدھا ہاسپٹل آیا تھا۔ ڈاکٹرز سے اپائنٹمنٹ وہ اس وقت فون پر ہی لے چکا تھا۔ ابتدائی چیک اپ کرواتے، ڈاکٹر کی تجویز پر انہوں نے شاہزین کے کچھ ٹیسٹ کروائے تھے، جن کی رپورٹس آتے ہی اب وہ ڈاکٹر کے سامنے موجود تھے۔ فواد نے ایک نظر سامنے بیٹھے ڈاکٹر کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی اور پھر شاہزین کی جانب دیکھا، جس کی نگاہوں کا مرکز ہاتھ میں تھامے موبائل کی سکرین تھی۔ لاپرواہی شاہزین پر آکر ختم ہوتی تھی۔ وہ اسی جانب دیکھ رہا تھا کہ ساعت سے ڈاکٹر کی آواز ٹکرائی

urdunovelsblog

آپ کی رپورٹس ٹھیک نہیں آئیں، مسٹر شاہزین"ڈاکٹر نے پیشہ ورانہ انداز میں بولتے شاہزین کی جانب دیکھا، جو موبائل کو بند کرتے اب ڈاکٹر کی جانب متوجہ تھا۔"

آپ کتنے سال سے سموکنگ کر رہے ہیں؟"کمرے میں چھائی خاموشی کو ایک بار پھر ڈاکٹر کی آواز نے توڑا۔اس سوال پر فواد نے فوراً شاہزین کی جانب دیکھا۔وہ آٹھ سال" سے شاہزین کو جانتا تھا مگر اسکی یہ عادت اس سے بھی پرانی تھی۔

یاد نہیں!"شاہزین کے اس جواب پر فواد نے اسے گھورا جبکہ ڈاکٹر نفی میں سر ہلاتے دوبارہ رپورٹس کی جانب دیکھنے لگا۔سامنے بیٹھے شاہزین کو واقعی یاد نہ تھا کہ اس نے" !پہلی بار کب سگریٹ اپنے ہاتھ میں تھامی تھی

میں آپکو مزید کچھ ٹیسٹ لکھ کر دے رہا ہوں، جتنا جلدی ہو سکے انکی رپورٹس لے کر میرے پاس آئیں تاکہ آپکا مکمل علاج شروع کیا جا سکے"ایک کاغذ پر پین چلاتے ڈاکٹر" شاہزین سے مخاطب تھا۔

کوشش کریں آج سے ہی اپنی اس عادت کو ترک کر دیں، اس سے پہلے کہ یہ آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہو"وہ کاغذ شاہزین کی جانب بڑھاتے ڈاکٹر نے اپنی بات مکمل" کی۔

سرمئی صوفے پر بیٹھیں صالحہ بیگم کی نگاہوں کا مرکز سامنے موجود سبرینہ تھی، جو کچھ دیر پہلے ہی یہاں پہنچی تھیں جبکہ رابعہ بیگم کو آئے ایک گھنٹہ بیت چکا تھا۔آج کی اس ملاقات کا مقصد شادی کی تاریخ طے کرنا تھا۔

میرے خیال سے اگلے ماہ کا آخری جمعہ ٹھیک رہے گا"بات کا آغاز کرتے رابعہ بیگم نے مشورہ دیا۔"

کیونکہ تب آفاق کی چھٹی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، اس مہینے کے آخر تک اسکا کورس مکمل ہو جائے گا، اسکے بعد اسکے لیے چھٹی لینا بھی آسان ہو گی"انہوں نے تجویز" دیتے اپنا مسئلہ پیش کیا۔

تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نہ سبرینہ؟"صالحہ بیگم نے سامنے بیٹھی سبرینہ کو مخاطب کیا۔"

،نہیں نہیں، بالکل نہیں"جوس کا گلاس واپس ٹیبل پر رکھتے وہ مسکرائیں"

آپ لوگوں کو جو تاریخ مناسب لگے طے کر لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، میری بس ایک گزارش ہے کہ زیادہ تاخیر نہ ہو"انکی بات پر رابعہ بیگم بولنے لگیں۔"

urdunovelsblog

میں خود یہی چاہتی ہوں کہ یہ فرض جلد از جلد ادا کر دیا جائے پر دراصل۔۔۔" بات ادھوری چھوڑتے انہوں نے صالحہ بیگم کی جانب دیکھا، جو انہیں کی جانب دیکھ رہی" تھیں۔ وہ نظروں ہی نظروں میں جان چکی تھیں کہ رابعہ بیگم کس بارے میں بات کرنے والی ہیں۔

میرا ایک اور بھائی ہے فیضان، آبرو کے تایا!" انکی جانب متوجہ سبرینہ کے کان اس نام پر ایک دم کھڑے ہوئے، اس نام سے منسلک چہرہ فوراً ذہن کے پردے پر لہرایا۔"

وہ 27 سال سے بیرون ملک مقیم ہے، میں بس یہ چاہ رہی ہوں کہ وہ بچیوں کی زندگی کے اس اہم موقع پر ان کے ساتھ ہو، باپ بن کر انہیں اس گھر سے رخصت کر" سکے" رابعہ بیگم تفصیلا بات بتاتے خاموش ہو گئیں جس پر سبرینہ کے دماغ میں آتا خیال زائل ہو گیا۔ رابعہ بیگم صرف فیضان کی واپسی کی مدھم امید پر یہ بات کر رہی تھیں جو انہیں کل رات فیضان سے بات کرنے پر محسوس ہوئی تھی، سبرینہ نے آس پاس چھائی خاموشی محسوس کرتے ان دونوں کی جانب دیکھا جو اس کے جواب کی منتظر تھیں۔

جی، میں سمجھ سکتی ہوں، اگلے مہینے کا آخری جمعہ ہی مناسب رہے گا" سبرینہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، جس پر رابعہ بیگم بھی مسکرائیں جبکہ صالحہ بیگم کی تشکر بھری" نظریں سبرینہ پر تھیں۔ وہ ان کی زندگی میں ایک فرشتہ بن کر واپس آئیں تھیں۔

میں تمہاری بہت مشکور ہوں سبرینہ، تم نے میری اتنی بڑی پریشانی دور کر دی ہے، اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو کبھی بھی اتنی آسانی سے ہر بات پر راضی نہ ہوتا" صالحہ بیگم" کے لہجے میں تشکر جبکہ آنکھوں میں نمی تھی۔

، صالحہ ٹھیک کہہ رہی ہے، میں خود آپ کی شکر گزار ہوں، آپ نے دوستی کا فرض بخوبی ادا کیا ہے" رابعہ بیگم بھی ہونٹوں پر مدھم مسکراہٹ لیے بولیں"

urdunovelsblog

ایسی بات نہیں ہے، میں نے یہ رشتہ صرف اپنی اور صالحہ کی دوستی کی وجہ سے نہیں جوڑا بلکہ یہ میری دلی خواہش تھی کہ آبرو میری بہو بنے" سبرینہ نے وضاحت دیتے" ، رابعہ بیگم کی جانب دیکھا

"اور ویسے بھی آبرو جیسی بچی کو تو کوئی بھی اپنانا چاہے گا"

یہ تو آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے ورنہ ہمارے معاشرے میں ہر کوئی آپ کی طرح نہیں سوچتا، یہاں ایک طلاق یافتہ لڑکی کے لیے دوبارہ زندگی شروع کرنا آسان نہیں!" رابعہ" ، بیگم کی بات پر سبرینہ بولنے لگی

بالکل، ہمارے معاشرے میں طلاق صرف عورت کو ہوتی ہے تبھی تو مرد ایک جھٹکے میں یہ رشتہ توڑ دیتے ہیں، نئی زندگی کا آغاز مرد کے لیے جتنا آسان ہوتا ہے، عورت" کے لیے اتنا ہی مشکل ہے! اگر طلاق کے بعد انہیں بھی ایک عورت کی طرح نیا رشتہ بنانے میں مشکلات پیش آئیں تو وہ کبھی بھی ایک دم بغیر سوچے سمجھے رشتہ ختم نہ کریں" سبرینہ کی ہر بات تلخ مگر حقیقت تھی۔

!معاشرے کی باتیں، طعنے، الزام سب صرف عورت کے لیے ہی ہوتا ہے" طلاق کے بعد عورت کی زندگی کے مسائل کے بارے میں سبرینہ سے بہتر آخر کون جانتا تھا"

شاہزین کے تمام ٹیسٹ کروا کر اب ان دونوں کا رخ گاڑی کی جانب تھا۔

دو دن بعد تمہیں ان تمام ٹیسٹ کی رپورٹس لے کر دوبارہ ڈاکٹر کے پاس آنا ہے" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے فواد نے ساتھ بیٹھے شاہزین کو مخاطب کیا، جو ایک بار پھر موبائل" میں مصروف ہو چکا تھا۔

،شاہزین میں تم سے بات کر رہا ہوں" اسکی جانب سے کوئی جواب نہ پاتے اس بار فواد اونچی آواز میں بولا"

اوکے باس، اور کچھ۔۔۔" شاہزین نے ہنستے ہوئے موبائل ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ فواد خفگی سے اسکی جانب دیکھتے خاموش رہا۔"

،تم اپنی صحت کے بارے میں سنجیدہ ہو جاؤ شاہزین، خود پر توجہ دو" شاہزین نے خاموشی سے اسکی بات سنتے اپنی جیکٹ سے سگریٹ نکالی، جسے دیکھتے فواد غصے سے بولا"

،خدا کے لیے اب اس کو چھوڑ دو" اس نے سگریٹ اس کے ہاتھ سے لیتے باہر پھینکی"

"تم نے ڈاکٹر کی بات نہیں سنی تھی کیا؟"

کم آن یار، کچھ نہیں ہوتا، یہ ڈاکٹرز بس ایسے ہی چھوٹی سی بات پر ڈرا دیتے ہیں" شاہزین کے لہجے میں بیزاری واضح تھی۔ فواد نے گہرا سانس لیتے شاہزین کی جانب دیکھا جو" اب دوبارہ سگریٹ نکال رہا تھا۔

،اسے چھوڑ دو شاہزین!" اس کے لہجے میں التجاء تھی۔ شاہزین نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا"

،ایک شرط پر!" شاہزین نے سگریٹ ڈیش بورڈ پر رکھتے کہا"

تم ڈیڈ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرو گے" اسے معلوم تھا کہ فواد سب سے پہلے یہ بات فیاض لاشاری کو بتائے گا۔"

urdunovelsblog

،کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میری وجہ سے پریشان ہوں" اسکی بات پر فواد فوراً بولا"

تمہیں انکل کی اتنی فکر! سب خیر تو ہے؟" فواد نے آئبرو اچکاتے سوال کیا۔"

فضول مت بولو، میری شرط پر غور کرو" جیکٹ سے لائٹر نکالتے اس نے فواد کو جواب دیا۔"

،منظور ہے" فواد کے جواب پر وہ مسکرایا"

"گڈ، چلو اب واپس کیفے چلو، مجھے کافی پینی ہے"

"جی نہیں، اب ہم سیدھا گھر جائیں گے، تمہاری ایک بات مان چکا ہوں اب دوسری نہیں مانوں گا"

،کرلو اپنی مرضیاں، آخر ڈرائیونگ سیٹ پر جو بیٹھ گئے ہو" وہ خفگی سے بولا"

تمہیں دو دن بعد رپورٹس لینی ہیں شاہزین یاد رکھنا" گاڑی سٹارٹ کرتے وہ شاہزین کو ایک بار پھر سمجھانے لگا۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتی رابعہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوئی جو موبائل ہاتھ میں تھامے، چہرے پر شاک کے تاثرات لیے بیٹھی تھیں۔

کیا ہوا ہے امی، سب خیر تو ہے نہ؟" اس کے دل کو ایک دم ایک انجانے خوف نے آگھیرا مگر رابعہ بیگم اسکی جانب دیکھتے اچانک مسکرانے لگیں۔"

وہ آرہا ہے مہمل!" خوشی انکے چہرے سے واضح تھی۔"

کون امی، بھائی؟" وہ حیران تھی کہ آفاق کو گئے تو ابھی صرف ایک ہفتہ ہوا تھا اور اسکی واپسی اتنی جلدی تو ممکن نہ تھی۔"

،ہاں مہمل، میرا بھائی آرہا ہے! فیضان پاکستان آرہا ہے" انکی خوشی کی وجہ اب واضح تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور قدم کچھ فاصلے پر کھڑی مہمل کی جانب بڑھائے"

ابھی اسکی کال آئی تھی، وہ اگلے ہفتے اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان آرہا ہے، تب تک آفاق بھی واپس آجائے گا، میں۔۔۔ میں بہت خوش ہوں مہمل" وہ اسے ساتھ لگاتے"

بول رہی تھیں۔ کچھ لمحے یوں ہی خاموشی کی نظر ہوئے۔

چلو بیٹا، ہمیں بہت سی تیاریاں کرنی ہیں، وہ بہت عرصے بعد واپس آرہا ہے" ان کی خوشی دیدنی تھی۔ مہمل سے الگ ہوتے وہ باہر کی جانب قدم اٹھانے لگیں۔"

urdunovelsblog

امی آپ توان سے ناراض تھیں نہ؟"دل میں آتا سوال مہمل کی زبان پر آگیا، جس پر رابعہ بیگم کے بڑھتے قدم تھمے، وہ پلٹیں، چہرے پر ایک طمانیت بھری مسکراہٹ" تھی۔

ناراض تھی مہمل اب نہیں ہوں، ساری ناراضگی اس کے واپسی کے فیصلے کے ساتھ ختم ہوگئی"وہ مسکرا کر کہتے چلی گئیں۔ وہ بہن تھیں اور بہنیں اکثر بھائیوں کی تمام" خطائیں انکے ایک عمل پر معاف کر دیتی ہیں۔

گاڑی پارک کرتے اس نے ایک نظر ہسپتال کی عمارت کی جانب دیکھا اور قدم اس جانب بڑھا دیے۔ ارادہ نہ ہونے کے باوجود بھی وہ آج رپورٹس لینے ہسپتال آیا تھا، وجہ فواد کا بار بار اصرار کرنا تھا۔ وہ کل سے اسے مسلسل کالز پر کالز کرتے یاد دلا رہا تھا۔ اگر وہ شہر سے باہر نہ ہوتا تو اب تک وہ شاہزین کو خود ہسپتال لے آیا ہوتا۔

کچھ دیر بعد وہ اسی ڈاکٹر کے پاس موجود تھا۔ رپورٹس ڈاکٹر کے پاس تھیں، جس کا سنجیدہ چہرہ شاہزین کو کسی بری خبر کے لیے تیار کر رہا تھا۔

،مسٹر شاہزین آپ کی یہ رپورٹس بھی بالکل ٹھیک نہیں آئیں"وہ شاہزین کی جانب دیکھتے بولا"

آپ کو سٹیج ٹو لنگز کینسر ہے!"یہ جملہ شاہزین کے لیے بہت بھاری تھا! کچھ لمحے تو اسے ڈاکٹر کی بات پر یقین ہی نہ آیا گویا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔"

اور وجہ مجھ سے بہتر آپ خود جانتے ہیں"شاہزین کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا، ایسا کیسے ہو سکتا تھا، ایک دم یوں! اس کے کانوں میں صرف ایک ہی لفظ گونج رہا" "!تھا"کینسر

آپ کو ہر صورت سموکنگ چھوڑنا ہوگی!"ڈاکٹر کا لہجہ سخت تھا۔ شاہزین کچھ لمحے خاموش رہا۔ سامنے ظاہر ہوتی تلخ حقیقت کا اعتراف اسے نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑا۔"

!یہ میرے لیے بہت مشکل ہے!"وہ مدھم آواز میں حقیقت بیان کر رہا تھا، برسوں سے لگی عادتیں یوں ایک دم چھوڑنا آسان نہیں"

میں جانتا ہوں، یہ کام آسان نہیں مگر آپ کو آہستہ آہستہ اسے اپنی زندگی سے نکالنا ہوگا کیونکہ اس سے آپ کی جان کو خطرہ ہے! آپ سمجھدار ہیں سمجھنے کی کوشش کریں" آپ کی تھوڑی سی بداحتیاطی آپ کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے"ڈاکٹر اسے سمجھانے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

کیا اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں؟"شاہزین کا سوال بے معنی تھا مگر اس کی آواز میں پوشیدہ بےبسی سے واضح تھا کہ اب اس کے اختیار سے باہر تھی۔ وہ شفا چاہتا تھا مگر جو" علاج اسے بتایا جا رہا تھا وہ اس کے لیے بہت مشکل تھا۔

urdunovelsblog

"نہیں ! آپ جلد از جلد ریہیبلیٹیشن سینٹر جائیں، وہ یقیناً اس معاملے میں آپکی مدد کریں گے" ڈاکٹر کا جواب صاف اور واضح تھا۔ کچھ لمحے دونوں جانب سے الفاظ کی کوئی آمد و رفت نہ ہوئی۔

"میں آپ کو کچھ میڈیسنز لکھ کر دے رہا ہوں، دو ہفتے بعد دوبارہ میرے پاس آیے گا" کاغذ پر پین چلاتے ڈاکٹر نے اسے مخاطب کیا، وہ اب بھی خاموش رہا۔

"مگر یاد رکھیے آپ کی بیماری کا سب سے بڑا علاج، سگریٹ نوشی کو ترک کرنا ہے !" وہ کاغذ شاہزین کی جانب بڑھاتے بولا، جس پر شاہزین بے تاثر چہرہ لیے کچھ لمحے اسے دیکھتا رہا اور اپنی جگہ چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے کی قریب پہنچتے اسکی سماعت سے دوبارہ ڈاکٹر کی آواز ٹکرائی،

"میری بات یاد رکھیے گا شاہزین، آپ کی ذرا سی لاپرواہی آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے" ڈاکٹر کے الفاظ پرانے تھے مگر سننے والے کانوں نے یہ الفاظ آج بہت غور سے سنتے تھے۔ وہ بغیر پلٹے دروازہ عبور کر گیا۔ ہسپتال کی راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر ڈاکٹر کی کہی ہر بات کو جھٹکنا چاہا اسی نے تو اس دن فواد سے کہا تھا کہ ڈاکٹرز معمولی سی بات پر بھی ڈرا دیتے ہیں مگر کانوں میں ایک بار پھر ڈاکٹر کے الفاظ گونجنے لگے کہ ایک دم اسکی نظر شیشے کے دروازے میں نظر آتے اپنے عکس پر پڑی، آنکھوں کے نیچے پڑے گہرے ہلکے، جامنی ہونٹوں کے ساتھ زرد پڑتا رنگ، وہ چہرے سے ہی بیمار نظر آ رہا تھا۔ آج اسکا سامنا زندگی کی تلخ حقیقت سے ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، یہ اسے کیا ہو گیا تھا؟ کیا اس کا وقت ختم ہونے والا تھا؟ کیا اسکی زندگی بس یہیں تک تھی ؟ اسے آس پاس موجود ہر چیز بے معنی لگنے لگی تھی۔ جسم میں پیدا ہوتی کپکپاہٹ پر قابو پاتے وہ خود کو گھسیٹتے قدم باہر کی جانب بڑھانے لگا۔

urdunovelsblog

وہ صالحہ بیگم کو لیے ہسپتال آئی تھی۔ کل رات ان کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ ہسپتال آنے سے پہلے وہ تاشفین کو اطلاع دے چکی تھی۔ صالحہ بیگم کا معائنہ کرتے تاشفین نے اس بار انکی دوایاں تبدیل کی تھیں۔ وہ آج کافی مصروف تھا، اس لیے زیادہ دیر ان کے پاس رک نہیں سکا۔ دوائیوں کے لیے وہ اپنے اسسٹنٹ کو بھیج چکا تھا۔ آبرو اور صالحہ بیگم اس وقت اس کے آفس میں موجود تھیں۔ موبائل پر اصباح کو میسج کرتے اس نے سامنے بیٹھیں صالحہ بیگم کی جانب دیکھا، آس پاس نگاہ دوڑاتے ان کے چہرے پر مسکان تھی۔ رشک بھری نگاہوں سے وہ کبھی آس پاس دیکھتیں تو کبھی آبرو کو ! ان کی آنکھوں میں موجود خوشی اور چہرے پر چھائی طمانیت ان کی دلی کیفیات کو بخوبی ظاہر کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اسسٹنٹ اندر داخل ہوا،

"یہ لیں میم !" اس نے دوائیوں والی تھیلی آبرو کی جانب بڑھائی،

بہت شکریہ آپکا! اس نے مسکراتے وہ تھیلی تھامتے شکریہ ادا کیا۔ باہر جانے کا ارادہ کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور صالحہ بیگم کو ساتھ لیے باہر کی جانب چل پڑی۔ راہداری" عبور کرتے وہ اپنے لیے کیب بک کروا رہی تھی۔ تاشفین نے اسے کہا تھا کہ وہ ڈرائیور سے کہہ کر انہیں گھر تک چھوڑ دے گا مگر آبرو نے اسکا شکریہ ادا کرتے اسے انکار کر دیا تھا۔ جس پر تاشفین نے اسکے انکار کا احترام کرتے مزید اصرار نہیں کیا۔ سگنلز کی کمی کی وجہ سے وہ کیب ڈرائیور کو کال نہیں کر پا رہی تھی۔ صالحہ بیگم کو ایک جگہ ٹھہراتے وہ باہر گئی تاکہ ڈرائیور کو کال کر سکے۔ صالحہ بیگم وہیں کھڑی تھیں کہ پاس سے گزرتا ایک شخص ان سے ٹکرایا، اس سے پہلے کے وہ توازن برقرار نہ رہ پانے کی وجہ سے گرتیں، مقابل نے انہیں سہارا دیا۔ غلطی سراسر اس شخص کی تھی۔ صالحہ بیگم نے سنبھلتے ہی مقابل کی جانب دیکھا، وہ شاہزین لاشاری تھا! شاہزین کی نظر زمین پر گری چیزوں پر تھی۔ اس نے جھک کر اپنی فائل کے ساتھ ان کا پرس اٹھایا اور انکی جانب بڑھایا کہ صالحہ بیگم کی نظر شاہزین کے چہرے پر پڑی، آنکھوں کے نیچے پڑے گہرے ہلکے، زرد پڑتا رنگ، ماتھے پر بکھرے بال، اسکا چہرہ اسکی بیماری کی عکاسی کر رہا تھا۔

،شکریہ بیٹا" بیگ پکڑتے وہ مسکرائیں، شاہزین نے فوراً صالحہ بیگم کی جانب دیکھا"

تم ٹھیک ہو بیٹا؟" نجانے اسکی آنکھوں میں نظر آتے تاثر کا اثر تھا یا خون کی کشش کہ وہ اس سے اسکا حال پوچھنے لگیں، شاہزین نے بے اختیار ان کے شفیق چہرے کو غور سے" دیکھا جبکہ دماغ میں انکا کہا لفظ "بیٹا" گونجنے لگا۔ کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو نے صالحہ بیگم کی جانب بڑھتے ایک نظر انکے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا، قدموں کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی، دماغ میں فوراً سوال پیدا ہوا کہ آخر یہ شخص یہاں کیا کر رہا تھا؟

بیٹا تم ٹھیک ہو؟" صالحہ بیگم نے اپنا سوال دہرایا جبکہ سامنے کھڑا شخص اس وقت اپنی بدلتی کیفیات پر حیران تھا، زندگی میں پہلی بار وہ بولنے کے لیے الفاظ تلاشنے میں ناکام" ہوا تھا، یہ اسے کیا ہو رہا تھا؟ اسکے الفاظ حلق میں جمع ہوتے آنسوؤں نے سلب کر لیے تھے۔ اس نے فوراً اپنی کیفیت کو جھٹکتے اثبات میں سر ہلایا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے ،چلا گیا جبکہ اسکے جانے کی کچھ لمحے بعد آبرو وہاں پہنچ گئی۔ صالحہ بیگم سے نظر ملتے ہی اس نے فوراً سوال کیا

یہ۔۔ یہ آپ سے کیا کہہ رہا تھا؟" اشارہ راہداری کے دوسرے حصے کی جانب جاتے شاہزین کی طرف تھا۔"

!کچھ نہیں بیٹا، وہ بس میرا پرس اٹھا کر دے رہا تھا" صالحہ بیگم کے جواب پر آبرو نے حیرت سے انہیں دیکھا، شاہزین اور کسی کی مدد! ناممکن"

کافی بیمار لگ رہا تھا بچہ" صالحہ بیگم کے لہجے میں فکر تھی۔ انکی اس بات پر آبرو کے دماغ میں آیا کہ شاید اسے دیکھنے میں غلطی ہوئی ہو، وہ شاہزین نہیں کوئی اور ہو! موبائل" ،کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا

آجائیں امی، کیب آگئی ہے" وہ ہر خیال جھٹکتے صالحہ بیگم کو ساتھ لیے باہر کی جانب بڑھ گئی۔"

وہ ایئر پورٹ سے سامان لے کر باہر آئے، ٹریفک کی وجہ سے آفاق کو پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ سامان کو ایک جانب رکھتے وہ اب ان کے منتظر تھے۔ سیاہ ٹراؤزر کے ساتھ سیاہ شرٹ پہنے وہ آس پاس نظر دوڑا رہا تھا۔ چہرے پر ہلکی ہلکی سفید داڑھی اور سر پر موجود سفید بال اسکی عمر کی عکاسی کر رہے تھے۔ وہ بھوری آنکھوں والا شخص کوئی اور نہیں فیضان صدیقی تھا جو آج 27 سال بعد اس سرزمین پر واپس آیا تھا۔ ان سالوں میں وہ تین بار مسافروں کی طرح اپنوں کے آخری دیدار کی خاطر لوٹا تھا مگر اس بار واپسی کی وجہ کچھ اور تھی۔ اس زمین سے دور جانا اس کی خواہش نہیں مجبوری بن گئی تھی اور آج وہ سب تلخ یادیں ایک بار پھر اسکے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔ ان کے ساتھ سیاہ لباس میں موجود وہ نفیس عورت فاطمہ صدیقی تھیں، انکی شریک حیات، انکی ہمسفر! مگر اتنے سال گزر جانے کے باوجود بھی ان کے درمیان موجود رشتہ اتنا ہی کمزور تھا جتنا یہاں سے جاتے وقت جس کی وجہ خود فیضان تھا۔ فیضان اور فاطمہ کے درمیان کھڑی گلابی رنگ کی فراک میں ملبوس وہ 15 سالہ بچی انکی اکلوتی بیٹی لائبہ صدیقی تھی، ان کی زندگی، انکی کل کائنات! وہ چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ سجائے آس پاس کی چیزوں کو بہت اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ اسکی بھوری آنکھیں ہو بہو فیضان جیسی تھیں جبکہ باقی نقوش اس نے اپنی ماں سے چرائے تھے۔ بظاہر عام نظر آنے والی لائبہ بہت خاص تھی، محض پندرہ برس کی عمر میں وہ ایک بڑی بیماری سے لڑ رہی تھی۔ کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ اسے کچھ فاصلے سے آتا آفاق دکھائی دیا، آخری بار فیضان کی اس سے ملاقات حیات کی وفات پر ہوئی تھی۔ گزرے سالوں میں وہ بہت بدل گیا تھا۔ اب وہ ایک خوبرو مرد تھا بالکل اپنے باپ جیسا!

اس کے ساتھ چلتی رابعہ بیگم پر نظر پڑتے فیضان کے چہرے پر ایک آسودہ مسکراہٹ در آئی، بے شک بڑی بہنیں ماں کا عکس ہوتی ہیں! فیضان پر نظر پڑتے رابعہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو جبکہ قدموں میں تیزی آگئی۔ اگر ایک جانب بہن میں ماں کا عکس نظر آیا تھا تو دوسری جانب رابعہ بیگم کو ہمیشہ اپنے اس بھائی میں اپنے ابو کی تشبیہ محسوس ہوتی تھی۔ وہ انکے قریب پہنچتے ایک لمحہ رکیں اور پھر آگے بڑھتے انکے گلے لگ گئیں۔ دونوں کی آنکھیں نم جبکہ چہروں پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔ اتنے سال کا فاصلہ بھی خون کی کشش پر حاوی نہ ہو سکا۔ فیضان سے الگ ہوتے وہ فاطمہ سے ملنے لگیں جبکہ فیضان آگے بڑھتے آفاق سے گلے ملا۔ ان سب کی اس جذباتی ملاقات کو پاس کھڑی لائبہ بہت خوشگوار حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ اچانک اپنے باپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے وہ متفکر ہوتے فیضان کے قریب آئی،

"بابا، واٹ ہیپنڈ؟ وائے آر یو ویپنگ؟" وہ اپنے انگریزی لب و لہجے میں بولی تو فیضان نے اپنے آنسو صاف کرتے اسے اپنے ساتھ لگایا اور رابعہ بیگم کو مخاطب کیا،

"آپا!" رابعہ بیگم جو فاطمہ کے ساتھ کھڑی تھیں اسکی جانب مخاطب ہوئیں۔"

"لائبہ، میری بیٹی!" وہ سب سے اسکا تعارف کرواتے بولا، جس پر رابعہ بیگم نے آگے بڑھتے اسے گلے لگایا۔"

urdunovelsblog

وہ کچھ دیر پہلے ہی ہسپتال سے گھر پہنچے تھے۔ لاؤنج میں بیٹھی صالحہ بیگم فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھیں جبکہ آبرو اپنے کمرے سے نکلتے کچن میں گئی جہاں اصباح شام کی چائے بنانے میں مصروف تھی۔ کچن سے نکلتے آبرو کا رخ اب لاؤنج کی جانب تھا۔ وہ قدم اٹھاتی صالحہ بیگم کے ساتھ جا بیٹھی جو موبائل ہاتھ میں پکڑے کسی سوچ میں گم تھیں۔

کیا ہوا امی، سب ٹھیک ہے؟" اسکے سوال پر صالحہ بیگم نے اسکی جانب دیکھا۔"

ہاں بیٹا سب ٹھیک ہے، میں بس یہ سوچ رہی تھی کہ اتنے کم وقت میں شادی کی تیاریاں کیسے ہوں گی؟" انہوں نے اپنی مشکل اسکے سامنے رکھی۔"

"وقت بہت کم ہے، اتنے کم وقت میں ساری تیاریاں کرنا بہت مشکل ہے، میں۔۔۔۔"

مشکل ہے امی مگر ہم کر لیں گے، آپ پریشان مت ہوں، آپ صرف اپنا خیال رکھیں" وہ انہیں تسلی دینے لگی۔"

میں نے لون کے لیے اپلائی کیا ہے، انشاللہ تین سے چار دن میں وہ اپروو ہو جائے گا" وہ انہیں مطلع کر رہی تھی۔"

اس کی کیا ضرورت تھی آبرو، ہم وہ پلاٹ بیچ سکتے تھے" اسے معلوم تھا وہ کس جگہ کا ذکر رہی تھیں۔"

،نہیں امی، میں نے وہ جگہ دیکھی ہے، رہائش کے لحاظ سے بہترین ہے، ہم جلد وہاں اپنا گھر بنائیں گے" وہ انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے بولی"

"مگر بیٹا۔۔۔"

اس کے لیے آپ پریشان مت ہوں امی، میں ہوں نہ، مجھ پر بھروسہ رکھیں" اسکی اس بات پر صالحہ بیگم نے آگے بڑھتے اسکا ماتھا چوما۔ اس نے واقعی بیٹی ہونے کا ہر حق ادا" کیا تھا۔ خود کو فراموش کرتے ہر بار وہ انہیں کا سوچتی تھی اور آج بھی وہ یہی کر رہی تھی۔

کاش آج تمہارے ابو اور حفصہ بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو سب کتنا مکمل اور اچھا لگتا" وہ آنکھوں میں آنسو لیے بولیں، سامنے بیٹھی آبرو کے چہرے کا رنگ بھی ایک دم" ، تبدیل ہوا۔ خوشی کے موقع پر خود سے بچھڑے اپنوں کے یاد نہ آئے ایسا کیسے ہو سکتا تھا! کچھ لمحے یوں ہی خاموشی کی نذر ہوئے کہ صالحہ بیگم بولنے لگی

آبرو ابھی تمہاری پھپھو کا فون آیا تھا، فیضان بھائی۔۔۔۔ تم لوگوں کے تایا واپس آگئے ہیں" وہ خاموشی سے انکی بات سن رہی تھی۔"

کل شام کو ہمیں ان سے ملنے جانا ہے" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا، ذہن کے پردے پر ایک دھندلا سا عکس دکھائی دیا، اس نے پہلی اور آخری بار فیضان" کو حیات صاحب کی وفات پر دیکھا تھا۔

وہ ہسپتال سے واپسی پر دو گھنٹے تک یوں ہی گاڑی سڑک پر ادھر سے ادھر گھماتا رہا۔ کانوں میں مسلسل ڈاکٹر کی باتیں گونج رہی تھیں، دل کی دھڑکن بے ربط تھی۔ کیا واقعی وہ اپنی موت کے اتنے قریب تھا؟ کیا اسکا انجام یوں لکھا تھا؟ وہ اپنی پوری زندگی ہر چیز کو غیر سنجیدہ طریقے سے دیکھتا آیا تھا مگر اب زندگی اسے سنجیدگی کے اصل معنی سے آگاہ کرنے والی تھی۔ دو بار اس نے سگریٹ جلانے کی کوشش کی مگر دونوں بار ڈاکٹر کی کہی آخری بات اس کے ذہن میں گونجنے لگتی اور اسکے کانپتے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ جاتی۔ دل میں بار بار ایک خیال آتا کہ کیا اس کے جانے سے کسی کو کوئی فرق پڑے گا؟ کیا کسی کی زندگی متاثر ہو گی؟ کیا کوئی اسے یاد کرنے والا ہو گا؟ اور دماغ بار بار چیخ کر

!"ناں" میں جواب دیتا

اس نے کال کرتے فواد کو بتانے کی بھی کوشش کی مگر پھر فون رکھ دیا۔ وہ کسی سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گھر آ کر بھی وہ دوپہر سے اپنے کمرے میں موجود تھا، رات ہونے کو آئی تھی مگر کوئی ایک بار بھی اسے دیکھنے یا پوچھنے نہیں آیا تھا! فواد کی کئی بار کال آئی تھی جسے اس نے کاٹ کر فون بند کر دیا تھا۔ فیاض صاحب شہر سے باہر تھے جبکہ شہریار اور فائقہ بیگم کی اسے کوئی خبر نہ تھی۔ بزنس کے لیے بھی شہریار موجود تھا، کسی کو بھی اس کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر اس کے ساتھ ہی اسے یہ احساس ہوتا کہ اس نے بھی آج تک کہاں ان سب کی فکر کی تھی؟ کتنی بار وہ اپنے گھر والوں کے لیے پریشان ہوا تھا؟ ہفتہ ہفتہ گھر سے باہر رہتے وہ ان سب کو اس چیز کا عادی کر چکا تھا۔ شام میں اس نے ملازم سے کہتے کافی بنوائی تھی اور اپنی ان سوچوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے وہ نیند کی گولی کھاتے سو گیا۔

urdunovelsblog

بس کچھ دن اور پھر میں یہ کمرہ چھوڑ کر چلی جاؤں گی" رتبہ نے بیڈ پر پڑے کپڑے سمیٹتے پاس بیٹھی حرم کو مطلع کیا جو دوسرے بیڈ پر بیٹھی مزے سے موبائل پر انگلیاں" چلانے میں مصروف تھی۔

کہاں جاؤ گی؟ شادی تمہاری نہیں آبرو اور اصباح کی ہو رہی ہے" حرم کی نظریں اب بھی سکرین پر تھیں۔"

تو آبرو کی شادی کے بعد اس کا کمرہ میرا ہی ہو گا نہ، کیوں آبرو؟" اس نے حرم کو جواب دیتے، ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوتی آبرو سے سوال کیا، اس سے پہلے کے آبرو"

، کوئی جواب دیتی حرم بولنے لگی

واہ بھئی واہ، کمرہ خالی ہونے سے پہلے ہی لوگ قبضہ کرنے کے لیے حاضر ہو گئے، واہ" حرم کے انداز اور بات پر آبرو مسکراتے ہوئے بیڈ پر جا بیٹھی جبکہ رتبہ آنکھیں گھماتے"

، ہوئے بولنے لگی

ہاں تو اب میرا بھی کمرہ ہونا چاہیے، مجھے بھی پورا حق ہے کہ میرا الگ، اپنا کمرہ ہو" کمرے میں داخل ہوتی اصباح نے رتبہ کی دفاعی وضاحت سنتے سامنے پڑے ڈریسنگ ٹیبل" کا رخ کیا۔

مجھے اپنا کمرہ دو گی نہ آبرو؟" اس نے ایک بار کمرے کی مالک سے بھی تصدیق چاہی، آبرو کے جواب کی منتظر حرم اور رتبہ دونوں تھیں۔ اس کی منتظر نظروں پر آبرو نے" ،اثبات پر سر ہلایا

لو اب ہو گئی تسلی" فتح سے بھرپور مسکراہٹ لیے رتبہ حرم کی جانب دیکھتی بولی جو اسے گھورتے ہوئے واپس اپنے موبائل میں مصروف ہو چکی تھی۔ ایک دم کچھ یاد آنے" ،پر رتبہ نے پاس پڑا شاپنگ بیگ اٹھایا اور اسے کھولنے لگی

ایک منٹ ادھر آنا اصباح" اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر کچھ تلاش کرتی اصباح کو مخاطب کیا جو اسکی آواز پر قدم اٹھاتی آبرو کے پاس آ بیٹھی۔ رتبہ نے اس تھیلے میں سے سرخ" رنگ کے دو دوپٹے نکالے، جن پر سنہرے رنگ کا خوبصورت کام ہوا تھا جبکہ سامنے جلی حروف میں "قبول ہے" لکھا تھا۔

میری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ۔۔۔۔۔ یہ تم دونوں اپنے نکاح والے دن اوڑھنا، بہت اچھے لگیں گے" وہ دوپٹہ ان دونوں کے سر پر اوڑھاتی بولی، حرم بھی اپنا موبائل" ،میز پر رکھتے اس جانب آئی، عین اسی وقت صالحہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں

،اچھے لگ رہے ہیں نہ امی؟" رتبہ نے انہیں مخاطب کرتے پوچھا"

،بہت، ماشاءاللہ!" صالحہ بیگم نم آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے بولیں"

اس کی کیا ضرورت تھی رتبہ!" آبرو نے رتبہ کی جانب دیکھتے کہا جو واقعی وقت کے ساتھ ساتھ بہت بدل گئی تھی۔"

،کیوں ضرورت نہیں تھی، آخر میرا بھی تو کچھ فرض بنتا ہے نہ" وہ مسکرا کر دوپٹے تہہ کرتی بولی کہ ساعت سے حرم کی آواز ٹکرائی"

ظاہر ہے اب کمرہ بھی تو لینا ہے" اس بار رتبہ نے پاس پڑا پرس زور سے اسکی جانب پھینکا، جسے بروقت پکڑتے حرم نے اپنے آپ کو بچایا۔ دروازے میں کھڑی صالحہ بیگم" نے دل سے اپنی بیٹیوں کی دائمی خوشیوں کی دعا کی۔

urdunovelsblog

رات کا ایک بج چکا تھا مگر رابعہ بیگم کی باتیں ختم ہی نہیں ہو رہی تھیں۔آخر اتنے سالوں بعد وہ اپنے بھائی سے ملی تھیں۔وہ اس وقت فیضان کے ساتھ اپنے کمرے میں موجود تھیں۔لائبہ کو مہمل اپنے ساتھ لے جا چکی تھی جبکہ آفاق بھی کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھ کر بعد میں چلا گیا تھا۔فاطمہ (فیضان کی بیوی) بھی کچھ دیر پہلے ہی اپنے کمرے میں گئی تھیں۔اب کمرے میں صرف وہ دونوں بہن بھائی موجود تھے۔

ابو نے اپنے آخری وقت میں تمہیں بہت یاد کیا تھا فیضان "وہ نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ ماضی کی بند کتاب کو کھول چکی تھیں۔جس کے جواب میں فیضان خاموش رہا۔"

وہ تم سے ملنا چاہتے تھے،اولاد کی دوری ماں باپ کو کھا جاتی ہے اور پھر وہی ہوا"انہوں نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔"

وہ ہمیشہ کے لیے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے،تمہاری دوری انہیں کھا گئی"ان کے لہجے میں درد تھا جبکہ سامنے بیٹھا فیضان ساکت نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔"

تم آئے تو صرف ان کے جنازے کو کندھا دینے!"اس بار لہجے میں خفگی تھی۔دوسری جانب اب بھی خاموشی تھی۔"

کیا ہم تمہیں ایک بار بھی یاد نہیں آئے؟"اس سوال میں پوشیدہ درد،تکلیف رابعہ بیگم کے لہجے سے عیاں تھا۔ایک آنسو انکی رخسار پر آ گرا جبکہ دوسری جانب چھائی" خاموشی انکی تکلیف میں اضافہ کر رہی تھی۔

تم حیات کی موت پر بھی صرف دو دن کے لیے آئے تھے،اس وقت اس کے گھر والوں پر کیا قیامت ٹوٹی تھی تمہیں اس بات سے کوئی سروکار نہ تھا"دل میں دفن برسوں" پرانے شکوے آج زبان پر آنے لگے تھے۔اس بات پر دوسری جانب چھائی خاموشی بالآخر ٹوٹ گئی۔

"بھول جائیں آپا،سب بھول جائیں،میں بھی بھولنا چاہتا ہوں"

تمہارے لیے واقعی سب بھولنا بہت آسان ہے فیضان!"لہجے میں تلخی کا عنصر واضح تھا۔"

ایسی بات نہیں ہے آپا،مانا کہ میں نے بہت غلط کیا مگر مجھے ان سب کے لیے مجبور بھی تو آپ سب نے ہی کیا تھا نہ"آج ہر وہ شکوہ زبان پر تھا،جسے ماضی کی کتاب اپنے اندر" دفن کر چکی تھی۔

بالکل صحیح کہہ رہے ہو تم،قصور واقعی ہمارا تھا!چلو چھوڑو ان سب باتوں کو جاؤ آرام کرو ویسے بھی تمہارا کافی وقت لے لیا ہے میں نے"لہجے میں غصہ تھا۔بات بگڑتی دیکھ" کر فیضان نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ رابعہ بیگم کے ہاتھ پر رکھا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا آپا،آپ۔۔۔۔"

،میں تمہاری ہر بات کا مطلب خوب سمجھتی ہوں" وہ اسکا اپنے ہاتھ سے ہٹاتے بولیں"

،اچھا نہ آپا، آئی ایم سوری، آپ ناراض تو مت ہوں" وہ اپنا ہاتھ انکے چہرے پر رکھتا بولا"

ماضی کا ذکر صرف آپ کے لیے ہی نہیں، میرے لیے بھی بہت تکلیف دہ ہے، اب میں آگیا ہوں، کوشش کروں گا کہ اپنی تمام غلطیوں کا ازالہ کر سکوں" اسکے لہجے میں" موجود پچھتاوا وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھیں۔

اچھا ٹھیک ہے، اب جاؤ، آرام کرو، کافی رات ہو گئی ہے" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں، جس پر فیضان بھی مسکراتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑا ہوا۔"

رابعہ بیگم کے کمرے سے نکلتے وہ اپنے کمرے کی جانب گئے، جس میں نیم اندھیرا تھا یقیناً فاطمہ سو چکی تھیں۔ تھکاوٹ تو انہیں بھی بہت تھی مگر یہ اس جگہ کا اثر تھا کہ نیند انکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ سیڑھیاں اترتے نیچے لاؤنج میں آئے اور قدم لان کی جانب بڑھائے کہ گیراج میں گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پڑی دکھائی دی۔ کچھ دیر بعد وہ اس کرسی پر بیٹھے ماضی کے تلخ دریچوں میں کھونے کے لیے خود کو تیار کر رہے تھے جنکا اثر اب تک ان کی زندگی سے زائل نہیں ہو پایا تھا!

آج سے 27 سال قبل اس روز جب فیضان سبرینہ کو چھوڑ کر واپس آیا تو اسے معلوم نہ تھا کہ اس بار اسے بلانے کا مقصد کیا تھا اور وہ اس بات سے بھی بے خبر تھا کہ اسکی امی اپنے بھائی کو فیضان اور فاطمہ کے رشتے کے لیے زبان دے چکی تھیں۔ فیضان سے اس رشتے کے متعلق بات کرنے پر اس کا انکار سب کو تشویش میں مبتلا کر گیا۔ ان دو دنوں میں اس پر خوب دباؤ ڈالا گیا اور اسے سوچنے کا وقت دیتے واپس بھیج دیا گیا۔ کراچی واپس پہنچ کر اسے بار بار خود پر افسوس ہوتا کہ کاش وہ سبرینہ کو شادی کے بعد فوراً ہی اپنے گھر لے جاتا مگر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے گھر والے تب بھی اس رشتے کو قبول نہ کرتے!

اس سے پہلے کہ وہ سبرینہ کو اعتماد میں لیتے اس سے کچھ بات کرتا، ایک رات اسے جلال صدیقی کی کال آئی، اس کی امی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ فوراً لاہور چلا گیا یہ جانے بغیر کہ یہ واپسی ہمیشہ کے لیے تھی۔ واپس جانا اسکی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی، اسکی امی کی طبیعت کی خراب تھی مگر اتنی نہیں کہ اسے یوں سب چھوڑ کر آنا پڑتا، بات کو بہت بڑھا چڑھا کر اس تک پہنچایا گیا تھا اور بات بڑھانے والے جلال تایا تھے۔ یہاں آ کر فیضان کو اتنی جلدی میں بلائے جانے کا مقصد سمجھ آیا، فاطمہ سے رشتے کی حامی بھرنے کے لیے سب نے اس پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ بس کسی بھی طرح اس سے شادی کے لیے راضی ہو جائے مگر فیضان اپنے انکار پر ڈٹا تھا اور بالآخر تنگ آ کر اس نے سب کو اپنے اور سبرینہ کے بارے سچ بتا دیا اور اسکی یہ غلطی پچھلی غلطی سے بھی زیادہ سنگین ثابت ہوئی۔ اسکی امی اس سے قطع کلام کر چکی تھیں کیونکہ فیضان نے انکا مان توڑا تھا۔ اس رات ایک دم اسکی امی کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی، وہ دل کی مریض تھیں معمولی سی لاپرواہی انکے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی اور

سب گھر والوں کی نظروں میں اس کا ذمہدار صرف اور صرف فیضان تھا۔گھر آتے ہی اسکی امی نے ایک فیصلہ سنایا کہ اگر فیضان نے فوراً سبرینہ کو طلاق دے کر فاطمہ سے شادی نہ کی تو آج کے بعد کبھی اس سے بات تو دور اسے دیکھیں گی بھی نہیں۔اس صورت میں فیضان کے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی۔اس نے بہت بار اپنے والدین سے بات کرنے کی کوشش کی مگر اس کی امی تو اس کا چہرہ تک دیکھنے سے بھی انکاری تھیں اور پھر مجبوراً فیضان صدیقی کو سبرینہ احمد سے کیا اپنا ہر عہد توڑنا پڑا، طلاق کے کاغذات پر دستخط کرنا اس کے اپنی زندگی کا سب سے مشکل ترین کام تھا۔سبرینہ کو طلاق دینے کے بعد اگلے روز ہی اسکا نکاح فاطمہ کے ساتھ کر دیا گیا۔اس دن نکاح کے کاغذات پر دستخط کرتے اسے اپنے گھر والوں سے شدید نفرت ہو گئی تھی۔کسی نے اسکا ساتھ نہیں دیا تھا سوائے حیات صدیقی کے جو ممکن طور پر سب کو قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر فیضان کی طرح وہ بھی ناکام ٹھہرا اور آخر بڑوں کی انا کی تسکین کی خاطر، ایک ان چاہا رشتہ بناتے، ایک عہد و پیماں پر بنایا گیا رشتہ توڑ دیا گیا۔نکاح کے بعد وہ دو دن تک گھر واپس نہیں آیا، اسے بہت افسوس تھا، اپنی بزدلی پر کہ وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہ کر سکا۔اسے بار بار سبرینہ کا خیال آتا کہ اس پر کیا بیتی ہو گی جب طلاق کے کاغذات اس تک پہنچے ہوں گے ! تین زندگیاں برباد ہوئی تھیں، جن میں دو قصوروار جبکہ ایک انسان بے قصور تھا، وہ فاطمہ تھی جو آج تک اپنے ناکردہ گناہ کی سزا کاٹ رہی تھی۔

نکاح کے ایک ہفتے بعد وہ خود پر قابو پاتے صارم کے پاس گیا جہاں اس پر ایک اور پہاڑ ٹوٹا کہ وہ سبرینہ کو اس کے نکاح کے بارے میں سب بتا چکا ہے۔وہ دن فیضان کی زندگی کا سب سے تلخ دن تھا۔ایک من چاہا رشتہ توڑتے وہ ایک ان چاہا رشتہ بنا چکا تھا۔وقت یونہی سست رفتار سے گزر رہا تھا، وہ گھر میں رہتے ہوئے بھی کسی کو مخاطب نہ کرتا، اپنی خوشیوں کا قاتل وہ انہی سب کو مانتا تھا۔یونہی ایک دن اس نے فاطمہ اور رابعہ بیگم کے درمیان ہوتی گفتگو سنی۔فاطمہ روتے ہوئے ان سے مخاطب تھی کہ وہ خود ایک ان چاہا وجود بن کر زبردستی کسی رشتے میں بندھنا نہیں چاہتی تھی مگر اسکا یتیم ہونا اسکی مجبوری بن گیا تھا۔اس روز پہلی بار فاطمہ کے لیے اسکا دل نرم پڑا، وہ بے قصور تھی، قصور تھا تو بڑوں کی انا کا جس کی تسکین کی خاطر چھوٹے ہر بار پستے ہیں بغیر ان کی رائے جانے فیصلے ان پر مسلط کیے جاتے ہیں !

تقریباً چھ ماہ وہ یونہی دربدر کی خاک چھانتا رہا، نوکری وہ کراچی سے واپسی پر فاطمہ سے نکاح ہوتے ہی چھوڑ چکا تھا مگر اب اس گھر میں اسے گھٹن محسوس ہونے لگی تھی، اپنے ہی گھر والوں کو دیکھتے اسے اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی یاد آتی، جس کی وجہ سے وہ تقریباً مزید ایک ماہ دربدر ہوتے ایک روز فاطمہ کے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ارادہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ملک چھوڑ دینے کا تھا مگر دو ماہ بعد ہی اسے پاکستان واپس آنا پڑا، جس کی وجہ اس کی امی کی وفات تھی مگر وہ زیادہ دیر پاکستان نہیں رکا بلکہ تدفین کے تین روز بعد ہی وہ واپس چلا گیا۔وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا، نفرت کے باوجود بھی اسے اکثر اپنے یاد آتے مگر وہاں انکے ساتھ رہنا بھی اسکے لیے بہت مشکل تھا اور یوں ان 27 سالوں میں وہ مزید دو بار پاکستان واپس آیا، اپنے باپ اور بھائی کے جنازوں کو کندھا دینے ! شاید قسمت کو یہ منظور تھا۔اس طویل عرصے میں وہ فاطمہ کے تمام حقوق پورے

کرتا آیا تھا مگر آج بھی وہ اس کی محبت کے حق سے محروم تھی کیونکہ یہ حق اس نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی عورت کو دیا تھا مگر اب اس کی محبت کا حقدار ایک اور وجود

بننے لگا تھا، اس کی اکلوتی بیٹی لائبہ!

شادی کے شروع کے 10 سالوں میں خدا نے انہیں اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا تھا مگر پھر دو مردہ بچوں کی پیدائش کے بعد اللہ نے انہیں شادی کے 12 سال بعد اولاد سے نوازا تھا۔لائبہ کی پیدائش کے دو ماہ بعد ہی ان پر ایک دردناک انکشاف ہوا تھا کہ اس کے دل میں سوراخ ہے، جو بڑھتی عمر کے ساتھ بڑھنے کا خطرہ ہے، اسی وجہ سے وہ بچپن سے لے کر اب تک اکثر بیمار رہتی مگر وہ پیدائش سے لے کر اب تک اسکا علاج کروا رہے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسکی صحت میں بہتری آرہی تھی۔لائبہ میں ان دونوں کی جان بستی تھی، وہ انکی زندگی کا کل اثاثہ، انکی واحد اولاد تھی۔وہ اکثر سوچتا تھا کہ سبرینہ اس وقت کہاں ہوگی؟

کیا وہ اپنے والدین کے پاس واپس چلی گئی ہوگی؟

کیا وہ اپنی زندگی میں خوش ہوگی؟

وہ انہی سوچوں میں گم تھے کہ آہٹ کی آواز پر انہوں نے سر اٹھاتے لاؤنج کے داخلی دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے یونیفارم میں ملبوس آفاق اسی جانب آرہا تھا۔انہیں یوں بیٹھا دیکھ کر وہ اس جانب آیا،

"ماموں آپ یہاں؟طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟"

urdunovelsblog

ہاں بیٹا ٹھیک ہوں، وہ بس نیند نہیں آرہی تھی اس لیے یہاں آگیا۔۔۔تم اس وقت؟"اسکے سوال کا جواب دیتے انہوں نے اسکی تیاری کو دیکھتے سوال کیا"،

ڈیوٹی ٹائمنگز۔۔۔"اسنے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"

خیر سے جاؤ"فیضان اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ آفاق کے قدم اب گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے۔فیضان نے ایک نظر آسمان کی جانب دیکھا، جس پر چھاتی ہلکی ہلکی" روشنی گواہ تھی کہ اس نے ایک اور رات اپنے ماضی کی یادوں کے نام کردی تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھتا سبرینہ کے کمرے کی جانب قدم بڑھا رہا تھا کہ سماعت سے نور کی آواز ٹکرائی،

امو جان میں بھائی کی شادی کے لیے بہت ساری شاپنگ کرنے والی ہوں، بہت ساری!" کمرے میں داخل ہوتے زاویار نے ایک نظر اسکے چہرے پر ڈالی، جو خوشی سے "

، چمک رہا تھا جبکہ زاویار پر نظر پڑتے نور دوبارہ بولنے لگی

آخر میرے بھائی کی شادی ہے اور میں ٹھہری اکلوتی بہن!" مزے سے کہتے اس نے بیڈ پر سبرینہ کے پاس رکھا اپنا پرس اٹھایا۔"

، ہر فنکشن کے لیے اپنی پسند کا جوڑا، جوتے، جیولری سب لوں گی" اسکی اس بات پر پاس بیٹھے زاویار کی زبان پر کھجلی ہوئی"

، تھوڑی سی ایکسائٹمنٹ اگلی شادی کے لیے بھی بچالو" وہ سبرینہ کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا تھا۔ زاویار کی اس بات پر نور نے اسے گھورا جبکہ سبرینہ بات کا مفہوم سمجھتے ہنسنے لگیں"

، کس کی شادی؟" جان بوجھ کر انجان بنتے نور نے سوال کیا"

لگتا ہے بڑے بھائی کی خوشی میں بھول گئی ہو کہ تمہارا ایک بھائی بھی ہے" مقابل بھی زاویار تھا۔"

" ! مگر تمہاری تو ابھی چھ سال تک شادی نہیں ہونے والی"

کیوں بھئی؟" سوال فوری تھا۔" شادی کے لیے لڑکے کا سیٹل ہونا ضروری ہے اور وہ الحمدللہ میں ہوں" فخریہ انداز میں زاویار نے دلیل پیش کی۔"

جی نہیں شادی کے لیے سیٹل ہونے سے زیادہ ضروری سمجھدار اور میچور ہونا ہے جو تم بالکل نہیں ہو!" نور کے پاس بھی جوابی دلائل موجود تھے جبکہ اسکی اس بات پر"

زاویار نے امو جان کی جانب دیکھا جو اب ان کی نوک جھوک کا مزہ لیتے زاویار کی جانب سے دلیل کی منتظر تھیں

، اللہ توبہ کتنا تضاد ہے! ایک بھائی کی شادی کے لیے اتنی خوشی اور ایک بھائی کی شادی کا سن کر ہی اتنی رکاوٹیں!" وہ ڈرامائی انداز میں بولا"

، اچھا اچھا بس، اب یہ ڈرامے بند کرو اور تیار ہو جاؤ، مجھے شاپنگ کے لیے تم لے کر جاؤ گے" گھڑی پر نظر پڑتے نور نے فوراً بات بدلی"

بالکل نہیں، شاپنگ کے لیے بھی اپنے اسی بھائی کو بلاؤ نہ جس کی شادی کی تمہیں اتنی خوشی ہے، جب میری شادی ہو گی تب لے جاؤں گا تمہیں شاپنگ پر!" وہ بیڈ سے "

، اترتے بولا

آپ دیکھ لیں اسے امو جان، شادی کے لیے کوئی اتنا تاولا نہیں ہوتا جتنا یہ ہے" وہ غصے سے بولی جبکہ زاویار اسے گھورتے کمرے سے جا چکا تھا۔"

urdunovelsblog

دوپہر کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ سورج اپنے جوبن پر تھا۔ وہ رات سے اب تک اپنے بستر پر موجود تھا۔ دوائی نہ لینے کے وجہ سے بخار اب شدت پکڑنے لگا تھا۔اس میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ وہ کسی کو آواز دے پاتا۔ وہ یونہی بے حال بستر پر پڑا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا، اس نے اپنی آنکھیں کھولتے سامنے دیکھنا چاہا، دھندلایا ہوا منظر واضح ہوا، آنے والی فائقہ لاشاری تھیں۔ جو ملازم کے بتانے پر شاہزین کو دیکھنے آئی تھیں۔ کمرے کی لائٹ آن کرتے، وہ قدم اٹھاتے اسکے قریب آئیں۔ وہ گردن تک لحاف اوڑھے نیم وا آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ فائقہ لاشاری کی نظر اسکے چہرے کے پھیکے پڑتے رنگ پر پڑی، وہ تیزی سے اس کے قریب آئیں کہ شاہزین نے آنکھیں بند کرتے گہرا سانس لیا اور دوبارہ آنکھیں کھولتے انکو دیکھا۔ اسکی آنکھوں سے جھلکتی تکلیف دیکھتے وہ اسکی جانب لپکیں، ایک دم ممتا کا احساس جاگا، آخر پیدائش سے لے کر اب تک وہ ہی تو اسکی ماں تھیں مگر گزرے چند سالوں سے یہ ممتا لالچ کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔ وہ بھول گئی تھیں کہ اسی بچے کی خاطر انہوں نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا۔

"شاہزین۔۔۔ شاہزین کیا ہوا؟" وہ متفکر تھیں، یہ انکے لہجے سے واضح تھا جبکہ شاہزین آدھ کھلی آنکھوں سے بس انہیں دیکھتا جا رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھتے بولیں، ممتا کا وہ احساس جو شاید پہلے کہیں کھو گیا آج ایک بار پھر بیدار ہونے لگا تھا، شاہزین کی آنکھیں نجانے کیوں نم ہونے لگیں، وجہ جسمانی تکلیف تھی یا روحانی راحت وہ اندازہ نہ کر سکا۔

"تمہیں تو تیز بخار ہے بیٹا" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے بولیں۔ لفظ بیٹا کانوں سے ٹکراتے ہی شاہزین کی آنکھوں کے سامنے وہ اجنبی چہرہ آیا۔

"ڈاکٹر کو کال کرو شکور، فورا" وہ پاس کھڑے ملازم کو مخاطب کرتے بولیں، جو انکے حکم کی تکمیل کے لیے فوراً وہاں سے چلا گیا جبکہ فائقہ لاشاری شاہزین کے پاس بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر ان کے پاس موجود تھا۔ وہ شاہزین کا معائنہ کرتے اسے ڈرپ لگا چکا تھا۔

"بخار کی شدت کے باعث انکی ایسی حالت ہے، میں نے ڈرپ لگا دی ہے، کچھ دیر تک یہ بہتر ہو جائیں گے" ڈاکٹر فائقہ لاشاری کے قریب آتا بولا،

"میں نے کچھ میڈیسنز اور ٹیسٹ لکھ دیے ہیں" اس نے ایک کاغذ فائقہ لاشاری کی طرف بڑھایا،

"طبیعت میں بہتری نہ آئے تو آپ انہیں ہسپتال لے آیئے گا" وہ پیشہ ورانہ انداز میں بولا،

"تھینک یو ڈاکٹر" ڈاکٹر کے جاتے فائقہ بیگم شاہزین کے قریب آئیں،

"تمہارے لیے کیا منگواؤں شاہزین؟ بتاؤ پھر تمہیں میڈیسنز بھی لینی ہے" وہ اب اس کے پاس بیٹھی تھیں۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا" اسنے مدھم آواز میں بولتے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس سے پہلے کہ فائقہ بیگم کچھ کہتیں ملازم نے کمرے میں داخل ہوتے انہیں مخاطب کیا،

،بیگم صاحبہ شہریار صاحب آگئے ہیں اور وہ آپ کا پوچھ رہے تھے" شاہزین نے ایکدم اپنی بند آنکھیں کھولیں"

تم شاہزین کے لیے سوپ بنا کر لاؤ شکور، میں ابھی آتی ہوں" وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ایک نظر شاہزین کی جانب دیکھا، وہ بھی انہیں کی جانب دیکھ رہا تھا۔"

تمہیں تو پتا ہے شہریار کو انتظار کرنا پسند نہیں، میں بس ابھی آتی ہوں" وہ مسکرا کر کہتی وہاں سے چلی گئیں۔ فائقہ بیگم کا یہ عمل شاہزین کی تکلیف میں اضافہ کر گیا۔ وہ سمجھ"

!گیا تھا کہ وہ انہیں عزیز تھا مگر شہریار سے زیادہ نہیں! مگر ایک بات جو وہ نہیں جانتا تھا کہ اپنا خون ہمیشہ اپنا ہی رہتا ہے

،آبرو آج اصباح اور رتبہ کے ساتھ شاپنگ کے لیے آئی تھی۔ مختلف چیزیں خریدتے انہیں کافی دیر ہو گئی تھی کہ رتبہ کو ایک دم کچھ یاد آیا

مجھے آج رات کے لیے بھی ایک سوٹ لینا تھا" اسکی بات پر آبرو نے فوراً موبائل کی سکرین آن کرتے وقت دیکھا، شام کے پانچ بج چکے تھے۔"

،تمہارے پاس ہے تو ایک بالکل نیا، وہ جو تم نے ابھی پچھلے ماہ خریدا تھا" اصباح کی بات پر وہ اس جانب دیکھتے بولنے لگی"

تین بار پہن چکی ہوں میں وہ اور تم تو کچھ مت کہو، دیکھا تھا آج میں نے تمہیں اپنا خاص ڈریس تیار کرتے ہوئے" وہ اسے چڑاتے ہوئے بولی، جس پر اصباح نے اسے گھورنا"

اپنا فرض سمجھا جبکہ رتبہ اب آبرو کو قائل کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اب انکا ارادہ واپسی کا تھا کہ ایک جیولری شاپ پر رتبہ کو کچھ پسند آگیا۔

اتنا سا بریسلٹ اور ایک ہزار کا، بھائی کچھ تو خیال کریں" وہ ایک نفیس اور نازک سا بریسلٹ ہاتھ میں تھامے دکاندار سے بحث کرنے میں مصروف تھی جبکہ آبرو اور اصباح"

اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے اسکی واپسی کی منتظر تھیں۔

باجی یہ نیا مال ہے، آپ کو مارکیٹ میں اور کہیں نہیں ملے گا" دکاندار نے وضاحت دیتے کہا۔ کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو کی نظر سامنے سے آتی نور پر پڑی جو انہیں دیکھتے اسی"

جانب آرہی تھی جبکہ اسکے ساتھ چلتا زاویار دونوں ہاتھ میں شاپر اٹھائے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ ان کے قریب آتے ان سے ملنے لگی جبکہ ساتھ کھڑے زاویار نے ان

،دونوں کے ساتھ کسی اور کو تلاشنا چاہا مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ اسے ایک دم مایوسی نے آن گھیرا کہ اچانک سماعت سے اس کی آواز ٹکرائی

میں ابھی بالکل ایسا ہی ایک بریسلٹ پچھلی دکان پر دیکھ کر آئی ہوں، نیا مال تو بالکل نہیں ہے یہ" وہ اسکی جانب متوجہ ہوا، جو نیلے رنگ کی فراک کے ساتھ سفید ٹروزر"

پہنے، اپنا دوپٹہ درست کرتے بحث کر رہی تھی۔

تو ٹھیک ہے باجی آپ پھر وہیں سے خرید لیں" دکاندار غصے سے بولتا دوسرے گاہک کی جانب متوجہ ہو گیا اور مجبوراً رتبہ کو وہ بریسلٹ وہیں چھوڑ کر آنا پڑا جبکہ اسکے ہاتھ میں" موجود بریسلٹ زاویار کی نظریں نوٹ کر چکی تھیں۔ وہ چہرے پر آئی مایوسی چھپاتے چلتی ہوئی ان کے قریب آئی، کچھ دیر کی ملاقات کے بعد وہ تینوں وہاں سے چلی گئیں۔

تم یہ لے کر چلو نور میں بس دو منٹ میں آرہا ہوں" اس نے ایک ہاتھ میں پکڑے شاپر نور کو تھمائے، جو اثبات میں سر ہلاتی چلی گئی جبکہ زاویار کا رخ اب اس جیولری شاپ" کی جانب تھا۔

وہ سب گاڑی سے اترتی اندر داخل ہوئیں، سب سے آگے حرم تھی جو آج اپنی نئی کزن سے ملنے کے لیے بہت پر جوش تھی۔ انہیں آتا دیکھ کر لاؤنج میں موجود مہمل اور آفاق باہر کی جانب گئے، آفاق بھی کچھ دیر پہلے ہی پہنچا تھا، آج اسے واپسی پر کافی دیر ہو گئی تھی ورنہ وہ انہیں گھر سے خود لانے والا تھا۔ باہر پہنچتے آفاق کی نظر سب سے پہلے سامنے سے آتی اصباح پر پڑی، جو سیاہ اور سرمئی رنگ کے امتزاج کا وہی جوڑا پہنے ساتھ چلتی رتبہ سے کچھ کہہ رہی تھی۔ چہرے پر کیا ہلکا ہلکا میک اپ، سر پر اوڑھا سیاہ دوپٹہ، وہ آج بہت خوبصورت لگ رہی تھی، بہت زیادہ۔ آج اسے دیکھتے آفاق کے چہرے پر سرشاری سے بھرپور ایک مسکراہٹ تھی۔ اس نے آفاق کا تحفہ قبول کرتے اسکے دل میں اپنا ، مقام مزید بلند کر لیا تھا یعنی وہ خود بھی دل سے اس رشتے کے لیے راضی تھی۔ وہ یونہی کھڑا اس جانب دیکھ رہا تھا کہ اس کی سماعت سے مہمل کی آواز ٹکرائی

مانا کہ وہ آج بہت پیاری لگ رہی ہے، نظریں ہٹانا تھوڑا مشکل ہے مگر بھائی آپ راستے میں کھڑے ہیں اور سب آپ کو ہی دیکھ رہے ہیں" اس نے فوراً نظریں ہٹاتے آس" پاس دیکھا، وہاں ان دونوں کی علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا پھر نظر ہنستی ہوئی مہمل پر پڑی جو اب اصباح کے پاس پہنچ چکی تھی۔ وہ سر جھٹکتا اندر چلا گیا۔

وہ سب بہنیں آج پہلی بار اپنے تایا سے مل رہی تھیں، اس سے پہلے جب وہ حیات صاحب کی وفات پر یہاں آئے تھے تو انکی ملاقات ان سب سے نہ ہو پائی تھی، صرف آبرو نے ہی انہیں دیکھا تھا جب وہ حیات صاحب کی میت کو لے جا رہے تھے۔۔ لائبہ سے ملتے حرم کی خوشی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ اس سے صرف ایک سال چھوٹی تھی۔ وہ لائبہ کو پہلی ہی ملاقات میں اپنی دوست بنا چکی تھی جبکہ لائبہ اس کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی اردو بولنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اب حرم کی ذمہ داری تھی کہ وہ بحیثیت پاکستانی اسے اپنی قومی زبان سکھا کر ہی واپس بھیجتی۔ فیضان کے ساتھ ساتھ فاطمہ بھی ان سب سے بہت خوشگوار طریقے سے ملی تھیں، وہ ایک خاموش طبیعت کی نفیس خاتون تھیں۔

urdunovelsblog

کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے کہ آفاق کال سننے کے لیے کچھ فاصلے پر آکھڑا ہوا کہ نظر کھڑکی سے نظر آتے منظر پر پڑی، جہاں اصباح مہمل کر ساتھ کھڑی تھی۔ وہ بات ختم کرتے فون کاٹ چکا تھا مگر نظریں اب بھی وہیں تھیں۔ آفاق کی نظریں آج اصباح پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔ آج وہ پھر وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، جہاں پہلی بار اسے دیکھتے اس کے دل کی دھڑکن بے ربط ہوئی تھی۔ وہ ہاتھ سینے پر باندھے اسے دیکھنے میں مصروف تھا کہ اصباح نے آگے بڑھتے مہمل کو ایک پھول دکھانے کی کوشش کی جس سے اسکا دوپٹہ سر سے بھی پھسلتا کندھے تک آگیا، جوڑے میں بندھے بال دکھائی دینے لگے، وہ جھکتے ہوئے اپنا دوپٹہ سنبھالنے لگی۔ وہ مسکراتے ہوئے باہر ،لان کی جانب بڑھ گیا۔ وہ ابھی ان سے کچھ فاصلے پر ہی پہنچا تھا کہ سماعت سے اصباح کی آواز ٹکرائی

یہ دو پودے مجھے بالکل نہیں پسند!" اصباح نے اشارہ کرتے مہمل کو مخاطب کیا جبکہ پیچھے کھڑے آفاق نے اسکی نظروں کے تعاقب میں ان پودوں کی جانب دیکھا جبکہ اس" دوران مہمل کی نظر پیچھے کھڑے آفاق پر پڑی، دونوں کی نظریں ملتے آفاق نے انگلی ہونٹوں پر رکھتے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

یہ بہت خوبصورت ہیں مگر آس پاس کے باقی تمام پودوں کو خراب کر دیتے ہیں، انکی وجہ سے باقی تمام پودوں کی نشو و نما متاثر ہوتی ہے" وہ بول رہی تھی اور وہ دونوں سن" رہے تھے۔

اور یہ والا پودا اور اسکے یہ پھول میرے پسندیدہ ہیں" اشارہ چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے پھولوں کی جانب تھا۔"

میرا بس چلے تو میں ہر جگہ بس یہی پودا لگوادوں" وہ مزے سے بولتی کچھ قدم آگے بڑھی کہ مہمل نے مسکراتے ہوئے آفاق کو اشارہ کیا اور قدم اٹھاتی پیچھے چلی گئی۔ اسکے" ،جانے پر آفاق نے کھانستے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، وہ تیزی سے پلٹی سامنے ایک بار پھر مہمل کی جگہ آفاق کھڑا تھا۔ کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے

ایک بار اس گھر میں آجاؤ، پھر اس باغ میں سب پودے تمہاری پسند کے لگوادوں گا" اس جملے پر اصباح نے فوراً نظریں اٹھاتے آفاق کی جانب دیکھا، سیاہ رنگ کی شلوار" قمیض میں ملبوس آج وہ بے حد وجیہ لگ رہا تھا۔ اصباح نے فوراً نظریں پھیرتے دوسری جانب دیکھا جبکہ آفاق کی نظر اب اسکے گلابی ہوتے رخسار پر تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے ،آگے بڑھا اور کچھ فاصلے پر لگا گلاب کا ایک پھول توڑتے اصباح کی جانب بڑھایا۔ اصباح نے ایک نظر پھول اور پھر پھول کو تھامے آفاق کی جانب دیکھا

یہ ڈریس خریدنے کا میرا فیصلہ کافی اچھا ثابت ہوا ہے" وہ مسکراتے ہوئے بولا، اسکی بات کا مفہوم سمجھتے اصباح نظریں جھکا گئی۔ منظر بہت خوبصورت تھا، وہ دونوں سیاہ" لباس میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے اور انکے درمیان گلاب کا ایک خوبصورت پھول تھا جسے ہاتھ آگے بڑھاتے اصباح نے تھام لیا۔

واہ بھئی واہ" مہمل کی آواز پر ان دونوں نے اس کی جانب دیکھا جو ستائشی نظروں سے اصباح کے ہاتھ میں موجود پھول کو دیکھ رہی تھی۔"

ملاقات کا وقت ختم ہوا، اب آجائیں آپ دونوں کو امی یاد کر رہی ہیں" اصباح نے ایک نظر آفاق کی جانب دیکھتے قدم مہمل کی جانب بڑھا دیے اور دونوں اندر کی جانب" چل پڑیں جبکہ پیچھے کھڑا آفاق اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی۔

رابعہ بیگم کے کمرے میں اس وقت ان کے ساتھ صالحہ بیگم بیٹھی تھیں جبکہ سامنے صوفے پر فیضان اور فاطمہ موجود تھے۔ باقی سب اس وقت نیچے لاؤنج میں موجود تھے۔

،شادی کی تاریخ تو طے ہو چکی ہے، اب ہمیں شادی کی تیاریاں شروع کر دینی چاہیے" رابعہ بیگم نے ان سب کی جانب دیکھتے کہا"

،جی آپا، آپ صحیح کہہ رہی ہیں، شادی میں دن واقعی بہت کم رہ گئے ہیں" فیضان کی بات پر صالحہ بیگم بولنے لگیں"

،آپ سے ایک کام تھا بھائی صاحب !" فیضان انکی جانب متوجہ ہوا"

،آپ ایک بار تاشفین، میرا مطلب آبرو کے ہونے والے شوہر سے مل لیں" صالحہ بیگم کی بات پر فیضان بولا"

،ہاں کیوں نہیں، آپ بے فکر رہیں، میں کل ہی اس مل لوں گا، کیا کرتا ہے لڑکا؟" انکے سوال پر رابعہ بیگم بولنے لگیں"

دل کا بڑا سرجن ہے" انکے لہجے میں ستائش تھی۔"

"بہت سلجھا ہوا اور اچھا بچہ ہے ماشاءاللہ"

ماشاءاللہ، اللہ نصیب اچھے کرے" فیضان نے مسکراتے ہوئے دعا دی۔"

میں آج جلال بھائی کے گھر گیا تھا، ان کی حالت دن بہ دن بگڑتی جا رہی ہے، بھابھی بتا رہی تھیں کہ وشمہ بھی پچھلے دو ہفتوں سے بہت بیمار رہی ہے، گھر کے ساتھ ساتھ وہ" اس کا سکول بھی بدل چکے ہیں، میں نے بھابھی سے کہا تھا کہ میں جلال بھائی کا علاج کروانے میں انکی مدد کر دیتا ہوں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا مگر میں پھر بھی کوشش ،کروں گا کسی طرح انکا علاج کروا سکوں" وہ خاموش ہو گئے جبکہ سامنے بیٹھی رابعہ بیگم بولنے لگیں

ہاں فیضان، ہمیں مل کر بھائی کا علاج کروانا ہوگا" انکی اس بات پر فیضان نے اثبات میں سر ہلایا۔"

سڑک پر دوڑتی گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر آفاق کے ساتھ مہمل جبکہ پیچھے اصباح اور رابعہ بیگم بیٹھی تھیں۔ وہ لوگ آج اصباح کو لے کر شاپنگ پر جا رہے تھے۔ آفاق وقفے وقفے سے بیک مرر میں پیچھے بیٹھی اصباح کا نظر آتا عکس دیکھ رہا تھا، جو آج گلابی رنگ کی پاؤں تک آتی فراک پہنے باہر دیکھنے میں مصروف تھی کہ ایک دم اسکی نظر بھی گلاس بیک مرر پر پڑی، دونوں کی نظریں ملتے ہی آفاق کے چہرے پر آتی مسکان مہمل کی نظروں سے چھپ نہ سکی،

"بھائی گاڑی آگے دیکھ کر چلائیں پلیز" وہ لہجے میں شرارت لیے بولی جس پر رابعہ بیگم نے آفاق کی جانب دیکھا جو مہمل کو گھورتے ہوئے اب سامنے دیکھ کر گاڑی چلا رہا تھا۔ پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کرتے ہی وہ تینوں گاڑی سے اتریں۔

"میں یہی انتظار کر رہا ہوں، آپ لوگ شاپنگ کر آئیں" آفاق نے رابعہ بیگم کو مخاطب کیا،

"نہیں بھائی آپ بھی ساتھ چلیں، آپ کی پسند کا بھی تو خیال رکھنا ہے نہ ہمیں!" مہمل اصرار کرنے لگی جس پر کچھ لمحے بعد وہ انکے ساتھ چل پڑا مگر کچھ دیر ہی گزری تھی کہ مہمل کو پچھتاوا ہونے لگا کہ آخر وہ آفاق کو ساتھ لانے پر اصرار کیوں کر رہی تھی! آفاق کو کچھ بھی پسند نہیں آ رہا تھا، وہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی نقص نکالتے اسے رد کر دیتا۔

"آپ وہیں گاڑی میں اچھے تھے بھائی" مہمل کی آواز میں خفگی تھی۔

"میں نے تو کہا تھا مگر تم ہی مجھے ساتھ لائی ہو" اور اسی بات پر مہمل کے پچھتاوے میں اضافہ ہو جاتا۔ بالآخر اب وہ اصباح کے لیے لہنگا منتخب کرتے واپس جانے والے تھے۔ لہنگے کے انتخاب میں مہمل سب سے آگے تھی، ہر لہنگا جو اسے پسند آتا، وہ سب سے پہلے اصباح سے پوچھتی جسے تقریباً وہاں موجود سب لہنگے ہی بہت اچھے لگ رہے تھے۔ اسکے بعد رابعہ بیگم سے پوچھ کر جب آفاق کی باری آتی تو وہ کوئی نہ کوئی خامی تلاش کرتے انہیں کوئی دوسرا منتخب کرنے کہہ دیتا۔ اسی پسند ناپسند میں کافی وقت گزر گیا اور بالآخر بہت سے لہنگوں کو رد کرنے کے بعد اسے ایک مہرون رنگ کا لہنگا پسند آیا، جس کے دامن اور آستین پر سنہرے رنگ کا بھاری کام تھا۔ اس لہنگے کی خاص بات اس کے پورے آستین تھے جبکہ اس سے پہلے دیکھے گئے تمام لہنگے یا تو بغیر آستین کے تھے یا آدھے آستین والے جبکہ اصباح کو اسکا کھلا ہوا رنگ بہت پسند آیا تھا۔

"آپ کے ساتھ شاپنگ کرنا بہت مشکل ہے بھائی" واپسی پر گاڑی میں بیٹھتے مہمل نے آفاق کی جانب دیکھتے کہا،

"آپ کو جلدی کچھ پسند ہی نہیں آتا" وہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

"ہاں تو میری پسند کا ایک معیار ہے، مجھے کوئی بھی چیز اتنی آسانی سے پسند نہیں آتی" آفاق نے گاڑی چلاتے ہوئے مہمل کو جواب دیا۔

مگر جو چیز میں پسند کرتا ہوں وہ واقعی بہت خاص ہوتی ہے "آفاق نے مسکرا کر کہتے بیک مرر میں دیکھا جہاں بیٹھی اصباح کے چہرے پر اسکی بات کا مفہوم سمجھتے حیا سے "

بھرپور ایک مسکراہٹ در آئی تھی۔

دونوں ہاتھوں میں بڑے بڑے شاپنگ بیگز پکڑے نور اور زاویار لاؤنج میں داخل ہوئے۔ زاویار نے سارے شاپنگ بیگز پھینکنے کے انداز میں ٹیبل پر رکھے اور گرنے کے

انداز میں صوفے پر لیٹ گیا۔ سامنے تاشفین کے ساتھ بیٹھی سبرینہ ان دونوں کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

اموجان جس انداز اور رفتار سے نور شاپنگ کر رہی ہے نہ عنقریب ہم کنگلے ہو جائیں گے "وہ تھکے ہوئے انداز میں انہیں مطلع کر رہا تھا۔"

،انسان کا منہ اچھا نہ ہو تو، اسے بات ہی اچھی کر لینی چاہیے "نور دوبدو جواب دیتی صوفے پر بیٹھی اسکی اس بات پر سامنے بیٹھے تاشفین اور اموجان مسکرائے "

منہ جیسا بھی ہے، بات بالکل سچ کی ہے میں نے "مقابل بھی زاویار تھا۔"

، تمہیں کیا مسئلہ ہے ہاں، میں اپنے بھائی اور اموجان کے پیسے خرچ کر رہی ہوں تمہارے نہیں "وہ منہ چڑاتی ہوئی بولی

اچھا تو روز تمہارے ساتھ مارکیٹ میں خوار کون ہوتا ہے ہاں، اپنے اس بھائی کو لے کر جاؤ نہ جس کی شادی کے لیے تم اتنی اتاولی ہو "زاویار میں اس لڑائی میں تاشفین کو "

،گھسیٹنا ضروری سمجھا۔ اسکی بات پر نور ایک لمحے کے لیے خاموش ہوئی اور پھر اٹھ کر تاشفین کے پاس جا بیٹھی

،بس بھائی آپ کل چھٹی لے کر میرے ساتھ چلیں، مجھے دوبارہ اس کے ساتھ نہیں جانا "وہ خفگی سے بولی"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے روز تمہارے ساتھ خوار ہونے کا"

"آپ اسے دیکھ لیں اموجان"

،اچھا اچھا لڑو تو مت، بتاؤ کیا ہوا ہے؟ "سوال نور سے تھا جبکہ جواب زاویار دینے لگا"

اموجان ایک دن میں 50 ہزار کی شاپنگ کر کے آئی ہے اور اتنے گھنٹے میں ایک بار بھی مجھے بیٹھنے نہیں دیا، پورا مال گھوم کر اسے مشکل سے ایک چیز پسند آتی ہے اوپر سے یہ "

"احسان فراموشی

فکر مت کرو آئندہ نہیں جاؤں گی تمہارے ساتھ بلکہ اب بھائی جایا کریں گے میرے ساتھ "اسکے اس انکشاف پر تاشفین نے مدد طلب نظروں سے سبرینہ کی جانب"

،دیکھا، جنہیں عین اسی وقت ایک اہم بات یاد آئی

،مجھے یاد آیا کہ آج صالحہ کی کال آئی تھی آبرو کے تایا تم سے ملنا چاہتے ہیں، شاید وہ کل تم سے ملنے ہسپتال آئیں "تاشفین نے غور سے انکی بات سنتے اثبات میں سر ہلایا"

،پر بھائی کل تو ہمیں شاپنگ پر جانا تھا نہ "نور لہجے میں خفگی لیے بولی"

کل تو ممکن نہیں ہو پائے گا نور پر میرا وعدہ ہے اگلے دونوں دن میں چھٹی لوں گا اور پھر جہاں تم کہو گی ہم وہاں چلیں گے "اسکی بات پر نور فوراً تاشفین سے لپٹ گئی۔"

آپ بہت زیادہ اچھے ہیں بھائی، بہت زیادہ "زبان سے شکریہ ادا کرتے اسکی نظریں مسلسل سامنے بیٹھے زاویار کو چڑانے میں مصروف تھیں۔"

،وہ ڈاکٹر ابتہاج کے آفس میں بیٹھا تھا۔ وہ کافی دیر سے ایک کیس کو ڈسکس کر رہے تھے کہ تاشفین کا اسسٹنٹ اندر آیا

،سر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے "تاشفین نے فائل سے نظریں ہٹاتے اسکی جانب دیکھا"

"میں نے انہیں آپ کے آفس میں بٹھا دیا ہے"

کیا اپائنٹمنٹ تھی انکی؟ "تاشفین کو جہاں تک یاد تھا آج کے دن کی تمام اپائنٹمنٹس وہ دیکھ چکا تھا۔"

urdunovelsblog

،نہیں سر اپوائنٹمنٹ تو نہیں تھی پر وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آپ کے۔۔۔ "اس کی بات ادھوری ہی تھی کہ تاشفین کو ایک دم رات میں سبرینہ سے ہوئی بات یاد آئی"

،ہاں ہاں ٹھیک ہے، تم چلو میں آرہا ہوں "وہ فوراً ابتہاج کو فائل تھماتے اٹھ کھڑا ہوا"

میں بس تھوڑی دیر تک آتا ہوں "وہ قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔ تاشفین کے آفس میں موجود فیضان اس وقت آس پاس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ ایک دم دروازہ کھلنے کی" آواز پر اس نے دروازے کی جانب دیکھا، نظر اندر داخل ہوتے تاشفین پر پڑی جو گہرے نیلے رنگ کا سکرب (سرجن کا مخصوص لباس) پہنے اسی کی جانب آرہا تھا۔ اسکے چہرے پر موجود مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک دیکھتے نجانے کیوں فیضان کے دل میں ایک خواہش بیدار ہوئی کہ اگر آج اس کا بیٹا ہوتا، تو کاش وہ سامنے موجود تاشفین جیسا ہوتا جبکہ سامنے کھڑے تاشفین کو فیضان کا چہرہ دیکھتے شناسائی کی کوئی رمق محسوس نہ ہوئی۔ قسمت نے ان دونوں باپ بیٹے کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا تھا! اس کے قریب آنے پر فیضان اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی۔

بہت معذرت آپ کو اتنا انتظار کرنا پڑا، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ آئے ہیں ورنہ میں بالکل بھی انتظار نہیں کرواتا" وہ مہذب طریقے سے معذرت کر رہا تھا۔"

،کوئی بات نہیں بیٹا میں سمجھ سکتا ہوں، کام کے دوران وقت نکالنا کافی مشکل ہوتا ہے" وہ شفیق مسکراہٹ کے ساتھ تاشفین کی معذرت قبول کرتے بولا"

کافی دن سے تم سے ملنا چاہ رہا تھا مگر شادی کا گھر ہے کام ہی ختم نہیں ہوتے" صالحہ بیگم نے انہیں ایک ہفتہ پہلے تاشفین سے ملاقات کے لیے کہا تھا مگر وقت نہ ملنے کی وجہ"

،سے اتنی دیر ہو گئی تھی۔ کچھ دیر یوں ہی وہ چائے پیتے ہوئے آپس میں باتیں کرتے رہے، انہی باتوں باتوں میں سامنے بیٹھے فیضان کے دماغ میں ایک سوال آیا

بیٹا تمہارے والد۔۔۔"اس نے سوال ادھورا چھوڑا۔ وہ انجان تھا تبھی یہ سوال کر بیٹھا تھا رابعہ بیگم تاشفین کی تمام تفصیلات دیتے ہوئے یہ اہم بات بتانا بھول گئی"

،تھیں۔ اس سوال پر تاشفین کے چہرے کا رنگ ایک دم تبدیل ہوا مگر وہ خود کو نارمل کرتے بولنے لگا

میری پیدائش سے پہلے ہی ان کی وفات ہو گئی تھی"اس نے بمشکل بات مکمل کی۔ یہ جھوٹ بولتے وقت ہر بار تاشفین کے حلق میں گرہیں پڑنے لگتیں۔ یہ اسکی زندگی کا"

سب سے تکلیف دہ باب تھا۔ اسکے باپ کا ذکر ہر بار اس کے الفاظ سلب کر لیتا تھا۔ یہ قسمت کی ستم ظریفی تھی یا فیضان کی بد قسمتی کہ وہ سامنے بیٹھے اپنے باپ کو مردہ قرار دے

رہا تھا۔ فیضان نے افسوس سے سر ہلاتے اسکے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا جس پر تاشفین نے انکی جانب دیکھا، دونوں کی بھوری آنکھیں بالکل ایک جیسی تھیں۔

اللہ انکی مغفرت فرمائے" انکے لہجے میں افسوس تھا۔"

میری امو جان ہی میرا سب کچھ ہیں انہوں نے ہی مجھے ماں اور باپ دونوں بن کر پالا ہے"اس کے لہجے میں اپنی ماں کے لیے احترام تھا، محبت تھی۔"

urdunovelsblog

وہ واقعی قابل ستائش خاتون ہیں جنہوں نے تم جیسے قابل اور ہونہار بچے کی پرورش اتنے احسن انداز میں کی ہے"فیضان ایک ہی ملاقات میں تاشفین کی شخصیت کا گرویدہ"

ہو چکا تھا۔

،اگر آج تمہارے بابا زندہ ہوتے تو انہیں بھی تم پر بہت فخر ہوتا"اس بات پر تاشفین بمشکل مسکرایا"

تم سے مل کر بہت اچھا لگا بیٹا، میں واقعی بہت خوش ہوں کہ بھابھی نے آبرو کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے"وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، انہیں اٹھتا دیکھ کر تاشفین"

،بھی کھڑا ہو گیا

اب میں چلتا ہوں برخوددار، پھر ملاقات ہو گی"وہ مسکرا کر کہتے تاشفین سے گلے ملے اور قدم اٹھاتے باہر کی جانب چل پڑے۔"

وہ فائقہ کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا تھا۔اب اسکی طبیعت کچھ بہتر تھی۔ سامنے پڑا موبائل اٹھاتے اس نے فواد کو کال کی، جس کا نمبر اس وقت دوسری لائن پر مصروف تھا۔اس نے موبائل واپس ٹیبل پر رکھا ہی تھا کہ باہر سے آتی گاڑی کے ہارن کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔کچھ دیر بعد لاؤنج میں شہریار داخل ہوا، گہرے نیلے رنگ کے پینٹ کوٹ میں وہ اس وقت آفس سے آرہا تھا۔سامنے شاہزین اور فائقہ لاشاری کو بیٹھا دیکھ کر وہ انکے پاس آیا،

واٹس اپ برو، کیسے ہیں آپ؟" وہ آج چار دن بعد اس سے ملا تھا۔ان دنوں میں اس نے ایک بار بھی اس کی خیریت پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

ٹھیک ہوں" دو لفظی جواب دیتے وہ خاموش ہوا"،

سنا تھا کافی بیمار ہو گئے تھے آپ" وہ اپنے ازلی انداز میں بولا"،

مگر پھر بھی تم نے ایک بار میری طبیعت پوچھنا مناسب نہیں سمجھا" شاہزین کا لہجہ سخت جبکہ الفاظ تلخ تھے۔ایک دم انکے درمیان خاموشی چھا گئی، فائقہ بیگم اس کا شکوہ سنتے" کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ شہریار بول پڑا،

کیا کروں برو آپ بھی نہیں تھے، ڈیڈ بھی یہاں نہیں ہیں تو کام کا سارا برڈن مجھ معصوم پر آگیا تھا، آپ کی خیریت پوچھنے کا وقت ہی نہیں مل سکا" شہریار نے بھی تقریباً اسی" کے انداز میں جواب دیا۔

صحیح کہہ رہا ہے شہریار، چار دن سے بیچارہ کام کے دباؤ سے پریشان ہو گیا ہے، جاؤ بیٹا تم فریش ہو جاؤ، میں تمہارے لیے کھانا لگواتی ہوں" فائقہ بیگم فوراً شہریار کے دفاع میں" بولنے لگیں، جس پر شہریار قدم اٹھاتا چلا گیا۔شاہزین کو فائقہ لاشاری سے یہی امید تھی مگر پھر بھی بے جا اسکی حمایت شاہزین کو بری لگی تھی۔کچھ لمحے بعد فائقہ لاشاری بھی اٹھ کر چلی گئیں۔شاہزین کو ہر گزرتے دن کے ساتھ اس بات پر یقین آتا جا رہا تھا کہ اس کی اہمیت صرف تب تک تھی جب تک شہریار انکے سامنے نہ ہو کیونکہ اسکے سامنے آتے ہی اس کی اہمیت مانند پڑنے لگتی۔اس تضاد کے پیچھے چھپی وجہ وہ آج بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

گاڑی سے اترتے زاویار نے سامنے کھڑی سبرینہ کو دیکھا، جو ساتھ کھڑی آبرو سے بات کر رہی تھیں۔وہ آج آبرو کے ساتھ شاپنگ کے لیے آئی تھیں۔

میں نے تاشفین سے کہا بھی تھا کہ آج وہ ہسپتال نہ جائے" سبرینہ نے اندر داخل ہوتے آبرو کو مخاطب کیا، جو ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔"

مگر یہ لڑکا میری ایک بات نہیں سنتا اور مجبوراً پھر مجھے زاویار کو آفس سے بلانا پڑا" انہیں تاشفین پر بہت غصہ تھا۔ان کے بہت اصرار کے باوجود بھی وہ آج ہسپتال گیا تھا۔"

اپنا ذرا خیال نہیں ہے اُس کو، بس ہر وقت کام کام کام" وہ ساتھ چلتی آبرو سے تاشفین کی شکایت کر رہی تھیں۔"

تم آجاؤ نہ ایک بار تو اسے بالکل ڈھیل مت دینا، میرے ڈھیل دینے سے ہی بہت بگڑ گیا ہے" انکی باتوں سے خفگی ظاہر تھی۔ ساتھ چلتی آبرو غور سے انکی باتیں سن رہی" تھی۔ اس وقت وہ صرف ایک ماں تھیں جو اپنے بیٹے کے بات نہ ماننے پر اس سے شدید خفا تھیں جبکہ انکی باتیں سنتی نور نے زاویار کو مخاطب کیا،

امو جان تو شادی سے پہلے ہی بھابھی کو بھائی کی شکایتیں لگا رہی ہیں" جس پر زاویار اسکے کان کے قریب جھکتا بولنے لگا"،

اس کا مطلب ان ساس بہو کی خوب جمے گی" ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ زاویار کا فون بجنے لگا، وہ کال اٹھاتے کچھ فاصلے پر چلا گیا جبکہ سبرینہ نور اور آبرو کے ساتھ اس" وقت کچھ جوڑے دیکھنے میں مصروف تھیں۔

لیں امو جان آپ کا مصروف بیٹا اپنا کچھ قیمتی وقت نکال کر آ گیا ہے" زاویار انکے قریب آتا بولا"،

ابھی کال آئی تھی بھائی کی، ہماری لوکیشن پوچھ رہے تھے" اسکی بات پر سبرینہ کے چہرے پر ایک دم مسکراہٹ در آئی"،

ہاں تو اسے یہیں بلا لو نہ، جلدی کرو، انتظار کر رہا ہوگا وہ" وہ زاویار کو مخاطب کرتے بولیں جبکہ وہ اور نور امو جان کے لہجے میں تاشفین کے لیے موجود فکر دیکھتے حیران ہوئے" کہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ آبرو سے اسکی شکایتیں کر رہی تھیں. کچھ دیر بعد تاشفین انکے پاس آ پہنچا۔

آج تو ڈاکٹر صاحب اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر آئے ہیں" وہ تاشفین کے کان کی جانب جھکتا ذرا دھیمی آواز میں بولا مگر اسکی یہ دھیمی آواز نور کے کانوں تک رسائی حاصل" کر چکی تھی۔

کیونکہ انہیں اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس ہے، کیوں بھائی؟" نور فوراً تاشفین کے دفاع میں بولنے لگی جس پر زاویار آنکھیں گھماتا سبرینہ کی جانب دیکھنے لگا جو اب اپنی ہر" منتخب کردہ چیز آبرو کے ساتھ ساتھ تاشفین کو بھی دکھا رہی تھیں۔

اب تم آ گئے ہو تاشفین تو جیولری کے لیے خود آبرو کو لے جاؤ" سبرینہ نے پاس کھڑے تاشفین کو مخاطب کیا، وہ تقریباً ساری شاپنگ کر چکے تھے۔ انکی بات پر تاشفین نے" ایک نظر آبرو کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا،

واہ بھئی واہ اتنی تابعداری" زاویار کی آواز کانوں میں پڑتے ہی تاشفین نے اسے گھورا جبکہ اسکا جملہ سنتے نور نے اسکے بازو پر کہنی مارتے اسے اپنی جانب متوجہ کیا"،

urdunovelsblog

زاوی کے بچے، کچھ دیر کے لیے اپنا منہ بند کرو" سبرینہ نے اپنے ساتھ کھڑی آبرو کو مخاطب کیا۔"

اچھا بیٹا اب ہم چلتے ہیں" وہ آبرو سے ملتیں نور کو ساتھ لیے چل پڑیں، اب وہاں آبرو، تاشفین اور زاویار موجود تھے۔"

، چلیں؟"تاشفین کے کہنے پر آبرو اثبات میں سر ہلاتی اس کے پاس آئی جبکہ پاس کھڑا زاویار مدھم آواز میں بولا"

بیسٹ آف لک، ڈاکٹر صاحب!" وہ یہ کہتے فوراً وہاں سے چلا گیا۔ تاشفین نے نفی میں گردن ہلاتے سر جھٹکا اور آبرو کو ساتھ لیے آگے بڑھ گیا۔ "کیسی ہیں آپ؟" یہ آج" ان کے درمیان ہونے والی پہلی گفتگو تھی۔

میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟" وہ دونوں قدم اٹھاتے ایک دوسرے کے ساتھ چل رہے تھے۔ یونہی ہلکی پھلکی گفتگو کرتے وہ جیولری شاپ میں داخل ہو گئے۔ جیولری" سیٹ کے انتخاب کے لیے تاشفین نے آبرو کو آگے کیا مگر اب آبرو اسے کیا بتاتی کہ اسے تو جیولری کے بارے میں کوئی خاص معلومات ہی نہ تھی، نہ ہی کوئی پسندیدہ انتخاب! وہ تو بچپن سے ان چیزوں سے دور بھاگتی آئی تھی۔ جیولری کے نام پر اس نے آج تک صرف گھڑی اور کانوں میں ٹاپس ہی پہنے تھے۔ وہ کافی دیر سامنے رکھے ان سیٹس کو دیکھتی رہی۔ جب کچھ وقت گزرنے کے بعد بھی آبرو ان میں سے کسی کا انتخاب نہ کر سکی تو تاشفین نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا، جس پر چھائے تاثرات اسکی کیفیت سمجھانے کے لیے کافی تھے۔

میں کچھ مدد کروں؟" تاشفین کی اس پیشکش پر آبرو کا فوراً اثبات میں ہلتا سر اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ کچھ دیر بعد وہ مل کر کچھ سیٹس منتخب کر چکے تھے۔"

کچھ رِنگز دکھایے گا پلیز" تاشفین نے دکاندار کی جانب دیکھتے کہا جس پر اب وہ رِنگز کے ڈبے آبرو کے سامنے رکھ رہا تھا۔"

رِنگ پسند کریں آبرو!" تاشفین کے کہنے پر اب آبرو کے لیے ایک اور امتحان سامنے کھڑا تھا۔ اسے آج پہلی بار جیولری میں اپنی کم علمی کا احساس ہوا تھا، آج کل فیشن میں" کونسے ڈیزائنز تھے اسے کچھ علم نہ تھا مگر کچھ لمحے بعد ہی وہ اپنے لیے ایک انگوٹھی منتخب کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس نے دائیں جانب رکھے ڈبے میں موجود تیسری انگوٹھی کی جانب اشارہ کیا، جس میں سفید رنگ کا ایک خوبصورت موتی نصب تھا۔

پہن کر دیکھیں آبرو" تاشفین کے کہنے پر اسے شدت سے اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا، وہ بھول گئی تھی کہ انگوٹھی خریدتے وقت اسکا سائز دیکھنا سب سے اہم ہے۔ اس لگا" ، جیسے تاشفین آج اِس لمحے اسے یہ سب چیزیں سکھا رہا تھا۔ نجانے کیوں اس کی ساری بااعتمادی کہیں دور جا سوئی تھی۔ آبرو نے فوراً وہ رنگ پہنتے اپنا ہاتھ تاشفین کی جانب کیا

، پرفیکٹ!" وہ مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو وہ رنگ اتارنے ہی لگی تھی کہ اسکی سماعت سے تاشفین کی آواز ٹکرائی"

urdunovelsblog

اتاریں مت پہنے رکھیں" آبرو نے خاموشی سے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا۔ سیٹس کی قیمت وہ پہلے ادا کرچکا تھا اب دکاندار اسے اس انگوٹھی کی قیمت بتا رہا تھا جسے سنتے آبرو کو حیرت "

کا ایک جھٹکا لگا، اتنی سی انگوٹھی اور اتنی قیمت، یہ بھی یقیناً اسکی لاعلمی کا نتیجہ تھا۔

،آپ یہ رہنے دیں میں کوئی اور۔۔۔۔۔۔" اس نے فوراً تاشفین کو مخاطب کرتے مدھم آواز میں کہا مگر اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے تاشفین بولنے لگا"

چیز پسند کرنا آپکا کام ہے آبرو، قیمت کی فکر آپ مت کریں، اُسے ادا کرنے کے لیے میں ہوں نہ!" اس نے مدھم آواز میں کہتے کارڈ دکاندار کی جانب بڑھایا جبکہ آبرو نے "

ایک بھرپور نظر اپنے ساتھ بیٹھے تاشفین پر ڈالی، وہ واقعی بہت خوش قسمت تھی۔

آبرو اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی۔ سامنے فائلز کا ایک ڈھیر لگا رکھا تھا۔ جس میں سے سب ضروری فائلز اٹھاتے وہ ایک بیگ میں رکھ رہی تھی۔ آج سے دس دن

،بعد اسکا نکاح تھا اور ابھی بہت سے کام باقی تھے۔ وہ انہی کاموں میں مصروف تھی کہ صالحہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں

،کیا کر رہی ہو آبرو؟" وہ سامنے بیڈ پر بکھری ہوئی فائلز دیکھتے بولیں"

،کچھ نہیں امی، بس ضروری فائلز علیحدہ کر رہی تھی" اس نے ایک اور فائل اٹھاتے بیگ میں ڈالی"

"ابھی رابعہ کی کال آئی تھی، اس نے کل رات سب کو دعوت پر بلایا ہے"

urdunovelsblog

،سب۔۔۔؟" آبرو نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا"

سبرینہ کو بھی کہا ہے اور مجھے بھی، وہ چاہ رہی ہے کہ شادی سے پہلے ایک بار سب کی ملاقات ہو جائے، فاطمہ اور فیضان بھی سبرینہ سے نہیں ملے، تو انکو مدعو کرتے وہ چاہ "

رہی تھی کہ ہم بھی کل وہاں جائیں" انکی بات پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا۔

ملاقات سے یاد آیا، رابعہ بتا رہی تھی کہ تمہارے تایا تاشفین کہ بہت تعریف کر رہے تھے کہ وہ بہت سلجھا ہوا، سلیقہ مند بچہ ہے" آبرو خاموشی سے سنتے اپنا کام کر رہی "

تھی، نظر فوراً ہاتھ میں پہنی اس انگوٹھی پر گئی، جس میں لگا سفید موتی چمک رہا تھا۔

میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں اتنا کم ہے" صالحہ بیگم کے لہجے میں تشکر تھا۔ ان کی بات پر آبرو کے چہرے کو ایک طمانیت بھری مسکراہٹ نے چھوا کہ نظروں کے سامنے سیاہ "

،رنگ کی ایک فائل آئی

امی یہ اس جگہ کی فائل ہے، آپ اسے سنبھال کر رکھیے گا، انشاللہ جیسے ہی وقت ملے گا میں اس پر کام شروع کروادوں گی" اس نے فائل صالحہ بیگم کی جانب بڑھائی، جسے" تھامتے صالحہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

اس نے ٹیبل سے کپ اٹھاتے سامنے پڑی فائلز پر ایک نظر ڈالی، وہ آج ایک ہفتے بعد آفس آیا تھا۔ بقول فائقہ لاشاری کہ شہریار آفس کا سارا کام بخوبی سنبھال چکا تھا مگر یہاں ،تو کام جوں کا توں پڑا تھا۔ دروازے سے داخل ہوتے فواد نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا

اتنی کالز، اتنے میسجز مگر کوئی جواب نہیں اور آج ایک دم کال پر حکم دیا جاتا ہے کہ مجھے تم سے ملنا ہے" وہ غصے سے کہتا اسکے سامنے آبیٹھا۔"

،اس رویے کی وجہ جان سکتا ہوں کیا؟" وہ اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔ شاہزین خاموشی سے اسے دیکھتا رہا"

جواب دینا پسند کرو گے یا اب بھی پہلے کی طرح اگنور کرنے کا ارادہ ہے؟" اسکی خاموشی پر فواد کے غصے میں اضافہ ہوا۔"

"میں اگنور نہیں کر رہا تھا یار، بس میرا کسی سے بات کرنے کا دل نہیں تھا"

،چاہے کوئی کتنا بھی پریشان ہو؟" فواد فوراً بولا، جس پر شاہزین نے کپ ٹیبل پر رکھا"

،تو تم گھر بھی تو آسکتے تھے نہ؟" شاہزین کے اس سوال پر فواد بولنے لگا

آیا تھا مگر تم آرام فرما رہے تھے تو شہریار سے مل کر واپس آنا پڑا" اس کے پاس ہر بات کو جواب تھا۔"

اچھا نہ یار، اب چھوڑو ان باتوں کو، کافی لوگے؟" شاہزین نے موضوع بدلنا چاہا، جس پر فواد نے اثبات میں سر ہلاتے اسکی مشکل آسان کی۔"

تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس دن ڈاکٹر کے پاس گئے تھے رپورٹس لے کر؟" اس سوال پر شاہزین کے چہرے کا رنگ ایک دم بدلا، جس پر قابو پاتے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔"

پھر کیا کہا ڈاکٹر نے؟" ایک اور سوال۔"

کچھ خاص نہیں، بس چند دوایاں دی ہیں اور سموکنگ سے منع کیا ہے" مختصر جواب دیتے ہو خاموش ہوا۔"

سب ٹیسٹ کلئیر تھے؟" ایک اور سوال، جس پر شاہزین نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلایا۔"

تھینک گاڈ ورنہ میں تو سچ میں ڈر گیا تھا کہ کہیں کوئی بڑا مسئلہ نہ بن جائے" سامنے بیٹھا شاہزین خاموشی سے اسکی بات سن رہا تھا۔ وہ کیوں اس بات کو سب سے چھپا رہا تھا وہ"

! نہیں جانتا تھا، شاید اسے خود بھی ڈاکٹر کی بات پر یقین نہ تھا کہ آخر ایک دم اسے اتنی بڑی بیماری کیسے ہو سکتی تھی

، تمہیں اب سگریٹ چھوڑنی ہے شاہزین، بالکل بھی بد احتیاطی نہیں کرنی" فواد اسے سمجھاتا ہوا بولا"

اوکے باس" شاہزین بمشکل مسکرایا۔"

سورج غروب ہوتے ہی اندھیرا آسمان پر چھائی تمام روشنی کو نگلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان نے سیاہ چادر اوڑھ لی۔ وہ سب آج پھر رابعہ بیگم کے گھر موجود تھے۔ لاؤنج میں پڑے ایک صوفے پر فیضان رابعہ بیگم کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ دوسرے صوفے پر فاطمہ کے ساتھ صالحہ بیگم موجود تھیں۔ آفاق بھی کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچا تھا اور ابھی فریش ہونے کے لیے اپنے کمرے میں گیا تھا۔ وہ سب اس وقت سبرینہ اور اسکے خاندان کے منتظر تھے۔ مہمل رتبہ، آبرو اور اصباح کے ساتھ اپنے کمرے میں تھی جبکہ دو بہترین سہیلیاں حرم اور لائبہ باہر لان میں تھیں۔

، ہال کی بکنگ ہو گئی تھی نہ فیضان ؟" رابعہ بیگم کے سوال پر فیضان بولنے لگا"

جی آپا، میں نے بارات کے ہال کی بکنگ تو کروا لی ہے پر ویسے کا آپ نے ابھی تک کچھ نہیں بتایا" وہ بیکوقت لڑکی والے بھی تھے اور لڑکے والے بھی۔"

، میں آج سبرینہ سے اس بارے میں بات کروں گی" انکے جواب پر فیضان نے اثبات میں سر ہلایا کہ باہر سے حرم تیز تیز بھاگتی ہوئی اندر آئی"

، کیا ہوا حرم ؟" اسے ہانپتا دیکھ کر رابعہ بیگم بولیں"

وہ۔۔۔وہ۔۔۔لائبہ۔۔۔۔۔باہر۔۔۔۔بے ہوش۔۔۔" وہ پھولتی ہوئی سانس کے درمیان اٹک اٹک کر الفاظ ادا کر رہی تھی۔ لائبہ کا نام سنتے ہی فیضان کے چہرے" کا رنگ فق ہوا وہ تیزی سے باہر کی جانب بھاگا جبکہ فاطمہ بھی اسکے پیچھے پیچھے تھیں۔ صالحہ بیگم حرم کو پانی دیتے رابعہ بیگم کے ساتھ باہر گئیں جہاں فیضان لان میں زمین پر لیٹی ، لائبہ کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اس کے قریب گئیں

اسکے ہونٹ تو نیلے پڑ رہے ہیں فیضان، تم اسے جلدی سے ہسپتال لے جاؤ، میں آفاق کو بلاتی ہوں" رابعہ بیگم فیضان سے کہتیں تیزی سے اندر گئیں جبکہ فیضان نے لائبہ کا" ماتھا چومتے اسے اپنی گود میں اٹھایا اور قدم اٹھاتا گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

urdunovelsblog

لائبہ کو کیا ہوا تھا حرم ؟" مہمل نے حرم کو مخاطب کیا۔ وہ سب لاؤنج میں آ گئے تھے جبکہ آفاق اور فیضان لائبہ کو ہسپتال لے گئے تھے۔"

مجھے نہیں پتا آپی، میں اور لائبہ بس ایک دوسرے کو پکڑنے کے لیے لان میں بھاگ رہے تھے کہ ایک دم وہ رک گئی اور میرے پاس پہنچے سے پہلے وہ بے ہوش" ہو گئی" حرم کے اس جواب پر سامنے رابعہ بیگم کے ساتھ بیٹھی فاطمہ فوراً لائبہ کی بے ہوشی کی وجہ سمجھ گئی۔ وہ اپنی طبّی حالت کی وجہ سے زیادہ بھاگ نہیں پاتی تھی مگر پھر بھی انکا دل اسکے لیے بہت پریشان تھا۔ وہ سب یونہی بیٹھے تھے کہ باہر سے آتی گاڑی کے ہارن کی آواز پر وہ سب متوجہ ہوئے، اس پریشانی میں وہ یہ فراموش کر گئے تھے کہ وہ کسی کے منتظر تھے۔ کچھ دیر بعد سبرینہ اور نور لاؤنج میں داخل ہوئے جبکہ انکے پیچھے تاشفین اور زاویار آ رہے تھے۔ وہ سب اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ رابعہ بیگم نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے خوشدلی سے انکا استقبال کیا۔ ابھی انہیں آئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سب کے چہروں سے سبرینہ کو کچھ عجیب محسوس ہوا، جس پر اس نے صالحہ بیگم سے سوال کیا، جس پر وہ انہیں کچھ دیر پہلے ہوئے واقعے کے بارے میں بتاتی چلی گئیں۔ بات آہستہ آہستہ تاشفین تک پہنچی جو خود فیضان اور آفاق کی غیر موجودگی پر حیران تھا۔ تاشفین تک خبر پہنچتے ہی وہ بغیر ایک لمحہ ضائع کیے ہسپتال کے لیے نکل گیا۔ سب نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی.

آپ لوگ بے فکر رہیں، میں بس ابھی کچھ دیر میں انہیں ساتھ لے کر آؤں گا، انشاللہ "تاشفین کے اس جواب پر سب خاموش ہو گئے جبکہ آفاق یا فیضان میں سے کسی کی" کال انہیں موصول نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے انکی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ رابعہ بیگم کے کہنے پر وہ سب کھانا لگانے میں مہمل کی مدد کر رہی تھیں۔ لاؤنج میں بیٹھی فاطمہ چہرے سے ہی بہت پریشان نظر آ رہی تھیں کہ پاس بیٹھی سبرینہ نے انہیں مخاطب کیا،

آپ پریشان مت ہوں، اللہ سب بہتر کرے گا، آپ کی بیٹی بالکل ٹھیک ہو جائے گی" انکی تسلی پر فاطمہ نے انکی جانب دیکھا،"

انشاللہ" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے جواب دی۔"

ہسپتال پہنچتے ہی لائبہ کو ایمرجنسی میں لے گئے تھے اور تقریباً بیس منٹ بعد ہی تاشفین بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا فیضان کے پاس پہنچا، جن کے چہرے پر چھائے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ اس وقت کتنے پریشان ہیں۔ تاشفین کو اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ انکے ساتھ موجود آفاق فون پر رابعہ بیگم سے بات کر رہا تھا۔

urdunovelsblog

آپ پریشان مت ہوں، میں دیکھتا ہوں" اس نے انکے کندھے پر ہاتھ رکھتے انہیں تسلی دی اور قدم اٹھاتا ایمرجنسی روم میں داخل ہو گیا۔ وہ لائبہ کو اسی ہسپتال میں لائے" تھے جہاں اس روز وہ تاشفین سے ملنے آئے تھے۔ کچھ دیر بعد تاشفین انہیں باہر آتا دکھائی دیا، وہ تیزی سے اسکی جانب گئے،

بیٹا۔۔۔بیٹا۔۔۔لائبہ ٹھیک تو ہے نہ؟" انکے الفاظ ٹوٹ رہے تھے۔"

جی، وہ ٹھیک ہے، آپ یوں پریشان مت ہوں، بس کچھ دیر میں ڈاکٹرز بھی باہر آتے ہوں گے" وہ انہیں واپس بینچ پر بٹھاتا بولا"،

میں جانتا ہوں، اولاد کی تکلیف والدین برداشت نہیں کر پاتے مگر آپ تسلی رکھیں، وہ اب ٹھیک ہے، کچھ دیر میں اسے ہوش بھی آجائے گا انشاللہ" وہ ان کے ساتھ بیٹھا" انہیں تسلی دے رہا تھا جبکہ فیضان کی آنکھوں میں اب نمی آنے لگی تھی، لائبہ اسکی زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ تھی، اسکی واحد اولاد تھی، اسکی تکلیف برداشت کرنا واقعی فیضان کے لیے بہت مشکل تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ان دونوں کو اپنے آفس میں لے آیا تھا۔ آفاق رابعہ بیگم کو فون کرتے لائبہ کی خیریت کی خبر دے چکا تھا۔

لائبہ کی اس حالت کا اندازہ آپ کو کب ہوا تھا؟" فیضان تاشفین کو لائبہ کی طبّی حالت کے بارے میں سب تفصیلات دے چکا تھا۔"

تقریباً آج سے 15 سال پہلے جب وہ صرف دو ماہ کی تھی" فیضان نے تاشفین کو جواب دیتے کہا"،

اور تب سے ہی اسکا علاج جاری ہے" وہ خاموش ہوئے"،

"لائبہ کی سرجری ممکن ہے، جس کے بعد اسکی یہ پریشانی ہمیشہ کے لیے دور ہو سکتی ہے"

مجھے معلوم ہے بیٹا، ڈاکٹرز نے بہت بار مجھ سے کہا ہے مگر میرا دل نہیں مانتا، اللہ نہ کرے اگر اسے سرجری کے دوران۔۔۔۔۔" وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکے۔"

آپ کی پریشانی بالکل جائز ہے مگر اس طرح وہ پوری زندگی یوں ہی چھوٹی سے بد احتیاطی پر مشکلات کا سامنا کرتی رہے گی، ایک نارمل انسان کی طرح ہر کام کرنے کی" صلاحیت سے محروم رہے گی اور فلحال تو یہ مسئلہ سرجری کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے پر اگر کل کو اسکی حالت مزید بگڑ گئی تو پھر معاملہ مزید سنگین ہو جائے گا" وہ پیشہ ورانہ انداز میں فیضان کو سمجھا رہا تھا، جسے فیضان غور سے سن رہے تھے۔

تاشفین ٹھیک کہہ رہا ہے ماموں، اس سے پہلے کے اسکی حالت وقت کے ساتھ ساتھ مزید بگڑ جائے، آپکو سرجری کے بارے میں سوچنا چاہیے" آفاق تاشفین کی بات سے" متفق ہوتا بولا، اس سے پہلے کے فیضان کچھ کہتے دروازے پر دستک ہوئی اور نرس اندر داخل ہوئی،

ڈاکٹر، مریض کو ہوش آ گیا ہے" وہ تاشفین کو اطلاع دیتی بولی، جس پر وہ تینوں اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑے ہوئے۔"

اندر داخل ہوتے ہی فیضان کی نظر لائبہ پر پڑی، جو بیڈ پر آنکھیں بند کیے نیم دراز تھی جبکہ نرس اسکی ڈرپ ٹھیک کر رہی تھی۔اسے یوں دیکھتے ہر بار فیضان کا دل خون کے آنسو روتا،اسکی اولاد اس عمر میں ہی کتنی تکالیف برداشت کر رہی تھی۔وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکی ایک اور اولاد تھی جس نے اپنا پورا بچپن صرف مصائب اور مشکلات ہی دیکھی تھیں۔جس کا پورا بچپن صرف محرومیوں میں گزرا تھا!فیضان قدم اٹھاتا اسکے قریب گیا جبکہ تاشفین نرس سے لائبہ کے بارے میں بات کرنے میں مصروف تھا۔آفاق فاطمہ بیگم کو لینے گھر گیا تھا کیونکہ ڈاکٹر نے لائبہ کو کل صبح ڈسچارج کرنے کا کہا تھا۔

لائبہ میرا بچہ!"وہ ہاتھ اسکے چہرے پر رکھتے بولے،جس پر لائبہ نے اپنی بند آنکھیں کھولتے فیضان کی جانب دیکھا مگر خاموش رہی۔فیضان نے جھکتے اسکا ماتھا چوما۔"

بابا،ڈونٹ وری،آئی ایم فائن!"وہ نقاہت زدہ آواز میں اپنے باپ کو تسلی دے رہی تھی۔جس پر فیضان نے مسکراتے ہوئے اپنے آنسو صاف کیے اور دوبارہ جھکتے اسکا ہاتھ" چوما،اسے لائبہ اپنی زندگی سے بڑھ کر عزیز تھی جبکہ پاس کھڑا تاشفین اولاد کے لیے باپ کی محبت اور شفقت دیکھتے مسکرایا،نجانے کیوں مگر ایک دم اسے اپنی اس محرومی کا احساس ہوا کہ اس نے تو اپنے باپ کا لمس آج تک محسوس نہ کیا تھا،باپ کی محبت کیسی ہوتی ہے،وہ کبھی جان ہی نہ پایا!اپنی ساری سوچیں جھٹکتے وہ آگے بڑھتا ان کے قریب گیا۔

دیکھیں فیضان صاحب آپکی بیٹی کتنی بہادر ہے،ان چھوٹی موٹی باتوں پر بالکل پریشان نہیں ہوتی"وہ واقعی خود بھی اسکی ہمت سے متاثر ہوا تھا،جو تکلیف میں بھی اپنے باپ کو" تسلی دے رہی تھی۔تاشفین کے قریب آنے پر وہ اسکی جانب دیکھنے لگی۔

urdunovelsblog

ڈاکٹر ٹیل ہِم ناٹ ٹو وری اَباؤٹ می،آئی ایم ٹوٹلی فائن"وہ اب تاشفین کو کہہ رہی تھی کہ اسکے باپ کو تسلی دے،جس پر تاشفین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔"

تمہارا بہت شکریہ تاشفین بیٹا،تم یوں سب چھوڑ کر میرے لیے یہاں آئے اور مجھے سمجھایا کہ میری بچی کے لیے کیا بہتر ہے،میں نے سوچ لیا ہے کہ میں واپس جا کر فوراً" ،ڈاکٹرز سے سرجری کی بات کروں گا"وہ تشکر بھرے لہجے میں بولے،اس سے پہلے کے تاشفین کچھ کہتا لائبہ کی آواز انکی سماعت سے ٹکرائی

،اوہ،سو یو آر ڈاکٹر تاشفین،آبروز فیوچر ہسبنڈ"وہ لہجے میں اشتیاق لیے بولی"

،حرم ہیز ٹولڈ می اباؤٹ یو"اسکی باتوں پر وہ دونوں مسکرائے"

نائس ٹو میٹ یو تاشفین بھائی"وہ ہاتھ تاشفین کی جانب بڑھاتی بولی۔حرم سے تاشفین بھائی کا ذکر اس نے بہت بار سنا تھا۔تاشفین نے ایک نظر اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کی" جانب دیکھا اور آگے بڑھتے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا جبکہ پاس کھڑا فیضان مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

رات کے اس پہر آسمان سیاہ چادر اوڑھے پُر سکون تھا۔ ہر سو مکمل تاریکی تھی۔ کمرے میں لگی گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی۔ واشروم کا دروازہ بند کرتے آبرو آئی، چہرے سے ٹپکتی پانی کی بوندوں کو دوپٹے سے صاف کرتے اسکی نظر بیڈ پر لیٹی رتبہ پر پڑی، جس کے ہاتھ میں موجود موبائل کی سکرین روشن جبکہ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ یقیناوہ سوچکی تھی۔ آبرو قدم بڑھاتے آئینے کے سامنے آئی اور جوڑے میں بندھے بالوں کو کھولتے اسکی نظر اپنے ہاتھوں پر لگی مہندی پر پڑی، بے ساختہ اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ وہ خوش تھی مگر پریشان بھی!

کچھ دیر بعد وہ دوبارہ بالوں کو باندھتے بیڈ کی جانب چل پڑی۔ ہاتھ بڑھاتے رتبہ کا موبائل اٹھایا جس کی سکرین پر آج کے فنکشن کی تصویر موجود تھی۔ اس تصویر میں صالحہ بیگم کے اطراف وہ چاروں کھڑی تھیں۔ آج شام میں انکی مہندی کی ایک چھوٹی سی رسم تھی۔ اس تصویر میں اسکا اور اصباح کا گرارا بالکل ایک جیسا تھا، گلابی اور ہلکے سبز رنگ کا بہترین امتزاج! چہرے پر ہلکا ہلکا میک اپ اور کانوں میں پہنے پھولوں سے بنے آویزے ان دونوں کو مزید خوبصورت بنا رہے تھے۔ ان کے ساتھ کھڑی رتبہ اور حرم کو دیکھتے ایک دم اسے وہ تصویر نامکمل محسوس ہونے لگی۔ اس خاندان کے دو افراد جو اس تصویر کا حصہ نہ تھے، ان کی کمی آبرو کو شدت سے محسوس ہونے لگی۔ آنکھوں میں نمی لیے اس نے موبائل بند کرتے سائیڈ پر رکھا اور بیڈ پر لیٹتے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسکی زندگی کے اتنے اہم دن پر اسکے دو قریبی رشتے اسکے ساتھ، اسکے پاس نہیں ہوں گے۔ وہ مضبوط تھی مگر خوشی اور غمی کے مواقع پر اپنوں کی یاد انسان کو کمزور کر ہی دیتی ہے۔ ایک جانب اس گھر کو چھوڑ کر جانے کا دکھ تھا تو دوسری جانب خود سے بچھڑے اپنوں کی یاد، آنسو اب اس کی پلکوں کی باڑ توڑتے رخسار پر گرنے لگے تھے۔ وہ آنکھیں کھولتے اٹھ کھڑی ہوئی اور الماری کی جانب چل پڑی۔ الماری سے ایک تصویر نکالتے وہ واپس بیڈ پر آ بیٹھی اور تصویر آنکھوں کے سامنے کی۔ وہ حیات صدیقی اور آبرو کی تصویر تھی۔ اس تصویر کو چومتے وہ بے آواز رو رہی تھی۔ آج کافی عرصے بعد اسکا دل چاہ رہا تھا کہ حیات صاحب اسکے سامنے ہوں اور وہ انکے گلے لگ جائے مگر یہ آرزو، یہ خواہش اب ہمیشہ ادھوری رہنے والی تھی۔ وہ کافی عرصے سے کاموں میں اتنی مصروف تھی کہ ان سے ملنے قبرستان بھی نہیں جا پائی تھی، جس کا احساس اسے آج بہت شدت سے ہو رہا تھا جبکہ دوسرے کمرے میں صالحہ بیگم کے ساتھ لیٹی اصباح بھی انہیں کیفیات سے دوچار تھی۔ ان دونوں کی کمی آج اسے بھی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ روتے روتے اسکی آنکھیں اب سرخ پڑ چکی تھیں۔ اپنے موبائل سے حفصہ کی تصویر نکالتے وہ بار بار اسے دیکھ رہی تھی۔ کاش وہ آج ان سب کے ساتھ ہوتی! کاش! اس نے اپنی آنکھوں سے اپنی بہن کی ازدواجی زندگی کا حال دیکھا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ خود شادی کے بندھن میں نہیں بندھنا چاہتی تھی مگر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اسے آفاق پر اعتماد ہونے لگا تھا کہ وہ عادل جیسا مرد نہیں ہے، وہ عورت کی عزت کرنا بخوبی جانتا تھا۔ یہ رات ان دونوں کے لیے بھاری تھی۔ وہ دونوں کل اپنی زندگی کا ایک نیا سفر شروع کرنے والی تھیں اور نیا سفر اکثر خوشیوں کے ساتھ پریشانی بھی لاتا ہے

سامنے پڑی فائلز بند کرتا وہ اٹھ کھڑا ہوا، ہاتھ میں پکڑی سگریٹ ایش ٹرے میں پھینکتے وہ قدم اٹھاتا باہر کی جانب چل پڑا۔ طبیعت میں تھوڑی سی بہتری آتے ہی وہ ڈاکٹر کی ہر بات کو نظرانداز کرتے، ایک بار پھر اپنی ازلی لاپرواہی اختیار کر چکا تھا۔ اسکے بڑھتے قدم فیاض لاشاری کے آفس کی جانب تھے، وہ دو دن پہلے ہی لاہور سے واپس آئے تھے۔

،ڈیڈ اندر ہیں؟"اس نے سامنے بیٹھے اسسٹنٹ کو مخاطب کیا"

جی سر، پر۔۔۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے شاہزین دروازہ کھولتے اندر داخل ہو چکا تھا۔ جہاں اسکی نظر فیاض لاشاری پر پڑی جو سامنے بیٹھے شخص سے بات" کرتے کرتے ایک دم خاموش ہو گئے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا کہ نظر سامنے بیٹھے غفار پر پڑی۔ وہ مزید قدم بڑھاتا غفار کے ساتھ والی کرسی پر جا بیٹھا۔

،لگتا ہے کوئی بہت اہم بات ہو رہی تھی۔۔"ان دونوں کے ایک دم خاموش ہونے پر شاہزین فیاض صاحب کی جانب دیکھتے بولا"

اور میں غلط وقت پر آیا ہوں"اس بار اس نے غفار کی جانب دیکھا، وہ کمپنی کا سی ای او ہونے کے ساتھ ساتھ اس کمپنی کا سب پرانا ملازم تھا۔ فیاض صاحب اپنی ہر میٹنگ، ہر" پراجیکٹ میں اسے ساتھ رکھتے تھے۔ وہ انکے لیے ایک نہایت قابل اعتبار انسان تھا۔

،ہاں بات تو واقعی بہت اہم تھی"فیاض صاحب اسے مخاطب کرتے بولے، جس پر شاہزین نے آبرو اچکائیں"

،ہم سوچ رہے ہیں کہ گلبرگ والی برانچ کا انچارج تمہیں بنا دیا جائے یعنی وہ برانچ تمہارے نام کر دی جائے"فیاض صاحب کی بات پر وہ چونکا"

،اوہ ریئلی!"اسکی بات پر فیاض لاشاری نے اثبات میں سر ہلایا"

""یس، ویسے بھی اب تم اس قابل ہو چکے ہو کہ تم اپنا بزنس خود دیکھو

"نائس، اور ایک دم آپ کو یہ خیال کیسے آیا؟"

خیال کیسے آیا اسے چھوڑو، یہ بتاؤ کہ خیال کیسا ہے؟"اسکے سوال کے جواب میں وہ بھی اس سے سوال کرنے لگے۔"

،خیال برا تو نہیں ہے"شاہزین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا"

تو پھر ڈن ہے کہ اگلے ہفتے ایک میٹنگ میں اس کی آفیشل اناؤنسمنٹ کرتے ہیں"جواب دیتے ہوئے فیاض لاشاری بھی خوش نظر آ رہے تھے۔

"غفار اس میٹنگ سے متعلق سارے انتظامات تم بذات خود دیکھنا، میں تمہارے علاوہ کسی اور پر اس معاملے میں اعتبار نہیں کر سکتا"

urdunovelsblog

شیور سر آپ بے فکر رہیں" وہ مختصر بات کرتا اٹھ کھڑا ہوا اور قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔"

ویسے ڈیڈ بتائیں تو سہی آپکو یہ خیال کیسے آیا؟" شاہزین کا سوال اب بھی وہی تھا۔"

صبر رکھو آج کی تاریخ میں تمہیں پتا چل جائے گا، اب جاؤ شاباش اور آج کی میٹنگ کی تیاری کرو" انکی بات پر شاہزین کچھ لمحے وہاں بیٹھا رہا اور پھر قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔"

شادی ہال میں اس وقت گہما گہمی کا سماں تھا۔ اصباح کی بارات آچکی تھی۔ اب انتظار تھا تو تا شفین اور سبرینہ کا! اپنا عکس سامنے دیوار پر نصب آئینے میں دیکھتے اصباح نے آبرو کی جانب دیکھا جو موبائل ہاتھ میں تھامے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ وہ دونوں اس وقت شادی ہال میں کونے پر بنے ایک کمرے میں موجود تھیں۔ ان دونوں کا نکاح بھی یہیں طے پانا تھا۔ مہرون رنگ کے لہنگے میں ملبوس، سنہرے رنگ کا زیور پہنے اصباح بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ میک اپ سے اسکے تمام نقوش مزید پر کشش ہو گئے تھے۔ جبکہ دوسری جانب گہرے سرخ رنگ کے لہنگے میں موجود آبرو آج پہلی بار اتنا تیار ہوئی تھی۔ کانوں میں پہنے جھمکے، گردن میں موجود بھاری ہار، ماتھے پر سجی بندیا، چہرے پر ہوا خوبصورت میک اپ وہ آج واقعی جاذب نظر لگ رہی تھی۔ آبرو کو بار بار اپنی گردن چھوتے دیکھ اصباح اسے مخاطب کرنے ہی والی تھی کہ رتبہ اندر داخل ہوئی، گہرے نیلے رنگ کی پاؤں تک آتی فراک کے ساتھ سرمئی رنگ کا دوپٹہ لیے وہ انکے قریب آئی

آپ کی بارات تو آگئی ہے اصباح میڈم، اب انتظار ہے تو ڈاکٹر صاحب کا کہ وہ کب بارات لے کر پہنچتے ہیں" وہ چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے بولی کہ اتنے میں حرم اور" لائبہ اندر داخل ہوئیں، ان دونوں کی ہلکے آسمانی رنگ کی فراکس ایک جیسی تھیں، لائبہ انکے پاس آئی

" I am unable to decide who is looking more beautiful "

وہ مسکراتے ہوئے بولی، جس پر اصباح اور آبرو ایک دوسرے کی جانب دیکھتے مسکرائیں۔ کچھ دیر بعد وہ تینوں واپس چلی گئیں مگر اس بار بھی اصباح کے آبرو کو مخاطب کرنے سے پہلے مہمل اندر داخل ہوئی اور ان کے پاس آبیٹھی، کچھ دیر بعد رابعہ بیگم اور صالحہ بیگم بھی انکے پاس تھیں۔ ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ رابعہ بیگم واپس باہر ہال میں چلی گئیں، مہمل بھی انکے پیچھے جانے لگی مگر جانے سے پہلے وہ اصباح کے پاس آتے مدھم آواز میں بولنے لگی

آج تو بھائی گئے کام سے، اگر آج وہ تم پر سے نظریں نہ ہٹا سکے تو اس میں انکا نہیں تمہارا قصور ہوگا" اصباح کے گلابی ہوتے رخسار دیکھتے وہ ہنستے ہوئے باہر چلی گئی۔ رابعہ بیگم" باہر سٹیج پر سنہرے رنگ کی شیروانی میں ملبوس آفاق کے ساتھ بیٹھی تھیں۔

مجھے آج تمہارے ابو کی کمی بہت محسوس ہو رہی ہے" انکی نظروں کا مرکز انکا بیٹا تھا، جو آج نہایت خوبرو اور وجیہ لگ رہا تھا۔"

اگر آج وہ ہمارے درمیان ہوتے تو بہت خوش ہوتے" وہ آبدیدہ ہوگئی تھیں۔اتنے سال گزر جانے کے باوجود بھی پرانے زخم خوشی اور غمی کے موقع پر تازہ ہو جاتے ہیں۔"

خود کو سنبھالیں امی "آفاق انکی آنکھوں میں موجود نمی کو دیکھتا بولا کہ نظر سٹیج کی جانب آتے فیضان پر پڑی۔وہ انکے پاس آتے رابعہ بیگم سے کچھ بات کرنے لگے کہ ان کا"

،فون بجنے لگا،ہاتھ میں تھاما موبائل آنکھوں کے سامنے کیا

صائمہ بھابھی۔۔"موبائل کی سکرین پر جگمگاتا نام دیکھ کر بے اختیار ان کی زبان سے یہ نام نکلا۔کال اٹھاتے انہوں نے فون کان سے لگایا۔دوسری جانب سے کہی جانے والی"

بات پر انکے چہرے کا رنگ ایک دم بدلا جسے دیکھتے رابعہ بیگم اپنی جگہ چھوڑتیں انکے پاس آئیں۔

کون سے ہسپتال میں ؟"کچھ دیر بعد فیضان کے کہے یہ الفاظ انکی سماعت سے ٹکرائے۔"

وہ سب فکر مند چہرے لیے وہیں ہال میں ایک کونے پر بیٹھے تھے۔جلال تایا کی طبیعت ایک دم بہت بگڑ گئی تھی جس پر انہیں ایمرجنسی میں ہسپتال لے گئے تھے۔صائمہ تائی نے ہسپتال پہنچ کر فیضان کو فون کیا تھا،جس کے بعد سے وہ سب یونہی پریشان بیٹھے تھے۔ان کی خوشی ایک دم ماند پڑنے لگی تھی۔

ہمیں بھائی جان کے پاس جانا چاہیے فیضان"رابعہ بیگم فیضان کو مخاطب کرتے بولیں جو موبائل پر کسی کا نمبر ڈائل کر رہے تھے جبکہ پاس کھڑی صالحہ بیگم رابعہ بیگم کو تسلی"

دے رہی تھیں۔

urdunovelsblog

"نہیں آپا ہم یوں سب چھوڑ کر نہیں جا سکتے،کچھ ہی دیر میں بارات آنے والی ہے،بچوں کا اتنا اہم دن ہم یوں۔۔۔۔۔"

مگر فیضان،بھائی جان کے پاس جانا بھی تو ضروری ہے نہ"رابعہ بیگم انکی بات کاٹتے بولیں،ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے آفاق آگے بڑھتے انکے پاس آیا اور انہیں اپنے"

،ساتھ لگاتے تسلی دینے لگا

،آپ پریشان نہ ہوں آپا،میں ان کے پاس جا رہا ہوں،آپ بس یہاں کے سارے معاملات دیکھ لیجیے گا"فیضان کی بات پر رابعہ بیگم فوراً بولیں"

"مگر فیضان تمہارے بغیر،میں۔۔۔"

مجبوری ہے آپا،ہم میں سے کسی ایک کو یہاں رہنا ہوگا"پاس کھڑی فاطمہ بھی پریشان نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔"

آپ پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا، میں وہاں پہنچ کر آپ کو مطلع کرتا ہوں گا" فیضان رابعہ بیگم کو تسلی دیتا بولا اور کچھ دیر بعد وہ بارات کے پہنچنے سے پہلے وہاں" سے چلا گیا۔

بارات کو آئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی۔ صالحہ مناسب الفاظ میں سبرینہ کو حالات سے آگاہ کر چکی تھی۔ جس پر ان سب کا یہی فیصلہ تھا کہ نکاح میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔ نکاح کے لیے مولوی صاحب پہلے ان دونوں بہنوں کے پاس آئے تھے۔ آبرو اور اصباح کے ساتھ اس وقت وہ سب موجود تھے۔ آبرو کا نکاح پہلے طے پانا تھا۔ مولوی صاحب نکاح شروع کر چکے تھے کہ تاشفین کی ولدیت میں فیضان صدیقی کا نام سنتے صالحہ بیگم ایک دم حیران ہوئیں جبکہ دوسری جانب بھائی کی حیثیت سے کھڑا آفاق بھی چونکا۔ رابعہ بیگم اپنی پریشانی میں اس نام پر غور نہ کر سکیں۔ آفاق کے کانوں میں رابعہ بیگم کی باتیں گونجنے لگیں جبکہ صالحہ بیگم کو سبرینہ کی کہی باتیں یاد آنے لگیں مگر آبرو کے قبول ہے کہنے پر وہ نام زیادہ دیر ان دونوں کے ذہن میں ٹھہر نہ سکا۔ نکاح نامے پر دستخط کرتے آبرو کی کیا کیفیت تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔ اسے آج تک حیات صاحب کی اتنی کمی کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی آج اس لمحے ہو رہی تھی۔ کاش وہ آج اس وقت اسکے ساتھ کھڑے ہوتے۔ اس کے بعد اصباح کا نکاح پڑھایا گیا۔ نکاح نامے پر دستخط کرتے وقت اسکی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ وہ دونوں اپنی زندگی کے ایک اہم سفر کا آغاز کر چکی تھیں۔ نکاح کے بعد سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے، صالحہ بیگم نے آگے بڑھتے ان دونوں کو گلے لگایا۔ حیات صاحب کی کمی انہیں ہر لمحہ محسوس ہو رہی تھی مگر وہ خوش تھیں کہ آج وہ اپنا ایک اہم فرض ادا کر چکی تھیں۔

urdunovelsblog

کھانے کے ٹیبل پر اس وقت وہ چاروں موجود تھے۔ شاہزین اور شہریار بزنس کے متعلق فیاض صاحب سے بات کرتے ہوئے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک فیاض لاشاری کو صبح والی بات یاد آئی ،

میں نے ایک فیصلہ کیا ہے" انکی بات پر اس بار فائقہ لاشاری بھی انکی جانب متوجہ ہوئیں" ،

میں گلبرگ والی برانچ شاہزین کے نام کر رہا ہوں" فائقہ بیگم کا گلاس تک جاتا ہاتھ وہیں تھم گیا۔"

اگلے ہفتے میں ایک میٹنگ میں اس خبر کو پبلکلی اناؤنس کروں گا، میں چاہتا ہوں کہ اب شاہزین بذاتِ خود اپنا بزنس سنبھالے" وہ خاموش ہوئے جبکہ فائقہ لاشاری کے " دماغ میں سوچوں کا ایک جال بننے لگا تھا۔

"ڈیٹس آ بگ نیوز ڈیڈ، کانگریچلیشنز برو" شہریار نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کی جانب دیکھا، فائقہ لاشاری نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر پھر خاموش ہو گئیں۔ یہ وقت اس بات کے لیے مناسب نہ تھا۔

"اور فائقہ اب تم بھی شاہزین کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈو، اسکی شادی کے بارے میں سوچو" فیاض صاحب کی اس بات پر فائقہ بیگم نے بمشکل مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا جبکہ اس بار حیران ہونے کی باری شاہزین کی تھی۔

"اوہ تو یہ وجہ تھی اس خیال کی، مگر ڈیڈ۔۔۔"

"30 سال کا ہونے والا ہے یہ، خود تو اسے زندگی کے کسی معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں سو تمہیں ہی کچھ سوچنا ہو گا" فیاض صاحب اسکی بات کاٹتے ہوئے دوبارہ فائقہ بیگم کو مخاطب کرتے بولے۔

"یہ چیٹنگ ہے ڈیڈ، برانچ والی بات تک تو ٹھیک تھا مگر آپ کا یہ خیال مجھے بالکل پسند نہیں آیا اور یہ اس قسم کے خیالات آپکو ایک دم سے کیسے آنے لگے؟" شاہزین کے سوال پر فیاض صاحب دوبارہ بولے،

"تم خود تو سیریس ہو نہیں سو مجھے ہی تمہارے لیے یہ سب سوچنا پڑے گا نہ اور ویسے بھی میں چاہتا ہوں کہ حمدان کے ساتھ ساتھ تمہاری بھی شادی کر دی جائے"

"کون حمدان؟ "

"غفار کا بیٹا، پچھلے سال ہی وہ انگلینڈ سے پڑھ کر آیا ہے اور اب یہاں واپس آ کر اپنا بزنس سنبھال رہا ہے" فیاض صاحب خاموش ہوئے،

"پر ڈیڈ میرا اس سے کیا مقابلہ ہے؟"

"بات مقابلے کی نہیں ہے، میں بس تمہیں ایک مثال دے رہا ہوں تاکہ تم اب اپنی زندگی کو لے کر سیریس ہو جاؤ ویسے بھی 30 سال کافی تھے عیاشیوں کے لیے" فیاض صاحب کی بات پر شاہزین مزید کچھ کہہ رہا تھا مگر فائقہ بیگم کا دماغ فیاض صاحب کے فیصلے پر اٹکا تھا۔

نکاح کے بعد وہ دونوں دلہنوں کو باہر ہال میں لے آئے تھے۔ تاشفین کے ساتھ بیٹھی آبرو اور آفاق کے ہمراہ بیٹھی اصباح کو دیکھتے صالحہ بیگم کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں، ان کی بیٹیاں آج پرائی ہو گئی تھیں۔ سٹیج پر بیٹھے آبرو اور تاشفین مسلسل آپس میں مختصر سی باتیں کر رہے تھے، جس پر کبھی آبرو مسکراتی تو کبھی تاشفین، اپنے ساتھ

اپنی بیوی کی حیثیت سے بیٹھی آبرو کو دیکھتے اسکا دل آج بہت خوش تھا،اسکی آرزو اور خواہش پوری ہو چکی تھی جبکہ دوسری جانب آفاق کی نظریں آج اپنے ہمراہ گردن جھکائے بیٹھی اصباح پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں،خود پر مسلسل آفاق کی نظریں محسوس کرتے اصباح کی گردن مزید جھکتی جا رہی تھی۔آفاق کا انتخاب واقعی بہت اچھا تھا پھر چاہے وہ اسکے ساتھ بیٹھی اسکی بیوی ہو یا اسکا پہنا ہوا وہ لہنگا،جو واقعی اصباح پر بہت جچ رہا تھا۔

سٹیج کے پاس سرمئی پینٹ کوٹ میں کھڑا زاویار، پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے آس پاس نظریں دوڑانے میں مصروف تھا۔ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو وہ اسے نظر آئی تھی کہ اچانک وہ اسکی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔اسکی نظریں اسے تلاش کرنے میں ہی مصروف تھیں کہ گلابی رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراک کے ساتھ آف وائٹ گرارہ پہنے نور اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔

"کسے ڈھونڈ رہے ہو؟"اسکی آواز پر وہ ہڑبڑایا""

"کسی کو نہیں"صفائی سے جھوٹ بولتے ہوئے وہ اسکی جانب پلٹا جو اسکے پیچھے کھڑی تھی۔"

،جھوٹ وہ بھی میرے سامنے"وہ استہزاءیہ انداز میں بولی اور ایک جانب اشارہ کرتے اسے متوجہ کیا"

وہ دیکھو سامنے کھڑی ہے"زاویار نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا،وہ سٹیج سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیبل کے پاس اکیلی کھڑی تھی۔ہونٹوں پر آتی مسکراہٹ کو چھپانے"
،کی ناکام کوشش کرتے زاویار بولنے لگا

"وہ۔۔۔میں تو بس۔۔"

،ہاں،ہاں اب کوئی اور بہانہ سوچو"اسکی بات پر زاویار کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ وہ بول پڑی"

اب مزید وقت مت ضائع کرو،جاؤ اور ہاں۔۔۔وہ بریسلٹ یاد سے دے دینا"وہ مسکرا کر کہتی چلی گئی جبکہ اسکی آخری بات پر زاویار کی نظریں اسے تب تک گھورتی رہیں"
جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی جبکہ زاویار سر جھٹکتے رتبہ کی جانب چل پڑا۔

urdunovelsblog

وہ سٹیج سے کچھ فاصلے پر ایک خالی ٹیبل کے پاس کھڑی اپنا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی جو بار بار زمین پر گر رہا تھا کہ اسے سیٹ کرتے کرتے وہ اس کے کانوں میں موجود جھمکوں سے الجھ گیا، شدید اکتاہٹ کا شکار ہوتے اب وہ دوپٹہ جھمکے سے علیحدہ کرنے لگی کہ زاویار قدم اٹھاتا اسکے پیچھے اکھڑا ہوا اور کھانستے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، جس پر وہ ایک دم پلٹی، دونوں کی نظریں ملیں۔

"کیسی ہیں آپ؟"

ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟" وہ اب بھی اپنا دوپٹہ سیٹ کرنے میں مصروف تھی جبکہ زاویار کی نظریں اس کے چہرے سے ہوتیں اب اس کے مہندی سے سجے ہاتھوں پر" پڑی، پھر نظروں کا مرکز اسکی کلائی میں موجود چوڑیاں بنیں۔ اس کا فیصلہ آج پختہ ہو گیا تھا۔ نگاہوں کا مرکز ایک بار پھر اسکا چہرہ تھا۔

بالکل ٹھیک، آپ تو شادی کی تیاریوں میں اتنی گم ہو گئی تھیں کہ بھول ہی گئیں کہ آپ کا کوئی دوست بھی ہے، نہ کوئی میسج، نہ کال" وہ رتبہ کو مخاطب کرتے بولا، جس پر" رتبہ اسکی جانب دیکھتے بولنے لگی۔

تو دوست نے بھی تو ایک بار پوچھنا گوارا نہیں کیا، اتنے دن اگر میں مصروف تھی تو وہ بھی تو میسج یا کال کر سکتا تھا، کیا اسے ایک بار بھی میرا خیال نہیں آیا" مقابل بھی رتبہ تھی مگر وہ اندازہ ہی نہ کر پائی کہ وہ بولتے بولتے کیا کہہ چکی ہے۔

یعنی آپ چاہتی ہیں کہ آپ میرے خیالوں کا حصہ بنیں اور میں آپ کو یاد کروں؟" الفاظ کو پکڑنے کا ہنر زاویار خوب جانتا تھا۔"

،میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا" وہ نظریں آس پاس گھماتے بولی"

مگر مجھے تو کچھ ایسا ہی سنائی دیا" وہ مسکرا کر بولا، جس پر اس بار رتبہ کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔"

،خیر میں تو آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا" وہ بات بدلتا ہوا بولا جبکہ اسکی بات پر رتبہ نے آئبرو اچکاتے اسکی جانب دیکھا"

شکریہ؟ کس لیے؟" سامنے کھڑا زاویار اب اپنے کوٹ سے ایک سیاہ رنگ کا ڈبیہ نکال رہا تھا۔"

میرا فیصلہ آسان بنانے کے لیے" زاویار وہ ڈبیہ اب ٹیبل پر رکھ چکا تھا جبکہ رتبہ اسکی ذو معنی بات اور ٹیبل پر پڑے اس ڈبیہ کے درمیان الجھی تھی۔"

یہ آپ کے لیے" اس سے پہلے کہ رتبہ کچھ پوچھتی، وہ اس ڈبیہ کی جانب اشارہ کرتے جا چکا تھا۔ اس کے جانے پر رتبہ اس ڈبیہ کی جانب پلٹی اور ہاتھ بڑھاتے اسے کھولنے" لگی۔ ڈبیہ کے کھلتے ہی اسکا منہ بھی حیرت سے کھلا رہ گیا۔

یہ تو وہی بریسلٹ، مگر یہ زاویار۔۔۔" وہ کہتے کہتے ایک دم رکی، ذہن کے پردے پر اس دن کا منظر لہرایا اور آہستہ آہستہ اسے سارا معاملہ سمجھ آگیا۔ نظر دوبارہ اس" بریسلٹ پر پڑی، لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے، ڈبیہ کو بند کرتے اس نے ایک قیمتی چیز کی طرح ہاتھ میں اٹھایا اور پلٹتے سٹیج کی جانب دیکھا جہاں زاویار تاشفین اور آبرو کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھا جبکہ ایک خوبصورت مسکراہٹ اب بھی اسکے لبوں پر موجود تھی۔

فائقہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو فیاض لاشاری بیڈ پر بیٹھے فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھے۔ وہ قدم اٹھاتی انکے پاس آبیٹھیں۔ وہ کافی دیر یوں ہی انکی کال ختم ،ہونے کی منتظر رہیں کہ کال کٹتے ہی فیاض لاشاری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے

،فیاض رکیں، مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے" وہ انہیں باہر کی جانب بڑھتا دیکھ کر بولیں"

ہاں کہو" وہ اب واپس بیڈ پر بیٹھ چکے تھے۔"

"آپ کو ایک دم یہ خیال کیسے آیا؟"

،کیسا خیال؟" وہ آبرو اچکاتے پوچھنے لگے"

وہی گلبرگ کی برانچ شاہزین کے نام کر دینے کا" وہ قدرے ناراضگی سے بولیں گویا وہ خفا تھیں کہ فیصلہ سنانے سے پہلے ایک بار انہیں فائقہ بیگم سے بھی پوچھنا چاہیے تھا۔"

،اوہ اچھا وہ، کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے کیا؟" وہ فائقہ بیگم کا لہجہ مد نظر رکھتے بولے"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے مگر ایک دم تو آپ کو یہ خیال نہیں آیا ہوگا، پہلے برانچ کا ذکر اور پھر ایک دم شادی، ظاہر ہے۔۔۔"

ہاں بالکل صحیح کہہ رہی ہو، ایک دم تو یہ خیال نہیں آیا ہوگا۔۔۔ دراصل میں نے سوچا کہ تم سے تو یہ کام بھی نہیں ہوگا تو کیوں نہ یہ فکر بھی میں ہی پال لوں" فیاض لاشاری انکی بات کاٹتے بولے، غصہ انکے لہجے سے واضح تھا۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں فیاض، میرا وہ مطلب نہیں تھا، ویسے بھی وہ صرف آپ کا نہیں میرا بھی بیٹا ہے" فائقہ لاشاری بولنے لگیں۔"

آپ کے مطابق تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں مگر میرے خیال سے وہ بڑا ہو چکا ہے، اپنے لیے خود فیصلے لے سکتا ہے، میں کسی بھی معاملے میں اس پر زبردستی نہیں کرنا" چاہتی"

اسے اس کے حال پر چھوڑ کر ہی ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوئے ہیں کہ اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی وہ زندگی کو لے کر سیریس نہی ہوا، رہی بات گلبرگ کی برانچ کی" تو وہ انہیں 40 فیصد شیئرز پر کھڑی ہے جو شاہزین کے نام ہیں" انکی اس بات پر فائقہ لاشاری نے افسوس سے آنکھیں بند کیں، ماضی میں ہوئی کوتاہیاں ان کے سامنے آرہی تھیں۔

پر میرا خیال ہے کہ شاہزین کے ساتھ ساتھ آپ کو شہریار کے بارے میں بھی کچھ سوچنا چاہیے" وہ اب اصل مدعے پر بات کر رہی تھیں۔"

اس کے لیے ابھی مناسب وقت نہیں آیا ویسے بھی وہ ابھی بہت چھوٹا ہے، بزنس کے بارے میں وہ ابھی کچھ نہیں جانتا، شاہزین کو میرے ساتھ کام کرتے تقریباً سات" سال ہو گئے ہیں جبکہ شہریار کو ابھی سات ماہ بھی نہیں ہوئے، صحیح وقت آنے پر اسکو بھی اسکا حصہ مل جائے گا" فیاض لاشاری اپنی بات مکمل کرتے رہے نہیں جبکہ پیچھے بیٹھی فائقہ لاشاری ماضی میں کی گئی اپنی غلطیوں پر پچھتا رہی تھیں۔

کمرے میں داخل ہوتے اس نے نظر اٹھا کر آس پاس دیکھا، پھولوں سے سجا کمرہ اسی کا منتظر تھا۔ وہ مہمل کے ساتھ قدم اٹھاتی اندر داخل ہوئی، پھولوں کی خوشبو اسکے نتھنوں !سے ٹکرائی، وہ آج پہلی بار اس کمرے میں آئی تھی، اس کی مالک بن کر

تم آرام سے یہیں بیٹھو، میں بس ابھی آتی ہوں" اصباح کو بیڈ پر بٹھاتے مہمل نے اسے مخاطب کیا، اسکی بات پر اصباح نے اثبات میں سر ہلایا اور مہمل قدم اٹھاتی باہر چلی" گئی۔ اپنے دوپٹے کو درست کرتے وہ آس پاس نظر دوڑاتے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ کمرے کی ایک ایک چیز بہت نفاست سے اپنی مخصوص جگہوں پر پڑی تھی جو اس بات کا ثبوت تھا کہ کمرے کا مالک بہت نفیس قسم کا انسان ہے۔ وہ یونہی آس پاس دیکھ رہی تھی کہ نظر دیوار پر لگی آفاق کی تصویر پر ٹھہر گئی۔ وہ یونیفارم میں لی گئی ایک خوبصورت تصویر تھی، جس میں وہ بے حد وجیہ نظر آرہا تھا۔ اس تصویر کو دیکھتے اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے کہ نظر سامنے آئینے میں موجود اپنے عکس پر پڑی، اپنے لبوں پر مسکراہٹ دیکھتے اسکے رخسار گلابی ہوئے اور وہ نظریں آئینے سے ہٹاتے اپنے مہندی سے سجے ہاتھوں کی جانب دیکھنے لگی۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ پیاس کا احساس ہوتے اس نے سائیڈ ٹیبل کی جانب دیکھا کہ نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے اس بوکے پر پڑی اور نظر وہیں ٹھہر گئی۔ وہ سرخ گلابوں کا کوئی عام بوکے نہیں تھا بلکہ اس میں وہ پھول موجود تھے جن کی تعریف اس دن اصباح نے انجانے میں آفاق کے سامنے کی تھی۔ بے اختیار ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے وہ بوکے اٹھایا، آنکھیں بند کرتے پھولوں کی خوشبو کو اندر اتارا اور اسے اپنی گود میں رکھا کہ نگاہ بوکے پر لگے کارڈ پر پڑی، ہاتھ بڑھاتے وہ کارڈ اتارا، کارڈ کھولتے اس پر درج الفاظ اس کی نظروں کے سامنے تھے۔

"ویلکم ٹومائی لائف مسز آفاق" اس جملے کے نیچے ایک سرخ رنگ کا چھوٹا سا دل بنا تھا۔ اصباح کو ایسا محسوس ہوا جیسے آفاق اس کے سامنے بیٹھے یہ بات کر رہا ہو۔ اس نے نظریں جھکاتے اس بوکے کو سینے سے لگایا، لبوں پر ایک مسکراہٹ در آئی، زندگی سے بھرپور مسکراہٹ!

سورج کی روشنی آسمان پر چھائی ساری تاریکی کو نگل چکی تھی، ایک نئے روشن دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود کھڑکی کے پاس فون کان سے لگائے کھڑا تھا۔ آہٹ کی آواز پر وہ پلٹا کہ نظر واشروم کا دروازہ بند کرتی آبرو پر پڑی جو ایک نظر تاشفین کی جانب دیکھتے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔ وہ آف وائٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے فون پر بات کرنے میں مصروف تھا مگر نگاہوں کا مرکز سامنے گہرے سبز رنگ کی لمبی قمیض کے ساتھ ہمرنگ ٹراؤزر میں ملبوس آبرو پر تھی۔ قمیض کے دامن اور آستینوں پر سنہرے رنگ کے موتیوں کا خوبصورت کام تھا۔ سیاہ بال پشت پر بکھرے تھے۔ وہ بالوں میں برش پھیرتے انہیں کیچر میں قید کر چکی تھی اور اب سامنے پڑے جیولری باکس میں سے اپنے لیے جیولری منتخب کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں ایک ڈائمنڈ رِنگ کا اضافہ ہو چکا تھا۔ ایک نیکلس نکالتے اس نے اپنی گردن کے ساتھ لگایا کہ تاشفین جو تب سے اسے ہی دیکھ رہا تھا، اسکی گردن پر نظر آتے سرخ نشان دیکھ کر ٹھٹکا۔ کچھ لمحے بعد وہ فون کاٹتے اسکی جانب بڑھا۔ تاشفین کو اپنی جانب آتا دیکھ کر آبرو بھی اسکی جانب متوجہ ہوئی،

"یہ تمہاری گردن پر کیا ہوا ہے آبرو، یہ کیسے نشان ہیں؟" آبرو نے فوراً آئینے میں دیکھا،

"جیولری کی وجہ سے ہوا ہے یہ، کل کی ساری جیولری کافی بھاری تھی اور مجھے جیولری پہننے کی بالکل بھی عادت نہیں ہے شاید اسی لیے الرجی ہو گئی ہے" وہ اپنا ہاتھ ان نشانات پر پھیرتی بولی اور دوبارہ وہ نیکلس اٹھاتے پہننے لگی،

"تو تم یہ دوبارہ کیوں پہن رہی ہو؟" وہ رک گئی، اسکی بات سمجھتا تاشفین آگے آیا۔

"تم رہنے دو کچھ مت پہنو۔۔"

"مگر اس طرح خالی اچھا نہیں لگے گا" وہ مدھم آواز میں بولی،

"تو کوئی بہت ہلکا سا دیکھ لو، جس سے تمہاری تکلیف میں اضافہ نہ ہو بلکہ رکو میں دیکھتا ہوں" وہ اب جیولری باکس کی جانب متوجہ تھا۔ کچھ دیر بعد تاشفین نے ایک سنہرے رنگ کا ہلکا سا نیکلس نکالتے اس کی جانب بڑھایا،

"یہ دیکھو۔۔ یہ زیادہ بھاری نہیں ہے" آبرو نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ نیکلس تھاما،

زیادہ تو نہیں پتا مگر شاید یہ تمہارے ڈریس کے ساتھ بھی اچھا لگے" وہ مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو نے مسکراتے ہوئے وہ نیکلس اپنی گردن سے لگایا، جس پر تاشفین "

،فوراً بولا

پرفیکٹ!" وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔"

پر ہاں اگر تم کچھ نہ بھی پہننا چاہو تو بھی کوئی مسئلہ نہیں، تمہاری آسانی سے زیادہ کچھ اہم نہیں" وہ مسکرا کر کہتا ڈریسنگ ٹیبل سے پیچھے ہٹا اور قدم اٹھاتا الماری کی جانب بڑھ "

گیا جبکہ پیچھے کھڑی آبرو کے کانوں میں اسکی کہی آخری بات گونج رہی تھی۔ وہ تاشفین کی جانب دیکھتے سوچنے لگی کہ آخر کیا تھا یہ شخص، جو ہر کسی کو لاجواب کر دینے والی آبرو

اس کے سامنے لاجواب ہو جایا کرتی تھی۔ اس کی معمولی سی تکلیف کی بھی اسے اتنی پرواہ تھی۔ آبرو کی نظروں کی تپش خود پر محسوس کرتے تاشفین نے اس جانب

،دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں

،کچھ کہنا چاہتی ہو؟" اس سوال پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا اور قدم اٹھاتی اس کے پاس آئی "

"تھینک یو"

کس لیے؟" سوال فوری تھا۔"

،ہر بار بنا کہے میری بات سمجھ جانے کے لیے" وہ واقعی اس کی مشکور تھی۔ تاشفین نے مسکراتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھامے "

urdunovelsblog

اس میں شکریہ ادا کرنے والی کوئی بات نہیں آبرو، ہم دونوں کے درمیان موجود رشتے کی یہ ضرورت ہے کہ ہم بنا کہے ایک دوسرے کی ہر بات سمجھ جائیں کیونکہ اگر ہمیں "

بھی ایک دوسرے کو بات سمجھانے کے لیے الفاظ کا استعمال کرنا پڑے تو یہ رشتہ کمزور پڑ جائے گا" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا کہہ رہا تھا۔

میں نے پہلے بھی کہا تھا اور آج پھر کہتا ہوں کہ ہم زندگی کے اس سفر میں ہمسفر ہیں، ایک ساتھ چلنے والے، نہ کوئی برتر ہے نہ کوئی کمتر۔۔ میں تمہارے ساتھ برابری کا "

رشتہ قائم کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے مجھے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے" اسکے ہاتھ ابھی بھی تاشفین کے ہاتھوں میں تھے۔

زیادہ بڑے دعوے یا وعدے نہیں کروں گا مگر ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ زندگی کے ہر موڑ پر تم مجھے اپنے ساتھ کھڑا پاؤ گی، تمہاری عزت میری عزت، تمہارے مسائل "

میرے مسائل، تمہاری خوشیاں میری خوشیاں، ہمارے درمیان کچھ بھی تیرا میرا نہیں ہو گا، جو ہو گا ہمارا ہو گا، میں تم سے محبت اور عزت پر بنا ایک رشتہ قائم کرنا چاہتا ہوں

،اور اس سب میں مجھے تمہارا ساتھ چاہیے تو کیا تم میرا ساتھ دو گی؟" آبرو نے فوراً مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا

"شکریہ وکیل صاحبہ "وہ مسکرا کر کہتا اس کے ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔

"تیار ہو جاؤ پھر نیچے چلتے ہیں "وہ یہ کہتا بیڈ پر بیٹھ چکا تھا جبکہ آبرو واپس ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔

لاؤنج میں ٹیبل پر رابعہ بیگم کی ایک جانب فیضان کے ساتھ فاطمہ بیٹھی تھیں جبکہ دوسری جانب مہمل کے ساتھ لائبہ موجود تھی۔رابعہ بیگم کچھ دیر پہلے ہی فیضان کے ساتھ ہسپتال سے گھر واپس آئی تھیں۔رات کو ڈاکٹرز نے جلال تایا کو ہسپتال میں داخل کر لیا تھا۔انہیں ایک بار پھر فالج کا اٹیک آیا تھا،ان کے پورے جسم میں حرکت نہ ہونے کے برابر تھی،صرف آنکھوں کی حرکت باقی تھی۔ڈاکٹرز صائمہ تائی کو پہلے ہی جواب دے چکے تھے کہ انہیں اب واپس گھر لے جایا جائے۔

اتنے میں رابعہ بیگم کی نظر سیڑھیاں اترتے آفاق اور اصباح کی جانب اٹھی۔آسمانی رنگ کی شارٹ فراک کے ساتھ ہمرنگ دوپٹہ اور پاجامہ پہنے اصباح آفاق کے ہمراہ سیڑھیاں اتر رہی تھی جبکہ اسکے ساتھ چلتا آفاق بھی آسمانی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس تھا کہ ایک دم آفاق نے جھک کر اصباح کے کان میں کچھ کہا جس پر اصباح ایک نظر آفاق کی جانب دیکھتے جواباً کچھ بولی،جس پر آفاق ہنسنے لگا جبکہ اصباح گردن جھکاتے اپنا دوپٹہ درست کرنے لگی۔انہیں دیکھتے رابعہ بیگم نے مسکراتے ہوئے ان کی دائمی خوشیوں اور سلامتی کی دعا کی۔ٹیبل کے پاس آتے ہیں ان دونوں نے سب کو سلام کیا،

"وعلیکم السلام بیٹا،آؤ بیٹھو "رابعہ بیگم مسکراتے ہوئے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے بولیں۔آفاق نے پہلے اصباح کے لیے کرسی نکالتے اسکے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

urdunovelsblog

"کیسی ہو؟ "اصباح کے ساتھ بیٹھی مہمل نے اسے مخاطب کیا،اس سے پہلے کہ اصباح کوئی جواب دیتی مہمل کی نظر اس کی گردن میں لٹکتے لاکٹ پر پڑی،جس کے ایک کونے پر ایک ننھا سا دل لٹک رہا تھا،جس میں انگریزی کے دو حروف کندہ تھے،"اے اور آئی!"

"واہ بھئی واہ "اصباح اسکی نظروں کا مرکز محسوس کرتے مسکرائی۔

"ماشاللہ،بہت خوبصورت لگ رہا ہے،، "مہمل دل سے اسکی تعریف کرتی بولی کہ انکی سماعت سے آفاق کی آواز ٹکرائی

"ماموں کی طبیعت اب کیسی ہے "وہ رابعہ بیگم کو مخاطب کرتا پوچھ رہا تھا۔

"کیا بتاؤں بیٹا، ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے، بس تم سب دعا کرو کہ اللہ بھائی جان کے لیے آسانیاں پیدا کرے" وہ متفکر لہجے میں بولیں، جس پر ان کے اعتراف بیٹھے تمام افراد نے زیرِلب آمین کہا۔

"بیگم صاحبہ آپ کی چائے" ملازمہ فائقہ لاشاری کو مخاطب کرتے بولی، جو لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی اپنے موبائل میں مصروف تھیں۔

"ہاں، یہاں رکھ دو" ملازمہ چائے رکھتے واپس چلی گئی جبکہ فائقہ لاشاری نے موبائل بند کرتے ایک جانب رکھا اور انکے دماغ میں رات فیاض لاشاری سے ہوئی باتیں گونجنے لگیں۔ وہ حیران تھیں کہ ایک دم فیاض کو شاہزین کی کیا فکر لاحق ہوگئی تھی کہ کمپنی کی ایک بڑی برانچ وہ اس کے نام کر رہے تھے اور پھر اسکی شادی! دل میں فوراً خیال آیا کہ یہ سوچنا صرف انکا ہی نہیں فائقہ کا بھی فرض ہے، وہ انکی پہلی اولاد انکا بیٹا ہے مگر دماغ انہیں حقیقت کا آئینہ دکھانے لگا کہ وہ انکا بیٹا نہیں ہے! انکی اولاد صرف شہریار ہے۔ اگر فیاض صاحب سب کچھ شاہزین کے نام کر دیں گے تو شہریار کے لیے کیا باقی رہ جائے گا جبکہ ان سب چیزوں کا حقدار صرف شہریار ہے، شاہزین نہیں! اور وہ اپنے بیٹے کی حق تلفی ہرگز نہیں ہونے دے سکتی تھیں۔ انہیں رہ رہ کر ماضی میں کیے اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔ شاہزین کی پیدائش کے بعد جب وہ پہلی بار اسے گھر لائی تھیں تو اس وقت انکے دل میں صرف ایک ہی خوف تھا کہ کہیں حقیقت آشکار ہونے پر فیاض لاشاری انہیں اور شاہزین کو گھر سے نہ نکال دیں۔ اسی مسئلے کا حل سوچتے انہوں نے فیاض لاشاری سے ضد کرتے کمپنی کے 40 فیصد شیئرز شاہزین کے نام کروائے تھے جس پر پہلے تو فیاض لاشاری راضی نہ ہوئے تھے مگر پھر اپنی اولاد کی خوشی میں وہ انکی یہ بات مان گئے۔ اپنے اسی فیصلے پر آج وہ پچھتا رہی تھیں کہ کاش وہ اس وقت جلد بازی میں وہ فیصلہ نہ کرتیں تو آج شاہزین شہریار کے حق پر قابض نہ ہو پاتا۔ انہیں فیاض کو روکنا تھا مگر آخر وہ کیا دلیل پیش کریں گی اپنے مطالبے کی۔ دل نے فوراً ان پر ملامت کی آخر وہ کیوں اپنے بیٹوں میں تضاد کر رہی ہیں۔ شاہزین کو چاہے انہوں نے پیدا نہیں کیا مگر اسکی تربیت، پرورش سب کرنے والی وہی تو ہیں۔ وہ انکا ہی بیٹا تھا، ویسے بھی جو راز اتنے سال تک کسی کے سامنے نہ آسکا، وہ اب کیسے آشکار ہو سکتا ہے۔ اپنے دماغ میں آتے تمام خیالات کو جھٹکتے انہوں نے سامنے پڑا چائے کا کپ اٹھایا، چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ وہ کپ وہیں چھوڑتے اٹھ کھڑی ہوئیں، قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھائے، انکا ارادہ آرام کرتے خود کو ذہنی سکون دینے کا تھا۔

سٹیج کے سامنے کھڑی حرم ان چاروں کی تصاویر لینے میں مصروف تھی۔ سرمئی پینٹ کوٹ میں ملبوس آفاق کے ساتھ سرمئی رنگ کی پاؤں تک آتی لمبی فراک پہنے اصباح بیٹھی تھی جبکہ آف وائٹ کلر کے پینٹ کوٹ میں ملبوس تاشفین کے ہمراہ آف وائٹ اور سنہرے رنگ کے امتزاج کی فراک پہنے آبرو موجود تھی۔

"فیضان بھائی کہاں ہیں؟ آئے نہیں ابھی تک؟" سٹیج سے کچھ فاصلے پر کھڑی صالحہ بیگم نے رابعہ بیگم کو مخاطب کیا،

کال کی ہے میں نے اسے بس پہنچنے ہی والا ہے، کہا بھی تھا کہ ہمارے ساتھ آجائے مگر میری بات کہاں سنتا ہے وہ" رابعہ بیگم خفگی سے بولیں کہ سبرینہ قدم اٹھاتی ان کے" پاس آکھڑی ہوئی۔ وہ آج ہلکے سبز رنگ کی ساڑھی پہنے نہایت خوبصورت اور نفیس لگ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر یونہی انکے پاس کھڑی رہی کہ اتنے میں فیضان اور فاطمہ بھی لائبہ کے ہمراہ پہنچ گئے۔ گہرے نیلے رنگ کے لباس میں فاطمہ ان تینوں کی جانب آتے ان سے ملنے لگی جبکہ فیضان سٹیج کی جانب بڑھ گیا۔ فیضان کو اس جانب آتا دیکھ کر ،تاشفین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

بہت مبارک ہو بیٹا اور بہت معذرت کہ میں کل تم لوگوں کے اتنے اہم دن میں شامل نہیں ہو سکا" وہ تاشفین کو گلے لگاتے بولا، جس پر کچھ فاصلے پر کھڑی سبرینہ کی" سماعت سے اسکی آواز ٹکرائی، یہ آواز! دل کی دھڑکن ایک دم تھم گئی، وہ پلٹی کہ نظر تاشفین پر پڑی جو کسی فیضان سے گلے مل رہا تھا، فیضان کی پشت سبرینہ کی جانب تھی۔ سبرینہ ان تینوں سے معزرت کرتے، تیز دھڑکتے دل کے ساتھ قدم اٹھاتی سٹیج کی جانب بڑھی۔ فیضان تاشفین سے الگ ہوتے انکے پاس ہی کھڑا تھا کہ تاشفین کی ،نظر اپنی جانب آتی سبرینہ پڑی

یہ میری اموجان ہیں فیضان صاحب" وہ مسکرا کر بولا، جس پر فیضان نے گردن موڑتے سبرینہ کی جانب دیکھا۔ آج 30 سال بعد ان دونوں کی نظریں ملیں، صرف ایک" لمحے میں وہ ایک دوسرے کو پہچان گئے تھے۔ ایک جانب پچھتاوے اور ملال کا عنصر تھا جبکہ دوسری جانب نہ پچھتاوا تھا، نہ ملال، نہ محبت، نہ نفرت! ان کے سینوں میں موجود دل بہت تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ آس پاس موجود ہر شے ان دونوں کے لیے تھم چکی تھی۔

سبرینہ۔۔" فیضان کے ہونٹوں سے بے اختیار اس کا نام نکلا جس کی آواز صرف وہ خود ہی سن سکتا تھا جبکہ دوسری جانب کھڑی سبرینہ کو اب سانس لینا بھی دشوار لگنے لگا" تھا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ ترستے تھے تکلم کو کبھی

اب یہ کوشش کہ تیرا ذکر نہ ہو، بات نہ ہو

کاش ڈھونڈے تو مجھے گھوم کے بستی بستی

اور دعا میری، کبھی تجھ سے ملاقات نہ ہو

!اور یہ آبرو کے تایا ہیں" وہ ان دونوں کا تعارف کرواتے ہوئے بولا، وہ انجان تھا کہ انکا تعارف الفاظ کا محتاج نہیں"

سبرینہ نے خود پر ضبط کیا اور بمشکل مسکرائی، یہ مسکراہٹ کتنی اذیت ناک تھی صرف وہی جانتی تھی، دوسری جانب کھڑے فیضان کو کچھ دیر تک تو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا مگر پھر ایک دم اس کے دماغ میں ڈھیروں سوال پیدا ہونے لگے۔ ان دونوں نے ہی نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی یوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوں گے۔ سبرینہ کے دماغ کے پردے پر کچھ دیر پہلے کا منظر لہرانے لگا، جب تاشفین فیضان سے گلے مل رہا تھا۔ کہیں وہ اپنے بیٹے کے بارے میں جانتا تو نہیں؟ مگر فیضان کے تاثرات اس خیال کی نفی کر رہی تھی۔ سبرینہ کے لیے مزید وہاں کھڑا ہونا بے حد دشوار تھا، وہ تیزی سے قدم اٹھاتی واپس ان تینوں کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ اسکی اُڑی رنگت دیکھتے صالحہ حیران ہوئی،

،سبرینہ تم ٹھیک ہو؟" سبرینہ فوراً اپنے تاثرات نارمل کرتے بولی"

ہاں ہاں میں ٹھیک ہوں، آئیں میں آپ سب کو مسز شیرازی سے ملواؤں" وہ ان سب کو لیے کچھ فاصلے پر بیٹھی اپنی مہمان سے ملوانے لے گئی، جس کا مقصد صرف خود سے" ان سب کی توجہ ہٹانا تھا جبکہ فیضان کی نظر تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں صرف سبرینہ ہی نہیں بلکہ اس کا بیٹا بھی موجود تھا، جس کے وجود سے وہ اتنے سال سے بے خبر تھا۔

کچھ دیر بعد سبرینہ ٹیبل پر بیٹھی غائب دماغی سے آس پاس دیکھ رہی تھی۔ اسے ایک ایک منظر یاد آنے لگا، فیضی سے ہوئی پہلی ملاقات سے لے کر طلاق کے کاغذات تک، احمد صاحب کی موت کی خبر سے لے کر سکینہ بیگم کے جنازے تک! اس ایک شخص کی وجہ سے اس کی زندگی کیسے بدلی تھی، وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی تھی۔ اسے سب یاد آ رہا تھا، اس کے وعدے پھر وعدہ خلافیاں، اپنی محبت اور اعتماد کی کرچیاں! اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً یہاں سے بھاگ جائے، کہیں دور جہاں اس شخص کا سایہ تک موجود نہ ہو!

ایک دم اسکی نظر فاطمہ پر پڑی، کانوں میں اس روز صائم کے بولے جانے والے الفاظ گونجے، تو یہ تھی وہ عورت جس سے شادی کی خاطر فیضان نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ اسے رابعہ بیگم کی بات یاد آئی کہ وہ کئی سالوں سے بیرون ملک مقیم تھا، اس کے لیے دوبارہ زندگی شروع کرنا کتنا آسان تھا، ساری تکالیف تو صرف اسی کی قسمت کا حصہ تھیں۔ دوسری جانب فیضان کا دماغ اب کڑیوں سے کڑیاں ملا رہا تھا کہ یقیناً اس کے جانے کے بعد وہ سبرینہ واپس اپنے والدین کے پاس چلی گئی ہو گی اور اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے وہ اسے دوبارہ قبول کر چکے ہونگے اور شادی کرتے وہ اپنی زندگی میں مصروف ہو گئی ہو گی۔ اسنے ایک نظر تاشفین کی جانب ڈالی جو زاویار کے ساتھ کھڑا تھا۔ یہ سبرینہ کے بچے تھے، وہ بھی کافی خوش نظر آ رہی تھی یقیناً وہ ایک خوشگوار زندگی گزار رہی ہو گی، اسے ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہو گا جن کی وجہ سے فیضان خود کو اسکا

urdunovelsblog

مجرم مانتا آیا تھا۔ وہ ایسے ہی اتنے سال پچھتاوؤں میں گھرا رہا مگر ایک سوال ایسا تھا جس کا جواب اسے اب تک نہ ملا تھا کہ تاشفین کے مطابق تو اس کے والد کا انتقال اسکی پیدائش سے پہلے ہو گیا تھا تو پھر سبرینہ کے باقی بچے۔۔۔۔ وہ گھر جاتے ہی اس بارے میں رابعہ بیگم سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

گھر واپس پہنچتے ہی وہ سیدھا اپنے کمرے میں گئیں۔ وہ ہال سے کس طرح خود پر ضبط کیے گھر پہنچی تھیں یہ صرف وہی جانتی تھیں۔ اتنے سالوں بعد وہ یوں ایک دم انکے سامنے آیا تھا، وہ آج مان گئی تھیں کہ انکی دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ورنہ وہ زندگی بھر کبھی انکے سامنے نہ آتا۔ انہوں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی اس تعارف سے بھی اسے ملیں گیں، وہ اپنے بیٹے کی خوشیوں کو برباد نہیں کر سکتی تھیں تبھی خود پر ضبط کیے گھر آ گئی تھیں۔ ذہن میں بار بار ایک سوال نمودار ہو رہا تھا کہ کیا وہ جانتا تھا کہ تاشفین اس کا بیٹا ہے؟" مگر پھر اسکے تاثرات یاد آتے، وہ بھی سبرینہ کی طرح حیران تھا۔ وہ یونہی بیڈ پر بیٹھی سوچوں میں گم تھیں کہ نور کمرے میں داخل ہوئی

،اموجان آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ ان کا زرد پڑتا چہرہ دیکھ کر بولی"

نہیں۔۔ ہاں بیٹا، وہ بس۔۔۔۔ شاید تھکاوٹ زیادہ ہو گئی ہے اس لیے۔۔" بے ربط الفاظ، نامکمل بات۔"

""آپ آرام کریں اموجان مگر آپ نے تو کچھ کھایا بھی نہیں، میں آپ کو دوائی کیسے دوں؟

مجھے بھوک نہیں بیٹا اور دوائی کی ضرورت نہیں ہے، میں آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی، تم بھی جاؤ اور آرام کرو" انکی بات پر نور اثبات میں سر ہلاتے چلی گئی جبکہ " سبرینہ اپنی ساڑھی سنبھالتے واشروم میں داخل ہوئی اور آئینے میں اپنا عکس دیکھتے آنکھوں پر کیا گیا ہر ضبط ٹوٹنے لگا، آنسو بہتے ہوئے چہرہ تر کرنے لگے۔ وہ کافی دیر یونہی بے آواز روتی رہیں کہ کچھ دیر بعد خود پر قابو پاتے، کپڑے تبدیل کیے اور باہر آئیں۔ رو رو کر آنکھیں سوج چکی تھیں۔ بیڈ پر بیٹھتے ان کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگی، نجانے یہ کیسی کیفیت تھی جو ان پر طاری ہو رہی تھی، آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، جنہیں وہ سختی سے صاف کرتے خود کو اذیت دے رہی تھیں۔ جس ماضی کو بھلانے کی کوشش میں وہ اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزار آئی تھیں آج وہی ماضی ان کی خوشیوں کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک جانب بیٹے کی خوشیوں کا سوال تھا تو دوسری جانب وہ شخص جسے ایک بار دیکھنے سے ہی انکے تاریک ماضی کی ایک ایک بری یاد انکے ذہن میں گردش کرنے لگی تھی۔ وہ ایک سال انکی پوری زندگی پر حاوی ہونے لگا تھا۔ احمد صاحب کا ناراض چہرہ، سکینہ بیگم کی میت، لوگوں کی باتیں، طعنے، اپنی ویران جوانی، تاشفین کا سسکتا ہوا بچپن! کیا تھا جو انہیں آج یاد نہیں آیا تھا۔

تم کیوں ایک بار پھر میرے سامنے آ گئے ہو فیضی، کیوں؟" وہ روتے ہوئے مسلسل یہی جملہ دہرا رہی تھیں۔"

مجھے یہ غلط فہمی تھی

کہ محبت ڈھیر ساری تھی

میں دونوں ہاتھ بھر بھر کر

محبت کو سنبھالوں گی

زمانے سے چھپالوں گی

کبھی کھونے نہیں دوں گی

مگر میں نے اسی ڈر سے

کہ محبت ہی نہ کھو جائے

یہ مٹھیاں بند رکھی تھیں

مگر جب مٹھیاں کھولیں

تو دونوں ہاتھ خالی تھے

محبت کے سوالی تھے

کیونکہ۔۔۔۔

محبت ریت جیسی تھی۔۔۔

وہ ہال سے واپسی پر لان میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔دماغ میں سوالات بڑھنے لگے تھے کہ آخر وہ کراچی سے لاہور کیسے آئی۔۔۔اسکے ایک شوہر کا تو انتقال ہو گیا تھا تو پھر وہ ،بچے۔۔۔صالحہ بیگم سے اسکی دوستی۔۔۔۔آبرو سے اسکے بیٹے کا رشتہ۔۔۔۔اتنے میں رابعہ بیگم اس کے پاس آئیں

"فیضان تم یہاں؟"

ادھر آئیں آپا، مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے؟"وہ انہیں لان میں ایک کونے میں لے گیا۔"

سب خیر تو ہے نہ فیضان؟بھائی جان۔۔۔"وہ سمجھیں کہ فیضان شاید جلال تایا کے متعلق انہیں کچھ بتانے والا ہے۔"

وہ آبرو کی ساس، میرا مطلب سبرینہ، وہ یہاں کیسے؟"وہ ادھورے سوالات کر رہا تھا۔"

کیا کہہ رہے ہو فیضان مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا"وہ اسکے سوالات سے الجھیں۔"

میرا مطلب وہ تو لاہور میں رہتی تھی اور اس کا شوہر وہ کون تھا اور اس کے بچے؟اس کے بیٹے نے بتایا تھا مجھے کہ اس کے باپ کا انتقال اس کی پیدائش سے قبل ہو گیا تھا اور"

آپ اسے کب سے جانتی ہیں؟"کچھ سوال اس بار بھی ادھورے تھے۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے فیضان؟اتنے سوال کیوں کر رہے ہو؟ہم انہیں ابھی کچھ دیر۔۔۔۔۔۔۔"وہ رکیں، ایک دم انہیں کچھ یاد آیا۔"

"کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"، جی آپا، یہ وہی سبرینہ ہے، وہی" وہ ان کے ہاتھ تھامتے بولا، وہ ٹھٹکیں، انکا دماغ کڑیوں سے کڑیاں ملانے لگا

"یہی تو میں حیران ہوں کہ وہ یہاں لاہور کیسے۔۔۔۔"

یعنی تاشفین تمہارا بیٹا ہے"فیضان کی بات ادھوری رہ گئی۔رابعہ بیگم کا جملہ اسکی قوت گویائی سلب کر چکا تھا۔"

اگر یہ سبرینہ وہی ہے تو تاشفین تمہارا بیٹا ہے فیضان"فیضان حق دق انکی بات سن رہا تھا۔"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا آپا، میں۔۔"

دیکھو فیضان، نکاح کے وقت اس کی ولدیت میں تمہارا نام تھا، فیضان صدیقی کا، مجھے آفاق نے بتایا تھا مگر اس وقت میں بہت حیران ہوئی تھی پر پھر میں نے سوچا کے ایک"

نام کے تو بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں اور یہ بات میرے دماغ سے نکل گئی پر وہ تمہارا ہی نام تھا، یعنی وہ تمہارا بیٹا، اللہ"وہ خود بھی شاک اور خوشی کی ملی جلی کیفیات میں تھیں۔

پر کیا تمہیں اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا؟"فیضان خاموش رہا اور انکے ہاتھ چھوڑتا پیچھے ہٹا اور تیز تیز قدم اٹھاتا گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔"

urdunovelsblog

فیضان، فیضان رکو" وہ اسے روکتی رہیں مگر فیضان انکی ہر پکار ان سنی کرتا گاڑی میں بیٹھتے گیٹ سے باہر نکل گیا"

اسے کچن سے نکلتے ہوئے ایک دم اموجان کا خیال آیا، وہ قدم اٹھاتی ان کے کمرے کی جانب چل گئی۔ سبرینہ کے کمرے کی لائٹ آن تھی، یعنی وہ ابھی تک جاگ رہی تھیں، وہ حیران ہوئی۔ کمرے میں داخل ہوتے اس کی نظر سبرینہ ہر پڑی، جو لحاف اوڑھے بیڈ پر لیٹی تھیں۔ نور انکے پاس گئی، سبرینہ کا چہرہ دوسری جانب تھا۔

،اموجان" اس نے آہستہ سے پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا"

،اموجان" دوسری بار پکارنے پر بھی کوئی جواب نہ آیا"

،اموجان" تیسری بار پکارتے اس نے ہاتھ انکے کندھے پر رکھا، جس پر وہ نور کی جانب مڑیں اور آنکھیں کھولتے اس کی جانب دیکھا"

،اموجان کیا ہوا ہے آپ کو؟" ان کے سرخ ہوتی آنکھیں دیکھتے وہ متفکر لہجے میں بولی"

آپ ٹھیک تو ہیں؟" وہ انکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیتے بولی، جس پر سبرینہ نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتی رہیں۔"

آپ کو تو بہت تیز بخار ہے اموجان" وہ پریشانی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاگ کر زاویار کے کمرے کی جانب گئی۔ کچھ دیر بعد سبرینہ کو وہ دونوں بھاگتے ہوئے اپنی جانب آتے دکھائی دیے۔ زاویار نے تیزی سے انکے پاس بیٹھتے، ہاتھ انکے ماتھے پر رکھا۔

urdunovelsblog

آپ کو بہت تیز بخار ہے اموجان، ہمیں فوراً ہسپتال جانا ہوگا" وہ اٹھنے لگا کہ سبرینہ نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔"

نہیں بیٹا میں ٹھیک ہوں۔۔۔ بس تا۔۔۔ تاشفین۔۔۔" تیز بخار کے باعث وہ اپنی بات بھی مکمل نہ کر سکیں۔ تاشفین کا نام لیتے ایک آنسو ان کی انکھ سے نکلتے انکے رخسار پر آ گرا، جسے صاف کرتے زاویار اٹھ کھڑا ہوا

"میں ابھی بھائی کو فون کرتا ہوں"

،نہیں۔۔۔ نہیں بیٹا اسے فون مت کرنا وہ بہت پریشان ہو جائے گا، میں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں" وہ نقاہت زدہ آواز میں بولیں"

اموجان اگر ہم نے بھائی کو نہ بتایا تو وہ ہم سے سخت ناراض ہو جائیں گے، آپ اس بارے میں پریشان مت ہوں" وہ بولتا ہوا تاشفین کو کال ملانے لگا۔"

اس نے ایک نظر کمرے کی سجاوٹ کی جانب ڈالی، یہ یقیناً رتبہ کے کام تھے۔ وہ اپنا بھاری جوڑا سنبھالتے کمرے میں داخل ہوئی۔ تاشفین باہر صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ دونوں ولیمے کے بعد ان کے ساتھ گھر آئے تھے۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جاتے اپنی جیولری اتارنے لگی، آج کے ایونٹ کی جیولری کل کے مقابلے میں کافی ہلکی تھی۔ وہ یونہی کھڑی جیولری اتارنے میں مصروف تھی کہ سماعت سے فون کی بیل کی آواز ٹکرائی، یہ تاشفین کا فون تھا۔ اسکی نظر بے اختیار گھڑی کی جانب گئی جو رات کا ایک بجا رہی تھی۔ اسے ایک دم پریشانی نے آن گھیرا اور وہ قدم اٹھاتی باہر گئی جہاں تاشفین فون کان سے لگائے کھڑا تھا۔

تم پریشان مت ہو زاوی، میں آرہا ہوں" کال کاٹتے اس کی نظر سامنے کھڑی آبرو پر پڑی، جو اب تک ولیمے کے جوڑے میں کھڑی تھی جبکہ آبرو اسکے چہرے کی جانب دیکھ" رہی تھی، جس سے پریشانی واضح تھی۔ تاشفین نے صالحہ بیگم کی جانب دیکھتے انہیں مخاطب کیا،

آنٹی اموجان کی طبیعت ایک دم بہت خراب ہو گئی ہے، بہت معزرت مجھے اسی وقت انکے پاس جانا ہوگا" وہ افسردہ لہجے میں بولا"،

اس میں معذرت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے بیٹا، وہ تمہاری ماں ہے، تمہیں فوراً جانا چاہیے" صالحہ بیگم کی بات پر آبرو فوراً بولی"،

میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی" تاشفین نے آبرو کی جانب دیکھا"،

"نہیں آبرو تم رہنے دو، میں اکیلا چلا جاؤں گا، بس۔۔۔"

نہیں میں آپ کے ساتھ جاؤں گی، اپ بس مجھے پانچ منٹ دیں، میں ابھی آتی ہوں" وہ یہ کہتے تیزی سے واپس کمرے میں چلی گئی جبکہ تاشفین ایک آسودہ مسکراہٹ" ہونٹوں پر سجائے اپنے انتخاب کی جانب دیکھتا رہا۔

وہ تیز رفتار سے گاڑی سڑک پر دوڑا رہا تھا۔ کانوں میں رابعہ بیگم کی باتیں گونج رہی تھیں، وہ اسکا بیٹا تھا، اسکی اولاد اور اسے کچھ خبر تک نہ تھی۔ اسے بار بار تاشفین سے ہوئی پہلی ملاقات یاد آرہی تھی کہ اسے پہلی نظر دیکھتے ہی اسے اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔ اس نے موبائل نکالتے شادی کی ایک تصویر نکالتے تاشفین کا چہرہ زوم کیا۔ وہ کیسے اسکے نقوش پر غور نہیں کر پایا تھا، اسکی آنکھیں، اسکی ناک، وہ ہو بہو اس جیسا تھا مگر پھر فوراً تاشفین کی بات یاد آتے اسکی رگیں تن گئیں، وہ اپنے باپ کو مرا ہوا جانتا تھا، اسکی اولاد اسکے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے باپ کی موت کا ذکر کر رہی تھی۔ غصے سے موبائل ساتھ والی سیٹ پر پھینکا، یہ سب سبرینہ کا قصور تھا، اس نے جان بوجھ کر اسے اسکی اولاد سے محروم رکھا تھا۔ وہ اپنی غلطی مانتا تھا کہ اسے یوں سبرینہ کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا مگر اسکی غلطی کی اتنی بڑی سزا! وہ مجبور تھا اپنے والدین کے آگے مگر وہ تو اس سے رجوع کر سکتی تھی نہ اپنی اولاد کے لیے۔ شاید وہ اسی کے ذریعے اسکی جگہ اپنے گھر میں بنا پاتا، اسے اپنی بیوی کا مقام دیتے، خاندان کا حصہ بنا پاتا۔ وہ ان سوچوں میں اپنی ہر غلطی

urdunovelsblog

فراموش کر چکا تھا کہ کیسے سبرینہ کو طلاق کے کاغذات بھیجنے کے بعد وہ تین چار دن کے لیے اپنا فون بند کر چکا تھا، اس وقت وہ کس اذیت سے گزری تھی وہ نہیں جانتا تھا، وہ بے یار و مددگار تھی، فیضان کے علاوہ اسکا اور کوئی سہارا نہ تھا۔ اسے گلا تھا تو صرف اس بات کا کہ سبرینہ نے اسے اسکی اولاد سے متعلق بے خبر رکھا تھا۔ سے اس وقت سبرینہ پر بہت غصہ آ رہا تھا، وہ اپنی اولاد سے محروم رہا صرف اسکی وجہ سے۔ اسے یاد آنے لگا کہ کیسے وہ فاطمہ سے نکاح کے بعد صارم کے ساتھ کراچی گیا تھا۔ دو تین دن تک وہ اسے ہر ممکنہ جگہ پر ڈھونڈتا مگر وہ اسے نہیں ملی۔ وہ اس فلیٹ پر گیا، جہاں وہ دونوں رہتے تھے، پھر اس کے گھر گیا مگر وہ اسے کہیں نہیں ملی، فون کالز پر بھی ہر بار اسکا نمبر بند جاتا۔ اس روز سے ہی وہ پچھتاؤوں میں گھرا تھا کہ کہیں اسکی وجہ سے سبرینہ مشکلات میں نہ پڑ جائے مگر آج اسے اس پر بہت غصہ آ رہا تھا کہ کاش وہ اسے اس وقت تو اپنی اولاد کے بارے میں بتا دیتی تو آج حالات ایسے نہ ہوتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسے پچھتاؤوں میں دھکیلتے خود دوسری شادی کرتے خوشگوار زندگی گزارنے لگی۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے تمام سوالوں کا جواب اس سے ضرور لے گا۔

تاشفین کا چہرہ صاف پریشانی ظاہر کر رہا تھا۔ وہ پورا راستہ خاموشی سے گاڑی چلاتا آیا تھا۔ پورا راستہ اسکے اور آبرو کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ گھر پہنچتے وہ تیزی سے گاڑی سے اترا، آبرو اسکا کوٹ اٹھاتے گاڑی سے اتری کہ نظر کچھ فاصلے پر کھڑے تاشفین پر پڑی جو اسکا منتظر تھا۔ وہ تیزی سے اس کے پاس آئی اور وہ دونوں ساتھ قدم اٹھاتے اندر داخل ہوئے۔ سبرینہ کے کمرے میں پہنچے انکی نظر سامنے بیٹھے نور اور زاویار پر پڑی، تاشفین تیزی سے اپنی ماں کی جانب بڑھا،

امو جان" انہیں پکارتے وہ انکے پاس بیٹھ چکا تھا۔ سبرینہ نے آنکھیں کھولتے اسکی جانب دیکھا"،

تاشفین تم یہاں بیٹا۔۔۔" وہ مدھم آواز میں بولیں کہ نظر سامنے کھڑی آبرو پر پڑی، جس کے چہرے پر میک اپ کے مٹے مٹے نشان تھے اور پھر خفگی سے زاویار کی جانب" دیکھا،

"میں نے تمہیں منع کیا تھا نا زاوی کہ انہیں پریشان مت کرو مگر۔۔۔"

آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں امو جان" تاشفین انکا چہرہ ہاتھوں میں لیتے بولا"،

"میں بس تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی بیٹا، میری وجہ سے تم لوگ ڈسٹرب ہو گئے ہو"

ایسی بات نہیں ہے آنٹی، آپ کی صحت سے زیادہ ہمارے لیے کچھ اہم نہیں ہے" آبرو بھی قدم اٹھاتی انکے پاس آ بیٹھی۔"

آبرو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے اموجان، آپ سے بڑھ کر ہمارے لیے کچھ اہم نہیں "تاشفین نے سبرینہ کا ہاتھ ہونٹوں سے لگاتا بولا جبکہ نظر سبرینہ کی سرخ ہوتی آنکھوں" پر تھی، جو رونے کی زیادتی کی وجہ سے لال ہو گئی تھیں۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ معاملہ کچھ اور تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سبرینہ کو ڈرپ لگا چکا تھا، بخار کے ساتھ ساتھ انکا بی۔ پی بھی بہت لو تھا۔ ڈرپ ختم ہونے تک وہ وہیں بیٹھے ان سے ہلکی پھلکی باتیں کرتے رہے کہ سبرینہ آبرو ، کی جانب دیکھتے بولیں

"سوری بیٹا، میں واقعی بہت معذرت۔۔۔۔"

ایسے مت کہیں آنٹی، آپ میری امی جیسی ہیں اور مائیں معذرت کرتی اچھی نہیں لگتیں "وہ محبت سے انکا ہاتھ تھامتے بولی جس پر تاشفین نے اسکی جانب دیکھا وہ رشتوں کا" احترام اور عزت کرنا جانتی تھی۔

، نور تم جاؤ اور اموجان کے لیے کچھ کھانے کو لے آؤ "تاشفین کے مخاطب کرنے پر نور اٹھ کھڑی ہوئی"

، جی بھائی "وہ اثبات میں سر ہلاتے چل پڑی، جس پر آبرو بھی اپنی جگہ چھوڑتے اٹھی، تاشفین نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا"

میں نور کے ساتھ ہوں "وہ یہ کہتے قدم اٹھاتی باہر چلی گئی۔ زاویار بھی کچھ دیر پہلے ہی اپنے کمرے میں گیا تھا۔ اب کمرے میں صرف تاشفین اور سبرینہ موجود تھے۔"

urdunovelsblog

، تاشفین نے آگے بڑھتے سبرینہ کا ہاتھ تھاما

اموجان کیا ہوا ہے آپکو؟ "وہ جانتا تھا کہ کوئی بات ہے جو سبرینہ اس سے چھپا رہی ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں بیٹا، بس وہ تھکاوٹ۔۔۔۔"

، آپ کو پتا ہے نہ اموجان کہ آپ کی آنکھیں جھوٹ بولتے وقت آپ کا ساتھ نہیں دیتیں "وہ انکی بات کاٹتے بولا"

، میں سچ بول رہی ہوں بیٹا "وہ نظریں چراتے بولیں"

مجھ سے تو مت چھپائیں اموجان "وہ بضد ہوا جبکہ دوسری جانب سبرینہ اسے کیا بتاتی کہ یہ خبر اسکی خوشیاں برباد کر دے گی۔"

، جو بھی بات ہے کھل کر کہیں "وہ انہیں خاموش دیکھتا دوبارہ بولا، جس پر سبرینہ نے گہری سانس لیتے بات کا آغاز کیا"

"، آج۔۔۔ آج میں نے اسے دیکھا

، کسے؟" وہ الجھا"

تمہارے باپ کو" تاشفین کو لگا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔"

، کہاں؟" سخت تاثرات لیے اسنے اگلا سوال پوچھا"

تمہاری شادی میں!" یہ انکشاف تاشفین کے لیے بہت بھاری تھا۔"

میں نے اتنے سال بعد اسے دیکھا تاشفین۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ آبرو کا تایا۔۔۔۔۔ فیضان ہے، وہ ہی تمہارا باپ ہے تاشفین" وہ رونے لگیں، تاشفین کی" گرفت انکے ہاتھوں پر ڈھیلی ہوئی، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ شخص اسکا باپ۔۔۔۔ اسکی رگیں تن گئیں۔

یہ خبر تمہیں دے کر، میں تمہاری زندگی میں آئی خوشیاں برباد نہیں کرنا چاہتی تھی بیٹا" وہ مسلسل رو رہی تھیں۔ تاشفین کو فیضان سے ہوئی اپنی پہلی ملاقات یاد آئی اور وہ" ، سبرینہ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے بولنے لگا

مت روئیں اموجان، مت روئیں" وہ اب انکے آنسو صاف کر رہا تھا۔"

میرا باپ اسی دن مر گیا تھا، جس دن آپ کو طلاق کے کاغذات موصول ہوئے تھے، میری ماں، میرا باپ، میری زندگی سب آپ ہیں" اسکا لہجہ بہت سخت تھا۔"

جس شخص نے ہماری زندگی میں کوئی کردار ادا ہی نہ کیا ہو، جس کی ہماری زندگی میں کوئی اہمیت ہی نہ ہو، اس کے ہونے نہ ہونے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا" وہ بے حد" سخت الفاظ ادا کر رہا تھا۔

مگر بیٹا، وہ واپس آگیا ہے، وہ تمہیں۔۔۔" وہ پھر رونے لگیں۔"

خود کو ہلکان کرنا چھوڑیں اموجان، پریشان مت ہوں، جب تک میں زندہ ہوں، آپ تک آنے والی ہر بات، ہر جملہ پہلے میری ذات سے گزر کر آپ تک آئے گا، میرے" ہوتے ہوئے کوئی آپ کے خلاف کچھ بھی کہے یا آپ کو پریشان کرے گا ایسا ممکن نہیں" وہ انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہا تھا۔

مجھ پر بھروسہ رکھیں اموجان، جب تک میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں" سبرینہ سامنے بیٹھے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں، جو انکی" زندگی کی کل جمع پونجی تھا۔

"مجھ پر اعتماد ہے نہ آپکو؟"

خود سے زیادہ" وہ تاشفین کا ماتھا چومتے بولیں، اتنے میں نور اور آبرو کمرے میں داخل ہوئیں، نور نے کھانے کی ٹرے سبرینہ کے پاس بیڈ پر رکھی جبکہ آبرو کی نظر تاشفین" پر پڑی، جس کے چہرے کے تنے تاثرات دیکھتے آبرو حیران ہوئی۔ وہ دونوں سبرینہ کے پاس بیٹھ گئیں جبکہ تاشفین قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

سبرینہ کے کمرے سے نکلتے آبرو اور نور لاؤنج میں آئیں۔ تاشفین اس کے بعد انہیں کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ آبرو قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب چلی گئی پر تاشفین وہاں بھی موجود نہ تھا، وہ واپس لاؤنج میں آئی۔ یہ گھر اسکے لیے نیا تھا، کونسا کمرہ کہاں تھا اسے علم نہ تھا۔ وہ یونہی آس پاس دیکھ رہی تھی کہ نور نے اسے مخاطب کیا ،

بھابھی کچھ چاہیے آپ کو؟" آبرو نے نفی میں سر ہلایا، کچھ لمحے خاموشی ان کے درمیان حائل رہی۔"

بھائی شاید اپنے سٹڈی روم میں ہوں "نور کی آواز پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اسکی جانب دیکھا، وہ سمجھ گئی تھی کہ آبرو کس کی تلاش میں ہے۔ اب اگلا سوال یہ تھا کہ سٹڈی" روم آخر کہاں ہے؟

ڈرائنگ روم کے ساتھ دائیں جانب ہے سٹڈی روم "نور نے اسکی اگلی مشکل بھی آسان کی، وہ قدم اٹھاتے ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑی۔ اسنے کچھ فاصلے سے ہی دیکھا" کہ سٹڈی روم کی لائٹ آن تھی۔ وہ اندر داخل ہوئی کہ نظر تاشفین پر پڑی جو صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا جبکہ ہاتھ میں موجود پین گھٹنے پر رکھے نوٹ پیڈ پر مسلسل لائنز بنانے میں مصروف تھا۔ اسکے چہرے سے برہمی اور غصہ واضح تھا۔ آبرو صوفے پر اس کے پاس جا بیٹھی۔ آہٹ کی آواز پر تاشفین نے آنکھیں کھولتے اس کی جانب دیکھا، نوٹ پیڈ پر چلتا ہاتھ رک گیا۔ تاشفین کی آنکھوں میں موجود تاسف، پریشانی آبرو محسوس کر سکتی تھی۔

تاشفین سب ٹھیک ہے نہ؟ آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں "آبرو کے سوال پر تاشفین نے ایک نظر اسکے مہندی لگے ہاتھوں کی جانب دیکھا، چہرے کے تاثرات کچھ نارمل" ہوئے، ہونٹوں کو ایک افسردہ مسکراہٹ نے چھوا، اسکی خوشیوں کو ہر بار کسی کی نظر لگ جاتی تھی۔

سب ٹھیک ہے نا تاشفین؟" وہ واقعی اسکے لیے پریشان تھی۔ وہ اس کی شریک حیات تھی ہر بات جاننا اس کا حق تھا۔"

،کافی پیئو گی؟" آبرو نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا"

،،جی؟" اپنے سوال کا یہ جواب سنتے وہ الجھی"

urdunovelsblog

کافی پیئو گی؟"تاشفین نے اپنی بات دہرائی، کچھ سمجھ نہ آنے پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا۔تاشفین اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ آبرو کی جانب بڑھایا، جسے تھامتے وہ بھی اٹھ "کھڑی ہوئی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کچن میں کھڑے تھے۔آبرو پاس کھڑی اسے کافی بناتے ہوئے دیکھ رہی تھی جبکہ تاشفین اب دو کپ شیلف پر رکھ رہا تھا۔آبرو نے کچن میں آتے ہی اسے کہا تھا کہ کافی وہ بنادے گی جس پر تاشفین نے ہنستے ہوئے اسے جواب دیا تھا کہ "نئی نویلی دلہن سے سب سے پہلے کچھ میٹھا بنوانا چاہیے نہ کہ کڑوی کافی!"۔تقریباً پانچ ،منٹ بعد وہ دو کپ کافی تیار کر چکا تھا اور اب اس کا رخ ایک بار پھر سٹڈی روم کی جانب تھا۔ٹرے ٹیبل پر رکھتے اس نے ایک کپ آبرو کی جانب بڑھایا

تھینک یو"آبرو نے کپ تھامتے ہوئے کہا، جس پر مسکراتے ہوئے اب وہ اپنا کپ اٹھا رہا تھا۔آبرو اب اسکے بولنے کی منتظر تھی اور بالآخر کچھ دیر بعد تاشفین نے بات کا آغاز "،کیا

میں نے کل تمہیں اپنی زندگی کی ہر حقیقت کے بارے میں بتایا تھا کہ کیسے میں پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گیا تھا اور میری ماں ہی میرا سب کچھ ہے"وہ اسے سن رہی "تھی،وہ کل رات آبرو کو اپنی زندگی کی ہر حقیقت سے آگاہ کر چکا تھا۔

میری زندگی میں مجھے سب سے زیادہ عزیز اگر میری ماں ہے تو ایک ایسا شخص بھی ہے جس سے میں سب سے زیادہ نفرت کرتا ہوں"اس نے آبرو کی جانب دیکھا،اس کے "لہجے میں اس شخص کے لیے نفرت آبرو بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔

اور وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ میرا باپ ہے"اسکے لہجے میں ایک دم آتی سختی آبرو نے بھی محسوس کی تھی،وہ آج اسے پہلے سے بہت مختلف نظر آرہا تھا۔"

میری ماں نے اپنی ایک غلطی کی سزا پوری عمر کاٹی ہے،انہوں نے اس ایک خطا کی اتنی سزائیں پائی ہیں، جس کا کوئی شمار نہیں"اس کے لہجے میں درد تھا،اذیت تھی۔"

اور ان سب کا قصور وار صرف ایک شخص ہے،میرا باپ!اور آج اتنے سالوں بعد وہ ہماری زندگی میں واپس آگیا ہے اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ۔۔۔۔"وہ رکا،آبرو کی جانب "،دیکھا

تمہارے تایا فیضان صدیقی ہیں"آبرو کو کافی کا ذائقہ ایک دم بہت کڑوا محسوس ہونے لگا،اسے لگا اسے نام سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔"

فیضان۔۔۔۔تایا؟"آبرو نے وہ نام دہرایا، جس پر اثبات میں سر ہلاتے تاشفین نے اسکے ہر وہم کو دور کر دیا۔"

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا سگریٹ ہونٹوں سے لگائے گہرے کش لے رہا تھا۔اسکی طبیعت آج پھر کچھ خراب سی تھی مگر اس کے باوجود وہ سگریٹ نوشی کو ترک نہیں کر پا رہا تھا، یہ عادت اسکی زندگی کا اہم حصہ بن گئی، جسے چھوڑنا اس کے لیے ناممکن تھا اور وہ خود بھی اس عادت کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔اپنی مصروف زندگی میں سکون حاصل کرنے کے لیے وہ سگریٹ اٹھاتا تھا پر ڈاکٹر سے ہوئی اس ملاقات کہ بعد جب بھی اسکی طبیعت میں کچھ بدلاؤ آتا تو اسے ایک عجیب سی فکر لاحق ہو جاتی کہ اگر اس ڈاکٹر کی کہی باتیں سچ ہوئیں تو کیا ہو گا مگر طبیعت میں بہتری آتے ہی وہ ہر بات فراموش کرتے اپنی ازلی لاپرواہی اختیار کر لیتا مگر کل فیاض صاحب کی باتیں اسے ایک نئے پہلو سے سوچنے پر مجبور کر چکی تھیں۔وہ اب مالک کے طور پر خود ایک کمپنی سنبھالنے والا تھا، جس کے ساتھ فیاض لاشاری کی دوسری شرط اسکی شادی تھی نجانے کیوں اسکے دماغ میں ڈھیروں وسوسے جگہ لینے لگے تھے کہ اگر اس نئی زندگی کی شروعات میں ہی اسے کچھ ہو گیا یا زندگی کے کچھ مراحل طے کرتے وہ زندگی کی بازی ہار گیا تو کیا ہو گا، اسے خوف آنے لگا تھا، سب ختم ہو جانے سے، موت سے!

،کچھ لمحے خاموشی ان دونوں کے درمیان حائل رہی جسے کچھ دیر بعد تاشفین کی آواز نے توڑا

آج شادی میں امو جان نے تمہارے تایا میرا مطلب میرے باپ کو دیکھا۔۔ان کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ بھی اس شخص کا یوں سامنے آنا ہے "اسکی ہر بات آبرو کو" حیرت میں مبتلا کر رہی تھی۔اس کے ہاتھوں میں ہوتی کپکپاہٹ آبرو محسوس کر سکتی تھی۔

،مجھے سچ میں یہ معلوم نہیں تھا کہ۔۔۔ "وہ بولنے لگی کہ تاشفین نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھا"

مجھے معلوم ہے آبرو کہ تم اس بارے میں کچھ نہیں جانتیں کیونکہ اگر تمہیں معلوم ہوتا تو نکاح کے وقت تم میری ولدیت پر سوال ضرور اٹھاتی "آبرو خاموشی سے اسے" دیکھتی رہی۔

تمہیں بتانے کا مقصد ہر گز یہ نہیں ہے کہ میں اس معاملے میں تمہیں قصور وار ٹھہرا رہا ہوں کہ تمہارا تعلق میرے باپ کے خاندان سے ہے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے" کہ تم میری بیوی ہو آبرو، میری ہمسفر ہو، تمہیں میرے ہر راز کا علم ہونا چاہیے "آبرو کا ہاتھ اب بھی اسکے ہاتھ میں تھا۔اس کا لہجہ، اس کی آواز ہر ایک سے درد واضح تھا۔

مگر فیضان تایا اور آنٹی۔۔۔۔مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ۔۔۔۔۔"وہ اب تک شاک میں تھی۔"

تمہیں پتا ہے آبرو میرا وجود اس دنیا میں آنے سے پہلے اور بعد میں اگر سوالیہ نشان بنا ہے تو صرف میرے اپنے باپ کی وجہ سے، میری ماں نے مجھے جس طرح پالا ہے، میں" کبھی فراموش نہیں کر سکتا "تاشفین کے لہجے میں سبرینہ کے لیے صرف محبت تھی۔وہ آج اس کے سامنے بیٹھا اپنی ماں سے محبت اور باپ سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔

urdunovelsblog

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھے آج تک میرے باپ کے خلاف کچھ نہیں کہا جبکہ ہماری زندگی کے تمام مسائل کی وجہ صرف وہ ہی تھے "آبرو خاموشی سے" اسکی باتیں سن رہی تھی، اس کا دل مسلسل ایک ہی سوال کر رہا تھا کہ کیا اس کی خوشیاں اتنی مختصر تھیں، وہ جانتی تھی کہ جب یہ بات سب پر کھلے گی تو کیا ہوگا، انکے درمیان قائم ہوا یہ رشتہ کیا برقرار رہ پائے گا؟ کہ ایک دم دماغ میں ایک سوال نمودار ہوا

،تاشفین کیا انہیں معلوم ہے کہ آپ ان کے بیٹے ہیں؟"تاشفین نے نفی میں سر ہلایا"

طلاق کے بعد انہوں نے ایک بار پلٹ کر ہمیں نہیں دیکھا"وہ خاموش ہوا، کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نذر ہوئے کہ تاشفین کی نظر آبرو کے چہرے پر پڑی، وہ بے حد" پریشان نظر آ رہی تھی۔

خیر تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آبرو، اس سارے معاملے سے میرے اور تمہارے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا نہ صرف اس بات سے بلکہ آنے والی" زندگی میں بھی ہم دونوں کے درمیان کبھی بھی کسی اختلاف کی وجہ کوئی تیسرا نہیں ہوگا"وہ اسکے دونوں ہاتھ تھامے، اسکی آنکھوں میں دیکھتا کہہ رہا تھا۔

رشتہ ہم دونوں نے جوڑا ہے، ہم ہی نبھائیں گے، تمہیں بس میرے فیصلوں میں میرا ساتھ دینا ہوگا، میرا ساتھ دو گی نہ؟"اس کے سوال پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اسکی" ،جانب دیکھا

آپ کے ہر جائز اور درست فیصلے میں آپ مجھے اپنے ساتھ کھڑا پائیں گے"اسکی بات پر تاشفین کے ہونٹ ایک آسودہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ وہ دونوں مشکلات سے لڑتے" ہوئے اس مقام پر پہنچے تھے، خوشیوں پر انکا بھی حق تھا مگر انہیں ہر بار ان خوشیوں کی ایک بھاری قیمت اٹھانی پڑتی تھی۔

آسمان پر چمکتا سورج اہلِ زمین کو حرارت اور روشنی فراہم کر رہا تھا۔ ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ دونوں سیڑھیاں اترتے نیچے آئے۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگ چکا تھا جبکہ زاویار اور نور پاس کھڑے کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ آبرو اور تاشفین کو اس جانب آتا دیکھ کر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

،اموجان کہاں ہیں؟تاشفین نے انکے پاس پہنچتے سوال کیا"

اپنے کمرے میں"جواب زاویار کی جانب سے آیا، تاشفین نے قدم سبرینہ کے کمرے کی جانب بڑھائے ہی تھے کہ اسے سامنے سے سبرینہ اس جانب آتی دکھائی" دیں۔ چہرے پر مسکان لیے وہ انہیں کی جانب آ رہی تھیں، تاشفین کا دل بے اختیار کسی نے مٹھی میں لیا، اسکی ماں اتنی بڑی بات ہو جانے کے باوجود صرف اسکی خوشیوں کی ،خاطر چہرے پر مسکراہٹ لیے انکے سامنے تھی۔ تاشفین نے آگے بڑھتے انہیں اپنے ساتھ لگایا

"اب کیسی طبیعت ہے آپکی ؟"

اللہ کا شکر ہے بیٹا، بہت بہتر ہوں" سبرینہ نے مسکراتے ہوئے تاشفین کو جواب دیا۔"

آئیں ناشتہ کرتے ہیں" وہ انہیں لیے ٹیبل کی جانب آیا۔ کچھ دیر بعد وہ سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ آبرو کی نظر بار بار سبرینہ کی جانب اٹھتی، وہ انکی ہمت اور" بہادری سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ رات میں ہوئے اس انکشاف کے بعد بھی وہ صرف انکی خاطر خود کو مطمئن اور پُر سکون ظاہر کر رہی تھیں۔

آبرو بیٹا تم ناشتہ کیوں نہیں کر رہی ؟" سبرینہ نے محبت بھرے لہجے میں اسے مخاطب کیا، جس پر اسکی نظر اپنی پلیٹ کی جانب گئی، جس میں رکھا کھانے کا ایک لقمہ بھی اس" نے نہیں لیا تھا۔ تاشفین نے جوس کا جگ اٹھاتے، جوس گلاس میں ڈالا اور اسے آبرو کی جانب بڑھایا۔

ناشتے سے فارغ ہوتے وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھے تھے کہ صالحہ بیگم سبرینہ کی عیادت کے لیے آ گئیں۔ کچھ دیر وہ انہیں کے ساتھ بیٹھی رہیں کہ پاس بیٹھی آبرو نے مدھم آواز میں انہیں مخاطب کیا،

آپ اکیلی آئی ہیں امی ؟" آبرو کو انہیں اکیلا دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔"

ہاں بیٹا، اگر ان دونوں میں کسی ایک کو ساتھ لے آتی تو دوسری گھر پر اکیلی رہ جاتی، اس لیے میں نے سوچا کہ میں خود اکیلی ہی چلی جاؤں" صالحہ بیگم نے وضاحت دی۔"

"مگر امی آپ ایک بار مجھے بتا دیتیں میں۔۔"

اچھا بیٹا، اب چھوڑو اس بات کو، تم مجھے یہ بتاؤ کہ سب ٹھیک ہے نا؟" انہیں سبرینہ کے یوں ایک دم بیمار پڑ جانے پر کچھ تشویش ہو رہی تھی۔ کچھ ایسا تھا جس کی انہیں خبر نہ" تھی۔ ان کے سوال پر کچھ لمحے آبرو خاموش رہی مگر اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتی تاشفین نے اسے مخاطب کر لیا اور صالحہ بیگم کا سوال وہیں رہ گیا، جس کا جواب کچھ دیر میں ان سب کو ملنے والا تھا۔

سبرینہ صالحہ بیگم کو لیے اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی تھیں۔

اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" صالحہ بیگم نے سبرینہ کو مخاطب کیا"،

الحمد للہ کافی بہتر ہوں" انکی آواز میں موجود اداسی صالحہ بیگم سے چھپی نہ رہ سکی۔"

سب خیریت ہے نہ سبرینہ، میرا مطلب کل تم ہال میں بالکل ٹھیک تھیں مگر پھر اچانک ہی تمہاری طبیعت خراب ہو گئی، وہاں سے واپسی پر بھی تم کافی پریشان اور اداس لگ رہی تھی، کچھ ہوا ہے کیا؟" وہ کل ہی انکی بدلتی طبیعت بھانپ چکی تھیں۔

ہاں، ہاں۔۔۔سب ٹھیک ہے، وہ بس ایسے ہی۔۔" انہوں نے نظریں چراتے بات ادھوری چھوڑ دی۔"

"تم اب مجھ سے جھوٹ بولو گی؟"

"ایسی بات نہیں ہے"

تو پھر بتاؤ کیا وجہ ہے تمہاری پریشانی کی؟" سبرینہ اب مزید وہ بات صالحہ بیگم سے نہیں چھپا سکتی تھیں۔پہلے بھی وہ اپنے ماضی کی ساری داستان انہیں سنا چکی تھیں اور ابھی وہ یہ خبر دینے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہی تھیں کہ باہر سے کچھ آوازیں آنے لگیں، جن میں سے ایک آواز تو وہ فوراً پہچان گئیں، وہ تاشفین کی آواز تھی مگر وہ عام انداز میں نہیں بہت غصے میں کسی سے بات کر رہا تھا۔ دوبارہ اسکی اونچی آواز پر وہ دونوں باہر آئیں کہ سبرینہ کہ نظر اس شخص پر پڑی جو تاشفین کے سامنے کھڑا تھا، وہ کوئی نہیں بلکہ فیضان صدیقی عرف فیضی تھا۔

، سبرینہ اور صالحہ بیگم قدم اٹھاتے آگے بڑھیں

میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟" تاشفین اپنی بات دہراتا بولا کہ سامنے کھڑے فیضان کی نگاہ سبرینہ پر پڑی، پیچھے کھڑی آبرو کو امید نہ تھی" کہ فیضان تایا یوں انکے گھر آجائیں گے۔

میں یہاں اپنے بیٹے سے ملنے آیا ہوں" سبرینہ کی جانب دیکھتے اس نے تاشفین کو جواب دیا، انکی اس بات پر وہاں موجود نور اور زاویار ٹھٹکے، وہ پہلی بار تاشفین کو اتنے غصے" میں دیکھ رہے تھے۔

آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے یہاں آپ کا کوئی بیٹا نہیں، اس لیے بہتر ہے جہاں سے آپ آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں" تاشفین سب کے سامنے بات بڑھانا نہیں چاہتا" ، تھا۔تاشفین کی بات پر فیضان آس بھری نگاہوں سے اسکی جانب دیکھتے بولنے لگا

urdunovelsblog

ایک بار میری بات تو سن لو بیٹا، میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، تمہاری ماں نے مجھے دھوکے میں رکھا ہے" سبرینہ نے درد بھری نظروں سے اس چہرے کو دیکھا جس سے" محبت اس کی سب سے بڑی غلطی تھی، جو آج بھی سامنے کھڑا اس پر الزام لگا رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر کھڑی صالحہ بیگم حیران تھیں کہ وہ شخص جس نے سبرینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا تھا وہ کوئی اور نہیں بلکہ فیضان تھا۔

،دھوکہ۔۔! "تاشفین استہزائیہ انداز میں ہنسا"

دھوکہ آپ کے ساتھ ہوا ہے یا میری ماں کے ساتھ "اس کے لہجے کی سختی وہاں موجود ہر شخص محسوس کر سکتا تھا۔"

،بیٹا، تم غلط۔۔۔ "فیضان نے دو قدم آگے بڑھائے"

ایک قدم بھی مزید آگے مت بڑھائیے گا، آپ دھوکے کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ ارے آپ تو وہ شخص ہیں جس کے لیے میری ماں اپنا سب کچھ چھوڑ آئی اور آپ نے" ایک لمحے کے لیے کچھ بھی سوچے بغیر انہیں چھوڑ دیا! "اسکی آواز بلند اور الفاظ میں اذیت تھی۔

دھوکہ اسے کہتے ہیں فیضان صاحب! "تاشفین کا یہ روپ وہاں موجود سب افراد آج پہلی بار دیکھ رہے تھے۔ فیضان نے پھر کچھ کہنے کے لیے لب کھولنا چاہے کہ تاشفین" ،دوبارہ بول پڑا

پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں کہ انہیں تو ان کی ہر غلطی کی سزا آپ کی صورت میں مل گئی مگر آپ نے اپنے زندگی میں کیا کھویا؟ "کچھ بھی نہیں، اپنی نئی زندگی میں" مصروف ہوتے ایک بار بھی پلٹ کر اپنے بیوی اور بچے کے بارے میں نہیں سوچا" وہ اپنی ماں کا وکیل تھا، جو اس پر گزری ہر اذیت کا جواب چاہتا تھا۔

"بیٹا۔ بیٹا میری بات سنو، مجھے اندھیرے میں رکھا گیا تھا، میں تم سے، اپنی اولاد سے بے خبر تھا بیٹا، مجھے تمہارے بارے میں بتایا ہی نہیں گیا تھا ورنہ میں ضرور پلٹ۔۔۔"

،بے حسی آپ پر تمام ہوتی ہے "تاشفین انکی بات کاٹتے قدرے افسوس سے بولا"

یعنی پلٹ کر دیکھنے کے لیے میرا ہونا ضروری تھا، کیا میری ماں کا وجود آپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا، میری ماں سے محبت کے دعویدار تھے نہ آپ مگر حقیقت یہ ہے" کہ۔۔۔ "وہ رکا، غصے سے اسکے اعصاب تن چکے تھے۔

آپ ایک بزدل مرد ہیں فیضان صاحب اور بزدل مردوں کو محبت کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا، کوئی حق نہیں! "اس بار لہجے کے ساتھ اسکے الفاظ بھی بھاری تھے، جو فیضان" کا دل چیر رہے تھے۔ آہستہ آہستہ ہر حقیقت سے پردہ اٹھ رہا تھا، بات بڑھتی جا رہی تھی۔

urdunovelsblog

تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو بیٹا۔۔ایک بار مجھے اپنی صفائی پیش کرنے۔۔۔۔۔کا موقع تو دو" فیضان کا لہجہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔"

مجھے کسی صفائی کی ضرورت نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ جہاں اتنے سال آپ نے پلٹ کر ہماری طرف نہیں دیکھا، آج بھی وہیں ہماری زندگیوں سے دور چلے جائیں" وہ پتھر" دل نہیں تھا مگر اپنی ماں کی ہر اذیت، ہر تکلیف، ہر آنسو کا شاہد تھا۔

"ایسا مت کہو بیٹا، میں تمہارا باپ۔۔۔۔۔۔"

میرا کوئی باپ نہیں، میری صرف ماں ہے اور وہ وہی عورت ہے جسے آپ نے بے یار و مددگار اور اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اتنے سال تنہا رہی، صرف میری خاطر، اپنی زندگی کی" ، ہر اذیت اس نے میری خاطر خود پر برداشت کی اور میں۔۔۔" وہ رکا، فیضان کہ آنکھوں میں دیکھتا بولنے لگا

آپ کے لیے تڑپتا رہا، آپ کی محبت کی خاطر، باپ کی شفقت کی خاطر مگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے میں تڑپتا ہوں وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ اسے یاد بھی کیا" جائے" اس کے لہجے میں درد تھا۔ وہ آج اپنے باپ کے سامنے کھڑا شکوے کر رہا تھا۔ وہ فیضان کی کوئی دلیل، کوئی وضاحت سننے کو تیار نہ تھا کہ فیضان نے کچھ فاصلے پر کھڑی ، سبرینہ کو مخاطب کیا

"تم کچھ بولتی کیوں نہیں سبرینہ، بتاؤ اسے کہ تم نے کیسے مجھے۔۔۔۔۔"

مجھ سے بات کریں فیضان صاحب، میری ماں کو بیچ میں مت لائیں" وہ فیضان اور سبرینہ کے درمیان آتا بولا، سبرینہ قدم بڑھاتے فیضان کے مقابل آ کھڑی ہوئی، تاشفین" نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ سبرینہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بولنے سے روکا۔ اب وہ اپنا مقدمہ خود لڑنے آئی تھی، کچھ حساب وہ خود اپنے مجرم سے لینا چاہتی تھی۔ سبرینہ نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا، یہ وہی چہرہ تھا جس سے اس نے محبت کی تھی، یہ وہی شخص تھا جس کے لیے وہ اپنے والدین تک کو چھوڑ آئی تھی اور یہ وہی چہرہ تھا جس سے وابستگی اسکی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی جبکہ دوسری جانب کھڑے فیضان کے حواس پر اس وقت ایک ہی بات سوار تھی کہ آخر اسے اتنا عرصہ اسکی اولاد سے بے خبر کیوں رکھا گیا۔

تم ہی اسے بتاؤ سبرینہ کہ کیسے اتنے سال تم نے مجھ سے میری اولاد کو چھپا کر رکھا، مجھے خبر تک نہ ہونے دی" فیضان اپنے سامنے کھڑی سبرینہ کو مخاطب کرتے بولا، سبرینہ" کے دل میں فوراً خیال پیدا ہوا کہ وہ تو آج بھی اس کے لیے نہیں بلکہ اپنی اولاد کے لیے واپس آیا تھا۔

تو آخر اتنے سال بعد آج تم پلٹ ہی آئے فیضان، پہلے بھی جب تم میری زندگی میں شامل ہوئے تھے تو میری خوشیاں مجھ سے روٹھ گئی تھیں اور آج بھی تمہارا وجود میرے" لیے صرف تکلیف کا سامان بن رہا ہے" سبرینہ کی آواز کپکپاہٹ کا شکار تھی مگر وہ ممکن طور پر اپنی آواز کو مضبوط رکھے ہوئے تھیں۔

urdunovelsblog

"میں نے بہت دعا کی تھی کہ میں زندگی بھر دوبارہ کبھی تمہارا چہرہ نہ دیکھوں مگر میں بہت بدقسمت ہوں کہ میری یہ دعا بھی قبول نہیں ہوئی اور آج تم پھر میرے سامنے کھڑے ہو، اپنے سوالات اور الزامات کے ساتھ مگر میں تمہیں اپنے کسی عمل کی صفائی نہیں دوں گی!" ایک آنسو انکی آنکھ سے نکلتے انکے رخسار پر آ گرا،

"تم مجھے میرے سوال کا جواب دو سبرینہ کہ تم نے مجھے میری اولاد سے بے خبر کیوں رکھا، میرا پورا حق تھا کہ۔۔۔" وہ بھول گیا تھا کہ چھوڑ کر جانے والی سبرینہ نہیں وہ خود تھا۔

"اپنی اولاد کے بارے میں جاننے کا ہر حق تم طلاق کے کاغذات کے ساتھ کھو چکے تھے فیضان" سبرینہ اپنی آواز بلند کرتے بولی اور اپنا ہاتھ تاشفین کے کندھے پر رکھا،

"یہ میرا بیٹا ہے، صرف میرا!" تاشفین نے اپنا ہاتھ اپنے کندھے پر رکھے سبرینہ کے ہاتھ پر رکھا،

"صرف کہہ دینے سے یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو جائے گا، اس کی رگوں میں دوڑنے والا خون آج بھی میرا ہے" فیضان کے لہجے میں غصے اور طنز کا عنصر واضح تھا۔

"اس کی رگوں سے تمہارا خون نکالنے کی طاقت تو مجھ میں نہیں مگر ہاں میں نے اس کی تربیت ایسی کی ہے کہ وہ عورت کی عزت اور قدر کرنا جانتا ہے، وفا کے نام پر کیے گئے وعدے نبھانا جانتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ تم پلٹ جاؤ کیونکہ جس چیز کے سوالی بن کر تم یہاں آئے ہو وہ تمہیں کبھی حاصل نہیں ہو سکتی" الفاظ اور لہجہ سخت رکھنے کے باوجود آنسو مسلسل انکی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"میں آج تک اس پچھتاوے میں جیتا رہا کہ میں نے تمہیں چھوڑ کر تم پر بہت بڑا ظلم کیا تھا، میری عمر اس پچھتاوے کی نذر ہو گئی مگر آج مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ سے زیادہ ظالم تم ہو" فیضان افسوس سے کہتا کچھ قدم آگے آیا، وہ خود قصوروار ہونے کے باوجود سبرینہ کو مئوردِ الزام ٹھہرا رہا تھا۔

urdunovelsblog

"مجھے میری اولاد سے محروم رکھا، اسے میرے ہی خلاف کرتے میرے سامنے لا کھڑا کیا اور خود خوش و خرم زندگی گزار رہی ہو، میری اولاد کے دل میں زہر بھر کر اسے میرا ہی حریف بنا دیا، مجھے تم سے ہر گز یہ امید نہیں تھی کہ تم۔۔۔" سبرینہ کا ضبط جواب دے گیا۔ فیضان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی انکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکیں اور بے ہوش ہو گئیں۔

"اموجان" تاشفین تیزی سے انکی جانب بڑھا، پیچھے کھڑے زاویار، نور اور آبرو بھی اس جانب آئے،

"اموجان، اموجان" انہیں پکارتے تاشفین کی آواز میں درد تھا، تڑپ تھی، کسی عزیز کو کھو دینے کا ڈر تھا۔ فیضان نے ایک ہی قدم آگے بڑھایا تھا کہ تاشفین کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی،

ایک بھی قدم آگے مت بڑھایے گا، اس سے پہلے کہ میں ہر لحاظ بھول جاؤں، ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جائیں "اسکی آواز میں سختی تھی، تنبیہ تھی۔ فیضان قدم پیچھے" کی جانب اٹھاتے پلٹ گیا جبکہ باقی سب سبرینہ کی جانب متوجہ ہوئے جو ابھی بھی بے ہوش تھیں۔

وہ اضطراب کی کیفیت میں مسلسل کاریڈور میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا۔ وہ آبرو کے ہمراہ سبرینہ کو فوراً ہسپتال لے کر آیا تھا۔ زاویار اور نور صالحہ بیگم کو چھوڑ کر ہسپتال آنے والے تھے۔ آبرو کی نظر اس کے ہاتھوں پر پڑی، اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے، وجہ اسکے دل میں موجود اپنی ماں کو کھو دینے کا خوف تھا۔ اسکی حالت آبرو کو بھی بے چین کر رہی تھی۔ تاشفین تھک کر دیوار کے ساتھ لگی بینچ پر جا بیٹھا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ وہ خود بھی بہت پریشان تھی مگر اس وقت تاشفین کی پریشانی اس کے لیے زیادہ اہم تھی۔ وہ قدم اٹھاتی اسکے پاس گئی اور اسکے ساتھ بیٹھتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا، تاشفین نے گردن اٹھاتے اسکی آنکھوں میں دیکھا، اسکی آنکھوں میں موجود درد آبرو کو تکلیف دے رہا تھا۔

، آپ پریشان مت ہوں۔۔۔ آنٹی ٹھیک ہو جائیں گی "تاشفین نے اسکا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹاتے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما"

، تم بس دعا کرو کہ انہیں۔۔۔ کچھ نہ ہو، ورنہ۔۔۔ "وہ بات مکمل نہیں کر پایا۔ آبرو نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اسکے ہاتھوں پر رکھا"

انہیں کچھ نہیں ہو گا انشاللہ "وہ یونہی بیٹھے تھے کہ دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آیا، تاشفین تیزی سے انکی جانب گیا، وہ خود بھی ایک ڈاکٹر تھا، ایسے معاملات دیکھنا انکا معمول تھا"

، مگر جب بات اپنوں پر آجائے تو انسان کی ساری ہمت جواب دے جاتی ہے۔ تاشفین کے کچھ کہنے سے پہلے ڈاکٹر بولنے لگا

"خطرے کی کوئی بات نہیں ہے، شدید ذہنی دباؤ اور بی پی لو ہو جانے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھیں"

، انہیں ہوش کب تک آئے گا؟ "تاشفین کے سوال پر ڈاکٹر دوبارہ بولنے لگا"

کچھ دیر تک انہیں ہوش آجائے گا مگر کوشش کریں کہ انہیں ہر قسم کی پریشانی اور ذہنی دباؤ سے دور رکھیں "ڈاکٹر بات مکمل کرتے چلا گیا۔ تاشفین کے چہرے پر تشکر" بھری مسکراہٹ آئی، اسکی امو جان ٹھیک تھیں۔ اس نے آبرو کی جانب دیکھا وہ بھی اسکی جانب دیکھتے مسکرا رہی تھی۔ تاشفین کچھ فاصلے پر جاتے زاویار کو کال ملانے لگا جو ابھی تک نور کو لیے ہسپتال نہیں پہنچا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کال کرتے واپس آیا کہ نظر آبرو پر پڑی جو دیوار کے ساتھ کھڑی اپنے ہاتھوں پر لگی مہندی دیکھ رہی تھی۔ اسکی مہندی کا رنگ اب بھی سرخ تھا، خوشیوں کو اسکی زندگی میں آئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی وہ بے حد پریشان تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا تھا، کیا اس کا سایہ تاشفین کی زندگی میں بھی

مشکلات لا رہا تھا۔ فیضان کی انکی زندگی میں واپسی کا سبب آبرو سے جڑا وہ رشتہ ہی تو تھا۔ وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ تاشفین اس کے پاس آیا، اسکے دونوں ہاتھ تھامے، آبرو کے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا، الفاظ کا تبادلہ کیے بغیر اسکی نظریں آبرو کو تسلی دے رہی تھیں۔

پریشان مت ہو آبرو، سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ چہرے پر مسکراہٹ لیے اسے تسلی دے رہا تھا کہ آبرو کی نظر اس جانب آتے نور اور زاویار پر پڑی، جنہیں دیکھتے تاشفین" اور آبرو انکی جانب چل پڑے۔

سبرینہ کو کچھ دیر پہلے ہوش آ گیا تھا۔ تاشفین انکا ہاتھ تھامے انکے پاس بیٹھا تھا۔ وہ آبرو کو زاویار اور نور کے ساتھ کچھ دیر پہلے ہی گھر بھیج چکا تھا کیونکہ سبرینہ کو ڈاکٹر زا بھی مزید کچھ دیر انڈر آبزرویشن رکھنا چاہتے تھے۔ سبرینہ کا بجھا ہوا، افسردہ چہرہ دیکھتے اسے ایک بار پھر فیضان پر غصہ آنے لگا۔ سبرینہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولتے اسکی جانب دیکھا، وہ انکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

،بیٹا مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" وہ نقاہت زدہ آواز میں بولیں"

،پلیز اموجان، آپ اس بارے میں کوئی بات نہیں کریں گی، آپکی طبیعت پہلے ہی بہت مشکل سے سنبھلی ہے، پلیز" وہ اصرار کرتے بولا"

مگر بیٹا ابھی بات کرنا بہت ضروری ہے" سبرینہ بضد ہوئیں، تاشفین خاموش ہو گیا۔"

"وہ تمہارا باپ ہے بیٹا، تم چاہو تو اس سے مل سکتے ہو، وہ واقعی تمہارے بارے میں لاعلم تھا اور اس میں میری ہی غلطی۔۔۔"

،آپ کی صرف ایک غلطی ہے اموجان، صرف ایک ! اس شخص کا انتخاب اور اس پر اعتبار ! اس کے علاوہ آپ کی کوئی غلطی نہیں" وہ ہاتھ انکے چہرے پر رکھتا بولا"

میں اکثر سوچتا تھا کہ آپ جیسی سمجھدار عورت کیسے کسی کے دھوکے میں آ گئیں مگر اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنے دوغلے پن سے کسی کو بھی اپنی باتوں میں پھنسا" سکتا ہے" اسکے لہجے میں فیضان کے لیے کوئی ہمدردی نہ تھی۔

"مگر بیٹا وہ تمہارا باپ ہے، تم۔۔۔"

اموجان آپ ہی میرے لیے سب کچھ ہیں، میری ماں، میرا باپ، آپ کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی خونی رشتہ نہیں، خاص طور پر وہ شخص جو میری ماں کی زندگی میں آئی ہر" مشکل کی وجہ ہو" وہ سبرینہ کے ساتھ ہوئے ظلم کے لیے فیضان کو کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔

urdunovelsblog

سب بھول جاؤ بیٹا، سب بھول جاؤ" سبرینہ کی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی اترنے لگی تھی۔"

!سب کچھ بھلا بھی دوں اموجان، تو اپنی محرومیاں کیسے بھلاؤں کہ میں اپنی ساری زندگی باپ کی شفقت اور محبت کے لیے ترستا رہا" اسکے لہجے میں اذیت تھی، محرومیوں کی

میری بیماری میں آپ میرے ساتھ جاگیں، خوشی میں آپ خوش ہوئیں، غم میں آپ غمگیں ہوئیں اور وہ شخص جو خود کو میرا باپ کہتا ہے، کیا اس نے ایک بار بھی پلٹ کر"

ہماری جانب دیکھا، اگر وہ اس وقت پلٹ جاتے تو شاید ہم انہیں معاف کر دیتے مگر اب بہت دیر ہو چکی ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اب اس موضوع پر کوئی بات نہ کی

،جائے" وہ بات مکمل کرتے بولا

آپ کی صحت، آپ کی زندگی سے زیادہ میرے لیے کچھ اہم نہیں!" وہ انکا ہاتھ چومتے بولا، جس پر سبرینہ نے مسکراتے ہوئے اپنے آنسو صاف کیے۔"

تم نے فون کیا آبرو کو، اب کیسی طبیعت ہے سبرینہ کی؟" لاؤنج میں بیٹھی رابعہ بیگم نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا۔ صالحہ بیگم اس سارے معاملے کے بعد رابعہ بیگم کے گھر آئی"

تھیں۔

میری بات ہوئی ہے آبرو سے، اسے ہوش آگیا ہے، انشاللہ جلد مزید بہتر ہو جائے گی" وہاں ان دونوں کے ساتھ فاطمہ اور اصباح بھی موجود تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ"

اور کہتیں لاؤنج میں ایک دم فیضان داخل ہوا۔ وہ سبرینہ کے گھر سے نکلنے کے بعد اب گھر پہنچا تھا۔ لاؤنج میں صالحہ بیگم کو بیٹھا دیکھ کر وہ اسی جانب آگیا۔ وہاں موجود ہر فرد پر

انکے ماضی کی حقیقت آشکار ہو گئی تھی۔ فیضان کے بیٹھتے ہی اصباح قدم اٹھاتی کچن کی جانب چلی گئی۔ کچھ لمحے ان سب کے درمیان خاموشی حائل رہی جسے فیضان کے آواز

،نے توڑا

میں تو اب تک حیران ہوں کہ ہمیں پہلے اس بارے میں اندازہ کیوں نہیں ہو سکا" اسکے لہجے میں غصہ واضح تھا۔"

ہمیں بھلا کیسے اندازہ ہوتا، ہم کون سا سبرینہ کو پہلے سے جانتے تھے بلکہ ہمیں تو اس کا نام تک نہیں معلوم تھا" رابعہ بیگم فیضان کو جواب دیتی بولیں، انکی بات بالکل درست"

تھی جبکہ فیضان کے چہرے پر سبرینہ کے بارے میں چھائی بے چینی پاس بیٹھی فاطمہ کو مضطرب کر رہی تھی۔

اس نے اتنے سال مجھ سے میری اولاد چھپائی، اتنے سال میں بے خبر رہا" فیضان کو صرف وہ زیادتی یاد تھی جو اسکے ساتھ ہوئی تھی۔"

urdunovelsblog

مگر تم نے بھی تو پلٹ کر ایک بار اس سے رابطہ نہیں کیا تھا" رابعہ بیگم کی بات پر فیضان نے حیرت سے انکی جانب دیکھا، وہ اسکی بجائے سبرینہ کا ساتھ دے رہی تھیں۔ صالحہ" بیگم انہیں سب بتا چکی تھیں۔

میں کس منہ سے اس سے رابطہ کرتا آپا، میں تو اس سے محبت کے دعوے کر کے شادی کسی اور سے کر چکا تھا" فاطمہ نے افسوس بھری نظروں سے اسکی جانب دیکھا، اتنے" سال گزرنے کے بعد وہ آج بھی وہیں کھڑی تھیں۔

"تو پھر اس میں قصور کس کا ہوا فیضان، کیا پتا اگر ایک بار تو تم پلٹتے تو وہ۔۔۔۔"

اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں، میری زندگی تو برباد ہو چکی ہے" وہ رابعہ بیگم کی بات کاٹتا بولا، فاطمہ کے لیے اب مزید وہاں بیٹھنا مشکل ہو چکا تھا، وہ اپنی جگہ سے اٹھ" ، کھڑی ہوئیں

زندگی صرف آپکی ہی نہیں اور بھی بہت لوگوں کی برباد ہوئی ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آپکو کل بھی صرف اپنی فکر تھی اور آج بھی" وہ افسوس بھرے انداز میں" کہتی وہاں سے چلی گئیں۔

،فیضان سوچ سمجھ کر بات کیا کرو" رابعہ بیگم اسے تنبیہ کرتی بولیں"

تو صحیح ہی تو کہہ رہا ہوں میں، ساری عمر میں اس پچھتاوے میں رہا کہ میں نے سبرینہ کے ساتھ زیادتی کی ہے مگر وہ تو خوش و خرم زندگی گزار رہی تھی، میری اولاد مجھ سے" چھپا کر خود دوسری شادی کر لی اور عیش کی زندگی گزارنے لگی" فیضان کی زبان زہر اگلنے لگی تھی، اپنی کی گئی ہر زیادتی کو وہ ایک ہی لمحے میں فراموش کر چکا تھا جبکہ اسکی اس بات پر صالحہ بیگم کی برداشت ختم ہوئی۔

آپ غلط ہیں بھائی جان" انکے بولنے پر وہ دونوں انکی جانب دیکھنے لگے۔"

،آپ نہیں جانتے اس نے اپنی زندگی میں کیا کیا تکالیف اٹھائی ہیں، آپ کی اولاد کو پالنے کی خاطر وہ ساری عمر تنہا رہی ہے" فیضان نے حیرت سے انکی جانب دیکھا"

آپ کے ایک فیصلے نے اسکی زندگی کی ہر خوشی اس سے چھین لی تھی" صالحہ بیگم آہستہ آہستہ ہر راز سے پردہ اٹھانے لگیں کہ طلاق کے بعد کیسے سبرینہ دربدر کی ٹھوکریں" کھاتی رہی، اپنے والدین کا غم، اپنی اولاد پر بنتا سوالیہ نشان، زندگی کی آزمائشوں کا تنہا مقابلہ کرنا۔ فیضان پر ہوتا ہر انکشاف اسے ایک بار پھر انہیں پچھتاؤوں کی جانب دھکیل رہا

تھا، جن میں وہ اتنے سال سے گھرا تھا۔اس کی ممکنہ طور پر سوچی ہر مشکل سے زیادہ مشکلات سبرینہ کو جھیلنی پڑی تھیں۔اس کی زندگی اس کے ہر گمان سے بڑھ کر اذیت ناک تھی۔

آپ شاید بھول گئے تھے کہ وہ اپنی سب کشتیاں جلا کر آپ کے پاس آئی تھی فیضان بھائی،اس نے اپنی زندگی میں بہت مسائل کا سامنا کیا ہے اور وجہ آپ سے بہتر کوئی" نہیں جانتا" صالحہ بیگم خاموش ہو گئیں جبکہ سامنے بیٹھے فیضان کا ضمیر اس وقت اس کی ملامت میں مصروف تھا۔

شام میں ڈاکٹرز انہیں ڈسچارج کر چکے تھے۔تاشفین کچھ دیر پہلے ہی انہیں گھر لے کر آیا تھا۔وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھیں۔انکی دائیں جانب نور تھی تو بائیں جانب زاویار جبکہ آبرو اور تاشفین کچھ فاصلے پر رکھے صوفے پر بیٹھے تھے۔

آپ اپنا بالکل خیال نہیں رکھتیں اموجان" نور آنکھوں میں نمی لیے انہیں ساتھ لگاتے بولی۔ان دونوں پر ہر حقیقت آشکار ہو چکی تھی مگر ماضی کی کسی بات کو دہرانا نہیں" چاہتے تھے،وہ ایسی کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتے تھے جو سبرینہ کے لیے تکلیف کا سامان بنے۔

اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو پھر ہمارا کیا ہوتا" نور کی آواز رندھ چکی تھی۔"

،میری جان پریشان مت ہو،دیکھو اب میں بالکل ٹھیک ہوں" وہ اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے بولیں"

بوڑھی ہو گئی ہوں نہ اس لیے کبھی کبھی تھوڑی طبیعت خراب ہو جاتی ہے" وہ مسکراتے ہوئے بولیں اور اپنی دوسری جانب بیٹھے زاویار کو بھی خود سے لگایا جبکہ نظروں کا" مرکز سامنے بیٹھے تاشفین اور آبرو تھے۔یہ بچے ہی تو انکی کل کائنات تھے،ہر مشکل کا حاصل،انکے صبر کا پھل!

کچھ دیر وہ سب یونہی باتیں کرتے رہے کہ تاشفین کے فون پر کال آنے لگی، جسے سننے کے لیے وہ کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ ایک دم کچھ یاد آنے پر زاویار بھی کمرے سے نکلتا اپنے کمرے کہ جانب چلا گیا۔

آبرو بیٹا ادھر آؤ" سبرینہ نے آبرو کو اپنے پاس بلایا، جس پر وہ قدم اٹھاتی اس جانب آ گئی۔"

اتنی پریشان کیوں بیٹھی ہو؟" انکے لہجے میں نرمی تھی۔آبرو نے نظریں اٹھاتے انکے شفیق چہرے کی جانب دیکھا، کیا وہ عورت اس قابل تھی کہ اس کے ساتھ وہ سلوک" ہوتا جو اسکے تایا نے کیا تھا۔

urdunovelsblog

کل جو بھی ہوا، وہ نہیں ہونا چاہیے تھا، میں۔۔۔میں۔۔اس سب کے لیے آپ سے معزرت خواہ۔۔۔" پاس بیٹھی نوران دونوں کے مابین ہوتی گفتگو سن رہی تھی۔"

ارے بیٹا، تم کیوں معافی مانگ رہی ہو؟ کل جو بھی ہوا اس میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں تھا بلکہ اس سارے معاملے سے سب سے زیادہ متاثر تمہاری اور تاشفین کی خوشیاں"

"ہوئی ہیں بیٹا، میری وجہ سے۔۔۔

ایسا مت کہیں آنٹی، جو ہوا اس میں آپ کا بھی کوئی قصور نہیں بس۔۔۔" اس کی بات ابھی جاری ہی تھی کہ اسے باہر سے تاشفین کی آواز آئی، وہ کافی غصے میں تھا، آبرو کو"

اندازہ ہو گیا تھا کہ باہر کون آیا ہے۔

نور تم آنٹی کے پاس بیٹھو، میں ابھی آتی ہوں" وہ قدم اٹھاتی باہر چلی گئی۔ کمرے سے باہر نکلتے اس نے ابھی دو ہی قدم بڑھائے تھے کہ اس کی نظر سامنے تاشفین کے"

، مقابل کھڑے فیضان پر پڑی۔ جس کا ڈر تھا وہی ہو رہا تھا، تیز تیز قدم اٹھاتی وہ اس جانب چل پڑی کہ اسکی سماعت سے تاشفین کی آواز ٹکرائی

اب آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں، جو آپ کا مقصد تھا وہ تو پورا ہو گیا نا!" وہ کافی غصے میں تھا۔"

نہیں بیٹا، تم غلط سمجھ رہے ہو مجھے واقعی اصل حقیقت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا" آج فیضان کے لہجے میں صرف التجاء تھی۔"

بس کر دیں پلیز بس کر دیں، میں جانتا ہوں کہ میری ماں نے آپکو حقیقت نہیں بتائی اس لیے آپ ان کو کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہتے ہیں مگر ایک بار انسانیت کے ناطے ہی"

انکا سوچ لیں، وہ بیمار ہیں اسی بات کا کچھ لحاظ کر لیں" وہ اس وقت شدید غصے اور پریشانی کی ملی جلی کیفیات سے گزر رہا تھا۔ غصہ اسکے مزاج کا حصہ نہیں تھا مگر حالات اسے

اپنے مزاج کے خلاف جانے پر مجبور کر چکے تھے۔

، میں صرف ایک بار اس سے ملنا چاہتا ہوں بیٹا" فیضان کی بات پر تاشفین کے غصے میں اضافہ ہوا"

، تاکہ اس بار آپ انہیں کوئی مزید گہری چوٹ پہنچا سکیں اور ویسے بھی آپ ان سے ملنے کا ہر حق کھو چکے ہیں۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا"

نہیں بیٹا نہیں، میں بس تم سے اور سبرینہ سے معافی مانگنے آیا ہوں، مجھ سے۔۔۔" انکی بات پر تاشفین کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔"

معافی۔۔۔! میرے صرف ایک سوال کا جواب دیں، کیا آپ کی ایک معافی سے سب ٹھیک ہو جائے گا؟" تاشفین کے سوال پر وہ خاموش رہے۔"

، جواب نہیں ہے نہ آپ کے پاس!" فیضان ایک قدم آگے بڑھا"

"مگر بیٹا میں اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں، میں۔۔۔"

اگر آپ واقعی ہمارے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو پلیز ہماری زندگیوں سے دور چلے جائیں" وہ ان حالات سے تھک چکا تھا، وہ اب مزید کوئی نئی بحث نہیں چھیڑنا چاہتا تھا۔"

"مگر بیٹا۔۔۔"

،تایا جان پلیز" آبرو کی آواز پر وہ دونوں اس جانب دیکھنے لگے، وہ قدم اٹھاتی، تاشفین کے پاس جاتے ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی"

"آبرو بیٹا۔۔۔"

پلیز تایا جان، میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ مجھے اپنی بیٹی مانتے ہیں تو پلیز یہاں سے چلے جائیں، اسی میں سب کی بہتری ہے" فیضان کو اب مزید وہاں رکنا بے سود" لگا اور وہ قدم اٹھاتے واپس چلا گیا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو نظر بیڈ پر بیٹھے آفاق پر پڑی، جو کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا۔ شادی کے بعد وہ آج پہلے دن ڈیوٹی پر گیا تھا۔ اسکی ساری چھٹیاں گھر کے ماحول کی نذر ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اصباح کو کہیں باہر بھی نہیں لے جا پایا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اصباح اسکی مجبوری بخوبی سمجھتی ہے۔ آفاق کی نظر اصباح کے چہرے پر چھائے تاثرات پر پڑی، وہ کافی پریشان اور اداس نظر آ رہی تھی۔ اصباح یونہی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی چیزوں کی جگہ تبدیل کرنے لگی، وہ ایک پرفیوم اٹھا کر اسکی جگہ دوسرے کو رکھ دیتی تو دوسرے کی جگہ پہلے کو، اسکی اس حرکت سے واضح تھا کہ وہ کس قدر پریشان ہے۔

urdunovelsblog

،اصباح۔۔" آفاق نے اسے پکارا، وہ پلٹی"

جی" اسکی آواز بھی رندھی ہوئی تھی، یقیناً وہ رو کر کمرے میں آئی تھی۔"

سب ٹھیک ہے نا؟" آفاق کے اس سوال پر اس نے نظریں اٹھاتے اس جانب دیکھا اور نفی میں گردن ہلاتے نظریں جھکا گئی۔"

ادھر آؤ، میرے پاس بیٹھو" وہ اسے اپنے پاس بلا رہا تھا، اصباح قدم اٹھاتی اسکے سامنے جا بیٹھی۔"

"اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

میری ابھی رتبہ سے بات ہوئی ہے، امی کی طبیعت کل رات سے بہت خراب ہے، سبرینہ آنٹی اور فیضان تایا کے معاملے کو لے کر وہ بہت پریشان ہیں کہ کہیں اس سب سے" آبرو کا رشتہ متاثر نہ ہو جائے" آنکھوں میں موجود آنسو اب اس کے رخسار پر گر رہے تھے۔

دو ہفتے گزر چکے ہیں اس بات کو مگر معاملہ ابھی تک وہیں کا وہیں ہے، تاشفین بھائی فیضان تایا کی بات سننے کو تیار نہیں ہیں اور فیضان تایا، وہ بھی پیچھے ہٹنا نہیں چاہتے، آبرو"
شادی کے پہلے دن سے پریشان ہے اور امی۔۔۔۔ وہ اس سب کی وجہ سے بیمار ہو گئی ہیں" وہ اپنے دل کا حال اسے سنا رہی تھی۔

،اچھا، ادھر دیکھو میری طرف" آفاق نے ہاتھ بڑھاتے اسکے آنسو صاف کیے"

تم پریشان مت ہو، انشاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، میں بات کرتا ہوں ماموں سے" اصباح نم آنکھیں لیے آفاق کو دیکھ رہی تھی جو اس کے ہاتھ تھامے اسے تسلی دے رہا"
تھا۔

اب اٹھو شاباش اور جلدی سے تیار ہو جاؤ، ہم تھوڑی دیر تک نکلتے ہیں" وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔"

کہاں جانا ہے؟" اصباح نے اسکی جانب دیکھتے سوال کیا، جواب دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔"

صالحہ ممانی کے پاس" وہ مسکرا کر کہتا دروازہ عبور کر گیا۔"

فیضان قدم اٹھاتے رابعہ بیگم کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ کمرے میں داخل ہوتے رابعہ بیگم انہیں سامنے ہی بیڈ پر بیٹھی نظر آئیں، فیضان کو داخل ہوتے دیکھ کر رابعہ بیگم
انکی جانب دیکھنے لگیں۔

urdunovelsblog

،آپا مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے" وہ انکے پاس بیٹھتا بولا"

ہاں کہو!" وہ اس کی جانب متوجہ تھیں۔"

میں نے سوچ لیا ہے کہ اب مجھے واپس چلے جانا چاہیے" رابعہ بیگم حیرانی سے اسکی جانب دیکھنے لگیں مگر خاموش رہیں، یہ فیصلہ اچانک لیا گیا تھا۔"

اُس دن جب میں سبرینہ سے ملنے گیا تھا تو تاشفین نے مجھے اس سے ملنے نہیں دیا مگر جب میں نے بعد میں اس بارے میں سوچا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اگر سبرینہ سے مل"
بھی لیتا تو آخر اس سے کیا بات کرتا! ہمارے درمیان اتنے سالوں کی رنجشوں، شکووں اور گلوں کے سوا تو کچھ بھی باقی نہیں رہا" فیضان کا ٹوٹا ہوا لہجہ اسکے دل کی کیفیت بیان
، کر رہا تھا۔ اتنے میں آفاق بھی کمرے میں داخل ہوا

! میں اس کو قصوروار سمجھتا رہا تو وہ مجھے اپنا مجرم سمجھتی رہی اور یونہی ہماری زندگی کے قیمتی سال ضائع ہو گئے" انکی ہر بات سچ تھی، تلخ حقیقت"

میں مانتا ہوں کہ میرا قصور ہے، مجھے اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا مگر اس وقت میرے حالات کیا تھے، میں کتنا مجبور تھا آپ تو جانتی ہیں نہ آپا" وہ ایک ایسا باپ تھا، جس" سے اسکی اولاد نفرت کرتی تھی۔

،مگر اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے میں نے سوچا ہے کہ میں آپ سب کی زندگی سے دور چلا جاؤں" رابعہ بیگم فوراً بولنے لگیں"

"فیضان میری بات سنو، دیکھو جو بھی فیصلہ کرنا، سوچ سمجھ کر کرنا، یہاں سے جانا ہی تو اس مسئلے کا حل۔۔۔"

میں فیصلہ کر چکا ہوں آپا، اسی میں سب کی بہتری ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس فیصلے میں میرا ساتھ دینے گی" وہ اپنے بیٹے کی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا۔ پاس" بیٹھے آفاق کو آج فیضان کا لہجہ اذیت اور درد بھرا محسوس ہو رہا تھا۔

،میں فاطمہ اور لائبہ کو لے کر واپس چلا جاؤں گا، شاید ہمیشہ کے لیے!" رابعہ بیگم نے انکا ہاتھ تھاما"

فیضان تم۔۔۔" آنسو انکی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔"

پلیز آپا مت روئیں۔۔۔ ہماری دو دن بعد کی فلائٹ ہے، مجھے نہیں معلوم کے میں دوبارہ کبھی پاکستان واپس آؤں گا یا نہیں مگر ہاں میں آپکو اتنا یقین ضرور دلاتا ہوں کہ" واپس جانے کے بعد میں آپ سے مسلسل رابطے میں رہوں گا" فیضان کی آواز بھی اب رندھ چکی تھی۔ آنسو انکے حلق میں جمع ہونے لگے تھے۔

میری غلطیاں معافی کے قابل تو نہیں ہیں مگر پھر بھی میں اپنی ہر غلطی کی معافی چاہتا ہوں" فیضان رابعہ بیگم کی جانب دیکھتا بولا، جو مسلسل رو رہی تھیں۔"

،نہیں فیضان، صرف تم قصوروار نہیں ہو، ہم سے بھی بہت غلطیاں ہوئی ہیں، ہم۔۔۔" ان کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ فیضان کا فون بجنے لگا"

،ضروری کال ہے آپا، میں ابھی آتا ہوں" وہ فون کان سے لگاتے کمرے سے باہر چلے گئے، آفاق تیزی سے اٹھتا رابعہ بیگم کے پاس آیا"

،خود کو اذیت مت دیں امی، ماموں نے جو فیصلہ کیا ہے اسی میں سب کی بہتری ہے" وہ رابعہ بیگم کو ساتھ لگاتے بولا"

اس سب کی ذمہ دار میں ہوں آفاق، کاش میں اسے واپس ہی نہ بلاتی، وہ وہیں خوش رہتا، یہاں آکر اسے کیا حاصل ہوا؟ صرف اذیت! اسکے ماضی کا ہر درد بھرا باب ایک بار" "پھر کھل گیا

خود کو الزام مت دیں امی، یہ سب یونہی ہونا لکھا تھا، آپ بس انکے کے لیے دعا کریں کہ وہ واپس جا کر دوبارہ اپنی زندگی کا دوبارہ آغاز کر سکیں" والدین کے زبردستی میں" کیے گئے فیصلے اکثر اولاد کی زندگیاں یونہی برباد کر دیتے ہیں، اپنی انا کی تسکین کی خاطر وہ اکثر اولاد کی خوشیوں کو بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ بے قصور نہ سبرینہ تھی، نہ فیضان مگر

وقت کی چکی میں پسنے والی ذات بھی ان دونوں کی تھی۔ایک نے بزدلی کا مظاہرہ کرتے چوٹ کھائی تھی تو دوسرے نے دلیری کا مظاہرہ کرتے اپنے والدین کو تکلیف پہنچائی تھی۔ایک نے والدین کی فرمانبرداری کرتے اپنی خوشیاں گنوائی تھیں تو دوسرے نے والدین کی نافرمانی کرتے۔اگر سبرینہ کچھ وقت انتظار کرتے وہ قدم نہ اٹھاتی،اپنے والدین کا بھروسہ نہ توڑتی،فیضان اس سے جھوٹے وعدے نہ کرتا،ایک رشتے میں بندھنے کے بعد اس کے لیے ڈٹ جاتا تو شاید آج حالات یہ نہ ہوتے مگر قسمت میں لکھے فیصلوں کو آخر کون ٹال سکتا ہے!

میں نفرتوں کے جہاں میں رہ کر

جدا رہوں گا تو کیا کروں گا

یہ ٹھیک کہتے ہو بے وفا ہوں

وفا کروں گا تو کیا کروں گا

بس اک تو ہی تو رہ گیا ہے

جہان سارا تو کھو چکا ہوں

تجھے بھی اپنی انا میں آکر

خفا کروں گا تو کیا کروں گا

آسمان پر آہستہ آہستہ مکمل اندھیرا چھانے لگا تھا،سڑک پر دوڑتی اس گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر آفاق موجود تھا جبکہ ساتھ والی سیٹ پر اصباح بیٹھی تھی۔وہ صالحہ بیگم سے مل کر واپس آرہے تھے،انکی طبیعت اب کافی بہتر تھی اور ان سے ملنے کے بعد اب اصباح کی پریشانی بھی کم ہو چکی تھی۔اصباح نے ایک نظر سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس گاڑی چلاتے آفاق پر ڈالی،

"تھینک یو"گاڑی میں اصباح کی آواز گونجی،

"کس لیے؟"اس نے سوالیہ نظروں سے اصباح کی جانب دیکھا،

"آپ مجھے امی سے ملوانے لے گئے، میں بہت پریشان ہوگئی تھی کہ۔۔۔۔"

اب کیا تم اتنی اتنی باتوں پر بھی میرا شکریہ ادا کرو گی!"وہ ہنس پڑا جبکہ دوسری جانب اصباح خاموش رہی،اسکی خاموشی نے آفاق کو کچھ غلط ہونے کا عندیہ دیا کہ فوراً ذہن" ،میں ایک خیال آیا

ایک منٹ۔۔۔۔یعنی تمہیں یہ لگا کہ میں تمہیں تمہاری امی کے گھر نہیں لے کر جاؤں گا اور"وہ مزید بھی کچھ کہہ رہا تھا جبکہ اصباح کے دماغ میں اس وقت ماضی کے" واقعات چل رہے تھے،جب حفصہ کو گھر واپس آنے کے لیے کتنی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا،عادل اور اپنی ساس کی منتیں کرتے اسے صرف دو یا تین دن کی اجازت ملتی،وہ ،انہیں سوچوں میں گم تھی کہ آفاق نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھا،وہ ہوش میں آتے اس جانب دیکھنے لگی

"اصباح کیا سوچ رہی ہو؟"

کچھ نہیں"یہی سوچیں اسے ہر وقت خوفزدہ کیے رکھتی تھیں۔"

میری بات سنو اصباح،یہ کیسے کیسے وہم پال کر بیٹھی ہو تم،اب میں سمجھا تم ہر وقت خوفزدہ کیوں رہتی ہو"وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس سے بات کر رہا تھا جس پر اصباح" ،کی جانب سے مسلسل خاموشی اسے شدید پریشان کر رہی تھی۔وہ گاڑی سڑک کی ایک سائیڈ پر پارک کرتے اس کی جانب مڑا

اصباح،ادھر دیکھو میری طرف"اصباح نے نظریں اٹھاتے اس کی جانب دیکھا،اسکی آنکھیں ہمیشہ کی طرح آنسوؤں سے لبریز تھیں۔"

urdunovelsblog

سب سے پہلے تو رونا بند کرو،شاباش"وہ اسکا ہاتھ تھامتے بولا،جس پر اصباح نے دوسرے ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کیے۔"

مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اس ڈر اور خوف کہ وجہ کیا ہے مگر یوں رونے سے اس مسئلے کا حل تو نہیں نکل آئے گا نہ"وہ اسے سمجھانے لگا،اسکی نظریں ایک بار پھر جھک چکی" ،تھیں،جس پر آفاق نے ہاتھ بڑھاتے اسکا چہرہ اوپر کیا

اب نظریں مت جھکانا"اصباح اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔"

میں جانتا ہوں ان وسوسوں اور خوف سے نکلنا اتنا آسان نہیں مگر میری پوری کوشش ہو گی کہ تمہارے ہر خوف اور وہم کو جتنا جلدی ہو سکے دور کر دوں،میں ایسے مردوں" میں سے نہیں ہوں جو شادی کے بعد اپنی بیویوں پر مختلف طرح کی پابندیاں لگاتے ہیں"اصباح کی آنکھوں میں نمی کم ہونے لگی تھی۔

،تم خود مجھے بتاؤ،ہماری شادی کو دو ہفتے ہو گئے ہیں،کیا میں نے اب تک تمہیں کسی چیز کے لیے پابند کیا ہے؟کسی چیز سے روکا ہے؟"اصباح نے نفی میں سر ہلایا"

تو پھر اب رونا بند کرو اور آئندہ خاموش رہنے کی بجائے تم اپنے دل میں پیدا ہوتے ہر خوف اور وہم کو مجھ سے شئیر کرو گی، او کے "اصباح نے اثبات میں سر ہلایا کہ اتنے "

میں گاڑی کے شیشے پر ہوتی دستک نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا، آفاق نے گردن موڑتے اس جانب دیکھا۔ ایک چھوٹا بچہ ہاتھ میں گجروں والی چھڑی تھامے کھڑا تھا۔ کچھ

دیر بعد آفاق نے اس سے دو گجرے خریدتے اصباح کو تھمائے اور والٹ سے پیسے نکالنے لگا کہ نظر اصباح پر پڑی جو گجرے پہننے لگی تھی۔

رکو میں پہناتا ہوں "اسکی آواز پر اصباح کے ہاتھ تھم گئے، وہ پیسے اس بچے کو تھماتے پلٹا، اور گجرے اصباح کے ہاتھ سے لیتے باری باری اس کے ہاتھوں میں پہنائے، وہ اسکی "

، کلائیوں پر خوب بج رہے تھے۔ آفاق نے اسکے دونوں ہاتھ تھامے، جس پر اصباح نے اسکی جانب دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں

میرا تم سے وعدہ ہے اصباح کہ تمہاری آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کی وجہ کبھی بھی میری ذات نہیں ہوگی، میری پوری کوشش ہوگی کہ تم ہمیشہ ہنستی مسکراتی "

، رہو "اسکی بات پر اصباح کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے

، ہاں بالکل ایسے ہی "جس پر آفاق مسکراتے ہوئے بولا "

آپ بہت اچھے ہیں آفاق! "شاید اس ساری گفتگو میں وہ پہلی بار بولی تھی۔ "

تم بھی بہت اچھی لگتی ہو، جب اس طرح مسکراتی ہو، میرا مشن ہے کہ مجھے ہر وقت رونے والی اصباح کو ایک مضبوط اصباح بنانا ہے پھر چاہے۔۔۔۔۔ "وہ بات کرتے "

کرتے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ سڑک پر دوڑتی اس گاڑی میں اب آفاق کے بولنے کی آواز اور اصباح کی ہنسی گونج رہی تھی۔

urdunovelsblog

وہ ہسپتال کی راہداری سے گزرتا اپنے آفس کی طرف جا رہا تھا۔ شادی کے بعد ہسپتال آتے ہوئے یہ اسکا دوسرا دن تھا۔ وہ گھر کے ماحول کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ اس دن کے بعد فیضان کی جانب سے کوئی پیش قدمی نہیں کی گئی تھی۔ آفس میں داخل ہوتے وہ ٹیبل تک گیا، وہ وارڈ کے راؤنڈ پر جانے سے پہلے موبائل یہیں بھول گیا تھا۔ کرسی پر بیٹھتے اس نے اپنا موبائل اٹھایا، آبرو کی دو مسڈ کالز کا نوٹیفیکیشن سکرین پر جگمگا رہا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ اسے کال بیک

، کرتا، دروازے پر دستک ہوئی

آجائیں "وہ موبائل کی سکرین پر انگلیاں چلاتے بولا، اسکے اجازت دینے پر کوئی اندر داخل ہوا، تاشفین نے نظریں اٹھاتے اس جانب دیکھا، سامنے فیضان کھڑا تھا۔ وہ فوراً "

اپنی کرسی چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا جبکہ دوسری جانب کھڑے فیضان کو یاد آیا کہ جب پہلی بار وہ اس سے یہیں ملنے آیا تھا تو اسے دیکھ کر اس کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کاش اسکا بھی تاشفین جیسا کوئی بیٹا ہوتا۔ خواہش تو پوری ہوگئی تھی مگر حالات نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

"آپ یہاں؟"تاشفین کے لہجے میں آج غصہ نہیں صرف حیرت تھی،اسے فیضان کے یہاں آنے کی توقع نہیں تھی۔فیضان قدم اٹھاتااس جانب آیا،

"میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا بیٹا،بس ایک آخری بار تم سے بات کرنا چاہتا ہوں"فیضان زخمی مسکراہٹ کے ساتھ بولا،تاشفین خاموش رہا۔

"تم نے صحیح کہا تھا،میں بزدل ہوں اور بزدل مردوں کو محبت کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا"وہ تاشفین کی بات دہراتے بولے،تاشفین نے انکی بھوری آنکھوں میں دیکھا،جہاں آج صرف ملال تھا۔

"میں ہی تمہارا اور تمہاری ماں کا قصوروار ہوں،میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے شدید نفرت کرتے ہو اور واقعی میں اس نفرت کا حقدار ہوں"فیضان کی آواز رندھنے لگی تھی جبکہ سامنے کھڑا تاشفین اس ہارے ہوئے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"میں زندگی بھر تمہیں کچھ نہیں دے سکا سوائے غم اور تکالیف کے اس لیے میں تمہاری واحد خواہش جو اس دن تم نے مجھ سے کی تھی،اسے پورا کرنے جا رہا ہوں"وہ رکے،تاشفین کے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی،

"میں ہمیشہ کے لیے تم لوگوں کی زندگی سے دور جا رہا ہوں"نجانے کیوں پر اس خبر پر تاشفین کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے دل کو زور سے مٹھی میں دبایا ہو۔کچھ لمحے ایک خاموشی ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئی۔

"کچھ تو کہو تاشفین،آج تمہارا باپ آخری بار تم سے ملنے آیا ہے"تاشفین کے پاس آج الفاظ ختم ہو گئے تھے،اس وقت کچھ بھی بولنا اسے بے حد مشکل لگا،جو وہ چاہتا تھا وہ ہونے جا رہا تھا تو پھر اسے اس فیصلے سے تکلیف کیوں رہی تھی۔وہ ہمت کرتا بولنے لگا،

"آپ نے ایک بہتر فیصلہ لیا ہے۔۔۔میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ اپنی ایک اولاد کو تو آپ کھو چکے ہیں،دوسری کو مت کھوئیے گا۔۔۔ایک اچھے باپ بن کر دکھائیے گا"اسکے الفاظ اسکی دھڑکنوں کی طرح بے ربط تھے۔فیضان مسکرایا،

"میں جانتا ہوں کہ میرے جرم معافی کے قابل نہیں مگر پھر بھی اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اور اپنی ماں سے کہنا کہ میں واقعی اس کے قابل نہیں تھا،میں اسکا مجرم ہوں،اسکی زندگی میں آئی ہر تکلیف کی وجہ! پر اسے کہنا کہ اگر ہو سکے تو وہ بھی مجھے معاف کر دے"ایک آنسو فیضان کی آنکھ سے نکلتے انکے چہرے پر آ گرا،جسے صاف کرتے وہ دوبارہ گویا ہوئے،

میں نے تمہاری خواہش پوری کی ہے بیٹا تو کیا تم بھی میری ایک خواہش پوری کر سکتے ہو" تاشفین نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا، اس دن بولنے کی باری تاشفین کی تھی مگر آج یہ بازی فیضان لے گیا تھا۔

"ایک بار مجھے بابا کہہ کر پکارو" تاشفین کو لگا وہ اپنا ضبط کھو دے گا، اسکی آنکھیں لال ہو رہی تھیں، وہ خود پر قابو کھونے لگا تھا، وہ یہ کیسے امتحان میں پھنس چکا تھا۔ اسے خاموش دیکھتے فیضان بولنے لگا،

"اپنا اور سبرینہ کا خیال رکھنا بیٹا، خدا حافظ" وہ واپس جانے کے لیے پلٹا اور دروازے کی جانب قدم بڑھائے کہ سماعت سے تاشفین کی آواز ٹکرائی،

"اپنی ماں کے حوالے سے میں آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتا مگر ہاں میں نے آپ کو آپکی ہر غلطی کے لیے معاف کیا بابا" فیضان نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا اور نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے دروازہ عبور کر گیا کیونکہ وہاں رکنا اب ان کے لیے بھی بہت مشکل تھا۔

ان کے جانے کے بعد تاشفین اپنی کرسی پر ڈھے گیا۔ اپنی عمر کا ایک حصہ وہ جس انسان کے لیے ترسا تھا، وہ آج واپس جا رہا تھا مگر زیادہ تکلیف دہ بات تو یہ تھی کہ اسے بھیجنے والا بھی وہ خود تھا۔ اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ وہ جا کر اپنے باپ کے گلے لگ جائے، یہ ان کے درمیان رشتہ تھا جو اب اسے کمزور بنا رہا تھا مگر ایسا کرنے سے اسکی ماں کی کاوشوں، اسکی ممتا کی ہار ہو جاتی۔ وہ شخص اس کی ماں کا مجرم تھا، اس کی زندگی کی ہر اذیت کی وجہ اور وہ کسی صورت اپنی ماں کو ہرا نہیں سکتا تھا! ماں اور باپ کے انتخاب میں اس نے اپنی ماں کو چنا تھا، جس کا انتخاب کرنا اسکا فرض تھا۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلتا اس کے چہرے پر آ گرا، یہ باپ کی محبت میں نکلا پہلا اور آخری آنسو تھا جسے صاف کرتے وہ آنکھیں بند کیے وہیں بیٹھا رہا۔

urdunovelsblog

وہ ہسپتال سے آتے سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ اس کے دماغ میں اب تک فیضان کی باتیں گونج رہی تھیں۔ کچھ دیر وہ یونہی بیٹھا رہا اور پھر قدم اٹھاتے فریش ہونے چلا گیا۔ آبرو اس وقت سبرینہ کے ساتھ انکے کمرے میں بیٹھی تھی جبکہ زاویار نور کو یونیورسٹی سے واپس لینے گیا تھا۔ فریش ہو کر اب وہ کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔ سرمئی ٹراؤزر کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آیا کہ اس نے کمرے میں آبرو کی غیر موجودگی محسوس کی۔ وہ بال سیٹ کرتے کمرے سے باہر نکلا اور سیڑھیاں اترتے نیچے سبرینہ کے کمرے کی جانب چل پڑا کہ داخل ہوتے ہی اسکی نظر سبرینہ پر پڑی جو آبرو کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ آبرو کی پشت تاشفین کی جانب تھی۔ سبرینہ کی نظر تاشفین پر پڑتے وہ بول پڑیں،

"تاشفین بیٹا!" آبرو پلٹی،

"تم کب آئے؟" وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"ابھی جب آپ اپنی بہو کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھیں" اس نے مسکراتے ہوئے آبرو کی جانب دیکھا، جو ہلکے پیلے رنگ کی قمیض کے ساتھ ہم رنگ پاجامہ پہنے سبرینہ کے سامنے بیٹھی تھی۔

"باتیں نہیں، شکایتیں کہو، آبرو مجھ سے تمہاری شکایتیں کر رہی تھی" سبرینہ ہنستے ہوئے بولیں، وہ آج کافی فریش نظر آرہی تھیں۔

"کیا واقعی؟" تاشفین نے آبرو کی جانب دیکھتے پوچھا، جو نفی میں سر ہلاتے اپنا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔

"میری بیوی آپ سے میری شکایت کرے۔۔ ناممکن" تاشفین فخریہ انداز میں سبرینہ کی جانب دیکھتا بولا، جس کے جواب میں وہ مزید کچھ کہہ رہی تھیں۔ کچھ دیر وہ یونہی ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے کہ ایک دم سبرینہ کو کچھ یاد آیا،

"تاشفین میں کل بھی تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہ رہی تھی مگر پھر وقت نہ مل سکا"

"جی اموجان کہیں" تاشفین انکی جانب دیکھتا بولا،

"تم دونوں کی نئی نئی شادی ہوئی ہے بیٹا، آبرو کو کہیں باہر لے کر جاؤ، گھومو پھرو، تمہیں خود تو خیال نہیں آیا میں نے سوچا میں ہی یاد دلا دوں کہ تمہاری شادی کو ابھی صرف دو ہفتے ہوئے ہیں" وہ خفگی سے تاشفین کی طرف دیکھتے کہہ رہی تھیں۔

"میں جانتی ہوں کہ حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے، میری وجہ سے تم دونوں کے اتنے اہم دن برباد ہو گئے۔۔۔"

"اموجان اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں، جو ہونا تھا وہ ہو گیا، اب آپ پلیز سب بھول جائیں، بار بار اس بارے میں نہ سوچیں" تاشفین انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا بولا،

"تاشفین بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آنٹی، جو ہوا اس کے لیے خود کو الزام مت دیں، ہر بری سوچ کو اپنے ذہن سے نکال دیں اور بس اپنا خیال رکھیں، ہم سب کو آپ کی بہت ضرورت ہے" آبرو نے مسکراتے ہوئے سبرینہ کے ہاتھ پر رکھے تاشفین کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، جس پر سبرینہ اپنا دوسرا ہاتھ آبرو کے ہاتھ پر رکھتے مسکرائی،

"چلیں اموجان اب تو آپ کی بہو نے بھی کہہ دیا ہے، اب تو مان جائیں" تاشفین کی بات پر سبرینہ بولنے لگیں،

"ایک شرط پر کہ آج تم آبرو کو لے کر کہیں باہر جاؤ گے، اسے شاپنگ کرواؤ گے اور کسی اچھی سی جگہ پر ڈنر کرواؤ گے" سبرینہ کی بات پر تاشفین نے ایک نظر آبرو کی جانب دیکھا،

urdunovelsblog

راجر باس"اس نے ہاتھ ماتھے تک لے جاتے جواب دیا۔"

بیڈ پر بیگ رکھے وہ اس وقت پیکنگ میں مصروف تھا، ساتھ ہی کان کو فون لگا رکھا تھا۔

ہاں یار کل کی فلائٹ ہے"اسے اپنی کمپنی سنبھالتے ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا، کال کی دوسری جانب فواد تھا۔"

اچھا یار میں بعد میں بات کرتا ہوں، ابھی ذرا بیگ پیک کر لوں"وہ کال کاٹتے فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ فائقہ لاشاری کمرے میں داخل"

،ہوئیں،اسے سامان پیک کرتے دیکھ کر انہوں نے اسے مخاطب کیا

"کہاں کی تیاری ہے؟"

کراچی جانا ہے"مختصر جواب۔"

سب خیریت؟"ایک اور سوال۔"

،جی بس کچھ بزنس ایشوز ہیں"ایک بار پھر مختصر جواب جا پر فائقہ کو رات میں فیاض سے ہوئی بات یاد آئی"

"فیاض بھی کراچی ہی جا رہے ہیں تو کیا۔۔۔"

،جی انہیں کے ساتھ جا رہا ہوں"فائقہ بیگم کی حیرت میں اضافہ ہوا"

،مگر رات کو فیاض نے تو مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ تم بھی ساتھ جا رہے ہو"شکوہ فوراً زبان پر آیا"

،بھول گئے ہوں گے اور ویسے بھی کل ہی فیصلہ ہوا ہے کہ میں بھی ساتھ جاؤں گا"وہ سرمئی شرٹ بیگ میں رکھتے بولا"

اور شہریار؟"ایک اور سوال۔"

وہ یہی رہے گا، یہاں کے معاملات دیکھے گا"فائقہ بیگم کے دماغ پر بس ایک ہی سوچ کا راج تھا کہ آخر فیاض ہر معاملے میں شاہزین کو شہریار پر فوقیت کیوں دے رہے ہیں"

جبکہ وہ اس بات کو فراموش کر رہی تھیں کہ بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے یہ سب اسکا پہلا حق ہے۔وہ بھول رہی تھیں کہ شاہزین انکا اپنا خون نہیں یہ بات صرف فائقہ بیگم ہی

!جانتی تھیں، فیاض لاشاری نہیں

کتنے دن کے لیے جانا ہے؟" ایک بار پھر وہ سوال کرنے لگیں۔"

ڈیڑھ تو دو دن بعد واپس آجائیں گے پر مجھے شاید کافی وقت لگ جائے" اس نے سیاہ شوز کا ڈبہ اٹھاتے بیگ میں رکھا۔"

کتنا وقت؟" فائقہ بیگم سوال پر سوال کر رہی تھیں۔"

شاید دو یا تین ماہ" وہ اب بیگ کی زپ بند کر رہا تھا۔"

"اتنا وقت کیوں؟"

پہلے تو کچھ اہم میٹنگز ہیں پھر ڈیڈ کا ارادہ ہے کہ وہ وہاں پر ایک اور برانچ کا آغاز کیا جائے تا کہ کراچی میں بھی ہماری دو سے زیادہ برانچز ہو جائیں" وہ بیگ بیڈ سے اتار کر نیچے" رکھ رہا تھا۔

اور تمہارا یہاں والا کام، میرا مطلب تمہاری اپنی برانچ کون دیکھے گا؟" فائقہ بیگم اس سے ہر بات سننا چاہتی تھیں جو فیاض لاشاری انہیں نہیں بتاتے تھے۔"

میری غیر موجودگی میں ڈیڈ اسے خود دیکھیں گے اور۔۔۔۔۔" بات مکمل ہونے سے پہلے فون کی آواز نے اسکی توجہ اپنی جانب کھینچی، ہاتھ بڑھاتے ٹیبل پر رکھا فون اٹھایا" اور کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگاتے وہ قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ فائقہ لاشاری کو اس وقت فیاض لاشاری پر سخت غصہ تھا کہ آخر وہ کیوں انہیں بزنس کے معاملات سے بے خبر رکھتے تھے۔

urdunovelsblog

گاڑی سے اترتے وہ دونوں ساتھ قدم اٹھاتے اس ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے۔ شاپنگ کا پلین وہ کچھ دن بعد کے لیے چھوڑتے آج ڈنر کے لیے آئے تھے۔ یہ ایک فائیو سٹار ریسٹورنٹ تھا، ٹیبل کی بکنگ تاشفین شام کو ہی کروا چکا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی تاشفین آگے بڑھتے ریسیپشن پر بات کرنے لگا، جس پر کچھ دیر بعد وہ ایک ویٹر کے ہمراہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئے۔ گلاس وال کے ساتھ ایک کونے میں موجود ٹیبل تاشفین نے بک کروایا تھا۔ ویٹر انہیں وہاں چھوڑتے چلا گیا جبکہ آبرو کی نظر سامنے موجود ٹیبل پر پڑی۔ چھوٹی چھوٹی کینڈلز کے ساتھ موجود گلاب کے پھولوں سے سجا ٹیبل، جس کے بیچ میں سرخ گلابوں کا ایک بوکے پڑا تھا، ہلکی ہلکی لائٹنگ آس پاس رکھی چیزوں کو سجایا گیا تھا جبکہ گلاس وال سے شہر کی نظر آتی روشنیاں! منظر واقعی بہت خوبصورت تھا خاص کر وہاں اسکا منتظر کھڑا وہ شخص جس کی موجودگی سے اب ہر منظر آبرو کو خوبصورت لگتا تھا۔ آبرو قدم اٹھاتی آگے گئی، وہ آج لانگ سیاہ فراک کے ساتھ ہمرنگ دوپٹے میں موجود تھی، جس پر سنہرے رنگ کے موتیوں کا خوبصورت کام ہوا تھا، بالوں کو جوڑے میں باندھ رکھا تھا جبکہ ہلکی سی جیولری کے ساتھ ہلکا سا میک اپ اسے بہت دلکش بنا رہا تھا۔ سامنے کھڑا تاشفین بھی سیاہ پینٹ کوٹ پہنے بے حد خوبرو اور وجیہ لگ رہا

تھا۔ ٹیبل کے قریب پہنچتے تاشفین نے اسکے لیے کرسی پیچھے کرتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے پڑا بکے اٹھاتے اس نے آبرو کی جانب بڑھایا، جسے ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ آبرو نے تھام لیا کہ اب تاشفین اپنے کوٹ کی پاکٹ میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک سیاہ رنگ کی ڈبیہ نکالنے میں کامیاب ہوا اور اسے ٹیبل پر آبرو کے سامنے رکھا۔ آبرو نے بکے سائیڈ پر رکھتے وہ ڈبیہ کھولی، وہ ایک خوبصورت بریسلٹ تھا، جس کے درمیان میں انگریزی کے دو حروف کندہ تھے، "اے" اور "ٹی"۔ آبرو نے اسے ڈبیہ سے نکالا اور ہاتھ میں تھامتے تاشفین کی جانب دیکھا، اسکی نظروں میں خوشی اور تشکر کا احساس وہ محسوس کر سکتا تھا۔

"مے آئی؟" بریسلٹ کی جانب ہاتھ بڑھاتے اس نے آبرو سے اجازت چاہی جس پر آبرو نے بریسلیٹ اس کی جانب بڑھایا اور اپنی دائیں کلائی اس کے سامنے کی، جس میں اب تاشفین وہ بریسلٹ پہنا رہا تھا۔

"تو پھر کیسا لگا سب؟" تاشفین نے آس پاس نگاہ دوڑاتے آبرو سے سوال کیا،

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب چیزیں ایک دن مجھے بھی اتنی اچھی لگیں گی" وہ رکی،

"تھینک یو سو مچ" وہ واقعی بہت خوش تھی، اسے ان سب چیزوں کی توقع نہیں تھی۔"

"مائی پلیئر میم" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ کچھ دیر بعد وہ ویٹر کو اپنا آرڈر دے چکے تھے۔"

"میں جانتا ہوں آبرو کہ میں پچھلے دنوں تمہیں بالکل وقت نہیں دے سکا، معاملہ ہی کچھ ایسا تھا کہ میں مجبور ہو گیا تھا مگر اب سب ٹھیک ہو گیا ہے، ہم دونوں ساتھ ہیں اور خوش ہیں!" وہ آبرو کی جانب دیکھتا بولا،

"اب ہم ایک نئی زندگی کی شروعات کریں گے، جس میں ماضی کی کوئی تلخ یاد اثر انداز نہیں ہو پائے گی، صرف ہمارا حال ہو گا اور مستقبل کے خواب!" وہ آبرو کا ہاتھ تھامتے بولا، جس پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"جو ہوا اس سے تمہیں بھی بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے، میں اس کے لیے تم سے معزرت۔۔۔۔"

"تاشفین ایسی باتیں مت کریں پلیز، مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ میں آپ کے لیے اور آنٹی کے لیے بہت فکر مند تھی رہی بات میری تو میں نے اپنی زندگی میں ہر طرح کے مراحل کا سامنا کیا ہے، ہر طرح کی پریشانی جھیلی ہے، بے بسی، مجبوری ان سب کیفیات سے بخوبی واقف ہوں" اسکی آواز اور الفاظ میں پوشیدہ اذیت تاشفین محسوس کر سکتا تھا۔

urdunovelsblog

زیادہ تو نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میری بیوی نے ان سب حالات کا سامنا بہت مضبوطی اور بہادری سے کیا ہوگا" وہ اسکی تکلیف کم کرنا چاہتا تھا۔"

آپ کو ایک بات بتاؤں، یہ جو مضبوط لوگ ہوتے ہیں نا یہ اندر سے بہت خالی، اکیلے اور ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں مگر وہ یہ سب باتیں کسی اور کے سامنے نہیں کہہ سکتے کہ "

کہیں انکا بھرم نہ ٹوٹ جائے" وہ اپنے دل کا حال بیان کر رہی تھی۔

میں نے اپنی زندگی میں اپنے دو عزیز ترین رشتے کھوئے ہیں، بابا کے انتقال کے بعد ہماری زندگی پوری طرح بدل گئی تھی، ہر چیز کے لیے دوسروں کی محتاجی، بے بسی ہماری "

مجبوری بن گئی تھی اور ان سب حالات میں مجھے اپنے مضبوط ہونے کا بھرم رکھنا تھا، اپنے گھر والوں کو سنبھالنا تھا مگر اس سب میں میرے اندر کی وہ آبرو بالکل تنہا رہ

گئی، کیونکہ شاید لوگوں کے مطابق مضبوط لوگوں کو کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی" اسکی آواز میں نمی گھلنے لگی تھی۔ تاشفین نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں

لیے،

جو گزر گیا اسے بھول جاؤ آبرو مگر آج سے تم مجھے ہمیشہ ہر دن، ہر لمحہ، ہر پل، ہر گھڑی اپنے ساتھ پاؤ گی" آبرو نم آنکھوں سے مسکرائی"،

آپ کا ساتھ مجھے معتبر بناتا ہے تاشفین، میں واقعی بہت خوش نصیب ہوں، جو مجھے آپ جیسا ہمسفر نصیب ہوا" وہ دل سے مسکراتے ہوئے بولی"،

بے شک مجھے میرے خدا نے بدترین سے نکال کر بہترین سے نوازا ہے" اس کی بات پر تاشفین مسکراتے ہوئے بولا"،

تو کیا میں اسے اظہارِ محبت سمجھوں؟" آبرو ہنسنے لگی، جس سے اس کے گال میں ڈمپل پڑنے لگے، جو بہت کم ہی دکھائی دیتے تھے اور وجہ اسکا کم مسکرانا تھی۔"

مجھے محبت جیسے جذبے پر یقین اور اعتبار تو نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ رہتے رہتے مجھے اس جذبے پر اعتبار اور پختہ یقین ہو جائے اور میں بھی اس جذبے کی قائل "

ہو جاؤں" آج مسکراہٹ اس کے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی اور وجہ سامنے بیٹھا وہ شخص تھا۔

یعنی ابھی مجھے کچھ وقت مزید انتظار کرنا ہوگا اور کچھ محنت بھی کرنی ہوگی، وکیل صاحبہ کو محبت پر یقین دلانے کے لیے؟" تاشفین کے بولنے پر وہ ہنسنے لگی"،

جی ڈاکٹر صاحب ابھی تھوڑی سی مزید کوشش کرنی ہوگی" اسکے جواب پر وہ بھی ہنسنے لگا۔ زندگی اب پر سکون اور خوشگوار لگنے لگی تھی۔"

-: تین ماہ بعد

آسمان پر ہر جانب بادل چھائے تھے، ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا موسم کو خوشگوار بنا رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی۔ آسمانی رنگ کی لمبی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزر پہنے وہ الماری کے سامنے کھڑی تھی۔ ان تین ماہ میں وہ کمرے کی سیٹنگ دو بار بدل چکی تھی، کبھی کسی چیز کو اٹھا کر کہیں رکھ دیتی تو کبھی کسی اور کو اور آج بھی آفاق کی چھٹی کا فائدہ اٹھاتے وہ یہی کام کرنے میں مصروف تھی۔ گزرے تین ماہ اسکی زندگی کے بہترین دن تھے، آفاق نے اپنا کیا ہر وعدہ نبھایا تھا، وہ اب ہر بات پر رونے والی اصباح نہیں رہی تھی بلکہ اپنی زندگی کو کھل کر اپنی مرضی سے جینے والی اصباح بن چکی تھی۔ بیڈ پر بکھرے کپڑے واپس الماری میں رکھتے اس نے پلٹ کر کمرے میں داخل ہوتے آفاق کی جانب دیکھا، سیاہ ٹراؤزر کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ اسی جانب آ رہا تھا۔ اصباح کی نظر اسکے ہاتھ میں موجود فریم پر پڑی جو اس نے اپنے پیچھے چھپا رکھا تھا۔

آنکھیں بند کرو!" اس کے سامنے آتے آفاق مسکراتے ہوئے بولا، جس پر اصباح نے تابعداری سے فوراً آنکھیں بند کیں۔ آفاق نے وہ فریم اس کے سامنے کیا، ایک نگاہ" اسکی بند آنکھوں پر ڈالتے، وہ بولا،

اب آنکھیں کھولو" فوراً آنکھیں کھولتے اصباح کی نظر سب سے پہلے آفاق کے مسکراتے چہرے پر پڑی اور پھر اس فریم پر! وہ ان کی شادی کی ایک بہت خوبصورت تصویر" تھی، جس میں وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے، مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اصباح کے لبوں کو ایک خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا، اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ فریم اپنے ہاتھوں میں لیا۔

اچھی ہے نا؟" آفاق نے سوال کیا"،

بہت" اس کا لہجہ اسکی خوشی ظاہر کر رہا تھا۔"

"پر یہ آپ نے کب۔۔۔۔؟"

کافی دیر پہلے آرڈر دیا تھا مگر آتے آتے دیر ہو گئی" وہ اس کا سوال سمجھتے جواب دینے لگا۔ "چلو آؤ اسے لگاتے ہیں" وہ فریم اس کے ہاتھوں سے لیتے بولا اور آس پاس دیواروں" کی جانب دیکھنے لگا کہ اسکی نظروں سے اصباح کو اندازہ ہوا کہ آفاق دیوار پر لگی اپنی تصویر کو ہٹاتے اسکی جگہ یہ فریم لگانے والا ہے۔ آفاق فریم اٹھاتے اس جانب چل پڑا کہ اصباح اس کے پیچھے آئی، اس نے تصویر اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اصباح کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی،

اسے کیوں اتار رہے ہیں آپ؟" اس کے سوال پر وہ پلٹا"،

تا کہ اس کی جگہ وہ فریم لگا سکوں" وہ دوبارہ تصویر کی جانب دیکھنے لگا۔"

urdunovelsblog

،نہیں آپ اسے مت اتاریں،اسے یہیں رہنے دیں"اصباح دوبارہ بولی"

کیوں؟"سوال فوراً آیا۔"

کیونکہ یہ مجھے یہاں بہت اچھی لگتی ہے اس لیے آپ وہ فریم کہیں اور لگائیں"وہ خفگی سے بولی،اسے غصہ آیا کہ وہ اسکی بات ایک ہی بار میں کیوں نہیں مان رہا تھا،جس پر"

،آفاق اسکی بات سمجھتے ہنستے ہوئے بولا

واہ بھئی واہ"وہ اس کے ساتھ رہتے رہتے اسکی ہر عادت اب بخوبی سمجھنے لگا تھا۔"

آفاق!"اسکے ہنسنے پر وہ خفگی سے اسکی جانب دیکھتے بولی،آفاق فوراً ہونٹوں پر انگلی رکھتے پیچھے ہٹا جبکہ ہونٹوں پر مسکراہٹ اب بھی برقرار تھی۔اصباح کا ساتھ اسکی زندگی کو"

بھی بہت خوبصورت بنا چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اس تصویر کے ساتھ ہی اس فریم کو لگا چکے تھے۔

،آفاق،جہاں تک مجھے یاد ہے،یہ تصویر ایلبم میں تو نہیں تھی"اصباح اس فریم کی جانب دیکھتے بولی"

ہاں یہ ایلبم میں نہیں،میرے موبائل میں تھی،مہمل نے لی تھی یہ تصویر"وہ ابھی بھی اس فریم کو سیٹ کر رہا تھا۔"

،رکو دکھاتا ہوں۔۔۔ذرا میرا موبائل پکڑنا"وہ بیڈ کی جانب آتا بولا جبکہ اصباح ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھاتے اسکے ساتھ جا بیٹھی اور موبائل اسکی جانب بڑھایا"

لاک کھولو"وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیل رہا تھا۔"

پاسورڈ تو بتائیں"اصباح کی آواز پر اس کے دماغ میں ایک خیال آیا۔"

،چلو آج تم میرے موبائل کا پاسورڈ گیس کرو"اس نے پانی پیتے گلاس واپس ٹیبل پر رکھا"

ایسے کیسے گیس کر سکتی ہوں میں،کوئی ہنٹ تو دیں"اصباح اپنا رخ اسکی جانب کرتے بولی،اب وہ بیڈ پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔"

فائیو الفابیٹس"اسکے کہنے پر اصباح نے کچھ لمحے سوچا اور پھر ٹائپ کرنے لگی،وہ"آفاق"کا نام لکھ رہی تھی۔"

،ارے میرا نام نہیں"آفاق فوراً بولا،اصباح نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

کسی ایسے انسان کا نام، جو میرے لیے بہت خاص ہے" وہ اس کے خوبصورت چہرے پر نظریں جمائے بولا، جس پر اصباح کچھ لمحے سوچتی رہی اور پھر "رابعہ" ٹائپ کرنے "
، لگی مگر یہ پاسورڈ بھی غلط تھا۔ کچھ دیر مزید سوچتے وہ آفاق کی جانب دیکھتے بولی

مہمل کے تو سِکس لیٹرز ہیں" اسکے لہجے میں مایوسی تھی۔"

اور تمہارے نام کے !" آفاق کے بولنے پر وہ ٹھٹکی اور آفاق کی جانب دیکھا، جو تب سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"

ٹائپ کرو" آفاق کے کہنے پر اس نے اپنا نام ٹائپ کیا اور فوراً لاک کھل گیا۔ ہونٹوں پر پھیلے تبسم کے ساتھ اس نے موبائل آفاق کی جانب بڑھایا، جسے تھامتے آفاق کی نظر "
، اسکے رخسار پر تھی، جو گلابی ہو چکے تھے جبکہ اصباح کے کانوں میں آفاق کی بات گونجی

اس انسان کا نام جو میرے لیے بہت خاص ہو" وہ کچھ دیر یونہی گردن جھکاتے مسکراتی رہی کہ آفاق اسے مخاطب کرتے موبائل میں وہ تصویر دکھانے لگا۔"

وہ اپنے آفس میں بیٹھی، سامنے ٹیبل پر پڑی فائل میں درج تفصیلات پڑھ رہی تھی۔ آج ایک اہم کیس کی پہلی پیشی تھی، جس میں معاملہ کچھ خاص آگے نہیں بڑھ پایا تھا اور اگلی تاریخ دے دی گئی تھی۔ فائل کو ایک جانب کرتے اس نے اپنا فون اٹھایا اور صالحہ بیگم کو کال ملائی، کچھ دیر بعد کال اٹھا لی گئی۔

، اسلام وعلیکم امی" دوسری جانب سے صالحہ بیگم بولنے لگیں"

urdunovelsblog

جی امی، میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں؟" تقریباً پندرہ منٹ وہ ان سے بات کرتی رہی اور پھر فون کاٹتے موبائل کی سکرین کی جانب دیکھا، جہاں دس منٹ پہلے آئے میسج کا "
نوٹیفیکیشن موجود تھا۔ اسے کھول کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ میسج تاشفین کا تھا۔

، تم فری ہو گی آبرو؟" آبرو نے فوراً جواب ٹائپ کیا"

جی، میں فری ہوں پر کیا ہوا سب خیریت ہے نہ؟" اس بار بھی جواب میں کال کرنے کی بجائے تاشفین ٹائپ کرنے لگا۔"

ہاں سب خیریت ہے، باہر آجاؤ، آئی ایم ویٹنگ !" آبرو کو خوشگوار حیرت ہوئی مگر مزید کچھ ٹائپ کرنے کی بجائے وہ اپنا بیگ اور کچھ فائلز اٹھاتے باہر کی جانب چل "
پڑی۔ چہرے پر مسکراہٹ لیے وہ آگے بڑھ رہی تھی جبکہ دماغ میں گزرے دنوں کی یادیں تازہ ہونے لگی تھیں۔ اسے یاد تھا کہ جب شادی کے بعد وہ پہلی بار کورٹ آئی تھی تو تاشفین اسے خود کورٹ چھوڑنے اور واپسی پر لینے آیا تھا اور تب سے وہ اسے اپنا معمول بنا چکا تھا جب کبھی مصروفیات کی وجہ سے وہ نہ آپاتا تو اسے چھوڑنے اور واپس لے

جانے کی ذمہ داری زاویار کی ہوتی۔ وہ اپنی ہر ذمہ داری بخوبی نبھانے والے لوگوں میں سے تھا۔ وہ پارکنگ ایریا میں آئی تو وہ اسے سامنے ہی کھڑا نظر آیا۔ سیاہ ڈریس پینٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پہنے وہ اسکا منتظر تھا۔ آس پاس نظر دوڑاتے اسکی نظر سامنے سے آتی آبرو پر پڑی، دونوں کی نظریں ملیں، ہونٹ خود بخود مسکراہٹ میں ڈھلے۔

آپ کی ڈیوٹی کب آف ہوئی تاشفین؟" اس کے قریب پہنچتے آبرو پوچھنے لگی، وہ 36 گھنٹے کے ڈیوٹی آف کرتے اب گھر جا رہا تھا۔"

دو گھنٹے پہلے!" تھکاوٹ اس کے لہجے اور چہرے سے واضح تھی۔"

تو آپ اس وقت گھر کیوں نہیں گئے؟" وہ اسکے سامنے کھڑی استفسار کر رہی تھی۔"

،میں نے سوچا جاتے ہوئے اپنی بیوی کو بھی ساتھ ہی گھر لے کر جاؤں" وہ مسکراتے ہوئے بولا"

میں زاوی کے ساتھ آجاتی تاشفین، آپ پہلے ہی اتنے تھکے ہوئے ہیں اوپر سے میرا اتنا انتظار کرنا پڑا آپ کو" وہ اسکے لیے فکرمند تھی، اس کی آنکھوں سے واضح تھا کہ وہ" کل پوری رات جاگتا رہا ہے۔

تھکا ہوا تھا مگر اب تھکاوٹ کچھ کم ہو گئی ہے، آؤ بیٹھو۔" وہ اسکی جانب دیکھتے مسکرایا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔"

اموجان صحیح کہتی ہیں، آپ کو اپنا ذرا خیال نہیں ہے اور رکیں گاڑی میں چلاؤں گی، آپ بیٹھیں" وہ اسے روکتے ہوئے بولی جو ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ پچھلے" ایک ماہ سے وہ اسے ڈرائیونگ سکھا رہا تھا۔

اوکے میڈم" آبرو کی بات پر اس نے گاڑی کی چابی آبرو کی جانب بڑھائی، جسے تھامتے اب وہ ڈرائیونگ سیٹ کی جانب بڑھ گئی۔ سڑک پر دوڑتی گاڑی میں بیٹھے وہ دونوں" باتیں کرتے گھر کی جانب سفر طے کر رہے تھے۔ موبائل ڈیش بورڈ پر رکھتے تاشفین نے اپنا سر سیٹ کی پشت سے لگایا۔ کچھ دیر بعد تاشفین کی جانب سے مکمل خاموشی کو محسوس کرتے آبرو نے اس جانب دیکھا، وہ سو چکا تھا۔ ایک آسودہ مسکراہٹ نے آبرو کے لبوں کو چھوا، وہ اتنی تھکاوٹ کے باوجود بھی اسے لینے آیا تھا۔ وہ ہر بار اپنے عمل سے آبرو کا دل جیت لیتا تھا۔ وہ اسکی قرضدار ہوتی جا رہی تھی، ان تین ماہ میں اس نے اپنی کہی ہر بات پوری کر دکھائی تھی۔ وہ اسکے گھر والوں کو اپنا خاندان صرف کہتا نہیں سمجھتا بھی تھا۔ اپنے گھر والوں کے لیے نیا گھر خرید کر انہیں اس میں شفٹ کرنے کا مشکل ترین کام، تاشفین کی بدولت بہت آسان ہو گیا تھا۔ وہ اس کی ہر مشکل کو آسان بنا دیتا، رتبہ کی ڈگری مکمل ہونے میں صرف دو ماہ باقی تھے جبکہ تاشفین پہلے ہی اس کے لیے جاب کا انتظام کر چکا تھا۔ آبرو نے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے ماتھے پر بکھرے بال درست کیے، وہ گہری نیند میں تھا، وجہ شدید تھکاوٹ تھی۔ آبرو نے سامنے دیکھتے گاڑی کی رفتار تیز کر دی، وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد گھر پہنچ کر تاشفین آرام کر سکے۔

فواد آج شاہزین سے ملنے اسکے گھر آیا تھا، وہ دونوں شاہزین کے کمرے میں بیٹھے تھے۔

،دو ہفتوں کا کہہ کر تین مہینے لگا دیے، ایسا بھی کیا کام تھا وہاں ؟" فواد کے سوال پر سامنے بیٹھا شاہزین مسکرایا"

بس یار کیا بتاؤں پہلے میٹنگز، پھر نئی برانچ کی کنسٹرکشن کا کام اور آخر میں نیا کنٹریکٹ، شدید مصروف رہا ہوں میں ان تین ماہ میں !" شاہزین وضاحت دیتے بولا جبکہ نظریں" سامنے ٹیبل پر پڑے لائٹر پر تھیں۔ وہ اب فواد کے سامنے سگریٹ پینے سے اجتناب کرتا تھا۔

پر انسان ایک فون کال تو کر ہی سکتا ہے نہ اور اگر خود نہیں کرنی تھی تو میری کالز ہی ریسیو کر لیتے" لہجے میں شکوہ تھا، شاہزین اکثر اسکے ساتھ یونہی کرتا تھا کیونکہ اسکا موبائل" اکثر سائلنٹ پر رہتا تھا۔

"اچھا یار اب یہ گلے چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ۔۔۔۔"

بلکہ میں تو بھول ہی گیا کہ اب تو تم ایک بڑی کمپنی کے مالک ہو، مصروفیات سے دوچار، تمہاری نظر میں اب میری کیا ہی اہمیت رہ گئی ہو گی" وہ اسکی بات کاٹتے بولا، لہجے میں" اس بار خفگی کے ساتھ شرارت بھی تھی۔ اس سے پہلے کہ شاہزین کچھ کہتا، فواد کی نظر کچھ فاصلے پر رکھی ایش ٹرے پر پڑی، جس میں موجود راکھ تازہ تھی۔

،تم باز نہیں آئے نہ شاہزین، تمہیں سمجھایا بھی تھا کہ سگریٹ چھوڑ دو یار" فواد کی اس بات پر شاہزین کی نظر بھی اس ایش ٹرے پر پڑی"

urdunovelsblog

ڈاکٹر کے پاس گئے تھے دوبارہ ؟" فواد نے سوال کیا۔"

ضرورت ہی نہیں پڑی !" کندھے اچکاتے جواب دیا۔"

،اور جو ٹیسٹ دیے تھے ڈاکٹر نے، اس کی رپورٹس دکھانا ذرا" شاہزین کے چہرے کا رنگ بدلا مگر وہ اپنے تاثرات پر قابو پاتا بولا"

کیا ہو گیا ہے فواد، بتایا تو تھا کہ رپورٹس کلیئر ہیں، تم خوامخواہ میں اتنی پریشانی لے رہے ہو، اب چھوڑ بھی دو اس بات کو" وہ موضوع بدلنا چاہتا تھا۔"

" ! مگر شاہزین معاملہ یونہی چھوڑنے والا نہیں ہے، تم"

پلیز فواد، میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں ٹھیک ہوں تو میں واقعی بالکل ٹھیک ہوں" اس نے فواد سے زیادہ خود کو یقین دلوایا۔"

اوکے اوکے "اس کے لہجے میں غصہ محسوس کرتے فواد نے بات ختم کی جبکہ دوسری جانب بیٹھا شاہزین اس حقیقت کو فراموش کر دینا چاہتا تھا اور اسکی خواہش تھی کہ فواد بھی اس بات کو بھول جائے۔

،تاشفین ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہسپتال کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ سفید شرٹ کا کالر درست کرتے اس کی نظر کمرے میں داخل ہوتی آبرو پر پڑی

،آج کورٹ نہیں جانا؟" اس آفس کے لیے تیار نہ دیکھ کر تاشفین نے اسے مخاطب کیا، جس پر آبرو نفی میں سر ہلاتے اسکے پاس آئی"

نہیں آج چھٹی لی ہے "مختصر جواب دیتے وہ بیڈ پر پڑا اسکا کوٹ درست کرنے لگی۔"

خیریت ؟" تاشفین اسکی جانب پلٹا۔"

جی، آج اموجان امی کی طرف جا رہی تھیں تو میں نے سوچا کہ میں بھی انکے ساتھ چلی جاؤں، کافی دیر ہوگئی ہے امی سے ملے" باقی سب کی طرح اب وہ بھی سبرینہ کو اموجان کہنے لگی تھی۔

،سہی" وہ ڈریسنگ ٹیبل کا دراز کھولتے کچھ ڈھونڈنے میں مصروف تھا۔ اسے کسی چیز کا متلاشی دیکھ کر آبرو اس کے پاس آئی"

کیا ڈھونڈ رہے ہیں آپ ؟" تقریباً دو ہی سیکنڈ بعد وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کیا ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ اس کی مطلوبہ چیز دوسرے دراز سے نکالنے لگی۔"

میری وہ گھڑی۔۔۔۔" اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے آبرو وہ گھڑی لیے اسکے سامنے کھڑی تھی۔"

یہ ڈھونڈ رہے تھے ؟" اسکے سوال پر تاشفین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، جس پر آبرو اسے وہ گھڑی پہنانے لگی۔ اب وہ بھی بنا کہے اسکی" ،باتیں سمجھ جاتی تھی۔ گھڑی پہناتے وہ پیچھے ہٹی اور بیڈ پر رکھی ٹائی اٹھائی

آج ہاسپٹل میں کیا مصروفیات ہیں آپکی ؟" آبرو سوال کرتے ٹائی اسکی گردن کے گرد باندھنے لگی۔"

کچھ خاص نہیں، بس ایک اہم میٹنگ ہے اور ایک مائنر سرجری، کیوں کیا ہوا؟" وہ جواب کے ساتھ ایک سوال بھی کر چکا تھا۔"

،ہو سکے تو آج جلدی گھر آجایئے گا" وہ اب کوٹ اٹھاتے اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی"

،کتنا جلدی ؟" تاشفین کوٹ پہنتے اسکی جانب پلٹا"

شام تک" وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔ وہ شاید پہلی بار ایسی فرمائش کر رہی تھی۔"

اوکے میڈم، میں پوری کوشش کروں گا کہ شام تک گھر آجاؤں" وہ مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اسکا کوٹ درست کیا اور وہ دونوں قدم اٹھاتے" باہر کی جانب چل پڑے

وہ اس وقت کچن میں کھڑی کام میں مصروف تھی۔ آفاق کچھ دیر پہلے ہی ڈیوٹی سے گھر واپس پہنچا تھا۔ اصباح نے سامنے پڑی کٹی ہوئی سبزیاں اٹھاتے، چولہے پر رکھے ہوئے برتن میں ڈالیں اور چمچ اٹھاتے برتن میں گھمانے لگی کہ اتنے میں آفاق فریش ہو کر قدم اٹھاتا کچن میں آیا، آہٹ کی آواز پر وہ پلٹی، وہ فریج کے سامنے کھڑا تھا۔

امی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" پانی کی بوتل نکالتے اس نے اصباح کو مخاطب کیا۔ رابعہ بیگم کی طبیعت کچھ دنوں سے کافی خراب تھی۔"

اب کافی بہتر ہے، میں نے انہیں تھوڑی دیر پہلے ہی کھانے کے بعد دوائی دی تھی، ابھی وہ سو رہی ہیں" اصباح نے مکمل تفصیل دیتے سوس اٹھائی جبکہ آفاق اثبات میں سر" ہلاتے بوتل واپس فریج میں رکھ رہا تھا۔

، مہمل بھی نہیں آئی ابھی تک؟" وہ قدم اٹھاتا اصباح کی جانب بڑھا"

نہیں مگر تھوڑی پہلے اسکا فون آیا تھا، آج کام زیادہ ہے اس لیے وہ لیٹ ہو جائے گی" مہمل پچھلے ماہ سے ایک کالج میں بطور لیکچرار پڑھا رہی تھی۔ آفاق عین اسکے پیچھے آ کھڑا" ہوا۔

، کیا بن رہا ہے آج؟" اتنے قریب سے آواز آنے پر اصباح کا ہاتھ رکا"

پاستہ!" اصباح کے جواب پر ان دونوں کے دماغ میں ماضی کا ایک ہی واقع نمودار ہوا۔"

، سوس پکڑاؤں؟" آفاق کی شرارت بھری آواز پر اصباح تیزی سے پلٹی، آفاق دو قدم پیچھے ہٹا"

آفاق!" لہجے میں احتجاج تھا۔"

کیا ہوا؟" وہ انجان بنا۔"

، باز آجائیں آپ!" وہ خفگی سے بھنویں سکیڑے بولی"

urdunovelsblog

مگر بتاؤ تو صحیح کیا ہوا؟"اسے یوں تنگ کرنا آفاق کا پسندیدہ کام تھا۔"

،اتنے انجان مت بنیں آپ، سب سمجھ رہی ہوں میں!"اصباح کی بات پر وہ دوبارہ بولا"

،اچھا تو مجھے بھی بتاؤ نا کہ کیا سمجھ رہی ہو؟"اس بار اصباح کچھ کہنے کی بجائے اسے گھورنے لگی کہ ایک دم کچھ یاد آیا"

ویسے ایک بات تو بتائیں کہ اس دن جب آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں آپ کو نہیں"اپنی انگلی آفاق کے سینے پر رکھتے اس نے بات جاری رکھی۔"

"بلکہ مہمل کو بلا رہی ہوں تو آپ وہاں سے گئے کیوں نہیں تھے؟"

تم نے مجھے جانے ہی نہیں دیا،ایک کے بعد ایک حکم دے رہی تھی تم، کبھی کیچر پکڑا دیں،اس کو بالوں میں لگا بھی دیں،پھر پاستہ ٹیسٹ کریں"وہ مزے سے اسکی بات کا" جواب دینے لگا۔

اور اگر میں چلا جاتا تو تمہارے وہ تاثرات کیسے دیکھتا"اس کی ناک پر آئے غصے کو دیکھتے آفاق نے اسکے ماتھے پر آئے بال پیچھے کیے۔"

،،بہت برے ہیں آپ؟"وہ غصے سے بولتے پلٹی"

،،بہت پسند ہے تمہیں پاستہ ہمم؟"آفاق دوبارہ بولا جس پر اس بار اصباح ہاتھ میں پکڑا چمچ اسکی جانب کرتی بولی"

اب بس بھی کر دیں آفاق!"آفاق نے فوراً سرینڈر کرنے کے انداز میں اپنے ہاتھ اوپر کیے، جس پر اصباح مسکراہٹ چھپاتے پلٹ گئی۔"

اچھا بابا چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ کہ پاستہ کے علاوہ اور کیا بنایا ہے؟"اس بار بھی آفاق نے پاستہ کے لفظ پر زور دیا۔"

آفاق اگر اب آپ نے دوبارہ مجھے تنگ کیا تو آپ کو کھانا نہیں ملے گا"وہ آخری ہتھیار استعمال کرتی بولی، جس پر آفاق ہنسنے لگا۔"

آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟"اپنا نشانہ خطا ہوتے دیکھ وہ خفگی سے بولی، جس پر آفاق نے آگے بڑھتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔"

کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میری بیوی اتنی ظالم نہیں ہے کہ وہ مجھے بھوکا رکھے"وہ جانتا تھا کہ اب مزید تنگ کرنے پر اصباح اپنا آخری اور سب سے بھاری ہتھیار استعمال" کرتے رونے لگے گی جبکہ دوسری جانب اصباح ایک لمحے میں اپنی ساری خفگی بھول گئی اور مسکراتے ہوئے اس سے الگ ہوئی۔

اچھا بتاؤ تو سہی کہ اور کیا بنایا ہے؟"آفاق نے اپنا سوال دہرایا۔"

urdunovelsblog

بریانی بنائی ہے آپ کے لیے "اس نے آگے بڑھ کر چولہا بند کرتے جواب دیا، پاستہ بھی تیار تھا۔"

آپ بیٹھیں، میں کھانا لگاتی ہوں "وہ پلیٹس نکالتے ہوئے بولی۔"

تم اکیلی کیوں کرو گی، میں بھی لگواتا ہوں ساتھ "اس کے ہاتھ سے پلیٹس لیتے وہ ٹیبل کی جانب چل پڑا جبکہ اصباح اب ٹرے اٹھائے اس میں بریانی نکال رہی تھی۔ کچھ دیر" بعد وہ پاستہ کی پلیٹ اٹھائے آفاق کے ساتھ ٹیبل کی جانب جارہی تھی جس کے ہاتھ میں پانی کا جگ اور گلاس موجود تھے اور ایک بار پھر آفاق کی جانب سے کی گئی کسی بات پر وہ خفگی سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی جبکہ آفاق ہنستے ہوئے اس کے تاثرات سے محظوظ ہو رہا تھا۔

گھڑی اس وقت دوپہر کے تین بجا رہی تھی، فائقہ بیگم ملازمہ کو جوس کا کہتے باہر لاؤنج میں آئیں کہ نظر فیاض صاحب کی جانب گئی جو تیزی سے سیڑھیاں اترتے نیچے آئے، وہ آج گھر پر ہی تھے۔ وہ چہرے سے بے حد پریشان نظر آرہے تھے۔

فیاض کیا ہوا؟"وہ انہیں ڈریس پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ میں دیکھتے ان کے پاس آئیں، پاؤں میں پہنے شوز سے واضح تھا کہ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔"

،سب ٹھیک ہے نا فیاض؟"وہ ان کے پاس پہنچتی بولیں"

ایک ایمرجنسی ہو گئی ہے "انکے لہجے سے واضح تھا کہ معاملہ سنگین ہے۔"

urdunovelsblog

مگر کچھ تو بتائیں فیاض کہ کیا ہوا ہے؟"انہیں بھی پریشانی نے آگھیرا، دل میں وسوسے پیدا ہونے لگے۔"

غفار کی کمپنی میں آگ لگ گئی ہے اور تین گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی آگ پر قابو نہیں پایا جاسکا"ان کے لہجے میں افسوس تھا جبکہ فائقہ بیگم حیران و پریشان کھڑی تھیں۔"

اور سب سے بری خبر تو یہ ہے کہ اس کا بیٹا احمدان۔۔۔ وہ بھی اس وقت وہیں تھا"یہ خبر پچھلی خبر سے زیادہ تشویش ناک تھی۔"

اوہ میرے خدایا! اب کیا ہو گا فیاض اور آپ۔۔ آپ کہاں جارہے ہیں؟"انکے لہجے میں افسوس کا عنصر واضح تھا۔"

غفار کے پاس، اس کا بہت نقصان ہو گیا ہے فائقہ، کمپنی تو ایک طرف مگر اس کا واحد سہارا اس کا بیٹا۔۔۔۔۔"وہ اپنی بات مکمل نہیں کر سکے۔ معاملہ واقعی بہت سنگین اور""" تکلیف دہ تھا۔

وہ اس وقت بے حد پریشان ہوگا، اس لیے میرا اس کے پاس جانا ضروری ہے" وہ یہ کہتے قدم اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ گئے جبکہ فائقہ بیگم کے دماغ میں۔ ان کے کہے الفاظ"

گونجنے لگے، "اس کا واحد سہارا، اسکا بیٹا!

صالحہ بیگم سے مل کر وہ دوپہر دو بجے تک واپس آگئی تھیں۔ اب اسے آج شام کے لیے تیاریاں کرنی تھیں۔ پچھلے ماہ تاشفین کے تمام ایگزامز کلئیر ہوگئے تھے اور ابھی کچھ روز پہلے ہی ریزیڈنسی مکمل ہونے پر اب وہ اسسٹنٹ سرجن سے باقاعدہ طور پر کارڈک سرجن بن گیا تھا۔ جس کی خوشی میں آج آبرو باقی سب گھر والوں کے ساتھ مل کر اسکے لیے ایک سرپرائز پلین کر رہی تھی۔ گھر آتے ہی وہ ملازمہ کو چھٹی دے چکی تھی کیونکہ آج وہ خود کھانے میں سب چیزیں تیار کرنے والی تھی۔ نور اس وقت اسکے ساتھ کچن میں موجود تھی جبکہ سبرینہ کچھ دیر پہلے ہی اپنے کمرے گئی تھیں۔ کیک کا آرڈر وہ گھر واپس آتے ہوئے دے کر آئی تھی۔ وہ دونوں کچن میں ہی کھڑی تھیں کہ زاویار لاؤنج میں داخل ہوا، باآواز بلند سلام لیتے وہ سبرینہ کے کمرے میں گیا اور پھر فریش ہو کر کچھ دیر بعد ان کے پاس موجود تھا۔ اس کے آتے ہی نور نے آبرو کو مخاطب کیا۔

"بھابھی ایک بات بتاؤں آپ کو"

ہمم کہو" آبرو نے چاپنگ بورڈ پر رکھے پیاز کو کاٹتے ہوئے جواب دیا۔"

جب سے آپ نے زاوی کے ساتھ جانا شروع کیا ہے تب سے ہی یہ چھ بجے آتا ہے ورنہ تو روز دو بجے ہی گھر پر ہوتا تھا جیسے آج اتنی جلدی آگیا ہے، کیا اسے وہاں کوئی کام"

، نہیں؟" نور کی بات پر آبرو کی بجائے زاویار بولنے لگا

، آپ اپنے کام سے کام رکھیں نور صاحبہ، مجھے اور بہت کام ہوتے ہیں، وہ تو آج گھر پر کام تھا اس لیے جلدی آیا ہوں" وہ نور کو گھورتے ہوئے بولا"

اور بھابھی یہ آپ کی مدد بھی کروا رہی ہے یا یہاں کھڑی صرف اپنی زبان کا استعمال کر رہی ہے؟" پہلے پہل وہ آبرو کے سامنے یوں لڑنے سے گریز کرتے تھے مگر وقت" گزرنے کے ساتھ ساتھ اب وہ اس کے ساتھ بھی گھل مل چکے تھے۔

، بالکل مدد کروا رہی ہے بلکہ ایک ڈش تو نور میرے آنے سے پہلے ہی تیار کر چکی تھی" آبرو کی بات پر نور زاویار کو زبان چڑاتے بولنے لگی"

، لو ہو گئی تسلی!" اس سے پہلے کے زاویار کچھ کہتا نور پھر سے بولنے لگی"

"بھابھی ایک بات تو بتائیں، یہ زاوی کیسا وکیل ہے؟ مجھے تو بالکل ہی فارغ اور۔۔۔"

مجھ سے پوچھو نا میں بتاتا ہوں تمہیں، بھابھی کا فیورٹ جونیر ہوں میں، کیوں بھابھی صحیح کہہ رہا ہوں نا میں ؟"زاویار کی بات پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر" ہلایا، اس کھٹی میٹھی نوک جھوک کی اب اسے عادت ہو چکی تھی۔ یونہی کام کرتے کرتے شام کے پانچ بج گئے۔ آرڈر کیا ہوا کیک بھی زاویار لا چکا تھا۔ لاؤنج کے ایک حصے کو وہ تیار کرنے میں مصروف تھے۔ آبرو کے ساتھ مل کر وہ دونوں غبارے لگا رہے تھے جبکہ سبرینہ انکے پاس بیٹھی مسکراتے ہوئے اپنے گھر کی رونق کر دیکھ رہی تھیں۔ کیک کے لیے ٹیبل سیٹ کرتے اب تمام کام مکمل ہو گیا تھا۔ آبرو تیار ہونے کے لیے کمرے میں آئی، سرخ رنگ کی پاؤں تک آتی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزر پہنے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی۔ قمیض کے دامن اور آستینوں پر سفید رنگ کے موتیوں سے ہوا کام اسکی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا۔ بالوں کو کھلا چھوڑتے اس نے سفید رنگ کے ٹاپس اٹھائے اور کانوں میں پہننے لگی۔ کچھ دیر بعد چہرے پر ہلکا سا میک اپ کرتے اس نے بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور سفید رنگ کی چھوٹی سی ہیل والا جوتا پہنتے وہ مکمل تیار تھی۔ وہ آج بہت دل سے تیار ہوئی تھی۔ قدم اٹھاتے وہ باہر کی جانب چل پڑی، انتظار تھا تو اب صرف تاشفین کا!

رات کے دس بجے بھی جب تاشفین واپس نہ آیا تو آبرو نے اسے کال کی، ایک نہیں دو نہیں وقفے وقفے سے دس بار کال کی مگر جواب ندارد۔ سبرینہ، زاویار اور نور کی کالز بھی وہ نہیں اٹھا رہا تھا۔ ہسپتال فون کرنے پر انہیں معلوم ہوا کہ سرجری میں مصروف ہے۔ ایک دم ساری خوشی ماند پڑ گئی۔ آبرو کو افسوس کے ساتھ ساتھ غصہ آنے لگا مگر وہ خاموشی سے انکے ساتھ بیٹھی رہی۔

آبرو بیٹا پریشان مت ہو، واپس آنے دو پھر میں اس سے پوچھوں گی کہ تمہارے کہنے کے باوجود بھی جلدی کیوں نہیں آیا"انکی بات پر آبرو افسردگی سے مسکرائی، وہ تاشفین" کی ماں ہونے کے باوجود اسکا ساتھ دے رہی تھیں۔

urdunovelsblog

میں پریشان نہیں ہوں اموجان، آپ لوگ بیٹھیں میں کھانا لگاتی ہوں "اب انہیں وہ مزید انتظار نہیں کروا سکتی تھی جبکہ دوسری جانب سبرینہ بھی جانتی تھیں کہ تاشفین کو" آنے میں بہت دیر ہو جائے گی۔

وہ چائے کے دو بھاپ اڑاتے کپ ٹرے میں رکھے، باہر لان میں آئی جہاں ٹیبل کے اطراف لگی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا آفاق اس کا منتظر تھا۔ وہ ٹرے اٹھائے اس کے پاس پہنچی، ٹرے ٹیبل پر رکھتے ایک کپ اٹھا کر آفاق کی جانب بڑھایا،

شکریہ "کپ تھامتے آفاق نے جواب دیا۔ دوسرا کپ اٹھاتے وہ اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ روز رات کو یہیں بیٹھ کر چائے پیتے تھے۔ معمول کی کچھ باتیں" کرتے، ایک دم اصباح کو کچھ یاد آیا،

"آفاق کل آپ جلدی گھر آجایے گا پلیز"

کیوں کیا ہوا، کہیں جانا ہے کیا؟"سوال فوراً آیا۔"

جی مجھے امی کی طرف جانا ہے"وہ خاموش ہوئی آفاق نے سوالیہ نظروں سے اس جانب دیکھا، وہ جانتا تھا بات ادھوری ہے۔"

،وہ۔۔۔دراصل۔۔۔"اصباح نظریں کپ پر جمائے بولی"

کہو میں سن رہا ہوں"آفاق نے کپ ہونٹوں کو لگاتے کہا۔"

میں سارا دن گھر میں پر بہت بور ہو جاتی ہوں، کھانا بنانے کے علاوہ مجھے اور کوئی کام نہیں ہوتا اور وہ بھی اکثر پھپھو یا مہمل بنالیتی ہیں، اس لیے میں سوچ رہی تھی کہ میں بھی" اپنے لیے کچھ مصروفیات ڈھونڈوں، امی کے گھر پینٹنگ کا کچھ سامان پڑا ہے، میں وہ یہاں لانا چاہتی ہوں" بات مکمل کرتے وہ خاموش ہوئی، وہ صرف آفاق کے سامنے ہی اتنی باتیں کرتی تھی اور یہ سب آفاق کی محبت اور مان کا نتیجہ تھا۔

نہیں اصباح اسکی ضرورت نہیں، اس سامان کو تم وہیں رہنے دو، ہم نیا سامان لے آئیں گے پر کل نہیں اس ویک اینڈ پر ہم ممانی کی طرف جائیں گے ان سے ملنے اور پھر واپسی" ،پر ہم شاپنگ پر چلیں گے، تو پھر جو تم لینا چاہو لے لینا، اوکے؟"اپنی بات مکمل کرتے اس نے اصباح کی جانب دیکھا

اوکے"اصباح نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اچانک اسے کچھ اور یاد آگیا۔"

جلدی جلدی چائے ختم کریں آفاق، مجھے آپ کو کچھ دکھانا ہے"وہ خود بھی تیزی سے چائے پیتی بولی۔ کچھ دیر بعد وہ اسے اپنے چھوٹے سے باغیچے کے سامنے لے آئی تھی۔"

میں پینٹنگ کے سامان کے ساتھ کچھ نئے پودے بھی لوں گی"ایک۔اور نئی فرمائش حاضر تھی۔"

یہ والا پودا میں نے پچھلی بار پہلی دفعہ لیا تھا اور دیکھیں یہ کتنا اچھا لگ رہا ہے، اس لیے میں اب اس جیسے اور خریدوں گی"لہجے میں خوشی سموئے اس سے ایک پودے کی" جانب اشارہ کیا جبکہ آفاق ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے خاموشی سے اسکی باتیں سن رہا تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اسے کتنا خوش کر دیتی تھیں اور وہ اسکی خوشی میں خوش تھا۔

اور یہ والا پھول اسے تو میں کل ہی یہاں سے نکال دوں گی"اس بار لہجے میں غصہ تھا۔ آفاق نے اس پھول کی جانب دیکھا، وہ کافی خوبصورت تھا۔"

،مگر کیوں یہ تو بہت خوبصورت ہے اصباح اور اسکی نشو نما بھی بہت اچھی ہے"آفاق کے سوال پر وہ اسکی جانب پلٹتے بولنے لگی"

مگر آفاق آپ کو نہیں پتا جب سے اسے یہاں لگایا ہے، صرف اسی کی نشو ونما پا رہی ہے باقی تمام پودوں کی نشو نما رک گئی ہے، اس لیے آپ اس کی خوبصورتی پر مت جائیں "

یہ باقی پودوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے " وہ اب اسے وضاحت دے رہی تھی جبکہ آفاق کی نظر اس پھول کے آس پاس والے پودوں پر پڑی جو واقعی بہت کمزور اور مرجھائے ہوئے تھے۔

میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ ہمیں اپنی زندگی میں ہمیشہ ان لوگوں کو شامل کرنا چاہیے جن کی سیرت ان کی صورت سے زیادہ اچھی ہو اور یہ پودا صورت والا ہے مگر اس کی "

، سیرت اچھی نہیں ہے "اصباح سمجھانے کے انداز میں بولی

، واہ بھئی واہ، شادی کے بعد تو اصباح میڈم بہت اچھی اور بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہیں "اصباح کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے کہ ایک دم اس نے آفاق کے الفاظ پر غور کیا"

شادی کے بعد سے کیا مطلب ہے آپکا؟ "وہ بھنویں سکیڑے پوچھ رہی تھی۔"

یہی کہ یہ سب میری صحبت کا اثر ہے ورنہ شادی سے پہلے تو میں نے تمہیں صرف صرف ایک ہی کام کرتے دیکھا ہے "آفاق کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی جسے کمر پر ٹکائے وہ" سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی

، آنسو بہاتے ہوئے، تبھی تو میں نے تمہارا نام "رِم جھم "رکھا تھا "وہ اسے چڑاتے ہوئے بولا"

، آفاق! "وہ خفگی سے بولی"

urdunovelsblog

بہت برے ہیں آپ! "ہر بار وہ اسی جملے پر اپنی گفتگو کا اختتام کرتی۔"

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی! "وہ واپس ٹیبل کی جانب گئی اور ٹرے اٹھائی۔"

اچھا بابا سوری، میں تو بس مذاق کر رہا تھا "وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آگے جا رہی تھی جبکہ آفاق اسکے پیچھے پیچھے تھا۔"

گھڑی پر اس وقت رات کا ایک بج چکا تھا۔ وہ نہایت عجلت کے عالم میں گھر آیا تھا۔ بارہ بجے سرجری کے ختم ہوتے ہی جب وہ باہر آیا تو موبائل پر اتنی کالز دیکھتے اسے تشویش ہوئی، باقی تمام معاملات تیزی میں طے کرتا وہ فوراً گھر آیا تھا۔ ہسپتال سے اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ رات میں آبرو وہاں بھی کال کر چکی ہے، وہ سرجری میں اتنا مصروف

ہو گیا تھا کہ اسے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا اور اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اور رہ رہ کر صبح آبرو سے ہوئی اپنی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ گاڑی سے اترتے وہ تیزی سے اندر گیا، اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر لاؤنج میں بیٹھے زاویار اور نور پر پڑی، وہ تیزی سے ان کے قریب گیا۔

زاوی اموجان کہاں ہیں اور آبرو؟ سب ٹھیک ہے نہ؟" وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔"

جی بھائی سب ٹھیک ہیں، آپ پریشان مت ہوں" زاویار اٹھ کر اسے پاس آیا اور اسے تسلی دی۔"

تو پھر اتنی کالز کی کیا وجہ تھی؟" اسے لگا شاید گھر پر کوئی ایمرجنسی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے ان سب نے اسے اتنی کالز کی تھیں۔ اس سوال پر زاویار نے ایک نظر نور کی" جانب دیکھا، جس کے آنکھوں سے ہی اشارہ کرنے پر وہ قدم اٹھاتا لاؤنج کے اس حصے کی جانب گیا جو تاریک تھا اور لائٹ آن کرتے ہیں روشنی میں نہا گیا۔ تاشفین کی نظر اس جانب اٹھی اور کچھ لمحوں میں ہی وہ ساری بات سمجھ گیا، سامنے لکھے "کانگریچولیشنز سرجن تاشفین" کے الفاظ افسردگی سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے، اسے بے اختیار شرمندگی نے آ گھیرا۔ آبرو کے اصرار کے باوجود بھی وہ گھر نہیں پہنچ پایا تھا۔

آپ بہت لیٹ ہو گئے بھائی!" اس بار بولنے والی نور تھی۔ وہ آبرو کی خوشی اور محنت کی گواہ تھی۔"

آبرو کہاں ہے؟" تاشفین نے سوال کیا۔"

اپنے کمرے میں، کافی غصے میں ہیں اور آپ سے تو شدید خفا ہیں" زاویار نے شدید کے لفظ پر زور دیا۔ اس سے پہلے کے زاویار کچھ کہتا تاشفین کی نظر سیڑھیاں اترتی آبرو پر" پڑی، یقیناً وہ اس کی گاڑی کو پارک دیکھ کر ہی نیچے آئی تھی۔ وہ ابھی تک اس سرخ لباس میں موجود تھی، جو تاشفین نے ہی اسے گفٹ دیا تھا۔ ایک بار پھر اسے شرمندگی نے آ گھیرا۔

نور اپنے بھائی سے پوچھو کہ وہ کھانا کھائیں گے یا وہ بھی کھا کر آئے ہیں؟" لہجے میں خفگی واضح تھی، اس نے تاشفین کو مخاطب بھی نہیں کیا تھا جبکہ تاشفین خاموش نظروں" سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا، وہ پہلی بار اس سے ناراض ہوئی تھی اور وہ بھی شدید ناراض!

بھائی آپ نے کھانا کھایا ہے؟" نور نے مدھم آواز میں اس سے پوچھا، جس پر تاشفین کی نفی میں ہلتی گردن دور کھڑی آبرو دیکھ چکی تھی۔"

ان سے کہو کہ اگر کھانا کھانا ہے تو اموجان سے مل کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ جائیں، کھانا مل جائے گا" وہ کہہ کر رکی نہیں اور قدم اٹھتے کچن میں چلی گئی۔"

دیکھا کتنی خفا ہیں بھابھی آپ سے، بہت دل سے انتظامات کیے تھے انہوں نے مگر آپ نہیں آئے" نور افسردہ لہجے میں بولی"،

urdunovelsblog

تم سب نے کھانا کھایا ہے،اموجان نے،آبرو نے؟"تاشفین کے سوال پر زاویار بولنے لگا۔"

"جی،ہم سب نے تو کھالیا تھا مگر بھابھی نے نہیں کھایا،اموجان کے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ انہیں بھوک نہیں ہے"

اچھا تم دونوں جاؤ اور سو جاؤ،میں دیکھ لیتا ہوں"وہ قدم اٹھاتا سب سے پہلے سبرینہ کے پاس گیا مگر وہ سو چکی تھیں،کمرے میں جا کر منہ ہاتھ دھوتے،فریش ہونے کے بعد" وہ نیچے ڈائننگ ٹیبل کی جانب آیا،جہاں ٹیبل پر رکھا کھانا بھی اسے آبرو کی طرح خود سے روٹھا ہوا محسوس ہوا مگر کھانے کی خوشبو اسی بھوک کو مزید اجاگر کر گئی اور وہ قدم اٹھاتا کرسی پر بیٹھ گیا۔ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ آبرو پانی کی بوتل اور گلاس لیے ٹیبل کی جانب آئی اور ان دونوں کو ٹیبل پر رکھتے خاموشی سے پلٹنے کی لگی تھی کہ ،تاشفین نے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے روکا،آبرو نے پلٹ کر اسکی جانب نہیں دیکھا

آئی ایم سو سوری آبرو"وہ اب بھی منہ موڑے کھڑی تھی۔"

میں واقعی بہت شرمندہ ہوں"اس بار اسکے لہجے میں موجود ملال کا تاثر اسے پلٹنے پر مجبور کر گیا۔پلٹتے ہی اسکی نظر تاشفین سے ملی،اسکی شرمندگی اسکی بھوری آنکھوں سے" واضح تھی۔

آپ نے اچھا نہیں کیا تاشفین،میں نے۔۔۔۔بلکہ ہم سب نے آپ کا بہت انتظار کیا"اسکے لہجے میں شکایت تھی۔"

میں سچ میں بہت شرمندہ ہوں اگر ایمرجنسی کیس نہ ہوتا تو میں ضرور آجاتا"وہ اسکے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتا بولا جبکہ نظریں اسکے چہرے کی جانب تھیں۔"

،میں آپ سے ناراض ہوں تاشفین"وہ غصے سے بولتے مڑنے ہی لگی تھی کہ تاشفین دوبارہ بولا"

،مجھے معلوم ہے مگر مجھے بھی تو ایک موقع دیں اپنی صفائی دینے کا"آبرو نے دوبارہ اسکی جانب دیکھا"

پلیز،تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس بیٹھ جاؤ"اب انکار آبرو کے لیے بھی مشکل تھا۔وہ خاموشی سے بیٹھ گئی،ایک موقع دینے میں کوئی حرج نہ تھا جبکہ اسکا ہاتھ اب بھی" تاشفین کے ہاتھ میں تھا۔

ہم سب نے بہت دل سے آپ کے لیے سارے انتظامات کیے تھے،آپ کی پروموشن کے لیے آپ کو ٹریٹ دینا چاہتے تھے،سب نے مل کر سرپرائز پلین کیا تھا،میں نے" صبح آپ سے کہا بھی تھا کہ آپ جلدی آجایئے گا پر آپ نہیں آئے"بیٹھتے ہی ایک بار پھر وہ اس سے شکوہ کرنے لگی۔

"مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا آبرو کہ تم ایسا کوئی سرپرائز پلین کر رہی ہو اگر تم ذرا سا بھی مجھے بتا دیتی تو پھر میں۔۔۔۔۔"

توپھر یہ سرپرائز کیسے رہتا تاشفین !''وہ غصے سے بولی۔تاشفین جانتا تھا وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔"

اور پھر جو میں نے آپ کو اتنی کالز کیں بلکہ صرف میں نے ہی نہیں زاوی نے،نور نے،اموجان نے انکا کیا؟''وہ خاموشی سے سن رہا تھا،وہ خاموش ہوئی تو اس نے اسکا ہاتھ "

،اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما

آئی ایم سوسوری آبرو،یقین مانو اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ میرا اتنا انتظار کیا جارہا ہے تو میں میٹنگ کے فوراً بعد ہی گھر آجاتا مگر اس ایمرجنسی کیس کی وجہ سے بہت دیر "

ہوگئی''اب وہ اسے سن رہی تھی۔

فوری سرجری بہت ضروری تھی اور میرے علاوہ آج کوئی اور سرجن وہاں موجود بھی نہیں تھا اور سرجری کے دوران مجھے وقت کا بالکل بھی اندازہ نہیں ہوسکا،پرموشن "

کے بعد ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں،میں خود مجبور ہوگیا تھا''اس کے لہجے سے اسکی مجبوری واضح تھا اور آبرو جانتی تھی کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔

،اچھا چلیں چھوڑیں ان باتوں کو،آپ کھانا کھائیں ٹھنڈا ہورہا ہے''اس نے پلاؤ کی ٹرے اسکی جانب بڑھائی"

،ایک شرط پر کہ تم بھی میرے ساتھ کھاؤ گی''تاشفین کی بات پر آبرو دوبارہ بولی"

"!مجھے بھوک نہیں ہے تاشفین"

"''یعنی ناراضگی ابھی دور نہیں ہوئی

،ایسی بات نہیں ہے آپ کھانا کھائیں پلیز''آبرو کے کہنے پر تاشفین نے چمچ اٹھاتے پلیٹ میں پلاؤ ڈالا اور پہلا چمچ بھرتے آبرو کی جانب بڑھایا"

"تاشفین میں۔۔۔۔"

تم نہیں کھاؤ گی تو میں بھی نہیں کھاؤں گا''وہ بضد ہوا۔"

،میں پہلے ہی بہت خفا ہوں،مجھے مزید تنگ مت کریں''آبرو نے کمزور سا احتجاج کیا"

ناراضگی تو مجھ سے ہے کھانے کا تو کوئی قصور نہیں،پلیز کھالو''تاشفین نے ایک بار پھر وہ چمچ اسکی جانب بڑھایا،اس بار آبرو خاموشی سے کھا گئی۔جس پر تاشفین نے دوبارہ "

،چمچ بھرتے اسکی جانب بڑھایا

urdunovelsblog

آپ کھائیں تاشفین، میں اپنے لیے پلیٹ لے آتی ہوں" وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ تاشفین نے دوبارہ اسے روکا۔"

،اس کی ضرورت نہیں ہے "ایک اور چمچ اٹھاتے اس نے پلیٹ میں رکھا،اور پلیٹ اپنے اور آبرو کے درمیان کی"

،اب کھاؤ!" وہ دونوں درمیان میں رکھی ایک پلیٹ سے کھانے لگے"

یہ کس نے بنایا ہے،اموجان نے یا راحمہ نے ؟"اس نے ملازمہ کا نام لیا۔"

نہ اموجان نے،نہ راحمہ نے!" آبرو نے جواب دیتے اسکی جانب دیکھا جو رغبت سے کھانا کھا رہا تھا۔"

تو پھر کس نے بنایا ہے ؟واقعی بہت مزیدار ہے یا شاید مجھے ہی بہت بھوک لگی ہے، صبح کے ناشتے کے بعد سے کچھ نہیں کھایا"اس نے کھانے کی تعریف کرتے ساتھ ہی اپنی" بھوک کی وجہ بتائی، جس پر آبرو کو پہلے تو غصہ آیا مگر اس کی اگلی بات پر ہی سارا غصہ ایک دم بیٹھ گیا۔اس نے گھڑی کی جانب دیکھا، رات کے دو بجنے والے تھے اور وہ صبح آٹھ بجے سے بھوکا تھا۔

،یہ پلاؤ بلکہ آج کا سارا کھانا میں نے خود بنایا ہے"تاشفین کھاتے ہوئے ایک دم رکا"

یہ سب تم نے بنایا ہے ؟"آبرو نے اثبات میں سر ہلایا۔"

urdunovelsblog

"جی، پر آپ مجھے یہ بتائیں کہ دوپہر میں آپ نے کچھ کیوں نہیں کھایا؟ "

لنچ سے پہلے ہی ایمرجنسی کیس آگیا تھا تو وقت ہی نہیں مل سکا"پلیٹ خالی ہو چکی تھی۔"

خود ڈاکٹر ہیں آپ مگر اپنی ذرا پرواہ نہیں ہے آپکو، اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے ؟"وہ خفگی سے کہتے پلاؤ دوبارہ پلیٹ میں ڈال رہی تھی۔"

کیونکہ میرا خیال رکھنے کے لیے میری بیوی موجود ہے"وہ مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو ایک پل کے لیے خاموش ہوئی مگر کچھ دیر بعد دوبارہ اسے سمجھانے لگی اور" یونہی یہ رات بھی لمحہ بہ لمحہ گزر گئی۔

وہ کورٹ کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ تاشفین کمرے میں داخل ہوا، نظر بے اختیار اس پر پڑی، وہ سفید ٹراؤزر کے ساتھ سفید شرٹ پہنے بیڈ پر آبیٹھا۔

"آج ہاسپٹل نہیں جانا آپ کو؟"

نہیں آج میں نے آف لیا ہے "آبرو کو فوراً کل والی بات یاد آئی، منظر وہی تھا صرف جگہیں تبدیل ہو گئی تھیں۔"

"خیریت؟"

"ہاں ایک ضروری کام ہے"

کیسا ضروری کام؟"آبرو نے بال جوڑے میں باندھتے سوال کیا۔"

،شام تک پتہ چل جائے گا"وہ مسکرایا"

یعنی سرپرائز ہے؟"ایک اور سوال۔"

،ہاں یہی سمجھ لو"اسکی بات پر آبرو کے دماغ میں ایک خیال آیا"

،تو پھر میں بھی آج بہت لیٹ آؤں گی"وہ جان بوجھ کر چہرے پر سنجیدگی طاری کیے بولی"

،کوئی بات نہیں میں انتظار کر لوں گا"اس کے جواب پر وہ فوراً اسکے پاس آئی"

میں مذاق کر رہی تھی تاشفین!"اسے لگا شاید اسکی بات تاشفین کو بری لگی ہے۔"

مجھے معلوم ہے!"مگر اسکی اگلی بات پر ساری غلط فہمی ایک دم دور ہو گئی۔"

تاشفین آپ بھی نا!"اسے ہنستا ہوا دیکھ کر وہ واپس ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے گئی کہ ایک دم کچھ یاد آیا اور وہ الماری کی جانب بڑھتے اس سے کچھ نکالنے لگی۔کچھ لمحے بعد وہ"
،ایک شاپنگ بیگ اسکے سامنے رکھ چکی تھی۔تاشفین نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا

یہ گفٹ لیا تھا آپ کے لیے، کل دینا تھا مجھے پر جیسا سوچا تھا ویسا نہیں ہو سکا، خیر آپ اسے کھولیں اور بتائیں کیسا لگا آپ کو؟"آبرو نے مسکراتے ہوئے وہ بیگ اس کے سامنے"
!رکھا، وہ نروس تھی کہ نجانے یہ تحفہ اسے پسند بھی آتا ہے یا نہیں

،تم نے پسند کیا ہے تو یقیناً بہت اچھا ہو گا"تاشفین نے بیگ کھولے بغیر جواب دیا۔جس پر آبرو کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے"

اسے کھولیں تاشفین اور خود دیکھ کر بتائیں"تاشفین ہاتھ بڑھاتے اسے کھولنے لگا۔اس میں ایک بلیک لائننگ والی نفیس وائٹ شرٹ کے ساتھ بلیک ڈریس پینٹ تھی جبکہ" ساتھ میں ایک خوبصورت سیاہ مردانہ گھڑی تھی بالکل ویسی جس طرح کی تاشفین پہنتا تھا۔اس نے نظریں اٹھاتے آبرو کی جانب دیکھا جو منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کی کیا ضرورت تھی آبرو؟"وہ تحفہ اسے بہت پسند آیا تھا اور کیسے نہ آتا دینے والا اسکے لیے اتنا خاص جو تھا۔"

ضرورت کیوں نہیں تھی تاشفین، شادی کے بعد آپ کے اتنے تحائف کے بدلے میں پہلی بار میں نے آپ کو کچھ دیا ہے، پسند آیا آپکو؟"یہ تحفہ اس نے بہت دل سے اپنی" کمائی سے اسکے لیے خریدا تھا۔

،بہت !"وہ رکا"

تھینک یو سو مچ وکیل صاحبہ!"اس نے آبرو کا ہاتھ تھامتے کہا، کل کے سارے انتظامات اور اب یہ تحفہ وہ دن بہ دن اسکے لیے خاص ہوتی جارہی تھی۔"

،یو آر موسٹ ویلکم ڈاکٹر صاحب!"وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھتے اسی انداز میں بولی،اسکا دیا تحفہ تاشفین کو پسند آیا تھا اس لیے وہ خوش تھی کہ ایک دم نظر گھڑی پر پڑی"

،اچھا تاشفین میں اب چلتی ہوں زاویار میرا انتظار کر رہا ہوگا"وہ اپنا بیگ اٹھاتے بولی"

"آج میں تمہیں کورٹ چھوڑوں گا، زاویار کو میں نے بتا دیا تھا اور ہاں فری ہو کر مجھے کال کر دینا، واپسی پر بھی میں ہی لینے آؤں گا"

،وہ تو ٹھیک ہے تاشفین مگر آپ نے اتنی دیر بعد آف لیا ہے، گھر پر آرام کر لیتے، اس طرح تو آپ پھر سے تھک جائیں گے"وہ لہجے میں فکر لیے بولی"

اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے مجھے بالکل تھکاوٹ نہیں ہوتی، چلو شاباش اب تیار ہو جاؤ، میں نیچے تمہارا انتظار کر رہا ہوں"وہ مسکرا کر کہتا بیڈ سے اٹھا اور وہ شاپنگ بیگ" ،اٹھاتے الماری میں اپنے کپڑوں کے ساتھ رکھا

تحفے کے لیے ایک بار پھر شکریہ"وہ مسکرا کر کہتا، قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ آبرو اسے تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا، ہر" !بار وہ دل سے اقرار کرتی تھی کہ یہ شخص واقعی اسکی کسی بڑی نیکی کا صلہ ہے

اپنے کہے کے مطابق وہ واپسی پر آبرو کو کورٹ سے لینے آیا تھا۔اس وقت شام کے چھ بج چکے تھے۔تاشفین نے گاڑی گھر کے سامنے لاتے کھڑی کی۔

گھر پر کوئی نہیں ہے کیا؟"گیٹ پر لگا تالا دیکھتے آبرو نے حیرت سے پوچھا، جس پر تاشفین نے نفی میں سر ہلایا۔"

امو جان اور نور کو آج (این- جی- او) جانا تھا، کچھ دیر پہلے ہی انہیں وہاں چھوڑ کر آیا ہوں اور زاویار دوستوں کے ساتھ باہر نکلا ہے"تاشفین نے وضاحت دیتے کہا، وہ سبرینہ اور نور کو آفریدی ٹرسٹ چھوڑ کر آیا تھا۔

اور صادق بھائی؟"اس نے گیٹ کے چوکیدار کا نام لیا۔"

"انہیں بھی آج جلدی گھر جانا تھا"

،تو پھر ہم بھی (این- جی-او) چلتے ہیں"آبرو کے کہنے پر تاشفین بولنے لگا"

جائیں گے پر کسی اور دن آج نہیں!"تاشفین کی بات پر وہ خاموش ہو گئی اور گھر کی چابیاں تاشفین سے لیتے گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔ گیٹ کھولتے ہی اس کی نظر گیراج میں" کھڑی گاڑی پر پڑی، وہ زاویار کی گاڑی نہیں تھی!ایک بھرپور نظر گاڑی پر ڈالتے اس نے بڑا گیٹ تاشفین کے کیے کھولا، گاڑی اندر آتے ہی تاشفین کی نظر اس نئ گاڑی کے ،پاس کھڑی آبرو پر پڑی۔ وہ قدم اٹھاتا اسکے پاس گیا

یہ کس کی گاڑی ہے تاشفین؟"اس سے سوال کرتے وقت بھی آبرو کی نظریں گاڑی پر تھیں۔ گاڑی بالکل نئ تھی۔"

کیسی ہے؟"جواب کی بجائے سوال کیا گیا۔"

گاڑی تو بہت اچھی ہے، پر ہے کس کی؟"وہ اب بھی وہی سوال کر رہی تھی۔ جس پر تاشفین نے اپنے کوٹ سے گاڑی کی چابی نکالتے، اس کا ہاتھ تھاما اور ہاتھ کھولتے اس پر" ،چابی رکھی

یہ گاڑی ایڈوکیٹ آبرو صدیقی صاحبہ کی ہے!"اس نے مسکراتے ہوئے اسکے سوال کا جواب دیا۔ جس پر آبرو نے پہلے حیرت سے اسکی جانب گاڑی کی جانب دیکھا اور پھر" ،اسکی جانب دیکھتے سوال کیا

میری؟"وہ بے یقینی سے ہاتھ اپنے سینے پر رکھے، پوچھ رہی تھی۔"

ہاں!تمہاری!"وہ اسکا ردعمل دیکھتے مسکرایا اور آگے بڑھتے اپنا ہاتھ اسکے گرد پھیلاتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔"

یہ تھا وہ سرپرائز جس کی میں صبح بات کر رہا تھا"وہ اسکی بات سنتے خاموشی سے اپنے ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی کو دیکھ رہی تھی۔"

بہت عرصے سے میں اس بارے میں پلین کر رہا تھا مگر ہر بار کوئی نہ کوئی مسئلہ ہو جاتا پر آخر کار آج یہ پلین کامیاب ہو ہی گیا اور ویسے بھی اپنی ناراض بیوی کو منانے کا اس" سے بہتر اور کوئی طریقہ تو نہیں تھا نہ "اسکی بات پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے گرد پھیلایا، تاشفین نے اسکی جانب دیکھا، جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

تھینک یو سو مچ تاشفین، میں کتنی خوش ہوں یہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی!" وہ نم آنکھوں سے مسکرائی، وہ بہت عرصے سے گاڑی کے لیے پیسے جمع کر رہی تھی کیونکہ وہ خود" بھی اپنے لیے گاڑی خریدنا چاہتی تھی اور آج اسکی باقی خواہشات کی طرح یہ خواہش بھی تاشفین پوری کر چکا تھا۔

اور تمہیں خوش دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ملتی ہے، میں بھی یہ نہیں بتا سکتا" اسے اپنے قریب کرتے وہ اسی کے انداز میں بولا, جس پر وہ ہنستے ہوئے اس سے الگ ہوئی اور" ،تاشفین کے دونوں ہاتھ تھامے

میں آپ کی بہت مشکور ہوں تاشفین، ہمسفر ہو تو بالکل آپ جیسا اور میں اپنی اس خوش قسمتی پر اللہ کا جتنا شکر ادا کروں وہ کم ہے "اسکا لہجہ اسکی کیفیات ظاہر کر رہا" ،تھا۔ تاشفین بھی مسکراتے ہوئے بولنے لگا

اب تمہیں کہیں بھی جانے کے لیے کسی کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا، تم آزادی سے، اپنی مرضی سے جہاں جانا چاہو جا سکتی ہو" وہ جانتا تھا کہ اکثر اس کی غیر موجودگی میں" اسے زاویار کا انتظار کرنا پڑتا تھا اور خود بھی وہ کبھی کبھی کافی لیٹ ہو جاتا تھا۔

،ایک بات تو بتاؤ؟" تاشفین کے سوال پر وہ فوراً بولی"

urdunovelsblog

"پوچھیں"

اب ناراض تو نہیں ہو نہ؟" آبرو نے نفی میں سر ہلایا، وہ شخص اسکی ناراضگی کی کتنی پرواہ کرتا تھا۔"

،بالکل بھی نہیں!" وہ رکی اور تاشفین کی بھوری آنکھوں میں دیکھتے بولنے لگی"

آپ واقعی میری کسی نیکی کا صلہ ہیں تاشفین" دل کی بات آج زبان پر آ گئی، وہ مسکرایا۔"

،اور تم میرے انتظار کا پھل، میری محبت ہو آبرو" وہ اسکے لیے کتنی خاص تھی صرف وہی جانتا تھا۔ آبرو نے مسکراتے ہوئے نظریں جھکائیں"

چلو اب بتاؤ مجھے کہاں ڈرائیو پر لے کر جاؤ گی؟" اسی وجہ سے وہ اسے ڈرائیونگ بھی پہلے ہی سکھا چکا تھا۔"

جہاں آپ کہیں!" وہ دونوں مسکراتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔"

فیاض صاحب آج پھر غفار کے پاس آئے تھے۔اس حادثے کو آج پانچ دن گزر گئے تھے۔اس حادثے میں حمدان سمیت پندرہ اور لوگ بھی زندگی کی بازی ہار گئے تھے۔

حوصلہ کرو غفار، بس یہی خدا کی مرضی تھی" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولے جبکہ ساتھ بیٹھے غفار کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔وہ ایک ایسا شخص تھا" جس کی عمر بھر کی کمائی اور اس کی اولاد ایک ہی جھٹکے میں اس سے چھن گئی ہو۔

آگ لگنے کی کیا وجہ معلوم ہوئی؟" پاس بیٹھے ایک اور شخص نے پوچھا، جو فیاض صاحب کے ساتھ آیا تھا۔"

شارٹ سرکٹ!" مختصر مگر تکلیف دہ جواب دیتے غفار دوبارہ خاموش ہو گیا۔حمدان کے جنازے کے بعد وہ آج غفار کے پاس آئے تھے۔"

بھابھی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" فائقہ لاشاری کل تعزیت کے لیے ان کے گھر آئی تھیں، جس پر انہیں معلوم ہوا تھا کہ غفار کی بیوی ہسپتال میں داخل ہے۔"

نیم پاگل ہو گئی ہے وہ!" اذیت بھرے لہجے میں غفار نے اپنا تر چہرہ صاف کیا۔"

جس عورت کی اکلوتی اولاد، اس کا منتوں مرادوں سے مانگا ہوا بیٹا یوں اسے چھوڑ کر چلا جائے، خود سوچیں اس عورت کا کیا حال ہو سکتا ہے!" انکی آواز رندھ چکی تھی۔"

، میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا فیاض صاحب، میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ برا۔۔۔۔" بولتے بولتے ان کی نگاہ اپنے ہاتھ پر موجود جلے ہوئے نشان پر پڑی"

نہیں کیا۔۔۔ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کی ہے" انہوں نے بات بمشکل مکمل کی، ایک دم جیسے کچھ یاد آنے لگا اور پھر آہستہ آہستہ یادوں کی ایک کڑی بن گئی۔دل" اور دماغ نے ایک ساتھ ان سے سوال کیا کہ کیا واقعی انہوں نے کبھی کسی کے ساتھ کچھ برا نہیں کیا تھا؟

صالحہ بیگم سے مل کر واپسی پر وہ سب سے پہلے نرسری گئے تھے۔اپنی پسند کے پودوں کا آرڈر دیتے وہ بہت خوش تھی۔نرسری سے نکلتے ہوئے اب انکا رخ مارکیٹ کی جانب تھا، جہاں سے اب اسے پینٹنگ کا سامان خریدنا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اسکی تمام چیزیں خرید چکے تھے۔اصباح کی آنکھوں میں موجود خوشی دیدنی تھی، اپنی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر ایسا ہوتا ہے۔اس دکان سے نکلتے وہ ابھی کچھ ہی قدم چلے تھے کہ اصباح کی نظر ایک سٹال پر پڑے دو کیپس پر پڑی۔وہ سفید رنگ کے دو خوبصورت کیپ تھے جن میں سے ایک پر "مسٹر" تو دوسرے پر "مسز" لکھا تھا۔اسی لمحے آفاق نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور کچھ دیر بعد وہ کیپس بھی ان کی شاپنگ کا حصہ تھے۔اب باری کپڑوں کی تھی، جس میں پہلے آفاق کے لیے کپڑے منتخب کرنے کے لیے وہ ایک دکان میں کھڑے تھے۔اصباح آس پاس دیکھتے ایک سفید کلر کی شرٹ اتار کر اسکے قریب لائی

،اس بار وائٹ نہیں اصباح، شادی کے بعد سے تو میری وارڈروب میں صرف یہی رنگ بھر چکا ہے" وہ جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں بولا"

تو آپ نے بھی تو میری وارڈروب نیلے رنگ سے بھر دی ہے" وہ اس کا پسندیدہ رنگ پہنتی تو اس کے لیے بھی اپنا پسندیدہ رنگ منتخب کرتی۔"

اچھا بابا، اس بار بلیو کے علاوہ کچھ اور لے لینا پر پلیز میرے لیے اس بار وائٹ مت لو" اسکی بات پر اصباح مسکرائی۔ دونوں کے کپڑے لیتے اب انکا رخ باہر کی جانب تھا کہ "
!اصباح کی نظر چوڑیوں کے ایک سٹال پر پڑی، اب اسے چوڑیاں لینی تھیں

،سٹال پر پڑی وہ مختلف رنگوں کی چوڑیاں دیکھ رہی تھی کہ آفاق کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی

،میں کچھ مدد کروں" اصباح نے فوراً اسکی جانب دیکھا"

جی مگر ایک شرط پر کہ انکا رنگ نیلا نہیں ہونا چاہیے" وہ نیلے رنگ کو لے کر اسکی انتہا پسندی سے بخوبی واقف تھی۔ وہ ہر چیز میں پہلا انتخاب اسی رنگ کا کرتا تھا۔ ابھی کچھ "
ہی لمحے گزرے تھے کہ آفاق نے سرخ رنگ کی چوڑیاں اسکی جانب بڑھائیں، اصباح کو پہلی نظر میں ہی وہ بے حد پسند آئیں۔ وہ چوڑیاں اپنے بائیں ہاتھ میں پہنتے سائز دیکھنے لگی، وہ اسکی کلائی پر خوب جچ رہی تھیں۔ دائیں ہاتھ میں پہنتے ہوئے اسے کچھ دشواری کا سامنا ہوا، اس سے پہلے کہ دکاندار ہاتھ آگے بڑھاتا، آفاق اسے چوڑیاں پہناتے اس کی مشکل آسان بنا چکا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پہنتے اس نے اس نے آفاق کی جانب دیکھا، جسکی سراہتی نگاہیں اسے بتانے کے لیے کافی تھیں کہ وہ چوڑیاں اس پر بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔

urdunovelsblog

اتارو مت، پہنے رکھو" چوڑیاں منتخب ہوتے ہی وہ اب انہیں اتارنے لگی تھی کہ آفاق نے اسے روکا اور والٹ نکالتے پیسے دکاندار کی جانب بڑھائے، ابھی وہ کچھ ہی فاصلے پر "
گئی تھے کہ اصباح اپنی دونوں کلائیاں اس کے سامنے کرتے بولی۔

اچھی لگ رہی ہیں نہ؟" وہ الفاظ کی صورت میں بھی انکی تعریف چاہتی تھی۔"

بہت، آخر پسند کس نے کی ہیں" وہ جان بوجھ کر کہتا مسکرایا جس پر اب اصباح خفگی بھرے تاثرات لیے اسکے ساتھ چلتے اسے کچھ کہہ رہی تھی۔"

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو نظر فیاض لاشاری پر پڑی، جو کتاب ہاتھوں میں لیے بیڈ پر بیٹھے تھے۔ وہ قدم اٹھاتی دوسری جانب جا کر بیٹھ گئیں، کچھ دیر ان دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی کہ ان کی نظر فیاض لاشاری پر پڑی، جن کی نظریں کتاب کے صفحے کی بجائے خلا میں موجود کسی غیر مرئی نقطے پر تھیں۔ وہ جب سے غفار کے پاس سے آئے تھے یوں ہی گم سم تھے۔

"فیاض آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ کافی دیر انہیں یونہی بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگیں کہ فیاض صاحب جیسے ان کی آواز سنتے ہوش کی دنیا میں واپس لوٹے،

"ہاں۔۔۔ کیا۔۔۔ کچھ کہا تم نے؟" وہ کتاب کو بند کرتے بولے،

"مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی فیاض، آپ۔۔۔"

"میں ٹھیک ہوں فائقہ!" وہ انکی بات کاٹتے بولے،

"بس بار بار میری نظروں کے سامنے غفار کا چہرہ آجاتا ہے، کانوں میں اسکی باتیں گونجنے لگتی ہیں، وہ بیچارہ بہت اذیت میں ہے" انکے لہجے سے دکھ واضح تھا۔

"مجھے اسکے لیے بہت افسوس ہو رہا ہے، اسکی ساری دنیا ایک ہی دن میں ختم ہوگئی" فائقہ لاشاری خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھیں۔

"تمہیں معلوم ہے وہ حمدان کی واپسی پر اتنا خوش تھا کہ اس نے پہلی بار مجھ سے ایک ہفتے کی چھٹی لی تھی تاکہ اپنے بیٹے کے ساتھ وقت گزار سکے اور اب تو وہ اسکی شادی کی تیاریاں کر رہے تھے" وہ گردن انکی جانب موڑے بات کر رہے تھے۔

"میں 35 سال سے اسے جانتا ہوں، میں نے آج تک اسے کسی کے ساتھ برا کرتے ہوئے نہیں دیکھا" فائقہ لاشاری کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا،

"وہ تو ہمیشہ سب کے ساتھ بھلائی کرتا تھا، اس نے اتنے سال میں کمپنی میں کبھی کوئی بے ایمانی نہیں کی تو اتنے اچھے انسان کے ساتھ اتنا برا کیسے ہو سکتا ہے" فائقہ لاشاری کا حلق ایک دم خشک ہونے لگا۔

"یہ قدرت کا کیسا انصاف ہے کہ ایک اتنے اچھے انسان کے ساتھ اتنا برا ہو جائے" فائقہ لاشاری نے اپنے ساتھ بیٹھے اپنے شوہر کی جانب دیکھا، جو ہر حقیقت سے بے خبر تھے، وہ نہیں جانتے تھے کہ قدرت کا یہ انصاف بالکل درست ہے، غفار کو اسکے کیے اعمال کا پھل مل رہا تھا۔ مکافات عمل کا آغاز ہو چکا تھا اور جلد غفار کے ساتھ شامل لوگ بھی اپنے اعمال کی سزا کاٹنے والے تھے۔

urdunovelsblog

گھڑی اس وقت رات کے دس بجا رہی تھی، انہیں واپسی پر کافی دیر ہو گئی تھی، رات کا کھانا باہر کھاتے اب وہ گھر جا رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھی اصباح کے ہاتھوں میں ہمیشہ کی طرح آج بھی گجرے موجود تھے۔ وہ جب بھی گھر سے باہر نکلتے تو آفاق کبھی اس کے ہاتھ گجروں سے خالی نہیں رہنے دیتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اصباح کو پھول اور ان سے بنی ہر چیز کتنی پسند ہے۔

اب آپ خوش ہیں اصباح میڈم؟" آفاق نے ساتھ بیٹھی اصباح سے سوال کیا، جو کبھی اپنی کلائی میں پہنی چوڑیوں کو چھیڑتی تو کبھی گجروں کو۔"

جی میں آج بہت خوش ہوں" وہ کتنی خوش تھی اسکے لہجے سے واضح تھا۔"

،تھینک یو سو مچ آفاق!" وہ اسکی جانب دیکھتے بولی، جو گاڑی چلاتے ہوئے مسکرایا"

،آپ خوش تو ہم بھی خوش بیگم صاحبہ!" اصباح مسکراتے ہوئے دوبارہ اپنے گجروں کی جانب متوجہ ہوئی کہ اچانک اسے کچھ یاد آیا"

"پودے کس دن ڈیلیور ہوں گے؟"

،کل شام تک!" جواب فوراً آیا"

پلیز آفاق اس بار آپ خود ریسیو کیجئے گا، آپ کو یاد ہے نہ پچھلی بار بھی کم پودے لائے تھے" وہ اسے اپنا پچھلا تجربہ بتا رہی تھی۔"

جی مجھے اچھی طرح یاد ہے مگر آپ شاید بھول رہی ہیں میڈم کہ پھر دوبارہ جا کر بھی وہ پودے میں ہی لایا تھا" آفاق نے اسے تفصیل سے اپنا تجربہ بتایا۔"

نہیں میں بھول نہیں رہی تبھی تو آپ سے کہہ رہی ہوں تاکہ اس بار آپکو دوبارہ نہ جانا پڑے" آفاق نے گردن موڑتے اس کی جانب دیکھا، پہلے وہ اسکے سامنے نہیں بولتی" تھی اور اب اس کی زبان آفاق کے سامنے رکتی نہیں تھی مگر وہ اسے یونہی بولتی ہوئی، ہنستی مسکراتی، اسکی باتوں پر چڑتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔ یہ آفاق کی محبت اور اعتماد کا ہی نتیجہ تھا جو ہر وقت خاموش رہنے والی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والی اصباح اب ہنستی مسکراتی، زندگی کو بھرپور طریقے سے جینے والی اصباح بن گئی تھی۔ وقت اور حالات نے اسے ویسا بنا دیا تھا مگر اب جب وقت بدلا تھا تو وہ خود بھی بدل رہی تھی۔ گاڑی ابھی سگنل پر ہی کھڑی تھی کہ اصباح کی نظر دائیں جانب موجود آئسکریم شاپ پر پڑی، اس ،نے فوراً آفاق کو۔ مخاطب کیا

آفاق آپ کا کچھ میٹھا اور ٹھنڈا کھانے کا دل نہیں چاہ رہا؟" اسکی بات پر آفاق نے اسکی جانب دیکھا کہ نظر سامنے موجود اس دکان پر پڑی، وہ اسکی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا" ،مگر جان بوجھ کر بولنے لگا

،نہیں!"اسکے انکار پر اصباح نے گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا"

مگر میرا دل چاہ رہا اور مجھے آئس کریم کھانی ہے پلیز!"اس کے لہجے میں حکم، گزارش، خواہش سب کچھ تھا اور انکار کرنا آفاق کے لیے ممکن نہ تھا۔سگنل کھلتے ہی اس نے"

،گاڑی سڑک کے کنارے پارک کی اور کچھ دیر بعد وہ آیس کریم کے دو کپ لیے گاڑی میں واپس آ بیٹھا،ایک کپ اصباح کی جانب بڑھاتے اس نے اپنا کپ ڈیش بورڈ پر رکھا

تھینک یو"کپ تھامتے اصباح نے اسکا شکریہ ادا کیا۔"

،میرے لائق اور کوئی حکم میڈم!"آفاق کے لہجے پر وہ ہنسنے لگی"

نہیں آج کے لیے اتنے کافی ہیں، باقی کل"وہ مزے سے کہتی آئس کریم کھانے لگی، اگر آج کوئی اسے یوں باتیں کرتا دیکھ لیتا تو وہ آپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں کر سکتا"

تھا۔وہ اب ایک نٹ کھٹ سی زندگی سے بھرپور اصباح بن چکی تھی اور اسکا سارا کریڈٹ ساتھ بیٹھے آفاق کا تھا، جو واقعی ایک اچھا بھائی اور بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھا

شوہر بھی تھا، جو خود سے منسلک عورت کی خوشی کا خیال رکھنا جانتا تھا۔آئس کریم کھاتے کھاتے اصباح کے دماغ میں ایک سوال بیدار ہوا، اس نے آفاق کی جانب دیکھا جو

آیس کریم کھانے میں مصروف تھا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں آفاق؟"

،ہمم پوچھو"آفاق کے جواب پر وہ بولنے لگی"

urdunovelsblog

سوال شاید آپ کو تھوڑا عجیب لگے!"وہ تمہید باندھ رہی تھی۔"

،تم بس سوال کرو، یہ فیصلہ میں کروں گا کہ سوال کتنا عجیب ہے"وہ اپنا کپ خالی کرتے بولا"

میں آپ کو پہلی بار کب اچھی لگی تھی؟"سوال واقعی کچھ عجیب تھا، جس پر آفاق نے فوراً اسکے چہرے کی جانب دیکھا مگر اسکے چہرے کی چمک اور اسکا جواب جاننے کی"

خواہش اسے بولنے پر مجبور کر گئی۔

،مطلب کہ میں۔۔۔"اسے خاموش دیکھتے اصباح اسے اپنا سوال سمجھانے لگی تھی کہ آفاق بول پڑا"

،جب میں نے تمہیں پھولوں کے درمیان کھڑے، مسکراتے ہوئے شاید پہلی بار دیکھا تھا"وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا، اصباح نے فوراً نظریں جھکا لیں"

،اب یہی سوال اگر میں تم سے کروں تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟"اسکے سوال پر اصباح نے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا اور بولنے لگی"

جب آپ ہمارے لیے۔۔۔ میرے لیے عماد سے لڑے تھے" اسے آج بھی آفاق کے الفاظ یاد تھے۔"

اس وقت جو تحفظ کا احساس مجھے ہوا تھا میں بیان نہیں کر سکتی اور وہی لمحہ تھا جب آپ پہلی بار مجھے باقی سب مردوں سے مختلف لگے تھے" وہ سامنے بیٹھے اس شخص کو کیا بتاتی"

، کہ اسکی موجودگی میں جو تحفظ کا احساس اسے ہوتا ہے، وہ ناقابل فراموش ہے۔ اسکی بات پر آفاق نے اصباح کے دونوں ہاتھ تھامے

، تم میری بیوی ہو اصباح، میری ہمسفر، تمہاری حفاظت میری ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری میں اپنی آخری سانس تک نبھاؤں گا" اسکی بات پر وہ اصباح مسکرائی"

میں جانتی ہوں آفاق، مجھے آپ پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہے" وہ مسکراتے ہوئے بولی، جس پر آفاق بھی مسکرایا۔"

آج آبرو صالحہ بیگم، رتبہ اور حرم کو اپنی گاڑی میں اپنے گھر لائی تھی۔ آج رات کا کھانا وہ سبرینہ کی طرف ہی کھانے والے تھے۔ سبرینہ اور صالحہ سبرینہ کے کمرے میں بیٹھی تھیں جبکہ آبرو ان دونوں کو لیے باہر لان میں بیٹھی تھی، نور بھی ان کے ساتھ موجود تھی۔ تاشفین سیڑھیاں اترتا نیچے آیا کہ اسکی نظر لاؤنج میں کھڑکی کے پاس کھڑے زاویار پر پڑی، وہ قدم اٹھاتا اسکے پاس گیا۔ وہ باہر دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ اسکے قدموں کی آہٹ تک محسوس نہیں کر پایا۔ تاشفین نے اسکے پیچھے کھڑے ہوتے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا، ایک دم اسے کچھ یاد آیا اور پھر اسکے کان کے قریب ہوتے وہ مدھم آواز میں بولا،

وکیل صاحب اگر آپ نے جی بھر کر لڑکی کو دیکھ لیا ہو تو باہر آجائیں" زاویار تیزی سے پلٹا، اسے اچھی طرح یاد تھا کہ یہ جملہ اسی کا تھا۔"

ادھار نہیں رکھتے نا آپ ڈاکٹر صاحب!" وہ تاشفین کی جانب دیکھتا بولا جو مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔"

، تم سے ہی سیکھا ہے۔۔۔ چلو آؤ باہر چلیں" اس نے باہر جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ زاویار نے اسے روکا"

، بھائی بس پانچ منٹ دے دیں، ایک ضروری بات کرنی ہے آپ سے!" تاشفین نے پلٹتے اسکی جانب دیکھا"

" !ہاں کہو"

، بیٹھ کر بات کرتے ہیں نا" وہ صوفے پر بیٹھتا بولا، تاشفین افسوس بھرے انداز میں گردن نفی میں ہلاتا اسکے پاس آیا"

آپ اموجان سے میرے لیے بات کریں گے پلیز" وہ سیدھا مدعے کی بات پر آیا۔"

تم خود کیوں نہیں کر لیتے؟" وہ سمجھ چکا تھا کہ کس بارے میں بات ہو رہی ہے۔"

urdunovelsblog

،میں کر سکتا ہوں پر میں چاہتا ہوں کہ آپ بات کریں" وہ تاشفین کی جانب دیکھتا بولا"

"کیوں تمہیں شرم آرہی ہے کیا؟"

،جی، یہی سمجھ لیں!"تاشفین کے سوال پر وہ شرمانے کی اداکاری کرتے بولا"

خیر ابھی بھی وقت ہے سوچ لو، بہت غصے والی ہے وہ"تاشفین اسے محتاط کر رہا تھا۔"

،سوچ لیا اور ویسے بھی وہ بھابھی سے کم ہی غصے والی ہے!"اسے کچھ دن پہلے والا واقع یاد آیا"

،اچھا تو یہ بات ہے، پھر رکو میں ابھی آبرو کو بلاتا ہوں، اسے کے سامنے کہنا یہ بات!"تاشفین کی بات پر وہ فوراً بولنے لگا"

"ان کے سامنے تو آپ بھی چپ ہو جاتے ہیں بھائی، تو میں کیسے بولوں گا"

،ذرا شرم تو نہیں آرہی نہ!"وہ ڈھٹائی سے ہنسا"

"!نہیں"

،تو پھر ٹھیک ہے، میں بات نہیں کروں گا"تاشفین نے صاف انکار کیا"

urdunovelsblog

،اچھا، اچھا سوری، میں تو بس مذاق کر رہا تھا"زاویار ایک دم سے بات پلٹتا بولا"

،مگر زاویار ابھی تو اس کی ڈگری بھی مکمل نہیں ہوئی"تاشفین نے ایک اور وجہ پیش کی"

مجھے معلوم ہے بھائی اور مجھے کوئی جلدی نہیں ہے میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ بات تو کریں، رشتہ طے ہو جائے پھر ایک عدد چھوٹی سی رسم منگنی کی کروا دیں"وہ ایک" فہرست تیار کر کے بیٹھا تھا۔

،جب ساری منصوبہ بندی خود ہی کر چکے ہو تو رشتے کی بات بھی خود کر لو"تاشفین کی بات پر اسنے نفی میں سر ہلایا"

نہیں بھائی، رشتے کی بات تو آپ ہی کریں گے ہاں باقی سب میں خود دیکھ لوں گا"وہ مزے سے کہتا مسکرایا جبکہ تاشفین نے اسکی جانب دیکھتے افسوس سے گردن نفی میں" !گویا کہنا چاہتا ہو کہ دنیا چاہے ادھر کی ادھر ہو جائے مگر زاویار سدھر جائے یہ ممکن نہیں

تیز ہوا کے باعث ہر جانب دھول اور مٹی تھی۔ بادل آسمان کو مکمل طور پر ڈھانپ چکے تھے۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص قدم اٹھاتا قبرستان میں داخل ہوا، اندر داخل ہوتے ہی اسے اپنے قدم بھاری محسوس ہونے لگی، چلنے کی رفتار کم ہوگئی، آنکھوں میں آتی نمی کو دور کرنے کے لیے وہ تیز تیز پلکوں کو حرکت دینے لگا مگر آنسو اتنے زور آور تھے ہر بند توڑتے اسکا چہرہ بھگونے لگے۔ کچھ دیر وہ ایک قبر کے سامنے کھڑا تھا، جس کے کتبے پر لکھا نام کچھ یوں تھا، "حمدان غفار علی!"

وہ غفار تھا، ایک بد قسمت باپ، ایک بد قسمت شخص جو اپنی زندگی میں آئے اس طوفان کا خود ذمہ دار تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے اس قبر کی مٹی پر ہاتھ پھیرنے لگا، اس مٹی تلے اسکا بیٹا، اسکی اولاد دفن تھی! جوان اولاد کا دکھ والدین کو اندر سے ختم کر دیتا ہے۔ آنسوؤں میں روانی آچکی تھی، وہ خود کو اپنے ہی بیٹے کا قاتل مانتا تھا، اسکے کیے گئے اعمال اسکی اولاد کے آگے آئے تھے۔ اس دن فیاض لاشاری کے جانے کے بعد اس نے خود کو کٹہرے میں کھڑا کیا تھا اور اس کے ضمیر نے اسے ہی مجرم ٹھہرایا تھا۔ اتنے سال سے جس ضمیر کی آواز کو وہ نظر انداز کرتا آرہا تھا آج وہی اسے آئینہ دکھا چکی تھی مگر افسوس کہ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اولاد کے چھن جانے کا دکھ کیسا ہوتا ہے وہ آج محسوس کر سکتا تھا۔ پیسے کی ہوس نے اسے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ وہ اپنے گناہ کو 30 سال سے چھپاتا آرہا تھا۔ فائقہ لاشاری کو بلیک میل کرتے جتنی بھی رقم اس نے حاصل کی تھی، وہ سب اپنی اولاد کے لیے کیا تھا اور آج اسکی اولاد منوں مٹی تلے دفن تھی۔ اسکا ضمیر چیخ چیخ کر ملامت کر رہا تھا۔ اپنے کیے گئے ہر جرم کا اعتراف کرنے کے لیے اب وہ تیار تھا، شاید اسی طرح اسکے دل کو کچھ سکون آجائے۔ اپنے ہاتھ پر موجود وہ داغ ہر بار اسے اسکے جرم کا احساس دلاتا مگر اسی دنیا کو دائمی سمجھتے اپنے گناہ بھول جاتا۔ اس نے ایک ماں سے اسکی اولاد کو چھینا تھا اور اپنے اس جرم کو چھپانے کی خاطر وہ ہر حد سے تجاوز کر گیا تھا یہاں تک کہ وہ دو جانوں کا قاتل بھی تھا۔ اپنے ہر گناہ کا احساس اب اسے بخوبی ہو رہا تھا مگر افسوس کے اب وقت گزر چکا تھا، عمر بھر کا پچھتاوا اسکا ساتھی بن گیا تھا، یہ اذیت اور تکلیف اسے اب باقی عمر برداشت کرنی تھی۔ اسکی معافی اب کیسے ممکن تھی؟ اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے بھی اب بہت دیر ہو چکی تھی مگر کیا توبہ کے لیے بھی کبھی دیر ہوئی ہے؟ اسے اپنے گناہوں کا ہر ممکن حد تک ازالہ کرنا تھا، جس کا آغاز وہ اس حقیقت سے پردہ ہٹا کر کرنے والا تھا، جو اسکی زندگی ہی نہیں بلکہ آخرت بھی برباد کر چکی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد وہ آبرو کے ساتھ اسکے کمرے میں بیٹھی تھی کہ آبرو ایک اہم کام یاد آنے پر صالحہ بیگم کے پاس چلی گئی جو لاؤنج میں سبرینہ کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ رتبہ بھی کمرے سے نکلتے باہر آئی، وہ سیڑھیوں کی جانب جا ہی رہی تھی کہ زاویار کی نظر اس پر پڑی،

"رتبہ!" اپنے نام کی پکار پر وہ رک گئی اور پلٹ کر اس کی جانب دیکھا جو اسی جانب آرہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" ہر بار کی طرح حال پوچھنے والا آج بھی وہی تھا۔

ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟" رتبہ اور وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔"

ایک دم فٹ، آپ بتائیں کب بن رہی ہیں سرٹیفائیڈ ویٹرنیرین!" وہ اسکے سامنے جامنی رنگ کی فراک کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ لیے کھڑی تھی۔"

بس اگلے ماہ ایگزامز ہیں، اس کے بعد انشاءاللہ!" ان نے مسکرا کر جواب دیا کہ اچانک دماغ میں ایک خیال آیا، ایک سوال کا جواب وہ اس سے نہیں پوچھ پائی تھی۔"

مجھے یاد آیا، وہ بارات والے دن تم کسی فیصلے کی بات کر رہے تھے جس میں، میں نے تمہاری مدد کی تھی" وہ پچھلی ملاقات میں بھی یہ سوال پوچھنا بھول گئی تھی۔"

،جی بالکل!" زاویار کے جواب دینے پر وہ دوبارہ بولی"

،کیسا فیصلہ تھا وہ جس میں، میں نے تمہاری مدد کی اور مجھے معلوم ہی نہیں!" وہ بھنویں سکیڑے بولی"

وہ دراصل میں نے۔۔۔۔۔۔شادی کا فیصلہ کیا ہے" شرمانے کی اداکاری کرتے اس نے جواب دیا، جس پر رتبہ حیرت کے مارے کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی، چہرے" کے تاثرات سپاٹ ہو گئے۔

،کیا واقعی؟" وہ حیرت کے مارے صرف اتنا پوچھ سکی، یہ شخص اسکی سمجھ سے بالکل باہر تھا، اس کے سوال پر زاویار نے اثبات میں سر ہلایا، رتبہ نے فوراً خود کو نارمل کیا"

نائس، کانگریٹس" وہ بھول چکی تھی کہ اسکا اصل سوال تو یہ تھا کہ آخر رتبہ نے اسکی کیا مدد کی ہے؟"

تھینک یو" زاویار نے بھرپور طریقے سے مسکراتے ہوئے کہا، وہ خاموش کھڑی تھی جبکہ زاویار اسکے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھنے میں مصروف تھا۔"

"پوچھیں گی نہیں کہ لڑکی کون ہے؟"

یقیناً تمہاری کوئی کولیگ ہو گی!" رتبہ نے بے تاثر چہرہ لیے جواب دیا، یہ خبر اسے اتنا حیران کیوں کر رہی تھی، کچھ تھا جو اسے پریشان کر رہا تھا۔"

نہیں!" نفی میں گردن ہلائی، وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔"

ڈاکٹر ہے وہ" اسکے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھتے وہ لطف اندوز ہو رہا تھا۔"

،اوہ نائس" وہ بمشکل مسکراتے ہوئے بولی"

وہ بھی ویٹرنیرین ہے" اس بار رتبہ کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا جبکہ دوسری جانب موجود زاویار اب اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر چکا تھا۔"

urdunovelsblog

اس سے میری پہلی ملاقات ایک بیکری میں ہوئی تھی، بہت یادگار ملاقات تھی وہ" رتبہ کے دماغ میں جھماکا ہوا، وہ کسی اور کی نہیں، اسی کی بات کر رہا تھا! کانوں میں اسکی" کچھ دیر پہلے کہی ہوئی بات گونجی، "شادی کا فیصلہ!" کچھ لمحے وہ کچھ بول نا سکی مگر سامنے کھڑے اس شخص کو اسی کے انداز میں جواب دینا بھی ضروری تھا۔

اوہ تو یقیناً بہت خوشگوار ملاقات رہی ہوگی "اسے یاد تھا کہ پہلی ملاقات میں ہی اسکی زبان کے جوہر دیکھتے رتبہ کا دل چاہا تھا کہ وہ اس کے سارے کے سارے دانت توڑ" دے۔

ہاں بہت خوشگوار تھی اور یادگار بھی!" وہ جان چکا تھا کہ وہ سمجھ چکی ہے کہ وہ کس کی بات کر رہا ہے۔"

اور پھر یونہی ایک دو جگہ پر اور ہماری ویسی ہی خوشگوار ملاقاتیں ہوئیں اور۔۔۔" وہ ہر بار ایک دوسرے سے کیسے ملتے تھے، وہ دونوں جانتے تھے۔"

،یوں ہی مجھے وہ لڑکی پسند آگئی "زاویار اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا"

،لڑکی راضی ہے؟" رتبہ نے آئبرو اچکاتے سوال کیا"

مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے "زاویار نے فوراً جواب دیا۔"

،ایک بار پوچھ کر دیکھ لو کیا پتہ وہ راضی نہ ہو!" وہ بھی جواباً اسکی آنکھوں میں دیکھتی بولی"

ارے مجھ جیسے حسین و جمیل لڑکے کو کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے بھلا" مقابل بھی خود پسند زاویار تھا۔"

،حُسن کو ایک طرف رکھ کر یہ جواب دو کہ تم اسکے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟" رتبہ کے سوال پر وہ بولنے لگا"

،چاند تارے توڑ کر لانے کا وعدہ تو نہیں کر سکتا، غریب آدمی ہوں صرف عزت اور پیار ہی دے سکتا ہوں" اسکے تاثر دیکھتے رتبہ کو ہنسی آئی"

"اور اگر اس نے انکار کر دیا تو کیا کرو گے؟"

مجھے معلوم ہے وہ انکار نہیں کرے گی، اپنی محبت پر اتنا تو یقین ہے مجھے "اس بات پر رتبہ نظریں پھیرتے دوسری جانب دیکھنے لگی کہ اسے دور سے آبرو اوپر آتی نظر آئی، وہ" ،کمرے میں جانے ہی والی تھی کہ زاویار نے اسے مخاطب کیا

تو کیا وہ لڑکی اب بھی مجھے انکار کر دے گی؟" اس کے سوال پر وہ بغیر جواب دیے مسکراتے ہوئے اندر چلی گئی جبکہ اسکے انداز سے زاویار کو اپنا جواب مل چکا تھا۔"

urdunovelsblog

وہ کمرے میں آئی تو تاشفین اسے سامنے بیڈ پر لیپ ٹاپ گود میں لیے بیٹھا نظر آیا، وہ قدم اٹھاتی اندر آئی اور ڈریسنگ ٹیبل پر بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔ صالحہ بیگم، رتبہ اور حرم

کو وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر چھوڑ کر آئے تھے۔ وہ اسی کام میں مصروف تھی کہ تاشفین نے اسے مخاطب کیا،

آبرو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے" آبرو نے پلٹتے اسکی جانب دیکھا"،

جی کہیں" وہ اس کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھی، تاشفین نے لیپ ٹاپ بند کرتے سائیڈ پر رکھا اور آبرو کی جانب دیکھتے بات کا آغاز کیا"،

میں تو اس چیز کو بہت عرصے سے محسوس کر رہا تھا اور شاید تم نے بھی محسوس کیا ہو کہ زاویار رتبہ کو پسند کرتا ہے" اسکی بات پر آبرو کو حیرانی ہوئی مگر خاموشی سے اسکی"

جانب دیکھتی رہی،

آج اس نے خود مجھ سے بات کی ہے کہ میں امو جان اور صالحہ آنٹی سے بات کروں مگر میں نے سوچا پہلے ایک بار تم سے بات کر لی جائے" وہ اب بھی خاموش رہی۔"

رتبہ تمہاری بہن ہے، اس کے لیے تم جو کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو" اسکی مسلسل خاموشی پر تاشفین بولا"،

زاویار نے آپ سے خود بات کی ہے؟ میرا مطلب کہ کہیں وہ ایسے ہی مذاق میں۔۔۔" اسنے بات ادھوری چھوڑی، وہ زاویار کی عادت سے واقف تھی، اس لیے یہ سوال"

اہم تھا۔

urdunovelsblog

نہیں، نہیں وہ مذاق نہیں کر رہا تھا، سیدھی طرح رشتے کے لیے کہا ہے مجھے" تاشفین کی وضاحت پر آبرو بولنے لگی"،

دیکھیں تاشفین زاویار آپ کی طرح مجھے بھی بہت عزیز ہے، بالکل میری چھوٹے بھائی جیسا اور یقیناً وہ رتبہ کے لیے ایک اچھا ہمسفر ثابت ہو گا مگر میں چاہتی ہوں کہ سب"

سے پہلے رتبہ سے بات کی جائے، اسکی مرضی کو سب سے زیادہ ترجیح دی جائے، یہ اس کی زندگی کا ایک اہم فیصلہ ہے، اس سے پوچھے بغیر میں آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتی" وہ

بات مکمل کرتے خاموش ہوئی،

میں تمہاری بات سے بالکل متفق ہوں آبرو، میں خود یہی چاہتا ہوں کہ پہلے اس بارے میں رتبہ سے بات کی جائے، اسکی مرضی جانی جائے اور یہ تمہیں کو کرنا ہو گا"

آبرو" وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھتا بولا، جس پر آبرو نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ کچھ دیر بعد وہ لیپ ٹاپ دوبارہ گود میں رکھے کام کر رہا تھا جبکہ ساتھ بیٹھی آبرو

سامنے رکھی فائل پر پین سے کچھ لکھ رہی تھی کہ تاشفین کے دماغ میں ایک خیال آیا،

آبرو تمہاری بات ہوئی تھی؟" سوال ادھورا چھوڑتے اس نے آبرو کی جانب دیکھا۔"

،کس سے؟" اس نے مصروف انداز میں سوال کے بدلے سوال کیا جس پر کچھ لمحے کے توقف کے بعد تاشفین بولا"

اپنے تایا سے!" آبرو کا فائل پر چلتا ہاتھ رکا، گردن اٹھاتے تاشفین کی جانب دیکھا، جس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔"

جی آج شام میں بات ہوئی تھی" صالحہ بیگم کی یہاں موجودگی میں ہی انہیں فیضان کی کال آئی تھی۔"

لائبہ کیسی ہے؟" اسکے لہجے میں ایک دم نرمی کا تاثر محسوس ہوا، ابھی کچھ دن پہلے ہی اسکا آپریشن ہوا تھا، جس کی خبر بھی اسے آبرو نے ہی دی تھی اور ابھی ایک ویسا ہی" میڈیکل کیس پڑھتے اسے لائبہ یاد آئی تھی۔

کافی بہتر ہے اب ڈاکٹرز نے ڈسچارج کر دیا ہے، اس سے بھی بات ہوئی تھی آج" آبرو نے وضاحت دی، جس پر تاشفین ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ لیپ ٹاپ سائیڈ پر" رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

ہو سکے تو اگلی بار جب لائبہ سے بات ہو تو میری بھی بات کروانا" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا، کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ پیچھے بیٹھی آبرو افسردہ نظروں سے اسے تب" تک دیکھتی رہی جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

urdunovelsblog

وہ یونیفارم پہنے جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ تین روز پہلے ہی ایک کورس میں اسکا نام آیا تھا، جس کے لیے اسے دو ماہ اپنے گھر سے دور دوسرے شہر جانا تھا۔ وہ موبائل ہاتھ میں تھامے کسی کال کر منتظر تھا۔ اصباح واشروم کا دروازہ بند کرتے باہر آئی، آفاق نے اسکی جانب دیکھا، سرخ ہوتی آنکھیں اور بجھا ہوا چہرہ، وہ دو روز سے دوبارہ پہلے والی خاموش اصباح بن گئی تھی۔

،میری وائٹ شرٹ بیگ میں رکھی ہے؟" آفاق کے مخاطب کرنے پر اس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا"

میری براؤن گھڑی؟ وہ رکھی ہے؟" وہ اسکی چپ توڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اس وقت وہ کن کیفیات سے گزر رہی تھی، وہ جانتا تھا۔ ایک بار پھر خاموشی سے اثبات میں" ،سر ہلایا اور اسکا بیگ جو ایک کونے میں پڑا تھا کھینچ کر سامنے لے آئی

اور میرے شوز؟" اس بار بھی اسکی کوشش ناکام رہی جبکہ دوسری جانب موجود اصباح جانتی تھی کہ اگر وہ اسکے سامنے کچھ دیر اور کھڑی رہی تو خود پر قابو رکھنا اس کے لیے" مشکل ہو جائے گا، اس لیے وہ قدم اٹھاتے باہر جانے کی لگی تھی کہ آفاق نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھامتے اسے اپنے سامنے لا کھڑا کیا، اصباح نے آنسوؤں سے لبریز آنکھیں جھکا لیں مگر آنسو بغاوت کرتے اسکے رخسار پر بہنے لگے، اسکی یہ حالت دیکھتے آفاق بولنے لگا،

اصباح مت رو پلیز اگر تم اس طرح روتی رہی تو میرے لیے جانا مشکل ہو جائے گا" وہ بے بسی سے بولا، اسکے آنسو اب اسکے ضبط کا امتحان لے رہے تھے، پچھلے دو دنوں سے" یہ برسات وقفے وقفے سے جاری تھی۔ اصباح نے فوراً آنسو صاف کرتے اسکی جانب دیکھا،

میں رو نہیں رہی، وہ بس ایسے ہی" وہ صاف جھوٹ بولتے نظریں چرانے لگی"،

میری طرف دیکھو اصباح!" آفاق نے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتے کہا، اصباح نے بمشکل نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا"،

بس دو ماہ کی بات ہے پھر میں واپس آجاؤں گا" وہ اسکے ساتھ خود کو بھی تسلی دے رہا تھا۔ اس بار جانا اسکے لیے بھی آسان نہیں تھا۔ دو ماہ کا سوچ کو اصباح کی آنکھیں پھر سے" بھرنے لگیں، وہ اتنا عرصہ اس کے بغیر کیسے رہے گی! اتنے کم وقت میں وہ اسے اپنا عادی بنا چکا تھا کہ اسکے دور جانے کا سوچ سوچ کر وہ اپنا یہ حال کر چکی تھی۔

اور ان دو ماہ میں، میں صرف ظاہری طور پر تم سے دور ہونگا، تم جب چاہو مجھے کال کر کے مجھ سے بات کر سکتی ہو" وہ اسے دلاسہ دے رہا تھا کہ یہ وقت بھی کٹ جائے گا" جبکہ دوسری جانب موجود اصباح اسے کیا بتاتی کہ فون کال پر بات کرنا اور اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے بات کرنا بہت مختلف ہے، وہ اسے اپنے آس پاس ہی اچھا لگتا تھا، یہ احساس کہ وہ اسکے ساتھ، اسکے پاس موجود ہے، یہی اس کی سب سے بڑی طاقت اور خوشی تھی اور اب یہ احساس دور ہونے جا رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر رونے لگی، آفاق نے اذیت بھرے انداز میں آنکھیں بند کرتے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ بہت چھوٹے دل کی مالک تھی، ہر طرح کا خوف بہت تیزی سے اس کے دل میں سرایت کر جاتا تھا۔

اصباح، اصباح۔۔۔ پلیز اس طرح رونا بند کر دو، مجھ پر رحم کرو، میں تمہیں اس طرح روتا ہوا چھوڑ کر نہیں جا پاؤں گا" اسکے لہجے کی بے بسی دیکھتے اصباح نے فوراً سختی سے" اپنے آنسو صاف کیے، وہ اس کے فرض کی راہ میں رکاوٹ ہر گز نہیں بننا چاہتی تھی، بس اپنے دل پر اختیار وہ اکثر کھو دیتی تھی۔

میں اب نہیں روؤں گی آفاق، آپ پریشان مت ہوں" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہتے بمشکل مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔ وہ اس کی زندگی کا ایک نہایت قیمتی رشتہ" تھا، جس سے منسلک ہزاروں وسوسے اسکے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

شاباش!" وہ مسکرایا"،

تم ایک سولجر کی بیوی ہو اصباح، خود کو مضبوط بناؤ، اگر میرے لیے ممکن ہوتا تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا" اسے یوں چھوڑ کر جانا آفاق کے لیے بھی بہت مشکل "
تھا۔ اسی اثناء میں اسکا فون بجنے لگا، وہ وہی کال تھی جسکا وہ منتظر تھا، کچھ لمحے فون پر بات کرتے اس نے فون کاٹا اور پھر اصباح کی جانب مڑتے اپنے دونوں ہاتھ اسکے کندھوں پر
، رکھتے بولنے لگا

، گاڑی آگئی ہے، اپنا بہت خیال رکھنا اصباح اور پلیز رو رو کر اپنی طبیعت خراب مت کر لینا" اس کی بات پر اصباح نے اثبات میں سر ہلایا "

چلو شاباش، اب مسکراتے ہوئے مجھے رخصت کرو" وہ اسے بہادر اور مضبوط بنانا چاہتا تھا جو مقابل کے لیے بہت مشکل تھا۔ "

آپ بھی اپنا بہت خیال رکھیے گا آفاق اور روز مجھے فون ضرور کیجئے گا" اسکے لہجے میں نمی اب بھی موجود تھی۔ آفاق نے مسکراتے ہوئے اسکے گرد ہاتھ پھیلاتے اسے ساتھ "
لگایا اور بیگ ساتھ لیے وہ دونوں کمرے سے باہر آئے، جہاں رابعہ بیگم اور مہمل پہلے سے موجود تھیں۔ اصباح کی سرخ ہوتی آنکھیں اسکی کیفیات بیان کر رہی تھیں، جنہیں
رابعہ بیگم بخوبی سمجھ سکتی تھیں، وہ ان سب مراحل سے گزر کر ہی آج وہ یہاں پہنچی تھیں۔ آفاق قدم اٹھاتا ان کے قریب گیا، رابعہ بیگم نے آگے بڑھتے اسکا ماتھا چومتے اسے
، ساتھ لگایا

خیر سے جاؤ بیٹا، اللہ تمہارا نگہبان ہو" وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے بولیں، آفاق آگے بڑھتے مہمل سے ملا اور پھر بیگ لیے باہر کی جانب چل پڑا جہاں گاڑی اسکی منتظر "
تھی۔ جاتے جاتے ایک بار اس نے پلٹ کر ان تینوں کہ جانب دیکھا، وہ تین بہادر عورتیں تھیں جو اپنے بیٹے، بھائی اور شوہر کو بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسکے فرض کہ
راہ میں رخصت کر رہی تھیں۔

urdunovelsblog

آسمان پر ہر سو تاریکی تھی، چمکتے ہوئے چاند کے گرد، ستارے بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ آبرو الماری کے سامنے کھڑی صبح کے لیے اپنے کپڑے تیار کر رہی تھی۔ تاشفین
اس وقت سبرینہ کے پاس تھا۔ وہ یونہی کام میں مصروف تھی کہ کچھ دیر بعد کمرے میں تاشفین داخل ہوا، آبرو نے پلٹ کر اسے دیکھا، وہ اپنی الماری کی جانب بڑھتے کچھ
، تلاشنے لگا

آبرو تم نے میرا وہ بلیک کوٹ دیکھا ہے، جو کل پہنا تھا میں نے ؟" اپنی تلاش میں ناکام ہوتے اس نے آبرو کو مدد کے لیے پکارا، آبرو قدم اٹھاتے اسکی الماری کی جانب "
بڑھی، تاشفین نے پیچھے ہٹتے اسے راستہ دیا اور کچھ دیر بعد وہ کوٹ نکال کر اسے تھما چکی تھی۔ تاشفین نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا، دونوں نے ایک ہی جگہ پر اسے تلاش
کیا تھا، تاشفین کو دس منٹ کی تلاش کے بعد بھی نہیں ملا جبکہ آبرو نے محض ایک منٹ میں ڈھونڈ کر اسے تھما دیا تھا۔

وہ شاید میں نے صحیح سے دیکھا نہیں ہوگا" وہ کوٹ پکڑتے ہوئے مدھم آواز میں بولا، جس پر آبرو مسکراتے ہوئے واپس الماری کی جانب پلٹ گئی جہاں ایک کوٹ کی تلاش" میں تاشفین باقی سب کپڑوں کر بے ترتیب کر گیا تھا۔ باقی سب چیزوں کر ترتیب دیتے اسکی نظر کریم کلر کے کوٹ کی جیب سے نکلتے ایک رومال پر پڑی، اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ رومال نکالا، جسے دیکھتے اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں، یہ رومال وہ اچھی طرح پہچانتی تھی۔ وہ رومال ہاتھ میں تھامے پلٹی، تاشفین کی نظر اسکی جانب اٹھی اور اسکے ہاتھ میں موجود رومال پر جا کر رکی، آبرو قدم اٹھاتی اسکے قریب آئی جبکہ تاشفین کی نظر اسکے حیرت زدہ تاثرات پر پڑی

یہ تو وہی رومال ہے نا تاشفین جو میں نے آپ کو۔۔۔؟" اسکے لہجے سے اسکی حیرانی واضح تھی۔"

،ہاں یہ وہی ہے، ہماری پہلی ملاقات کی نشانی!" تاشفین بیڈ پر بیٹھتا، مسکراتا ہوا بولا"

میرا مطلب یہ آپ نے اتنا سنبھال کر کیوں رکھا ہوا ہے؟" وہ واقعی حیرت زدہ تھی کہ اس نے ایک رومال اب تک سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔"

قیمتی چیزیں سنبھال کر رکھی جاتی ہیں آبرو!" وہ ایک جملے میں آبرو کو لاجواب کر چکا تھا۔"

،یعنی آپ تب سے ہی۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑی"

،ہاں کہہ سکتے ہیں یعنی وہ ہماری پہلی ملاقات تھی جس میں ہم اجنبی تھے اور وقت کے ساتھ ساتھ اجنبیت اپنایت میں بدل گئی" آبرو قدم اٹھاتی بیڈ پر آ بیٹھی"

،تمہیں یاد ہے وہ ملاقات؟" تاشفین کے سوال پر آبرو فوراً بولی"

جی، جی اچھی طرح یاد ہے کہ کیسے آپ نے ایک اجنبی کی خاطر خود کو خطرے میں ڈالا تھا" اسے وہ واقعہ آج بھی اچھی طرح یاد تھا۔"

،مگر دیکھو اس کا نتیجہ آج وہ اجنبی میری بیوی کی حیثیت سے میرے ساتھ بیٹھی ہے" وہ اسکا ہاتھ تھامتے ہنستے ہوئے بولا، جس پر آبرو کے ماتھے پر کچھ بل پڑے"

یعنی اگر میری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو آج وہ آپکی بیوی ہوتی؟" آبرو کے سوال پر تاشفین کو اپنی جملے کی نوعیت کا احساس ہوا۔"

،اب میں نے ایسا تو نہیں کہا" وہ صفائی دیتے بولا"

پر میں تو یہی سمجھی ہوں، خیر آپ کو واقعی کافی شوق ہے اجنبیوں کی مدد کرنے کا" وہ بھنویں سکیڑے بولی، اسے اچھے سے یاد تھا کہ اسے کتنا گہرا زخم آیا تھا۔ جس پر تاشفین"
،بولنے لگا

تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے وکیل صاحبہ، دوسروں کی مدد کے لیے تو تم بھی پیش پیش رہتی ہو" وہ مزے سے کہتا آبرو کو سوچنے پر مجبور کر گیا۔"

،میں سمجھی نہیں!" مگر کچھ یاد نہ آنے پر آبرو بولنے لگی"

تھوڑا یاد کرو، مٹی کے برتن، سڑک پر ایک لڑکے سے لڑائی۔۔۔"تاشفین کے بولنے کی کچھ ہی لمحے بعد آبرو کو وہ واقعہ یاد آیا، جب اسکی شہریار سے لڑائی ہوئی تھی۔"

،اوہ تو آپ وہاں موجود تھے تاشفین؟"تاشفین نے اثبات میں سر ہلایا، جس پر آبرو کو شرارت سوجھی"

،یعنی آپ تب سے میرا پیچھا کر رہے ہیں"آبرو کی بات پر تاشفین ہنستے ہوئے بولنے لگا"

اب محبت میں اتنی بھی بری حالت نہیں تھی میری کہ تمہارا پیچھا کرتا پھرتا، وہ تو بس میں وہاں سے گزر رہا تھا تو دیکھا کہ کوئی بہادر لڑکی سڑک پر کھڑی کسی کے حق میں آواز"

،اٹھا رہی ہے جس کے نتیجے میں کسی بگڑے ہوئے لڑکے کی شامت آئی ہوئی ہے"وہ مسکراتے ہوئے بولا، جس پر آبرو بھی مسکرائی

"خیر اس وقت میرا تمہارے لیے قائم کیا گیا پہلا تاثر تبدیل ہو گیا تھا، اس وقت تم ایک بہادر اور نڈر لڑکی کے طور پر مجھ پر اپنا تاثر چھوڑ چکی تھیں"

،اور پہلا تاثر کیا تھا؟"آبرو نے فوراً سوال کیا، جس کا جواب دینے سے پہلے تاشفین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے کان کے قریب جھک کر جواب دیا"

ضدی لڑکی!"وہ یہ کہہ کر رکا نہیں جبکہ پیچھے بیٹھی آبرو پہلے خفگی سے اسے جاتا دیکھتی رہی اور پھر مسکراتے ہوئے سر جھٹکتے، وہ رومال اٹھاتے دوبارہ کام میں مصروف" ہو گئی۔

urdunovelsblog

کچھ روز پہلے ہی بزنس کے سلسلے میں فیاض صاحب کو ملک سے باہر جانا پڑا تھا اور پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ غفار انکے ساتھ نہیں تھا۔ فائقہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی گہری سوچ میں گم تھیں، ان کا دماغ آج کل بس ایک ہی بارے میں سوچتا رہتا، نجانے کیوں مگر غفار کے ساتھ ہوئے حادثے کے بعد اب انہیں ہر وقت ایک خوف لاحق رہتا کہ کہیں انکے ساتھ بھی ایسا کچھ نہ ہو جائے۔ اپنے کیے گئے گناہ اب انہیں یاد آ رہے تھے، جن میں انکا شریک جرم غفار تھا۔ صرف وہی جانتا تھا کہ شاہزین انکی سگی اولاد نہیں ہے، وہ بہت عرصے تک انہیں بلیک میل کرتے ان سے بھاری رقم نکلواتا رہا تھا مگر پچھلے چند سالوں سے اس نے ان سے پیسے مانگنا چھوڑ دیے تھے۔ انہیں بے اختیار یاد آنے لگا کہ کیسے انہوں نے غفار کے ساتھ مل کر ایک ماں کی گود اجاڑ کر اپنی زندگی آباد کی تھی اور اب قدرت نے اسکے ساتھ وہی بے رحم سلوک کیا تھا، جس کا شاید وہ واقعی حقدار تھا مگر اسکے ساتھ وہ بھی تو اس جرم میں اسکے ساتھ شریک تھیں تو کیا اب ان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہونے والا تھا؟ کیا انکی اولاد بھی۔۔۔۔! ۔اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکیں

ایک دم شہریار کا خیال آیا، گھڑی کی جانب دیکھتے انہوں نے فون اٹھاتے اسے کال ملائی، رات کے گیارہ بج چکے تھے اور صبح سے فائقہ کی اس سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ پہلی بار کال کرنے پر اس نے کال نہیں اٹھائی، فائقہ بیگم نے دوبارہ کال ملائی، اس بار فون اٹھالیا گیا۔

،شہریار بیٹا، کہاں ہو تم؟"دوسری جانب سے بولے جانے والے ہیلو کے جواب میں وہ پوچھنے لگیں"

اچھا اوکے "دوسری جانب سے شہریار کا جواب سنتے وہ بولیں اور فون واپس سامنے رکھ دیا۔ وہ شاہزین کے ساتھ تھا اور واپسی کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا وہ قدم اٹھاتی اپنے" کمرے کی جانب چل پڑیں، وہ بے خبر تھیں کہ جلد ایک حادثہ ان کی زندگی کو بھی اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے۔

صالحہ بیگم کے کمرے سے نکلتے، آبرو کا رخ رتبہ کے کمرے کی جانب تھا۔ وہ کچھ دن کے لیے اپنے گھر آئی تھی جبکہ اصباح کو یہاں آئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ آفاق کے جانے کے بعد وہ دو ہفتے رابعہ بیگم کے پاس ہی رہی تھی اور اب اپنے میکے آئی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو نظر رتبہ پر پڑی جو بیڈ پر اکیلی بیٹھی تھی۔

اصباح کہاں گئی؟"وہ کچھ دیر پہلے جب یہاں انکے پاس آئی تھی تو اصباح اداس چہرہ لیے رتبہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔"

،آفاق بھائی کا فون آیا اور میڈم ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر باہر چلی گئیں"رتبہ کی بات پر وہ مسکرائی"

اسکا موڈ کیسا تھا اب؟"وہ شام سے ہی کافی اداس گھوم رہی تھی۔"

urdunovelsblog

فکر مت کرو، اسکی ساری اداسی سب دور ہو جائے گی"وہ جانتی تھی کہ یہ اصباح کا روز کا معمول ہے، پہلے کال کے انتظار میں اداس گھومنا اور پھر بات ہوتے ہی ساری اداسی" دور ہو جانا۔

رتبہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے"آبرو کو یاد آیا کہ وہ یہاں اس سے کیا بات کرنے آئی تھی۔"

،ہاں کہو"رتبہ اسکی جانب متوجہ ہوئی"

،تمہارے لیے ایک رشتہ آیا ہے"رتبہ نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا"

،میرے لیے؟"حیرانی سے سوال کیا، آبرو نے اثبات میں سر ہلایا"

،کس کا اور کب؟"وہ سوال کرتے اسکے قریب ہوئی"

زاویار کا!"اس بار اسکی حیرت میں مزید اضافہ ہوا، بے اختیار اسکی اس دن والی باتیں یاد آنے لگیں، جن پر غور کرتے وہ انہیں مذاق سمجھ کر ٹال چکی تھی، وہ اکثر مذاق میں" ایسی باتیں کر جاتا تھا مگر اس بار وہ مذاق نہیں کر رہا تھا۔

اس نے تاشفین سے تمہارے بارے میں بات کی ہے"آبرو کی نظر اسکے چہرے کے بدلتے تاثرات کی جانب تھی، جہاں پہلے حیرت تھی مگر اب کوئی اور تاثر جھلک رہا تھا۔"

اس نے تاشفین بھائی سے خود بات کی ہے؟"وہ تصدیق چاہتی تھی۔"

ہاں اور وہ چاہتا ہے کہ تاشفین اموجان اور امی سے بات کریں"ایک مسکراہٹ نے اسکے لبوں کو چھوا، جسے چھپانے کی کوشش میں وہ سر جھکا گئی مگر اسکی یہ کوشش آبرو کی" نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

پر تاشفین نے پہلے ان سے بات اس لیے نہیں کی تاکہ میں تمہاری رضامندی جان سکوں"رتبہ خاموش رہی۔"

،کیا تم اس رشتے کے لیے راضی ہو"آبرو نے سوال پر وہ بولنے لگی"

اگر تم سب کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو میں بھی راضی ہوں۔۔۔۔میرا مطلب کہ فیصلہ تو تم اور امی کی کرو گے۔۔۔۔۔جو مناسب لگے"وہ نظریں ملائے بغیر بات کر رہی" تھی۔

یعنی تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟"آبرو کو اپنا جواب مل چکا تھا مگر اب وہ رتبہ کو تنگ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔"

اگر تم سب کو نہیں ہے تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں!"وہ بات کو گھماتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔"

،ہماری بات مت کرو، اپنا بتاؤ"آبرو بضد ہوئی"

ہاں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"اس نے صاف جواب دیا۔"

،اور اگر میں کہوں کہ مجھے اعتراض ہے تو پھر؟"رتبہ نے فوراً اسکی جانب دیکھا اور تیزی سے بولی"

،کیا اعتراض ہے؟ میرا مطلب کہ۔۔۔"بات ادھوری چھوڑی"

"بات مکمل کرو رتبہ"

،نہیں کچھ نہیں" وہ نفی میں سر ہلاتے بولی"

،میں تمہاری بہن ہوں رتبہ، جو کہنا ہے کھل کر کہو" آبرو کے دوبارہ کہنے پر بول پڑی"

میرا مطلب یہ تھا کہ تمہیں اعتراض رشتے سے ہے یا زاویار۔۔۔" وہ خاموش ہوگئی۔"

،زاویار پر اعتراض ہے مجھے" آبرو کے جملے پر وہ فوراً بول پڑی"

"کیسا اعتراض؟"

،یہی کہ وہ تو پہلے ہی میری بہن کو اپنے لیے قائل کر چکا ہے" رتبہ نے اسکے ہونٹوں پر آتی مسکراہٹ دیکھی"

یہاں تک کہ اس نے ایک لمحہ سوچے بغیر فوراً رشتے کے لیے رضامندی دے دی" رتبہ کو اب اپنی غلطی کا احساس ہوا، وہ بھول گئی تھی کہ مقابل آبرو ہے، جو چھوٹی چھوٹی" چیزیں بھی نوٹ کر لیتی ہے۔ اسکی بات پر رتبہ نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے،

،تمہیں واقعی کوئی اعتراض نہیں ہے نا آبرو؟" اسکے سوال پر وہ مسکرائی"

ارے بالکل نہیں، میں تو بس تمہاری مرضی جاننا چاہتی تھی جو مجھے معلوم ہوگئی" اس نے مسکرا کر جواب دیا جس پر رتبہ کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔"

urdunovelsblog

رات کے دو بج چکے تھے، وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی تھیں مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، نیند کی گولیاں بھی اب ان پر اثر نہیں کرتی تھیں وجہ چھ سالوں سے انکا مستقل استعمال تھا۔ اس بڑے گھر کی مالک، آرام دہ بستر پر لیٹی وہ امیر عورت نیند جیسی نعمت سے محروم تھی۔ طرح طرح کی سوچیں، خوف انکا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ یونہی بستر پر لیٹی تھیں کہ ایک دم انکا فون بجنے لگا، رات کے اس پہر کون انہیں فون کر سکتا تھا؟ ہاتھ آگے بڑھاتے فون اٹھایا، وہ کوئی انجان نمبر تھا۔ اس سے پہلے کہ کال کٹ جاتی فائقہ بیگم کال اٹینڈ کر چکی تھیں۔

،ہیلو" اٹھ کر بیٹھتے انہوں نے فون کان سے لگایا، ایک اجنبی آواز کانوں سے ٹکرائی"

جی میں فائقہ لاشاری بات کر رہی ہوں" وہ جو بھی تھا ان سے ہی بات کرنا چاہتا تھا مگر دوسری جانب سے بولی جانے والی اگلی بات پر انہیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا، وہ" لحاف ہٹاتے فوراً بیڈ سے اتریں۔

کب۔۔۔۔کیسے۔۔۔۔۔۔کون۔۔۔۔کون سے ہاسپٹل میں؟"ان کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی،الفاظ ساتھ چھوڑ چکے تھے۔"

میں۔۔۔میں آرہی ہوں"وہ اپنے حلیے کی پرواہ کیے بغیر باہر بھاگیں، تیزی سے ڈرائیور کے پاس پہنچیں۔ بار بار اس شخص کے الفاظ کانوں میں گونجتے،وہ حواس باختہ ہو گئی" تھیں،ان کی پاؤں تلے سے زمین نکل چکی تھی۔ڈر اور خوف کے مارے انکا جسم کانپنے لگا تھا۔کچھ دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھتے ہسپتال جارہی تھیں۔مکافات عمل کی چکی میں پسنے کی باری اس باران کی تھی۔

وہ ہسپتال کی راہداری میں کھڑی تھیں، بے حال، بے بس اور پریشان۔شاہزین اور شہریار دونوں ہی اس وقت اپریشن تھیٹر میں تھے۔تیز رفتاری کے باعث انکی گاڑی ایک ٹرک سے بہت بڑی طرح ٹکرائی تھی، جس کے نتیجے میں وہ دونوں تشویش ناک حالت میں ہسپتال لائے گئے تھے۔گاڑی بھی بری حالت میں پولیس کی تحویل میں تھی۔وہ راہداری میں ادھر سے ادھر ٹہلتے بار بار فیاض کو فون ملارہی تھیں جن کا نمبر بند آرہا تھا۔وہ ان کے سیکرٹری کو بھی کال کر چکی تھیں مگر سگنلز کی کمی کے باعث وہ ان تک پیغام پہنچانے میں ناکام رہی تھیں۔وہ اس وقت خود کو شدید اکیلا محسوس کر رہی تھیں،ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ڈاکٹرز باہر آئے اور جو خبر وہ فائقہ لاشاری کو دے رہے تھے،انہیں اپنے قدموں پر کھڑا ہونا اب دشوار لگنے لگا تھا،انکے پیروں تلے زمین کھینچ لی گئی تھی۔شہریار کی ریڑھ کی ہڈی شدید متاثر ہوئی تھی، جس کے باعث اسکا نچھلا دھڑ مفلوج ہو گیا تھا جبکہ دائیں بازو کی ہڈی بھی پوری طرح ٹوٹ گئی تھی،دوسری جانب شاہزین کے سر پر گہری چوٹ آئی تھی جبکہ اسکی بائیں ٹانگ متاثر ہوئی تھی اور دونوں ہی تین گھنٹے گزر جانے کے بھی بے ہوشی کہ حالت میں تھے۔یہ کیا ہو رہا تھا، یہ سب، ایک دم،انکی اولاد کس حال میں تھی!وہ روتے ہوئے بار بار اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو تسلی دے رہی تھیں کیونکہ اس وقت انکے پاس دلاسہ دینے والا بھی کوئی نہیں تھا۔انکا جسم اب بھی کپکپاہٹ کا شکار تھا۔ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی انہیں غفار اس جانب آتا دکھائی دیا،اسے دیکھتے انکا دماغ فوراً انہیں احساس دلانے لگا کہ یہ سب قدرت کا انصاف ہے،انکے اعمال کا نتیجہ ہے جو آج دوسروں کی اولاد ان سے چھین کر آج خود اپنی اولاد کے لیے تڑپ رہی تھیں۔اولاد کا غم کتنا کرب ناک ہوتا ہے وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھیں۔وہ مسلسل بے آواز رو رہی تھیں، عمر بھر کی معزوری انکی اولاد کا مقدر بن گئی تھی۔کچھ دیر بعد ڈاکٹرز ایک اچھی خبر لیے باہر آئے،ان دونوں کی حالت خطرے سے باہر تھی مگر اگلے 24 گھنٹوں میں انکا ہوش میں آنا بے حد ضروری تھا۔فائقہ بیگم کے دل میں ہزاروں وسوسے پیدا ہونے لگے کہ اگر شہریار کو ہوش نہ آیا تو پھر۔۔۔وہ سوچ بھی نہ سکیں۔آگے بڑھتے انہوں نے ڈاکٹر سے اجازت لی اور شہریار کے پاس چلی گئیں،اتنا سب ہو جانے کے باوجود بھی انہیں صرف اپنے بیٹے کی پرواہ تھی کیونکہ اپنا خون اپنا ہی ہوتا ہے!جبکہ انکا یہ عمل دیکھ کر غفار نے افسوس سے سر جھٹکا،وہ چوٹ کھانے کے بعد بھی نہیں سنبھلی تھیں۔غفار ڈاکٹر سے شاہزین کے بارے میں پوچھتے قدم اٹھاتا اس شخص کی جانب چل پڑا، جس کا وہ مجرم تھا!

وہ بستر پر لیٹے اس معذور انسان کو دیکھ رہی تھیں، جو انکی واحد اور اکلوتی اولاد تھا۔ شہریار کو اس حالت میں دیکھتے انکا دل خون کی آنسو رو رہا تھا۔ ان دونوں کو ہوش آ چکا تھا مگر دو دن گزر جانے کے باوجود حالت میں کوئی بہتری نہیں آئی تھی۔ شہریار کا نچلا دھڑ تو مکمل مفلوج ہو گیا تھا جبکہ باقی جسم میں بھی حرکت نہ ہونے کے برابر تھی، اسے جب بھی ہوش آتا تو وہ اپنی بے بسی پر رونے اور چیخنے لگتا، اسکے آنسو فائقہ لاشاری کے دل پر گرتے تھے۔ رو رو کر انکی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ دوسری جانب ہوش میں آنے کے باوجود بھی شاہزین غنودگی کی حالت میں رہتا، اسکے سر پر لگا زخم کافی گہرا تھا مگر ڈاکٹرز کے مطابق وہ اب پہلے سے کافی بہتر تھا اس لیے وہ کل اسے ڈسچارج کرنے والے تھے مگر شاہزین کے متعلق وہ فائقہ بیگم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے تھے اس کے ٹیسٹ کے رپوٹس کے بارے میں مگر فائقہ بیگم کے لیے شاید اس وقت صرف انکا بیٹا ہی اہم تھا، اس لیے وہ ڈاکٹر سے بات کرنے نہیں گئی تھیں۔ فیاض صاحب کو اطلاع دی جا چکی تھی مگر موسم کی خرابی کے باعث ان کی فلائٹ کینسل ہو گئی تھی اور اب وہ تین روز بعد ہی واپس پاکستان پہنچ سکتے تھے۔ فائقہ لاشاری اتنی آزمائش کے باوجود بھی نانصافی کرنے سے باز نہیں آئی تھیں۔ ان دو دنوں میں وہ صرف دو سے تین بار کچھ دیر کے لیے شاہزین کے پاس گئی تھیں، باقی کا سارا وقت وہ شہریار کے پاس ٹھہرتی تھی، چاہے وہ انکی سگی اولاد نہ تھا مگر پیدائش سے لے کر اب تک انہوں نے ہی اسے پالا تھا تو کیا ممتا کا احساس بھی انہیں اس کی جانب نہیں کھینچتا تھا۔ شاہزین کے پاس اس دن سے غفار موجود تھا جو شاید اپنے گناہوں کا ازالہ کرنے کا آغاز کر چکا تھا۔

وہ گاڑی سے اترتے، شل قدموں سے اندر داخل ہوئیں، آج اس حادثے کو پانچ روز گزر جانے کے بعد انہیں معلوم ہوا تھا کہ اس وقت گاڑی شہریار نہیں بلکہ شاہزین چلا رہا تھا۔ وہ شدید غصے کی کیفیت میں اندر جا رہی تھیں۔ ان کا بیٹا آج صرف شاہزین کی وجہ سے اس حال میں تھا۔ خود وہ ٹھیک ہو کر گھر آ گیا تھا مگر انکا بیٹا عمر بھر کے لیے معذور ہو گیا تھا صرف اسکی وجہ سے! وہ انکے بیٹے کا مجرم تھا، اسکی اس حالت کا ذمہ دار!

وہ اندر داخل ہوئیں تو وہ انہیں لاؤنج میں ہی بیٹھا نظر آیا، اسے دیکھتے ہی انہیں شہریار کی اذیت ناک حالت یاد آئی، جس کا ذمہ دار سامنے بیٹھا وہ شخص تھا، جس سے انکا کوئی رشتہ نہیں تھا، ہاں انکا اس سے کوئی رشتہ نہیں تھا جبکہ دوسری جانب شاہزین قدم اٹھاتا انکی جانب آیا، اسکے ماتھے پر اب بھی پٹی موجود تھی جبکہ ٹانگ کا زخم اب بہتر تھا!

"مام، شہریار اب کیسا ہے؟" وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد اس سے ملنے گیا تھا مگر وہ اس وقت ہوش میں نہیں تھا اور اس دن سے وہ گھر پر ہی موجود تھا۔ ٹانگ پر بندھی پٹی بھی آج صبح ہی اتری تھی۔ فائقہ لاشاری سپاٹ چہرہ لیے اسے دیکھتی رہیں، انہیں اس چہرے میں صرف اپنے بیٹے کا مجرم دکھائی دے رہا تھا جبکہ وہ بھول گئی تھیں کہ سامنے کھڑا شاہزین چاہے انکا خون نہیں تھا مگر اسے حاصل کر کے ہی انکی زندگی میں بہار آئی تھی۔ وہ انکا مجرم نہیں تھا بلکہ وہ خود اسکی مجرم تھیں، اسے اس کے اصل خاندان سے دور رکھنے کا جرم انہوں نے ہی کیا تھا۔ انہیں خاموش دیکھتے شاہزین نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھا،

مام، شہریار ٹھیک ہے نا؟" اس کے لہجے میں اپنے بھائی کے لیے فکر تھی، جو اس وقت فائقہ لاشاری محسوس کرنے سے قاصر تھیں۔ وہ بھول بیٹھی تھیں کہ وہ ایک حادثہ" تھا، اس میں کسی کا قصور نہیں تھا۔ دماغ میں چلتی سوچوں کے ساتھ انہیں شہریار کی حالت یاد آتی، جس پر آنکھوں میں تپش لیے انہوں نے اپنے کندھوں پر رکھے شاہزین کے ہاتھ جھٹکے، شاہزین ان کی اس حرکت پر حیران ہوا،

نہیں ہوں میں تمہاری ماں، نہیں ہوں، کوئی رشتہ نہیں میرا تم سے!" وہ چلاتے ہوئے بولیں جبکہ ان کی بات پر شاہزین حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔"

"آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں مام، میں شہریار۔۔۔۔"

نام مت لو میرے بیٹے کا اپنی گندی زبان سے، تم۔۔۔ تم۔۔۔ مجرم ہو میرے بیٹے کے، اس کی اس حالت کے ذمہ دار صرف تم ہو" اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ" فائقہ لاشاری اسکی بات کاٹتے چلاتے ہوئے اسکا گریبان پکڑ چکی تھیں۔ گھر کے ملازمین بھی شور سن کر لاؤنج میں آ گئے تھے۔

میں جانتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے مگر میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا، میں تو خود۔۔۔۔" فائقہ بیگم کی ہر حرکت اسے حیرت میں مبتلا کر رہی تھی۔ اسکی ماں اسکا" گریبان پکڑے کھڑی تھی۔

سب تمہارا ہی قصور ہے، صرف تمہارا بلکہ۔۔۔۔" وہ پاگل ہو چکی تھیں۔"

تمہارا نہیں قصور تو میرا ہے جو تم جیسے آستین کے سانپ کو پالا، اتنا بڑا کیا کہ وہ میری ہی اولاد کو کھا گیا" وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھیں۔"

urdunovelsblog

یہ آپ کیا کہا کہہ رہی ہیں مام؟" شاہزین کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اسکا گریبان اب بھی فائقہ کے ہاتھ میں تھا۔"

تمہیں سمجھ نہیں آ رہا کہ مجھے مام مت کہو، نہیں ہوں میں تمہاری ماں بلکہ تمہارا اس گھر کے کسی بھی فرد سے کوئی رشتہ نہیں ہے" وہ ہزیانی انداز میں چلائیں، آس پاس باقی" لوگوں کہ موجودگی کو وہ فراموش کر بیٹھی تھیں۔

ایک قاتل سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا" وہ بولتے ہوئے اسکا گریبان چھوڑتے پیچھے ہوئیں، وہ چیخ چیخ کے تھک چکی تھیں۔"

، میں قاتل نہیں ہوں مام!" شاہزین کی آواز پر وہ دوبارہ اس کے قریب آئیں"

ہو تم قاتل، اپنے باپ کے قاتل!" یہ انکشاف شاہزین سمیت باقی سب کو بھی حیران کر گیا، ملازم فائقہ لاشاری کی یہ حالت دیکھ کر حیرت زدہ تھے۔"

ارے جس نے اپنے باپ تک کو نہ چھوڑا، اس کے سامنے میرا بیٹا کیا معنی رکھتا ہے" وہ آج ہر اس راز سے خود پردہ اٹھا رہی تھیں، جن کو چھپانے کی خاطر وہ اپنی ساری عمر" گزار آئی تھیں۔

،بس کر دیں مام، میں نے ڈیڈ۔۔۔" شاہزین کی آواز میں اس بار غصہ شامل تھا مگر اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے فائقہ لاشاری بول اٹھیں"

،جس کو تم ڈیڈ کہہ رہے ہو اس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں، وہ تمہارا نہیں صرف شہریار کا باپ ہے، ہم سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں" وہ دوبارہ چلانے لگیں"

،تم صرف میرے بیٹے کے ہی مجرم نہیں ہو بلکہ اپنے سگے باپ کے قاتل ہو، قاتل!" وہ با آواز بلند چلائیں"

آج سے سات سال قبل تم نے جس شخص کو اپنی گاڑی سے کچلا تھا، وہ تھا تمہارا باپ!" شاہزین کو دھچکا لگا، ایک ہی لمحے کی دیری سے اسے سب یاد آ چکا تھا۔"

!آپ جھوٹ بول رہی ہیں مام!" اس بار شاہزین چلایا، ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ شخص۔۔۔ وہ اسکا باپ کیسے ہو سکتا تھا"

،میرا بیٹا اس حال میں نہ ہوتا!" شاہزین کو ایک دم گزرے ماہ میں فائقہ کا بدلا رویہ یاد آیا"

،تم جیسے انسان کو اتنے سال پالنے کی سزا ملی ہے مجھے!" شاہزین کو اب وہاں کھڑا ہونا دشوار لگنے لگا، وہ قدم اٹھاتا تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا"

اس سچ کو چھپانے کی سزا میرا بیٹا بھگت رہا ہے" فائقہ مسلسل بول رہی تھیں۔ اس نے کمرے میں جاتے اپنا موبائل ٹیبل پر رکھا اور دراز سے گاڑی کی چابی نکالتے تیز تیز قدم" اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ اسکا موبائل وہیں ٹیبل پر پڑا رہا۔ لاؤنج سے گزرتے اسے وہاں فائقہ لاشاری دکھائی نہیں دیں، شاید سارا زہر اگل کر اب وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ ان کی باتیں یاد آتے ہی اس کے قدموں میں تیزی آئی اور وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

سڑک پر دوڑتی گاڑی میں موجود شخص آج واقعی زندگی سے ہارا ہوا شخص لگ رہا تھا۔ اپنی حقیقت سے ناآشنا، سب حاصل کر کے بھی خالی ہاتھ، وہ کوئی اور نہیں شاہزین لاشاری تھا۔ ماتھے پر بندھی پٹی کے ساتھ وہ گاڑی چلا رہا تھا۔ کانوں میں فائقہ لاشاری کی باتیں گونج رہی تھیں، ذہنی دباؤ کے باعث اسے مسلسل چکر آ رہے تھے۔ ایک دم اسے اپنے چہرے پر نمی محسوس ہوئی، وہ رو رہا تھا۔ سماعت سے بار بار فائقہ بیگم کی آواز ٹکراتی، جیسے وہ اب بھی اس کے سامنے کھڑی اس پر اس کی حقیقت آشکار کر رہی ہوں۔ اسے ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا کہ کیسے وہ اس میں اور شہریار میں فرق کرنے لگی تھیں تو کیا وہ سچ کہہ رہی تھیں؟ دماغ بار بار اسے گزرے واقعات یاد دلاتا جو اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ بدلا ہوا رویہ، ان دونوں کے درمیان فرق یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ وہ شاہزین انکا خون نہیں تھا، اسے سب یاد آ رہا تھا کہ کیسے وہ اسے بخار میں چھوڑ کر بھی

شہریار کے پاس گئی تھی، ہر بار اسے فوقیت دینا معمولی بات نہیں تھی اور اگلے ہی لمحے اسے خیال آیا کہ اگر واقعی وہ سچ کہہ رہی تھیں تو کیا وہ اپنے باپ کا قاتل ہے ؟! ایکسیڈنٹ کا منظر آنکھوں کے سامنے آنے لگا، اس نے ایک بار پلٹ کر اس شخص کو نہیں دیکھا تھا، اس کے بارے میں کیسی کیسی باتیں کی تھیں، اسے بے اختیار چکر آنے لگے، سامنے کا منظر دھندلانے لگا، اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر اس کے ساتھ یہ کیا ہوا ہے ! اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس پر ایسی بھی کوئی حقیقت آشکار ہو سکتی ہے، اپنی ساری زندگی وہ اپنے اصل، اپنی حقیقت سے ناآشنا رہا، ایک دھوکے اور فریب کی زندگی گزارتا رہا۔ جس کو وہ ماں کہتا تھا وہ اس کی ماں نہیں تھی، جس کو باپ کہتا وہ اس کا باپ نہیں پر آخر اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا ! وہ آج خالی ہاتھ تھا، اپنے ہی باپ کا قاتل ! سامنے کا منظر دھندلانے پر گاڑی بے قابو ہوئی اور زور سے ایک درخت سے کا ٹکرائی مگر وہ نقصان سے محفوظ رہا۔ اس نے ایک نظر آس پاس ڈالی نجانے وہ سوچوں میں گم کہاں آپہنچا تھا۔ گاڑی کو دوبارہ سٹارٹ کرنے کی کوشش کی، جس میں وہ ناکام ٹھہرا ! اکتاہٹ کا شکار ہوتے وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر آیا، درخت سے ٹکرانے کے باعث گاڑی کا کافی نقصان ہوا تھا اور اب گاڑی دوبارہ سٹارٹ نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ واپس اندر جاتے اپنا موبائل تلاشنے لگا مگر اس کوشش میں بھی وہ ناکام ٹھہرا کیونکہ اپنا موبائل تو وہ گھر ہی چھوڑ آیا تھا۔ وہ واپس باہر آتے آس پاس دیکھنے لگا، یہ ایک سنسان سڑک تھی، کچھ دیر وہ کھڑا کسی اور گاڑی کا انتظار کرتا رہا مگر جب اگلے دس منٹ تک وہاں سے کوئی گاڑی نہ گزری تو مجبوراً وہ قدم اٹھاتا ایک جانب چلنے لگا۔ چال میں لڑکھڑاہٹ تھی جبکہ سر مسلسل گھوم رہا تھا۔ دماغ میں ایک بار پھر فائقہ لاشاری کی باتیں، ماضی کے منظر گھومنے لگے، اسکا چیخ چیخ کر رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ ایک آبادی کے نزدیک پہنچا، وہ کافی پسماندہ علاقہ تھا۔ کچھ قدم مزید بڑھائے تو اسے میکینک کی ایک دکان نظر آئی جو سڑک کی دوسری جانب تھی۔ وہ اس جانب بڑھنے لگا، اسکا سر مسلسل گھوم رہا تھا کہ عین سڑک کے بیچ پہنچتے، وہ اپنا توازن سنبھال نہ پایا اور دائیں جانب سے آتی گاڑی سے ٹکرا گیا۔ اسکا سر زور سے زمین پر لگا، سفید پٹی سرخ ہونے لگی، ایک ٹانگ سے بھی خون بہنے لگا۔ لوگ بھاگتے ہوئے اس کے قریب آئے، وہ بند ہوتی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو تیزی سے اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے حیات صاحب کے ایکسیڈنٹ کا منظر لہرایا پھر فائقہ لاشاری سے ہوئی آخری ملاقات کا منظر لہرایا اور کچھ ہی لمحے بعد اسکی آنکھیں مکمل طور پر بند ہو گئیں۔ لوگ اسکے کپڑے کھنگالتے اسکا پتا معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ اپنے ساتھ اپنی پہچان کا کوئی سامان نہیں لایا تھا۔ اتنے بڑے بزنس کا مالک شاہزین لاشاری سڑک پر لاوارث اور بے نام و نشان لاش کی طرح پڑا تھا۔ جس میں زندگی کی تھوڑی سی رمق باقی تھی۔ یہی انسان کی زندگی کی حقیقت ہے، عروج ہمیشہ زوال کو اپنے ساتھ لاتا ہے اور عروج میں اپنے خدا کو بھول کر اپنا اصل بھول جانے والوں کا زوال شاہزین لاشاری جیسا ہوتا ہے!

وہ فون ہاتھ میں لیے اپنے باغیچے کے سامنے بیٹھی تھی۔رات کا یہ پہر پہلے بھی آفاق کے نام ہوتا تھااور اب بھی!اسکی موجودگی یا غیر موجودگی اسکے لیے مقرر کردہ وقت کو تبدیل نہیں کر پائی تھی مگران دوماہ میں اس کی بہت سی عادتیں بدل گئی تھیں۔ہنسنے مسکرانے کی جو عادت اسے آفاق کی ہمراہی نے بخشی تھی وہ اسکے دور جانے پر بہت کم ہوگئی تھی۔اب پھر چھوٹی چھوٹی باتوں پر اسکی آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے۔شام میں چائے پینا بھی وہ چھوڑ چکی تھی اور وجہ اس شخص کی غیر موجودگی تھی جس کا ساتھ ہی اس ایک کپ چائے کو ذائقہ دار اور لذیذ بناتا تھا۔کچھ عادتیں خاص لوگوں کے ساتھ مشروط ہو جاتی ہیں اور پھر ان کی غیر موجودگی میں انسان وہ عادتیں ترک کر دیتا ہے۔وہ اب بھی اسی کے فون کی منتظر تھی،آفاق ہر روز اسے اسی وقت فون کیا کرتا تھا۔اسے یاد تھا کہ ان دوماہ میں شاید ہی کوئی ایسا دن گزرا ہو جب اس نے آفاق کو یاد کرتے آنسو نہ بہائے ہوں۔وہ بہت کم عرصے میں اس کے لیے بہت زیادہ اہم ہو چکا تھا۔وہ اسکا ہمسفر تھا،اسکا شوہر،اسکی زندگی میں خوشیوں کا سبب،اسکی مسکراہٹ کی وجہ،سب سے بڑھ کر اسکا محافظ تھا۔یہ دوماہ اسکے لیے کافی مشکل تھے اور اب بالآخر یہ دشوار وقت ختم ہونے جا رہا تھا۔وہ انہی خیالوں میں گم تھی کہ اسکا فون بجنے لگا،سامنے جگمگاتا نام دیکھ کر اس کو لبوں کو ایک خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا۔کال اٹینڈ کرتے اس نے فون کان سے لگایا۔معمول کی کچھ باتیں کرتے اصباح کو ایک دم وہ بات یاد آئی جو آج اسے آفاق سے پوچھنی تھی۔

آپ 20 تاریخ سے پہلے آجائیں گے نا آفاق؟"اس کی آواز میں موجود بے چینی آفاق محسوس کر سکتا تھا مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ایک مخصوص تاریخ کے بارے میں پوچھنے" کی کیا وجہ ہے۔اس مہینے کی 18 تاریخ کو اسے گئے پورے دوماہ مکمل ہو جانے تھے۔

نہیں 20 سے پہلے تو ممکن نہیں ہو پائے گا"اصباح کو ایک دم مایوسی نے آن گھیرا۔"

،کیوں؟آپ کو گئے دوماہ تو پہلے ہی پورے ہو جائیں گے؟"اسکے بولنے پر آفاق مسکرایا"

ہاں مگر شاید کچھ دن اور لگ جائیں"وہ جانتا تھا کہ 20 تاریخ کو اصباح کی سالگرہ ہے،شادی کے بعد پہلی سالگرہ مگر وہ انجان بنتے ہوئے اسے تنگ کر رہا تھا۔"

ویسے 20 تاریخ کو کچھ خاص ہے کیا؟"اس کی بات پر اصباح نے غصے سے فون کی سکرین کی جانب دیکھا،جیسے آفاق اسکی گھورتی نظریں محسوس کرتے اپنا بیان بدل دے گا۔"

نہیں کچھ خاص نہیں ہے،میں بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی"وہ غصے پر قابو پاتے بولی،وہ جانتی تھی کہ فون کے اس پار بیٹھا آفاق بھی مجبور ہے۔"

اچھا یہ بتاؤ کتنی پینٹنگز بنالی ہیں تم نے؟"وہ موضوع بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

ایک بھی نہیں!"اصباح کی آواز میں چھائی اداسی وہ محسوس کر سکتا تھا۔"

"پر کیوں؟"

،میرا دل نہیں چاہتا" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی"

اب آپ واپس آجائیں آفاق، بہت ہو گیا، اب مزید دیر مت کیجئے گا" وہ رونے لگی تھی۔"

اصباح پلیز یار مت رو، بس کچھ دن اور یہ دوری برداشت کر لو پھر ہم دونوں ساتھ ہوں گے" وہ رو رہی تھی جبکہ آفاق اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ وہ" کتنے کمزور دل کی مالک ہے۔

میں ٹھیک ہوں، آپ پریشان مت ہوں، اپنا خیال رکھیے گا آفاق!" وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے بولی اور فون کاٹ دیا۔ وہ اس کے سامنے مزید آنسو بہاتے اسے پریشان" نہیں کرنا چاہتی تھی۔

آسمان پر مکمل تاریکی کا راج تھا، ہر سو خاموشی چھائی ہوئی تھی جسے چیرتے ہوئے ایک ایمبولینس اس چھوٹے سے سرکاری ہسپتال کی عمارت کے سامنے آرکی۔ ہسپتال میں اس وقت رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ ایمبولنس کے رکتے ہی ایک سٹریچر جو باہر نکالا گیا، جس پر ہوش و حواس سے بیگانہ شاہزین موجود تھا۔ ہسپتال کے عملے کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی اسے لیے ہسپتال میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک اس گاڑی کا ڈرائیور تھا، جس سے شاہزین ٹکرایا تھا، باقی اس حادثے کے عینی شاہد علاقائی لوگ تھے۔ وہ شاہزین کو سب سے قریبی ہسپتال میں لائے تھے۔ شاہزین کے سر پر بندھی سفید پٹی سرخ ہو چکی تھی جبکہ بازو اور ٹانگ سے بھی خون تیزی سے بہہ رہا تھا، اسکا ایک کے بعد دوسرا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، حالت بہت غیر ہو چکی تھی۔ اسے فوراً ایمرجنسی میں لے جایا گیا جبکہ وہ لوگ باہر راہداری میں کھڑے تھے۔ شدید تلاش کے باوجود بھی انہیں شاہزین کے پاس اس کی شناخت کا کوئی نشان نہ ملا تھا، نہ موبائل تھا نہ اسکا کارڈ۔ اسکا موبائل گھر پر تھا جبکہ شناخت کا باقی سامان وہ گاڑی میں ہی چھوڑ آیا تھا مگر وہ لوگ اس کے حلیے سے اندازہ لگا چکے تھے کہ اس کا تعلق کسی امیر گھرانے سے تھا۔ وہ ان کے نزدیک ایک امیر مگر لاوارث اور بے نام و نشان انسان تھا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹرز باہر آئے، شاہزین کی حالت خطرے سے باہر تھی مگر سر کا زخم گہرا ہونے کے سبب وہ اب تک بے ہوش تھا۔ ہسپتال کا بل اس شخص نے ادا کیا تھا، جس کی گاڑی اس حادثے کا سبب بنی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اسے ہوش آچکا تھا، جس پر ڈاکٹرز اسے ایمرجنسی سے وارڈ میں منتقل کر چکے تھے۔ ہوش میں آنے کے باوجود بھی اس نے اپنے آس پاس موجود چیزوں اور انسانوں کو دیکھتے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ خاموش تھا، بے حد خاموش!

جبکہ اسکے ساتھ آئے لوگ اس کے بولنے کے منتظر تھے مگر اسکی یہ حالت دیکھتے ان سب کو اب صبح کا انتظار تھا تا کہ وہ اس کے گھر والوں کا سراغ لگاتے خود کو اس مشکل سے آزاد کر سکیں۔

گھڑی پر اس وقت رات کے 2 بج رہے تھے۔ وہ آج پھر تاشفین کی منتظر تھی۔ وہ تین گھنٹے پہلے کال کر کے اسے اطلاع دے چکا تھا کہ وہ آج لیٹ ہو جائے گا۔ وہ کمرے میں بیٹھی بار بار گھڑی کی جانب دیکھتی کہ ایک دم گاڑی کا ہارن اسکی سماعت سے ٹکرایا۔ وہ کمرے سے نکلتے لاؤنج میں آئی، سامنے ہی تاشفین اسے اندر آتا دکھائی دیا۔ تاشفین نے نظریں اٹھاتے اس کی جانب دیکھا، وہ اسکے انتظار میں اب تک جاگ رہی تھی۔ آبرو قدم بڑھاتی آگے آئی جبکہ تاشفین اسے سلام کرتے صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھکاوٹ اسکے چہرے سے واضح تھی، آبرو کو وہ کچھ اداس بھی لگ رہا تھا۔ وہ آنکھیں موندے گردن صوفے کی پشت سے لگائے بیٹھا تھا۔ آبرو نے آگے بڑھتے ٹیبل پر پڑا اسکا کوٹ اٹھایا، تاشفین نے آنکھیں کھولتے اسکی جانب دیکھا

"سوری یار آج پھر میں بہت لیٹ ہو گیا، تمہیں میری وجہ سے اتنا انتظار کرنا پڑا"

"میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ سوری مت کہا کریں، میں سمجھتی ہوں کہ آپ کے کام کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ دیر سویر ہو جاتی ہے" وہ مسکرایا

"کیسا رہا آپ کا دن؟" آبرو کے اس سوال پر اسکی مسکراہٹ کچھ سمٹ گئی۔

"بس ٹھیک تھا" اسکے لہجے سے واضح تھا کہ کوئی ایسی بات ہے جو وہ اس سے چھپا رہا تھا۔

"کیا ہوا تاشفین سب ٹھیک ہے نا؟" آبرو اسکے پاس آبیٹھی۔ اس نے رخ اسکی جانب موڑتے بات کا آغاز کیا

"وہ سرجری تھی نا، جس کا میں نے کال پر ذکر کیا تھا، وہ۔۔۔۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکی" یہ جملہ کافی تھا، آبرو اسکی کیفیت سمجھ گئی تھی۔ شادی کے بعد وہ جب بھی اسے پریشان دکھائی دیتا تو وجہ اکثر کوئی ایسا مریض ہوتا، جس کی جان بچانے میں وہ کامیاب نہیں ہو پایا تھا۔ ایک انسانی جان کے ضیاع فوراً بھول جانا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ آبرو نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اسکا ہاتھ تھاما

"آپ نے مریض کو بچانے کے لیے اپنی پوری کوشش کی تھی نا؟" تاشفین نے اثبات میں سر ہلایا

"تو بس پھر آپ پریشان مت ہوں، آپ نے اپنا فرض ذمہ داری سے پورا کیا ہے، اس کا اجر آپ کو اللہ ضرور دے گا" تاشفین اسکی آنکھوں میں دیکھتا، اسکی باتیں سن رہا تھا۔

کہنا آسان ہے مگر سمجھنا بہت مشکل ہے کہ اسی میں اللہ کی رضا تھی، بہت سی چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں، ہم لاکھ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر پاتے اور" زندگی اور موت کا اختیار تو اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، جتنا ہم سے ہو سکے اتنی کوشش کر سکتے ہیں اور آخر میں دعا کے علاوہ ہم انسانوں کے پاس کوئی اور راستہ نہیں ،ہوتا" وہ ہر بار اسے ایسے ہی تسلی دیتی تھی۔ تاشفین نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا کہ ایک دم آبرو کو اس کے جسم کی حدت محسوس ہوئی

آپ کو تو بخار ہو رہا ہے تاشفین!" وہ اب ہاتھ اسکے ماتھے پر رکھ چکی تھی۔"

،نہیں! بخار نہیں ہے، بس تھوڑا سا سر میں درد ہے" اسکی بات سنتے آبرو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی"

چلیں آپ کمرے میں جائیں، فریش ہوں، میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں پھر آپ میڈیسن لے کر آرام کیجئے گا" وہ جانتی تھی کہ آج رات کا کھانا وہ ہسپتال میں ہی" کھا چکا ہے۔ آبرو کہہ کر رکی نہیں جبکہ تاشفین ایک آسودہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے کمرے میں چلا گیا۔ وہ ڈاکٹر تھا مگر اپنے لیے کسی ڈاکٹر کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوتی اور یہ کمی اب آبرو پوری کرتی تھی۔

فجر کی آذان کے بعد آسمان پر چھائی تاریکی دور ہونے لگی تھی۔ روشنی کی ننھی ننھی کرنیں آسمان کو روشن کرنے لگی تھیں، ہر سو اجالا ہونے لگا تھا مگر کچھ لوگوں کی زندگی میں اندھیرا ہمیشہ کے لیے اپنے پنجے گاڑ چکا تھا۔ وہ شہریار کے بیڈ کے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں، نظریں ہوش و حواس سے بیگانہ شہریار پر تھیں جسے کچھ دیر پہلے ہی شدید تکلیف میں ہونے کے باعث بے ہوشی کا انجیکشن دیا گیا تھا۔ وہ جب بھی ہوش میں آتا تو تکلیف اور بے بسی کے مارے چیخنے چلانے لگتا، اسکی یہ حالت دیکھتے فائقہ بیگم کا دل خون کے آنسو روتا۔ اپنی اولاد کو تکلیف میں دیکھنا اس قدر کربناک ہوتا ہے، انہیں اندازہ نہیں تھا۔

شاہزین کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر خود کو نارمل کرتے واپس شہریار کے پاس آ گئی تھیں اور رات سے اب تک وہ یہیں موجود تھیں۔ انہیں اپنے کیے پر کوئی افسوس نہ تھا بلکہ شہریار کی حالت دیکھ کر انہیں اپنا عمل بالکل درست لگتا، وہ اسی قابل تھا کہ اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا جاتا، انہیں افسوس تھا تو ایک ہی بات کا کہ وہ یہ قدم اٹھانے میں بہت دیر کر چکی تھیں۔ شہریار کی بگڑتی حالت دیکھتے انہیں بار بار شاہزین پر غصہ آتا، انہیں ایک بار بھی خیال نہیں آیا کہ وہ کہاں ہو گا؟ کس حال میں ہو گا؟ انہیں تکلیف یاد تھی تو صرف اپنی اولاد کی! وہ بھول گئی تھیں کہ وہ بھی تو زخمی تھا، جسمانی زخم تو اسے اس حادثے نے دیے تھے جبکہ فائقہ بیگم تو اسکی روح کو بھی زخمی کر چکی تھیں، اتنے سال اسے اولاد کی طرح پالنے کے باوجود بھی، ان کا اپنا خون اس ممتا کے جذبے پر بھاری تھا جو انہیں شاہزین کے لیے محسوس ہونا چاہیے تھا۔ وہ یونہی نم آنکھوں سے شہریار کی جانب دیکھ رہی تھیں کہ انہیں ایک شناسا آواز سنائی دی، کچھ ہی لمحے بعد کمرے کا دروازہ کھلا، فائقہ بیگم نے اس جانب دیکھا، آنے والا کوئی اور نہیں بلکہ فیاض لاشاری تھے۔

سبرینہ آج صالحہ بیگم کے گھر آئی تھیں۔اس روز رتبہ کی جانب سے رشتے کے لیے رضامندی، آبرو تاشفین کو دے چکی تھی، جس پر تاشفین نے سبرینہ سے بات کی تھی اور آج وہ باقاعدہ طور پر صالحہ بیگم سے بات کرنے آئی تھیں۔انہیں رتبہ اور زاویار کے رشتے پر کوئی اعتراض نہ تھا اور ویسے بھی وہ اولاد کی پسند کو ترجیح دینے والی عورتوں میں سے تھیں۔سامنے پڑے چائے کا کپ اٹھاتے انہوں نے صالحہ بیگم کو مخاطب کیا،

تم نے رتبہ کے بارے میں کیا سوچا ہے صالحہ ؟"رتبہ دو دن پہلے ہی اپنا آخری پیپر دے کر فارغ ہوئی تھی۔"

کس بارے میں ؟"آبرو نے اس متعلق ان سے کوئی بات نہیں کہ تھی کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ پہلے سبرینہ کی رضامندی جانی جائے۔"

اس کی شادی کے بارے میں ؟ کوئی رشتہ ہے تمہاری نظر میں ؟"اپنا مطالبہ رکھنے سے پہلے وہ ان کے خیالات جاننا چاہتی تھیں۔"

اب تو ماشاءاللہ اس کی تعلیم بھی مکمل ہو گئی ہے"انہوں نے کپ واپس ٹیبل پر رکھا۔"

نہیں سبرینہ ابھی تک تو میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سوچا، میں چاہتی ہوں کہ اس کے فرض سے بھی جلد سبکدوش ہو جاؤں مگر میری نظر میں کوئی مناسب رشتہ نہیں ہے"صالحہ بیگم نے اپنی بات مختصراً انکے گوش گزاری،

کہو تو میں تمہیں ایک مناسب رشتہ بتاؤں ؟"سبرینہ نے گہری سانس لیتے کچھ توقف کے بعد کہا"،

ہاں ضرور"صالحہ بیگم انکی جانب متوجہ تھیں۔"

صالحہ میں رتبہ کو اپنے زاویار کی دلہن بنانا چاہتی ہوں"سبرینہ لہجے میں نرمی کا تاثر لیے بولی، جس پر کچھ لمحے انکے درمیان خاموشی چھاگئی،ایک جانب صالحہ بیگم انکی بات پر حیران تھیں تو دوسری جانب سبرینہ انکے جواب کی منتظر!

اس رشتے میں صرف میری ہی نہیں بلکہ زاویار کی رضامندی بھی شامل ہے"وہ انکی خاموشی کی وجہ بھانپنے کی کوشش کر رہی تھیں۔جس پر انہیں صالحہ بیگم کی آنکھوں میں نمی نظر آئی،

urdunovelsblog

ہمیں شادی کی کوئی جلدی نہیں ہے، بس منگنی کی ایک چھوٹی سی رسم ہو گی پھر جب مناسب وقت آئے گا تو ہم دونوں کی شادی طے کر دیں گے پر اس سب کے لیے تمہاری" رضامندی اہم ہے، اگر تمہارا دل مطمئن ہے تبھی بات آگے بڑھے گی" صالحہ بیگم کی آنکھوں سے آنسوان کے رخسار پر آ گرے، یوں اتنے عرصے بعد اپنی دوست سے ملنا ایک غیر معمولی بات تھی اور پھر یوں اسکے آنے سے زندگی کی ہر پریشانی کا یوں حل ہونا بھی کسی معجزے سے کم نہ تھا۔

کیا کوئی پریشانی ہے صالحہ ؟" وہ انکے آنسو سیکھتی بولیں، صالحہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔"

"تو پھر یہ آنسو کیسے ؟"

یہ خوشی کے آنسو ہیں سبرینہ، میں اس وقت ایک خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوں کہ اللہ نے تمہاری صورت میں، میرے لیے ایک فرشتہ دنیا میں بھیجا ہے، جو میری ہر مشکل" کو آسان بنا دیتا ہے" وہ سبرینہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بول رہی تھیں۔

میں تمہاری کتنی مشکور ہوں، یہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی، تم نے آبرو کی طرح میری رتبہ کے لیے بھی ایسا سوچا" لہجے میں شکر گزاری تھی۔"

ایسے مت کہو صالحہ، تمہارے بیٹیاں ہیں ہی اتنی اچھی اور سلجھی ہوئی، ایک نے آکر میرا گھر جنت بنایا ہے اور دوسری اسے مزید سنوارے گی" صالحہ بیگم کے ہونٹوں پر" مدھم مسکراہٹ ابھری اور اس لمحے ان دونوں نے محسوس کیا کہ ان کے درمیان برسوں پرانی دوستی کا رشتہ آج اور مضبوط ہو گیا ہے۔

urdunovelsblog

سڑک پر دوڑتی گاڑی میں فیاض لاشاری کے ہمراہ فائقہ لاشاری بیٹھی تھیں۔ دوپہر کے بارہ بج چکے تھے، سارا وقت شہریار کے پاس رکتے، اب وہ گھر جا رہے تھے۔ فیاض صاحب کے اصرار پر فائقہ بیگم بھی ان کے ساتھ گھر جا رہی تھیں۔ فیاض صاحب نے فائقہ لاشاری کی جانب دیکھا، جو سنجیدہ چہرہ لیے بیٹھی تھیں، رو رو کر سوجی ہوئی ،آنکھیں، ویران چہرہ وہ بے حد پریشان تھیں۔ فیاض صاحب نے آگے بڑھتے انکا ہاتھ تھاما

پریشان مت ہو فائقہ، اب میں آگیا ہوں نا، دیکھنا بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا، میری بات ہوئی تھی ڈاکٹرز سے اگر وہ شہریار کے لیے کچھ نہیں کر پائے تو ہم اسے علاج" کے لیے باہر لے جائیں گے، وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا" وہ انہیں تسلی دیتے بولے، جس پر فائقہ بیگم خاموشی سے انہیں دیکھتی رہیں۔ کچھ دیر بعد وہ گھر پہنچ گئے تھے۔ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی فائقہ بیگم فوراً اپنے کمرے میں کی جانب چلی گئیں جبکہ فیاض صاحب فون کان سے لگائے کسی سے بات کرنے میں مصروف تھے۔ کال ختم ہوتے ہی ،انہوں نے سامنے کھڑے ملازم کو آواز دیتے اپنے پاس بلایا

شاہزین کہاں ہے ؟" اسکے پاس آتے ہی فیاض صاحب نے سوال کیا، جس پر ملازم نے کوئی جواب نہ دیا۔"

اپنے کمرے میں ہے؟" ایک اور سوال، اس بار ملازم نے جواب دینا ضروری سمجھا۔"

"نہیں صاحب"

تو کیا پھر وہ باہر گیا ہوا ہے؟" وہ حیران ہوئے، اپنی صحت کی اسے ذرا پرواہ نہیں تھی۔"

،جی وہ دراصل، وہ۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔" ملازم کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی جبکہ فیاض لاشاری کی سوالیہ نظروں پر وہ بولنے لگا"

دراصل۔۔۔۔وہ بیگم صاحبہ اور شاہزین صاحب کے درمیان شدید بحث ہوئی تھی، جس پر وہ غصے میں اپنی گاڑی لیے باہر چلے گئے" فیاض لاشاری نے حیرت سے اسکی"

،جانب دیکھا

"کب گیا تھا وہ؟"

" !کل شام میں"

تو کیا وہ رات کو بھی گھر نہیں آیا؟" انکی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔"

نہیں صاحب، وہ رات میں بھی نہیں آئے" اسکی بات سنتے فیاض صاحب نے فوراً فون نکالتے شاہزین کو کال ملائی، بیل جا رہی تھی مگر دوسری جانب سے وہ فون نہیں اٹھا" رہا تھا۔ تین چار بار اسے کال کرنے پر بھی اس نے فون نہیں اٹھایا۔ وہ ہمیشہ یونہی کرتا تھا، وقت پر فون اٹھانا شاید اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ فیاض لاشاری نے غصے اور پریشانی کے ملے جلے جذبات لیے فواد کو کال ملائی، وہ یقیناً اسی کے پاس گیا ہوگا۔ دو بیل جانے کے بعد ہی دوسری جانب سے فون فواد اٹھا چکا تھا۔

،ہیلو، فواد بیٹا" وہ فوراً بولے"

شاہزین تمہارے ساتھ ہے؟" اسکے کچھ کہنے سے پہلے وہ دوسرا سوال کر چکے تھے۔"

نہیں انکل، وہ میرے ساتھ نہیں ہے مگر کیا ہوا؟ سب خیریت ہے نہ؟ وہ فیاض صاحب کے لہجے میں موجود پریشانی محسوس کر چکا تھا جبکہ اسکا جواب سنتے اب فیاض لاشاری" واقعی شاہزین کے لیے بہت پریشان ہو گئے تھے۔

،تمہاری اس سے آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟" انہوں نے فواد سے ایک اور سوال کیا"

تین دن پہلے، جب وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوا تھا" اس جواب پر دوسری جانب ایک دم خاموشی چھا گئی۔"

انکل سب ٹھیک ہے نا، آپ۔۔۔" اسکی بات ادھوری رہ گئی۔"

شاہزین کی کل شام سے کوئی خبر نہیں، وہ کہاں ہے، کس کے ساتھ ہے، کچھ معلوم نہیں! اوپر سے وہ فون بھی نہیں اٹھا رہا" ان کی آواز میں موجود بے بسی فواد محسوس کر" سکتا تھا۔ شاہزین کی یہ لاپرواہی، اتنی دیر گھر سے باہر رہنا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی مگر اس بار اسکی طبیعت کے پیشِ نظر وہ دونوں متفکر تھے۔

آپ پریشان مت ہوں انکل، میں آرہا ہوں پھر ہم دیکھتے ہیں اس معاملے کو" فواد یہ کہتے فون کاٹ چکا تھا جبکہ فیاض لاشاری چہرے پر فکرمندی کے تاثرات لیے موبائل" ہاتھ میں پکڑے کھڑے تھے۔

وہ آج کورٹ سے گھر جلدی آگیا تھا۔ تاشفین نے صبح میں ہی اسے بتایا تھا کہ سبرینہ آج صالحہ کے گھر رشتے کی بات کرنے جائیں گی۔ فریش ہو کر وہ سیدھا لاؤنج میں آیا، جہاں ، سامنے ہی اسے نور کچن کی جانب جاتی نظر آئی

اموجان کہاں ہیں؟" وہ اسکے پاس آتا بولا، اسکے لہجے سے بے چینی ظاہر تھی۔"

urdunovelsblog

، اپنے کمرے میں!" نور جواب دیتی مسکرائی، وہ جانتی تھی کہ اس اضطراب کی وجہ کیا ہے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سبرینہ کے کمرے میں داخل ہوا"

اسلام علیکم اموجان کیسی ہیں آپ؟" لہجہ کافی خوشگوار تھا۔ سامنے بیڈ پر بیٹھی سبرینہ نے مسکراتے ہوئے اسکی جانب دیکھا، جواب انکے پاس آ بیٹھا تھا۔"

وعلیکم السلام، میں ٹھیک ہوں بیٹا، تم بتاؤ آج اتنی جلدی گھر کیسے آ گئے؟" حیرت کی بات تھی کہ وہ آج 2 بجے ہی گھر موجود تھا۔"

آج کچھ خاص کام نہیں تھا تو سوچا گھر ہی چلا جاؤں" اسکی جلدی واپسی کی وجہ سبرینہ بھی خوب سمجھتی تھیں۔"

"آپ کہیں گئی تھی آج؟"

، ہاں صالحہ کی طرف گئی تھی" مصروف انداز میں جواب دیتے سبرینہ نے کمرے میں داخل ہوتی نور کی جانب دیکھا"

صالحہ آنٹی کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟" وہ انجان بن رہا تھا، جیسے وہ نہیں جانتا کہ ان کے جانے کا اصل مقصد کیا تھا۔"

ہاں، ہاں الحمدللہ وہ ٹھیک ہے" وہ پر سکون انداز میں بولیں۔ کچھ لمحے ان دونوں کے درمیان خاموشی چھاگئی۔ زاویار چاہتا تھا کہ سبرینہ خود ہی بات کا آغاز کریں جبکہ سبرینہ" اسکی جانب سے سوال کی منتظر تھیں۔

آپ کی ان سے کوئی بات ہوئی؟" بالآخر زاویار نے ہی بات کا آغاز کیا، اسکے لیے مزید انتظار کرنا اب مشکل تھا۔"

، کیسی بات؟" سبرینہ کے انجان بننے پر نور نے بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی"

"بھائی نے آپ کو کچھ نہیں بتایا تھا کہ۔۔۔"

، اوہاں یاد آیا۔۔۔ میں نے صالحہ سے بات کی تھی" انکی بات پر زاویار کو کچھ اطمینان ہوا"

تو پھر کیا جواب دیا انہوں نے؟" اسکے لہجے میں اضطراب واضح تھا جبکہ اسکے تاثرات اسکی کیفیات کے عکاس تھے۔"

وہ اس رشتے پر راضی نہیں ہیں" زاویار کو لگا اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے مگر سبرینہ کے افسوس بھرے تاثرات انکی بات کی صداقت کے شاہد تھے۔"

پر کیوں؟ میرا مطلب، وہ۔۔۔" وہ افسوس اور حیرانی کے باعث کچھ بول ہی نہیں پا رہا تھا۔"

بیٹا وہ لڑکی کی ماں ہے، اس کے پاس اعتراض کے لیے بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں!" سبرینہ نے اسے سمجھانا چاہا، نور سبرینہ کی اداکاری اور زاویار کے تاثرات دیکھتی محظوظ" ہو رہی تھی۔

مگر پھر بھی اموجان، آپ ان سے پوچھتیں نہ کہ انکار کی کیا وجہ ہے؟" زاویار کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ صالحہ رشتے سے انکار کر چکی ہیں۔"

زاویار بات سمجھنے کی کوشش کرو بیٹا، میں نے رشتہ مانگا، انہوں نے انکار کر دیا، بات ختم! مزید تفصیلات میں پڑنے سے معملات خراب ہو جاتے" سبرینہ کی اداکاری سے" نور واقعی متاثر ہوئی تھی۔

مگر پھر بھی اموجان، کوئی وجہ تو ہو گی؟" وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہا تھا۔"

دراصل انہیں رتبہ کے لیے ایک سلجھے ہوئے اور اچھے لڑکے کی تلاش ہے اور تم اس پر پورا نہیں اترتے، سو انہوں نے انکار کر دیا" اس بار بولنے والی نور تھی، زاویار نے" ، نور کو گھورتے ہوئے سبرینہ کو مخاطب کیا

اموجان آپ بتائیں مجھے کہ انہیں کیا اعتراض ہے، کچھ تو بتایا ہو گا نا آنٹی نے؟" وہ نور کی بات کو نظرانداز کرتے بولا، وہ بہت سنجیدہ تھا۔ سبرینہ کو اب اس پر ترس آرہا تھا۔"

،اتنے بے چین کیوں ہو رہے ہو تم؟" نور دوبارہ بولی"

،اموجان اسے کہیں چپ ہو جائے، میں بہت پریشان ہوں" سبرینہ نے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیا اور آگے بڑھتے اسکا ہاتھ تھاما"

،زاویار بیٹا پریشان مت ہو" زاویار نے حیرت سے انکی جانب دیکھا"

،صالحہ کو تمہارے اور رتبہ کے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولیں"

"تو پھر یہ سب۔۔۔؟"

میں مذاق کر رہی تھی بیٹا، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میرا بیٹا اس قدر پریشان ہو جائے گا" سبرینہ مسکراتے ہوئے بولیں، زاویار کو اب تک ان کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔"

"آپ سچ کہہ رہی ہیں نا؟"

،ہاں بیٹا، وہ راضی ہیں، کچھ دنوں میں تمہاری اور رتبہ کی منگنی کی رسم کرنے کا ارادہ ہے ہمارا، یہ سب تو بس۔۔۔" انکی نظر نور کی جانب اٹھی"

،مجھے اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ یہ سب اسکا پلین ہو گا، تمہیں تو میں بعد میں دیکھتا ہوں نور میڈم!" اسکی بات کے جواب میں نور اسے منہ چڑھاتے ہوئے بولی"

آپ نے دیکھا اموجان، یہ کس قدر بے چین ہو گیا تھا، کتنی جلدی ہے اسے شادی کی!" وہ اسے چڑا رہی تھی۔"

انکار کی خبر سنتے ہوائیاں اڑ گئی تھیں محترم کے چہرے سے!" نور کو آج صحیح موقع ملا تھا اسے تنگ کرنے کا، زاویار بعد میں اس سے حساب برابر کرنے کا ارادہ کرتے سبرینہ"
،کی جانب پلٹا

تھینک یو سو مچ اموجان، آپ بہت اچھی ہیں" وہ انکا ہاتھ چومتا بولا، جس پر سبرینہ نے مسکراتے ہوئے اسکا ماتھا چوما۔"

،فیاض صاحب تیز تیز قدم اٹھاتے فائقہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوئے

شاہزین کہاں ہے فائقہ؟" وہ سامنے بیڈ پر ہی بیٹھی تھیں۔"

مجھے نہیں معلوم!"مختصر جواب دیتے وہ خاموش ہوئیں۔"

تمہاری اس سے کس بات پر بحث ہوئی تھی؟ کیا کہا تھا تم نے اسے؟"انکے لہجے میں سختی تھی۔فائقہ بیگم کو انکے پہلے سوال پر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ انہیں شاہزین کی غیر" موجودگی کے بارے میں علم ہو چکا ہے۔

،شہریار کی حالت دیکھنے کے بعد بھی آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میں نے اسے کیا کہا تھا؟"وہ اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑی ہوئیں"

مگر اس میں شاہزین کا کیا قصور ہے فائقہ؟"انہیں معلوم تھا کہ حادثے کے وقت گاڑی شاہزین ہی چلا رہا تھا۔"

،وہ ہی مجرم ہے، میرے بیٹے کا، اسے اس حال میں پہنچانے والا!"وہ چلائیں"

کیا ہو گیا ہے تمہیں فائقہ، وہ بس ایک حادثہ تھا"انہیں فائقہ لاشاری پر غصے کے ساتھ ساتھ ترس بھی آ رہا تھا۔"

حادثہ نہیں تھا، یہ سب اس نے جان بوجھ کر کیا ہے"وہ دوبارہ بولیں، جس پر فیاض لاشاری کو انکی ذہنی حالت پر شک ہوا، وہ کیسی باتیں کر رہی تھیں۔"

"وہ بھی ہمارا بیٹا ہے فائقہ، تم ایک بیٹے کی خاطر دوسرے بیٹے کو یوں۔۔۔۔۔"

نہیں ہے وہ ہمارا بیٹا، نہیں ہے!" وہ ہزیانی انداز میں چلائیں، فیاض صاحب کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہیں۔"

تم بالکل پاگل ہو گئی ہو فائقہ"وہ افسوس سے گردن ہلاتے کمرے سے باہر نکل گئے۔"

کچھ دیر بعد فواد انکے ساتھ موجود تھا۔موبائل کی لوکیشن ٹریس کرتے انکی حیرت میں اضافہ ہوا، موبائل کی لوکیشن مسلسل گھر کی ہی آ رہی تھی اور کچھ دیر کی تلاش کے بعد وہ موبائل انہیں شاہزین کے کمرے سے مل چکا تھا۔اب پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔شاہزین کی گاڑی کی لوکیشن معلوم ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔تقریباً دو گھنٹے بعد پولیس کی مدد سے وہ گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔گاڑی کی حالت دیکھ کر وہ کچھ پرسکون ہوئے کیونکہ درخت سے ٹکرانے کے باوجود اسکا کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا مگر سوال اب بھی وہی تھا کہ اگر گاڑی یہاں تھی تو شاہزین کہاں تھا؟

urdunovelsblog

وہ آج ہسپتال سے گھر جلدی آگیا تھا اور اتفاقاً آبرو بھی 4 بجے تک گھر پہنچ گئی تھی۔ان دونوں کی واپسی پر زاویار مٹھائی لیے انکا منتظر تھا۔وہ آج بے حد خوش تھا، اسکی ہر حرکت سے خوشی واضح جھلک رہی تھی۔صالحہ بیگم سبرینہ کے جانے کے فوراً بعد ہی آبرو کو کال کرتے اطلاع دے چکی تھیں جبکہ تاشفین کو یہ خبر گھر پہنچے پر زاویار کی طرف سے ملی تھی۔تاشفین اپنے کمرے میں فون کان سے لگائے کھڑا تھا کہ آبرو کمرے میں داخل ہوئی اور ایک نظر تاشفین کو دیکھتے بیڈ پر بکھرا سامان سمیٹنے لگی

"میں کچھ دیر تک آپکو کنفرم کرتا ہوں"تاشفین نے یہ کہتے کال کاٹ دی،

"کس کی کال تھی؟"آبرو نے مصروف انداز میں فائلز ٹیبل پر رکھتے بیڈ سے اپنا پرس اٹھایا۔

"ہاسپٹل سے"

"سب خیریت ہے؟"آبرو نے تاشفین کے سنجیدہ تاثرات دیکھتے سوال کیا،

"ہاں سب خیر ہے دراصل ہاسپٹل والے مجھے کل ہونے والے ایک سیمینار کے لیے اسلام آباد بھیجنا چاہ رہے ہیں، ہاسپٹل کی نمائندگی کے لیے"تاشفین وضاحت دیتے بیڈ پر آبیٹھا،

"کل؟"آبرو بھی اسکے ساتھ آبیٹھی، تاشفین نے اثبات میں سر ہلایا،

"دو دن کے لیے جانا ہے، کل صبح کی پہلی فلائٹ سے جانا ہوگا اور پرسوں شام میں واپسی، میں کنفیوز ہوں کہ جانا چاہیے یا نہیں"اس نے اپنی پریشانی آبرو کے سامنے رکھی،

"میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرور جانا چاہیے، کیا پتا یہ موقع دوبارہ ملے نہ ملے اور ویسے بھی صرف دو دن کی بات ہے"آبرو نے اپنی رائے پیش کی،

"چلو ٹھیک ہے، پر میں انہیں کہہ دیتا ہوں کہ میری بھی ایک شرط ہے!"آبرو نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا،

"کیسی شرط؟"

"یہی کہ میری بیوی بھی میرے ساتھ جائے گی"تاشفین یہ معاملہ پہلے ہی طے کر چکا تھا۔

"میں؟"آبرو کی حیرت میں اضافہ ہوا،

"ظاہر ہے آبرو، اب میری ایک ہی بیوی ہے تو۔۔۔"اس نے جملہ ادھورا چھوڑا،

urdunovelsblog

،بہت شوق ہے نا آپ کو ایک سے زیادہ بیگمات کا!"وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھتے بولی"

،نہیں بھئی تم سے شادی کرنے کے بعد سارا شوق ایک ہی بار پورا ہو گیا ہے"وہ ہنستے ہوئے بولا، جس پر آبرو اسے گھورتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی"

،چلو گی نہ میرے ساتھ؟"تاشفین نے سوال کرتے اسکا ہاتھ تھاما"

،تھوڑا مشکل ہو جائے گا"آبرو نے جواب دیتے تاشفین کے بدلتے تاثرات دیکھے"

،مگر کوئی بات نہیں میں ابھی بات کرتی ہوں، دو دن کی چھٹی تو مل ہی جائے گی"وہ سامنے بیٹھے شخص کے لیے اتنا تو کر ہی سکتی تھی۔اسکی بات پر تاشفین مسکرایا"

،پر میرا ایک سوال ہے کام تو ایک دن کا ہے تو پھر چھٹی دو دن کی کیوں؟"وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی بولی"

پہلا دن تو مصروفیت میں گزر جائے گا اور دوسرے دن میں اپنی بیوی کے ساتھ اسلام آباد گھوموں گا"تاشفین نے وضاحت دی۔"

،یعنی آپ سب کچھ پہلے ہی طے کر چکے تھے؟"آبرو کے سوال پر وہ مسکرایا"

ہمم کہہ سکتے ہیں"وہ ہسپتال والوں سے پہلے کہ بات کر چکا تھا، بس آبرو سے بات کرنا باقی تھا۔"

پھر ٹھیک ہے، جب باقی سب آپ پہلے طے کر چکے تھے تو اب پیکینگ اور باقی ساری تیاری بھی آپ اکیلے ہی کریں گے"وہ چہرے پر غصے کے مصنوعی تاثرات سجاتے بولی"
اور کمرے سے چلی گئی جبکہ پیچھے بیٹھے تاشفین نے ہنستے ہوئے موبائل اٹھایا اسکا ارادہ پہلے ہسپتال کال کرتے انہیں کنفرم کرنے کا تھا۔

urdunovelsblog

گاڑی کے آس پاس کے علاقے میں موجود تمام جگہوں پر شاہزین کو ڈھونڈتے بالآخر رات میں وہ اس ہسپتال تک پہنچ گئے، جہاں شاہزین موجود تھا۔ ہسپتال میں آتے انہیں وہاں دو نامعلوم لاشوں اور تین نامعلوم مریضوں کی اطلاع ملی تھی۔لاشوں کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی فیاض صاحب کو اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اس لیے فیاض صاحب کا ارادہ پہلے مریضوں کو دیکھنے کا تھا مگر جب دو مریضوں کو دیکھنے کے بعد بھی وہ مایوس ٹھہرے تو انکا دل تیز تیز دھڑکنے لگا کہ اگر تیسرا مریض بھی شاہزین نہ ہوا تو پھر کیا ہو گا!

اس وارڈ میں داخل ہوتے، انکی دھڑکن بہت تیز تھی جبکہ چہرہ اضطراب اور پریشانی کے مارے زرد ہو رہا تھا، اس ساری صورتحال میں فواد انکے ساتھ ساتھ تھا۔ کچھ فاصلے سے ہی انہیں ایک بیڈ پر لیٹا شاہزین نظر آیا، وہ تیز تیز قدم اٹھاتے اس جانب بڑھے، اسے دیکھتے فیاض لاشاری کو اپنے دل میں سکون اترتا محسوس ہوا، اسکے پاس پہنچتے انہوں نے دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھاما،

"شاہزین بیٹا!" ہونٹوں سے بے اختیار اسکا نام نکلا، چہرے پر کسی کا لمس محسوس کرتے شاہزین نے آنکھیں کھولیں اور نیم وا آنکھوں سے فیاض صاحب کی جانب دیکھا، شناسائی کی کرن فیاض صاحب نے اسکی آنکھوں میں واضح محسوس کی تھی جبکہ پاس کھڑا ہسپتال کا عملہ اندازہ کر چکا تھا کہ یہی لوگ اس مریض کے وارث ہیں۔ شاہزین کو اس وقت بھی ڈرپ لگی تھی، اسکی حالت پہلے سے کچھ بہتر تھی مگر وہ دوبارہ اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔ فیاض صاحب نے جھک کر اسکا ماتھا چوما، انکا بیٹا صحیح سلامت انکی آنکھوں کے سامنے تھا۔ کچھ لمحے اسکے پاس رکنے کے بعد فیاض لاشاری نے فواد کو مخاطب کیا۔

"فواد تم یہیں رکو شاہزین کے پاس، میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتا ہوں" انکی بات پر فواد نے اثبات میں سر ہلایا جبکہ فیاض صاحب قدم اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔

وہ آج بہت خوش تھی، آس پاس موجود ہر چیز اسے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، صبح سے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چھائی تھی اور ان سب کیفیات کی وجہ آج سبرینہ کا انکے گھر آنا اور صالحہ بیگم کا اسکے اور زاویار کے رشتے کے لیے حامی بھرنا تھا۔ وہ شخص جو اسے ایک وقت میں انتہائی ناپسند تھا، جس سے ہوئی پہلی ملاقات میں وہ اسکے دانت توڑ دینا چاہتی تھی آج وہ اسکے لیے اتنا خاص ہو گیا تھا کہ اسکے ساتھ زندگی گزارنے کا خیال ہی اسکے لیے بے حد خوشگوار تھا۔ وہ یونہی مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوتے بیڈ پر جا بیٹھی کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا اسکا فون بجنے لگا۔ ہاتھ بڑھاتے فون اٹھایا کہ نظر سکرین پر جگمگاتے نام پر پڑی، مسکراہٹ مزید گہری ہوئی، فون کرنے والا شخص وہی تھا جو اس وقت اسکی سوچوں کا محور تھا۔

"السلام علیکم" کال اٹھاتے فون کان سے لگایا،

"وعلیکم السلام، کیسی ہیں آپ محترمہ!" دوسری جانب سے زاویار کی تازہ دم آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی، رتبہ کے دماغ میں فوراً ایک خیال نمودار ہوا۔

"آپ کون بات کر رہے ہیں؟" وہ لہجہ سنجیدہ کیے بولی،

"ارے واہ، رشتہ طے ہوتے ہی کوئی پہچان تک بھول گیا" مقابل بھی زاویار تھا۔

"ایکسکیوز می مسٹر، کون ہیں آپ؟ اپنا تعارف کروائیں؟" رتبہ ہر ممکن حد تک خود کو سنجیدہ رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اوہ تو ایسی بات ہے تو پھر سنیں میرا تعارف جو آج صبح ہی اپڈیٹ ہوا ہے" زاویار کی بات پر رتبہ اسکے جواب کی منتظر تھی۔"

"میں ایڈوکیٹ زاویار آفریدی ہوں، ڈاکٹر رتبہ صدیقی کا ہونے والا منگیتر اور پھر کچھ عرصے بعد ہونے والا شوہر اور پھر۔۔۔۔۔"

بس بس اتنا تعارف کافی ہے" رتبہ اسکی بات کاٹتے بولی، جس پر دوسری جانب موجود زاویار مسکرایا۔"

کیوں فون کیا ہے مجھے، کوئی اہم بات ہے کیا؟ کال کرنے کی کوئی خاص وجہ؟" وہ ایک ہی ساتھ تین مختلف سوال داغ چکی تھی جن سب کا مفہوم ایک ہی تھا۔"

کیا اب بھی مجھے آپ کو فون کرنے کے لیے کوئی خاص وجہ درکار ہے؟" زاویار کے جواب نے اسے لاجواب کیا، کچھ لمحے کی خاموشی ان دونوں کے درمیان حائل ہوئی۔"

خیر میں نے تو بس یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ میں نے کہا تھا نا کہ لڑکی راضی ہے!" وہ اپنی بات اسے یاد دلاتا بولا، جو شاید وہ بھولی ہی نہیں تھی، رتبہ مسکراتے ہوئے"

،بولنے لگی

،ہاں یاد ہے اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تمہیں اپنی محبت پر پورا یقین ہے" بے اختیاری میں اس کے ہونٹوں سے ادا ہوا یہ جملا سنتے زاویار کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے"

،ارے واہ آپ کو تو میری ساری باتیں بہت اچھی طرح یاد ہیں" رتبہ اپنی بے اختیاری پر پچھتائی"

"پر میرا ایک سوال ہے؟"

urdunovelsblog

پوچھیے جناب، آج آپ کے ہر سوال کا جواب دینے کو زاویار آفریدی تیار ہے" خوشی اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔"

تمہیں مجھ سے محبت کب ہوئی؟" بنا تمہید باندھے اس نے دل میں پیدا ہوتا سوال اسکے سامنے رکھا۔"

جب تم تکلیف میں تھی اور تمہیں اس حال میں دیکھنا میری برداشت سے باہر تھا تو مجھے احساس ہوا کہ یہ جذبہ میں صرف دوست کی حیثیت سے محسوس نہیں کر رہا بلکہ یہ"

تو۔۔۔۔" وہ رکا، رتبہ تیز دھڑکتے دل کے ساتھ اسکی بات سن رہی تھی۔

محبت ہے، جو جانے انجانے میں مجھے تم سے ہوگئی، بار بار تم سے ملاقات کی خواہش دل میں پیدا ہونا، ایک ملاقات کا بہت دیر تک دل ودماغ پر چھائے رہنا، ان سب چیزوں"

کا اشارہ ایک ہی جانب تھا" وہ اپنے دل میں اسکے لیے موجود کیفیات سے اسے آگاہ کر رہا تھا۔

"اور پھر آہستہ آہستہ مجھے احساس ہوا کہ یہ حال صرف میرا ہی نہیں بلکہ دوسری جانب بھی کچھ۔۔۔۔"

،جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے" رتبہ اسکی بات کاٹتے بولی"

،پر میرے پاس تو اسکا ثبوت بھی ہے !" زاویار فوراً بولا"

"کیسا ثبوت؟"

بھابھی سے بات ہوئی تھی میری، کوئی اس رشتے کا پہلے سے ہی منتظر تھا" رتبہ کو ایک دم آبرو سے ہوئی اپنی باتیں یاد آئیں، اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس نے زاویار سے اس" بارے میں بات کی ہو گی۔

"کیا ایک ثبوت کافی ہے یا اور۔۔۔۔۔"

میں بعد میں بات کروں گی، اللہ حافظ" یہ کہتے فون کاٹ چکی تھی جبکہ زاویار جانتا تھا کہ اس وقت اسکے چہرے کے تاثرات کیا ہونگے۔"

اسکی ڈرپ ختم ہوئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی جبکہ فیاض صاحب سب تک واپس نہیں آئے تھے۔ شاہزین بیڈ پر لیٹا مسلسل خلا میں موجود کسی غیر مرعی نقطے کو دیکھ رہا تھا، آنکھیں بے تاثر جبکہ چہرہ ویران تھا۔ پاس بیٹھا فواد اسے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کر چکا تھا مگر اس نے فواد کی جانب سے کیے گئے کسی سوال کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خاموش تھا، بالکل خاموش! انسان کی زندگی میں اکثر حقائق اسے یونہی خاموش کر دیتے ہیں۔ ماتھے پر فیاض لاشاری کا لمس وہ اب بھی محسوس کر سکتا تھا جبکہ دماغ میں فائقہ لاشاری کی باتیں گونج رہی تھیں، وہ لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ باتیں اپنے ذہن سے نہیں نکال پا رہا تھا۔ اسے کچھ یاد نہ تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچا تھا؟ اسے کون یہاں لایا تھا؟ یاد تھا تو صرف یہ کہ وہ سڑک پر بے یار و مددگار اور لاوارث انسان کی طرح پڑا تھا۔ ان خیالات کو جھٹکنے کی خاطر اس نے گردن موڑتے دائیں جانب دیکھا، ساتھ والے بیڈ پر ایک بچہ اپنی ماں کے ساتھ موجود تھا۔ بچے کے بازو پر پٹی بندھی تھی جبکہ سامنے بیٹھی عورت ان دونوں کے درمیان رکھی پلیٹ سے کھانا اپنے بیٹے کو کھلا رہی تھی۔ بچے کی عمر لگ بھگ چھ سال تھی۔ وہ عورت اپنے ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے نوالے بناتے اسکے کھلا رہی تھی۔ اسکے منہ سے گرنے والا ہر ٹکڑا وہ خود چنتے واپس پلیٹ میں ایک جانب رکھتی، پھر دوبارہ نوالہ بناتے اسکی جانب بڑھاتی اور بچہ مسکراتے ہوئے منہ کھولتے نوالہ اپنی ماں کے ہاتھوں سے کھاتا اور مسلسل چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا جس پر اسکی ماں اسکی باتیں سنتے مسکراتی کہ اچانک بولتے بولتے وہ تیزی سے کھانسنے لگا، اس کی ماں نے تڑپ کر پانی کا گلاس اس نے ہونٹوں سے لگایا، پانی پیتے بچے کو کچھ راحت ملی۔ گلاس واپس رکھتے اسکی ماں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے اسکا ماتھا چوما۔ یہ سارا منظر شاہزین بہت غور سے دیکھ رہا تھا، اسکی نظر اب اس عورت کے چہرے کے تاثرات پر تھی، ممتا سے بھرپور، محبت بھرے تاثرات!

کیا یہ محبت اور شفقت اسے اپنی زندگی میں میسر آئی تھی؟ وہ بھی تو بیمار تھا، زخمی تھا مگر کیا اس کی ماں اس کے ساتھ موجود تھی؟ کیا اس نے کبھی تڑپ کر اسے یوں اپنے ساتھ لگایا تھا؟ بے شک وہ اب ایک چھوٹا بچہ نہیں رہا تھا، بڑا ہو چکا تھا مگر ماں تو ماں ہوتی ہے نہ، اولاد چھوٹی ہو یا بڑی ماں کی ممتا کی طلب تو اسے ہمیشہ رہتی ہے! مگر در حقیقت وہ بد قسمت تھا کہ اسے ماں کی ممتا نصیب ہی نہ ہوئی تھی بلکہ شاید وہ جسے ماں سمجھتا رہا، وہ اس کی ماں تھی ہی نہیں! فائقہ لاشاری کی باتیں ایک بار پھر اسکے کانوں میں گونجنے لگیں۔ کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ اس بچے کا باپ انکے پاس آیا۔ وہ بچہ تیزی سے اٹھتے اس سے لپٹ گیا۔ شاہزین کی انکھیں بے اختیار آنسوؤں سے بھرنے لگی۔ وہ شخص اپنے بچے کا ماتھا چومتے اسے اپنے ساتھ بٹھا چکا تھا جبکہ شاہزین کے لیے اب مزید یہ منظر دیکھنا مشکل ہو گیا تھا، اسے معلوم نہیں تھا کہ فائقہ بیگم کی باتیں درست تھیں یا نہیں پر اگر انکی کہی باتیں حقیقت تھیں تو کیا وہ واقعی اپنے باپ کا قاتل تھا! بے شک وہ ایک حادثہ تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس میں قصور وار وہی تھا۔ اس سے پہلے کہ آنسو اس کہ آنکھوں سے ملتے اسکے چہرے پر گرتے، وہ سختی سے انہیں صاف کر چکا تھا۔ شاید اس کی زندگی ایک فریب تھی، جہاں سب کچھ محض ایک دھوکا تھا، جہاں ماں باپ جیسے معتبر رشتے بھی سچے نہ تھے۔

فیاض لاشاری ڈاکٹر سے بات کرتے شاہزین کی ڈسچارج سلپ بنوا چکے تھے، اس کی طبیعت کافی بہتر تھی اس لیے ڈاکٹر کو بھی اسے لے جانے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ فیاض لاشاری دوبارہ اس کے پاس آئے، وہ اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا جبکہ نظریں اپنی دائیں جانب موجود اس بیڈ پر تھیں جہاں سے کچھ دیر پہلے وہ بچہ اپنے والدین کے ساتھ گیا تھا۔

شاہزین!" فیاض لاشاری نے اسے مخاطب کیا مگر وہ وہیں دیکھتا رہا۔"

شاہزین!" اس بار انہوں نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھامتے اسے پکارا، شاہزین نے گردن موڑتے انکی جانب دیکھا، انکے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔ دل نے سوال کیا کہ وہ" فائقہ لاشاری کی طرح اپنے بیٹے شہریار کے پاس کیوں نہیں گئے تھے؟ دماغ نے فوراً جواب دیا، کیونکہ وہ لاعلم تھے۔

،تم ٹھیک ہو بیٹا؟" اسے خاموش دیکھتے انہوں نے سوال کیا، جس پر کچھ دیر شاہزین انہیں دیکھتا رہا اور پھر نظریں جھکاتے اثبات میں سر ہلایا"

چلو بیٹا گھر چلیں" وہ اسے جلد از جلد یہاں سے لے جانا چاہتے تھے۔"

،کس کے گھر؟" شاہزین کے سوال پر فیاض لاشاری نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا جبکہ پیچھے کھڑا فواد بھی اسکی بات پر حیران ہوا"

اپنے گھر!" فیاض صاحب نے مختصر جواب دیا۔"

میرا کوئی گھر نہیں ہے" اسکا لہجہ اٹل تھا۔"

شاہزین بیٹا یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"فیاض لاشاری کو ایک کے بعد ایک جھٹکے لگ رہے تھے۔"

یہ سوال آپ مجھ سے نہیں بلکہ مام سے پوچھیے گا کیونکہ ان کے مطابق وہ میرا نہیں آپ سب کا گھر ہے"فیاض لاشاری نے آس پاس دیکھا،اس سے پہلے کہ لوگ انکی جانب" متوجہ ہوتے انہیں بات سنبھالنی تھی پر در حقیقت پہلے فائقہ لاشاری کی اور اب شاہزین کی باتیں انہیں حیرت میں مبتلا کر رہی تھیں۔

،تو تم بھی تو ہمارے بیٹے ہو!"وہ اسے سمجھانے لگے"

مام کے مطابق میرا اس گھر میں موجود کسی فرد سے کوئی رشتہ نہیں ہے"یہ بات فیاض لاشاری کو خاموش ہونے پر مجبور کر گئی،یہ آخر کیا ہو رہا تھا،وہ سمجھنے سے قاصر تھے" جبکہ فواد کو شاہزین سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی۔

وہ بہت زیادہ پریشان ہے بیٹا،جذبات میں ایسی فضول باتیں کہہ دی ہونگی اس نے!"وہ اب بھی اسے قائل کر رہے تھے۔"

غصے میں اپنی اولاد سے لاتعلقی کون کرتا ہے ڈیڈ؟"اسکا سوال درست تھا۔"

میں اسے سمجھاؤں گا شاہزین پر ابھی تم یہاں سے چلو پلیز،ہم گھر جا کر بات کریں گے"وہ اصرار کر رہے تھے۔"

،مجھے نہیں جانا!"وہ بضد ہوا"

"شاہزین ضد مت کرو،تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے،ایک کے بعد دوسرا ایکسیڈنٹ ہوا ہے تمہارا،تم۔۔۔۔"

مگر دیکھیں کتنا ڈھیٹ ہوں،ابھی تک زندہ ہوں"وہ انکی بات کاٹتے بولا،الفاظ کے معاملے میں وہ ہمیشہ سے سنگدل تھا۔"

فضول باتیں مت کرو اور چلو ہمارے ساتھ،میں کہہ رہا ہوں نہ کہ ہم گھر جا کر بات کریں گے"فیاض صاحب غصے سے بولے،جس پر وہ خاموشی سے دوسری جانب دیکھنے" ،لگا

فواد تم اسے سمجھاؤ اور باہر لے کر آؤ،میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں"انکے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا،وہ مزید اس سے بحث نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے قدم اٹھاتے" باہر چلے گئے جبکہ ذہن میں فائقہ لاشاری اور شاہزین کی باتیں گونج رہی تھیں،کچھ تو تھا جس سے وہ بے خبر تھے۔

urdunovelsblog

سبرینہ کے کمرے سے نکلتے اس کا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ تاشفین کھانے کی میز پر انہیں اسلام آباد جانے کے بارے میں آگاہ کر چکا تھا مگر پیکنگ ابھی باقی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو نظر سامنے تاشفین پر پڑی جو بیگ بیڈ پر رکھے اس میں کپڑے ڈال رہا تھا، پورے بیڈ پر کپڑے بکھرے تھے۔ سفید رنگ کی شرٹ تہہ کرتے اس کی نظر آبرو پر پڑی، جو حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

،یہ آپ کیا کر رہے ہیں تاشفین؟" وہ سوال کرتی آگے آئی"

،اپنی بیوی کے حکم کی تعمیل!" مختصر جواب دیتے اس نے شرٹ بیگ میں رکھی"

،اوہ تو آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ایک فرمانبردار شوہر ہیں اور میں ایک ظالم بیوی!" آبرو ہاتھ سینے پر لپیٹتے بولی، تاشفین نے اسکا انداز دیکھتے مسکراہٹ دبائی"

،تو کیا ایسا نہیں ہے؟" تاشفین اسی کے انداز میں بولا"

جی جی، بالکل ایسا ہی ہے، اس لیے اب میں یہاں بیٹھ کر آپ کو کام کرتا ہوا دیکھوں گی" وہ بیڈ کے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گئی، اسکی بات پر تاشفین نے پلٹ کر ایک نظر" اس پر ڈالی اور پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ آبرو کو احساس ہوا کہ بیگ میں موجود کپڑوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

،یہ آپ اتنے زیادہ کپڑے کیوں رکھ رہے ہیں تاشفین، ہم صرف دو دن کے لیے جا رہے ہیں" وہ اسے یاد دلاتی بولی"

"کیا پتا میرا ارادہ بدل جائے اور مزید کچھ دن۔۔۔"

،ایسا کچھ نہیں ہوگا تاشفین، میں نے صرف دو دن کا آف لیا ہے" آبرو اٹھ کر اس کے پاس آئی"

مگر میں تو سوچ رہا ہوں کہ کم از کم ایک ہفتہ تو ہونا چاہیے" تاشفین اس کے تاثرات سے محظوظ ہو رہا تھا۔"

پلیز تاشفین، ہم پھر چلے جائیں گے نا مگر اس بار صرف دو دن کیونکہ دو دن بعد ایک اہم کیس کی پیشی ہے جس پر میرا ہونا بہت ضروری ہے" وہ اصرار کے ساتھ وضاحت"
،دیتی بولی

،ٹھیک ہے پر میری ایک شرط ہے!" تاشفین اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا"

،یہ آپ نے کچھ زیادہ ہی شرطیں رکھنا شروع نہیں کر دیں آج کل؟" آبرو نے بھنویں سکیڑے اس کی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

کیا کروں حالات نے ہی مجبور کیا ہے، ایسے تو میری بات مانی نہیں جاتی، اس لیے شرط رکھ دیتا ہوں" تاشفین نے معصومیت بھرے تاثرات لیے جواب دیا۔"

"واہ کیا حل نکالا ہے آپ نے! خیر بتائیں اس بار کیا شرط ہے آپکی؟"

پلیز میرے ساتھ پیکنگ کروادو، مجھے سمجھ ہی نہیں آرہا کیا رکھوں اور کیا چھوڑوں؟" وہ اپنی مشکل اس کے سامنے رکھ چکا تھا۔ جس پر اب وہ دونوں مل کر بیگ میں سامان" رکھ رہے تھے۔ تاشفین کی تمام چیزیں رکھتے اب آبرو کے سامان کی باری تھی۔

رکو میں بتاتا ہوں" تاشفین آبرو کی الماری کے سامنے آیا اور کچھ دیر بعد وہ کپڑوں کا انتخاب کر چکا تھا۔"

،آپ نے تمام ریڈ کے شیڈز نکالے ہیں تاشفین!" وہ ان کپڑوں کی جانب دیکھتے بولی"

،ہاں تو نئی نویلی دلہن کو لال رنگ ہی پہننا چاہیے" اس بات پر اس نے حیرت سے تاشفین کی جانب دیکھا"

،میں نئی نویلی دلہن نہیں ہوں تاشفین، ہماری شادی کو پورے چار ماہ ہونے والے ہیں" آبرو نے اسے یاد دہانی کروائی"

صرف چار ماہ ہی تو ہوئے ہیں اور میرے حساب سے تم اب بھی نئی دلہن ہی ہو، اس لیے ہم یہی کپڑے لے کر جائیں گے" تاشفین کی بات پر آبرو نے مسکراتے ہوئے ہار" مانی جبکہ تاشفین اب اسے فلائٹ کی ٹائمنگ بتا رہا تھا۔

urdunovelsblog

فیاض لاشاری نے ایک نظر ساتھ بیٹھے شاہزین کی جانب دیکھا، جو پورا راستہ خود پر خاموشی کا خول چڑھائے بیٹھا تھا۔ فواد کو اسکے گھر چھوڑتے اب انکا رخ لاشاری ولا کی جانب ،تھا۔ اتنے میں فیاض لاشاری کا فون بجنے لگا، سکرین پر جگمگاتا نام غفار کا تھا۔ فون کان سے لگاتے وہ دوسری جانب دیکھنے لگے

ہاں غفار شاہزین میرے ساتھ ہے" غفار نے شاہزین کی خبر لینے کے لیے فون کیا تھا، اسے آج صبح ہی فیاض لاشاری کے ذریعے یہ خبر ملی تھی۔"

ہاں تم آجاؤ، مجھے بھی تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے" وہ غفار سے بزنس کے متعلق کچھ اہم باتیں کرنا چاہتے تھے۔ انہیں گھر پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تھی۔ گاڑی سے" اترتے شاہزین کے قدموں کی رفتار بے حد کم ہو گئی، جس پر فیاض لاشاری نے اسکے شانے پر ہاتھ پھیلایا اور اسے ساتھ لیے اندر داخل ہوئے۔ سامنے ہی انہیں فائقہ لاشاری کھڑی نظر آئیں جو ملازمہ سے کچھ بات کرنے میں مصروف تھیں۔ انکی نگاہ ان دونوں پر پڑتے چہرے کے تاثرات سپاٹ ہو گئے، شاہزین کے قدم رک گئے، فیاض

لاشاری آگے بڑھے، انہیں شدید حیرت تھی کہ شاہزین کے واپس لوٹنے پر بھی فائقہ اسکی جانب نہیں بڑھیں، کیا وہ غصے میں اتنی اندھی ہو گئیں ہیں کہ شاہزین کی حالت بھی انکا دل نرم نہیں کر پائی کہ نظر شاہزین پر پڑی جو پیچھے کھڑا تھا۔

شاہزین بیٹا، آؤ بیٹھو" وہ شاہزین کو پکارتے بولے جبکہ دوسری جانب شاہزین کو یقین آ چکا تھا کہ سامنے کھڑی عورت واقعی اسکی ماں نہیں ہے کیونکہ اولاد کو اس حال میں" دیکھتے مائیں تو تڑپ جاتی ہیں اور فائقہ لاشاری نے تو اسکی جانب ایک قدم اٹھانا تک ضروری نہیں سمجھا۔

نہیں ڈیڈ، پہلے آپ ان سے پوچھیں کہ جو کچھ انہوں نے مجھ سے کہا تھا وہ حقیقت تھی یا نہیں؟" اسکا سوال اب بھی وہی تھا، ایک آخری امید تھی کہ شاید وہ سب جھوٹ" ہو۔

!پر بیٹا تم بیٹھو تو سہی!" وہ دوبارہ اسے بیٹھنے کا کہہ رہے تھے مگر مقابل بھی شاہزین لاشاری تھا، اپنی ضد کا پکا"

نہیں پہلے میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ گھر میرا ہے یا نہیں!" وہ سخت لہجے میں بولا، فیاض لاشاری فوراً فائقہ بیگم کی طرف پلٹے جو وہیں کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی" تھیں۔

فائقہ بتاؤ اسے کہ تم نے وہ سب باتیں محض غصے اور پریشانی کی کیفیت میں کی تھیں" وہ شاہزین سے زیادہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے مگر دل میں ایک ڈر تھا" کہ کہیں فائقہ لاشاری اس بات سے انکار نہ کر دیں۔

urdunovelsblog

ایسا کچھ نہیں ہے فیاض! میں نے جو کہا تھا حرف بہ حرف بالکل سچ تھا" وہ دو ٹوک لہجے میں بولیں، جس کا ڈر تھا وہی ہوا۔"

،میرے بیٹے کی اس حالت کا ذمہ دار صرف یہ ہے، اسے اس حال میں تم نے ہی پہنچایا ہے" وہ شاہزین کی جانب دیکھتے اونچی آواز میں چلائیں"

بس کرو فائقہ، ہوش کے ناخن لو، جب سے میں آیا ہوں تم نے ایک ہی بات کی رٹ لگا رکھی ہے" فیاض لاشاری کی آواز بھی اس بار اونچی تھی، وہ تنگ آ چکے تھے فائقہ" ،لاشاری کی ان باتوں سے جبکہ انکی اس بات پر شاہزین تلخی سے مسکرایا

بالکل صحیح کہہ رہی ہیں آپ، شہریار کی اس حالت کا ذمہ دار میں ہی ہوں بلکہ آپ کے مطابق تو میں نے اپنے باپ کو بھی قتل کیا ہے" فیاض لاشاری نے حیرت سے اسکی" جانب دیکھا، یہ وہ کیا کہہ رہا تھا! اسی لمحے لاؤنج میں غفار داخل ہوا۔

تو پھر مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ کیا رشتہ ہے میرا آپ سے؟" اس بار وہ فیاض لاشاری سے مخاطب تھا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شاہزین؟" حیرت کے مارے وہ بس اتنا ہی کہہ پائے،

"یہ سب میرے نہیں مام کے الفاظ ہیں، وہ مجھے پہلے ہی صاف الفاظ میں بتا چکی ہیں کہ میرا اس گھر کے کسی فرد سے کوئی رشتہ نہیں!" شاہزین نے بے تاثر چہرہ لیے اپنی بات مکمل کی۔ اس بار فیاض صاحب کے ساتھ غفار بھی حیران ہوا یعنی راز سے پردہ اٹھ چکا تھا۔ فائقہ لاشاری جو اتنا عرصہ اس راز کو چھپانے کی خاطر غفار کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہیں کہ کہیں یہ حقیقت سب پر آشکار نہ ہو جائے، آج وہ خود ہی اس راز کو فاش کر چکی تھیں!

فیاض لاشاری کے پاس الفاظ ختم ہو چکے تھے، آخر یہ کیا ہو رہا تھا؟ ان سب کے درمیان چھائی خاموشی کو فائقہ لاشاری کی آواز نے توڑا، جو نفرت میں اب ہر حد پار کر چکی تھیں۔

"میں نے جو کہا تھا بالکل سچ ہے، ہمارا تم سے، ایک قاتل سے کوئی رشتہ نہیں!" فائقہ لاشاری کو اب کسی کا کوئی لحاظ نہیں رہا تھا جبکہ شاہزین اپنے سامنے کھڑی عورت، جسے وہ اپنی ماں کہتا تھا، اس کے دل میں اپنے لیے موجود نفرت کو دیکھتے بے حد اذیت سے گزر رہا تھا، اسکی ہر امید اب ٹوٹ چکی تھی۔

"اپنی بکواس بند کرو فائقہ، یہ کیا اول فول بول رہی ہو تم، کس کا قتل کیا ہے اس نے؟" فیاض لاشاری چلائے، انہیں اس وقت فائقہ لاشاری پر شدید غصہ آ رہا تھا جبکہ دوسری جانب فائقہ بیگم کو یہ سب کہتے ہوئے آج کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا، ان کا ذہن اس بات کو سمجھنے سے بھی قاصر تھا کہ یہ سب مکافات عمل ہے، ان کے کیے گئے تمام اعمال ہی آج ان کے سامنے آ رہے ہیں۔

"اپنے باپ کا قاتل ہے یہ اور ہماری خوشیوں کا بھی! میرے بیٹے کی ہر تکلیف کا ذمہ دار ہے یہ" وہ اونچی آواز میں کہتے رونے لگیں۔ فیاض لاشاری کی اب بس ہو گئی تھی۔

"""مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا فائقہ کہ تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ وہ ایک حادثہ تھا، تم بار بار شاہزین کو اسکا ذمہ دار کیوں ٹھہرا رہی ہو، وہ بھی تو ہمارا بیٹا۔۔۔۔۔"

"نہیں ہے یہ ہمارا بیٹا! نہیں ہے!" وہ روتے ہوئے چلائیں، وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھیں۔

"ہمارا صرف ایک ہی بیٹا ہے، شہریار!" شاہزین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک دم زمین پھٹے اور وہ اسکے اندر سما جائے، وہ دھوکے اور فریب کی زندگی گزارتا آیا تھا اور اب حقیقت طمانچوں کی صورت اسکی ذات کو چھلنی کر رہی تھی۔ فیاض صاحب کا سر پھٹنے لگا تھا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے غفار قدم بڑھاتا آگے آیا،

"فائقہ بھابھی بالکل سچ کہہ رہی ہیں فیاض صاحب" غفار نے بالآخر اس راز سے مکمل طور پر پردہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا، اب مزید اس حقیقت کو چھپانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

"شاہزین سے آپ کا واقعی کوئی خونی رشتہ نہیں ہے" فیاض لاشاری کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونا بے حد مشکل محسوس ہونے لگا۔

یہ۔۔۔یہ تم کیا کہہ رہے ہو غفار؟"ان کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی جبکہ پاس کھڑا شاہزین ایک زندہ لاش کی مانند کھڑا غفار کی جانب دیکھا رہا تھا۔"

یہی حقیقت ہے فیاض صاحب، جس کو چھپانے کی خاطر میں نے ہر ناجائز کام کیا اور آج اسی کی سزا بھگت رہا ہوں" لہجے سے ملال واضح تھا۔"

"مجھے تمہاری کوئی بات سمجھ نہیں آرہی غفار، تم کس حقیقت کی بات کر رہے ہیں اور تمہارا اس سے کیا تعلق؟"

آپ کے ہر سوال کا جواب ہے میرے پاس! مجھے بس آپ کا کچھ وقت چاہیے ہوگا، میں خود آج اس راز سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں جو میرے ضمیر پر ایک بوجھ ہے، میں اس" بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہوں" غفار فیاض لاشاری کی جانب دیکھتا کہہ رہا تھا۔

آپ کو بس کچھ دیر بیٹھ کر وہ کہانی سننی ہوگی جس کو چھپانے کی خاطر دو لوگوں نے حلال اور حرام کی تفریق بھلا دی اور آج ان کی اولاد ان کے اعمال کا نتیجہ بھگت رہی" ہے"اس بار غفار کی نظریں فائقہ لاشاری پر تھیں اور کچھ ہی لمحے گزرنے کے بعد غفار کی زبان ماضی کی کتاب کے ہر ورق پر لکھے الفاظ پڑھنے لگی۔

وہ بستر پر لیٹی کافی دیر سے کروٹیں بدل رہی تھی مگر نیند اب بھی اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔اسکی نظر ایک دم گھڑی کی جانب اٹھی، رات کے بارہ بجنے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی تھا۔اس آس اور امید کے ساتھ موبائل اٹھاتے سکرین آن کی مگر خالی سکرین دیکھتے، ایک بار پھر اس کے دل کو اداسی نے آگھیرا۔آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔آج اس کا برتھ ڈے تھا، سب ہی نے اسے وش کیا تھا، ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔شام میں رابعہ بیگم اور مہمل نے اسکے لیے خاص انتظام کرتے اسے تحفے بھی دیے تھے مگر ایک شخص نے آج اسے بالکل ہی فراموش کر دیا تھا۔آفاق نے اسے وش تو بہت دور کال تک نہیں کی تھی۔نہ کوئی میسج، نہ کوئی کال دیکھتے اصباح اس سے بہت خفا تھی مگر خود ہی تھک کر اس نے شام میں اسے فون کیا مگر دونوں بار کال کرنے پر آفاق نے اسکی کال کاٹ دی، جس پر اصباح کی خفگی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اب وہ اگلے دو دن اس سے بات کرنے کا ارادہ ترک کر چکی تھی پر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اکثر مصروفیات کے باعث بھی وہ اسکا فون نہیں اٹھا پاتا تھا مگر کم از کم آج کے دن تو اسے اصباح کو کال ضرور کرنی چاہیے تھی۔وہ یونہی لیٹی تھی کہ ایک دم دروازہ بجنے لگا، اس نے بیڈ سے اٹھتے دوپٹہ لیا اور آگے بڑھتے دروازہ کھولا، سامنے مہمل کھڑی تھی۔

،سوری اصباح تمہیں نیند سے جگا دیا" وہ آہستہ آواز میں بولی"

،کوئی بات نہیں، میں جاگ رہی تھی مگر آپ بتائیں کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا؟"رات کے اس پہر مہمل کے یوں آنے پر اسے تفتیش ہوئی"

ہاں سب ٹھیک ہے وہ دراصل میرا دل بہت گھبرا رہا ہے، میں چاہ رہی تھی کہ اگر تم تھوڑی دیر لان میں میرے ساتھ واک کر لو، شاید کھلی فضا میں جانے سے طبیعت کچھ" بہتر ہو جائے" مہمل نے وضاحت کی، وہ رات کے اس پہر لان میں اصباح کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔

آپ رکیں میں آرہی ہوں" اصباح کے جواب پر مہمل مسکرائی، کچھ دیر بعد وہ دونوں لاؤنج سے گزرتے لان میں داخل ہوئی۔ آسمان مکمل تاریک تھا، چاند بھی اپنی ذمہ" ،داری نبھاتے رخصت ہو چکا تھا۔ ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ مہمل بولنے لگی

اصباح تم پلیز یہیں رکنا، میں بس ابھی آئی" وہ اصباح کی جانب سے کوئی بھی جواب سنے بغیر تیزی سے اندر چلی گئی، اصباح اسکے اس عمل پر حیران تھی کہ آس پاس نظر" دوڑاتے اسے ٹیبل پر کوئی چمکتی ہوئی چیز دکھائی دی۔ تجسس کے زیر اثر وہ قدم اٹھاتی اس جانب گئی اور موبائل کی ٹارچ آن کرتے ٹیبل پر پڑی اس چمکتی ہوئی چیز کی جانب ،دیکھا، وہ ایک چھوٹا سا برتھ ڈے کارڈ تھا، جس پر لکھے الفاظ پڑھتے اصباح کی حیرت میں اضافہ ہوا، ہاتھ بڑھاتے اس نے کارڈ اٹھایا کہ نظر اس پر لکھے الفاظ پر ٹھہر گئی

"!ہیپی برتھڈے ٹو ہو مائی ڈئیر وائف"

میری زندگی میں روشنی بھرنے کے لیے تمہارا شکریہ" اصباح کی دھڑکن ایک دم بہت تیز ہو گئی اور اسی لمحے اسے اپنے پیچھے آہٹ کی آواز آئی، وہ محسوس کر سکتی تھی کہ" کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہے۔ وہ ایک دم تیزی سے پلٹی کہ سامنے کا منظر دیکھتے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا، بالکل سامنے، چہرے پر مسکراہٹ جبکہ ہاتھوں میں کیک تھا، جس پر جلتی موم بتی میں ان دونوں کا چہرہ چمک رہا تھا۔

ہیپی برتھڈے مائی لیڈی اینڈ سو سوری، کچھ زیادہ ہی دیر ہو گئی" آفاق کی آواز اسکی ساعت سے ٹکرائی، اس کے دل میں ڈھیروں سکون اترا مگر وہ اب بھی شاک کی کیفیت" میں کھڑی تھی کہ آفاق نے اس کی آنکھوں میں آنسو امڈتے دیکھے اور کچھ لمحے خاموشی کی نزر کرتے وہ تیزی سے آفاق سے لپٹ گئی۔ اس کا یہ عمل غیر متوقع تھا مگر آفاق کو اس سے امید بھی یہی تھی۔ وہ رو رہی تھی، یہ بات وہ جانتا تھا۔ آفاق نے ہاتھ بڑھاتے کیک ٹیبل پر رکھا اور اصباح کے گرد ہاتھ باندھتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ اس کی کمزور دل بیوی، اس سرپرائز پر بھی رو رہی تھی۔ خوب آنسو بہا لینے کے بعد اصباح کو ایک دم اپنی حرکت کا احساس ہوا، وہ آہستہ سے آفاق سے الگ ہوئی۔

،کچھ اور آنسو باقی ہیں ابھی یا آج کے لیے بس اتنا ہی!" آفاق کی بات پر وہ نفی میں سر ہلاتے اپنے آنسو صاف کرنے لگی"

آپ نے آنے سے پہلے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" وہ خفگی سے سوال کر رہی تھی۔"

اگر پہلے بتا دیتا تو یہ لمحے کیسے میسر آتے!" آفاق کی مسکراہٹ پر اصباح نے نظریں چرائیں، فوراً اپنی بے اختیاری پر افسوس ہوا۔"

چلو اب چھوڑو ان باتوں کو آؤ کیک کاٹتے ہیں اس سے پہلے کہ اگلے دن کا آغاز ہو جائے" وہ کیک کی جانب بڑھا اور چھری اٹھاتے اصباح کی جانب بڑھائی، جس پر اصباح نے" مسکراتے ہوئے کیک کاٹتے آفاق کو کھلایا، یہی عمل آفاق نے دہرایا۔

شکر ہے ٹائم پر گھر پہنچ گیا ورنہ پوری زندگی طعنے سننے پڑتے کہ آپ تو میری پہلی برتھڈے ہی بھول گئے تھے" آفاق نے آخری کے الفاظ ہاتھ کمر پر رکھتے اصباح کے انداز" ،میں کہا

میں نے کب طعنے دیے آپ کو؟" اصباح نے اس بار واقعی کمر پر ہاتھ رکھتے اس سے سوال کیا، وہ اپنے پرانے روپ میں واپس آگئی تھی۔ وہ دونوں اب کرسیوں پر" ،بیٹھے، موبائل کی ٹارچ آن کیے کیک کھاتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ شکوے، شکایتیں، گلے وہ بہت کچھ سنانے کے موڈ میں تھی کہ ایک دم اسے خیال آیا

،آپ نے کھانا کھایا ہے آفاق؟" آفاق نے نفی میں سر ہلایا"

،آخری فلائٹ لینے کے چکر میں کھانا نہیں کھا سکا" وہ وضاحت دیتا بولا"

،چلیں پھر آئیں میرے ساتھ، میں آپ کے لیے کھانا لگاتی ہوں" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی کہ دماغ میں ایک اور سوال بیدار ہوا"

"آپکا سامان کہاں ہے؟"

وہ میں نے پہلے ہی اندر رکھ دیا تھا" اصباح سمجھ گئی تھی کہ وہ آنے سے پہلے مہمل کے ساتھ مل کر یہ پلین بنا چکا تھا تبھی تو مہمل اسے یہاں لائی تھی۔"

چلیں آ جائیں اب" وہ آفاق کا ہاتھ تھامتے اسے اٹھنے کا کہہ رہی تھی، جو مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے شانے کے گرد ہاتھ پھیلاتے اس کے ساتھ قدم اٹھاتے اندر" !کی جانب بڑھ گیا جبکہ اصباح کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ تھی۔ زندگی میں ایک بار پھر بہار آگئی تھی یا پھر بہار جیسا وہ شخص

-: ماضی

فیاض لاشاری کا بزنس اس وقت صرف لاہور تک محدود تھا۔ کمپنی کا آغاز کیے انہیں ابھی کچھ ہی سال گزرے تھے۔ غفار کا شمار ان کے بہت پرانے ایمپلا ئیز میں ہوتا تھا، جنہوں نے کمپنی کی بنیاد رکھنے میں بھی انکا ساتھ دیا تھا اور اب وہ انکے سیکرٹری کے طور پر کمپنی میں کام کر رہے تھے جبکہ دوسری جانب اس وقت فائقہ لاشاری اپنی زندگی کے سب سے مشکل مراحل سے گزر رہی تھیں۔ شادی کو نو سال گزر جانے کے باوجود وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔ تین دفعہ خدا نے انہیں امید تھی مگر تینوں !بار ہی ان کی امید مردہ اولاد کی پیدائش کی صورت میں ٹوٹی

فیاض صاحب سے انکا رشتہ مجبوریوں کی بنیاد پر رکھا گیا تھا، جسے نبھانے میں ان دونوں کو ہی مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اب اس ان چاہے رشتے میں مزید مشکلات پیدا ہو رہی تھیں۔ ان کے دل میں بہت خوف اور وسوسے تھے، وہ ہر وقت اسی فکر میں مبتلا رہتیں کہ اگر وہ انہیں اولاد نہ دے سکیں تو فیاض لاشاری انہیں طلاق دیتے دوسری شادی کر لیں گے اور اس صورت میں انہیں اس پر سکون اور عالیشان زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ انہی دنوں حیات صدیقی نے فیاض لاشاری کی کمپنی میں اپلائی کیا تھا اور قابلیت کی بنا پر انہیں وہاں نوکری بھی مل گئی تھی۔ وہ دو سالہ حفصہ اور صالحہ بیگم کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے۔ ابھی انہیں کمپنی جوائن کیے کچھ ہی ماہ ہوئے تھے کہ ان کی قابلیت سے متاثر ہو کر فیاض صاحب نے انہیں پرموشن دی تھی اور وقت کے ساتھ ساتھ حیات صدیقی انکے قریب رہنے والے افراد میں سے شامل ہو گئے تھے۔ غفار کو پہلے دن سے ہی حیات صدیقی کچھ خاص پسند نہ تھے، جس کی وجہ وہ خود سمجھنے سے قاصر تھا مگر گزرتے وقت کے ساتھ اسے معلوم ہوا کے اسکا فیاض لاشاری کے قریب ہونا، فیاض صاحب کا ہر بار پر اس سے مشورہ کرنا، اسے اہمیت دینا، یہ سب اسے ناگزیر گزرتا تھا اور وقت کے ساتھ اس حسد اور جلن میں اضافہ ہوتا گیا۔

تقریبا ایک سال بعد اللہ نے ایک بار پھر فائقہ لاشاری کی دعا سن لی تھی جبکہ دوسری جانب صالحہ بیگم بھی امید سے تھیں۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا جا رہا تھا، حیات صدیقی کی اہمیت فیاض لاشاری کی نظر میں بڑھتی جا رہی تھی اور غفار کے حسد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ انہی دنوں فیاض صاحب اور حیات کو ایک اہم کام سے کچھ روز کے لیے کراچی جانا پڑا، جہاں انہیں اپنی پہلی برانچ کی بنیاد رکھنی تھی، پچھلے ایک سال سے ہر اہم میٹنگ یا بزنس کے باقی کے معاملات میں بھی حیات صدیقی ہی فیاض لاشاری کے ساتھ ہوتے جبکہ پیچھے کمپنی کے تمام معاملات دیکھنے کے لیے وہ غفار کو نگہبان مقرر کرتے۔ اس بار جاتے وقت وہ غفار کو کمپنی کے ساتھ فائقہ لاشاری کی ذمہداری بھی دے کر گئے تھے۔ فیاض لاشاری اور حیات صاحب کے جانے کے دو دن بعد ہی فائقہ لاشاری کی حالت بگڑنے پر انہیں ہسپتال لے جایا گیا اور جس کا ڈر تھا وہی ہوا، اس بار بھی انکا دامن اولاد کی نعمت سے خالی رہا جبکہ اسی دن دوسری جانب صالحہ بیگم کو اللہ نے بیٹے سے نوازا تھا۔ یہ اتفاق تھا کہ ان دونوں کے ہاں ایک ہی دن اولاد ہوئی تھی، ایک جانب اولاد سے محرومی کا درد تھا تو دوسری جانب اولاد نرینہ کی نعمت پر خوشی کا احساس! فائقہ لاشاری اس وقت شدید اذیت میں تھیں، رو رو کر انکی آنکھیں سوج گئی تھیں مگر تکلیف بڑھتی جا رہی تھی، ان کی امید مکمل طور پر ٹوٹ گئی تھی کیونکہ اس بار ڈاکٹرز انہیں ایک اور بری خبر سے آگاہ کر چکے تھے کہ شاید اب وہ دوبارہ کبھی ماں نہ بن سکیں۔

دوسری جانب صالحہ بیگم کی طبیعت کچھ خراب تھی، جس کے باعث وہ غنودگی کی حالت میں تھیں جبکہ نرس انکے بیٹے کو نرسری میں لے گئی تھی۔ غفار اس وقت فائقہ لاشاری کے پاس تھا، انکی حالت بے حد خراب تھی۔ نجانے کیوں پر ایک دم اس کے دماغ میں ایک خیال آیا، ایک شیطانی خیال! جسے فوراً جھٹکنے کی کوشش پر پھر بھی وہ خیال اسکے ذہن سے نکل نہیں پایا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ حیات کا پہلا بیٹا ہے، یقیناً اسکی خوشی دیدنی ہوگی اور اسے خوش دیکھنا غفار کے لیے بہت مشکل تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ حسد اور

جلن کی زیادتی کے باعث ایک منصوبہ بنا چکا تھا، جس میں وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ قدم اٹھاتا فائقہ لاشاری کے پاس گیا، جو اس وقت بھی رو رہی تھیں، ان میں ہمت نہ تھی کہ وہ فیاض کو کال کرتے یہ خبر سنائیں۔

بھابھی مت روئیں، خود کو سنبھالیں" فائقہ لاشاری نے نظریں اٹھاتے غفار کی جانب دیکھا، وہ پچھلے دس سالوں سے غفار کو جانتی تھیں۔"

میں کیسے حوصلہ کروں، سب ختم ہو گیا ہے، سب" وہ مسلسل رو رہی تھیں۔"

ابھی کچھ ختم نہیں ہوا، میرے پاس ایک حل ہے مگر اس میں آپکی رضامندی بہت اہم ہے" وہ جانتا تھا کہ فائقہ کو قائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہو گا لہذا اپنا منصوبہ انکے گوش" کہہ گزارا۔

"مگر یہ۔۔۔۔ یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔۔ میں ایسا نہیں کر سکتی، میں۔۔۔۔"

آپ کی بات ٹھیک ہے مگر میں بھی یہ سب آپ کی خاطر کہہ رہا ہوں بھابی، ورنہ میرا اس میں کوئی مفاد نہیں، ڈاکٹرز کی باتیں تو آپکو یاد ہونگی، اس لیے ایک بار سوچ لیں" دوبارہ ایسا موقع۔۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ چکا تھا اور کچھ ہی دیر گزرنے کہ بعد وہ انہیں قائل کرنے میں کامیاب ٹھہرا تھا۔ باقی کا کام اس نے ایک نرس کے ذریعے کروایا تھا، جسے پیسوں کی لالچ دیتے وہ نرسری سے ہی حیات کے بیٹے سے فائقہ لاشاری کے بچے کو تبدیل کروا چکا تھا۔ نرس کو اپنا منہ بند رکھنے کی دھمکی وہ یہ کام کروانے سے پہلے ہی دے چکا تھا۔ کچھ دیر بعد نرس ایک ننھا سا بچہ لیے فائقہ لاشاری کے پاس آئیں اور اسے انکی گود میں ڈال دیا۔ اس بچے کا لمس، اسکے جسم کی حرکت، چھوٹی چھوٹی بند آنکھیں دیکھتے، فائقہ بیگم نے اسے اپنے سینے سے لگایا، جس پر انہیں سکون کا ایک ایسا احساس ہوا جو بے مول تھا۔ وہ اولاد کے لیے ترسی ہوئی ایک ایسی عورت تھیں، جو صحیح اور غلط کا فرق بھی بھول بیٹھی تھیں۔ وہ فراموش کر بیٹھی تھیں کہ اپنی گود بھرنے کی خاطر وہ کسی اور کی گود اجاڑ چکی ہیں۔ اس بچے کو گود میں لیتے ہیں وہ ہر چیز بھول گئی تھیں، وہ غفار کی مشکور تھیں کہ اس نے ان پر بہت بڑا احسان کیا تھا جبکہ دوسری جانب صالحہ بیگم کو ہوش میں آتے ہی ایک اذیت ناک خبر سنائی گئی تھی کہ انکا بیٹا کمزوری کے باعث زندگی کی بازی ہار گیا ہے مگر وہ سب بھول بیٹھے تھے کہ چاہے کچھ لمحے کے لیے ہی پر صالحہ بیگم ے اپنے بیٹے کو گود میں لیتے اسکا لمس محسوس کیا تھا، جسے وہ چاہ کر بھی اپنی پوری عمر بھول نہیں سکتی تھیں۔ اس واقعے کے بہت عرصے بعد تک وہ ذہنی امراض کا شکار رہی تھیں مگر انکا دل گواہ تھا کہ انکی اولاد زندہ ہے اور انکی گواہی سچ تھی بالکل سچ!

اگلے دن ہی فیاض لاشاری اور حیات صدیقی واپس لاہور آئے، ایک طرف اولاد کے حصول کی خوشی کا سماں تھا تو دوسری طرف اولاد کے کھو جانے کا غم! حیات صدیقی اپنی اولاد کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی کے لیے بھی بے حد پریشان تھے، جو یہ دکھ برداشت نہیں کر پا رہی تھیں اور اس حال میں بھی فیاض صاحب نے انہیں اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ

urdunovelsblog

انہیں دلاسہ دیتے، انکی ہر ممکن مدد کر رہے تھے۔ صالحہ بیگم ایک مہینہ ہسپتال میں داخل رہی تھیں اور اس سارے دورانیے میں اپنی تین سالہ بیٹی کو چھوڑ کر دفتر جانا ان کے لیے بہت مشکل تھا مگر انکی یہ مشکل آسان بنانے والے بھی فیاض لاشاری تھے، جنہوں نے حیات صدیقی کو کام کی جانب سے پریشانی لینے سے منع کرتے، لون کے طور پر انکی مالی مدد بھی کی تھی۔ حیات کے لیے انکی یہ سب نوازشیں دیکھتے غفار کو بہت غصہ آیا اور اسے اپنا کیا گیا عمل بالکل ٹھیک لگا، اسکے ضمیر کی مدھم آواز بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گئی، حیات کو تکلیف میں دیکھنے اسے ہر بار صرف سکون ملتا تھا جبکہ دوسری جانب فائقہ لاشاری کچھ دن شدید پریشان رہیں، انکا ضمیر ملامت کرتا رہا مگر شاہزین کی پیدائش کے بعد فیاض کا رویہ انکی اس پریشانی کو دور کر چکا تھا۔ وہ اب انکی مزید قدر کرنے لگے تھے، جس پر اس وقت کیا گیا اپنا فیصلہ انہیں بالکل درست لگا، وہ جانتی تھیں کہ یہ راز صرف ان کے اور غفار کے درمیان ہے اور وہ بھی فیاض صاحب کی طرح اس پر اعتبار کرتی تھیں مگر دل میں ایک خوف موجود تھا کہ کہیں حقیقت سامنے آنے پر وہ انہیں، شاہزین سمیت اس گھر سے نہ نکال دیں، جس کے لیے ایک حکمت عملی کرتے انہوں نے فیاض سے بے حد اصرار کرتے کمپنی کے 40 فیصد شیئرز شاہزین کے نام کروا دیے۔ وہ جانتی تھیں کہ زندگی میں آئی اس خوشی کے باعث وہ انہیں انکار نہیں کریں گے۔ وہ ایک لالچی عورت تھیں، انہیں ڈر تھا تو صرف اس بات کا کہ حقیقت سامنے آنے پر انہیں اس سب مال و دولت سے ہاتھ نہ دھونا پڑے۔ اکثر شاہزین کو وہ اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتی تھیں۔

ابھی تین ہی ماہ گزرے تھے کہ ایک دن اس نرس نے غفار کو فون کیا کہ وہ اپنے ضمیر پر موجود اس بوجھ کو اتارنا چاہتی ہے، وہ اس بچے کی ماں سے معافی مانگتے، اسکی اولاد اسکے حوالے کرنا چاہتی تھی۔ غفار نے حامی بھرتے اسے کہا کہ وہ اسے اسکے گھر لینے آئے گا اور وہیں سے وہ حیات صدیقی کے گھر جا کر انہیں سب سچ بتا دیں گے۔ دو دن بعد ہی غفار دوپہر کے وقت اسکے گھر گیا۔ اسکے 8 سالہ بیٹے نے دروازہ کھولتے اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور اسکی ماں کا پوچھتے وہ قدم اٹھاتا کچن میں جا پہنچا، جہاں وہ شاید اپنے بیٹے کے لیے کھانا بنانے میں مصروف تھی۔ کسی کے اندر آنے کی آہٹ پر وہ پلٹی، غفار کو دیکھتے اس نے فوراً گلے میں لیا دوپٹہ سر پر اوڑھا،

آپ۔۔۔ آپ بیٹھیں میں آتی ہوں" اسکے بولنے پر غفار آگے بڑھنے لگا"،

کس کو سب سچ بتانا ہے تم نے؟" وہ مزید آگے آیا"،

دیکھیں آپ یوں مجھے دھمکا نہیں سکتے، میں۔۔۔" غفار نے آگے بڑھتے اسکی گردن پکڑتے اسے دیوار کے ساتھ لگایا"،

کسی سے کچھ نہیں کہو گی تم، سمجھی" وہ اس کی گردن پر زور دیتا کہہ رہا تھا جبکہ اس نرس کا چہرہ دم گھٹنے کے باعث لال پڑ رہا تھا، وہ ہاتھ پاؤں ہلاتے خود کو چھڑانے کی کوشش" کر رہی تھی کہ ایک دم اسکا ہاتھ پیچھے پڑے چولہے پر پڑے برتن کو لگا، جس سے نکلتا تیل سیدھا غفار کے بازو پر گرا۔ تیل گرم ہونے کے باعث اسکے بازو کی جلد جھلس گئی جبکہ گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ نرس خود کو چھڑاتے باہر بھاگی مگر اسکے کچھ ہی قدم لینے پر غفار نے ریوالور نکالتے گولی چلائی، جو سیدھا اسکی پشت پر لگتے، سینے سے آر پار

urdunovelsblog

ہوئی، وہ فرش پر جا گری، خون تیزی سے بہنے لگا۔ گولی کی آواز سائلنسر کی وجہ سے اس کمرے تک محدود رہی مگر اسکا بچہ کچھ گرنے کی آواز پر تیزی سے اس جانب آیا، اپنی ماں کو فرش پر پڑا دیکھ وہ اسکے پاس جا بیٹھا، وہ اسکا چہرہ تھپتھپاتے اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا، اس بات سے انجان کے اسکی ماں اب ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سو چکی ہے۔ اس بچے نے روتے ہوئے غفار کی جانب دیکھا

یہ یہ تم نے کیا ہے نہ۔۔۔۔۔ میں سب کو بتا دوں گا۔۔۔ تم۔۔۔" وہ باہر کی جانب بھاگنے کی لگا تھا کہ ایک بار پھر ریوالور سے گولی نکلی، ایک اور انسانی جان اسکی نذر ہو گئی۔ ان ماں بیٹے کی لاشوں پر سے گزرتا وہ انسان، اس وقت حسد کی انتہا پر تھا، جسے دو بے گناہ انسانی جانیں لیتے ایک لمحے کے لیے بھی خوف نہیں آیا تھا۔ ایک غلط قدم کو چھپانے کی خاطر وہ ہر حد تجاوز کر گیا تھا۔ خود کو خدا سمجھتے، وہ سب کام کرنے پر خود کو قادر سمجھنے لگا تھا۔ اس گھر سے باہر نکلتے اس نے ایک نظر ویران پڑی گلی کو دیکھا اور ماسک لگاتے چلا گیا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ جس راز کو چھپانے کی خاطر وہ لوگوں سے انکی زندگی جینے کا حق چھین چکا ہے، وہ راز فاش کرنے والا بھی وہ خود ہی ہو گا۔ وقت گزرنے کر ساتھ ساتھ اس نے فائقہ لاشاری سے پیسے مانگنے کا آغاز کیا، پہلے پہل تو وہ خوشی سے اسے پیسے دے دیتیں مگر آہستہ آہستہ رقم کے بڑھ جانے پر وہ بھی اکتانے لگیں مگر انکار کرنے پر غفار نے انکی کمزوری کا استعمال کرتے انہیں بلیک میل کرنا شروع کیا۔ فائقہ بیگم اس نرس اور اسکے بیٹے کے قتل والی بات سے بے خبر تھیں جبکہ باقی سارا معاملہ ان کے علم میں تھا اور یونہی وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا اور ایک دن حیات صدیقی اس دنیا سے چلا گیا اور اس سے بڑی بات جس نے ان دونوں کو ہی حیران کیا تھا کہ اسکی موت کی وجہ کوئی اور نہیں بلکہ اس کا اپنا بیٹا تھا۔ کہانی ختم ہو گئی تھی، فجر کی آذان ہوئے بھی کافی وقت بیت گیا تھا۔ لاؤنج میں بیٹھے ہر شخص کو سانپ سونگھ چکا تھا۔ دھوکے اور فریب کی زندگی کا اختتام ہوا تھا، لاعلمی کے پر سکون دن ختم ہوتے اب اس اذیت ناک حقیقت کے ساتھ جینے والی زندگی کا آغاز ہو گیا تھا۔ ان سب کے درمیان چھائی خاموشی کو ایک بار پھر غفار کی آواز نے توڑا۔

میں معافی کے قابل تو بالکل نہیں ہوں، صرف سزا کا مستحق ہوں" غفار کی آواز رندھ چکی تھی، اپنے ضمیر پر سالوں سے پڑا بوجھ آج وہ اتار چکا تھا۔"

قدرت کی جانب سے سزا مجھے مل چکی ہے، اب آپ جو چاہیں مجھے سزا دے سکتے ہیں" وہ فیاض لاشاری سے مخاطب تھا، جو غضب ناک تاثرات لیے انہیں ہی دیکھ رہے" تھے۔ انکی کی ساری زندگی محض ایک فریب تھی۔

میں اس قابل کہاں غفار کہ تمہیں کوئی سزا دے سکوں، ارے میں تو ان لوگوں میں سے ہوں جو خود کو سمجھدار کہتے کہتے اپنے قریب ترین لوگوں سے دھوکہ کھا جاتے" ہیں، جس کو اتنے سال بندہ شناسی تک کا ہنر نہ آیا وہ تمہیں کیا ہی سزا دے سکتا ہے" وہ اٹھ کھڑے ہوئے، غفار بھی اپنی جگہ چھوڑتے انکے پاس آیا جبکہ لاؤنج میں موجود باقی

urdunovelsblog

نفوس بھی شل بیٹھے تھے۔ فائقہ لاشاری فیاض صاحب کے متوقع ردعمل سے کچھ خوفزدہ تھیں مگر اپنے کیے پر ابھی بھی انہیں کوئی پچھتاوا نہ تھا جبکہ دوسری جانب شاہزین کے پاس بولنے کے لیے الفاظ تک نہ تھے، اسے عرش سے فرش پر ایک لمحے میں پٹخا گیا تھا۔

"بندہ شناسی تو ایک طرف میں تو اپنوں کو ہی پہچان نہیں پایا" وہ خود پر ملامت کرتے بولے، انہیں دھوکا دینے والا کوئی اور نہیں بلکہ انکی بیوی اور سب سے پرانا دوست اور ساتھی غفار تھا۔ انکی بات پر غفار خاموشی سے گردن جھکائے کھڑا رہا، وہ نادم تھا اپنے ہر عمل پر!

"میں صرف تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں غفار، صرف ایک!" غفار نے نظریں اٹھاتے اس جانب دیکھا،

"کیا اتنے سال میرے ساتھ کام کرتے ہوئے تمہیں ایک بار بھی خیال نہیں آیا کہ جب یہ راز مجھ پر عیاں ہوگا تو میرا مان کیسے ٹوٹے گا؟ میرے اعتبار کے کتنے ٹکڑے ہوں گے؟" اس وقت کٹہرے میں کھڑا غفار اپنی صفائی میں کچھ بھی کہنے کے قابل نہ تھا۔

"چلو مجھے ایک جانب کرتے یہ بتاؤ کہ کیا ایک ماں کی گود اجاڑتے، دو بے گناہ لوگوں کا قتل کرتے تمہیں ایک بار بھی خدا کا خوف نہیں آیا!" وہ اسکی سفاکی، بے حسی پر حیران تھے۔

"خدا کو ہی تو بھول بیٹھا تھا میں!" کٹہرے میں کھڑا مجرم بولنے لگا،

"اور جو لوگ خدا کو بھول جائیں ان کا انجام بالکل میرے جیسا ہی ہوتا ہے فیاض صاحب، خالی ہاتھ، تہی دامن، بے سکون، گنہگار، نہ دنیا نہ آخرت!" وہ خاموش ہوا اور قدم اٹھاتے شاہزین کی جانب دیکھا۔ ابھی کچھ ہی قدم اسکی جانب بڑھائے تھے کہ شاہزین نے ہاتھ اٹھاتے اسے وہیں رک جانے۔ کا اشارہ دیا، اسکے قدم تھک گئے، شاہزین کی آنکھوں میں ویرانی واضح تھی۔ اسکی زبان اسے ایک بھی لفظ ادا کرنے کی اجازت ہی نہیں دے رہی تھی، وہ اس وقت کس کرب سے گزر رہا تھا، صرف وہی جانتا تھا۔ اسکی ساری زندگی ایک سراب تھی، جس کا پیچھا کرتے کرتے اسکی حقیقت کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی مگر کیا ایسے حقائق ہمیشہ پوشیدہ رہ پاتے ہیں!

"میں تمہارا مجرم ہوں بیٹا، تم سے تمہاری اصل شناخت چھیننے والا! چاہے تم نے ایک بہترین زندگی گزاری مگر اپنی اصل شناخت جاننا تمہارا حق تھا، جسے چھیننے والا میں تھا اور شاید آج لوٹانے والا بھی میں ہوں!" وہ کچھ فاصلے پر کھڑا بول رہا تھا۔ غفار نے ایک نظر کچھ دور بیٹھی فائقہ لاشاری کی جانب دیکھا، اس کی طرح انکا بھی انجام ہو چکا تھا مگر افسوس وہ اسکی طرح اپنے کیے پر اب بھی نادم نہ تھیں۔ غفار قدم اٹھاتے واپس فیاض لاشاری کے سامنے آیا اور ہاتھ جوڑتے بولنے لگا،

"میں اس راز پر سے پردہ ہٹاتے، اپنے ضمیر پر پڑا بوجھ کم کرنا چاہتا تھا" فیاض لاشاری کے سامنے وہ شخص کھڑا تھا جو انکا بہترین دوست ہونے کے ساتھ شاید بدترین دشمن بھی تھا۔

urdunovelsblog

آپ کی جانب سے دی ہوئی ہر سزا مجھے قبول ہو گی "اسکی آنکھ سے آنسو نکلتے اسکے ضعیف چہرے پر آ گرا۔"

میں تمہیں سزا نہیں دے سکتا غفار، میں اس قابل ہی نہیں! بس ایک گزارش کروں گا کہ آئندہ میری نظروں کے سامنے مت آنا کیونکہ تمہارے بڑے احسانات ہیں مجھ "

،پر اور وہ سب ایک ہی لمحے کی نذر ہو جائیں گے "غفار اپنے آنسو صاف کرتے واپسی کے لیے چل پڑا کہ سماعت سے فیاض صاحب کی آواز ٹکرائی

جب حمدان گیا تھا، تو بہت افسردہ تھا میں کہ تم جیسے شریف اور نیک انسان کے ساتھ قدرت نے اچھا نہیں کیا کیونکہ میرے نزدیک تم نے آج تک کسی کے ساتھ کچھ برا "

نہیں کیا تھا مگر اب میں افسوس کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تم اسی قابل تھے غفار، قدرت نے بہترین انصاف کیا تھا" غفار نے کچھ لمحے رکتے انکی بات سنی اور پھر قدم اٹھاتا

باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ قدم اٹھاتے فائقہ لاشاری کی جانب بڑھے، انہیں اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، وہ اب انہیں قائل کرنا چاہتی تھیں

کہ اس سب میں انکا نہیں غفار کا قصور تھا۔

،فیاض آپ صرف ایک بار۔۔۔ "فیاض لاشاری نے ہاتھ اٹھاتے انہیں بولنے سے روکا"

ایک لفظ بھی نہیں فائقہ! آج میں بولوں گا اور تم سنو گی "ان کے لہجے میں غصہ شامل تھا، وہ لاؤنج میں بیٹھے اس تیسرے انسان کو فراموش کر گئے تھے، جس کے ذہن کے "

پردے پر اسکی پوری زندگی ایک فلم کی مانند چل رہی تھی۔

تم نے ثابت کر دیا فائقہ کہ میں صحیح کہتا تھا، میری ماں کا انتخاب درست نہ تھا! "برسوں پرانا شکوہ ایک بار پھر زبان پر آیا، اتنے سالوں میں بنایا فائقہ بیگم کا اعتبار ایک لمحے "

! میں ٹوٹ گیا

تم نہ ایک اچھی بیٹی بن سکی، نہ ایک اچھی ماں، نہ ایک اچھی بیوی کیونکہ تم ایک اچھی انسان ہی نہیں تھی" فائقہ لاشاری انکی آنکھوں میں اپنے لیے وہی ناپسندیدگی دیکھ سکتی"

تھیں جو ایک عرصہ پہلے انہیں نظر آتی تھی مگر آج وہ ناپسندیدگی نفرت میں تبدیل ہو گئی تھی۔

ارے تمہیں کسی ماں کی گود اجاڑتے شرم نہیں آئی، تم تو اسکا دکھ بھی بخوبی سمجھ سکتی تھی فائقہ پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ "وہ چلائے، انکی آنکھوں میں نظر آتی آگ سامنے "

کھڑی فائقہ لاشاری کو جھلسا رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر وہی فیاض بن گئے تھے، جن کے پاس فائقہ لاشاری کے لیے صرف نفرت تھی۔

میرے کسی گناہ بلکہ بڑے گناہ کی سزا ہے کہ تم جیسی عورت میری ہمسفر بنی، میری اولاد کو تم جیسی ماں ملی "ہر مان کرچی کرچی ہو چکا تھا۔ زندگی کی ہر حقیقت جس سے وہ "

نظریں چراتی آئیں تھیں، آج انکے سامنے آ رہی تھی۔

urdunovelsblog

میرا شہریار آج جس حالت میں ہے اسکی وجہ شاہزین نہیں بلکہ تم ہو فائقہ تم "انکی آواز بے حد بلند تھی، فائقہ لاشاری نے کرب سے آنکھیں بند کیں، یہ وہ حقیقت تھی"
، جسے وہ جھٹلانا چاہتی تھیں۔ پیچھے بیٹھے شاہزین کو ایک دم اپنے سینے میں تکلیف کا احساس ہوا

تمہارے اعمال آئے ہیں میرے بیٹے کے سامنے، اس سب میں اصل قصور وار تم ہو! "شاہزین نے ان دونوں کی جانب دیکھا، منظر دھندلانے لگا تھا۔"

اتنے سال تم مجھے دھوکہ دیتی رہی اور میں تم پر اعتبار کرتا رہا اندھوں کی طرح مگر اب اور نہیں! "وہ اٹل لہجے میں کہتے ہر حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔ فائقہ بیگم نے انکی"
آنکھوں میں نظر آتا تاثر دیکھتے نفی میں سر ہلایا مگر اب بہت دیر چکی تھی۔

میں فیاض لاشاری اپنے پورے ہوش وحواس میں تمہیں فائقہ لاشاری کو۔۔۔۔۔ "انکے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جب پیچھے بیٹھا شاہزین تیزی سے کھانسنے لگا، وہ دونوں"
اس جانب متوجہ ہوئے، کھانسی بہت شدید تھی، وہ اب زمین پر بیٹھا زور زور سے کھانس رہا تھا۔ فیاض لاشاری تیزی سے اسکی جانب بڑھے کہ فائقہ لاشاری کی نظر اسکے منہ
، سے نکلتے خون پر پڑی

شاہزین۔۔۔ شاہزین بیٹا! "فیاض لاشاری اسکے پاس پہنچے، اسکی حالت بہت غیر ہو چکی تھی۔ فائقہ لاشاری کے دل میں نجانے کونسا احساس بیدار ہوا کہ قدم اسکی جانب"
بڑھے مگر اسکے پاس پہنچنے پر انہوں نے اسے سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ شاہزین نے لال ہوتی آنکھوں سے انکی جانب دیکھتے انہیں ہاتھ کا اشارہ کرتے، خود کو
ہاتھ لگانے سے روک دیا۔ وہ اسکی مجرم تھیں، اسکی ماں کی، اسکے باپ کی! اور جتنی نفرت وہ انکے ہر عمل اور لہجے میں اپنے لیے محسوس کر چکا تھا، وہ اس حالت میں بھی اسے
یاد تھی۔

خالد۔۔۔ خالد گاڑی نکالو "فیاض لاشاری نے چلاتے ہوئے ڈرائیور کو آواز دی اور شاہزین کو سہارا دیتے باہر چلے گئے جبکہ فائقہ لاشاری کی نظریں فرش پر پڑے شاہزین"
کے خون پر تھیں۔

اصباح کچن میں کھڑی کام میں مصروف تھی کہ آفاق اندر داخل ہوا۔

اصباح میڈم آپ کا شوہر پورے دو ماہ بعد گھر آیا ہے اور آپ ہیں کہ اس کے پاس بیٹھنے کی بجائے صبح سے کچن میں مصروف ہیں "آفاق کے شکوے پر اصباح نے گردن"
موڑتے اسکی جانب دیکھا، ہلکے آسمانی رنگ کی شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے وہ کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

تو یہ کھانا بھی تو میں اپنے شوہر نامدار کے لیے ہی بنا رہی ہوں نا" اصباح اسی کے انداز میں جواب دیتے پلٹی، ہلکے جامنی رنگ کی شلوار قمیض پہنے وہ چولہے کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔

"مگر آج رات کا کھانا تو میں اور تم باہر کھانے والے ہیں" اصباح نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ آفاق دوبارہ بولنے لگا،

"امی سے بات کر چکا ہوں میں" وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کہنے والی تھی۔

"اس لیے اب چلو میرے ساتھ" اس نے آگے بڑھتے اصباح کا ہاتھ تھاما،

"اچھا، آپ مجھے دس منٹ دے دیں پھر میں آپ کے ساتھ چلوں گی، بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے پلیز" اصباح کے لہجے میں موجود اصرار پر آفاق نے اسکا ہاتھ چھوڑا اور اسکے ساتھ آ کھڑا ہوا،

"چلو ٹھیک ہے پھر میں تمہاری مدد کروا دیتا ہوں" وہ آس پاس نگاہ دوڑاتے بولا،

"نہیں آفاق، آپ رہنے دیں، میں کر لوں گی" اسکی بات پر آفاق نے بھنویں سکیڑیں،

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ مجھے کھانا بنانا نہیں آتا! ارے سب کام کر سکتا ہوں میں" آفاق کے چہرے پر فخریہ تاثرات تھے۔

"جی، جی مجھے معلوم ہے کہ آپ تو ہر فن مولا ہیں" اصباح مسکراتے ہوئے بولی،

"تو پھر بتاؤ کیا کرنا ہے؟" اسکے کہنے پر اصباح نے دائیں جانب رکھے پیاز اٹھاتے پلیٹ میں رکھے،

"آپ یہ پیاز کاٹیں" پلیٹ چاپنگ بورڈ کے پاس رکھتے وہ اپنی ہنسی دباتی ہوئی بولی، آفاق اسکی آنکھوں میں موجود شرارت محسوس کر چکا تھا مگر چیلنج قبول کرتے چاپنگ بورڈ کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ نم آنکھوں سے پیاز کاٹ رہا تھا۔

"صحیح ظلم کیا ہے تم نے مجھ پر" وہ اپنی آنکھوں میں ہوتی چبھن کو کم کرنے کی خاطر کبھی بار بار پلکیں جھپکتا تو کبھی آنکھیں رگڑنے لگتا۔

"یہ ظلم میں نے نہیں آپ نے خود کیا ہے اپنے آپ پر!" اصباح کو اس پر ہنسی کے ساتھ ساتھ ترس بھی آ رہا تھا۔

"صحیح کہتے ہیں لوگ نیکی کا زمانہ ہی نہیں رہا" وہ افسوس سے سر ہلاتے بولا، جس پر اصباح ہنستے ہوئے پاس پڑے ٹماٹر کاٹنے لگی۔

وہ شاہزین کو لیے تیزی سے ہاسپٹل پہنچے تھے۔اسکی حالت کے پیشِ نظر اسے فوراً ایمرجنسی میں لے گئے تھے۔فیاض لاشاری پر ایک کے بعد ایک مصیبت آرہی تھی۔پہلے ان دونوں کا ایکسیڈنٹ، پھر شہریار کی حالت، شاہزین کی گمشدگی اور اب سب سے بڑھ کر وہ حقیقت جو ان پر عیاں ہوئی تھی۔ایمرجنسی روم کے سامنے لگے بینچ پر بیٹھے اس شخص کا دماغ شل ہو چکا تھا۔زندگی کی اتنی بڑی حقیقت ان کی نظروں سے اتنے سال پوشیدہ رہی۔دل بار بار سوال کرتا کہ ایسا کیسے ہو سکتا تھا مگر دماغ کڑیوں سے کڑیاں ملاتے انہیں احساس دلاتا کہ یہی حقیقت ہے۔انہیں یاد تھا کہ شاہزین کی پیدائش کے وقت حیات کے ہاں مردہ بیٹا پیدا ہوا تھا جو درحقیقت انکی اپنی اولاد تھی اور انکی گود میں آیا شاہزین حیات کا بیٹا تھا۔انہیں سب یاد آرہا تھا کہ شاہزین کی پیدائش کے بعد فائقہ کا اس کے لیے بہت انسکیور رہتی تھیں۔ کمپنی کے شیئرز شاہزین کے نام کرواتے ہی وہ کچھ پرسکون ہوئی تھیں، جس کی وجہ وہ آج بخوبی سمجھ سکتے تھے مگر سب سے بڑھ کر انہیں حیات کی موت کا واقعہ یاد آرہا تھا، شاہزین انجانے میں سہی مگر واقعی اپنے باپ کی موت کا ذمہ دار تھا۔انکا دماغ غصے اور شاک کے زیر اثر درد سے پھٹ رہا تھا۔وہ یونہی بیٹھے تھے کہ ایک دم انکا فون بجنے لگا، کال فائقہ لاشاری کی تھی۔ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ کال کاٹ چکے تھے، دو سے تین بار انکے کال کرنے پر وہ یہی عمل دہراتے رہے، وہ انکی آواز تک نہیں سننا چاہتے تھے۔اسی اثنا میں انکے فون پر فواد کی کال آنے لگی، گہری سانس لیتے وہ فون اٹھا چکے تھے اور تقریباً بیس منٹ بعد فواد انکے ساتھ موجود تھا۔وہ شاہزین کی طبیعت کے بارے میں مختصراً اسے آگاہ کر چکے تھے۔

"آپ پریشان مت ہوں انکل، سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ انکے کندھے پر ہاتھ رکھتے تسلی دینے لگا، جس پر فیاض لاشاری نے آنکھوں میں نمی لیے اسکی جانب دیکھا،

"میں کیسے پریشان نہ ہوں فواد! میرا ایک بیٹا معذوری کی حالت میں بستر پر پڑا ہے اور دوسرا بیٹا۔۔۔" وہ جملہ مکمل نہیں کر سکے۔شاہزین کی حالت دیکھتے وہ اتنا اندازہ تو لگا چکے تھے کہ معاملہ سنگین ہے۔

urdunovelsblog

"ایک کے بعد ایک آزمائش، میرے سامنے آرہی ہے!" نمی انکی آواز میں بھی گھلنے لگی تھی۔

"آنٹی کیسی ہیں انکل اور وہ اس وقت کہاں ہیں؟" فواد کو ایک دم فائقہ لاشاری کا خیال آیا، وہ اپنی اولاد کی تکلیف پر نجانے کس حال میں ہونگی! فائقہ لاشاری کا نام سنتے ہی فیاض صاحب کے چہرے کے تاثرات سخت ہوئے، وہ اسے کیا بتاتے کہ اس سارے معاملے کی اصل ذمہدار وہی ہیں۔انکی خاموشی پر اس سے پہلے کے فواد کچھ کہتا، ایمرجنسی روم کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے۔وہ دونوں تیزی سے انکی جانب گئے۔

"مریض کی حالت بہت نازک ہے، ہمیں فوری ان کے کچھ ٹیسٹ کرنے ہونگے، آپ بس دعا کریں" فیاض لاشاری کے کچھ بولنے سے پہلے ڈاکٹر دوبارہ بولنے لگا،

"آپ مریض کے والد ہیں نا؟" فیاض لاشاری نے اثبات میں سر ہلایا۔

آپ میرے ساتھ آئیں!"ڈاکٹر انہیں اپنے ساتھ لیے ایک جانب چل پڑا۔"

تقریباً بیس منٹ بعد وہ کام ختم کرتے کمرے کی جانب بڑھ گئی، آفاق کو وہ پہلے ہی کمرے میں بھیج چکی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر بیڈ پر بیٹھے آفاق پر پڑی جو فون کان سے لگائے بیٹھا تھا۔ وہ قدم اٹھاتی اسکے سامنے جا بیٹھی اور کال ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ پانچ سے دس منٹ گزر جانے کے بعد بھی کال جاری رہی، اصباح نے خفگی سے آفاق کی جانب دیکھا جبکہ آفاق کی نظریں تب سے اسی کے چہرے پر تھیں، جس کے تاثرات پل پل میں تبدیل ہو رہے تھے۔ بالآخر پورے پندرہ منٹ بعد کال کٹ گئی۔

آپ مجھے اس لیے اپنے پاس بلا رہے تھے کہ میں یہاں بیٹھ کر انتظار کروں اور آپ فون پر مصروف رہیں"اصباح بھنویں سکیڑے بولی، اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا" اسکا فون پھر سے بجنے لگا۔ آفاق نے معصومیت بھرے تاثرات لیے اصباح کی جانب دیکھا جو غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کال ضروری تھی اس لیے وہ فون کان سے لگا چکا تھا۔ اصباح غصے سے اٹھ کر جانے ہی لگی تھی کہ آفاق نے اسکا ہاتھ تھامتے اسے روکا۔ وہ رک گئی مگر منہ موڑے کھڑی رہی۔ دو منٹ بعد فون کاٹتے آفاق نے اسکے پھولے ،ہوئے چہرے کی جانب دیکھا

سوسوری یار، یہ کال بہت ضروری تھی، اس لیے اٹھانی پڑی"اصباح کا منہ اب بھی دوسری جانب تھا۔"

سوری کہہ تو رہا ہوں میں، اب فون آیا تو پکا نہیں اٹھاؤں گا"اسکے کہنے کی دیر تھی کہ فون پھر سے بجنے لگا، آفاق نے کن اکھیوں سے اصباح کی جانب دیکھا جو ایک ہاتھ کمر پر" ٹکائے اسکے اگلے عمل کی منتظر تھی جبکہ دوسرا ہاتھ اب بھی آفاق کے ہاتھ میں تھا۔

اٹھائیں، اٹھائیں بہت اہم کال ہے آپ کی"اصباح طنزیہ انداز میں بولی، جس پر آفاق نے ایک نظر اسکی جانب دیکھتے کال کاٹ دی۔"

اہم ہے مگر تم سے زیادہ نہیں!"وہ مسکراتے ہوئے بولا، اس ایک جملے پر اصباح کی خفگی فوراً دور ہوئی مگر وہ آفاق کے سامنے اتنی جلدی مان نہیں سکتی تھی۔"

اب آؤ یہاں بیٹھو"وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے خود اٹھ کھڑا ہوا اور الماری کی جانب بڑھ گیا۔ اصباح گردن دوسری جانب موڑے کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ آفاق نے" ایک بیگ اٹھاتے بیڈ پر رکھا اور خود دوسری جانب بیٹھ گیا۔ بیگ درمیان میں رکھے وہ دونوں اس کے اطراف بیٹھے تھے۔ آفاق کی نظریں اصباح پر تھیں جبکہ ہاتھ بیگ سے چیزیں نکالنے میں مصروف تھے۔

اصباح میڈم آپ ناراض بعد میں ہو جایے گا، ابھی ادھر دیکھیں" وہ سینے پر ہاتھ باندھے بیٹھی اصباح کی جانب دیکھتے بولا جو منہ موڑے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ آفاق جانتا تھا کہ وہ"

کن اکھیوں سے اسی جانب دیکھ رہی ہے۔ وہ سامان باہر نکالتے بیگ بند کر چکا تھا۔

چلو ٹھیک ہے پھر میں یہ سب واپس سمیٹ دیتا ہوں" آفاق نے کچھ لمحے انتظار کرتے دوبارہ ہاتھ بیگ کی جانب بڑھائے ہی تھے کہ اصباح نے گردن موڑتے اس جانب"

،دیکھا

،آئیندہ آپ میرے پاس بیٹھ کر اتنی دیر فون پر بات نہیں کریں گے، اوکے!" اصباح کے بولنے پر آفاق نے اثبات میں سر ہلایا، اصباح مسکرائی کہ آفاق بول پڑا"

،ڈن، کال آتے ہی میں باہر چلا جایا کروں گا" اصباح نے دوبارہ بھنویں سکیڑے خفگی سے اسکی جانب دیکھا"

،میں مذاق کر رہا تھا یار" وہ دوبارہ بات بگڑتے دیکھ کر بول پڑا"

اب چھوڑو ان باتوں کو اور یہ دیکھو!" اس نے ایک چھوٹا سا ڈبا اٹھاتے اصباح کی جانب بڑھایا۔ ڈبا کھولتے ہی اصباح کے چہرے کو ایک خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا، وہ"

ایک نفیس اور نازک سا بریسلٹ تھا، جس پر چھوٹی چھوٹی تتلیاں بنی تھیں۔

،یہ بہت پیارا ہے آفاق!" وہ بریسلٹ ہاتھ میں لیتے بولی"

لاؤ، ادھر دو!" آفاق نے ہاتھ بڑھاتے بریسلٹ اس کے ہاتھ سے لیا اور اسکی بائیں کلائی کی زینت بنا دیا۔ وہ اس کے لیے اور بھی بہت سی چیزیں لایا تھا، وہ جانتا تھا کہ اسے"

جیولری بے حد پسند ہے۔

یہ سب بہت اچھا ہے آفاق، تھینک ہو سوچ" اسکے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ بہت خوش ہے۔"

،اب ناراضگی دور ہوئی آپکی اصباح میڈم؟" اصباح نے فوراً اثبات میں سر ہلایا"

ارے ایک خاص چیز تو رہ گئی" وہ دوبارہ بیڈ سے اٹھا اور الماری سے ایک شاپنگ بیگ نکال لایا، جسے کھولتے پہلے اصباح کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ وہ ایک مہرون رنگ"

،کی خوبصورت، نفیس اور سادہ ساڑھی تھی۔ آفاق اسکی آنکھوں میں موجود ستائش دیکھ سکتا تھا

،میں نے سوچا اس بار بلیو کلر کا شکوہ دور کر دوں" آفاق کی بات پر اصباح نے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا"

یہ بہت اچھی ہے آفاق!" اسکے لہجے میں نمی تھی۔ اسکے چہرے پر آئی مسکان آفاق کو کتنی عزیز تھی، یہ صرف وہی جانتا تھا۔"

urdunovelsblog

میں یہ رتبہ کی منگنی پر پہنوں گی" وہ فیصلہ کرتی بولی، جس پر آفاق ہنسنے لگا۔"

"میں نے سوچا تمہاری برتھ ڈے ہے تو تمہیں اچھی طرح خوش کر دیا جائے"

آپ خود آ گئے آفاق، میرے لیے یہی بہت بڑا گفٹ تھا، آپ کو اندازہ نہیں ہے میں نے آپ کو کتنا مس کیا ہے ان دو ماہ میں" وہ اپنی کیفیات بیان کر رہی تھی۔"

مجھے اندازہ ہو گیا تھا رات کو!" آفاق نظریں اسکے چہرے پر ٹکائے بولا، جہاں اسکی بات پر کچھ لمحے بعد سرخی نظر آنے لگی، جس پر آفاق کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔"

،فیاض لاشاری اس ڈاکٹر کے ساتھ چلتے چلتے اسکے آفس میں داخل ہوئے

ڈاکٹر صاحب کچھ تو بتائیں پلیز کہ شاہزین کو کیا ہوا ہے؟" وہ کرسی پر بیٹھنے کی بجائے ڈاکٹر کو مخاطب کرتے بولے، انکا دل بہت گھبرا رہا تھا۔"

آپ بیٹھیں، میں آپ کے ہر سوال کا تفصیل سے جواب دوں گا" ڈاکٹر کا سنجیدہ لہجہ فیاض صاحب کو مزید پریشان کر رہا تھا، انکا دل انہیں کسی بری خبر کا عندیہ دے رہا"

،تھا۔ انکے بیٹھتے ہی ڈاکٹر بولنے لگا

فیاض صاحب بہت حوصلے سے میری بات سنیئے گا" فیاض لاشاری کو اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں محسوس ہونے لگی۔"

آپکے بیٹے کو لنگز کینسر ہے" اس کمرے کی چھت فیاض لاشاری کے سر پر آ گری۔"

کینسر کس سٹیج پر ہے، یہ بات ہمیں ٹیسٹ کی رپورٹس آنے پر واضح ہو جائے گی" فیاض لاشاری کی زبان کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ انکا"

!ذہن کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا

مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔ میرا مطلب۔۔؟" انکے الفاظ بے ربط جبکہ لہجہ لڑکھڑاہٹ کا شکار تھا۔"

دیکھیں فیاض صاحب یہ سب ایک دم نہیں ہوتا، پچھلی بار جب وہ یہاں ایڈمٹ ہوئے تھے تو ہم نے آپکی وائف کو اسی سلسلے میں بلایا تھا مگر شاید کسی مصروفیت کے باعث وہ"

آ نہیں سکیں" فیاض لاشاری کے دل میں فائقہ بیگم کے لیے غصہ مزید بڑھ گیا، وہ اتنی بے حس کیسے ہو سکتی تھیں۔

آپ پریشان مت ہوں، بس دعا کریں کہ بائیوپسی کی رپورٹ میں آپ کے لیے کوئی بری خبر نہ ہو" ڈاکٹر فیاض لاشاری کو خاموش بیٹھا دیکھ کر بولنے لگا، فیاض لاشاری نے"

،ویران نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا

ہم اپنی پوری کوشش کریں گے مگر بہتر ہے کہ آپ خود کو ہر طرح کے حالات کے لیے تیار کرلیں" وہ پیشہ ورانہ انداز میں فیاض لاشاری کو تسلی دیتے، آنے والے حالات" کے لیے تیار کر رہے تھے جبکہ دوسری جانب بیٹھے فیاض لاشاری اس وقت اپنے آپ کو اس کائنات کا سب سے بے بس اور تنہا انسان محسوس کر رہے تھے، جن کے سامنے انکی اولاد زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی اور اس مشکل گھڑی میں انکے ساتھ کوئی اپنا بھی نہیں تھا۔

وہ رات آٹھ بجے سیمینار سے واپس آیا تھا اور اس دوران آبرو کمرے میں بیٹھی اپنی ساری فائلز جو وہ ساتھ لائی تھی، پڑھ چکی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ پہلا دن اسے اکیلے ہی گزارنا ہوگا، اس لیے اس نے کام کو فراغت پر ترجیح دی تھی۔ تاشفین کے واپس آتے اب ان دونوں کا باہر جانے کا پلین تھا مگر صبح سے آسمان پر چھائے بادل عین اسی پہر برسنے لگے تھے۔

باہر بارش ہو رہی ہے تاشفین!" آبرو نے کھڑکی سے نظر آتے سٹریٹ لائٹ میں نظر آتی بارش کی بوندوں کو دیکھتے تاشفین کو اطلاع دی۔"

"ہاں میں نے دیکھا ہے، اب پلین کینسل کرنا ہوگا، ہم کل۔۔۔۔"

آپ میرے ساتھ باہر چلیں گے پلیز" آبرو کی بات پر تاشفین نے اسکی جانب دیکھا، جو آنکھوں میں ستائش لیے اسے دیکھ رہی تھی۔"

"مگر باہر بارش ہو رہی ہے آبرو"

اسی لیے تو کہہ رہی ہوں" آبرو اسکے پاس آئی، وہ آبرو کے اصرار پر خوشگوار حیرت میں مبتلا تھا۔"

"مگر۔۔"

،پلیز چلیں نا!" وہ اسکا تھامتے بولی"

اوکے اوکے، بس دو منٹ!" وہ بیڈ سے اٹھتا بولا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ہاتھ میں چھتری لیے باہر موجود تھے۔ ایک ساتھ چلتے وہ ہوٹل سے کچھ دور نکل آئے تھے، ٹھنڈی" ہوا کے ساتھ ہلکی بارش، موسم بہت خوشگوار تھا۔ بارش کے حوالے سے آبرو کے چہرے پر آئی مسکان دیکھتے تاشفین حیران ہوا تھا۔ وہ یونہی چلتے جا رہے تھے کہ ایک دم بارش تیز ہوگئی، جسے دیکھتے تاشفین پریشان جبکہ آبرو مزید خوش ہوگئی۔

،بارش تیز ہو رہی ہے آبرو ہمیں واپس چلنا چاہیے" تاشفین نے فوراً واپسی کی راہ لینی چاہی"

"نہیں تاشفین، اب ہی تو صحیح مزہ آئے گا" وہ ہاتھ چھتری سے باہر نکالتے مسکراتے ہوئے بولی اور کچھ ہی دیر بعد وہ چھتری کے سائے سے نکلتے باہر بارش میں بھیگنے لگی۔اس جگہ اس وقت ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ موجود نہ تھا۔

"تم بیمار پڑ جاؤ گی آبرو" تاشفین اسکی حرکت پر حیران ہوتے متفکر ہوا جبکہ آبرو اپنا چہرہ آسمان کی جانب کیے بارش میں بھیگ رہی تھی۔بارش کی بوندیں اسکے چہرے پر گرتی اسے سکون دے رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں! آپ ہیں نا" وہ اطمینان سے جواب دیتے بولی، جس پر تاشفین خاموش ہو گیا، وہ شاید پہلی بار اسے اتنا پر جوش اور خوش دیکھ رہا تھا۔وہ اکثر سنجیدہ ہی رہتی تھی اور کبھی کبھی تاشفین کے مذاق کرنے پر اسکا ساتھ دیتی مگر خود سے یوں کسی چیز کے لیے وہ کبھی اتنی پر جوش نہیں ہوئی تھی۔

"آپ کو پتا ہے بچپن میں بھی اس طرح تیز بارش میں اصباح ڈر کر بیٹھ جاتی تھی جبکہ میں اور رتبہ بارش میں خوب نہاتے تھے" بارش کا شور مزید بڑھ گیا تھا۔تاشفین اسے یوں دیکھتے اپنی چھتری لیے اسکے پاس آیا،

"مجھے بارش بہت زیادہ پسند ہے تاشفین!" وہ آنکھیں بند کرتے بارش کو محسوس کرتے بولی، تاشفین اسکے عین سامنے کھڑا تھا۔

"اور مجھے تم!" تاشفین کا لہجہ جذبات سے بھرپور تھا، اسکی بات پر آبرو کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی، تاشفین شاید آج کسی اور آبرو کے سامنے کھڑا تھا، جو بہت زندہ دل اور غیر سنجیدہ تھی۔

"تاشفین آپ بھی نہ!" وہ اسکے کندھے پر سر رکھتے بولی، اب وہ اسکے ساتھ چھتری کے نیچے کھڑی تھی۔

"ارے میں نے اپنی محبت کا برملا اظہار کیا ہے اور آپ ہنس رہی ہیں" تاشفین لہجے میں مصنوعی خفگی لیے بولا،

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں بھی جوابی کاروائی کروں؟" اسکی بات پر تاشفین مسکرایا،

"اگر ایسا ہو جائے تو کیا ہی بات ہو!" وہ نظریں اسکے چہرے پر جمائے بولا،

"ابھی نہیں، پھر کبھی ایسے ہی کسی موقع پر اچانک آپ کو حیران کروں گی، ابھی آپ مجھے بارش کا مزہ لینے دیں" وہ یہ کہتے واپس چھتری کے سائے سے نکل گئی جبکہ تاشفین ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھتا رہا۔

urdunovelsblog

فیاض لاشاری اس وقت آئی-سی-یو کے سامنے ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے۔کل کا پورا دن شاہزین کو ہوش نہیں آیا تھا جو ایک نہایت تشویش ناک بات تھی،فیاض لاشاری کی پریشانی میں ہر گزرتے لمحے سے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور صبح آئی بائیوپسی کی رپورٹ انکا رہا سہا سکون بھی چھین چکی تھی۔شاہزین کو سٹیج فور لنگ کینسر تھا،جس کا علاج ناممکن کی حد تک مشکل تھا۔فیاض لاشاری کے پاؤں تلے زمین اور سر سے آسمان چھن چکا تھا،اپنی کمائی ہوئی ساری دولت انہیں اس وقت بے وقعت محسوس ہو رہی تھی۔شاہزین کی حالت دیکھتے انکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے،انہوں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ شاہزین کو،اپنے اس غیر ذمہ دار مگر عزیز بیٹے کو اس حال میں دیکھیں گے۔وہ حیران تھے کہ آخر وہ کیسے اس کی بگڑتی طبیعت بھانپ نہیں پائے جبکہ فواد اس خبر پر بالکل ساکن تھا،وہ جانتا تھا کہ اس مسئلے کا آغاز کب ہوا تھا اور اسکے بگڑنے کی وجہ صرف اور صرف شاہزین کی لاپرواہی تھی پر اس وقت یہ باتیں بیکار تھیں،اسکا ایک عزیز ترین دوست موت کے دہانے پر کھڑا تھا۔وہ اس سارے وقت میں فیاض لاشاری کے ساتھ ساتھ تھا،انکے رویے اور فائقہ لاشاری کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے وہ اندازہ کر چکا تھا کہ کچھ ایسا تھا جس سے وہ لاعلم تھا۔فیاض لاشاری شاہزین کی طبیعت کے پیشِ نظر اس حقیقت کو فراموش کر چکے تھے،جو ایک روز پہلے ان پر فاش ہوئی تھی،اس وقت ان کے لیے سب سے اہم شاہزین کی طبیعت تھی۔وہ ابھی بائیوسی کی رپورٹ کے شاک سے نہیں نکلے تھے کہ شاہزین کی حالت بگڑنے کے باعث اسے آئی-سی-یو میں شفٹ کرنے کی خبر ان پر قیامت بن کر ٹوٹی،وہ ایک مضبوط مرد مگر ایک کمزور باپ ثابت ہوئے تھے پر شاید اولاد کے معاملے میں ہر باپ ہی کمزور ہوتا ہے! وہ اس وقت تنہا تھے،بالکل اکیلے۔آج تک زندگی میں آئی ہر مشکل گھڑی میں دو لوگ ان کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے،ایک انکا پرانا قابلِ اعتماد دوست غفار اور دوسری انکی ہمسفر فائقہ لاشاری مگر آج اگر وہ اس مشکل میں گھرے تھے تو اسکی وجہ وہی دونوں رشتے تھے جو انہیں بے حد عزیز تھے۔انکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئیں،سب کو اپنے اوپر گزرتی اذیت کا حال سنائیں کہ انکے قابلِ اعتبار رشتے درحقیقت ساری عمر انہیں دھوکہ دیتے آئے تھے اور بڑھاپے کی عمر کا سہارا،انکے بیٹے اس وقت کس حال میں تھے،ایک معذوری کی حالت میں بستر پر پڑا تھا تو دوسرا کینسر جیسی مہلک بیماری سے لڑ رہا تھا۔وہ یونہی بے چینی سے،نم آنکھیں لیے ادھر سے ادھر گھوم رہے تھے کہ انکی نظر راہداری میں اس جانب آتی عورت پر پڑی،وہ کوئی اور نہیں بلکہ فائقہ لاشاری تھیں۔

سورج کی روشنی آہستہ آہستہ پورے آسمان کو منور کر رہی تھی،وہ اس وقت اپنے بنائے اس چھوٹے سے باغیچے میں کھڑی تھی،صبح سویرے یہ سبزہ،پھولوں کی خوشبو،پرندوں کی چہچہاہٹ اسکی روح کو طمانیت بخشتا تھا۔پودوں کو پانی دیتے اسکے لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی،جو آفاق کے جانے سے کہیں کھو گئی تھی اور اب اسکی واپسی کے ساتھ وہ پھر سے اسکے چہرے کی زینت بن گئی تھی۔رات کو واپسی پر انہیں بہت دیر ہو گئی تھی جس کی وجہ ڈنر کے بعد کی گئی لانگ ڈرائیو تھی۔ان دو ماہ میں گزرے ہر لمحے کی کہانی اس نے آفاق کے گوش گزار کی تھی۔آس پاس کا ہر منظر اسے بہت حسین لگ رہا تھا،آفاق کی واپسی،سرپرائز پھر کل رات کا ڈنر اور ڈرائیو دو ماہ کی ساری

اداسی دو دن میں ہی دور ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر فریش ہوتے سیدھا نیچے آئی تھی جبکہ آفاق ابھی تک سو رہا تھا۔ یونہی پودوں کو دیکھتے اسے ایک خیال آیا، لبوں پر مسکان لیے اس نے آگے بڑھتے گلاب کے دو پھول توڑے اور قدم اٹھاتے اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔ بغیر آواز پیدا کیے اسنے کمرے کا دروازہ کھولا اور دبے پاؤں اندر داخل ہوئی، ایک نظر بیڈ پر سوئے آفاق پر ڈالی اور پھر ایک کونے میں رکھے ٹیبل کی جانب بڑھ گئی، جس پر پینٹنگ کا سامان رکھا تھا۔ ٹیبل پر رکھا ایک کاغذ اٹھاتے، اس نے مارکر ہاتھ میں پکڑتے کچھ لمحے سوچا اور پھر مارکر کی نوک کاغذ پر نقش چھیڑنے لگی۔ دو منٹ بعد اس نے کاغذ نظروں کے سامنے کیا

تھینک یو سو مچ آفاق !"ان الفاظ کے ساتھ کاغذ کے ایک کونے میں اُس نے دل میں پیدا ہوتے ایک احساس کو الفاظ کی شکل دی تھی۔"

!آپ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے نہ آفاق، بدل تو نہیں جائیں گے ؟" وہ ایسی ہی تھی، خوشیوں کی آمد پر انکے چھن جانے کا ڈر دل میں رکھنے والی"

ان دو گلابوں کو اس کاغذ کے ساتھ جوڑتے وہ قدم اٹھاتی بیڈ کے قریب آئی، ایک نظر آفاق کے چہرے پر ڈالی، وہ کافی گہری نیند میں تھا۔ دونوں چیزیں اس کے سراہنے رکھتے وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ اب اسکا ارادہ ناشتہ بنانے کا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ مہمل کے ساتھ ناشتہ تیار کرتے رابعہ بیگم کے پاس گئی اور پھر کچھ دیر بعد اسکا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکی نظر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے آفاق پر پڑی جو سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنے آئینے کے سامنے کھڑا بال درست کر رہا تھا۔ اصباح کی نظر بے اختیار اس جگہ پر گئی جہاں وہ پھول رکھ کر گئی تھی مگر اب وہ جگہ خالی تھی، وہ آس پاس نگاہ دوڑاتے کچھ قدم آگے آئی اور بیڈ شیٹ سیٹ کرنے کے بہانے پھول تلاشنے لگی، اسے شک تھا کہ کہیں وہ پھول اور کاغذ تکیے کے نیچے آنے کی وجہ سے آفاق کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے ہوں جبکہ پاس کھڑا آفاق اسکی ہر حرکت بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

urdunovelsblog

،کہیں یہ تو نہیں ڈھونڈ رہی ؟"آفاق نے اسکی جانب پلٹتے ہاتھ میں پکڑے پھول اور کاغذ اسکے سامنے لہرائے، جس پر اصباح مسکراہٹ چھپاتے بولنے لگی"

،نہیں وہ بس، میں آپ کو ناشتے کے لیے بلانے آئی تھی" یہ کہتے وہ جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ آفاق نے اسکا تھامتے اسے روکا"

رکو پہلے اپنے سوال کا جواب تو لیتی جاؤ !" وہ آفاق کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔ اپنے ہاتھ میں تھاما اس کا ہاتھ، آفاق نے اپنے سینے پر، دل کے مقام پر رکھا، اصباح نے نظریں" اٹھاتے اسکی آنکھوں میں دیکھا، جو پہلے ہی اصباح کی جانب دیکھ رہا تھا۔

،دھڑکن محسوس ہو رہی ہے ؟"اصباح نے تیز دھڑکتے دل کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا"

"جب تک یہ دھڑکتا رہے گا، میں ایسا ہی رہوں گا، بالکل نہیں بدلوں گا" اصباح کی نظروں کا مرکز اس شخص کا چہرہ تھا جو اس کا نصیب تھا۔ وہ واقعی بہت خوش قسمت تھی کہ آفاق جیسا شخص اسکا ہمسفر تھا۔ ماضی میں اسے پیش آئی ہر تکلیف کا ازالہ قدرت نے آفاق کی صورت میں کیا تھا جبکہ دوسری جانب آفاق کے لیے اسکے چہرے پر آتے حیا کے رنگ بہت معنی رکھتے تھے۔ اصباح نے نظریں چراتے ٹیبل پر رکھے وہ پھول اٹھائے،

"ایسا کریں آپ انہیں اس گلدان میں لگا دیں، بہت اچھے لگیں گے" اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلدان کی جانب اشارہ کیا، جس پر آفاق نے وہ پھول اٹھاتے اصباح کے کان پر جھولتی لٹ کو پیچھے کرتے اس پھول کو اسکے بالوں میں لگا دیا اور اسکا رخ آئینے کے سامنے کرتے اسکے عین پیچھے آ کھڑا ہوا۔ ان دونوں کا عکس آئینے میں واضح تھا۔ آگے کھڑی اصباح کے شانوں پر ہاتھ رکھے آفاق بولنے لگا،

"مجھے تو یہ یہاں زیادہ اچھا لگ رہا ہے" ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اس نے اصباح کی جانب دیکھا جس کے رخسار اسکی بات پر گلابی ہونے لگے تھے۔

"ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا آفاق، آپ نیچے آ جائیں" اب آفاق سے نظریں ملانا اسکے لیے بے حد مشکل تھا، اس لیے تیزی سے بات مکمل کرتے وہ کمرے سے نکل گئی جبکہ آفاق مسکراتے ہوئے واپس ٹیبل کی جانب دیکھنے لگا جہاں اصباح کا لکھا وہ کارڈ موجود تھا۔

فائقہ بیگم کو سامنے دیکھتے فیاض لاشاری کو ایک دم شدید غصہ آنے لگا مگر اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر قابو پاتے وہ انکی جانب بڑھے۔

urdunovelsblog

"کیوں آئی ہو تم یہاں؟" لہجے میں غصہ جبکہ الفاظ میں سختی تھی جبکہ فائقہ لاشاری نم آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"وہ میں شاہزین۔۔۔۔" انکے لہجے میں نمی جبکہ آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ شاہزین کے بارے میں ساری خبر انہیں صبح ہی فواد سے ملی تھی جس پر وہ شدید حیرت زدہ تھیں کہ شاہزین کی اتنی بڑی بیماری انکی نظروں سے کیسے چوک گئی مگر پھر ایک دم خیال آیا کہ وہ اس پر توجہ ہی کب دیتی تھیں، جو اسکی طبیعت میں آتا بدلاؤ محسوس کر پاتیں۔ وہ آج فیاض لاشاری کے سامنے کھڑی تھیں تو وجہ صرف دل میں موجود ممتا کا مردہ ہوتا جذبہ تھا، جو وہ شاہزین کے لیے محسوس کرتی تھیں۔

"نام مت لو شاہزین کا اپنی زبان سے!" فیاض لاشاری اس وقت شدید طیش میں تھے۔

"میں صرف ایک بار اسے دیکھنا چاہتی ہوں، بس۔۔۔۔" فائقہ لاشاری ہمت کرتے ہوئے بولنے لگیں،

"کیا دیکھنا چاہتی ہو ہاں بتاؤ مجھے، یہی نہ کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا" فیاض لاشاری کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فائقہ لاشاری کو اپنی نظروں کے سامنے سے دور کر دیتے۔

"ایسی بات نہیں۔۔۔۔"

میں جانتا ہوں تمہیں، ایسی ہی بات ہے، اس لیے خوش ہو جاؤ موت کے دہانے پر کھڑا ہے وہ" فیاض لاشاری انکی بات کاٹتے بولے جبکہ فائقہ لاشاری انکی آنکھوں میں اپنے" لیے نفرت دیکھ رہی تھیں۔

کل مجھے یونہی خیال آیا کہ چاہے وہ تمہاری اپنی اولاد نہیں پر پھر بھی بچپن سے تم نے ہی تو اسے پالا ہے، اسکی تکلیف کیا تم کبھی محسوس نہیں کر سکی؟ اتنا عرصہ تو جانور بھی" پالا جائے تو اس سے انسیت ہو جاتی ہے مگر۔۔۔۔۔ "غصے سے انکا سانس پھولنے لگا تھا۔

میں بھول گیا تھا کہ میں کس کے بارے میں سوچ رہا ہوں، جس عورت کو ایک ماں کی گود اجاڑتے کوئی خوف نہ آیا ہو، وہ کہاں کسی کی تکلیف پر پریشان ہو سکتی ہے! "فائقہ" لاشاری کے پاس بولنے کو کچھ باقی نہ تھا مگر اب بھی وہ اپنے ہر عمل کی وضاحت دینے کو تیار تھیں کہ ان سب میں انکا کوئی قصور نہیں!

بہتر ہے تم یہاں سے چلی جاؤ! "فیاض لاشاری مزید انہیں یہاں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔"

شہریار کے پاس جاؤ، اپنے بیٹے کے پاس جو تمہارے کیے گئے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے "انکے لہجے میں فائقہ لاشاری کے لیے بالکل بھی نرمی موجود نہ تھی۔"

مگر فیاض آپ۔۔۔۔! "انہوں نے پھر بولنے کی کوشش کی مگر فیاض لاشاری نے ہاتھ اٹھاتے انہیں بولنے سے روکا۔"

تمہیں شاید میری بات سمجھ نہیں آئی کہ میں تمہارا یہ چہرہ اپنی نظروں کے سامنے نہیں دیکھنا چاہتا اس لیے جاؤ یہاں سے اور مجھے اکیلا چھوڑ دو "ایک حقیقت انکی زندگیاں" برباد کر چکی تھی۔

"مجھے آپ کی فکر۔۔۔۔"

فائقہ میری فکر کرنا تم چھوڑ دو، اپنی فکر کرو، اپنی آخرت کی! ماضی میں اپنے اعمال پر نظر ثانی کرو اور مجھے میرے بیٹے شاہزین کے پاس چھوڑ دو "فیاض لاشاری کے لہجے" میں شاہزین کے لیے فکر تھی، محبت تھی!

تم اسے اپنا بیٹا مانو یا نہ مانو مگر میں اسے اپنی اولاد، اپنا بیٹا مانتا ہوں، بے شک ہمارا کوئی خونی رشتہ نہیں مگر وہ مجھے اپنے ہر رشتے سے زیادہ عزیز ہے "فیاض لاشاری کے لہجے میں" شاہزین کے لیے محبت فائقہ بیگم واضح محسوس کر سکتی تھیں۔

urdunovelsblog

میں کچھ دونوں تک تمہیں اور شہریار کو ملک سے باہر بھیج رہا ہوں، ڈاکٹر سے میری بات ہو چکی ہے اور ٹکٹس تمہیں مل جائیں گی" یہ خبر فائقہ لاشاری کو حیرت میں مبتلا کر گئی، حالات بہتر ہوتے تو شاید وہ اس خبر پر خوش ہوتیں مگر اب نہ حالات بہتر تھے نہ انکے درمیان موجود رشتہ!

میری زندگی میں پہلے ہی تم بہت مسائل پیدا کر چکی ہو اس لیے اس بار بغیر کوئی مسئلہ پیدا کیے چلی جانا" اب انکے درمیان بات کرنے کے لیے کچھ باقی نہ تھا، ایک آخری نگاہ" فیاض لاشاری پر ڈالتے فائقہ لاشاری واپس انہیں قدموں پر چلنے لگیں، جن پر وہ یہاں آئی تھیں۔

وہ دونوں باہر جانے کے لیے بالکل تیار تھے، موسم آج بھی کل کی طرح ابر آلود تھا۔ ٹیبل پر پڑی اپنی گھڑی اٹھاتے اس نے آبرو کی جانب دیکھا، جو مہرون فراک پہنے آئینے کے سامنے کھڑی اپنا دوپٹہ درست کر رہی تھی۔ فراک کے دامن اور آستینوں پر ہوا سنہرے رنگ کا کام اسے مزید خوبصورت بنا رہا تھا۔ وہ گھڑی پہنتے اپنے موبائل کی جانب متوجہ ہوا تھا کہ آبرو کے چھینکنے کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی، آبرو نے بھی فوراً تاشفین کی جانب دیکھا مگر کچھ کہنے سے پہلے وہ دوبارہ چھینکنے لگی۔ ایک بار، دو بار، تین بار، یہ سب رات کی بارش میں نہانے کا نتیجہ تھا۔

آبرو اگر تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ہم پلین کینسل کر دیتے ہیں" تاشفین کی متفکر آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی، وہ صبح سے بار بار اسے یہی کہہ رہا تھا۔"

نہیں تاشفین میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ پریشان مت ہوں" وہ قدم اسکی جانب بڑھاتی بولی جو سیاہ پینٹ کے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ پر سیاہ جیکٹ پہنے اسی کی جانب" دیکھ رہا تھا۔

urdunovelsblog

میں نے میڈیسن لے لی تھی اور اب پہلے سے کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں" آبرو نے اسکے پاس پہنچتے اسے تسلی دی، جس پر تاشفین کچھ مطمئن ہوا۔"

کچھ دیر بعد اسلام آباد کی صاف ستھری اور کشادہ سڑکوں پر دوڑتی گاڑیوں میں سے ایک گاڑی میں وہ دونوں بھی موجود تھے۔ سگنل پر انکی گاڑی رکتے ہی ایک چھوٹا بچہ اس جانب آیا اور گاڑی کے شیشے پر دستک دیتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے تاشفین کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ تاشفین کے شیشہ نیچے کرنے پر اس نے ہاتھ میں پکڑی گجروں سے بھری ڈنڈی اسکے سامنے کی اور بولنے لگا،

بیگم کے لیے گجرے لے لو صاحب، خدا جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے" اسکی دعا پر گاڑی میں بیٹھے دونوں نفوس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ تاشفین نے ڈیش بورڈ پر رکھا" اپنا والٹ اٹھایا اور دو گجرے خرید کر آبرو کی جانب بڑھائے۔

تھینک یو"آبرو کی مسکراتے ہوئے کہا، عین اسی وقت سگنل کھل گیا، جس پر تاشفین کی توجہ سڑک کی جانب ہو گئی جبکہ آبرو گجرے ہاتھوں میں پہنتے مسکرائی۔ وہ گجروں کی" !اتنی شوقین نہیں تھی، یہ شوق اصباح کے تھے مگر تاشفین کی جانب سے دی جانے والی ہر چیز اسے عزیز تھی کیونکہ دینے والا اسے بہت عزیز تھا

سورج غروب ہونے میں صرف ایک گھنٹہ باقی تھا۔ پورا دن شہر کے مختلف مقامات گھومتے اب انکی اگلی منزل مارگلہ کی پہاڑیاں تھی، جو اسلام آباد کی پہچان، اسکی شان ہیں۔ گاڑی آہستہ آہستہ مارگلہ کی پہاڑیوں کی بل کھاتی سڑکوں پر چڑھنے لگی۔ سڑک کی ایک جانب سبز پہاڑ ڈھلوانوں کے ساتھ نیچے اترتے دکھائی دے رہے تھے جبکہ دوسری جانب گھرے درختوں کا ایک خاموش جنگل تھا۔ اس پر لطف منظر کو دیکھتے آبرو کو ہوا میں نمی اور ٹھنڈک کا احساس ہوا جو اسکے دل کو سکون بخش رہا تھا، کچھ یہی ،کیفیات ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے تاشفین کی تھیں، اس نے ایک نظر کھڑکی سے باہر دیکھتی آبرو پر ڈالی

،یہ جگہ کتنی پر سکون ہے، ہے نا؟"تاشفین کے سوال پر آبرو نے اس جانب دیکھا"

بالکل، ایسا لگتا ہے جیسے شہر کا سارا شور اور ہنگامہ ان پہاڑوں نے نگل لیا ہو"آبرو جواب دیتے دوبارہ باہر کے مناظر دیکھنے لگی۔ کچھ دیر بعد تاشفین نے گاڑی ایک کھلے مقام" پر روکی تو وہ دونوں باہر نکلتے ایک کنارے پر پڑے پتھر پر جا بیٹھے۔ سامنے پہاڑوں پر سورج ڈوبنے والا تھا۔ ڈوبتے سورج کی سرخی آسمان پر بکھری ہوئی تھی۔ وہ دونوں کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے، ایسا لگ رہا تھا جیسے پہاڑ، ہوا اور یہ شام کا منظر سب انہی کے لیے بنا ہو۔ ان دونوں نے دل میں اعتراف کیا کہ آج یہاں آنا ایک بہترین فیصلہ تھا۔ کافی دیر وہ یونہی خاموش بیٹھے رہے، ایک دوسرے کی موجودگی ہی انکے لیے کافی تھی۔ وہ یونہی بیٹھے تھے کہ آبرو نے اپنا سر تاشفین کے کندھے پر رکھا، جس پر کچھ پل تاشفین حیران ،ہوا مگر پھر چہرے پر فکر سموئے بولنے لگا

urdunovelsblog

تمہاری طبیعت ٹھیک ہے، ہم گھر واپس چلیں کیا؟"اسے لگا آبرو شاید تھک گئی ہے یا اسکی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اس کے سوال پر آبرو جو اپنا سر تاشفین کے کندھے پر" ،رکھے آنکھیں موندے ہوئے تھی، مسکراتے ہوئے بولنے لگی

آپ کو پتا ہے تاشفین، جس کندھے پر سر رکھ کر ایک عورت سکون محسوس کرے وہ کندھا اسے کتنا عزیز ہوتا ہے"یہ بات کہتے اس نے سر اٹھاتے تاشفین کی جانب" دیکھا، جس کے چہرے پر اسکے لیے فکر واضح تھی۔

،بابا کے بعد آپ وہ واحد مرد ہیں، جس پر میں اعتبار کرتی ہوں"وہ رکی، تاشفین کی آنکھوں میں دیکھا"

جس سے میں محبت کرتی ہوں"سیاہ آنکھیں بھوری آنکھوں کو انکی اہمیت کا احساس دلا رہی تھیں۔ سامنے بیٹھے تاشفین کو اس وقت آبرو سے ایسے کسی اظہار کی توقع نہیں" تھی۔

آپ وہ پہلے مرد ہیں جس نے میرے دل میں اپنا ایک الگ اور اونچا مقام بنایا ہے "تاشفین بے ربط دھڑکن کے ساتھ اسکے الفاظ سن رہا تھا۔ آبرو نے دوبارہ سر اسکے کندھے " ،پر رکھ دیا کہ تاشفین کی سماعت سے اسکے الفاظ ٹکرائے

"I am blessed to have you as my life partner"

یہ کہتے وہ دوبارہ آنکھیں موند چکی تھی کیونکہ یہ کندھا اسکے بہت سکون فراہم کر رہا تھا جبکہ تاشفین نے اسکے اظہار محبت پر دل سے مسکراتے اپنا بازو اسکے گرد پھیلایا اور دوبارہ سامنے نظر آتے منظر کو دیکھنے لگا، جو شاید ساتھ بیٹھی اس عورت کی وجہ سے ہی اسے حسین لگ رہا تھا۔ مسکراہٹ تاشفین کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی، دل یہ اعتراف کر چکا تھا کہ آبرو کا اظہار محبت بھی اس کی طرح باوقار اور خوبصورت تھا۔

ایک ہفتہ گزر جانے کے باوجود بھی اسکی طبیعت میں کچھ خاص بہتری نہیں آئی تھی۔ دو روز پہلے ہی اسے پوری طرح ہوش آیا تھا، اسکی حالت قابل ترس تھی۔ ویران آنکھیں، زرد پڑتا چہرہ، آنکھوں نے نیچے پڑے گہرے ہلکے، وہ صدیوں کا بیمار لگ رہا تھا۔ اسکے ہوش میں آنے کی خبر فیاض لاشاری کے لیے زندگی کی نوید سے کم نہ تھی۔ اسے ہوش میں آتے ہی فیاض لاشاری اسکے پاس پہنچے تھے مگر کچھ لمحے انہیں انجان نظروں سے دیکھتے، اسکی آنکھوں میں شناسائی کی ایک رمق در آئی مگر الفاظ کا کوئی بھی تبادلہ کیے بغیر اس نے آنکھیں موند لیں اور جب بھی فیاض لاشاری اسکے سامنے جاتے وہ ہر بار یہی عمل دہراتا۔ فیاض لاشاری اسکے اس رد عمل پر حیران و پریشان تھے پر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس کی وجہ وہ حقیقت ہے، جس کا عیاں ہونا انکی زندگیوں سے سکون چھین چکا تھا مگر اس وقت ان کے لیے سب سے اہم اسکی صحت تھی جبکہ دوسری جانب وہ شاہزین کی کیفیات کا اندازہ چاہ کر بھی نہیں لگا سکتے تھے۔ اپنی زندگی کی حقیقت جانتے، وہ عرش سے فرش پر آ گرا تھا۔ مکر و فریب کی یہ زندگی گزارتے وہ صحیح غلط کی تمیز بھی بھول چکا تھا اور طاقت کے اسی نشے میں وہ اپنے ہی باپ کی موت کا ذمہ دار بن بیٹھا تھا۔ اپنی بگڑتی ہوئی حالت، کینسر جیسی مہلک بیماری اسے کچھ یاد نہ تھا، یاد تھا تو صرف یہ کہ قدرت نے اسے زمین پر اوندھے منہ لا پٹخا تھا۔ انسانی زندگی کی اصل حقیقت سے وہ اب آشنا ہو رہا تھا کہ انسان کی حیثیت محض درختوں سے گرتے ان پتوں کی مانند ہے، جسے قدرت کی ہوا جہاں چاہے اپنے ساتھ اڑا لے جائے۔ دو روز پہلے ہی فائقہ لاشاری شہریار کے ہمراہ بیرون ملک روانہ ہو گئی تھیں، جانے سے پہلے وہ ایک بار شاہزین اور فیاض سے ملنے کی خواہش مند تھیں مگر فیاض لاشاری کے مطابق وہ یہ حق بہت پہلے ہی کھو چکی تھیں۔ فیاض لاشاری آج ڈاکٹر سے شاہزین کے متعلق تفصیلی بات کرتے اس کے پاس آئے تھے مگر آج شاہزین کے رد عمل میں انہیں کچھ تبدیلی تب محسوس ہوئی جب انکے آنے پر وہ آنکھیں موندنے کی بجائے ان کی جانب دیکھنے لگا۔ ان دونوں کے درمیان تکلف کی ایک ان دیکھی دیوار حائل ہو چکی تھی۔ فیاض لاشاری قدم اٹھاتے اس کے پاس گئے۔

،تمہاری طبیعت اب کیسی ہے بیٹا؟" وہ لہجے میں نرمی سموئے بولے "

زندہ ہوں!"اسکے مختصر جواب میں موجود کڑواہٹ فیاض لاشاری محسوس کر سکتے تھے۔"

میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں بیٹا!"شاہزین کی نظریں انکی آنکھوں میں آتی نمی پر تھیں۔"

تمہاری زندگی کی سچائی چھپانے، تمہیں ساری عمر دھوکے میں رکھنے میں میری بیوی کا ہی ہاتھ تھا، میری وجہ سے۔۔۔۔۔"وہ اسکے سامنے اپنا ضبط کھونے لگے تھے۔ایک" آنسو انکی آنکھ سے نکلتے ان کے چہرے پر آ گرا۔

مجھے آپ کی بلکہ کسی کی بھی معافی کی کوئی ضرورت نہیں!"مگر مقابل شاہزین تھا، جو بے حس ہونے میں اپنا ایک مقام رکھتا تھا۔کسی کی کیفیات کا خیال کرنا اس نے سیکھا" !ہی کہاں تھا

میری آپ سے بس ایک درخواست ہے"اسکی نظر اب بھی فیاض لاشاری کے چہرے پر موجود آنسو پر تھی۔وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا سکتا تھا آخر ان دونوں کا" دکھ اس وقت ایک جیسا تھا مگر کسی کو تسلی اور دلاسہ دینے کی قابلیت اس میں موجود ہی نہ تھی۔

ہاں بیٹا کہو!"فیاض لاشاری نے آنکھوں میں آئی نمی کو بہنے سے روکا، اس میں اگر آج یہ قابلیت موجود نہ تھی تو اسکی وجہ یقیناً وہ اور انکی تربیت تھی، جو شاید کسی کے لیے دل" میں احساس رکھنا اسے سکھا نہیں پائے تھے۔

میں مرنے سے پہلے ایک بار اپنی اصل فیملی سے ملنا چاہتا ہوں"شاہزین کی خواہش واضح تھی مگر اسکو پورا کرنا کس قدر دشوار تھا یہ صرف فیاض لاشاری جانتے تھے۔"

urdunovelsblog

سیڑھیاں چڑھتے وہ کمرے میں داخل ہوا کہ نظر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی آبرو پر پڑی اور کچھ لمحے کے لیے وہیں ٹھہر گئی۔وہ گہرے جامنی رنگ کی لانگ فراک کے ساتھ ہمرنگ ٹراوزر پہنے تیار ہو رہی تھی۔چہرے پر کیا ہلکا میک اپ اس کے نقوش کو مزید خوبصورت بنا رہا تھا۔وہ بہت کم اس طرح تیار ہوا کرتی تھی۔آبرو نے پلٹتے اسکی جانب دیکھا، جو آف وائٹ کلر کی شلوار قمیض پر سیاہ واسکٹ پہنے اسے دیکھ رہا تھا۔

سب تیار ہو گئے؟"آبرو واپس ڈریسنگ ٹیبل کی جانب پلٹتے جھمکے اٹھا رہی تھی۔"

،ہاں سب تیار ہیں، بس زاویار کی تیاری ہے کہ ختم ہی نہیں ہو رہی!"تاشفین اسکے پاس آتا بولا"

اسکا خاص دن ہے آج، تیاری تو بنتی ہے" آبرو مسکراتے ہوئے سامنے سے نیکلس اٹھانے لگی جبکہ تاشفین کچھ فاصلے پر کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا جو نیکلس کا ہک بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کچھ لمحے اسے مسلسل کوشش کرتا دیکھ کر وہ آگے بڑھا

"میں کچھ مدد کروں؟" آبرو نے آئینے میں نظر آتے تاشفین کے عکس کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا، وہ عین اس کی پیچھے آ کھڑا ہوا۔ کچھ لمحے بعد ہی تاشفین نیکلس کا ہک بند کرتے پیچھے ہٹا، ان چند لمحوں میں ان دونوں کے دلوں کی دھڑکن معمول سے زیادہ تیز تھی۔ آبرو نے پلٹتے بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور تاشفین کو مخاطب کیا، جو اسکے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

تاشفین دیکھیں، یہ دوپٹہ زیادہ بھاری تو نہیں ہو جائے گا نا" وہ دوپٹہ اوڑھتے بولی"

"بالکل بھی نہیں بلکہ یہ اسکے ساتھ بہت اچھا لگ رہا ہے" تاشفین اسکا دوپٹہ سیٹ کرنے لگا جس پر آبرو مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی جو محویت سے اپنے کام میں مصروف تھا۔

"پرفیکٹ!" کچھ دیر بعد وہ دو قدم پیچھے ہٹتا بولا کہ ایک دم اسے ایک خیال آیا، جس پر وہ آگے بڑھا اور آبرو کے بالوں میں لگا کلپ اتارتے ٹیبل پر رکھا اور آبرو کی جانب دیکھا جو حیرت سے اپنے کھلے بال دیکھ رہی تھی۔

"مجھے یہ اس طرح زیادہ اچھے لگ رہے ہیں" جزبات سے بھرپور لہجے میں کہتے تاشفین مسکرایا، جس پر آبرو نے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کی جانب دیکھا، وہ شاید پہلی بار خود کو تاشفین کی نظر سے دیکھ رہی تھی اور واقعی وہ اس طرح زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔ آگے بڑھتے اس نے اپنے کھلے بال سیٹ کیے اور تاشفین کی جانب دیکھتے مسکرائی اور بیڈ کے پاس پڑے جوتوں کی جانب۔ اشارہ کرتے تاشفین کو مخاطب کیا

"چلیں پھر ایک اور مشورہ دیں کہ میں آج ان میں سے کونسا پہنوں؟" وہ بیڈ پر بیٹھتے بولی، جس پر تاشفین نے ان جوتوں کی جانب دیکھا، دو مختلف ڈیزائنز کی ہیلز تھیں تو تیسرا ایک فلیٹ جوتا!

"ویسے تو تینوں ہی بہت اچھے ہیں پر یہ والا زیادہ اچھا لگے گا" ان دو ہیلز میں سے ایک منتخب کرتے تاشفین نے اسی مشکل آسان کی، وہ اسکے انتخاب پر بھروسہ کرتی تھی۔ کچھ لمحے بعد ہیلز پہنتے اس نے تاشفین کی جانب دیکھا جس پر تاشفین نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکی جانب بڑھایا جسے تھامتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور یوں ہی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے وہ دونوں کمرے سے نکل گئے۔

urdunovelsblog

وہ فون ہاتھ میں لیے کافی دیر شاہزین سے ہوئی گفتگو کے بارے میں سوچتے رہے، وہ اپنے اصل خاندان سے ملنے کا خواہشمند تھا۔ یہ اسکا حق اور فیاض لاشاری کا فرض تھا کہ وہ اسکی یہ خواہش ضرور پوری کریں۔ ایک گہری سانس لیتے انہوں نے غفار کا نمبر ڈائل کرتے فون کان سے لگایا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ حقیقت ان سے اتنا عرصہ پوشیدہ رہی ہے تو یقیناً شاہزین کے گھر والوں کو بھی اس کی کوئی خبر نہ ہو گی اور انکا ردعمل بھی شاہزین اور فیاض لاشاری جیسا ہی ہو گا اور ان کے سامنے اس راز سے پردہ اٹھانے کے لیے انہیں ایک بار پھر غفار کی ضرورت تھی، جو ان سب کا مجرم تھا۔ دو بیل جانے پر ہی کال دوسری جانب سے اٹھالی گئی۔

،ہیلو!" سپیکر پر غفار کی آواز ابھری"

زندگی میں تمہیں دوبارہ نہ دیکھنے اور تم سے بات نہ کرنے کا پختہ ارادہ کیا تھا میں نے مگر کیا کروں تم نے حالات ہی ایسے پیدا کیے ہیں کہ میں مجبور ہو گیا ہوں "فیاض لاشاری" ،کی بات پر دوسری جانب سے غفار بولنے لگا

سب ٹھیک ہے نہ فیاض صاحب؟ "اسے لگا انہیں کوئی بڑا مسئلہ درپیش ہے۔"

جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے بعد تمہارا مجھ سے یہ سوال نہیں بنتا غفار! "اس بار غفار خاموش رہا۔"

شاہزین کو اس کے اصل خاندان سے ملوانا ہے اور بطور گواہ اور مجرم تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا تاکہ اپنی زبان سے ایک بار پھر تم اپنے ہر جرم کا اعتراف کر سکو "فیاض نے" اصل مدعا اسکے سامنے رکھا۔

،میں تیار ہوں!" غفار کی آواز ایک بار پھر سپیکر پر ابھری"

کل صبح دس بجے تیار رہنا "اپنی بات مکمل کرتے فیاض لاشاری فون کاٹ چکے تھے۔"

شام کے اس پہر آسمان پر بادلوں کا ڈیرا تھا، موسم صبح سے ہی کافی خوشگوار تھا۔ صالحہ بیگم کے گھر پر اس وقت گہما گہمی کا سماں تھا۔ لاؤنج میں دائیں جانب رکھے صوفے پر سبرینہ کے ہمراہ زاویار اور تاشفین بیٹھے تھے جبکہ اسکے سامنے رکھے دوسرے صوفے پر صالحہ بیگم کے ساتھ رابعہ بیگم اور آفاق موجود تھے۔ مہمل اور نوران بہنوں کے ساتھ کمرے میں موجود تھیں۔ منگنی کی تیاری اور شاپنگ کے لیے اصباح دو دن پہلے ہی رتبہ کے پاس آگئی تھی جبکہ آبرو آج اپنے سسرال والوں کے ساتھ بطور لڑکے کی بھابھی رسم کرنے آئی تھی۔ صالحہ بیگم کے چہرے پر خوشی دیدنی تھی، وہ اپنی ایک اور بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونے والی تھیں مگر ساتھ ہی ساتھ ممتا کے احساس سے اسکی آنکھیں نم تھیں۔ رابعہ بیگم کے ساتھ بیٹھا آفاق کافی دیر سے ایک چہرہ دیکھنے کا منتظر تھا کہ اسکی نظر مہمل کے ساتھ کمرے سے نکلتی اصباح پر پڑی، وہ اسی مہرون رنگ

کی ساڑھی میں موجود تھی، جو آفاق نے اسے تحفے میں دی تھی۔ چہرے پر کیے ہلکے میک اپ کے ساتھ گولڈن جیولری پہنے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی، یہ رنگ واقعی اس پر خوب جچ رہا تھا۔ اسی لمحے اصباح نے آفاق کی جانب دیکھا، مہرون لپسٹک سے مزین اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے جبکہ آفاق نے مسکراتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکی تعریف کی، جسے وہاں موجود اصباح کے علاوہ اور کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا وہ یونہی اسے دیکھ رہا تھا کہ مہمل آفاق کے سامنے آ کھڑی ہوئی، اصباح اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

بھائی کچھ تو خیال کریں۔۔۔ آج آپ کا نہیں کسی اور کا خاص دن ہے" مہمل اسکے ساتھ بیٹھتے مدھم آواز میں بولی جبکہ آفاق کی نظریں اب بھی وہیں تھیں جہاں کچھ دیر" پہلے اصباح کھڑی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ رتبہ کو لیے باہر آئیں، ہلکے گلابی رنگ کی لانگ فراک کے ساتھ جالی دار دوپٹہ سر ٹکائے، وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس نے نظریں اٹھاتے سامنے بیٹھے زاویار کو دیکھا، سفید شلوار قمیض کے ساتھ ہمرنگ واسکٹ پہنے وہ اسے معمول سے مختلف محسوس ہوا، اس حلیے میں وہ اور بھی زیادہ وجیہ لگ رہا تھا جبکہ زاویار کو آج اسکے چہرے سے نظریں ہٹانا بہت مشکل محسوس ہوا۔ رتبہ کو اسکے ساتھ بٹھاتے اصباح آفاق کے ساتھ جا بیٹھی جبکہ آبرو کے قدم تاشفین کی جانب تھے۔ آفاق کے ساتھ بیٹھے اسے ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ آفاق نے خاموشی سے اسکا ہاتھ تھاما، جس میں اس نے وہی تتلیوں والا بریسلٹ پہن رکھا تھا۔

آفاق میری طرف نہیں سامنے دیکھیں، سب دیکھ رہے ہیں ایسے اچھا نہیں لگتا" وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے بولی اور آفاق کو سامنے دیکھنے کا اشارہ کیا جو تب سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"

تو نہیں کیا مسئلہ ہے، میں اپنی بیوی کو ہی تو دیکھ رہا ہوں" آفاق نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا جس پر اصباح نے بھنویں سکیڑے اسے گھورا جس کو نظرانداز کرتے آفاق اسکے" ہاتھوں پر لگی مہندی دیکھتے بولا،

مہندی بہت اچھی لگ رہی ہے تمہارے ہاتھوں پر!" اصباح نے گلابی ہوتے رخسار کے ساتھ آس پاس دیکھا کہ کہیں کوئی انہیں دیکھ تو نہیں رہا مگر صد شکر کہ سب اپنی" باتوں میں مصروف تھے۔

باز آ جائیں آفاق ورنہ میں امی کے پاس جا کر بیٹھ جاؤں گی" وہ اسے دھمکاتے ہوئے بولی کہ ایک دم رابعہ بیگم نے انکی جانب دیکھا جس پر نا چاہتے ہوئے بھی آفاق کو اصباح کا" ہاتھ چھوڑتے سامنے دیکھنا پڑا جبکہ اسکی سماعت سے اصباح کے ہنسنے کی آواز ٹکرائی جو یقیناً آفاق کی اس حرکت پر تھی۔

سبرینہ نے صالحہ بیگم سے اجازت لیتے انگھوٹی زاویار کی جانب بڑھائی، جس پر زاویار نے ایک نظر رتبہ کے چہرے کی جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس انگوٹھی کو رتبہ کے ہاتھ کی زینت بنا دیا۔ محبت کا حصول کس قدر خوبصورت ہوتا ہے اسے آج اندازہ ہوا تھا۔ صالحہ بیگم سے انگوٹھی لیتے رتبہ نے ابھی زاویار کے ہاتھ کی جانب بڑھائی ہی تھی کہ

urdunovelsblog

اس نے اپناہاتھ کچھ پیچھے کرلیا، رتبہ نے فوراًاسکے چہرے کی جانب دیکھا، آنکھوں میں شرارت لیے وہ اسے ہی دیکھ رہاتھا جس پر رتبہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔اس کی یہ حرکت دیکھتے سبرینہ بولنے لگیں۔

رتبہ کو تنگ مت کروزاوی"وہ سب زاویار کی طبیعت سے واقف تھے۔ سبرینہ کی آواز پر اس نے اپناہاتھ دوبارہ رتبہ کے سامنے کیااوراس بار رتبہ نے تیزی سے انگوٹھی" اسے پہنادی، جس پر سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔

،مبارک ہو محترمہ، آپ کے سپنوں کاشہزادہ، آپ کے سامنے بیٹھاہے، آپ کے نام کی انگوٹھی اپنے ہاتھ میں پہنے!"زاویار مدھم آواز میں رتبہ کی جانب دیکھتا بولا"

اس شہزادے کی کچھ دیر پہلے والی حرکت مجھے اچھی طرح یاد ہے!"رتبہ کے لہجے میں خفگی تھی۔"

،کوئی بات نہیں آہستہ آہستہ عادت ہوجائے گی ایسی حرکتوں کی!"زاویار دانتوں کی نمائش کرتے بولا"

آخر مسٹر زاویار آفریدی کی منگیتر ہیں آپ اور جلد شریک حیات بھی بن جائیں گی"اسکی بات پر رتبہ نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ایک نظر آس پاس دیکھااور پھراپنی ہیل" ،زاویار کے پاؤں پر دے ماری، جس پر زاویار کی کراہ اس کی سماعت سے ٹکرائی

آپ بھی عادت بنالیں زاویار آفریدی صاحب،ایسی حرکتوں کی!"وہ بھی رتبہ صدیقی تھی، مقابل کو جواب کیسے دیناہے، وہ بخوبی جانتی تھی۔"

urdunovelsblog

ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی انگوٹھی اٹھاتے، آبرو نے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھا، سیاہ رنگ کی ساڑھی پر کھلے بال، چہرے پر ہوانفیس میک اپ، کانوں میں پہنے خوبصورت جھمکے، وہ آج بے حد حسین لگ رہی تھی۔ آج اسے تاشفین کے ساتھ اسکے کسی دوست کی شادی میں جاناتھا۔اس نے سامنے پڑاکاجل اٹھاتے اپنی سیاہ آنکھوں کو مزید خوبصورت بنایا۔وہ شادی کے بعد آج پہلی بار اتناتیار ہوئی تھی، جس کی وجہ تاشفین تھا۔اسے خود سجناسنورناپسندنہ تھامگر وہ جانتی تھی کہ اسکایوں تیار ہوناتاشفین کو ،بہت پسند ہے،اسی لیے آج وہ اسکی خاطر اتناتیار ہوئی تھی۔ بیڈ پر بیٹھتے اس نے اپنے پاؤں کو سیاہ ہیلز میں قید کیااور اٹھ کھڑی ہوئی کہ اسی لمحے دروازہ کھلا

آبروتم تیار۔۔۔"آبرو پر نظر پڑتے تاشفین کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جبکہ آبرو مسکراتے ہوئے اس کے پاس آئی، جو آج سیاہ رنگ کے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔"

کیا کہہ رہے تھے آپ؟"اسکاکوٹ درست کرتے آبرو نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا، جو ستائشی نظروں سے اسے دیکھ رہاتھا۔"

،کچھ کہنے کے قابل کہاں چھوڑاہے تم نے!"اسکے لہجے اور بات پر آبرو مسکرائی"

اچھاایسی بات ہے تو پھر بتائیں کہ کیسی لگ رہی ہوں میں ؟"آج وہ اپنے ہر عمل سے تاشفین کو حیران کر رہی تھی۔آج تک اس نے کبھی ایساسوال نہیں کیا تھا، تعریف ہر بار" ،وہ خود کرتا تھا مگر آج وہ اپنی تعریف سننے کے لیے اسکے سامنے کھڑی تھی،تاشفین نے مسکراتے ہوئے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے

،اتنی حسین کہ تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں !"تاشفین کے کہنے پر آبرو مسکراتے ہوئے بولی"

یہ تو غلط بات ہے، آپ کے پاس الفاظ ختم ہو جائیں ایسا نہیں ہو سکتا"وہ بھی آج بضد تھی،اس کی بات پر تاشفین نے گہری سانس لیتے اسکی آنکھوں میں دیکھا،سیاہ آنکھیں" بھی انہیں بھوری آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں۔

اگر خوبصورتی کی کوئی تعریف لکھی جائے تو آج تمہیں دیکھ کر مکمل ہو جائے،تم واقعی بہت خوبصورت لگ رہی ہو"اسکی بات پر آبرو مسکرائی،وہ الفاظ کے معاملے میں ہر" ،بار اسے حیران کرتا تھا جبکہ آبرو کے گال میں پڑتا ڈمپل دیکھتے تاشفین دوبارہ بولا

" !تھینک یو"

،کس لیے؟"وہ الجھن کا شکار ہوئی"

میری خاطر اتنا تیار ہونے کے لیے"اگر وہ اسکی خواہش سے واقف تھی تو وہ بھی جانتا تھا کہ آبرو کو یوں سجنا سنورنا اتنا پسند نہیں ہے،آج کی یہ تیاری طرف اسی کے لیے" ہے۔آبرو نے مسکراتے ہوئے اسکا شکریہ قبول کیا۔

،چلیں؟"تاشفین کے پوچھنے پر آبرو نے اسکا بازو تھامتے اس کی جانب دیکھا"

جی، چلیں!"وہ دونوں مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر کی جانب قدم بڑھانے لگے۔"

ہاتھ دوپٹے سے خشک کرتے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی مگر اتنی تیزی کے باوجود بھی اسکے پہنچنے سے پہلے فون بند ہو چکا تھا۔افسوس بھرے تاثرات لیے اس نے فون اٹھایا اور پاسورڈ ڈالتے بیڈ پر بیٹھ گئی۔سکرین پر نظر آتے آفاق کے نام سے ساتھ پانچ لکھا دیکھ کر اسکے افسوس میں مزید اضافہ ہو گیا، نجانے وہ کب سے اسے کال کر رہا تھا مگر کچن میں مصروف ہونے کے باعث وہ اسکا فون نہیں اٹھا سکی۔حرم اور رتبہ بھی صالحہ بیگم کے کمرے میں بیٹھی تھیں ورنہ وہ ہی اسے آفاق کی کال کی اطلاع سے دیتیں۔گہری سانس لیتے اس نے اسے کال ملائی جو پہلی ہی بیل پر اٹھ لی گئی۔

urdunovelsblog

سوری آفاق، میں نے ابھی ابھی آپ کی کالز دیکھیں" اسکے کچھ کہنے سے پہلے اصباح بول پڑی، چہرے کے ساتھ ساتھ اسکے لہجے میں بھی ملال تھا مگر دوسری جانب سے "
خاموشی کا جواب سنتے وہ دوبارہ بولنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ آفاق کال پر موجود ہے۔

میں سوری کہہ رہی ہوں نہ پلیز اور اگر اب بھی آپ نہیں بولے تو میں فون کاٹ دوں گی" ایک ہی جملے میں وہ اپنی شخصیت کے دونوں پہلو عیاں کر گئی، جس پر دوسری "
، جانب لان میں بیٹھے آفاق کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی اور وہ بولنے لگا

، کہاں مصروف تھیں آپ میڈم کہ شوہر کی کال تک اٹھانے کا وقت نہیں مل سکا!" آفاق نے طنزیہ انداز میں سوال کیا"

کچن میں مصروف تھی اور ویسے بھی آپ یاد رکھیں کہ آپ نے تو صرف پانچ بار فون کیا اور تھک گئے جبکہ ایک بار میرے دس دس بار فون کرنے پر بھی آپ نے فون نہیں "
، اٹھایا تھا" وہ اسے پچھلے ماہ اپنی برتھڈے کا دن یاد دلانے لگی

دیکھا میں نے اس وقت کہا تھا نہ کہ تم مجھے اس بات کا طعنہ ضرور دو گی اور آج دیکھ لو" آفاق بھی اسی کی انداز میں بولا، اس سے پہلے کہ اصباح جواب میں کچھ کہتی آفاق نے "
، موضوع تبدیل کیا

، خیر چھوڑو یہ بتاؤ کہ واپس کب لینے آؤں؟" آفاق کے سوال پر اصباح مسکرائی اور بولنے لگی"

ابھی تو میں ایک ہفتہ مزید رکوں گی یہاں!" وہ مزے سے کہتے دوسری جانب سے جواب کی منتظر تھی۔"

، ایک ہفتہ مزید۔۔۔ ارے کچھ تو خیال کرو" آفاق کی بات وہ ہنسنے ہوئے بولی"

"کس کا؟"

اپنے پودوں کا، بیچارے مرجھا گئے ہیں تمہارے جانے کے بعد" آفاق نے سامنے باغیچے میں نظر آتے پودوں کی جانب دیکھا، جنہیں پانی دے کر ہی وہ یہاں بیٹھا تھا۔"

کوئی بات نہیں، پھوپھو انکا خیال رکھ لیں گی، آپ بے فکر رہیں" اصباح نے فوراً حل پیش کیا۔"

اور میرا خیال کون رکھے گا؟" اس بار اصباح کچھ لمحے کے لیے خاموش ہو گئی جبکہ دوسری جانب آفاق اسکے جواب کا منتظر تھا۔"

کوئی چھوٹے بچے تھوڑی ہیں آپ، اتنے بڑے ہیں، اپنا خیال خود رکھ سکتے ہیں" اصباح کے جواب پر وہ بدمزہ ہوا، اسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی جبکہ دوسری جانب اپنی "
خفت مٹانے کے لیے اصباح کو جو سمجھ آیا اس نے کہہ دیا۔

"بالکل صحیح کہا،اپنا خیال میں خود رکھ سکتا ہوں اور ہاں ایک بات بتادوں کہ اس بار میں اپنا ٹرانسفر کسی ایسی جگہ کرواؤں گا،جہاں فون پر بات بھی ممکن نہ ہو اور واپسی کے لیے چھٹی بھی دو سال بعد ملے "آفاق کی بات پر اصباح فورا سنجیدہ ہوئی۔

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آفاق،ایسے تو مت کہیں پلیز،میں تو بس مذاق کر رہی تھی "وہ بے اختیار پریشان ہوگئی تھی۔

"میں بھی مذاق کر رہا تھا،اس بار تو جہاں بھی جاؤں گا تمہیں ساتھ لے کر ہی جاؤں گا،اس لیے اب مجھے بتاؤ کہ کب لینے آؤں؟"وہ اسکی پریشانی دور کرتے ساتھ ہی اپنا سوال دہرا گیا جبکہ اسکی پہلی بات پر اصباح مسکرائی مگر اسکے سوال پر اس نے خفگی سے موبائل کی سکرین کی جانب دیکھا،

"کل شام میں آجایے گا اور ہاں پھوپھو اور مہمل کو بھی ساتھ لایے گا"

"اوکے میڈم!میرے لیے اور کوئی حکم!"آفاق نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جبکہ دوسری جانب اصباح ایک بار پھر بھنویں سکیڑے اسے کچھ کہہ رہی تھی۔

واپسی پر سارا راستہ آبرو اور اسکے درمیان کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی اور اب گھر آکر بھی وہ کافی خاموش تھی جس کی وجہ تاشفین فنکشن سے ہوئی تھکاوٹ سمجھ رہا تھا جبکہ اصل وجہ کچھ دیر میں اس پر عیاں ہونے والی تھی۔کمرے میں آتے ہی آبرو نے بیڈ پر بیٹھتے سب سے پہلے اپنا جوتا اتارا اور تقریباً پھینکنے کے انداز میں اسے زمین پر رکھا۔تاشفین جو اپنا کوٹ اتارتے بیڈ پر رکھ رہا تھا پلٹ کر اسکی جانب دیکھا،جو اب ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کا کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"ڈاکٹر زرش کو کب سے جانتے ہیں آپ؟"آبرو کے سوال پر تاشفین حیران ہوا،سوال کافی غیر متوقع تھا۔

"تقریباً12 سال سے!"اسکے جواب پر آبرو حیران،ماتھے پر چند چل نمودار ہوئے۔

"ایم-بی-بی-ایس میں میری کلاس فیلو تھی وہ مگر بعد میں،میں سرجری کی طرف چلا گیا اور وہ اپنی فیلڈ میں!"تاشفین کے چہرے پر آئی مدھم مسکراہٹ،آبرو کے غصے میں اضافہ کر رہی تھی۔

"آج کافی عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے"تاشفین اگر ایک بار آبرو کے چہرے پر آئے تاثرات دیکھ لیتا تو یقیناً بات کا موضوع تبدیل کر دیتا۔

"لگتا ہے کافی اچھی دوست تھی آپ کی؟"آبرو کے سوال پر تاشفین ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے مسکرایا اور بولنے لگا،

ہاں، بہت اچھی لڑکی ہے، بہت کانفیڈنٹ، محنتی اور۔۔۔۔"تاشفین کی نظر آبرو کے چہرے پر پڑتے ہی اسکے الفاظ ختم ہوگئے جبکہ آبرو جس کی نظر اسکے چہرے اور" ،مسکراہٹ پر تھی، اسکے خاموش ہوتے ہی بولنے لگی

اور بھی کچھ بتائیں اپنی دوست کے بارے میں، کچھ اور خوبیاں!"آبرو کے طنزیہ لہجے میں بولتی آئینے کی جانب پلٹ گئی جبکہ تاشفین نے اسکی جانب قدم بڑھائے، اسے اپنی" غلطی کا احساس دیر سے ہی سہی مگر ہو چکا تھا، اب اسکے ہر انداز کے پیچھے چھپی وجہ سمجھ آرہی تھی۔ وہ اپنا نیکلس کھولنے کی کوشش کر رہی تھی، تاشفین کے ہاتھ بڑھانے پر وہ ،کچھ دور ہوئی

میں خود کرلوں گی"اسکے لہجے میں غصہ تھا جبکہ چہرے کے تاثرات تاشفین کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے۔"

"کیا ہوا آبرو؟"

،ڈاکٹر زرش سے پوچھ لیں!"وہ خفگی سے بولی، جس پر تاشفین ناچاہتے ہوئے بھی مسکرانے لگا"

،تم زرش سے جیلس ہو رہی ہو؟"آبرو فوراً پلٹی"

،میں کیوں ہونے لگی جیلس؟"آبرو بھنویں اچکاتے بولی"

،پر مجھے تو یہی نظر آرہا ہے!"تاشفین ہنستے ہوئے بولا"

آپ نہ اپنی آنکھیں چیک کروائیں بلکہ ڈاکٹر زرش کے پاس ہی چلے جائیں، بہت اچھی ڈاکٹر ہیں!"وہ آخری جملے پر زور دیتے بولی، تاشفین کی مسکراہٹ گہری ہوئی، یعنی وہ" یہ بھی جانتی تھی کہ زرش آنکھوں کی ڈاکٹر ہے۔

،آبرو کیا ہو گیا ہے یار!"وہ اسکے قریب آیا"

،کچھ نہیں ہوا مجھے"آبرو منہ پھلاتے پلٹ گئی، تاشفین نے آگے بڑھتے اسکا ہاتھ تھامتے اسکا رخ اپنی جانب کیا"

کیا تمھیں میرا ڈاکٹر زرش کی تعریف کرنا برا لگا؟"وہ اسکے سامنے کھڑا سوال کر رہا تھا۔"

مجھے کیوں برا لگے گا، میری بلا سے آپ جس کی مرضی تعریف کریں"آبرو نے اسکی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کیا کہ نظر تاشفین کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ پر پڑی۔"

urdunovelsblog

پر مجھے تو یہ سمجھ آ رہی کہ اتنی عمر ہونے کے باوجود اس نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی! پتا نہیں کس کے انتظار میں ہے؟" آبرو کو یاد تھا کہ جب تاشفین نے آبرو کا" تعارف اپنی بیوی کی حیثیت سے کروایا تو زرش نے کیسے ناگوار تاثرات سے اسکی جانب دیکھا تھا، اسے وہ ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

ویسے بات تو صحیح ہے اسے اب شادی کر لینی چاہیے شاید وہ جس کے انتظار میں تھی وہ تو کسی اور پر اپنا دل ہار چکا ہے" تاشفین نے اسکے چہرے پر جھولتی لٹ کو پیچھے کرتے" اپنی بات مکمل کی، جس پر آبرو نے فوراً اسکی بھوری آنکھوں میں دیکھا، جہاں اپنے لیے موجود محبت دیکھتے، اسکا دل سرشار ہو گیا۔

کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا؟" وہ جان بوجھ کر انجان بنی۔"

میری سمجھدار بیوی جب باقی باتیں سمجھ گئی ہے تو یہ بھی سمجھ جائے گی!" تاشفین مسکرا کر کہتا پیچھے ہٹا جبکہ آبرو اپنی مسکراہٹ چھپاتے خفگی سے اسے دیکھتے دوبارہ ڈریسنگ" ٹیبل کے سامنے چلی گئی۔

سڑک پر دوڑتی اس گاڑی میں فیاض لاشاری کے ساتھ غفار موجود تھا۔ سفر طویل ہونے کے باوجود ان دونوں کے درمیان اب تک کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ کل کا پورا دن وہ حیات صدیقی کے خاندان کی تلاش میں گزار چکے تھے۔ حیات کے پرانے گھر کے پتے پر پہنچنے پر اس گھر کے نئے مکینوں نے انہیں جلال صدیقی کا پتا دیا جہاں پہنچے پر ایک اور خبر انکی منتظر تھی۔ جلال صدیقی بھی اپنا گھر تبدیل کرتے وہ مکان چھوڑ چکے تھے۔ حیات کے گھر والوں کو ڈھونڈنا ان کے لیے ایک امتحان بن گیا تھا۔ آفس کے ریکارڈ میں حیات صاحب کے جتنے بھی نمبرز موجود تھے، وہ سب بھی اب بند پڑے تھے سوائے ایک نمبر کے جو جلال تایا کا پرانا نمبر تھا اور آج کل صائمہ تائی کے پاس ہوتا تھا۔ اس ایک فون کال کے ذریعے اب وہ حیات صدیقی کے موجودہ گھر کی جانب رواں تھے۔ کچھ دیر بعد انکی گاڑی ایک دو منزلہ مکان کے سامنے کھڑی ہوئی، اپنی دی ہوئی جگہ پر حیات صدیقی کا گھر دیکھتے انکے دل میں سکون اترا۔ وہ گہری سانس لیتے گاڑی سے اترے، وہ آگے اور غفار انکے پیچھے تھا۔ وہ شاہزین کو بھی ساتھ لانا چاہتے تھے مگر اسکی طبیعت کی پیش نظر یہ ممکن نہیں ہو پایا تھا۔ فیاض لاشاری نے آگے بڑھتے بیل کے بٹن پر ہاتھ رکھا کہ نظر ساتھ لگی تختی پر لکھے حیات صدیقی کے نام پر پڑی، ان کے ہونٹوں پر ایک افسردہ مسکراہٹ در آئی۔ کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ دروازہ کھلنے پر حرم سامنے آئی۔ فیاض لاشاری نے اپنا تعارف حیات صاحب کے ایک پرانے دوست کی حیثیت سے کروایا جس پر حرم نے اندر جا کر اجازت لیتے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ان کی نظر دیوار پر لگی حیات صدیقی کی تصویر پر پڑی، وہ ہنستا مسکراتا انسان انکی زندگی کا شاید واحد مخلص دوست تھا جبکہ دوسری جانب غفار کی زندگی کا اب ایک ہی مقصد تھا، اپنے کیے گناہوں کی تلافی کرنا، آج حیات کے گھر والوں کو ساری حقیقت بتاتے وہ اپنے ضمیر پر پڑا ایک اور بوجھ کم کرنا چاہتا تھا۔ انہیں وہاں بیٹھے ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ صالحہ بیگم باہر آئیں۔ اپنی سفید چادر سنبھالتے وہ انکے سامنے ، آ بیٹھیں، وہ ذہن پر ہلکا سا زور دیتے، ان دونوں کو پہچان گئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں فیاض لاشاری نے اپنا تعارف کروانا مناسب سمجھا

میں فیاض لاشاری ہوں، لاشاری ٹیکسٹائلز کا مالک، حیات نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہماری فرم میں کام کیا ہے" ساتھ بیٹھا غفار خاموشی سے اس وقت کا منتظر تھا، جب" اسے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا تھا۔ فیاض لاشاری کی بات پر صالحہ بیگم نے سمجھنے کے انداز میں اثبات میں سر ہلایا، انکے دماغ میں اس وقت صرف ایک ہی سوال تھا کہ آخر انکا یہاں آنے کا مقصد کیا تھا؟

یوں اتنے سال بعد ہمارا آپکے گھر آنا یقیناً آپ کے لیے کافی حیران کن ہوگا" وہ صالحہ بیگم کے تاثرات سے انکا سوال جان چکے تھے۔"

مگر آج ہمارا یہاں آنا بے حد ضروری تھا" انہوں نے ایک نظر ساتھ بیٹھے غفار پر ڈالی، جو خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھا تھا جبکہ انکی اس بات پر صالحہ بیگم کے دماغ میں" انکے یہاں آنے کی ایک ممکنہ وجہ سامنے آئی کہ شاید وہ اپنی دی ہوئی اس زمین کے سلسلے میں کوئی بات کرنے آئے ہوں، جس پر گھر بنائے وہ آج اس میں رہ رہی تھیں۔

،دراصل ہم آپ کی اور حیات کی ایک امانت آپکو لوٹانے آئے ہیں" فیاض لاشاری نے تیز ہوتے تنفس کے ساتھ کہا"

کیسی امانت؟" صالحہ بیگم کے ساتھ کمرے میں کھڑی رتبہ اور اصباح بھی حیران ہوئیں، جو فیاض لاشاری کے آنے پر صالحہ بیگم کی ہی طرح حیرت زدہ تھیں۔"

آپ کا بیٹا!" اس جملے کو سننے والے سب کان دم بخود رہ گئے، حیرت میں الجھن کا تاثر شامل ہونے لگا۔"

یہ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" صالحہ بیگم کے لہجے میں بے یقینی تھی۔"

ہم یہاں آپ کو وہ حقیقت بتانے آئے ہیں جو اتنے سال آپکی اور میری نظروں سے اوجھل رہی" فیاض لاشاری نے بات مکمل کرتے ہی غفار کو اشارہ کیا اور پھر اسکی زبان" ایک بار پھر اس راز سے پردہ اٹھانے لگی، جس کو چھپانے کی خاطر دو لوگوں نے اپنی زندگی اور آخرت دونوں برباد کر لیے تھے۔

لاؤنج میں گونجتی غفار کی آواز اب بند ہو چکی تھی اور آس پاس ایک ایسی خاموشی چھائی تھی کہ گھڑی کی ٹِک ٹِک گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر ایک کی زبان خاموش مگر آنکھوں میں ڈھیروں سوال موجود تھے۔ صالحہ بیگم کی انگلیاں بے اختیار دوپٹے کے کونے کو مڑورنے لگیں گویا اس راز سے دل پر پڑا بوجھ ہاتھوں کے ذریعے کم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ان کا چہرہ مکمل طور پر آنسوؤں سے تر تھا جبکہ ہاتھوں میں اب کپکپی طاری ہونے لگی تھی۔ فیاض لاشاری اپنی جگہ پر پیچھے کی جانب جھک گئے، آنکھوں میں ملال جبکہ چہرے پر افسوس تھا۔ کچھ فاصلے پر موجود اصباح اور رتبہ کے چہرے پر شاک اور بے یقینی کے تاثرات تھے۔ خاموشی اتنی گہری تھی کہ ہر سانس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ صالحہ بیگم کو ایک بار پھر اپنا خواب یاد آنے لگا، وہ سب سچ تھا، انکی اولاد واقعی زندہ تھی مگر اسکا حصول یوں اتنے سالوں بعد۔۔۔ انکا تنفس بہت تیز ہو چکا تھا جبکہ دل کی دھڑکن وہ اپنے کانوں میں محسوس کر رہی تھیں۔ ماحول میں چھائی اس خاموشی کو ایک بار پھر غفار کی آواز نے توڑا،

میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں، جو سب میں نے کیا، اس کے نتیجے میں سب سے زیادہ تکلیف آپ نے اٹھائی ہے" صالحہ بیگم کی حالت دیکھتے اسکے ضمیر کا بوجھ کم ہونے کی بجائے بڑھنے لگا تھا۔ صالحہ بیگم نے آنسوؤں سے لبریز نظریں اٹھاتے انکی جانب دیکھا۔

کیا آپ کو یہ۔۔۔۔۔ یہ سب کرتے ہوئے ایک بار بھی خدا کا خوف نہیں آیا؟" انکی آواز بھی کانپ رہی تھی۔"

آپ نہیں جانتے میں ان تیس سالوں میں اپنی اولاد کے لیے کتنا تڑپی ہوں۔۔۔۔۔ بیٹے کے ہوتے ہوئے ہم اولاد نرینہ سے محروم رہے، لوگوں کے طعنے، انکی باتیں کیا کیا" برداشت نہیں کیا ہم نے" انکی آواز میں کپکپاہٹ کے ساتھ برہمی تھی۔

جو تکلیف میں نے آپ کو دی تھی، اب وہی میرا مقدر رہے، خدا نے میرے اعمال کی سزا مجھ سے میری واحد اولاد، میرا بیٹا چھین کر دی ہے" غفار کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔"

میرا ضمیر ہر وقت ملامت کرتا ہے، کوڑے برساتا ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ ہوئے اس حادثے کا ذمہ دار صرف میں ہوں اور ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ بوجھ بڑھتا چلا جا" رہا ہے" غفار نے اپنے آنسو صاف کرتے بات جاری رکھی۔

،خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں، شاید آپ کی معافی ہی میرے لیے کچھ آسانی پیدا کر دے" غفار صالحہ بیگم کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے بولا"

میں کون ہوتی ہوں آپ کو معاف کرنے والی! معافی مانگنی ہے تو اس رب سے مانگیں، جس کی حدود آپ نے تجاوز کی ہیں، اپنے حسد میں دوسروں کے لیے لگائی آگ میں" ،آپ آج خود جل رہے ہیں" صالحہ بیگم نے اپنے آنسو صاف کرتے غفار کی جانب دیکھتے اسے جواب دیا اور پھر فیاض لاشاری کو مخاطب کیا

،میرا بیٹا کہاں ہے اس وقت؟" ان کا دل اپنی اولاد کے لیے آج بھی اتنا ہی بے چین تھا۔ فیاض لاشاری نے گہری سانس لیتے انکی جانب دیکھا"

وہ ہسپتال میں ہے" صالحہ بیگم کو بے اختیار پریشانی نے آگھیرا۔"

ہسپتال میں مگر کیوں؟ وہ۔۔۔ وہ ٹھیک تو ہے نا؟" اسے ایک نظر دیکھے بغیر بھی ان کے اندر موجود ممتا کا جذبہ جاگ چکا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ غفار کی ہر بات سچ ہے کیونکہ" ان حالات اور واقعات سے وہ خود گزری تھیں اور اپنی اولاد کے زندہ ہونے کا احساس تو اتنے سالوں سے انکے اندر موجود تھا۔

اسے کینسر ہے" فیاض لاشاری انہیں بے خبر نہیں رکھنا چاہتے تھے جبکہ دوسری جانب صالحہ بیگم کو لگا کہ چھت ایک دم انکے سر پر آگری ہو۔ رتبہ اور اصباح کے لیے بھی" یہ خبر اتنی ہی تکلیف دہ تھی جتنی صالحہ بیگم کے لیے کیا ان سب کو بھائی اور صالحہ بیگم کو اولاد کا حصول اسی صورت میں ہونا لکھا تھا؟

اس نے ہی آپ سے ملنے کی درخواست کی ہے، اس لیے ہم آپ کو لینے آئے ہیں" صالحہ بیگم کی خاموشی دیکھتے فیاض لاشاری بولنے لگے۔"

میں۔۔۔میں آپ کے ساتھ چلوں گی" صالحہ بیگم نے فوراً اپنی جگہ چھوڑی، جس پر وہ دونوں بھی جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔"

اصباح تم پلیز امی کے ساتھ چلی جاؤ، ہمیں انہیں اکیلے نہیں بھیجنا چاہیے" رتبہ کی بات پر اصباح اثبات میں سر ہلاتے اپنی اور صالحہ بیگم کی چادر لیے لاؤنج میں جائی جہاں وہ" جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

وہ اپنے آفس میں بیٹھی کام میں مصروف تھی، ایک کیس کی آج ہونے والی پیشی میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو پائی تھی اور اب ایک نئی تاریخ اس کیس کے فیصلے کے لیے ، مقرر کی گئی تھی۔ اس نے سامنے رکھی فائل بند ہی کی تھی کہ اسکا فون بجنے لگا، سکرین پر جگمگاتا نام رتبہ کا تھا۔ اس نے موبائل اٹھاتے کال اٹینڈ کی اور فون کان سے لگایا

ہیلو۔۔۔آبرو" اسکے کچھ کہنے سے پہلے رتبہ کی گھبرائی ہوئی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی، "کیا ہوا رتبہ، سب ٹھیک تو ہے نا؟" دل کو فوراً پریشانی نے آگھیرا، ڈھیروں" وسوسے پیدا ہونے لگے۔

آبرو وہ۔۔۔وہ آج کچھ لوگ گھر آئے تھے" رتبہ کا جواب اسکی توقع کے بالکل برعکس تھا، وہ اسکی گھبراہٹ کو صالحہ بیگم کی طبیعت سے منسلک سمجھ رہی تھی۔"

، کون آیا تھا؟" فوراً سوال کیا"

لاشاری ٹیکسٹائلز کے مالک فیاض لاشاری!" آبرو کی حیرت میں اضافہ ہوا، انکا آنا واقع حیران کن تھا۔"

urdunovelsblog

کیوں آئے تھے وہ؟" آبرو کے سوال پر رتبہ ان کے درمیان ہوئی ساری بات اسے بتاتی گئی، جسے سنتے آبرو کو اپنی سماعت پر یقین کرنا مشکل لگنے لگا، وہ اسی کیفیت میں اپنی ، جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی

یہ تم کیا کہہ رہی ہو رتبہ؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" آبرو کے ذہن کے پردے پر بے اختیار شاہزین کا چہرہ نمودار ہوا، وہ اسے فیاض لاشاری کے توسط سے ہی تو جانتی تھی مگر وہ" !انکا بھائی۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا تھا

آبرو ایسا ہی ہے، ان کی ہر بات پر امی کا یقین پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ وہ انہیں کا بیٹا ہے اور ویسے بھی کون اپنا اتنا بڑا بیٹا ہوں کسی کے حوالے کرتا ہے؟" رتبہ کی بات بالکل درست" تھی مگر یوں اتنی جلدی کسی ایسی بات پر یقین کر لینا عقلمندی نی تھی، وہ بے اختیار کن پٹی مسلنے لگی، ایک نئی مشکل سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"امی کہاں ہیں، میری بات کرواؤ"

،وہ انکے ساتھ ہاسپٹل گئی ہیں "رتبہ کے جواب پر آبرو بولنے لگی"

کیا مطلب، وہ ایسے کیسے جاسکتی ہیں اور تم نے انہیں روکا کیوں نہیں؟ "اپنے ہاتھوں میں کپکپاہٹ وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔"

وہ کسی کی بات سننے کی حالت میں نہیں تھیں آبرو، اس لیے انہیں روکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا مگر ہاں وہ اکیلی نہیں ہیں، اصباح انکے ساتھ گئی ہے "رتبہ وضاحت دیتے"

خاموش ہوئی جبکہ آبرو شکستہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔

کونسے ہاسپٹل گئے ہیں وہ؟ "آبرو اپنی جگہ چھوڑتے اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ فون کی دوسری جانب سے رتبہ اسے ہاسپٹل کا نام بتارہی تھی۔"

اس نے کورٹ سے نکلتے سب سے پہلے اصباح کو کال کی مگر بار بار کال کرنے کے باوجود وہ اسکا فون نہیں اٹھارہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھے اب وہ تاشفین کو کال کررہی تھی مگر وہ بھی اسکا فون نہیں اٹھارہا تھا، اسکے نمبر پر ایک میسج چھوڑتے اس نے موبائل غصے سے ڈیش بورڈ پر رکھتے گاڑی سٹارٹ کی، اسے جلد از جلد صالحہ بیگم کے پاس پہنچنا تھا۔ پورا راستہ اس کے کانوں میں بس رتبہ کی باتیں گونجتی رہیں۔ ذہن کے پردے پر بار بار شاہزین کا چہرہ نمودار ہوتا، اس سے ہوئی ہر ملاقات یاد آتی۔ عدالت میں اس کی بدتمیزی، دھمکی اور سب سے بڑھ کر گولی جو اسکے کہنے پر آبرو پر چلائی گئی تھی، آبرو وہ سب کیسے بھول سکتی تھی۔ وہ اس کا بھائی کیسے ہو سکتا تھا، اسکا دل کسی صورت یہ بات ماننے کو تیار نہ تھا جبکہ دماغ بار بار احساس دلاتا کہ اگر یہی حقیقت ہوئی تو وہ کیا کرے گی۔ اسے صالحہ بیگم کی وہ تمام باتیں یاد تھیں جو وہ اس خواب سے جاگنے کے بعد کرتی تھیں، انکا اپنی اس اولاد کے لیے تڑپنا وہ کیسے بھول سکتی تھی، وہ ہر بار یہی کہتیں کہ کوئی انکا یقین کرے نہ کرے مگر وہ جانتی ہیں کہ انکی اولاد زندہ ہے۔ اسے اس وقت صالحہ بیگم کی بہت فکر ہورہی تھی، وہ تو اس خواب کے بعد دو دن تک بیمار رہتی تھیں تو اب اس سب کے بعد انکی کیا حالت ہو گی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر انکے پاس پہنچ جائے اور ساتھ ہی وہ فیاض لاشاری سے سوال کرنا چاہتی تھی کہ اگر یہ سب سچ ہے تو اس راز کو عیاں کرنے میں انہیں اتنے سال کیوں لگ گئے!

اسپتال کے اس کمرے کی سفید دیواروں پر خاموشی چھائی تھی بس مشینوں کی مدھم سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بیڈ پر لیٹے شاہزین کے چہرے کا رنگ زرد جبکہ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ چکے تھے، اسکی صحت ان دو ہفتوں میں بہت تیزی سے گر رہی تھی۔ کمزوری کے آثار اسکے چہرے پر نمایاں تھے۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹا تھا، ڈاکٹر کچھ دیر پہلے ہی اسکے پاس آئے تھے، وہ مسلسل اسے بہتری کی امید دلا رہے تھے مگر وہ جانتا تھا کہ وہ اس دنیا میں سب صرف کچھ وقت کا مہمان ہے۔ عین اسی پل دروازہ آہستہ سے کھلا اور صالحہ بیگم اصباح کے ساتھ اندر داخل ہوئیں، فیاض لاشاری بھی انکے پیچھے تھے۔ صالحہ بیگم کی آنکھوں میں برسوں کا انتظار، دل میں بے شمار دعائیں اور

ہونٹوں پر صرف اسکا نام تھا۔ جیسے ہی انکی نظر شاہزین پر پڑی، اس کی حالت دیکھتے انکے قدم لڑکھڑا گئے، دل کو کسی نے زور سے مٹھی میں دبایا، اولاد سے لمبی جدائی کے بعد کیا ان دونوں کا وصل اس صورت لکھا تھا! وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگیں جبکہ اصباح وہیں پیچھے کھڑی نم آنکھوں سے انہیں اور بستر پر لیٹے اس مریض کو دیکھ رہی تھی، جو اسکا بھائی تھا۔ قدموں کی آواز محسوس کرنے پر بھی شاہزین نے آنکھیں نہیں کھولیں، وہ جانتا تھا کہ ضرور فیاض لاشاری یا فواد آئے ہونگے اور اس وقت وہ ان سے کسی بھی قسم کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صالحہ بیگم نے اسکے بستر کے قریب پہنچتے اپنے ضعیف ہاتھوں سے بیڈ کو تھاما اور ایک ہاتھ اسکے چہرے پر رکھا

بیٹا۔۔۔!" انکی آواز کانپ گئی، آنسو رخسار پر بہنے لگے، شاہزین نے تیزی سے آنکھیں کھولیں، اسکے لیے یہ لمس اجنبی مگر آواز شناسا تھی جبکہ صالحہ بیگم بھی پہچان گئی تھیں" کہ یہ وہی تھا جس سے انکی ملاقات اس روز ہسپتال میں ہوئی تھی یعنی قدرت انہیں اس وقت بھی اشارہ دے رہی تھی۔ صالحہ بیگم نے روتے ہوئے جھک کر اسکے ماتھے کو چوما جبکہ شاہزین ساکت نظروں سے انہیں دیکھتا رہا، صالحہ بیگم کے لمس سے اسے ایسا سکون میسر آیا تھا، جو شاید ہی آج تک اس نے محسوس کیا ہو اور اسی لمحے اسکی آنکھوں میں نمی اترنے لگی اور رگوں میں دوڑتے خون نے جوش مارا اور وہ صالحہ بیگم سے لپٹ گیا۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، وہ باآواز ہو رہا تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسکی سسکیاں بڑھ رہی تھیں۔ اگر آج کوئی اسے اس حال میں دیکھتا تو کبھی یقین نہ کرتا کہ یہ وہی شاہزین ہے جو بڑی سے بڑی بات پر رونا تو دور پریشان بھی نہیں ہوتا تھا اور آج قسمت نے اسے اس طرح توڑا تھا کہ وہ اپنا آپ کھو بیٹھا تھا۔ دوسری جانب خود سے لپٹے شاہزین کا لمس صالحہ بیگم کو ٹھنڈک پہنچا رہا تھا۔ وہ ماں تھیں اور ماں تو اپنی اولاد کا لمس بخوبی پہچانتی ہے! برسوں سے جلتی ممتا کی تڑپ کو آج کچھ سکون میسر آیا تھا۔ قسمت نے کیسا ظلم کیا تھا ان پر، کاش وہ سب نہ ہوا ہوتا تو آج وہ دونوں ساتھ ہوتے، یہ دوری، جدائی انکی زندگی کا حصہ نہ ہوتی۔ پیچھے کھڑے فیاض لاشاری اور اصباح کی آنکھیں بھی نم تھیں، سامنے کا منظر کسی کو بھی آبدیدہ کر سکتا تھا۔ فیاض لاشاری کو شاہزین سے امید نہ تھی کہ وہ ایسا ردعمل دے گا کیونکہ وہ بھول گئے تھے کہ اب شاہزین وہ شاہزین رہا ہی نہیں جس کے ساتھ وہ اتنے سال رہنے آئے تھے۔

بس بیٹا مت رو، تمہاری طبیعت بگڑ جائے گی" صالحہ بیگم نے اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا، وہ ایک ہی نظر میں اسکے ہر نقش کو حفظ کر چکی تھیں، وہ حیات صدیقی سے" زیادہ ان سے مشابہت رکھتا تھا۔ شاہزین نے صالحہ بیگم کی آنکھوں میں نظر آتے ممتا کے اس تاثر کو دیکھا جو اس نے کبھی بھی اپنے لیے فائقہ لاشاری کی آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا۔ برسوں بعد قسمت نے ان دونوں کو ملوایا تھا مگر کون جانتا تھا کہ یہ ملن کتنی مدت کے لیے باقی رہنے والا ہے!

وہ بہت تیزی سے ہسپتال کی عمارت میں داخل ہوئی، اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں ہوتی لرزش وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی، وہ بہت مشکل سے ڈرائیو کر کر یہاں پہنچی تھی۔ ریسپشن سے شاہزین کے کمرے کا معلوم کرتے وہ تیزی سے لفٹ کی جانب بڑھی، نجانے کیوں اسکا دل کیوں ڈوب رہا تھا جیسے عنقریب کچھ بہت برا ہونے والا ہو! کاریڈور میں ہی اسے سامنے اصباح کھڑی نظر آئی، آبرو پر نظر پڑتے وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اسکے پاس آئی اور آتے اسکے گلے لگ گئی، وہ رو رہی تھی۔

،اصباح،اصباح!"آبرو اسے خود سے الگ کرتے بولی"

،امی کہاں ہیں؟"اس نے سوال کرتے کچھ فاصلے پر شاہزین کے کمرے کے بند دروازے کی جانب دیکھا"

وہ اندر ہیں، بھائی کے پاس!"اصباح نے آنسو صاف کرتے جواب دیا جس پر آبرو کے کانوں میں بس اسکا کہا لفظ گونجنے لگا،"بھائی"!دل نے فوراً سوال داغا کہ کیا یہ تسلیم" کرنا اتنا آسان ہے؟دماغ فوراً جواب کے ساتھ حاضر ہوا کہ نہیں!اتنے سالوں سے چھپی ایسی حقیقت پر یقین کرنا بالکل بھی آسان نہیں۔

آبرو نے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے،اصباح بھی اسکے پیچھے تھی۔کمرے کا دروازہ کھولتے اسکی دھڑکن بہت تیز تھی۔دل اور دماغ بار بار ایک ہی سوال کر رہے تھے کہ کیا وہ اتنی بڑی حقیقت کو تسلیم کر پائے گی؟

دروازہ کھلتے ہی صالحہ بیگم کی نظر آبرو پر پڑی وہ تیزی سے اسکی جانب آئیں جبکہ آبرو کی نظر بیڈ پر لیٹے شاہزین پر ٹھہر گئی۔یہ وہ نہیں تھا جس کی امید لیے آبرو یہاں آئی تھی۔بند آنکھوں کے ساتھ بستر پر لیٹا شاہزین تو ایک بیمار اور کمزور انسان تھا جسکا چہرہ اسکی حالت بتانے کو کافی تھا۔آنکھوں کے گرد پڑے ہلکے،زرد پڑتا رنگ،کمزوری کے باعث گرتا ہوا وزن،آبرو کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔کمزوری کے باعث اسکی نسیں واضح نظر آرہی تھیں،ہاتھ پر لگے کینولا کے ذریعے ڈرپ میں موجود دوا قطرہ قطرہ اسکے جسم میں داخل ہو رہی تھی،جس کے زیر اثر وہ غنودگی کی حالت میں تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ اسکی طبیعت اس قدر خراب ہو گی کیونکہ رتبہ اسے ایک بات بتانا بھول گئی تھی کہ شاہزین کو کینسر ہے۔

میں کہتی تھی نہ آبرو کہ میرا دل کہتا ہے کہ میری اولاد،میرا بیٹا زندہ ہے"صالحہ بیگم کی رندھی ہوئی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی جس پر آبرو انکی جانب متوجہ ہوئی اور انہیں" ساتھ لگائے کچھ فاصلے پر رکھے صوفے پر بٹھایا۔

امی سنبھالیں خود کو!روئیں مت پلیز"آبرو انکی حالت دیکھتے بہت پریشان ہو گئی تھی،وہ جانتی تھی کہ اگر وہ ایسے ہی روتی رہیں تو انکی طبیعت بگڑ جائے گی۔"

اس کی حالت دیکھو آبرو،میرا دل۔۔۔۔"وہ جملہ مکمل نہیں کر پائیں اور ایک بار پھر رونے لگیں،آبرو نے انکے ساتھ بیٹھتے انہیں گلے لگایا،انکی یہ حالت دیکھتے اسکا دل" پھٹ رہا تھا،اتنی مشکل سے تو انکی زندگیوں میں سکون آیا تھا،عرصے بعد اس نے صالحہ بیگم کو ہنستے مسکراتے دیکھا تھا۔نجانے کیوں ہر بار انکی خوشیوں کی مدت اتنی مختصر کیوں ہوتی تھی!

urdunovelsblog

امی، امی میری بات سنیں!" آبرو انکے آنسو صاف کرتے بولنے لگی، اسے بار بار شاہزین سے ہوئی اپنی ملاقاتیں یاد آتیں، وہ کیسے ان سب کو فراموش کر سکتی تھی، اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں کیونکہ ہاں اسے وہ سب فراموش کرنا تھا صرف اپنی ماں کے لیے، جو اپنی اولاد کے لیے اتنے سال تڑپی تھیں اور اب وہ انہیں دوبارہ اس اذیت میں نہیں ڈال سکتی تھی۔

آپ پریشان مت ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا اور دیکھیں اب تو اللہ نے آپکی دعا بھی سن لی ہے، دیر سے ہی سہی پر آپ کا بیٹا آپکو لوٹا دیا ہے" یہ جملہ اس نے کیسے مکمل کیا تھا" صرف وہی جانتی تھی، وہ اتنی جلدی یہ حقیقت تسلیم نہیں کر سکتی تھی مگر ابھی اسکے لیے سب سے زیادہ اہم صالحہ بیگم کی صحت تھی۔ اس وقت ان سے کسی بھی قسم کی بات کرنا بیوقوفی تھی، اس لیے وہ انہیں الفاظ میں انہیں تسلی دینے لگی، جو انہیں راحت بخش سکتے تھے۔

اگر آپ اس طرح روتی رہیں تو آپکی طبیعت خراب ہو جائے گی اور اسے اس وقت آپکی ضرورت ہے، آپ خود بیمار ہو جائیں گی تو اسے کون سنبھالے گا" اس نے شاہزین کی" جانب اشارہ کیا جبکہ اسکی بات پر صالحہ بیگم نے اپنے آنسو صاف کیے، اسکی بات نے ان پر واقعی اثر چھوڑا تھا۔

وہ شاہزین کے کمرے کے باہر سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بینچ پر بیٹھی تھی۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ اسکا دماغ پھٹنے کے قریب تھا، وہ کچھ دیر پہلے ہی ڈاکٹر کے پاس گئی تھی، جہاں سے ملی خبر پر وہ اب تک یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ پہلے اچانک انکے ایک ایسے بھائی کا سامنے آجانا جس کا پچھلے تیس سال سے کوئی اتا پتا موجود نہ تھا اور پھر اسکی مہلک بیماری! اسکے دماغ میں ڈھیروں سوال پیدا ہو رہے تھے کہ آخر یہ حقیقت ان تک پہنچنے میں اتنے سال کیوں لگے اور کیا وہ یہ سب بہت پہلے سے جانتا تھا اور اب اتنے سالوں بعد انہیں یہ خیال کیوں آیا کہ وہ یہ حقیقت صالحہ بیگم تک پہنچا دیں! اس نے سر اٹھاتے گہری سانس لیتے دائیں جانب دیکھا۔ ان تمام سوالات کا جواب اسے ایک ہی شخص دے سکتا تھا اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ فیاض لاشاری تھے جو راہداری سے گزرتے اسی جانب آ رہے تھے۔ وہ انہیں پہچانتی تھی، اس شخص کے حیات صاحب پر بہت احسانات تھے اور اب بھی وہ جس گھر میں مقیم تھے، وہ انہیں کی عنایت تھی۔ وہ انہیں ایک اچھا انسان سمجھتی تھی مگر شاہزین والے معاملے کے بعد وہ اپنی رائے تبدیل کر چکی تھی جبکہ دوسری جانب فیاض لاشاری کو صرف کچھ لمحے لگے تھے اسے پہچاننے میں وجہ اسکے چہرے کی حیات صدیقی سے مماثلت تھی۔ ان کے قریب آنے پر آبرو نے انہیں سلام کیا، جسکا جواب دیتے وہ شفقت سے مسکرائے مگر آبرو کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔

میں آپ سے کچھ زیادہ تفصیل تو نہیں پوچھوں گی مگر ہاں میرے ایک سوال کا جواب صرف آپ ہی دے سکتے ہیں!" آبرو کا لہجہ بھی اسکے تاثرات کی طرح سنجیدہ تھا جبکہ" دوسری جانب کھڑے فیاض لاشاری خاموشی سے اسکے سوال کے منتظر تھے۔

یہ حقیقت اتنے سال چھپا کر آپ کو کیا حاصل ہوا؟ اور اتنا عرصہ اسے چھپا کر رکھنے کہ بعد اب ظاہر کر دینے کی کیا وجہ ہے؟" اسکا سوال بالکل جائز تھا، جسے سنتے فیاض" ،صاحب نے گہری سانس لی اور بولنے لگے

میں بھی اس حقیقت پر اتنا ہی حیران ہوں بیٹا جتنا تم سب ہو!" انکے جواب پر آبرو کے چہرے پر الجھن در آئی، وہ انکی بات سمجھ نہیں پائی تھی۔"

یہ تلخ حقیقت مجھ پر بھی کچھ روز پہلے ہی عیاں ہوئی ہے کہ شاہزین میرا نہیں بلکہ حیات کا بیٹا ہے" اس جملے کے بعد وہ مختصراً آبرو کو وہ بات بتاتے گئے جو رتبہ جلدی میں" آبرو سے نہیں کہہ پائی تھی۔

میں جانتا ہوں کہ اتنی بڑی بات کو ایک دم تسلیم کر لیا آسان نہیں مگر بیٹا، یہ وہ حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا!" آبرو سپاٹ چہرہ لیے انکی بات سن رہی تھی۔"

وہ اس وقت بہت تکلیف میں ہے، اس نے جب میرے سامنے اپنی یہ خواہش رکھی کہ وہ اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا ہے تو میں ٹال نہیں سکا بیٹا!" انکا شکستہ لہجہ اور آنکھوں" میں نمی آبرو محسوس کو سکتی تھی مگر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح دل اور دماغ کی جنگ پر قابو پائے، ماضی میں ہوئی تمام باتوں کو بھولتے وہ کیسے اس شخص کو اپنا بھائی تسلیم کر لے۔ اس سے پہلے کہ وہ ان سے مزید کچھ کہتی اس کی نظر تاشفین کی جانب پڑی جو قدم اٹھاتا اسی جانب آ رہا تھا۔

ہسپتال کی راہداری میں لگے اس بینچ پر اب آبرو کے ساتھ تاشفین بھی موجود تھا۔ گہرے نیلے رنگ کا سکرب (سرجن کا مخصوص لباس) پہنے وہ بھی آبرو کی طرح پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ آبرو نے میسج پر ہسپتال کے نام کے ساتھ صرف اتنا لکھا تھا کہ وہ ایمرجنسی میں ہسپتال جا رہی ہے۔ سرجری سے فارغ ہوتے ہی اس نے آبرو کا میسج دیکھا اور بغیر وقت ضائع کیے وہ آبرو کے پاس پہنچا تھا۔ آبرو کی طرح وہ بھی اس ایمرجنسی کی وجہ کو صالحہ بیگم سے منسلک کر رہا تھا مگر یہاں آنے پر آبرو کی زبانی اسے ساری حقیقت کا علم ہوا تھا، جو اسکے لیے بھی کسی شاک سے کم نہ تھی۔ اس نے نظریں پھیرتے ساتھ بیٹھی آبرو کی جانب دیکھا، جس کا چہرہ اسکی دلی کیفیات کا عکس تھا۔ اسی لمحے آبرو نے ،تاشفین کی جانب دیکھا

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تاشفین کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور۔۔ اور اب میں کیا کروں۔۔" آبرو کا لہجہ کمزور تھا، وہ واقعی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ تاشفین اسکا" ،ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے بولنے لگا

"آبرو سب سے پہلے تمہیں پرسکون ہونا ہوگا، یہ معاملہ یوں پریشان ہونے سے حل نہیں ہوگا، ہمیں ٹھنڈے دماغ سے اس بارے میں سوچنا ہوگا"

"مگر تاشفین امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، وہ رو رو کر اپنا برا حال کر چکی ہیں، میرے سمجھانے کے باوجود بھی وہ تب سے مسلسل رو رہی ہیں اور رہی بات اس سارے معاملے کی تو میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ سب سچ ہے" آبرو نے اپنی پریشانی اسکے سامنے رکھی۔

"اور امی دل و جان سے اس بات کو قبول کیے بیٹھی ہیں کہ وہی انکا بیٹا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں میری کوئی بات نہیں سنیں گی" وہ بہت مایوس نظر آ رہی تھی۔

"کیونکہ آبرو وہ ایک ماں ہیں!" تاشفین کے بولنے پر آبرو نے گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا،

"ایک ایسی ماں جس نے اپنی زندگی کے تیس سال اولاد کی جدائی میں گزارے ہیں اور ایک ماں اپنی اولاد کا لمس، اسکی خوشبو اسکا وجود کبھی فراموش نہیں کر سکتی" آبرو بہت غور سے اسکی بات سن رہی تھی۔

"آخر کوئی تو ایسی بات ہو گی جس کی بنا پر وہ اسے ایک نظر دیکھتے ہی اپنی اولاد تسلیم کر چکی ہیں اور تب سے اسکے لیے آنسو بہا رہی ہیں اور کیا پتا کوئی ایسی بات ہو جس سے تم انجان ہو!" آبرو اب بھی خاموش رہی۔

"تم خود ہی بتا رہی ہو کہ اتنے سال آنٹی خواب میں اپنے بیٹے کے لیے تڑپتی رہی ہیں اور انکا ماننا تھا کہ انکا دل گواہ ہے کہ انکی اولاد زندہ ہے" وہ آبرو کی جانب مڑا،

"اور میں یقین سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ایک ماں کے دل کی گواہی کبھی غلط نہیں ہو سکتی!" اسکے الفاظ مضبوط اور لہجہ پر اثر تھا۔

"رہی بات فیاض صاحب کی تو آبرو خود سوچو کہ کون اپنا تیس سالہ جوان بیٹا یوں کسی کے حوالے کرتا ہے؟" آبرو کو فوراً یاد آیا کہ رتبہ بھی اسے یہی کہہ رہی تھی۔

"تو آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ان سب باتوں پر یقین کر لوں؟" آبرو نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا، تاشفین نے اپنا دوسرا ہاتھ نہیں اسکے ہاتھ پر رکھا۔

"نہیں، میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ تم ان باتوں پر فوراً یقین کر لو بلکہ خود کو وقت دو، ہر زاویے سے اس معاملے کو دیکھو اور پھر فیصلہ کرو کہ تمہیں یقین کرنا ہے یا نہیں! فل وقت کوئی بھی فیصلہ لینا یا کسی سے بھی کچھ کہنا جلد بازی کے سوا کچھ نہیں" وہ خاموش ہوتے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ آبرو نے اس شخص کی جانب دیکھا جس کے الفاظ ہمیشہ اس پر گہرا اثر چھوڑتے تھے۔

"آؤ آنٹی کے پاس چلتے ہیں، انہیں اس وقت ہماری بہت ضرورت ہے" تاشفین نے اپنا ہاتھ آبرو کی جانب بڑھایا جسے کچھ لمحے دیکھتے آبرو نے گہری سانس لی اور اسکا ہاتھ تھامتے اٹھ کھڑی ہوئی، وہ قائل ہو گئی تھی۔

شاہزین کی ڈرپ ختم ہوتے ہی صالحہ بیگم اس کے پاس آئیں، وہ نیم وا آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا، جو اسکے بیڈ کے ساتھ کرسی رکھے مسلسل کچھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور داخل ہونے والے انسان کو دیکھتے شاہزین کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں، دماغ فوراً حرکت میں آ گیا جبکہ دوسری جانب آبرو ایک سرسری نظر اس پر ڈالتے صالحہ بیگم کی جانب بڑھی۔ آبرو کو پہنچاننے میں شاہزین کو بالکل بھی مشکل پیش نہیں آئی تھی، اسکے ہر بڑھتے قدم کے ساتھ شاہزین کو اس سے ہوئی سب ملاقاتیں یاد آنے لگیں۔ اپنی بدتمیزی، اسکی ضد، اپنی دھمکیوں پر اس کا ڈٹ جانا، وہ سب چند لمحوں میں اسے یاد آ چکا تھا مگر اصل سوال تو یہ تھا کہ آخر وہ یہاں کیا کر رہی ہے، اس سے پہلے کہ وہ خود سے کوئی ممکنہ اندازہ لگاتا اسکی سماعت سے آبرو کی آواز ٹکرائی، جو صالحہ بیگم کے پاس آتے رک گئی تھی۔

!امی آپ۔۔۔۔۔!" وہ مزید کیا کہہ رہی تھی وہ نہیں ان پایا کیونکہ اسکا دماغ اسکے کہے ایک لفظ پر ٹھہر گیا تھا، "امی" !یعنی وہ اسکی بہن"

اوہ خدایا! یہ کیا ہو رہا تھا! شاہزین کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا، ایک کے بعد ایک تلخ حقیقت اس پر آشکار ہو رہی تھی۔ اس نے فوراً کرب سے آنکھیں بند کیں یعنی وہ صرف اپنے باپ کا ہی نہیں بلکہ اپنی بہن کا بھی مجرم تھا! اس کا سر گھومنے لگا، سب کچھ اسکی سمجھ سے باہر ہونے لگا تھا۔ بھاری ہوتی آنکھیں کھولتے اس نے آبرو کی جانب دیکھا، اسی لمحے آبرو کی نظریں بھی اس سے ملیں۔ صرف ایک ہی نظر میں وہ دونوں جان گئے کہ مقابل موجود انسان انہیں پہچان چکا ہے مگر دونوں کی زبانوں پر قفل جبکہ دماغ میں جنگ جاری تھی۔ اس جنگ میں کس کی جیت اور کس کی ہار ہونی تھی، یہ تو آنے والا وقت ہی بہتر جانتا تھا۔

urdunovelsblog

وہ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے آبرو کے ساتھ گھر آئی تھیں، ابھی انہیں آئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ رابعہ بیگم آفاق کے ہمراہ ان سے ملنے آ گئیں اور ابھی انہیں آئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ سبرینہ بھی آ گئیں۔ یہ خبر ہر جانب پھیل گئی تھی کہ صالحہ بیگم کو انکا کھویا ہوا بیٹا مل گیا ہے۔ وہ اس وقت سبرینہ اور رابعہ بیگم کے ہمراہ لاؤنج میں موجود تھیں۔ صالحہ بیگم اپنی اولاد کے مل جانے پر بے حد خوش تھیں مگر ساتھ ساتھ اسکی حالت پر رنجیدہ! اتنے عرصے بعد انکی تڑپتی ہوئی ممتا کو راحت ملی تھی مگر اپنی اولاد کو اس حال میں دیکھنا انکے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ پہلے ہی حفصہ کا غم انہیں اندر سے توڑ چکا تھا۔

مجھے یقین نہیں آ رہا صالحہ کہ سچ میں اللہ نے اتنے عرصے بعد تمہیں، تمہارے بیٹے سے ملوا دیا ہے" وہ واقعی خوشگوار حیرت میں مبتلا تھیں، انہیں اچھی طرح یاد تھا کہ اپنے" بیٹے کی موت کے بعد انہیں سنبھلنے میں کتنا وقت لگا تھا۔ وہ سب سے بس یہی کہتیں کہ اسکا دل اسکی موت کو نہیں مانتا اور آج قدرت انکے دل کی گواہی کو سچ ثابت کر چکی تھی، یہ سب بہت حیران کن مگر خوشگوار تھا۔ سامنے بیٹھی صالحہ بیگم کے چہرے سے آج مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی، وہ دل میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھیں کہ اللہ نے انہیں آج کا دن دیکھنا نصیب کیا۔

تم بالکل صحیح کہتی تھی کہ تمہارا دل گواہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور آج دیکھ لو!" وہ مسکراتے ہوئے بولیں جس پر صالحہ بیگم کے لبوں کو بھی مدھم مسکراہٹ نے چھوا، وہ واقعی" بہت خوش تھیں، برسوں سے مانگی دعائیں آج قبول ہو گئی تھیں۔

تمہیں تمہارے صبر کا پھل ملا ہے صالحہ!" اس بار بولنے والی سبرینہ تھی، جس کے لیے یہ بات حیرت انگیز ضرور تھی مگر وہ سمجھ سکتی تھی کہ زندگی اکثر بہت سے معاملات" میں آپکو ششدر چھوڑ دیتی ہے۔

اللہ نے تمہاری زندگی میں ہی تمہیں اپنی اولاد سے ملوایا ہے" انکی بات پر صالحہ بیگم ایک دم رنجیدہ آواز میں بولنے لگیں۔"

اولاد تو مل گئی ہے مگر اسکی حالت۔۔۔۔۔۔اسکی حالت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی!" وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھتی بولیں، یہ ایک بات انکی ساری خوشی کو ماند کر دیتی۔"

میرا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح میں اس کی ہر تکلیف دور کر دوں، میرا بس نہیں چلتا کہ میں اپنی زندگی اس کے نام کر دوں، کاش میری عمر بھی اسے لگ جائے" وہ رونے لگی" تھیں، اولاد کی تکلیف برداشت کرنا کسی بھی ماں کے لیے آسان نہیں اور خاص کر جب وہ اولاد قدرت نے برسوں بعد آپ کو لوٹائی ہو۔

،حوصلہ رکھو صالحہ، اللہ نے تمہیں تمہاری اولاد اتنے عرصے بعد لوٹائی ہے تو یقیناً وہ تمہیں اس کی خوشی دیکھنا بھی نصیب کرے گا" سبرینہ اسے تسلی دیتے بولیں"

سبرینہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے، وہ ٹھیک ہو جائے گا، تم بس اپنا خیال رکھو، اس طرح رونے سے تمہاری طبیعت بگڑ جائے گی" رابعہ بیگم کی بات پر صالحہ بیگم نے اپنے آنسو" !صاف کیے، وہ دونوں صحیح کہہ رہی تھیں، اس وقت انہیں اپنا خیال رکھنا تھا، اپنی اولاد کے لیے

urdunovelsblog

ہسپتال کے کمرے میں مدھم روشنی پھیلی تھی۔ کھڑکی کے شیشے پر ڈھلتی شام کی دھوپ کی ہلکی ہلکی کرنیں پڑ رہی تھیں، کمرے میں صرف مشینوں کی بیپ بیپ اور شاہزین کی مدھم سانسوں کی آواز گونج رہی تھی۔ فیاض لاشاری کرسی پر موبائل ہاتھ میں تھامے بیٹھے تھے، جس پر کچھ دیر پہلے ہی انکی شہریار کے ڈاکٹر سے بات ہوئی تھی، جو شہریار کے علاج کے لیے پر امید تھے۔ دو دن بعد اس کی سرجری تھی مگر انکا شاہزین کے پاس رکنا ضروری تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فائقہ لاشاری شہریار کا خیال ان سے بہتر رکھ سکتی تھیں۔ زندگی نے ان کے ساتھ کیسی بازی کھیلی تھی، کچھ ہی دنوں میں وہ اپنا برسوں پرانا دوست، اپنی ہمسفر، اپنی زندگی کی خوشیاں مختصراً اپنا سب کھو بیٹھے تھے۔ انکا واحد اثاثہ انکی اولاد، انکے دونوں بیٹے زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے اور وہ انکے لیے کچھ بھی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ زندگی میں ہر آسائش، اتنا بڑا کاروبار ہونے کے باوجود وہ خود کو ایک غریب آدمی جیسا بے بس محسوس کر رہے تھے، جو چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

شاہزین کی حالت پچھلے دنوں کے مقابلے کچھ بہتر تھی،اس کے گھر والے روز اس سے ملنے آتے تھے، جن کے آنے پر وہ ان سے زیادہ نہیں پر مختصر بات ضرور کرتا،اس کے رویے اور طبیعت میں ایک عجیب سی تبدیلی تھی، وہ اب مدھم آواز میں مختصر بات کرتا، بات بات پر غصے میں آنے کی بجائے خاموش ہو جاتا، شدید تکلیف میں ہونے کے باوجود بھی خاموشی سے درد برداشت کرتا رہتا۔اسے اسکے گھر والوں سے ملوا کر فیاض لاشاری کے سینے سے ایک بوجھ کم ہو گیا تھا۔وہ یونہی بیٹھے تھے کہ انکی سماعت سے شاہزین کی آواز ٹکرائی جو شاید دوائی کا اثر ختم ہونے اب ہوش میں آگیا تھا۔

ڈیڈ!"فیاض لاشاری فوراًاسکے پاس گئے مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے شاہزین نے انکا ہاتھ تھاما اور اپنی ویران آنکھوں سے انکی بے بس آنکھوں میں دیکھنے لگا۔"

تھینک یو ڈیڈ، آپ نے مجھے میری فیملی سے ملوایا!"وہ بوجھل آواز میں بولا، فیاض لاشاری نم آنکھوں سے مسکرائے۔"

یہ تمہارا حق تھا بیٹا اور میں مزید تمہاری حق تلفی نہیں کر سکتا تھا"وہ اپنا ہاتھ شاہزین کے ہاتھ پر رکھتے بولے۔شاہزین نے غور سے انکے چہرے کی جانب دیکھا، وہ ان چند" دنوں میں بہت ضعیف نظر آنے لگے تھے۔

آپ نے میری کوئی حق تلفی نہیں کی ڈیڈ بلکہ مجھے میری اوقات سے بڑھ کر ہر چیز دی ہے اور حقیقت کھل جانے پر بھی مجھے تنہا کرنے کی بجائے میرے ساتھ کھڑے" ہیں"وہ واقعی انکا مشکور تھا، وہ چاہتے تو وہ بھی فائقہ کی طرح اسے تنہا چھوڑ کر اپنے بیٹے شہریار کے پاس چلے جاتے مگر انہوں نے اسے تنہا چھوڑنے کی بجائے اسکا بھرپور ساتھ دیا، تب اسکا سہارا بنے جب اسے انکی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔وہ اب زندگی کو بہت مختلف انداز سے دیکھنے اور محسوس کرنے لگا تھا۔

کوئی اور اس بات کو مانے نہ مانے پر تم میرے بیٹے ہو شاہزین، چاہے تم سے میرا خونی رشتہ نہیں مگر بچپن سے لے کر اب تک میں نے تمہیں اپنی اولاد کی طرح پالا ہے اور" آگے بھی باپ کی طرح تمہارے ساتھ کھڑا رہوں گا"شاہزین کی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں۔اب بات بات پر اسکی آنکھیں یوں ہی نم ہو جاتیں اور نجانے کیوں مگر اس نمی کو روکنا اب اسکے اختیار میں نہیں ہوتا تھا۔

"شہریار کیسا ہے؟"

دو دن بعد سرجری ہے اسکی، ڈاکٹرز کافی پر امید ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ یہ سرجری کامیاب ہو جائے"فیاض لاشاری نے اسکے سوال کا جواب دیا۔"

وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا، انشاللہ"شاہزین مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دینے لگا۔"

تمہارے لیے بھی ڈاکٹرز کافی پر امید ہیں، دیکھنا تم بھی بہت جلد بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے "انکی اس بات پر شاہزین مسکرا نہیں سکا، وہ ایک مریض تھا اور مریض سے بڑھ کر "اپنی بیماری کی نوعیت اور تکلیف کوئی نہیں جانتا۔

،مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی "فیاض لاشاری نے اثبات میں سر ہلاتے اسے بولنے کا کہا"

میں کچھ دن کے لیے اپنے گھر جانا چاہتا ہوں "فیاض لاشاری کی مسکراہٹ ایک دم ماند پڑی، وہ جانتے تھے کہ وہ کس گھر کی بات کر رہا ہے۔"

مجھے نہیں معلوم کہ میری زندگی میں مزید کتنے دن باقی ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کچھ وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ گزار سکوں، اسے ایک مرتے ہوئے انسان کی "خواہش۔۔۔۔۔

،شاہزین! "فیاض لاشاری نے فوراً اس کی بات کاٹی"

تمہیں خدا کا واسطہ ہے شاہزین ایسی مایوسی کی باتیں مت کرو، دیکھنا تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے اور میں ڈاکٹرز سے بات کرتا ہوں اگر وہ تمہیں ڈسچارج کرنے پر راضی ہوئے "

،تو میں خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا "اپنی بات مکمل کرتے انہوں نے "تمہارے گھر "پر زور دیا، جس پر شاہزین نے مسکراتے ہوئے انکی جانب دیکھا

تھینک یو سو مچ ڈیڈ "وہ فیاض لاشاری کو "ڈیڈ" کہہ کر پکار رہا تھا یعنی اب بھی وہ انہیں اپنا باپ مانتا تھا اور یہ بات انکے لیے کیا معنی رکھتی تھی، یہ صرف وہی جانتے تھے۔"

urdunovelsblog

فیاض لاشاری فون پر بات کرتے راہداری کی اس جانب آئے کہ نظر سامنے لگے بینچ پر بیٹھی صالحہ بیگم پر پڑی، جن کے چہرے سے اضطراب واضح تھا۔ آج شاہزین کی پہلی ،کیموتھراپی تھی، جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان تھیں۔ فیاض لاشاری قدم اٹھاتے ان کے پاس آئے

ڈاکٹرز نے کچھ بتایا۔۔۔ کیسا ہے شاہزین؟ "وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں، وہ ہر لمحہ اسکے لیے دعا گو تھیں۔"

آپ پریشان مت ہوں، وہ ٹھیک ہے، بس کچھ دیر میں ڈاکٹرز اسے واپس روم میں شفٹ کر دیں گے "فیاض لاشاری انہیں تسلی دیتے بولے، صالحہ بیگم کے چہرے پر ایک "،دم اطمینان در آیا کہ فیاض صاحب کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی

،مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی ہے! "صالحہ بیگم اثبات میں سر ہلاتے متوجہ ہوئیں"

شاہزین آپ کے گھر، میر امطلب اپنے گھر جانا چاہتا ہے" وہ مناسب الفاظ استعمال کرتے بولے، وہ اتنا عرصہ جسے اپنی اولاد مانتے آئے تھے، اسے یوں کسی اور کے حوالے" کرنا کتنا تکلیف دہ ہے صرف وہی جانتے تھے۔

یہ بات شاہزین نے خود آپ سے کہی ہے؟" صالحہ بیگم کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔ یہ خبر سننے میں ہی کتنی خوشگوار تھی کہ انکا بیٹا انکے ساتھ انکے گھر جا رہا تھا۔"

"جی! مجھے بس آپ کی اجازت درکار تھی۔۔۔۔۔"

اس میں اجازت کی کیا بات ہے فیاض صاحب، وہ اسکا ہی گھر ہے بلکہ اس طرح میری دلی مراد بھی پوری ہو جائے گی، میں تو پہلے دن سے ہی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی" تھی مگر اسکی صحت کی وجہ سے ایسی کسی بات کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا" صالحہ بیگم وضاحت دیتے بولیں، جس پر فیاض لاشاری بمشکل مسکرائے۔ شاہزین کی یہ خواہش صالحہ بیگم کے لیے جتنی خوشگوار تھی، اتنی ہی فیاض لاشاری کے لیے تکلیف دہ! مگر انہیں اسی کی خاطر یہ تنہائی برداشت کرنی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں فون ہاتھ میں لیے بیڈ پر بیٹھی تھی کہ تاشفین کمرے میں داخل ہوا۔ آبرو پر نظر پڑتے وہ اسکے پاس گیا جو خالی خالی نگاہوں سے سامنے دیوار پر لگی تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

، کیا ہوا آبرو، سب ٹھیک ہے نا؟" وہ اسکے ساتھ بیٹھتا بولا، جس پر آبرو نے گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا"

urdunovelsblog

وہ۔۔۔ وہ اب گھر آنا چاہتا ہے!" لہجے میں فکر اور بے یقینی لیے اس نے مختصر جواب دی جبکہ تاشفین جانتا تھا کہ وہ کس کے بارے میں بات کر رہی ہے۔ جب سے" شاہزین ان کی زندگی میں داخل ہوا تھا، تاشفین نے اس میں بہت سی تبدیلیاں محسوس کی تھیں، وہ ہر وقت کھوئی کھوئی، پریشان رہتی، اتنے دن گزر جانے کے بعد بھی وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کر پائی تھی، اب تک خاموش تھی تو وجہ صرف صالحہ بیگم تھیں، جو اس دن سے اب تک دن اور رات ہسپتال میں شاہزین کے پاس گزارتیں اگر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے گھر آ بھی جاتیں تو اسی کے لیے فکر مند رہتیں۔

تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے کیا؟" تاشفین کے سوال پر آبرو نے گہری سانس لی، اسے تاشفین کو وہ سب بتانا تھا، جو اسے پریشان کر رہا تھا۔"

ہاں کیونکہ میں نے اس کا وہ روپ دیکھا ہے، جو ہم میں سے اور کسی نے نہیں دیکھا" یہ کہتے آبرو مختصراً اسے شاہزین لاشاری سے ہوئی اپنی پہلی ملاقات، دھمکی اور قاتلانہ" ، حملے کے بارے میں سب بتاتی گئی، جس پر تاشفین کچھ لمحے کے لیے شدید حیران ہوا مگر پھر اس نے اطمینان بھرے انداز میں آبرو کی جانب دیکھا

"آنٹی کیسی ہیں؟ وہ تو یقیناً بہت خوش ہونگی!" آبرو نے تعجب سے اسکی جانب دیکھا، وہ اسے کیا بتا رہی تھی اور وہ کیا سوال کر رہا تھا!

"جی وہ بہت خوش ہیں بلکہ ان کی تو دل مراد پوری ہو گئی ہے" آبرو نے بغیر کوئی سوال کیے محض اسکے سوال کا جواب دیا۔

"ایک بات پوچھوں آبرو؟" آبرو نے اسکی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا،

"تم نے آنٹی کے چہرے پر وہ اطمینان اور سکون دیکھا ہے، جو شاہزین کے آنے کے بعد انکے چہرے کا حصہ بن گیا ہے!" آبرو کے ذہن کے پردے پر صالحہ بیگم کا چہرہ لہرایا، وہ واقعی اس کے آنے سے بہت زیادہ خوش تھیں۔

"کیا تم اپنی امی کی خوشی کے لیے اسے برداشت نہیں کر سکتی؟" وہ اب براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا پتا وہ اب ویسا نہ رہا ہو جیسا تم سے ہوئی ملاقاتوں کے وقت تھا اور ویسے بھی اب تو وہ اتنی بڑی بیماری سے لڑ رہا ہے" آبرو خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"ایک بات بتاؤں آبرو، یہ جو حقیقت ہم سب پر عیاں ہوئی ہے، اسکی سب سے زیادہ اذیت اس نے سہی ہے، خود سوچیں کہ ایک انسان پر کیا گزری ہو گی جب اسے معلوم ہوا ہو گا کہ اسکی ساری زندگی محض دھوکا تھی، اسکے رشتے جھوٹے تھے، اپنے پرائے تھے!" تاشفین کی باتیں ہمیشہ کہ طرح اس پر گہرا اثر چھوڑ رہی تھیں۔

"اس کی ذات کس قدر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گی! یہ حقیقت اگر تمہارے لیے تسلیم کرنا مشکل ہے تو اس کے لیے بھی آسان نہیں!" تاشفین سادہ الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اس کی پہچان، اسکا خاندان سب کچھ تبدیل ہو گیا ہے اوپر سے اسکی مہلک بیماری، وہ ترس کے قابل ہے آبرو" آبرو سپاٹ چہرے سے اسکی باتیں سن رہی تھی کہ تاشفین نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"میں تمہاری کیفیت اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں آبرو کہ یہ سب قبول کرنا اتنا آسان نہیں مگر مجبوریاں انسان سے سب کروا دیتی ہیں" آبرو سمجھ چکی تھی کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔

"اس لیے میں بس اتنا کہوں گا کہ ہو سکے تو ماضی کو فراموش کرتے اسے قبول کرنے کی کوشش کرو کسی اور کے لیے نہیں تو صالحہ آنٹی کے لیے اور اس سارے معاملے میں تم مجھے ہر پل اپنے ساتھ کھڑا پاؤ گی" وہ اپنی بات مکمل کرتے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ آبرو کا دماغ اب تک اسکی باتوں میں اٹکا تھا۔

urdunovelsblog

اسے گھر آئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی، وہ اس وقت لاؤنج میں صالحہ بیگم کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ کچھ فاصلے پر کھڑی حرم اور رتبہ پہلی بار اس شخص کو دیکھ رہی تھی، جوان کا بھائی تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی رابعہ بیگم اس سے مل کر گئی تھیں۔ ان سب کے ساتھ بیٹھے اسے اپنا آپ بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ جو بھی اسکے پاس آتا وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی جانب دیکھتا اور خاموشی سی انگلیاں مڑورتے اپنی کیفیات پر قابو پانے کی کوشش کرتا۔ اسکی ان سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہ آفاق سے بھی! سوائے تاشفین کے جس سے زیادہ تو نہیں مگر مختصر ہمکلامی ضرور ہوئی تھی۔ ان دونوں کا تعارف صالحہ بیگم نے اس سے کروایا تھا۔ ان سب مہمانوں میں اسے صرف تاشفین کی کچھ بھلا اور اچھا محسوس ہوا تھا۔ آبرو اور اصباح کو یہاں چھوڑتے سب مہمان جا چکے تھے۔ سب کے چہرے پر ایک مطمئن سا تاثر موجود تھا، جسے شاہزین محسوس کر سکتا تھا مگر آبرو کی نظروں میں اپنے لیے سنجیدگی اسے واضح دکھائی دے رہی تھی۔ جب جب اس سے نظریں ملتیں، وہ فوراً نگاہوں کا زاویہ بدل دیتی، وہ جانتا تھا کہ آبرو چاہے ماضی میں ہوئی انکی ہر ملاقات فراموش کر چکی تھی مگر ذہن سے اب بھی وہ اس کے تلخ جملے اور دھمکی نکال نہیں پائی تھی۔ اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید خود پر اتنی دیر ضبط نہ کر پاتا جبکہ دوسری جانب اگر وہ خاموش تھی تو صرف صالحہ بیگم کی خاطر، اس دن تاشفین کی کہی باتوں نے اس پر کافی گہرا اثر چھوڑا تھا۔ رات میں ان سب کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے، آس پاس چھائی خاموشی میں موجود ان سب کی جھجک وہ محسوس کر سکتا تھا، وہ جانتا تھا کہ یہ سب قبول کرنا کسی کے لیے بھی اتنا آسان نہیں ہے۔

شاہزین کو ہاسپٹل سے واپس گھر چھوڑنے آج فیاض لاشاری خود آئے تھے۔ وہ دونوں لاؤنج میں آمنے سامنے بیٹھے تھے جبکہ صالحہ بیگم کچھ لمحے پہلے ہی اس کے پاس سے اٹھ کر گئی تھیں۔ اسی لمحے رتبہ ٹرے اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوئی اور ٹرے ٹیبل پر رکھتے وہ پلٹ گئی۔

"شہریار کیسا ہے ڈیڈ!" شاہزین کے سوال پر فیاض لاشاری کے چہرے پر تاریک سایہ لہرایا جبکہ اسکے یہ الفاظ رتبہ کی سماعت سے ٹکرائے، شہریار کے نام پر وہ ٹھٹکی، ایک دم دماغ نے حرکت کی اور اس نام سے منسلک انسان یاد آیا اور ساتھ ہی امل کی باتیں! او خدایا وہ کیسے بھول گئی کہ شہریار کسی اور کا نہیں بلکہ فیاض لاشاری کا بیٹا ہے! وہ کمرے کے اندر داخل ہوتے دیوار کے ساتھ کھڑی ہو گئی، جہاں وہ باآسانی ان کے مابین ہونے والی گفتگو سن سکتی تھی۔

"سرجری کامیاب نہیں ہو سکی شاہزین!" فیاض لاشاری کی آواز میں اذیت تھی، کرب تھا، انکا جواب سنتے شاہزین کچھ لمحے کے لیے کچھ بول نہ پایا جبکہ رتبہ کے دماغ میں فوراً سوال بیدار ہوا کہ آخر یہ کس سرجری کی بات کر رہے ہیں؟

"مگر ڈاکٹر تو بہت اوپر امید تھے ڈیڈ!" شاہزین بے یقینی سے بولا،

"ہاں مگر ہمارے ساتھ ان کی امید بھی ٹوٹ گئی!" فیاض لاشاری شکستہ لہجے میں اسکی جانب دیکھتے بولے،

وہ اب ساری عمر اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو پائے گا" یہ بات ان دونوں سے زیادہ رتبہ کے لیے حیران کن تھی، وہ فق چہرہ لیے کھڑی انکی باتیں سن رہی تھی۔"

صرف ایک حادثے نے مجھ سے میری دونوں اولادیں چھین لیں شاہزین، ایک جانب تمہارا سچ اور دوسری جانب شہریار کی معذوری!" وہ رندھی ہوئی آواز میں"

، بولے، ایک آنسو انکی آنکھ سے نکلتا انکے چہرے پر آگرا۔ شاہزین نے آگے بڑھتے انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا

آپ پریشان نہ ہوں ڈیڈ ڈاکٹرز سے بات کریں آخر کوئی نہ کوئی حل تو ضرور ہوگا" کمرے میں کھڑی رتبہ کڑیوں سے کڑیاں جوڑتے ساری بات سمجھ گئی تھی۔"

اب کوئی حل باقی نہیں ہے شاہزین، عمر بھر کی معذوری اسکا مقدر بن گئی ہے" وہ افسوس بھرے انداز میں بولے، جس پر شاہزین کے پاس بھی بولنے کو کچھ نہ تھا۔ ایک" باپ کے لیے اپنی اولاد کو اس حال میں دیکھنا کس قدر تکلیف دہ تھا، یہ صرف وہی جانتے تھے جبکہ دوسری جانب رتبہ قدرت کے اس انتقام پر حیران کھڑی تھی۔ اللہ نے بر وقت اسے اس مصیبت سے نکال دیا تھا، باعزت طریقے سے! کسی بے گناہ پر تہمت لگانے والوں کو قدرت کا نظام نہیں بخشتا، انسان کسی کے ساتھ برا کرتے وقت یہ بھول جاتا ہے کہ ایک ذات اوپر موجود ہے، جو ہر ایک کے اچھے اور برے اعمال کا حساب رکھتی ہے اور ہر انسان اپنے کیے اعمال کا بدلہ ضرور پاتا ہے۔

اسے یہاں آئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ اسکی صحت میں بھی کچھ بہتری آئی تھی۔ وہ اکثر بیٹھا بس یہی سوچتا رہتا کہ یہ چھوٹا سا گھر کتنا پر سکون ہے، خونی رشتوں کی کشش اسے واقع حیران کر رہی تھی، صرف چند دن گزرنے کے باوجود وہ انکے ساتھ بہت اطمینان اور راحت محسوس کرتا تھا۔ اس کی ماں ہر لمحہ اس پر جان نچھاور کرنے کو تیار رہتی تھی شاید مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں! دوسری جانب اس کی بہنیں بہت کم ہی اس کے سامنے آتیں مگر ان کی آنکھوں میں موجود ستائش اور مدھم خوشی وہ محسوس کر سکتا تھا، ہر بار ان سب کو دیکھتے اسے بس ایک ہی خیال آتا، ضمیر شدت سے ملامت کرتا کہ انہیں زندگی کا سب سے بڑا دکھ دینے والا، انکے سر سے باپ کا سایہ چھیننے والا کوئی اور نہیں بلکہ وہی تھا۔ جب انہیں اس حقیقت کا علم ہوگا تو وہ کس منہ سے ان کا سامنا کرے گا! اسکی صبح و شام بس یہی باتیں سوچتے ہوئے گزرتی۔ زندگی نے صحیح معنوں میں اس کا امتحان لیا تھا، اوندھے منہ اسے زمین پر لا پٹخا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اپنے ہی باپ کی موت پر اس نے کن الفاظ میں ان کا ذکر کیا تھا، کیسے کسی کی موت کی خبر کو مذاق میں اڑا دیا تھا۔ کس طرح وہ چھوٹے گھر والوں کو حقیر سمجھتے، انکے ساتھ ناروا سلوک رکھتا تھا اور سب سے بڑھ کر وہ یہاں رکا نہیں بلکہ اس نے ایک عورت پر قاتلانہ حملہ کروایا، وہ اس قدر پستی کا شکار ہو گیا تھا کہ اسے کسی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ صحیح غلط کی تمیز تو بہت دور، وہ اپنے ذاتی مفاد اور انا کو تسکین دینے کی خاطر ہر حد سے گزر گیا تھا اور قسمت نے اس کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا تھا کہ جس شخص کی موت کا اس نے مذاق اڑایا، وہ اسکا حقیقی باپ تھا اور جس عورت پر اس نے حملہ کروایا وہ اسکی بہن تھی۔ انسان اکثر پستی اور گمراہی کی حالت میں ایسے کام کر گزرتا ہے، جن کا خمیازہ پھر اسے عمر بھر بھگتنا پڑتا ہے اور شاہزین کے اعمال نے اسے خود نہ صرف دوسروں بلکہ اپنے آپ سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

وہ اس کمرے میں بیٹھا خالی نظروں سے سامنے دیوار پر لگی اس سادہ سی پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا۔ صالحہ بیگم نے اپنے کمرے کے ساتھ والا کمرہ شاہزین کے لیے مختص کیا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی فواد اس کے پاس سے اٹھ کر گیا تھا، وہ آج کافی دنوں بعد اس سے ملنے آیا تھا اور اب نجانے کیوں ایک دم اسکے سر میں درد ہونے لگا، سونے کی کوشش بھی ناکام رہی اور بلاآخر وہ اپنے کمرے سے نکلتے صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سامنے جائے نماز پر موجود صالحہ بیگم پر پڑی، جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے بیڈ پر جا بیٹھا۔ صالحہ بیگم کی پشت اس کی جانب تھی، اس لیے وہ اسکا آنا محسوس نہیں کر پائیں۔ وہ بیڈ پر بیٹھے انہیں دیکھ رہا تھا، اس نے کبھی اپنی تیس سالہ زندگی میں نماز نہیں پڑھی تھی نہ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، وہ بہت غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ قیام سے رکوع، رکوع سے سجدہ اور سجدے سے پھر قیام، یہ سب کتنا پر سکون محسوس ہو رہا تھا۔ نجانے کتنی دیر وہ انہیں یونہی دیکھتا رہا۔ نماز مکمل کرتے صالحہ بیگم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، کافی دیر وہ دعا مانگتی رہیں جبکہ شاہزین کے دماغ میں ایک سوال بیدار ہوا کہ کیا اس نے کبھی یوں ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے کوئی دعا مانگی تھی؟ جواب فوراً آیا، ہاتھ اٹھا کر تو دور، اس نے تو کبھی ویسے بھی اپنے رب کو پکارتے اس سے کوئی دعا نہیں مانگی تھی! دعا مانگتے وہ پلٹیں کہ نظر پیچھے بیڈ پر سر جھکائے بیٹھے شاہزین پر پڑی، ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

بیٹا تم کب آئے؟ کچھ چاہیے تھا کیا؟" وہ اسکے آنے کی ممکنہ وجہ سوچتے پوچھ رہی تھیں جس کے جواب میں شاہزین نے بس خاموشی سے انہیں دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔"

تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ بیٹا؟" وہ اسکے پاس آتے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتے بولیں، شاہزین کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ حلق میں آنسوؤں کا پھندا محسوس" ہونے لگا، دل چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ آخر کیوں اسے ان لوگوں کے ساتھ، اپنے گھر والوں کی ساتھ، زندگی گزارنا نصیب نہیں ہوئی!

جی بس وہ سر میں۔۔۔ تھوڑا درد تھا تو سوچا کہ آپ۔۔۔ آپ کے پاس آ جاؤں" اس نے بمشکل اپنی بات مکمل کی۔ اسکی بات پر صالحہ بیگم مسکرائیں اور اسکے ساتھ بیڈ پر بیٹھ" گئیں۔

بہت اچھا کیا تم نے، اب آؤ یہاں سر رکھو" وہ اسے اپنی گود میں سر رکھنے کا کہہ رہی تھیں۔"

،،جی؟" شاہزین نے الجھن بھری نظروں سے انہیں دیکھا"

یہاں سر رکھو بیٹا!" انہوں نے اپنی بات دہرائی، جس پر شاہزین کچھ لمحے بعد جھجکتے ہوئے اپنا سر انکی گود میں رکھ چکا تھا۔ وہ اس کا سر دبانے لگی، نجانے اس لمس کا اثر تھا یا" ماں کی گود کی تاثیر کے چند لمحوں میں ہی اسے درد غائب ہوتا محسوس ہوا۔

urdunovelsblog

"دیکھنا بس تھوڑی دیر میں تمہارا درد بالکل ٹھیک ہو جائے گا" انہوں نے مسکرا کر کہتے اس کا ماتھا چوما، شاہزین نم آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا، جس کے لمس، جس کی ممتا سے محرومی اسکا مقدر بنی تھی۔اسے یہ احساس بخوبی ہو رہا تھا کہ ان چھوٹے چھوٹے گھروں میں رشتے کتنے خالص اور پختہ ہوتے ہیں۔کچھ دیر یونہی راحت اور سکون محسوس کرتے وہ صالحہ بیگم کی گود میں سر رکھے سو گیا۔

وہ کچن سے نکلتی باہر لاؤنج کی جانب آئی جہاں صالحہ بیگم اور شاہزین بیٹھے تھے مگر اب صرف شاہزین وہاں موجود تھا۔اصباح رات کو ہی اپنے گھر گئی تھی اور آبرو بھی آج شام گھر جانے والی تھی۔اسے صالحہ بیگم سے ایک اہم بات کرنی تھی،اس لیے وہ انہیں ڈھونڈ رہی تھی،وہ قدم اٹھاتے وہاں سے جانے ہی والی تھی کہ اسکی نظر شاہزین پر پڑی جو لاؤنج میں لگا ٹی۔وی آن کرتے اب ریموٹ ڈھونڈ رہا تھا۔کچھ فاصلے پر کھڑی آبرو کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر قدم آگے بڑھاتے لاؤنج میں داخل ہوئی اور کونے میں پڑے ٹیبل پر رکھے گلدان کے پیچھے سے ریموٹ نکالتے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔اس کی یہ ساری کاروائی شاہزین دیکھ رہا تھا،وہ دو گھنٹے بھی ریموٹ ڈھونڈتا رہتا تو ڈھونڈ نہ پاتا ،جبکہ دوسری جانب آبرو سپاٹ چہرہ لیے صرف دل کے کہنے پر اسکی مدد کرنے آئی تھی۔وہ جانے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ شاہزین کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی

"کیا ہم کچھ دیر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟" اسکا خود سے گریز کرنا وہ محسوس کر چکا تھا۔وہ جانتا تھا کہ وہ صرف صالحہ بیگم کی موجودگی میں ہی اس کے ساتھ بیٹھتی ہے اور تب سے اب تک وہ دونوں ایک بار بھی ہمکلام نہیں ہوئے تھے۔

"میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا،بس ایک بار میری بات سن لو پلیز!" آبرو نے زور سے آنکھیں بند کرتے گہری سانس لی اور انہیں سپاٹ تاثرات کے ساتھ پلٹی اور خاموشی سے قدم اٹھاتے اس کے سامنے رکھے دوسرے صوفے پر جا بیٹھی۔

"میں جانتا ہوں،یوں کسی کو ایک دم اپنا بھائی مان لینا آسان نہیں!" اس نے بات کا آغاز کیا۔

"خاص طور پر تب،جب آپ پہلے سے جانتے ہوں کہ وہ کس قدر گرا ہوا انسان ہے!" وہ خود اپنے لیے ایسے الفاظ استعمال کر رہا تھا۔آبرو اب بھی خاموش بیٹھی رہی۔

"جو کچھ بھی ہوا،جو باتیں میں نے تم سے کہیں وہ جانے انجانے میں نہیں تھیں میں نے ارادتاً وہ سب کیا تھا،تم پر گولی۔۔۔۔۔۔ چلوانے والا بھی۔۔۔۔۔۔ میں تھا!" وہ اعتراف جرم کر رہا تھا،سامنے بیٹھی آبرو کے تاثرات ایک دم تبدیل ہوئے،سامنے بیٹا شاہزین اسکی آنکھوں میں اپنے لیے ناگواری محسوس کر سکتا تھا۔

"پر یقین مانو کہ اگر اب میرا بس چلے تو میں ماضی میں جا کر سب تبدیل کر دوں" اسکی بات پر آبرو استہزایہ انداز میں مسکرائی مگر اب بھی خاموش رہی،سامنے بیٹھا شخص اسکے لیے صرف ایک جھوٹا انسان تھا جو سب کر گزرنے کے بعد معافی کا طلبگار تھا۔

میں نے اپنی ساری زندگی اتنی پستی میں گزاری ہے کہ میں صحیح غلط کی تفریق ہی نہ کر سکا" اسکا لہجہ اور آنکھیں نم ہونے لگی تھیں، جنہیں آبرو محسوس کر سکتی تھی۔"

تم نے تب بھی اعلی ظرفی دکھائی اور آج بھی اعلی ظرفی ہی دکھا رہی ہو کہ اتنے دن گزرنے کے بعد بھی اس واقعے کا کسی کو علم نہیں!" وہ واقعی اسکا شکر گزار تھا جبکہ "

!دوسری جانب آبرو اسے کیا بتاتی کہ وہ یہ سب صرف اپنی ماں کی خاطر کر رہی ہے نہ کہ اس کے لیے

میری بس ایک گزارش ہے کہ تم سے کہ۔۔۔۔۔۔خدا کے لیے مجھے معاف کر دو" وہ دونوں ہاتھ جوڑے آبرو سے مخاطب تھا، اسکی اس حرکت پر آبرو ایک دم حیران "

،ہوئی

میرا ضمیر مجھے اندر سے کھوکھلا کر رہا ہے، یہ سب باتیں مجھے سکون نہیں لینے دیتیں، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، اس لیے میں مرنے سے پہلے اپنے تمام اعمال کی "

معافی چاہتا ہوں" اسکی آنکھوں سے ایک آنسو نکلتے اسکے چہرے پر آ گرا۔

،میں اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ چکی ہوں" بالآخر آبرو نے بات کا آغاز کیا"

اس لیے تم مجھ سے نہیں، اللہ سے معافی مانگو جس کی حدود کا تجاوز تم ساری زندگی کرتے آئے ہو اور ویسے بھی مجھے کیا معلوم کہ تم نے میرے علاوہ اور کتنے لوگوں کے "

ساتھ زیادتی کی ہے!" آبرو کی بات پر شاہزین کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا۔

مجھ سے زیادہ بد قسمت بھی کوئی ہو گا کہ جن دو لوگوں کے ساتھ بہت برا کیا کائنات نے انہیں ہی میرا خونی رشتہ بنا دیا!" آبرو نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا، وہ اس کے "

علاوہ اور کس کی بات کر رہا تھا؟ اسی لمحے صالحہ بیگم اپنے کمرے سے نکلتے اس جانب آئیں، آبرو اور شاہزین کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی، اس سے پہلے کہ ان

دونوں کی نظر صالحہ بیگم پر پڑتی، ان کے قدم شاہزین کی بات پر رک گئے۔

حیات صدیقی، تمہارا۔۔۔۔میرا۔۔۔۔۔ہمارا باپ! ان کی موت کا ذمہ دار کوئی اور نہیں بلکہ میں۔۔۔۔۔ان کا اپنا بیٹا تھا!" یہ الفاظ نہیں پگلا ہوا سیسہ تھا جو اس وقت "

آبرو اور صالحہ بیگم کو اپنے کانوں میں جاتا محسوس ہوا جبکہ سامنے بیٹھا شاہزین کے آنسو اب اسکا چہرہ بھگو رہے تھے۔

اس گاڑی میں بیٹھا بد نصیب شخص کوئی اور نہیں بلکہ میں تھا! میں نے سڑک پر گرے اس شخص کو ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا!" وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا، اپنی بد نصیبی "

پر! جبکہ آبرو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، اپنے باپ کی موت کے بعد جس شخص کی تلاش میں اسنے اتنا وقت گزارا، وہ آج اسکے سامنے بیٹھا تھا، کچھ فاصلے پر

کھڑی صالحہ بیگم کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اس وقت دنیا کا سب سے مشکل کام لگا، ہاتھ بڑھاتے انہوں نے دیوار کا سہارا لیا۔

جو شخص اپنے باپ کا قاتل ہو، جس نے اپنی بہن پر جان لیوا حملہ کروایا ہو، اسے اللہ کیسے معاف کرے گا؟" وہ روتے ہوئے بولا کہ ایک دم نظر کچھ فاصلے پر کھڑی صالحہ بیگم" پر پڑی، اسکا رنگ فق ہوا، انکی آنکھوں کی بے یقینی اسکے منہ پر طمانچے کی طرح آلگی۔

امی۔۔۔!" آبرو نے فوراً اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ کہتے صالحہ بیگم کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا جسے آبرو سے پہلے شاہزین" محسوس نے کیا، اس سے پہلے کہ وہ چکرا کر گرتیں، شاہزین ان تک پہنچا مگر وہ ایک نظر اسے دیکھتے بے ہوش ہو گئیں۔ آبرو بھاگتے ہوئے ادھر آئی جبکہ رتبہ بھی کمرے سے نکلتے وہاں آگئی تھی۔ شاہزین انکا سر گود میں رکھے زمین پر بیٹھا تھا۔

امی۔۔۔امی۔۔۔آنکھیں کھولیں!" آبرو انکا چہرہ تھپتھپاتے متفکر لہجے میں بولی مگر صالحہ بیگم کی آنکھیں ہنوز بند تھیں جبکہ شاہزین کی نظر ان کے چہرے پر آنسوؤں کے" مٹے مٹے نشانات پر تھے۔

ایم۔۔۔ایمبولنس کو کال کرو پلیز" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں آبرو کو مخاطب کرتے بولا، آنے والا وقت اسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔"

وہ صالحہ کو لیے تیزی سے ہسپتال آئے، انہیں سٹریچر پر ڈالتے شاہزین کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ یہ کیا ہو گیا تھا؟ اپنی غلطیوں کا کفارہ ادا کرتے کرتے یہ اس سے کیا ہو گیا تھا! سارا راستہ آبرو اور رتبہ صالحہ بیگم کو ہوش دلانے کی کوشش کرتی رہیں مگر ہر کوشش بے سود رہی۔ ہسپتال پہنچتے ہی صالحہ بیگم کو فوراً ایمرجنسی میں لے جایا گیا۔ آبرو شاہزین سے ہوئی ہر بات بھول گئی تھی، یاد تھا تو صرف یہ کہ اسکی ماں اس وقت کس حالت میں ہے۔ وہ رتبہ کے ساتھ کھڑی بے چینی سے آس پاس دیکھ رہی تھی، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے کہ ایک دم نظر کچھ فاصلے پر کھڑے شاہزین پر پڑی جو بار بار چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے ، آبرو کو ایک دم اسکی ساری باتیں یاد آنے لگیں اور ساتھ ہی صالحہ بیگم کا بے ہوش ہونا، وہ تیزی سے اسکی جانب بڑھی

میرے باپ کی جان لے کر تمہیں سکون نہیں ملا تھا کہ میری ماں کو بھی اس حال میں پہنچادیا" وہ اسکا گریبان پکڑے چیخی، رتبہ تیزی سے اسکے پیچھے آئی، آبرو کی بات پر" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا جبکہ دوسری جانب شاہزین اس حملے کے لیے بالکل تیار نہ تھا۔

اگر امی کو کچھ ہوا تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی" وہ اسکا گریبان چھوڑتے دور ہٹی جبکہ سامنے کھڑے شاہزین نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ اس میں ان" سے نظریں ملانے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ آبرو کچھ دور جاتے گہری گہری سانسیں لینے لگی، وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔

رتبہ !اس نے پاس کھڑی رتبہ کو مخاطب کیا۔"

اصباح کو کال کرو! اسے کہو جلدی ہاسپٹل پہنچے پلیز" وہ خود موبائل نکالتے تاشفین کو فون ملا رہی تھی۔ اسکا نمبر ڈائل کرتے اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے، آنکھوں کے سامنے" بار بار صالحہ بیگم کا چہرہ آجاتا، انکی بند آنکھیں! وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہی تھی۔ شاہزین دیوار کی طرف رخ کرتے اپنا سر ٹکاتے آنکھیں موند چکا تھا، یہ سب کیا ہو گیا، وہ ایسا تو نہیں چاہتا تھا! کیوں وہ ایک بار پھر انکی زندگی میں تکلیف کی وجہ بن رہا تھا۔

کافی دیر گزرنے کے بعد بھی ڈاکٹرز کی جانب سے کوئی خبر نہیں آئی، وہ اضطراب کی کیفیت میں ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی کہ ایک دم اسکی نظر راہداری سے گزرتے تاشفین پر پڑی جو اسی جانب آرہا تھا۔ وہ تیزی سے انکے قریب آیا، چھٹی کی وجہ سے وہ آج گھر پر تھا ورنہ ہاسپٹل میں اسے ان تک پہنچنے میں صرف دو منٹ لگتے۔

"آنٹی کو کیا ہوا ہے آبرو؟"

وہ بلکل ٹھیک تھیں تاشفین مگر پھر ایک دم پتا نہیں انہیں کیا ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئیں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا، میرا دل بہت۔۔۔۔ بہت گھبرا رہا ہے!" اسکی پریشانی اسکے" چہرے اور لہجے سے صاف ظاہر تھی۔ اس سے پہلے کہ تاشفین کچھ کہتا ایمرجنسی روم کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے۔ وہ سب تیزی سے انکی جانب بڑھے جبکہ شاہزین چاہ کر ، بھی قدم آگے نہ بڑھا سکا

مریض کو میجر ہارٹ اٹیک ہوا ہے، ہم فلحال کچھ نہیں کہہ سکتے، آپ بس ان کے لیے دعا کریں" وہ پیشہ ورانہ انداز میں کہتے وہاں سے چلے گئے جبکہ آبرو ساکت نگاہوں" سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ ایک دم اسکی ساکت آنکھوں میں حرکت ہوئی اور وہ غصے سے شاہزین کی جانب بڑھی، جس کے لیے یہ خبر بہت بھاری تھی۔

یہ۔۔۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا، تمہاری وجہ سے!" وہ دوبارہ اسکا گریبان پکڑتے چلائی، اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سامنے کھڑے اس شخص کو یہاں سے کہیں دور" !بھیج دیتی، ہمیشہ کے لیے

تم کیوں آئے ہو ہماری زندگیوں میں؟" وہ شکستہ لہجے میں اس سے پوچھ رہی تھی جبکہ اسکی نم آنکھیں شاہزین دیکھ سکتا تھا۔ تاشفین تیزی سے اسکے پاس آیا۔"

آبرو۔۔ آبرو۔۔۔ چھوڑو اسے!" وہ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر آبرو کے حواسوں پر صرف ایک ہی بات سوار تھی۔"

میں اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی تو معاف کر سکتی ہوں پر اگر امی کو کچھ ہوا، تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔۔۔ میں بتا رہی ہوں تمہیں کہ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی!" وہ" پیچھے ہٹتے بولی، آنسو اسکا چہرہ بھگو چکے تھے۔ وہ پہلی بار یوں اپنے حواس کھو بیٹھی تھی ورنہ اپنے خول میں سمٹا رہنا اسکی عادت تھی۔

دعا کرو کہ امی کو کچھ نہ ہو" وہ شاہزین سے کہتی تاشفین کی جانب آئی جبکہ رتبہ اب تک اسکی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔ شاہزین اس وقت خود کو اس دنیا کا سب سے" بدقسمت انسان تصور کر رہا تھا، جس کے باپ کے بعد اسکی ماں بھی اسکی وجہ سے بستر مرگ پر پڑی تھی۔

میں آپ سے کہتی تھی نا کہ یہ ویسا ہی ہے، بالکل نہیں بدلا، جب سے ہماری زندگی میں آیا ہے ہماری خوشیاں۔۔۔۔۔۔" وہ رونے لگی، نجانے کیوں وہ آج خود کو بے بس" !محسوس کر رہی تھی۔ آپنے آنسوؤں پر آج اسکا کوئی اختیار نہ تھا

حوصلہ رکھو آبرو، انشاللہ آنٹی بالکل ٹھیک ہو جائیں گی، میں بات کرتا ہوں ڈاکٹرز سے!" وہ اسے تسلی دیتے بولا، جس پر آبرو نے اپنا چہرہ صاف کرتے اثبات میں سر ہلایا۔"

ہسپتال کی راہداری میں اس وقت آبرو کے ساتھ رابعہ بیگم اور رتبہ بھی موجود تھیں جبکہ کچھ فاصلے پر یونیفارم میں کھڑی حرم کے ساتھ اصباح بیٹھی تھی۔ آفاق ان سب کے ساتھ حرم کو بھی کالج سے لے آیا تھا۔ ڈاکٹرز کی جانب سے دوبارہ کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی جبکہ تاشفین بھی تب سے ڈاکٹرز کے ساتھ اندر ہی موجود تھا۔ کچھ فاصلے پر کھڑا شاہزین بار بار اس بند دروازے کی جانب دیکھتا، اسے اپنی سانسوں کی رفتار کم جبکہ دھڑکن بہت تیز محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سب یونہی بیٹھے تھے کہ ایک دم ایمرجنسی کا ،دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز کے ساتھ تاشفین بھی باہر آیا۔ آبرو تیزی سے اسکی جانب بڑھی

آنٹی کو ہوش آگیا ہے!" وہ خوشی کی خبر ساتھ لایا تھا۔ شاہزین تیز تیز قدم اٹھاتا انکے پاس آیا۔"

urdunovelsblog

مگر ان کی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہے" تاشفین نے وضاحت دی جبکہ اب ڈاکٹر زانہیں مزید تفصیل سے آگاہ کر رہے تھے۔"

کیا میں نے ان سے مل سکتی ہوں؟" آبرو کے لہجے میں بے چینی تھی۔"""

جی مگر پلیز کوشش کیجئے گا کہ ان سے زیادہ بات مت کی جائے" ڈاکٹر وضاحت دیتے چلے گئے۔ آبرو نے اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ تاشفین کی مدھم آواز" ،اسکی سماعت سے ٹکرائی

آنٹی بار بار شاہزین کا نام لے رہی ہیں، میرا خیال ہے کہ اسے بھی آنٹی کے پاس جانا چاہیے" آبرو نے کرب سے آنکھیں بند کرتے اثبات میں سر ہلایا اور اندر داخل" ہو گئی۔ سامنے بستر پر موجود عورت اسکی دنیا تھی، وہ تقریباً بھاگ کر انکے پاس گئی اور انکا ماتھا چومتے انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا، یہ لمس اسے سکون فراہم کر رہا تھا جبکہ شاہزین نے اسی لمحے اندر قدم رکھا۔ اسے زندگی میں واحد پر خلوص، سچا اور خونی رشتہ نصیب ہوا تھا مگر اسکی بدنصیبی نے اس بار بھی اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ قدم اٹھاتا ،انکے پاؤں کی جانب بڑھا، صالحہ بیگم اسے ہی دیکھ رہی تھیں کہ کچھ لمحے بعد وہ ان کے پاؤں پکڑے رونے لگا

"مجھے معاف کردیں امی۔۔۔۔۔مجھے معاف کردیں" وہ روتے ہوئے ایک ہی جملہ دہرا رہا تھا۔صالحہ بیگم نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا جبکہ آبرو بھی اسکی اس حرکت پر حیران تھی۔

"کاش۔۔۔کاش میں آپ لوگوں کی زندگی میں نہ آتا بلکہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا!" وہ آنسوؤں کے ساتھ رو رہا تھا۔

"ادھر۔۔۔آؤ۔۔۔بیٹا!" صالحہ بیگم کی نقاہت زدہ آواز انکی سماعت سے ٹکرائی،وہ قدم اٹھاتا انکے پاس گیا۔

"خدا کے لیے مجھ سے ناراض مت ہوں،مجھے معاف کردیں۔۔۔اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا تو میرا ضمیر مجھے چین سے مرنے بھی نہیں دے گا" وہ ہاتھ جوڑے انکے سامنے کھڑا تھا،آبرو کو بے اختیار اسکی حالت پر ترس آیا،کانوں میں تاشفین کی بات گونجی،وہ واقعی قابل رحم تھا۔

"میں نے تمہیں معاف کیا بیٹا۔۔۔تمہارے ہر عمل کے لیے تمہیں۔۔۔۔۔معاف کیا۔۔۔اور یاد رکھنا کہ مائیں کبھی۔۔۔۔۔۔اپنی اولاد سے ناراض نہیں ہوتیں!" انکے لیے بولنا بے حد دشوار تھا مگر اپنی اولاد کے لیے وہ یہ اذیت بھی برداشت کر گئی تھیں۔شاہزین نے روتے ہوئے انکا ہاتھ تھاما اور اسے چومتے اپنی آنکھوں سے لگایا۔صالحہ بیگم کی نظریں اب آبرو کی جانب تھیں۔

"آبرو۔۔۔۔۔تم اپنا اور باقی سب کا خیال رکھنا!" انکی آواز مدھم ہونے لگی،آبرو نے جھک کر ایک بار پھر انکا ماتھا چوما،دروازے میں کھڑی اصباح،رتبہ اور حرم بھی کچھ قدم آگے آئیں۔صالحہ بیگم نے ایک نظر اپنے اطراف کھڑی اپنی اولاد کو دیکھا،ایک آنسو انکی آنکھ سے نکلتے انکے رخسار پر آگرا،ایک آسودہ مسکراہٹ انکے لبوں کا حصہ بنی اور وہ اپنی آنکھیں موند گئیں،شاید ہمیشہ کے لیے!

"امی،امی!" انکی جانب سے گہری خاموشی محسوس کرتے آبرو نے انہیں پکارا مگر کوئی بھی جواب نہ پاتے اسکی پریشانی میں اضافہ ہوا۔

"تاشفین،تاشفین۔۔۔ڈاکٹر۔۔ڈاکٹر!" وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے باہر گئی جبکہ پیچھے بستر پر موجود صالحہ بیگم کے چہرے پر سکون تھا،موت کا سکون!

انہیں انتظار کرتے کافی وقت بیت گیا تھا مگر اب تک ڈاکٹرز کی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی۔صالحہ بیگم کی حالت نے انکی پریشانی میں اضافہ کردیا تھا۔کچھ دیر پہلے ہی سبرینہ بھی زاویار کے ساتھ یہاں آگئی تھیں،صالحہ بیگم کی حالت کو مد نظر رکھتے تاشفین نے انہیں جلدی میں یہاں بلایا تھا۔شاہزین ان سب سے دور فاصلے پر آنکھیں بند کیے کھڑا تھا،اسکا دل اسے عنقریب کچھ بہت برا ہونے کا عندیہ سے رہا تھا۔دیوار کے ساتھ کھڑی آبرو کی نگاہ یک ٹک اس بند دروازے کی جانب تھی،اسکی آنکھیں ساکت جبکہ چہرہ بے تاثر تھا،کانوں میں صالحہ بیگم کی کچھ دیر پہلے کہی گئی باتیں گونج رہی تھیں۔اصباح حرم کو ساتھ لگائے بینچ پر بیٹھی تھیں جبکہ سبرینہ اور رابعہ بیگم

ان سب کو تسلی دینے کی پوری کوشش کر رہی تھیں کہ ایک دم آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا، اس بار بھی ڈاکٹرز کے ساتھ تاشفین باہر آیا۔ آبرو نے فوراً اسکی جانب دیکھا، تاشفین کا چہرہ، اسکی آنکھیں آبرو کو سب سمجھانے کے لیے کافی تھیں، وہ اس بار بری خبر لایا تھا۔ سب تیزی سے ڈاکٹر کی جانب بڑھے سوائے آبرو اور شاہزین کے!

"ہم نے اپنی پوری کوشش کی مگر سوری ہم انہیں نہیں بچا سکے" وہاں کھڑے ہر انسان پر یہ خبر قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ آبرو نے بے اختیار دیوار کا سہارا لیا، اسے زمین اپنے پاؤں کے نیچے سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی، آس پاس ایک دم آہوں اور سسکیوں کی آواز بلند ہوئی، آبرو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے نفی میں سر ہلانے لگی، یہ۔۔۔۔ یہ کیا ہو گیا تھا!

"نہیں۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ ایسا۔۔۔۔!" وہ ہزیانی انداز میں سر نفی میں ہلاتے بولی، تاشفین تیزی سے اسکے قریب آیا۔

"تاشفین۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔ یہ!" آنکھوں سے بہتے آنسو، پھولی ہوئی سانس، اسکی حالت دیکھتے تاشفین نے اسے فوراً اپنے ساتھ لگایا، آج سے پہلے اس نے کبھی اسے یوں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا تھا جبکہ پیچھے کھڑے شاہزین کو اس لمحے خود سے شدید نفرت ہو گئی تھی، وہ قاتل تھا انکی خوشیوں کا، انکی زندگی کا سکون چھیننے والا صرف وہ تھا، اس کا دل چاہا کہ وہ اسی لمحے خود کو ختم کر لے، ان کی زندگیوں سے نکل جائے، کہیں دور چلا جائے۔ کچھ لمحے وہ بالکل ساکت کھڑا رہا کہ ایک دم اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا اور دوسرے لمحے وہ چھ فٹ کا آدمی پورے قد سے زمین بوس ہوا۔

urdunovelsblog

اس کمرے میں، بستر پر آج وہ تنہا بیٹھی تھی۔ نرمی سے بستر پر ہاتھ پھیرتے ایک آنسو اسکی آنکھ سے نکلتے بستر پر گرا اور کچھ لمحے بعد جذب ہو گیا اور پھر یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا۔ آج صالحہ بیگم کی تدفین ہوئے چار دن گزر گئے تھے، آبرو اس وقت انکے کمرے میں انکی تصویر ہاتھوں میں لیے بیٹھی بے آواز رو رہی تھی۔ گھر میں سوگوار فضا قائم تھی، صالحہ بیگم کے جانے کے بعد انکی زندگی کے سب رنگ پھیکے پڑ گئے تھے، وہ اب صحیح معنوں میں یتیم ہو گئے تھے۔ تصویر کو سینے سے لگاتے اس نے آنکھیں بند کیں کہ ذہن کے پردے پر صالحہ بیگم کا کفن میں لپٹا چہرہ لہرانے لگا، اسے اب بھی انکے چہرے کا اطمینان یاد تھا، وہ کتنی پر سکون تھیں۔ آبرو حیات صاحب کی موت پر شدید صدمے کے باعث نہیں روئی تھی مگر صالحہ بیگم کی وفات پر اسکے آنسو نہیں رک رہے تھے، وہ اپنے آپ پر اختیار کھو چکی تھی شاید اب وہ جانتی تھی کہ اسکی زندگی کا واحد بے لوث رشتہ بھی وہ کھو چکی ہے۔ اس روز شاہزین کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی مگر اسکی شدید آرزو پر صالحہ بیگم کی تدفین سے پہلے اسے ایمبولینس پر آخری بار انکا چہرہ دکھانے لائے تھے۔ اس روز بھی آبرو نے روتے ہوئے شاہزین کو خالی نظروں سے دیکھا تھا، وہ انکا سب کچھ چھین چکا تھا! انکا باپ، انکی ماں، انکا سکون اور انکی خوشیاں! نجانے ہر بار انکی خوشیاں اتنی مختصر کیوں ہوتی تھیں؟ وہ سب کتنے خوش تھے رتبہ کی منگنی کے بعد خاص طور پر صالحہ بیگم، جو اپنے ایک اور فرض کے پورا ہونے پر خدا کی بے حد شکر گزار تھیں۔ شاہزین کے ملنے پر کافی عرصے بعد اس نے انکی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے مگر وہ جانتی تھی کہ وہ اسکی واپسی پر بھی بہت خوش تھیں اسے آج احساس ہو رہا تھا کہ وہ

اپنے سب رشتوں میں سب سے زیادہ محبت اپنی ماں سے کرتی تھی! آنکھوں کے سامنے ان کا چہرہ آتا، کانوں میں ان کی آواز گونجتی، چہرے پر انکا لمس محسوس ہوتا مگر افسوس کہ اب وہ ان سب سے محروم ہو گئی تھی۔ آبرو نے گہری سانس لیتے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ صاف کیا اور انکی تصویر چومتے سینے سے لگا لی۔ وہ جانتی تھی کہ اسکی باقی بہنیں بھی اس وقت اسی تکلیف اور غم سے گزر رہی ہیں مگر اس بار وہ انکو حوصلہ دیتے ہوئے خود ہمت ہار جاتی۔ اسے معلوم تھا کہ شاہزین کی طبیعت اس دن سے صحیح طرح سنبھلی نہیں مگر آبرو نے ایک بار پلٹ کر اس کا حال نہیں پوچھا تھا کیونکہ وہ نہیں تھی اعلیٰ ظرف، اس سب کے بعد وہ اسے معاف نہیں کر سکتی تھی! جس شخص کا وجود ہر بار انکی زندگی میں دکھ لایا وہ آخر کیسے اسے معاف کر سکتی تھی؟

ہسپتال کے کمرے میں مدھم روشنی تھی، دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک ٹک خاموشی کو مزید نمایاں کر رہی تھی۔ وہ بیڈ پر لیٹا چھت کو خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سوجی ہوئی ویران آنکھیں، چہرے پر اذیت بھرے تاثرات کے ساتھ وہ واقعی قابلِ رحم لگ رہا تھا۔ چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشانات کے ساتھ اسکی آنکھیں خشک تھیں مگر دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ بظاہر وہ پر سکون نظر آ رہا تھا مگر اسکے دل و دماغ میں ایک طوفان اب بھی برپا تھا۔ وہ خود کو صرف ایک زندہ لاش محسوس کر رہا تھا۔ صالحہ بیگم کے جانے کی خبر نے جیسے اس کے اندر موجود زندگی کی مدھم روشنی بھی چھین لی تھی۔ وہ بار بار اپنے ذہن میں وہ لمحہ دہراتا، ڈاکٹر کے الفاظ کانوں میں گونجتے کہ ہم مریض کو نہیں بچا سکے۔ اس کے بعد وقت جیسے شاہزین لاشاری کے لیے تھم گیا تھا، اب وہ ہر لمحہ خود سے لڑ رہا تھا، ہر سانس کے ساتھ وہ اپنے ضمیر کی آواز سنتا، جس میں اسکے لیے صرف طعنے اور ملامت تھی۔ نجانے ایک دم اسے کیا ہوا کہ خشک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، وہ ہچکیوں کے ساتھ رونے لگا۔ وہ کس قدر بدنصیب تھا، ان لوگوں کی زندگی میں جاتے انکی ساری خوشیاں غموں میں بدل دیں۔ اسے بار بار اپنی بہنوں کے چہرے یاد آتے، انکی اذیت کا ذمہ دار وہی تھا، پہلے حیات صدیقی اور اب صالحہ بیگم! آخر انکی ہر تکلیف کے پیچھے وہ ہی کیوں ہوتا تھا؟

کاش۔۔۔۔ کاش۔۔۔۔ میں انکی زندگی میں کبھی واپس نہ آتا!" اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ اسکی رسائی صرف اسکے اپنے کانوں تک تھی۔ کسی کا بڑے سے بڑا نقصان" کر کے ذرا بھی پریشان نہ ہونے والا شاہزین آج کسی کی خاطر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ نظروں کے سامنے بار بار کفن میں لپٹا صالحہ بیگم کا چہرہ آتا، جس سے اسکی اذیت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ اسے یاد تھا کہ صالحہ بیگم اپنے آخری وقت میں اسے معاف کر چکی تھیں، انکا وہ آخری لمس وہ نہیں بھول سکتا تھا۔ کھڑکی کے اس پار شام ڈھلتے ہی آسمان پر سرخی پھیلنے لگی گویا آج قدرت بھی اس غم میں اسکے ساتھ شریک ہو۔

urdunovelsblog

کمرے میں مکمل اندھیرا تھا، وہ فرش پر سر دونوں گھٹنوں میں گرائے بیٹھی رو رہی تھی۔ آج صبح ہی آبرو نے زبردستی اسے رابعہ بیگم کے ساتھ ادھر بھیجا تھا، وہاں جب بھی وہ صالحہ بیگم کی کوئی چیز دیکھتی یا انکے کمرے میں جاتی تو اسکا خود پر اختیار نہ رہتا، رو رو کر وہ اپنا برا حال کر چکی تھی، جس سے اسکی طبیعت متاثر ہو رہی تھی۔ کل شام میں وہ ایک دم روتے روتے بے ہوش ہو گئی جس پر آبرو نے اسے رابعہ بیگم سے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ اسکی طبیعت میں کچھ بہتری آ سکے جبکہ خود وہ رتبہ اور حرم کے ساتھ وہیں اپنے گھر موجود تھی۔ آج ایک ہفتہ ہو گیا تھا مگر اسے صبر نہیں آیا تھا، غم تھا ہی بہت بڑا! یہ احساس اس کے لیے جان لیوا تھا کہ اب اسکی ماں اس دنیا میں نہیں رہی، وہ ہر وقت روتی رہتی اور اب بھی وہ بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پر بھی اس نے سر نہیں اٹھایا کہ کمرے میں چھائے اندھیرے کو ایک دم روشنی نے نگل لیا۔ اصباح نے سر اٹھاتے، سوجی ہوئی آنکھوں سے کمرے میں داخل ہونے والے آفاق کو دیکھا، جو ٹرے ہاتھ میں اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اصباح نے واپس اپنا سر جھکا لیا۔ آفاق قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا اور ٹرے بیڈ پر رکھتے، اس نے اصباح کو پکارا،

"اصباح، اصباح!" اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے، اسکی نظر اسکے بکھرے ہوئے بالوں پر تھی۔

"اٹھو شاباش۔۔۔ آؤ اوپر بیٹھو!" آفاق نے اسکا ہاتھ تھاما، جس پر اصباح نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا،

"نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی،

"پلیز اصباح، اوپر بیٹھو میں تمہارے لیے کھانا لایا ہوں" آفاق نے اسکی حالت دیکھی، وہ شدید بیمار نظر آ رہی تھی۔

urdunovelsblog

"آفاق۔۔۔ میں۔۔۔"

"پلیز۔۔۔۔" آفاق نے اسے سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا، جسے کچھ لمحے دیکھتے اصباح نے گہری سانس لی اور اسکا ہاتھ تھامتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آفاق مجھے کچھ نہیں کھانا!" وہ مدھم آواز میں بولی، کمزوری کے باعث اسے صبح سے چکر آ رہے تھے مگر اسے اپنی پرواہ تھی ہی کہاں!

"تم نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا اصباح، اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گی، پلیز زیادہ نہیں بس تھوڑا سا کھالو" وہ اسکے بکھرے بال سمیٹتے انہیں باندھ رہا تھا۔

"مجھے نہیں کھانا آفاق!" وہ بضد ہوئی، آفاق اب اسکے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

"اپنی صحت کی خاطر، بس تھوڑا سا کھالو" اس نے پلیٹ اسکے سامنے رکھی۔

"میں ٹھیک ہوں آفاق، مجھے کچھ نہیں ہوا" وہ ایک بار پھر رونے لگی،

اس طرح مت رو اصباح، صبر کرو" آفاق پلیٹ ہٹاتے آگے ہوا۔"

مجھے صبر نہیں آرہا آفاق، میں بھول نہیں پا رہی۔۔۔۔میں۔۔۔۔" آفاق نے اسے اپنے ساتھ لگایا، وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔اسکی یہ حالت آفاق کو بھی شدید تکلیف" دے رہی تھی۔

حوصلہ رکھو اصباح اور پلیز مت رو، تمہارے رونے سے ممانی کو تکلیف ہو گی، جب وہ اپنی زندگی میں تمہیں دکھی نہیں دیکھ سکتی تھیں تو اب بھی تمہارے آنسو انہیں تکلیف" دیں گے، حوصلہ رکھو!" وہ اسکے بال سہلاتا کہہ رہا تھا جبکہ اصباح آنکھیں بند کیے بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔

کورٹ سے واپسی پر آج اسے دیر ہو گئی تھی اور اب وہ کچن میں کھڑی کھانا بنانے میں رتبہ کی مدد کروا رہی تھی۔گھر کا خالی پن، ہر سو چھائی اداسی، خاموشی، پورے گھر میں ایک سوگوار فضا قائم تھی۔کھانا تیار کرتے وہ باہر آئی، حرم کو کمرے سے بلاتے اب وہ تینوں ٹیبل پر بیٹھی تھیں۔صالحہ بیگم کی خالی کرسی کو دیکھتے ہر بار ان سب کا دل ایک بار پھر تکلیف سے کٹنے لگتا۔آج انہیں اس دنیا سے گئے دو ہفتے ہو گئے تھے مگر انکا دکھ اب بھی تازہ تھا۔چند لقمے حلق سے اتارتے رتبہ اور حرم اپنے کمرے میں چلی گئیں جبکہ آبرو سامنے رکھی پلیٹ کو دیکھتے گہری سوچ میں گم تھی۔اسے واپس کورٹ جاتے 4 دن ہو گئے تھے، زندگی کو معمول پر لانے کی اسکی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ ایک دم بیل کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، وہ دوپٹہ سر پر اوڑھتے اٹھ کھڑی ہوئی اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔دروازہ کھولتے ہی اسکی نگاہ سامنے کھڑے تاشفین پر پڑی، جو پچھلے ایک ہفتے سے روزرات کو خود اس سے ملنے آتا اور اب تک اس نے ایک بار بھی اسے واپس لے جانے کی بات نہیں کی کیونکہ وہ اسکے ،حالات کو اچھی طرح سمجھتا اور اسکا احساس کرتا تھا۔وہ اس بار بھی اس شخص کی احسان مند تھی۔اندر داخل ہوتے اس نے سلام کیا اور اسکے پیچھے چلتا اندر آیا

اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" کل رات اسے تیز بخار تھا، جس کے باوجود وہ آج کورٹ گئی تھی۔"

کافی بہتر ہے!" مختصر جواب دیتے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی، ٹیبل پر پڑے برتن اٹھاتے اس نے تاشفین کو مخاطب کیا۔"

کھانا لاؤں آپ کے لیے؟" جس پر تاشفین نے نفی میں سر ہلایا۔"

،چائے پئیں گے؟" اس بار بھی اس نے نفی میں گردن ہلائی"

میں بس کچھ دیر تمہارے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہوں، کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں" تاشفین کی بات پر وہ وہ اثبات میں سر ہلاتے برتن اٹھانے لگی اور تھوڑی دیر بعد وہ اسکے ساتھ" لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی۔

،آبرو بہت تحمل سے میری بات سننا!"اس نے یہ کہتے آبرو کا ہاتھ تھاما کہ اسکی حدت محسوس کرتے اس نے ہاتھ فوراً اس کے ماتھے پر رکھا"

تمہیں تو اب بھی بخار ہے آبرو، دوائی لی تھی؟"آبرو نے نفی میں سر ہلایا جبکہ تاشفین کی نظریں اسکے بجھے ہوئے چہرے پر تھیں، وہ سنجیدہ تاثرات لیے خالی نگاہوں سے" اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ گواہ تھا کہ اس نے یہ وقت کس اذیت میں کاٹا ہے! وہ فوراً اٹھ کر اندر گیا اور کچھ دیر بعد وہ دوائی کھا چکی تھی۔

اپنا خیال رکھو آبرو اگر تم خود بیمار پڑ گئی تو باقیوں کو کون سنبھالے گا"آبرو نے پانی کا گلاس رکھتے اثبات میں سر ہلایا۔ کچھ دیر کے لیے انکے درمیان خاموشی چھا گئی کہ تاشفین" ،کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی

،آبرو میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا"آبرو نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا"

ہم یوں رتبہ اور حرم کو اکیلے گھر پر نہیں چھوڑ سکتے"تاشفین مناسب الفاظ میں اپنی بات اس تک پہنچا چکا تھا جبکہ دوسری جانب آبرو بھی اسکی بات سمجھ گئی تھی۔"

آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں تاشفین مگر۔۔۔۔۔ مگر اس گھر کو چھوڑنے کے لیے میرا۔۔ میرا دل راضی نہیں ہے"اسکے لہجے اور آنکھوں کی نمی تاشفین محسوس کر سکتا" تھا۔

میں جانتی ہوں کہ ہمیں یہ گھر چھوڑنا ہوگا مگر۔۔۔۔۔۔ میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی"اس نے اپنی مشکل اس کے سامنے رکھی۔ تاشفین کو اس پر بہت ترس آیا، وہ ایک" !مضبوط عورت تھی مگر اس وقت اسکی حالت دیکھتے کوئی بھی اس بات پر یقین نہ کرتا

urdunovelsblog

آپ میرے۔۔۔ میرے ساتھ آئیں!"وہ اٹھ کھڑی ہوئی، جس پر تاشفین بھی اسکے پیچھے چل پڑا، وہ اسے صالحہ بیگم کے کمرے میں لے آئی۔"

یہ گھر چھوڑتے وقت۔۔۔۔۔ میں اس کمرے کو کیسے بند کروں گی تاشفین؟"ایک آنسو اسکی آنکھ سے نکل کر اسکے رخسار پر آ گرا۔"

یہ۔۔۔۔ یہ سب چیزیں میں کیسے چھوڑ کر جاؤں گی۔۔۔"وہ ٹیبل پر رکھا صالحہ بیگم کا چشمہ، ان کی تسبیح، انکی دوائیاں سب اٹھاتے بولی، تاشفین نے ہاتھ آبرو کے شانوں" ،پر رکھے

،حوصلہ رکھو آبرو، مت رو!"تاشفین کے اس جملے پر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی اور بے آواز رونے لگی"

،وہ اتنی خوش تھیں تاشفین۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ وہ کیوں ہمیں چھوڑ کر چلی گئی"وہ روتے ہوئے بولی، جس پر تاشفین نے اسے بیڈ پر بٹھایا"

،آبرو۔۔ آبرو، ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔"اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیے تاشفین نے اسکے پکارا"

پلیز مت رو، جیسا تم چاہو گی، ویسا ہی ہو گا، جتنا چاہو وقت لو، آرام سے سوچو مگر یوں رو کر خود کو ہلکان مت کرو پلیز" اسکے آنسو تاشفین کے دل پر گر رہے تھے، اگر وہ" تکلیف میں تھی تو تاشفین بھی بے سکون تھا جبکہ دوسری جانب آبرو جانتی تھی کہ اب ناچاہتے ہوئے بھی اسے یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ صالحہ بیگم کے جانے کے بعد انکی زندگی میں کچھ بھی ویسا نہیں رہے گا جیسا پہلے تھا۔ یہ گھر چھوڑنے کا فیصلہ بے حد تکلیف دہ مگر حالات اور وقت کی ضرورت تھا۔

وہ ڈاکٹرز سے بات کرتے اب شاہزین کے پاس جا رہے تھے۔ کمرے میں داخل ہوتے منظر ہمیشہ کی طرح پرانا تھا، وہ بستر پر آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ صالحہ بیگم کی وفات کے بعد اس نے بات کرنا مکمل ترک کر دی تھی۔ وہ جب بھی اس کے پاس آتے وہ انہیں اسی حالت میں ملتا۔ صالحہ بیگم کے جنازے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو یا تھا، فیاض لاشاری نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے اس حال میں بھی دیکھیں گے اور اس روز کے بعد ایک گہری چپ اسکی زندگی کا خاصا بن گئی تھی۔ وہ اندر آکر کچھ فاصلے پر رکھے صوفے پر بیٹھ گئے، وہ ڈاکٹر سے شاہزین کی اگلی کیموتھراپی کا پوچھنے گئے تھے کیونکہ وہ اسکے علاج کے بعد ایک بار شہریار کے پاس جانا چاہتے تھے۔

ڈیڈ!" آہٹ محسوس کرتے شاہزین نے آنکھیں کھولیں اور انکی جانب دیکھتے انہیں پکارا، جس پر فیاض لاشاری کو تعجب ہوا۔ وہ تیزی سے اسکے پاس گئے۔"

،ہاں بیٹا بولو" وہ اسکے پاس کھڑے مسکراتے ہوئے بولے""

آپ سے رابطہ کیا کسی نے؟" اسکے سوال پر فیاض لاشاری کی مسکراہٹ سمٹی، وہ جانتے تھے کہ وہ کس کی بات کر رہا ہے جبکہ انکی خاموشی شاہزین کو اسکے سوال کا جواب" دے چکی تھی۔

مجھے معلوم ہے کہ انہوں نے رابطہ نہیں کیا ہو گا اور ظاہر ہے انہیں کرنا بھی نہیں چاہیے آخر اپنی خوشیوں کے قاتل سے تعلق کون رکھنا چاہتا ہے!" وہ سنجیدگی سے بولتے" تلخی سے مسکرایا، جس پر فیاض لاشاری فوراً بولنے لگے۔

"نہیں بیٹا، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے، انکا زخم ابھی تازہ ہے وقت گزرنے کے ساتھ وہ سنبھل جائیں گے اور۔۔۔۔"

،اس میں میرا قصور ہے ڈیڈ!" وہ انکی بات کاٹتے بولا"

"نہ میں انکی زندگیوں میں واپس آتا نہ ان کے ساتھ ایسا ہوتا، اس سب کی پیچھے صرف میں ہوں"

urdunovelsblog

ایسی بات نہیں ہے شاہزین، تمہارا یوں انکی زندگیوں میں آنا طے تھا اور صرف انکی نہیں بلکہ تمہاری زندگی میں بھی تو بھونچال آیا ہے، تمہاری حقیقت، اصل پہچان اور سب "سے بڑھ کر تمہاری بیماری!" وہ اسے تسلی دے رہے تھے۔

یہ سب میرے اعمال کا نتیجہ ہے ڈیڈ! بے شک ابھی جو ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں مگر ان سارے واقعات کے پیچھے میرے ہی گناہ ہیں جن کا خمیازہ میں اب بھگت رہا "ہوں!" وہ وضاحت کرتا کہہ رہا تھا۔

چلیں مان لیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس روز میرے گاڑی سے مرنے والا وہ شخص میرا باپ ہے مگر کیا مجھے ایک مرے ہوئے انسان کے بارے میں اس طرح بات کرنی "چاہیے تھی، جس طرح میں نے کی؟ کیا مجھے انسانیت کی خاطر اس وقت سڑک پر رک کر اسکی مدد نہیں کرنی چاہیے تھی؟" فیاض لاشاری خاموشی سے اسکی بات سن رہے تھے۔

چھوٹے گھر کے لوگوں اور کمپنی کے ملازمین کو حقیر سمجھنا بھی میرے اختیار میں تھا ڈیڈ!" اسکی بات بالکل درست تھی۔"

اور بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔۔ سچائی جانتے ہوئے بھی صرف اپنے دوست کو بچانے کی خاطر ایک عورت پر قاتلانہ حملہ کروانا بھی میرے اختیار میں تھا ڈیڈ اور آج مجھے "میرے کیے ان سب اعمال کی سزا مل رہی ہے" فیاض لاشاری کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا کیونکہ اسکی ہر بات بالکل ٹھیک تھی۔ اسے ہر اس چیز کا احساس ہو رہا تھا، جو وہ چاہتے تھے مگر افسوس کے اب بہت دیر ہو گئی تھی۔

رہی بات میری بیماری کی تو یہ بھی میرا کیا دھرا ہے، نقصانات جانتے ہوئے اپنے جسم کو اس نشے کی عادت لگانے والا بھی میں تھا" وہ خاموش ہوا گہری سانس لی پھر بولنے "لگا۔

میں چاہوں تو خود بھی کوشش کر سکتا ہوں مگر مجھے معلوم ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہو گی اس لیے ڈیڈ کیا آپ میرے لیے ایک دعا کریں گے؟" اس نے لہجے میں مان "، لیے فیاض لاشاری کی جانب دیکھا

، مایوس مت ہو بیٹا، مجھے بتاؤ میں ضرور دعا کروں گا!" وہ مسکرائے"

آپ دعا کیجیے گا کہ میں۔۔۔۔ جلد از جلد مر جاؤں" فیاض لاشاری کے تاثرات پل میں بدلے، انہیں اس بات کی توقع ہرگز نہیں تھی۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شاہزین، ایسی۔۔۔۔"

میں اور جینا نہیں چاہتا ڈیڈ، جتنی زندگی مجھے خدا نے دی تھی، میں نے اسے برباد کر دیا، نجانے کتنے لوگوں نے میری ذات کی بدولت تکلیف اٹھائی ہوگی اس لیے میں نہیں" چاہتا تھا کہ میری وجہ سے اب کسی کو بھی کوئی اور تکلیف اٹھانی پڑے!" وہ پہلے دوسروں کے لیے سنگدل ہوا کرتا تھا مگر آج اس نے اپنے لیے سفاکی کا انتخاب کیا تھا۔

وہ اپنے کمرے کی صفائی کرتے کچھ دیر پہلے ہی فارغ ہوئی تھی، اب باری سارا سامان سمیٹ کر پیک کرنے کی تھی۔ دو دن بعد وہ یہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جانے والی تھی، اس گھر کے درودیوار اسے کتنے عزیز تھے صرف وہ ہی جانتی تھی چاہے انہیں یہاں رہتے ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا مگر اس گھر میں اپنی ماں کے ساتھ گزارا کر لمحہ اسے یاد تھا۔ اپنی ذات کی ہر برائی وہ یہاں آنے سے پہلے خود سے دور کر چکی تھی۔ اس گھر میں صالحہ بیگم کے ساتھ گزارے لمحے اسکے لیے بہت قیمتی تھے۔ صالحہ بیگم کے ساتھ اس گھر میں سب سے زیادہ وقت اس نے اور حرم نے گزارا تھا۔ اسے بار بار یاد آتا کہ کیسے وہ صالحہ بیگم سے غصے میں بات کرتی، اپنی بات پوری نہ ہونے پر اکثر وہ ان سے ناراض ہو جاتی پر وہ ہمیشہ اسکی ہر تلخ کلامی معاف کرتے، اسے منانے آتیں، اسکی خواہشات پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں، وہ ماں تھیں اور ماؤں کے علاوہ آپ کی ہر غلطی، ہر گناہ اور کوئی معاف نہیں کر سکتا مگر اب وہ اپنی زندگی میں موجود سب سے قیمتی رشتہ کھو چکی تھی! اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس رات بھی وہ کس طرح صالحہ بیگم سے تلخ کلامی کرتے، ان سے بدتمیزی کرتے گھر سے گئی تھی، انکے روکنے کے باوجود بھی وہ نہیں رکی تھی اور اس کا انجام وہ ساری عمر یاد رکھنے والی تھی۔ اسکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے، وہ آج اپنی ہر حرکت پر افسردہ تھی مگر افسوس کے اب وقت گزر چکا تھا۔ وقت ہمیشہ گزر جاتا ہے اپنی مقررہ رفتار سے، پیچھے رہ جاتی ہیں تو صرف یادیں جو ہمارے ساتھ رہتے ہمیں ہر وقت ان لوگوں اور ان لمحوں کی یاد دلاتی رہتی ہیں اور انسان چاہ کر بھی گزرا وقت واپس نہیں لا سکتا ہر پل یاد کرتا ہے، افسوس کرتا ہے کہ وہ رشتوں کی قدر و قیمت نہیں جان سکا۔ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ اسے ہر چیز کی اہمیت کا احساس اسے کھونے کے بعد ہوتا ہے۔ دوسرے کمرے میں بیٹھی اصباح بھی آج صبح ہی واپس آئی تھی اور آتے ہی ایک بار پھر صالحہ بیگم کی یادیں اسے گھیر چکی تھیں۔ وہ پہلے اپنی ہر بات حفصہ سے کرتی، دل کا حال اسکے سامنے رکھتی تھی مگر اسکے جانے کے بعد اسکی جگہ صالحہ بیگم نے لے لی تھی اور اب وہ بھی حفصہ کی طرح اسے تنہا چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔ بے شک اللہ نے اسے ایک بہترین ہمسفر سے نوازا تھا، ایک اچھا سسرال دیا تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی رشتہ کبھی والدین کی جگہ نہیں لے سکتا۔

گھر کی دیواروں پر دھوپ مدھم پڑ چکی تھی، ہوا میں بھی عجیب سا بوجھ تھا، ہر سو ہی خاموشی چھائی تھی جو کسی جانے والے کے بعد رہ جاتی ہے۔ صالحہ بیگم کے کمرے میں اس وقت اصباح اور رتبہ موجود تھیں، دونوں کی آنکھوں کے کناروں پر خشک آنسوؤں کی لکیریں واضح تھیں۔ سب کے باہمی مشورے سے یہ فیصلہ طے پایا تھا کہ حرم اور رتبہ اب اصباح کے ساتھ رابعہ بیگم کے گھر چلی جائیں گی اور یہ گھر ان سب کو چھوڑنا ہوگا۔ اسی فیصلے کو مدنظر رکھتے وہ اپنا سامان پیک کر رہی تھیں۔ اصباح کے ہاتھ میں اس وقت

صالحہ بیگم کی چادر تھی، وہ ہر نماز اسی چادر کو اوڑھے ادا کرتی تھیں، اسے دیکھتے اسکی نظروں کے سامنے ایک بار پھر صالحہ بیگم کا چہرہ آنے لگتا۔ چادر سے آتی انکی خوشبو، انکے لمس کی نرمی وہ اب بھی محسوس کر سکتی تھی۔ وہ اسے آنکھوں سے لگائے بیٹھی تھی کہ ساتھ بیٹھی رتبہ کے ہاتھ میں انکی تسبیح اور چشمہ موجود تھا، یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں انکے لیے کس قدر اہمیت کی حامل تھیں، یہ صرف وہی جانتی تھیں۔ ماں صرف ایک لفظ نہیں احساس ہے، وہ موجود نہ بھی ہو تو اس کا احساس دل کی دیواروں پر ہمیشہ کندہ رہتا ہے کیونکہ ماں تو وہ ہے جس کے آغوش میں انسان سکون پاتا ہے اور جس کی دعا سے قسمت کا رخ بدل جاتا ہے۔ جب وہ مسکراتی ہے تو زندگی خوشگوار لگتی ہے اور جب وہ چلی جاتی ہے تو خوشیوں کے رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں کیونکہ ماں صرف ایک رشتہ نہیں، ایک کائنات ہے، جس کے جانے کے بعد انسان جیتا تو ہے مگر اندر سے خالی ہو جاتا ہے۔ اسی لمحے کمرے میں آبرو اور حرم داخل ہوئیں، دونوں پر نظر پڑتے وہ ان کے پاس آتے بیٹھ گئیں۔

امی۔۔۔۔۔۔امی کی یہ چادر۔۔۔۔۔! "اصباح بات مکمل کیے بغیر رو پڑی، جس پر آبرو نے آگے بڑھتے اسے ساتھ لگایا۔"

مت رو اصباح، تمہارے آنسوؤں سے انہیں تکلیف ہو گی، جب وہ پہلے تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھیں تو اب تمہاری حالت دیکھتے وہ کیسے پر سکون ہو نگی؟ "آبرو" اسکے آنسو صاف کر رہی تھی۔

، میرا دل پھٹ رہا ہے آبرو آخر ہم۔۔۔۔۔ہم کتنے دکھ اور سہیں گے؟ "وہ روتے ہوئے بولی"

زندگی میں آتی خوشیاں ہمیشہ اپنا خراج مانگتی ہیں اصباح اس لیے شاید امی بھی۔۔۔۔۔۔" وہ بات مکمل نہیں کر سکی جبکہ دوسری جانب اصباح اسکی ادھوری بات سمجھ گئی" تھی۔

خود کو سنبھالو اصباح، صبر کرو یہ تکلیف دہ وقت بھی گزر جائے گا" آبرو کی آواز، اسکا لہجہ بھی کمزور پڑنے لگا تھا۔ اس نے ساتھ بیٹھی رتبہ اور حرم کو بھی اپنے پاس بلاتے" ساتھ لگایا، وہ اپنے خاندان کے تین افراد کو کھو چکی تھیں، زندگی نے انہیں ایک کے بعد ایک اذیت سے گزارا تھا۔

اب ہم میں سے کوئی نہیں روئے گا۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ امی۔۔۔۔۔امی ہم سب کو خوش اور ہنستے مسکراتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھیں، ہمیں صرف ان کے لیے دعا کرنی" ہے "آبرو خود پر قابو پاتے انہیں تسلی دے رہی تھی جبکہ سب نم آنکھوں سے اسکی بات سن رہی تھیں۔

ویسے بھی وہ اکیلی نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔ بابا اور حفصہ ہیں ان کے پاس" چہرے پر افسردہ مسکراہٹ لیے اس نے اپنے آنسو صاف کیے، جو لاکھ کوشش کے بعد بھی بغاوت" کرتے اسکے رخسار پر آ گرے تھے۔ ماں کے چلے جانے کے بعد یہ دنیا وہی رہتی ہے، ویسے ہی مسکراتے ہیں مگر دل کی دنیا بدل جاتی ہے، ہر خوشی ادھوری رہ جاتی ہے۔ زندگی آگے بڑھتی ہے مگر دل وہیں ٹھہر جاتا ہے، انہیں لمحوں میں جہاں ماں کی مسکراہٹ اور اسکا لمس انسان کو میسر ہوتا ہے۔

urdunovelsblog

رات کے اس پہر وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی تھیں۔ ہاتھ میں تھامی سیاہ ڈائری پر پڑا قلم اٹھاتے وہ وقفے وقفے سے کچھ لکھ رہی تھیں۔ وہ پچھلے کئی سالوں سے اپنی زندگی کی کہانی ان کاغذات پر تحریر کر رہی تھیں، وہ اپنی زندگی کے بہت سے باب انہیں کاغذات پر بند کرتے قلم توڑ چکی تھیں۔ اپنے بچپن سے جوانی تک کی داستان، والدین کی محبت، انکی قربانیاں اور پھر اپنی ذات سے انکا مان، غرور اور عزت خاک میں ملانے کی کربناک کہانی! اس بے وفا کا زندگی میں آنا، اسکی جھوٹی محبت اور پھر اسکی جانب سے دی گئی سب سے بڑی اذیت! اپنے والدین کی موت سے لے کر اپنی خودکشی کی کوشش تک، ہر لمحہ سیاہی کی صورت میں ان کاغذات پر درج تھا۔ اسکی زندگی کے سارے غموں کی گواہ یہ ڈائری تھی، وہ شاہد تھی کہ کیسے سبرینہ نے اپنے ایک غلط قدم کا خمیازہ ساری عمر بھگتا تھا۔ ڈاکٹر عافیہ کا اسکی زندگی میں آنا ایک ایسا باب تھا جس کے بعد اسکی زندگی نے نیا رخ موڑا تھا۔ انکی بے لوث محبت، رحمدلی وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی تھی، انکے احسانات کے سائے تلے وہ ایک عمر گزار آئی تھی۔ اپنے بچوں کی کامیابی، انکی مسکراہٹ ہی انکی زندگی کا سب سے بڑا پھل تھا جو انہیں اپنی ساری عمر کی ریاضتوں کے بدلے ملا تھا۔ فیضان کی واپسی پر انکی زندگی میں ایک بار پھر طوفان برپا ہوا تھا، اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی کے لیے شاید وہ فیضان کو معاف کر دیتی مگر تاشفین کا سسکتا ہوا بچپن، اسکی محرومی وہ چاہ کر بھی بھول نہیں سکتی تھیں اور یوں اس بے وفا کا باب انکی زندگی اور اس ڈائری میں ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا تھا مگر گزرے دنوں میں وہ اپنی زندگی کا ایک اور باب بھی بند کر چکی تھیں، جس کی تکلیف اب تک ان کے دل میں موجود تھی۔ وہ اپنی ایک خاص سہیلی صالحہ بیگم کو ہمیشہ کے لیے کھو چکی تھیں۔ وہ بچپن سے انہیں جانتی تھیں کہ وہ کتنی صابر، خاموش طبیعت کی مالک اور والدین کی فرمانبردار تھی مگر سبرینہ کی طرح انہوں نے بھی اپنی زندگی میں بہت اذیتیں برداشت کی تھیں۔ اولادِ نرینہ سے محرومی کے بعد انکا واحد سہارا انکا شوہر تھا، جو زندگی کے ہر میدان میں ان تک آنے والی ہر تکلیف کو خود برداشت کرتے انہیں محفوظ رکھتا تھا۔ ایک حادثے میں اس سہارے کا چھن جانا انکے لیے شدید کربناک تھا۔ اپنی بیٹیوں کے ساتھ معاشرے کی تپتی دھوپ انہوں نے تنہا برداشت کی تھی مگر انکا امتحان یہاں ختم نہیں ہوا! والدین کے لیے سب سے بڑی آزمائش انکی اولاد کی تکلیف ہوتی ہے اور صالحہ بیگم نے اپنی زندگی میں یہ دکھ بھی محسوس کیا تھا۔ حفصہ کی ازدواجی زندگی کے مسائل اور پھر اسکا انہیں یوں چھوڑ کر چلے جانا، انہیں اندر سے پوری طرح کھوکھلا کر چکا تھا اور سب سے آخر میں انکی بچھڑی ہوئی اولاد کی واپسی جہاں انکے لیے خوشی کی خبر تھی تو اسکی بیماری انہیں پل پل اذیت دیتی تھی اور انہی سب اذیتوں کو برداشت کرتے، حالات پر صبر کرتے، قدرت کو ان پر رحم آ گیا اور وہ دنیا کے مسائل پر صبر کرتے کرتے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ صالحہ بیگم کی موت پر انکی اولاد ایک بار پھر یتیم ہو گئی تھی جبکہ سبرینہ اپنی ایک قیمتی دوست ہمیشہ کے لیے کھو چکی تھیں۔

ہر کمرے کا دروازہ بند کرتے، اسکارخ اب صالحہ بیگم کے کمرے کی جانب تھا۔ ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اسکی آنکھوں میں موجود نمی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ انسان کی زندگی بھی اکثر اسے ایسے موڑ پر لے آتی ہے، جہاں وہ خود اپنی بے بسی کے سامنے ہارنے لگتا ہے۔ آج وہ تاشفین کے ساتھ یہ گھر بند کرنے آئی تھی، سب کے باہمی فیصلے کے بعد یہ طے پایا تھا کہ گھر کی چابیاں آبرو کے پاس رہیں گی۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسکے دل کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ محبت سے بنے اس گھر میں انکی زندگی کتنی مختصر تھی! اسے یاد تھا کہ اس گھر داخل ہوتے صالحہ بیگم کے چہرے کے تاثرات کیا تھے، وہ کتنی خوش اور پر سکون تھیں، زندگی نے غموں کی لمبی قطار کے بعد انہیں انتظار کے پھل کی صورت میں خوشیاں عطا کی تھیں، جن کی مدت بے حد مختصر تھی۔ وہ کافی دیر اس کمرے میں کھڑی سامان کو دیکھتی رہی، ہر جانب صالحہ بیگم کی خوشبو تھی، انکے وجود کا احساس تھا، جو آبرو کے لیے کس قدر پر سکون تھا، صرف وہی جانتی تھی۔ ایک دم اسکی نظر دیوار پر لگی گھڑی پر پڑی، اسے یہاں کھڑے کافی دیر گزر گئی تھی۔ وہ گہری سانس لیتے پلٹی کہ نظر تاشفین پر پڑی جو دروازے میں کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آپ کب آئے؟" اسے یاد تھا کہ جب وہ کمرے میں آئی تھی تو تاشفین کچھ سامان گاڑی میں رکھ رہا تھا۔"

بس ابھی کچھ دیر پہلے!" اس نے مسکراتے ہوئے جھوٹ بولا، وہ پچھلے بیس منٹ سے یہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔"

، سوری آپ کو میرا بہت انتظار کرنا پڑا" وہ بھی اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ نظریں جھکاتے وہ اس کے قریب آئی"

ایسی کوئی بات نہیں ہے آبرو، تم چاہو تو ہم کچھ اور دیر یہاں رک سکتے ہیں" آبرو کے گرد حصار باندھتے اسکی نظر اسکے چہرے پر موجود آنسوؤں کے نشانات پر پڑی۔"

نہیں، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، ہمیں اب چلنا چاہیے" آبرو کے کہنے پر تاشفین نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے اپنے ساتھ لگائے قدم آگے بڑھانے لگا۔ آبرو کے" قدموں کی سستی، بوجھل پن وہ واضح محسوس کر سکتا تھا۔ گھر سے قدم باہر رکھتے اسکے جسم کی کپکپاہٹ بھی اس سے پوشیدہ نہ رہ سکی، وہ اس کی کیفیت بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

، تم ٹھیک ہو آبرو؟" اسکے سوال پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا"

یہ سب آسان نہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ تم میں اتنی ہمت اور حوصلہ ہے کہ یہ سب برداشت کر سکو اور دیکھنا قدرت تمہیں اس صبر کا پھل ضرور دے گی، ہر مشکل" وقت کی طرح یہ وقت بھی گزر جائے گا" اسکے شانے کو تھپتھپاتے تاشفین نے اپنی بات مکمل کی، جس پر آبرو کے لب افسردہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ گیٹ بند کرتے آبرو ، نے تالا اور چابی تاشفین کی جانب بڑھائی

اس گھر کو سب سے پہلے کھول کر اس میں داخل ہونے والی میں تھی مگر آج مجھ میں اتنی ہمت باقی نہیں ہے کہ میں خود اس گھر کو بند کر سکوں" اسکی رندھی ہوئی آواز پر" تاشفین نے تالا اور چابی اسکے ہاتھ سے لیا۔

تم گاڑی میں بیٹھو، میں آرہاہوں "تاشفین کی بات پر آبرو نے ایک گہری نظر اس گھر پر ڈالی جو صالحہ بیگم کے جانے کے بعد صرف ایک مکان رہ گیا تھااور اپنے آنکھوں میں " آتے آنسو روکتے گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

یہاں پل پل جلنا پڑتا ہے

ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے

ہر موڑ پر ٹھوکر لگتی ہے

ہر حال میں چلنا پڑتا ہے

ہر دل کو سمجھنے کی خاطر

بس خود سے لڑنا پڑتا ہے

کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے

کبھی چھپ کر رونا پڑتا ہے

پھولوں پر نیند نہیں آتی

کانٹوں پر سونا پڑتا ہے

کبھی مر کر جینا پڑتا ہے

کبھی جی کر مرنا پڑتا ہے

پھر خوشیاں لوٹ کر آئیں گی

اس آس پہ جینا پڑتا ہے

urdunovelsblog

ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی امید ختم ہوتی جارہی تھی، دل میں جلتا امید کا مدھم دیا آہستہ آہستہ بجھنے لگا تھا۔ اسے خود معلوم نہیں تھا کہ آخر وہ کیوں انکا منتظر ہے، اسکی ذات نے جو اثرات انکی زندگی پر چھوڑے تھے، اسکے بعد انکا اسے ملنے آنا ناممکن سی بات تھی۔ ہسپتال کے بستر پر پڑے اب اسے کوفت ہونے لگی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے اسکی طبیعت میں کافی بہتری آئی تھی، ڈاکٹر بھی کافی پرامید تھے مگر وہ خود اس اچھی خبر پر ناخوش تھا۔ اس میں زندگی جینے کی خواہش ختم ہو چکی تھی۔ وہ ہر وقت گہری سوچ میں ڈوبا، خاموش رہتا۔ کل اسی طرح سوچتے سوچتے اسے ایک خیال آیا، جسے عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے فیاض لاشاری کی ضرورت تھی اور اب وہ شدت سے انکا انتظار کر رہا تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ دروازہ کھولتے فیاض لاشاری اندر داخل ہوئے، شاہزین پر نظر پڑتے انکے لب بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے

کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟" وہ اسکے پاس آتے صوفے پر بیٹھ گئے۔"

بالکل ٹھیک!" وہ چہرے پر مدھم مسکراہٹ لیے بولا، جو صرف کچھ لمحوں کے لیے اسکے چہرے کا حصہ بنتے فوراً غائب ہو گئی۔"

فلائٹ بک کروالی آپ نے؟" وہ جانتا تھا کہ کچھ دنوں کے لیے وہ شہریار کے پاس جانے والے ہیں۔"

ابھی نہیں، سوچ رہا ہوں کہ ایک ہفتہ اور انتظار کر لوں" انکی بات پر شاہزین گہری سانس لیتے بولنے لگا۔"

مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے ڈیڈ؟" وہ سنجیدگی سے انکی جانب دیکھنے لگا، جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔"

"ہاں بیٹا کہو، میں سن رہا ہوں"

پہلے آپ وعدہ کریں کہ میری بات مانیں گے، انکار نہیں کریں گے!" شاہزین کہ بات پر فیاض لاشاری کو فوراً اسکی کچھ دنوں پہلے کہی بات یاد آئی۔"

بشرطیکہ وہ پچھلی بار کی طرح کوئی فضول بات نہیں ہوگی" فیاض لاشاری کے لہجے میں خفگی در آئی۔"

نہیں ڈیڈ اس بار ایسی کوئی بات نہیں ہے" شاہزین نے نظریں جھکاتے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھا اور پھر فیاض لاشاری کی طرف دیکھتے بات کا آغاز کیا۔"

شاید اس بات کے بعد میں آپکو مطلبی اور خود غرض لگوں، ایک لالچی اور احسان فراموش انسان مگر۔۔۔۔۔" وہ رکا، ایک بار پھر گہری سانس لی۔"

میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے 20٪ شیئرز کمپنی سے الگ کر دیں" فیاض لاشاری کے لیے یہ بات غیر متوقع اور حیران کن تھی۔ کچھ لمحے وہ کچھ نہ کہہ سکے مگر پھر ہمت" کرتے بولنے لگے۔

سب خیریت ہے نہ بیٹا، اگر تمہیں پیسوں کی بلکہ کسی بھی چیز کی ضرورت ہے تو مجھے بتاؤ" وہ مناسب الفاظ استعمال کرتے اسکی بات کے پیچھے چھپی وجہ جاننا چاہتے تھے۔"

مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے ڈیڈ، میں بس اپنے شئیرز کی رقم کہیں انویسٹ کرنا چاہتا ہوں" فیاض لاشاری کی الجھن میں اضافہ ہوا، جسے محسوس کرتے وہ وضاحت" دینے لگا۔

میں ایک دارالامان کھولنا چاہتا ہوں" شاہزین کے الفاظ انکے لیے کافی حیران کن تھے۔"

جہاں سب بے سہارا میری طرح یتیم لوگ۔۔۔۔۔۔" اس کی نظر فیاض لاشاری کے چہرے پر پڑی، اپنے جملے کی تلخی محسوس کرتے وہ خاموش ہوا۔"

ساری زندگی اپنی ذات سے دوسروں کو نقصان اور اذیت پہنچاتا آیا ہوں، اس لیے اب چاہتا ہوں کہ میری ذات بھی کسی کے لیے خوشیوں اور راحت کا سامان بنے" وہ" خاموش ہوا، گہری سانس لی، نجانے کیوں آج دھڑکن معمول سے بہت تیز تھی۔

بس اسی مقصد کے لیے میں اپنے شئیرز کمپنی سے الگ کرنا چاہتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ یہ فیصلہ صرف میری خود غرضی اور مطلب پرستی پر مبنی ہے مگر میرے پاس اس" کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں" وہ خاموش ہوا، کمرے میں کچھ لمحے کے لیے گہری خاموشی چھاگئی، جسے فیاض لاشاری کی بھاری آواز اور سنجیدہ لہجے نے توڑا۔

ٹھیک ہے، میں بات کرتا ہوں وکیل سے مگر ہاں یہ سب فوری طور پر نہیں ہو سکتا، تمہیں دو سے تین ہفتے انتظار کرنا ہوگا" فیاض لاشاری کے سپاٹ تاثرات دیکھتے شاہزین" بولنے لگا۔

،تھینک یو سو مچ ڈیڈ، اب تک آپ کے مجھ پر کیے ڈھیروں احسانات میں آج ایک اور بڑے احسان کا اضافہ ہو گیا ہے" وہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے بولا"

urdunovelsblog

اگر قسمت نے مجھے میرے والدین سے دور کیا تھا تو اسی نے مجھے آپ جیسے اعلیٰ ظرف اور مہربان انسان سے ملوایا تھا، جو سب جاننے کے باوجود بھی مجھ جیسے احسان فراموش" ،اور مطلبی انسان کا ساتھ دے رہا ہے" وہ تلخی سے مسکرایا

ایسی بات نہیں ہے بیٹا، تم میرے بیٹے ہو اور میرے بیٹے ہی رہو گے ! اور بحیثیت باپ میں اپنی اولاد کو اسکے حق سے دستبردار نہیں کر سکتا" فیاض لاشاری نے اسکے ہاتھ پر" ہاتھ رکھا، جس پر شاہزین نے مسکراتے ہوئے انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، وہ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ احسان مند سامنے کھڑے اس شخص کا تھا۔

سڑک پر دوڑتی گاڑی میں بیٹھی آبرو اس وقت گہری سوچ میں گم تھی۔ صالحہ بیگم کو اس دنیا سے دو ماہ گزر گئے تھے، زندگی اب کافی حد تک معمول پر آ گئی تھی۔ وہ روز آفس جاتی، ہر طرح کے کیسز دیکھتی اور گھر واپس آ جاتی جہاں ایک محبت کرنے والا شوہر اور مشکل میں اسکا ساتھ دینے والے سسرال والے اسکے منتظر ہوتے، زندگی میں سب

پہلے جیسا ہو گیا تھا مگر صالحہ بیگم کے جانے سے اسکی۔ زندگی میں آنے والا خلاء ابھی موجود تھا، جو کوئی پر نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ہر روز اصباح، رتبہ اور حرم سے بات کرتی، انکا حال دریافت کرتے انکی ہر بات سنتی، بڑی بہن ہونے کے ناطے اب انکی سرپرستی کی ہر ذمہ داری اسے ہی پوری کرنی تھی۔ اب بھی وہ گاڑی میں بیٹھے اصباح کے گھر جا رہی تھی، صبح کورٹ جاتے وقت وہ تاشفین کو اس بارے میں مطلع کر چکی تھی کہ وہ شام میں ان سے مل کے واپس آئے گی۔ اصباح کی طبیعت پچھلے دنوں کافی خراب رہی تھی، جس کی وجہ سے وہ اس کے لیے بہت پریشان تھی۔ وہ شروع سے حساس طبیعت کی مالک تھی اور صالحہ بیگم کے جانے کے بعد مزید حساس ہو گئی تھی، یہ صدمہ اسکے لیے بہت بڑا تھا مگر وہاں جانے پر ایک اچھی خبر اس کی منتظر تھی۔ اللہ نے اصباح کی جھولی کو اولاد کی نعمت سے بھرنے کا فیصلہ کیا تھا، خدا نے اسے ممتا کے رتبے سے سرفراز ہونے کا موقع دیا تھا۔ یہ ان سب کے لیے بہت خوشی کی خبر تھی مگر اس میں خوشی کے ساتھ ایک ملال تھا کہ کاش آج اس خبر کو سن کر سب سے زیادہ خوش ہونے والی ان کی ماں ان کے درمیان موجود ہوتیں! اگر آج وہ زندہ ہوتیں تو کتنی خوش ہوتیں، حفصہ کہ جانب سے اس خبر کے انتظار میں انہوں نے کتنی راتیں تڑپتے ہوئے گزاری تھیں، انکی کتنی خواہش تھی کہ اللہ انکی اولاد کو بھی اولاد کی نعمت سے نوازے۔ آج خدا نے انکی آرزو سن لی مگر افسوس کہ اسے سننے کے لیے وہ خود موجود نہ تھیں۔ انسان کی اکثر خواہشات اسی طرح پایا تکمیل تک پہنچتی ہیں!

شام میں تاشفین کے پہنچنے سے پہلے وہ گھر آ گئی تھی۔ وہ اصباح کے لیے بے حد خوش تھی، اسے پوری امید تھی کہ اللہ نے اسے اس صدمے کے اثر سے نکالنے کے لیے بہترین راہ دکھائی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد وہ کمرے میں بیٹھی تھی کہ تاشفین اندر داخل ہوا اور اسکے پاس آ بیٹھا۔ کچھ دیر پورے دن کی روداد ایک دوسرے کو سناتے، آبرو اٹھ کھڑی ہوئی

"آپ بیٹھیں میں کافی بنا کر لاتی ہوں" وہ روز رات میں ساتھ کافی پیتے اور سارے دن کی تھکان انہیں لمحوں کے درمیان دور ہو جاتی۔

"رکو، آج میں کافی میں بناؤں گا" تاشفین مسکراتے ہوئے بولا

"آپ تھک گئے ہونگے تاشفین، میں بنا لوں گی" وہ کچھ دیر پہلے ہی ہسپتال سے گھر آیا تھا اور ساتھ کھانا کھاتے وہ اب کمرے میں موجود تھے۔

"تو تم بھی تو تھکی ہوئی ہو، آؤ میرے ساتھ، مل کر بناتے ہیں کافی!" اسکا ہاتھ تھامتے، وہ اسے اپنے ساتھ لیے کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں اس کمرے میں، کافی کے کپ ہاتھ میں لیے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"آج میں ایک میٹنگ کے لیے جناح ہاسپٹل گیا تھا" ہسپتال کا نام سنتے آبرو کے کان کھڑے ہوئے

،میری ملاقات ہوئی تھی فیاض صاحب سے اور میں شاہزین سے ملنے بھی گیا تھا"کافی کے کپ پر آبرو کی گرفت ایک دم سخت ہوئی"

کیموتھراپی کے دو سیشن ہوگئے ہیں مگر طبیعت میں اتنی بہتری نہیں آئی، جتنی متوقع تھی، کافی کمزور ہوگیا ہے وہ!"تاشفین کی نظر آبرو کے چہرے کے بدلتے تاثرات پر"

تھی، جو خاموشی سے نظریں چرانے کی کوشش کررہی تھی۔

،آبرو ایک بات کہوں!"اسکی مسلسل خاموشی پر تاشفین نے اسے براہ راست مخاطب کیا، آبرو نے نظریں اٹھاتے اسکی جانب دیکھا"

تم اپنی امی کی ہر ذمہ داری، ہر خواہش پورا کررہی ہو، ہر وہ کام کررہی ہو جس سے ان کی روح کو سکون ملے تو وہ بھی تو تمہاری امی کی امانت ہے نا!"تاشفین کی بات پر آبرو"

،کے پاس کوئی جواب نہ تھا

تم تو اچھی طرح جانتی ہو کہ آنٹی اسکے آنے پر کتنی خوش تھیں اگر آج وہ حیات ہوتیں تو یقیناوہ تمہارے گھر پر ہوتا!"آبرو نے نظروں کا زاویہ فورا بدلا، وہ اس حقیقت کا"

سامنا نہیں کرسکتی تھی جس سے وہ پچھلے دو ماہ سے نظریں چرا رہی تھی، تاشفین نے اپنا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

،ادھر میری طرف دیکھو آبرو!"ایک ہاتھ سے اسکا جھکا ہوا چہرہ اوپر کیا اور دوسرے ہاتھ سے اسکا ہاتھ تھامتے تاشفین نے اسے پکارا"

ہم راستہ بدلنے، نظریں چرانے سے حقیقت بدل نہیں سکتے اور معاملات کو طویل عرصے تک نظرانداز کرتے پل پل تڑپنے سے زندگی میں صرف پچھتاوں کا اضافہ ہوتا"

ہے"آبرو خاموشی سے اسکی بات سن رہی تھی۔

اس لیے میرا خیال ہے کہ تمہیں ایک بار اس سے ملنے ضرور جانا چاہیے، ایک بھائی نہیں تو ایک مریض کی حیثیت سے اسکا حال پوچھنا چاہیے، کچھ دیر کے لیے ماضی کے تمام"

اختلافات کو بھولتے تمہیں یہ قدم ضرور اٹھانا ہوگا، اس سے پہلے کے بہت دیر ہوجائے" تاشفین نے آج اس موضوع پر بات کی تھی جبکہ آبرو کے دل اور دماغ کی جنگ

صالحہ بیگم کی وفات سے اب تک جاری تھی۔

میں جانتا ہوں یہ سب اتنا آسان نہیں مگر مجھے معلوم ہے کہ آنٹی کی خوشی کی خاطر تم یہ کرسکتی ہو!"تاشفین کے خاموش ہوتے آبرو نے بالآخر بات کا آغاز کیا۔"

آپ یقین کریں تاشفین، امی کے جانے کے بعد اس بارے میں ہر لمحہ میرے دل اور دماغ میں ایک جنگ لگی رہتی ہے جس میں ہر بار جیت دماغ کی ہوتی ہے کہ میں آخر"

اسے کیسے معاف کرسکتی ہوں!"اس کے چہرے کے تاثرات، لہجہ اسکی الجھن صاف ظاہر کررہا تھا۔

urdunovelsblog

تم چاہو تو بے شک ابھی اسے معاف مت کرو مگر صرف ایک بار بستر مرگ پر پڑے اس مریض سے مل لو، کیا پتا تمہارا جانا اسے جینے کی کچھ مدھم امید دے دے" آبرو نے ،کرب سے آنکھیں بند کیں، آنکھوں میں بے اختیار نمی اترنے لگی

میں اس سے ملنے جانا چاہتی ہوں تاشفین مگر جا نہیں پاتی کیونکہ میرے دل کا ایک حصّہ آج بھی اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہے" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولنے لگی، تاشفین نے کپ اسکے ہاتھوں سے لیتے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

میں جانتی ہوں کہ میری ماں نے مرتے وقت اسے معاف کر دیا تھا مگر میرا دل۔۔۔۔ میرا دل نہیں مانتا تاشفین!" وہ اپنی بے بسی کا اظہار اسکے سامنے کر رہی تھی۔"

ایک شخص جس کا آنا ہر بار آپکی زندگی میں مصیبت لایا ہو، ایسی مشکلات لایا ہو جن سے آپ کی زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی، آپ اسے کیسے معاف کر سکتے ہیں؟" دل کا ہر ،درد آج اسکی زبان پر تھا۔ تاشفین نے آگے بڑھتے اسکے شانے کے گرد بازو پھیلاتے اسے اپنے ساتھ لگایا

میں تمہاری اذیت بخوبی سمجھ سکتا ہوں آبرو!" اسکے جملے پر آبرو کے ذہن میں جھماکا ہوا کہ آخر وہ بھی تو اسی مرحلے سے گزرا تھا۔"

آپ مجھے بتائیں تاشفین کہ جب یہی مرحلہ آپ پر آیا تھا تو آپ نے کیا کیا تھا؟" تاشفین نے گہری سانس لی، ماضی کا دکھ پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔"

،میں نے معاف کر دیا تھا آبرو!" وہ رکا، آبرو کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی جانب دیکھا"

کیونکہ معاف کر دینے سے انسان کے اپنے دل کا بوجھ کم ہو جاتا ہے، زندگی سے بے چینی دور ہو جاتی ہے، سکون زندگی کا حصہ بن جاتا ہے اور ویسے بھی ہر انسان کے اعمال کا" بہترین اجر اور بدترین سزا دینے کے لیے ایک ذات اوپر موجود ہے، اس لیے ہمیں درگزر کرتے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے" ہر بار کی طرح اس بار بھی اسکے الفاظ آبرو پر گہرا اثر چھوڑ رہے تھے، جس کا نتیجہ اس بار بھی مثبت آنے والا تھا۔

وہ کافی دیر سے ہسپتال کے پارکنگ ایریا میں کھڑی گاڑی میں بیٹھی تھی، دماغ میں الجھنوں کا ایک جال تھا جسے لاکھ سلجھانے کے بعد بھی وہ مزید الجھتا جا رہا تھا۔ وہ خود میں اسکا سامنا کرنے کی ہمت پیدا کر رہی تھی مگر بہت کوشش کے باوجود بھی وہ اب تک وہیں گاڑی میں بیٹھی تھی۔ اس رات تاشفین کی باتیں کافی دیر تک اسکے کانوں میں گونجتی رہیں اور بہت سوچ بچار کے بعد بالآخر آج وہ ہمت جمع کرتے اس سے ملنے آئی تھی۔ اس رات تاشفین کی آخری بات نے اسکے ہر پختہ ارادے کو توڑ دیا تھا، جس کے نتیجے میں وہ شاہزین کو اسکے ہر عمل کے لیے معاف کر چکی تھی۔ ہاں وہ اس شخص کو اپنے باپ کا خون، اپنی ہر اذیت اور سب سے بڑھ کر اسکے سبب انکو پہنچنے والا تازہ غم، وہ اس کے ہر

عمل، ہر قدم کے لیے اسے معاف کر چکی تھی مگر اس کا سامنا کرتے اپنے تازہ زخمی ہوئے دل کو قابو کرنا بہت مشکل تھا مگر اسے یہ قدم اٹھانا تھا اپنی ماں کی خاطر! ان کی روح کی تسکین کی خاطر! سب سے بڑھ کر انسانیت کی خاطر!

بالآخر ہمت جمع کرتے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اپنا بیگ اٹھاتے باہر نکلی، وہ کورٹ سے سیدھا یہاں آئی تھی۔ گاڑی لاک کرتے اس کے قدم ہسپتال کی عمارت کی جانب بڑھنے لگے۔ اسے شاہزین کا روم نمبر یاد تھا، وہ لفٹ سے نکلتے اس جانب بڑھ رہی تھی کہ راہداری میں موجود فیاض لاشاری کی نظر اس پر پڑی، یہ اتفاق تھا کہ انکی آج کی فلائٹ منسوخ ہوگئی تھی اور اب وہ دو دن بعد کی فلائٹ سے شہریار کے پاس جانے والے تھے۔ آبرو کو دیکھتے انہیں ایک خوشگوار حیرت نے آگھیرا۔ آبرو ان سے سلام لیتے ان کے پاس ہی کھڑی تھی، وہ انکے چہرے پر آئی حیرت اور مسکراہٹ کی وجہ سے واقف تھی، اسکا یہاں آنا انتہائی غیر متوقع تھا۔

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں!" آبرو چہرے پر سنجیدگی بھرے تاثرات کو نارمل کرنے کی ممکن کوشش کرتی بولی،

"ہاں بیٹا ضرور، آپ اندر چلو میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں" فیاض لاشاری کی بات پر وہ اثبات میں سر ہلاتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ دروازہ کھولتے ہی اسکی نظر بیڈ پر مریضوں کے لباس میں نیم دراز شاہزین پر پڑی، جس کی بند آنکھیں دیکھتے آبرو آگے بڑھی، آہٹ محسوس کرتے شاہزین نے سرسری نگاہ آنے والے انسان پر ڈالی مگر آبرو کو دیکھتے ایک دم اسکی آنکھیں مکمل کھل گئیں، وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اسکی آنکھوں میں انتظار کا بجھتا دیا ایک دم پوری طرح جلنے لگا، ایک حیرت بھری خوشی تھی جو اسکی آنکھوں میں صاف نظر آرہی تھی جبکہ دوسری جانب اسے دیکھتے آبرو کو ایک بار پھر وہ سب یاد آنے لگا جسے بھلا کر آج وہ یہاں آئی تھی مگر خود پر قابو کرتے وہ قدم بڑھاتے آگے آئی اور کچھ فاصلے پر رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" آبرو نے براہ راست اسکی جانب دیکھنے سے گریز کیا۔

"پہلے سے بہت بہتر ہے" وہ اسکا گریز محسوس کر سکتا تھا، اسکا یوں شاہزین سے ملنے آنا کسی معجزے سے کم نہ تھا، وہ تو بہت پہلے ہی انکی جانب سے مایوس ہو چکا تھا، جس کی وجہ اسکے اپنے اعمال اور آبرو کی کہی وہ تمام باتیں تھیں جو اس سے ہوئی آخری ملاقات میں اس نے کہی تھیں۔ کچھ لمحے کے لیے ان کے درمیان خاموشی چھاگئی، جیسے دونوں کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ تم دوبارہ کبھی مجھ سے ملنے یہاں آؤ گی!" وہ اسکی غیر متوقع آمد پر اپنے احساسات الفاظ میں بیان کر رہا تھا، اسکی بات پر آبرو نے نظریں پھیرتے اسکی جانب دیکھا، وہ واقعی پہلے سے زیادہ کمزور ہو چکا تھا۔

"کچھ دنوں پہلے تک مجھے بھی امید نہیں تھی کہ میں یہاں تم سے ملنے آؤں گی مگر وقت نے مجھے احساس دلایا ہے کہ سب قصور ہم انسانوں کے نہیں ہوتے بعض اوقات قسمت بھی ہم پر ظلم کرتی ہے" وہ شاہزین کی جانب دیکھتے کہہ رہی تھی جو خاموشی سے بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اگر تم نے غلط کیا تھا تو تمہارے ساتھ بھی تو بہت برا ہوا ہے! اپنی اصل شناخت سے اتنے سال محروم رہنے سے بڑا بھی کیا کوئی ظلم ہو سکتا ہے!" آبرو کی یہ سب باتیں اس سوچ بچار کا نتیجہ تھیں جو پچھلے کئی دنوں سے جاری تھی۔

"وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے اندازہ ہوا کہ یہ جو سب ہوا یہ اسی طرح ہونا طے تھا، ہم کسی کو اسکا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے!" آبرو کی بات پر شاہزین بولنے لگا۔

"مگر ہم ہر چیز کا الزام قسمت کو تو نہیں دے سکتے نا! اپنے، بہت سے اعمال کا قصوروار میں خود ہوں، وہ سب قدم اٹھانا میرے اپنے اختیار میں تھا کیونکہ نہ میں مجبور تھا نہ بے بس!" اسکی بات پر آبرو خاموش رہی، یہ موضوع وہ دوبارہ چھیڑنا نہیں چاہتی تھی جبکہ دوسری جانب شاہزین اس وقت خود اذیتی کے مراحل سے گزر رہا تھا، پچھتاوے دیمک کی طرح اسے اندر ہی اندر کھا رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی اور بات ہوتی فیاض صاحب اندر داخل ہوئے،

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟ مزید کتنا وقت لگے گا؟" انکے آنے پر آبرو نے شاہزین کی صحت کے متعلق ان سے سوال کیا،

"ابھی تو کیموتھراپی کے صرف دو سیشنز ہوئے ہیں، جس سے زیادہ تو نہیں پر کچھ بہتری ضرور آئی ہے، اس کے علاوہ ڈاکٹرز کافی پر امید ہیں مگر اکثر ایک دم اسکی حالت بہت بگڑ جاتی ہے" وہ شاہزین کی جانب دیکھتے آبرو کو جواب دے رہے تھے۔

"میری ایک گزارش ہے بیٹا!" انہوں نے آبرو کی جانب دیکھا،

"ہو سکے تو یہاں آتی رہا کرو بیٹا، میں جانتا ہوں کہ یہ مشکل ہے پر دراصل میں کچھ دنوں کے لیے اپنے دوسرے بیٹے شہریار کے پاس جا رہا ہوں، جس کی وجہ سے شاہزین یہاں بالکل اکیلا ہو جائے گا" شہریار کا نام سنتے آبرو کے کان ایک دم کھڑے ہوئے، وہ اسے رتبہ کے توسط سے جانتی تھی، اسکے چہرے پر آتی الجھن دیکھتے فیاض لاشاری مناسب الفاظ میں اسے شہریار کے ساتھ پیش آئے حادثے کی تفصیلات دینے لگے، جنہیں سنتے آبرو کے دماغ میں صرف ایک بار چل رہی تھی کہ کیا قدرت اتنی جلدی، ایسا بھرپور انصاف کر سکتی ہے؟ اسکی بہن پر بہتان لگانے والے، اسے تکلیف پہنچانے والے شخص کا اگر وہ کچھ نہیں بگاڑ سکی تو قدرت نے اسے کسی قابل نہیں چھوڑا! دل میں ایک اطمینان در آیا کہ جب قدرت خود انصاف کرتی ہے تو بڑے سے بڑے لوگ اسکے آگے زیر ہو جاتے ہیں! کچھ دیر مزید وہاں بیٹھنے کے بعد وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی،

آپ پریشان مت ہوں، میں پوری کوشش کروں گی کہ یہاں آتی رہوں" وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کہتے باہر کی جانب چل پڑی، دل پر پڑا ایک بوجھ اتر گیا تھا، آنکھوں" کے سامنے ایک دم صالحہ بیگم کا مسکراتا ہوا چہرہ آیا، دل میں بے اختیار سکون اترنے لگا، وہ قدم جسے اٹھانے کی ہمت جمع کرنے میں اسے اتنا وقت لگا تھا آخر وہ اسے کر گزری تھی اور تاریخ گواہ ہے کہ پہلا قدم سب سے مشکل ہوتا ہے !

وقت اپنی طے کردہ رفتار سے گزر رہا تھا، آج صالحہ بیگم کو ان سے بچھڑے تین ماہ ہو گئے تھے چونکہ آج چھٹی کا دن تھا تو وہ تاشفین کے ساتھ اصباح کی طرف آئی تھی۔ رات کا کھانا انہیں کے ساتھ کھاتے وہ اس وقت اصباح کے کمرے میں بیٹھی تھی جو تقریبا ایک ہفتے بعد آفاق کے ساتھ دوسرے شہر جانے والی تھی۔ کچھ روز پہلے ہی آفاق کا تبادلہ کا مرہ ہوا تھا اور اس بار وہ اصباح کو بھی اپنے ساتھ لے کر جا رہا تھا۔ دوسری جانب سب کے باہمی مشورے پر وہ کچھ ماہ تک رتبہ اور زاویار کی شادی بھی طے کرنے والے تھے۔ وہ یونہی خیالوں میں گم بیٹھی تھی کہ اصباح کمرے میں داخل ہوئی،

تمہارے لیے چائے لاؤں؟" وہ باقی سب کو چائے دیتے اس کے پاس آئی تھی۔"

نہیں! رہنے دو!" آبرو نے اسکا تھامتے اسے روکا"،

ادھر آؤ، میرے پاس بیٹھو۔۔۔۔ نجانے پھر تم سے کب یوں آمنے سامنے بیٹھ کر بات ہو گی" آبرو کے چہرے پر مسکراہٹ جبکہ لہجے میں اداسی تھی۔ اسکی بات پر۔ اصباح" نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھا اور اسکے ساتھ بیٹھ گئی۔

urdunovelsblog

تم فکر مت کرو آبرو، میں نے آفاق سے بات کی تھی، ہم ہر دو ماہ بعد تم سب سے ملنے ضرور آیا کریں گے" اصباح مسکرائی، آبرو جانتی تھی کہ اسکے لیے بھی ان سے دور جانا" آسان نہیں! اسکی بات پر آبرو مسکراتے ہوئے بولنے لگی۔

بس تم اپنا خاص خیال رکھنا اصباح، صحت کے بارے میں بالکل بھی لاپرواہی مت کرنا!" وہ اسے نصیحت کرنے لگی۔"

جب کبھی خود کو تنہا محسوس کرو یا کسی بھی بات پر دل اداس ہو تو فوراً مجھے کال کر لینا" وہ پہلی بار یوں ان سے دور جا رہی تھی۔"

تم بھی اپنا، رتبہ اور حرم کا خیال رکھنا آبرو، میں وہاں جا کر تم سب کو بہت مس کروں گی" اسکے لہجے میں ایک دم نمی گھلنے لگی۔"

ہم بھی تمہیں مس کریں گے اصباح مگرہاں تم روز ہمیں کال کیا کرنا بلکہ ۔۔۔۔۔میں خود روز تم سے بات کیا کروں گی "اس نے ہاتھ بڑھاتے اسکی آنکھوں سے نکلتے آنسو" صاف کیے، جس پر اصباح ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسکے گلے لگ گئی۔ آبرو نے بھی فوراً اسکے گرد حصار باندھتے اسے اپنے قریب کیا۔ماں کے چلے جانے کے بعد آپکی بہنیں ہی آپ کے لیے وہ واحد رشتہ بن جاتی ہیں، جن کے سامنے انسان اپنے دل کا حال کھل کر بیان کر سکتا تھا۔

واپسی پر ان دونوں کو کافی دیر ہو گئی تھی۔گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تاشفین کافی دیر سے آبرو کی خاموشی محسوس کر رہا تھا۔آدھا راستہ گزر جانے کے باوجود ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی،اس اداسی کی وجہ سے وہ بخوبی واقف تھا مگر اسے یوں مسلسل اداس دیکھنا تاشفین کے لیے بہت مشکل تھا۔

،کس دن کی فلائٹ ہے انکی ؟"تاشفین کی آواز نے بالآخر خاموشی کا سکوت توڑا"

اس جمعے کی !"مختصر جواب دیتے تاثرات اب بھی وہی تھے۔"

فلائٹ کی ٹائمنگ کیا ہیں ؟"ایک اور سوال۔"

شام سات بجے !"ایک بار پھر مختصر جواب۔"

چلو پھر تو ہم انہیں سی آف کرنے کے لیے ایئرپورٹ ضرور جائیں گے "تاشفین نے مسکراتے ہوئے کہا، جس پر آبرو نے اثبات میں سر ہلایا۔اسکے ذہن میں اس وقت" سوچوں کا ایک جال موجود تھا، جس میں اُلجھتے وہ آس پاس موجود کوئی بھی چیز محسوس نہیں کر پا رہی تھی کہ ایک دم تاشفین نے اپنا ہاتھ،اسکے گود میں رکھے ہاتھ پر رکھا، آبرو نے فوراً اس جانب دیکھا،

،اصباح کے لیے پریشان ہو؟"وہ اسکی پریشانی سے بخوبی واقف تھا۔آبرو نے ایک لمحے کا توقف دیتے اثبات میں سر ہلایا"

وہ پہلی بار ہم سے اتنی دور جا رہی ہے، میں اسکے لیے بہت فکر مند ہوں تاشفین، وہ اپنی صحت کے بارے میں بہت لاپرواہ ہے، اپنا بالکل خیال نہیں رکھتی، یہاں تو پھوپھو" اسکے ساتھ تھیں اس لیے میں بے فکر تھی مگر اب وہ وہاں نئے شہر میں اکیلی ہو گی "وہ ایک ہی بار میں اپنی ساری الجھن اسکے سامنے رکھ چکی تھی۔

وہ اکیلی نہیں ہے آبرو، آفاق اس کے ساتھ ہو گا اور جہاں تک میں اسے جانتا ہوں، وہ اپنی ہر ذمہ داری بخوبی ادا کرنے والوں میں سے ہے !"تاشفین نے ممکن طور پر اسے" تسلی دینا چاہی۔

urdunovelsblog

میں جانتی ہوں تاشفین مگر پھر بھی میرا دل اسکے لیے بہت پریشان ہے" صالحہ بیگم کے جانے کے بعد وہ اپنی بہنوں کے لیے مزید سنجیدہ ہوگئی تھی اور یہ بات تاشفین کافی" دنوں سے محسوس کر رہا تھا۔

پریشان مت ہو آبرو، اللہ سے اچھے کی امید رکھو، ویسے بھی تم روز اسے کال کرتے ساری تفصیلات لیتی رہا کرنا، مجھے امید ہے کہ اس طرح تمہاری پریشانی میں کچھ کمی آجائے" گی" اسکی بات پر آبرو کے چہرے پر کچھ اطمینان اترا، وہ ٹھیک کہہ رہا تھا، جب اصباح سے رابطے کا ذریعہ ہر وقت اسکے پاس ہوگا تو یقیناً وہ اس سے ہر لمحہ باخبر رہا کرے گی۔ تاشفین کی باتوں نے ہمیشہ کی طرح آج بھی اسکی پریشانی کو دور کر دیا تھا۔

ہاسپٹل والے مجھے ایک سیمینار اور کچھ ورک شاپس کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لیے کراچی بھیجنا چاہتے ہیں" تاشفین کی بات پر اسکی توجہ کا مرکز تبدیل ہوا۔"

،اوہ تو کب جانا ہے آپکو؟" آبرو نے فوراً سوال کیا"

جانا تو اگلے ہفتے ہے پر میں نے ابھی انہیں کوئی جواب نہیں دیا، سوچا پہلے ایک بار تم سے بات کرلوں!" اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیا مگر" ،اس سے پہلے کہ آبرو کوئی جواب دیتی تاشفین دوبارہ بولا

،دراصل میں یہ چاہ رہا تھا کہ اس بار بھی اگر تم میرے ساتھ چلو تو۔۔۔۔۔" اس نے آبرو کی جانب دیکھتے بات ادھوری چھوڑی"

اگر تمہارے لیے چھٹی لینا آسان ہے تو بتا دو ورنہ پھر مجھے اکیلے ہی جانا ہوگا" اس بار بھی اسکے کچھ کہنے سے پہلے تاشفین چہرے پر مایوسی کا تاثر لیے بولنے لگا۔"

"ایک ہفتے کی چھٹی۔۔۔۔"

اگر تم چاہو تو تمہاری چھٹی کے لیے میں بات کرلیتا ہوں" تاشفین دل سے چاہتا تھا کہ آبرو اس بار بھی اسکے ساتھ جائے مگر وہ جانتا تھا کہ آبرو صالحہ بیگم کی وفات پر بھی کافی" دنوں کی چھٹی پہلے ہی لے چکی تھی۔

آپ میری پوری بات تو سن لیں تاشفین!" وہ خفگی سے بولی، جس پر تاشفین کو احساس ہوا کہ واقعی تب سے صرف وہ اپنے اندازوں کی بنیاد پر ایک کے بعد ایک رائے پیش" کر رہا تھا۔

،میں ایک ہفتے کی چھٹی لے لوں گی، آپ پریشان مت ہوں، بس میری ایک شرط ہے!" آبرو کی بات پر تاشفین کے ہونٹ بے اختیار ایک خوشگوار مسکراہٹ میں ڈھلے" مجھے تمہاری ہر شرط قبول ہے!" وہ خوشی میں اتنا کھو چکا تھا کہ آبرو کے لہجے کی شرارت محسوس نہ کر سکا۔"

urdunovelsblog

،سوچ لیں ایک بار!"آبرو نے بھنویں اچکاتے اسکی جانب دیکھا"

سوچ لیا!"تاشفین نے فوراً جواب دیا۔"

چلیں پھر طے ہوا کہ اس بار ساری پیکنگ آپ کریں گے اور وہاں جا کر جہاں میں کہوں گی وہاں جائیں گے بغیر کوئی اعتراض کیے!"اسکے خاموش ہوتے ہی تاشفین بولنے" ،لگا

دوسری بات پر تو مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر یہ پیکنگ۔۔۔"وہ دونوں جانتے تھے کہ پیکنگ کرنا اسے کتنا ناپسند ہے۔"

ڈاکٹر تاشفین آپ انکار کا حق پہلے ہی کھو چکے ہیں، اس لیے اب اس شرط کو ماننے کے علاوہ آپکے پاس اور کوئی راستہ نہیں!"وہ مسکراتے ہوئے بولی جبکہ اسکے چہرے پر آیا" اطمینان اور خوشی دیکھتے تاشفین کے دل میں سکون اترا، بالآخر وہ اسکی پریشانی دور کرنے میں کامیاب ٹھہرا تھا۔

سورج کی روشنی پورے آسمان کو منور کر رہی تھی، سڑک پر دوڑتی اس گاڑی کی منزل شہر کے وسط میں موجود ایک دارالامان کی جانب تھی، جس کا افتتاح کچھ روز پہلے ہی کیا گیا تھا۔ڈرائیونگ سیٹ پر اس وقت فواد موجود تھا جبکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر شاہزین فون کان سے لگائے فیاض لاشاری سے بات کر رہا تھا، جنہیں شہریار کے پاس گئے تقریباً ایک ماہ ہونے والا تھا۔

جی ڈیڈ میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ پریشان مت ہوں"وہ سر پر پہنی کیپ درست کرتا بولا، دس دن پہلے وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہوا تھا کیونکہ ڈاکٹرز کے مطابق اسکی صحت" اب پہلے سے بہت بہتر تھی۔

میں اب سگریٹ نہیں پیتا ڈیڈ، آپ چاہیں تو فواد سے پوچھ لیں"گاڑی پارکنگ میں کھڑی کرتے وہ دونوں گاڑی سے اترے کہ شاہزین نے فون فواد کی جانب بڑھایا اور" ،اسے بات ختم کر کے اندر آنے کا اشارہ دیتے وہ اندر چلا گیا جبکہ پیچھے فیاض لاشاری سے بات کرتے فواد کے تاثرات ایک دن سنجیدہ ہوئے

شاہزین اپنا بالکل خیال نہیں رکھتا انکل اور۔۔۔۔"اسکی بات جاری تھی، وہ انہیں شاہزین کی ذہنی حالت کے بارے میں آگاہ کرنے لگا، جس میں آتی تبدیلی وہ کافی دنوں" سے محسوس کر رہا تھا جبکہ دوسری جانب دارالامان کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑا شاہزین، ہونٹوں پر پرسکون مسکراہٹ لیے سامنے درج اپنے والدین کا نام دیکھ رہا تھا۔اس نے اس دارالامان کا نام صالحہ بیگم اور حیات صدیقی کے نام پر رکھا تھا۔ ہسپتال سے ڈسچارج ہوتے ہی اسکی ساری توجہ کا مرکز یہ دارالامان تھا، جسکی ترقی اب اسکی زندگی کا واحد مقصد تھا۔وہ زندگی بھر اپنے کیے تمام برے اعمال کا کفارہ یتیموں، مسکینوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے ادا کرنا چاہتا تھا کہ شاید اسی طرح وہ اپنے ملامت

کرتے ضمیر کو کچھ سکون دے سکے۔ وہ روز فواد کے ساتھ یہاں آتا پورا دن یہاں گزارتے خود کو سکون دینے کی کوشش کرتا، آج وہ یہاں خاص طور پر ایک شخص سے ملنے آیا تھا۔ وہ ریسیپشن سے اسکی معلومات لیتے اسکے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے اسکی نظر سامنے بیٹھے اس سفید بالوں والے ضعیف شخص پر پڑی، جو بے تاثر چہرہ لیے خلا میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہا تھا۔ شاہزین کے اندر داخل ہونے پر اس نے شاہزین کو پہچاننے کی کوشش کی، آنکھوں میں شناسائی کی مدھم رمق ابھرتے ہی ماند پڑ گئی اور وہ دوبارہ سامنے دیوار پر لگی تصاویر کو دیکھنے لگا۔ شاہزین کی نظر اس کی زرد پڑتے رنگ سے ہوتی اسکی ہاتھوں کی جلد پر گئی جو بڑھتی عمر کی وجہ سے سمٹ گئی تھی۔ شاہزین کو بے اختیار جھرجھری آئی، قدرت کا انصاف اسکی آنکھوں کے سامنے تھا۔ سامنے بیٹھا شخص کوئی اور نہیں بلکہ "غفار" تھا، وہی غفار جس نے حیات سے اسکی اولاد اور شاہزین سے اسکی اصل پہچان چھینی تھی۔ پچھلے ماہ اپنی بیوی کی وفات کے بعد غفار کی صحت بہت بگڑ گئی تھی، اس گھر کی تنہائی اپنے بیٹے اور بیوی کی یادیں، اپنے گناہوں کا پچھتاوا اسے سکون نہیں لینے دے رہا تھا۔ کچھ روز بعد ہی گھر کے ایک ملازم کو وہ اپنے کمرے کے واشروم میں بے ہوش پڑا ملا، پھسلنے کے باعث اسکا سر زور سے زمین پر لگا تھا، سر سے بہتا خون دیکھتے وہ ملازم اسے فوراً ہسپتال لے آیا، جہاں آنے پر انہیں علم ہوا کہ سر پر گہری چوٹ کے باعث وہ اپنی یاداشت کھو چکا تھا، کچھ ہی روز گزرے تو اسے پاگل پن کے دورے پڑنے لگے اور اسکے گھر میں موجود آخری ملازم بھی نوکری چھوڑ کر چلا گیا۔ انہیں دنوں کمپنی کے کسی آدمی نے شاہزین کو غفار کی حالت کے بارے میں بتایا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج وہ اس دارالامان میں موجود تھا۔ اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے شاہزین پلٹا، پیچھے فواد کھڑا تھا۔ شاہزین نے گہری سانس لیتے دروازہ بند کیا اور فواد کے ساتھ چلتا اس دارالامان میں بنے اپنے آفس کی جانب چل پڑا۔ شام کے پہر واپس گاڑی میں بیٹھتے فواد بولنے لگا،

"تو پھر بتاؤ آج کھانا کھانے کہاں جانا ہے؟" اسکی بات پر شاہزین نے ایک نظر موبائل کی سکرین پر ڈالی، آج کی تاریخ دیکھتے اسکے تاثرات کچھ سنجیدہ ہوئے،

"فواد آج مجھے کہیں اور جانا ہے"

"کہاں؟ بتاؤ میں ساتھ چلتا ہوں"

"نہیں یار، میں وہاں اکیلے جانا چاہتا ہوں" شاہزین کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"اچھا چلو پھر بتاؤ کہاں جانا ہے، میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں" فواد کی نظریں آسمان پر چھاتے اندھیرے پر تھیں۔

"قبرستان!" فواد نے چونک کر اسکی جانب دیکھا وہ سنجیدہ تاثرات لیے اسے دیکھ رہا تھا جبکہ شاہزین اپنی بات دہراتا بولا،

"مجھے قبرستان جانا ہے" اسکے موبائل پر نظر آتی تاریخ کے مطابق آج صالحہ بیگم کو اس دنیا سے گئے پورے چار ماہ بیت گئے تھے۔

urdunovelsblog

سورج آہستہ آہستہ آسمان کے کناروں پر جھکنے لگا تھا، جیسے پگھلا ہوا سونا سمندر کے پانی میں اُتر رہا ہو۔ لہروں کی ہلکی ہلکی سرگوشیاں ساحل سے ٹکرا کر واپس لوٹ رہی تھیں۔ پانی پر سورج کی سنہری اور سرخی مائل کرنیں بکھری ہوئی تھیں اور ڈوبتے سورج کی چمک ریت پر خوابوں جیسے رنگ بکھیر رہی تھی۔ ساحل پر اس وقت رش بہت کم تھا کیونکہ ان دونوں نے یہاں آنے کے لیے پیر کا دن منتخب کیا تھا، جب لوگوں کا رش کم اور ساحل پر سکون ہو۔ سیاہ ٹراؤزر کے ساتھ آسمانی رنگ کی شرٹ پہنے وہ آبرو کی جانب دیکھ رہا تھا، جو ہلکے گلابی رنگ کا لباس پہنے اسکے ساتھ ساحل کی ریت پر چل رہی تھی، اسکے چہرے پر مسکراہٹ جبکہ ہاتھ تاشفین کے ہاتھ میں تھا۔ وہ چلتے چلتے کافی آگے آگئے تھے، ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا موسم اور ان لمحوں کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔ ان کے قدموں کے نشان لہروں کے ساتھ مٹ رہے تھے اور ان کے سائے لمبے ہو کر شام کے رنگوں میں گم ہونے لگے تھے۔ آج انکا کراچی میں آخری دن تھا، کل صبح کی فلائٹ سے وہ واپس لاہور جا رہے تھے، یہ سات دن انکی زندگی کے یادگار دن تھے۔ تاشفین کی ہمراہی نے آبرو کے لیے یہ دن مزید خوبصورت بنا دیے تھے جبکہ دوسری جانب تاشفین کے لیے تو اسکے ساتھ گزارا ہر لمحہ ہی خوبصورت اور پرسکون محسوس ہوتا تھا۔

میری ساحلِ سمندر پر ڈوبتے سورج کو دیکھنے کی خواہش آج پوری ہوگئی "آبرو نے مسکراتے ہوئے اس منظر کی جانب دیکھا، جہاں کچھ دیر میں سورج مکمل طور پر ڈھلنے والا" تھا۔ اسکی بات پر تاشفین نے مسکراتے ہوئے اسکے چہرے کی جانب دیکھا، جس پر خوشی کے واضح تاثرات اسے سکون دے رہے تھے۔

اور تمہارے ساتھ یہ منظر دیکھنا میری خواہش تھی، جو آج پوری ہوگئی! "تاشفین نے مسکراتے ہوئے بات مکمل کی جس پر آبرو کے رخسار گلابی نظر آنے لگے، اسکے ساتھ" قدم اٹھاتا یہ شخص کسی نعمت سے کم نہ تھا، جو خدا نے اسے اسکی ساری تکالیف اور صبر کے صلے میں عطا کی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ آسمان کے رنگ بدلتے گئے اور سورج مکمل طور پر سمندر کی لہروں میں ڈوب گیا۔

وہ سامنے رکھے پھول گلدان میں لگاتے، اب اسے لاؤنج کے درمیان پڑے ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔ ایسے ہی چھوٹے چھوٹے گلدان اس گھر کے ہر کونے میں موجود تھے۔ انہیں یہاں آئے ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ پہلے دو دن تو آفاق پورا دن گھر پر اسکے ساتھ موجود تھا مگر تیسرے روز آفاق کے ڈیوٹی پر جانے کے بعد اسے تنہائی کا احساس بخوبی ہو گیا تھا۔ پورا دن اکیلے گھر پر گزارنا اسکے لیے بہت مشکل تھا۔ آبرو، رابعہ بیگم، مہمل، رتبہ سب سے بات کرتے وقت گزارنے کی کوشش بھی ناکام گئی کیونکہ ایک گھنٹے سے زیادہ وہ ان سے بات نہیں کر سکی۔ اسکے بعد گھر میں صرف وہ تھی اور اسکی تنہائی! سامان کو سیٹ کرتے خود کو مصروف کرنے کی ایک اور کوشش کی مگر بے سود! اس دوران اسے تین بار خود آفاق نے کال کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت وہ کن کیفیات سے گزر رہی ہوگی۔ ہر بار جب اسکا دل اداس ہوتا تو کچھ دیر بیٹھ کر آنسو بہا لیتی اور پھر اپنے آپ کو مصروف کرنے کی نئی مہم پر نکل پڑتی۔ دوپہر کا کھانا بنانے کے بعد بھی صرف دوپہر کے تین بجے تھے اور آفاق کی واپسی میں ابھی چار گھنٹے باقی

تھے۔اکیلے بیٹھ کر کھانا کھانے کی کوشش کی تو بے اختیار گزرے دن یاد آنے لگے، جب وہ سب مل کر ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے اور ان یادوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کھانا کھائے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی۔آج کا دن اسکے لیے بہت طویل تھا، کمرے میں آتے ہی اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور سب کی تصاویر دیکھتے ایک بار پھر رونے لگی، تنہائی کتنی جان لیوا ہے اسے اب احساس ہو رہا تھا۔کچھ دیر آنسو بہاتے اس نے آفاق کو کال ملائی مگر دوسری جانب سے کال نہ اٹھائے جانے پر افسوس، خفگی بھرے تاثرات لیے بوجھل دل سے موبائل کو واپس رکھتے لیٹ گئی اور ایک بار پھر یادوں کا سمندر اسے اپنے اندر غرق کرنے لگا اور وہ روتے روتے سو گئی۔اس کے پاس ہر مشکل، ہر پریشانی کا ایک ہی حل تھا، آنسو بہا لینا! اس روز آفاق کو بھی واپسی پر کافی دیر ہو گئی تھی جبکہ اصباح اسکی واپسی تک اپنی طبیعت کافی خراب کر چکی تھی، جس کی وجہ صبح سے بھوکے رہنا اور بار بار رونا تھا۔آفاق کے واپس آنے پر وہ اپنی اس تنہائی کا ذمہ دار وہ اسے ٹھہرانے لگی اور پہلے روز ہی مطالبہ کیا کہ وہ واپس جانا چاہتی ہے، جس پر آفاق نے اسے بہلاتے ہوئے منایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جذبات میں آ کر ہی وہ یہ سب کہہ رہی ہے۔اس روز کے بعد آفاق روز وقت پر گھر آ جاتا، خاص کر شروع کے دنوں میں، مصرفیات نہ ہونے اور اداسی کی وجہ سے وہ اکثر یونہی روتے ہوئے پائی جاتی مگر اب ایک مہینہ گزرنے کے بعد وہ کافی حد تک سنبھل گئی تھی، جس کی وجہ وہ مصروفیات تھیں جن میں اسے گزرتے وقت کا علم ہی نہیں ہوتا تھا۔تقریباً ایک ہفتے بعد ہی آفاق اسے اپنے ساتھ نرسری لے کر گیا تھا اور اسکی پسند کے تمام پودے خریدتے ایک بڑی خوشی تو وہ اسے دے ہی چکا تھا۔اس گھر میں اسکے لیے ایک الگ باغیچہ تو نہیں تھا مگر اپنے دونوں بالکنیز کو وہ باغیچے کی صورت استعمال کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔آس پاس رہنے والے لوگوں میں اصباح اپنی ہم عمر ایک دوست بھی تلاش کر چکی تھی، جو دن کے وقت اکثر اسکے پاس آ جاتی یا اصباح اسکے گھر چلی جاتی اور یوں اسے وقت گزرنے کا احساس نہ ہوتا۔

تمام گلدانوں کے پھول تبدیل کرتے وہ اٹھی، اب بس ایک آخری گلدان رہتا تھا، جس میں وہ گلاب کے پھول لگانے کا ارادہ رکھتی تھی، وہ ابھی گلاب کے پھولوں کو ہاتھ میں لیے گلدان کی مناسبت سے سیٹ کر رہی تھی کہ کہ دروازے پر دستک ہوئی، نظر گھڑی پر جاتے ہیں اسے اندازہ ہو گیا کہ آنے والا کون ہے! چہرے پر مسکراہٹ اور ہاتھوں میں غیر ارادی طور پر پکڑے گلاب لیے وہ دروازے کی جانب بڑھی اور دروازہ کھولا۔توقع کے عین مطابق آنے والا آفاق تھا۔اصباح نے سلام کرتے اسے اندر آنے کا راستہ دیا، جس پر آفاق کی نظر سلام کا جواب دیتے اسکے ہاتھ میں موجود گلاب کے پھولوں پر پڑی اور پھر ٹیبل پر رکھے اس گلدان پر، ذہن مین ایک خیال آیا اور اس نے مسکراتے ہوئے وہ پھول اصباح کے ہاتھ سے لیے۔

"تھینک یو! ویسے کافی اچھا انداز ہے شوہر کو ویلکم کرنے کا!" پھولوں کی خوشبو کو محسوس کرتے آفاق نے اصباح کی جانب دیکھا، جسے اس کی بات سمجھنے میں کچھ وقت لگا تھا مگر بات سمجھ آتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدلے اور اس نے ہاتھ بڑھاتے وہ پھول اسکے ہاتھ سے واپس لے لیے، وہ اب ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے اسے جواب دے رہی تھی، جس پر وہ اسی کے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔زندگی میں خوشیاں ایک بار پھر غموں کی زنجیر کو توڑتے داخل ہو رہی تھیں۔

رات کا اندھیرا ہر سو پھیل چکا تھا، سردیوں کی خنک رات میں سب لوگ لحاف میں دبکے خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ سیاہ آسمان کو بادل آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لینے لگے، فاصلوں کو عبور کرتے بادل آپس میں ملنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس اتحاد کا نتیجہ زمین کی خشک مٹی پر اپنے نقش چھوڑنے لگا۔ کچھ ہی لمحوں بعد ایک بوند سے شروع ہونے والی بارش، طوفانی بارش کا روپ اختیار کر گئی۔ زمین پر موجود مٹی کیچڑ کا روپ دھارنے لگی، تیز بارش کے ساتھ گرجتے بادل اپنے باہمی اتحاد کا اعلان کر رہے تھے۔ اِس پہر قبرستان میں مکمل تاریکی کا راج تھا، بارش کی بوندیں قبروں کی مٹی پر گرتے ہی جذب ہونے لگیں کہ اچانک ایک بار پھر بادل زور سے گرجے، آسمان لمحے بھر کو روشن ہوا اور ایک درخ کے نیچے دو قبروں کے قریب کسی وجود کا گمان ہوا، آسمان ایک بار پھر تاریک ہو گیا، چند لمحے بعد دوبارہ بجلی چمکی، بادل گرجے اور آسمان پھر سے روشن ہوا، تو معلوم ہوا کہ ان دو قبروں کے درمیان وہ وجود گمان نہیں حقیقت ہے اور وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ شاہزین لاشاری ہے!

وہ سیاہ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس اس سیاہ رات کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ قبروں کے درمیان موجود تنگ جگہ پر بیٹھے وہ اِس وقت بِلک بِلک کر رو رہا تھا، بارش کی بوندیں اُس کے چہرے سمیت پورے وجود کو بھگو چکی تھیں۔ اُس کے آنسو اب بارش کی بوندوں کا حصہ بننے لگے۔ وہ کبھی ایک قبر پر ہاتھ پھیرتا تو کبھی دوسری پر۔ وہ ان دونوں قبروں کی مٹی کو اپنے سینے سے لگاتا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ دل میں آج بھی وہی حسرت تھی کہ کاش وہ ان قبروں میں لیٹے لوگوں کو ایک بار سینے سے لگا پاتا، صرف ایک بار! اُس پر برستی بارش، سرد رات، چمکتی بجلی کوئی اثر مرتب نہ کر رہے تھے، وہ ہر چیز سے بے نیاز با آواز رو رہا تھا۔ اُس کے ہر آنسو میں تکلیف تھی، افسوس تھا، ملال تھا، درد تھا اور پچھتاوا تھا!

وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی سوجھی ہوئی آنکھوں کو مَسلتا ان قبروں کے کتبوں کی جانب بڑھ گیا اور باری باری روتے ہوئے اُن کتبوں پر لکھے حیات صدیقی اور صالحہ بیگم کے ناموں کو چومنے لگا۔ کاش زندگی ایک بار اسے ان دونوں کی پیشانی چومنے کا موقع دیتی، کاش! روتے روتے اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی، وہ کتبوں کو چومتا اٹھ کھڑا ہوا اور دائیں جانب موجود قبر میں لیٹے انسان کے پیروں کے ساتھ لپٹ گیا۔ کاش زندگی اسے ایک موقع دیتی اور وہ ان پیروں سے لپٹتے اپنی ہر غلطی، ہر خطا کی معافی مانگ لیتا، کاش! وہ زار و قطار رو رہا تھا، اگر آج کوئی اُسے اِس حال میں دیکھ لیتا تو وہ کبھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ کر پاتا، زندگی نے اِسے آسمان سے زمین پر بڑی شدت سے لا پٹخا تھا۔ یہ مقام، یہ تکلیف، یہ پچھتاوے اس کا حاصلِ زیست تھا، وہ زندگی میں سب حاصل کر کے بھی خالی ہاتھ رہ جانے والوں میں سے تھا۔

اک دم وہ کھانسنے لگا، کھانستے کھانستے اُس کے منہ سے مائع بہنے لگا، اُس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے کُرتے کی جیب سے رومال نکالتے اپنا منہ صاف کیا، سفید رومال پر گہرا سرخ رنگ اپنے نقش چھوڑ چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ مائع کچھ اور نہیں بلکہ خون ہے۔

urdunovelsblog

قبرستان آنا اُس کے معمول میں شامل تھا، اسکی طبیعت میں کچھ بہتری آنے پر فیاض لاشاری شہریار کے پاس چلے گئے تھے اور ان کے جانے کے بعد پچھلے ایک ماہ سے وہ اکثر رات یہیں اِس قبرستان میں گزارتا اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے واپس چلا جاتا۔ یہاں آکر اُس کے لب مکمل طور پر سل جاتے، صرف آنکھوں کو اجازت ہوتی کہ وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ گریہ زاری کرتے گزرے وقت پر ماتم کر سکیں مگر آج کی رات گزری تمام راتوں سے کچھ مختلف تھی، پچھلی تمام راتوں سے زیادہ تاریک اور طویل! اور تاریک راتوں کے بعد طلوع ہونے والے دن بھی اکثر اُنہیں راتوں کے زیرِ اثر تاریک ہوا کرتے ہیں اور بلاشبہ یہ رات بہت تاریک تھی، بہت تاریک

:- پانچ سال بعد

گھڑی اس وقت صبح کے آٹھ بجا رہی تھی، آسمان مکمل طور پر سورج کی روشنی سے منور ہو چکا تھا۔ زمین پر بسنے والے انسان اور فضا میں اڑنے والے چرند پرند سب پرواز کرتے اپنے اس رزق کی تلاش میں نکل چکے تھے، جس کا وعدہ اس کائنات کے مالک نے ان سے کیا ہے۔ وہ سبرینہ کے کمرے سے نکلتے سیڑھیوں کی طرف بڑھی کہ نظر کچھ فاصلے پر رکھے ٹیبل پر پڑے کیلنڈر پر پڑی، دو دن بعد ان کی شادی کو پورے پانچ سال مکمل ہونے والے تھے۔ وقت نے صحیح رفتار پکڑی تھی، بعض اوقات گزرے لمحے اور سال انسان کو محض ایک خواب کی مانند محسوس ہوتے ہیں جو کبھی افسردہ تو کبھی خوشگوار ہوتے ہیں۔ اسی لمحے اسکی نظر گھڑی کی جانب اٹھی، لیٹ ہونے کے ڈر سے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ دروازہ کھولتے ہی اسکی نظر سامنے کے خوبصورت منظر پر پڑی جہاں تین سالہ آئرہ تاشفین کی گود میں بیٹھی اپنے ہاتھ ہلاتے اسے کوئی بات سمجھا رہی تھی جبکہ تاشفین اسکی بات سمجھتے ہوئے اسکے بال بنا رہا تھا۔ ان دونوں کی نظر ایک ساتھ آبرو پر پڑی جو مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"آئرہ بیٹا میرے پاس آجاؤ، میں آپکے بال بنا دیتی ہوں" آبرو اندر داخل ہوتے بولی

"ڈونٹ وری ماما، بابا کرلیں گے" وہ فخریہ انداز میں تاشفین کی جانب دیکھتی بولی، جو واقعی بہت نفاست سے اسکے بال بنا رہا تھا۔

"مگر بابا لیٹ ہو رہے ہیں، میری جان!" آبرو کو معلوم تھا کہ آج تاشفین کو جلدی ہسپتال جانا تھا۔

"کوئی بات نہیں آبرو، میں کرلوں گا، تم بھی تیار ہو جاؤ، کافی ٹائم ہو گیا ہے" اس بار بولنے والا تاشفین تھا۔ اسکی بات پر آبرو اثبات میں سر ہلاتے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی اور آئینے میں نظر آتا اپنا اور پیچھے بیڈ پر بیٹھے تاشفین اور آئرہ کا عکس دیکھنے لگی، ان پانچ سالوں میں زندگی کتنی بدل گئی تھی! ان آزمائشوں کے بعد زندگی میں کتنی راحت آئی تھی جو شاید انکے صبر کا پھل تھا۔ وہ وہیں کھڑی تھی کہ تاشفین اور آئرہ اٹھ کھڑے ہوئے،

"آج آئرہ کس کے ساتھ سکول جائے گی؟" تاشفین نے آج بھی وہی سوال کیا جو روز اس پہر وہ آئرہ سے کرتا تھا۔

بابا کے ساتھ!" آئرہ اس کی ٹانگ سے لپٹتے اونچی آواز میں بولی، اس کا جواب بھی وہی تھا جو وہ روز اسی انداز میں دیا کرتی تھی۔ تاشفین نے جھک کر اسے اپنے ساتھ لگایا اور اسکا ماتھا چومتے ایک نظر آبرو پر ڈالی جواب پلٹ کر انہیں دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ جب سے آئرہ نے سکول جانا شروع کیا تھا، یہ انکا معمول تھا کہ تاشفین اسے سکول چھوڑتا اور آبرو واپسی پر اسے ساتھ لے کر آتی۔ آبرو کی نظریں ان دونوں پر تھیں جو اسکے لیے اپنی زندگی میں سانس لینے جتنے اہم تھے۔ آئرہ اب دوبارہ تاشفین سے کچھ کہہ رہی تھی، اسکی بات چاہے کتنی ہی غیر ضروری ہو مگر تاشفین بہت تحمل سے ہر بار اسکی بات سنتا تھا۔ وہ بابا کی لاڈلی تھی اور بابا اس کے فیورٹ! اسکے سارے نقوش تاشفین جیسے تھے جبکہ سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں آبرو سے چرائی تھیں۔ وہ اپنی عادات میں بھی بالکل تاشفین جیسی تھی نرم دل اور خوش مزاج!

"آئرہ بیٹا، آپ جا کر اموجان سے ملو میں آپ کا بیگ لے کر آرہا ہوں" تاشفین کی بات پر وہ پہلے آبرو کی جانب آئی، جس پر آبرو نے جھک کر اسکے گال چومے،

"اللہ حافظ ماما!" وہ سر ہلاتی باہر چلی گئی جبکہ تاشفین اب بیڈ پر رکھا اسکا بیگ اٹھا رہا تھا۔

"روز ایک ہی سوال پوچھ کر تھکتے نہیں ہیں نا آپ؟" لہجے میں خفگی لیے آبرو نے اسے مخاطب کیا جبکہ چہرے پر اب بھی وہی مسکراہٹ تھی۔

"ارے میں تو اس لیے پوچھتا ہوں کہ کیا پتا کسی دن آئرہ کہہ دے کہ اسے ماما کے ساتھ جانا ہے!" تاشفین نے جواب دیتے آئرہ کا بیگ اٹھایا۔

"ایسا تو کبھی نہیں ہوگا کیونکہ آپ دونوں ہی ایک دوسرے کے فیورٹ ہیں، ہر وقت ساتھ مصروف رہتے ہیں، مجھے تو بس اکیلا کر دیا ہے" اسکے لہجے میں اب بھی مصنوعی خفگی تھی۔

"اچھا جی تو یہ بات ہے! چلو پھر جلد ہی تمہارا یہ اعتراض دور کرتا ہوں" وہ اسکے قریب آیا اور اسے ساتھ لگاتے بولنے لگا،

"ابھی میں چلتا ہوں، واپسی پر تفصیل سے بات کرتے ہیں اس موضوع پر، اللہ حافظ!" وہ مسکرا کر کہتا چلا گیا جبکہ آبرو جس چہرے پر مسکان لیے اسے دیکھ رہی تھی، اسکی نظر ایک دم ٹیبل پر پڑی اسکی گھڑی پر پڑی وہ گھڑی اٹھاتے تیزی سے باہر آئی،

"تاشفین آپ کی گھڑی!" وہ ابھی کچھ دور ہی گیا تھا کہ پلٹا اور سامنے دیکھا جہاں وہ اسکی گھڑی ہاتھ میں لیے کھڑی تھی وہ چلتا ہوا اسکے قریب آیا اور اپنا ہاتھ اسکے سامنے کیا، جس پر آبرو نے گھڑی اسکے ہاتھ میں پہنادی۔

"تھینک یو" وہ مسکرا کر کہتا چلا گیا جبکہ آبرو اسے تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

urdunovelsblog

وہ اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی اس وقت تیار ہونے میں مصروف تھی۔ سامنے پڑا کاجل اٹھاتے اپنی آنکھوں میں لگایا اور آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کی جانب دیکھتے مسکرائی، گزرے وقت نے اسے کتنا بدل دیا تھا۔ وہ برش اٹھاتے بالوں میں پھیرنے لگی، آج مسکراہٹ اسکے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی وجہ آج کا دن تھا جو اسکے لیے بہت خاص تھا۔ وہ برش واپس رکھتے پلٹی کہ نظر بیڈ پر گلابی کمبل میں لپٹی تین ماہ کی حورین پر پڑی جو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو حرکت دیتے رونے کی تیاری کر رہی تھی۔ اصباح نے آگے بڑھتے اسے گود میں اٹھایا اور نرمی سے اسکا ماتھا چوما دوسری جانب ماں کے آغوش میں آتے ہی حورین دوبارہ پر سکون ہوتے سو گئی۔ اصباح کی مسکراہٹ گہری ہوئی، وہ ہو بہو اس جیسی تھی۔ وہ یونہی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی کہ ایک دم کمرے کا دروازہ کھلا اور چار سالہ ہنزلہ اندر داخل ہوا۔ اگر حورین نے سارے نقوش اصباح سے چرائے تھے تو وہ بالکل آفاق جیسا تھا، ویسی ہی کھڑی ناک، تیکھے نقوش، ماتھے پر اسی عمر میں پڑتے بل!

"ماما! ماما!" وہ اسے پکارتا ہوا تیزی سے اندر آیا،

"بابا آ گئے ماما!" وہ پھولی ہوئی سانس سے اسے مطلع کرتا واپس باہر بھاگ گیا۔ اسکی بات پر اصباح نے بے اختیار آنکھیں بند کرتے دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور آنکھیں کھولتے حورین کی جانب دیکھنے لگی،

"چلو حورین، آپکے بابا آ گئے!" وہ مدھم آواز میں کہتی اسے لیے قدم باہر کی جانب بڑھانے لگی۔ دو سال قبل وہ اور آفاق تبادلے کے سلسلے میں واپس لاہور آ گئے تھے مگر پچھلے تین ماہ سے وہ دوبارہ ایک کورس کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔ حورین کی پیدائش کے وقت بھی وہ یہاں موجود نہیں تھا۔ اس نے حورین کی بہت سی تصاویر تو دیکھ رکھی تھیں مگر آج وہ پہلی بار اپنی بیٹی کو براہ راست دیکھنے والا تھا۔ سیڑھیوں پر پہنچتے اصباح کی نظر سامنے لاؤنج کے منظر پر پڑی جسے دیکھتے اسکے لب ایک گہری خوبصورت مسکراہٹ میں ڈھلے۔ سامنے کا منظر تھا ہی اتنا مکمل اور خوبصورت جہاں ہنزلہ یونیفارم میں موجود آفاق کی ٹانگ سے لپٹا کھڑا تھا جبکہ رابعہ بیگم آفاق کو گلے لگاتے اس کا ماتھا چوم رہی تھیں۔ ان سے الگ ہوتے آفاق نے جھک کر ہنزلہ کو اپنی گود میں اٹھایا، اس کا ماتھا اور رخسار چومتے، اسے سینے سے لگایا اور مسکراتے ہوئے اپنے سر پر پہنی کیپ اس کے سر پر پہنا دی، جس پر ہنزلہ ہنستے ہوئے اب اسے کچھ بتا رہا تھا۔ اسی لمحے آفاق کی نظر اصباح پر پڑی جو اب سیڑھیاں اترتے سامنے کھڑی تھی، اسے دیکھتے آفاق کو اپنی آنکھوں میں ٹھنڈک اور دل میں سکون اترتا محسوس ہوا کہ نظر اسکی گود میں موجود گلابی کمبل میں لپٹی حورین پر پڑی، جسے دیکھتے قدم خود بخود اس جانب بڑھنے لگے۔ کچھ ہی لمحے بعد وہ اصباح کے سامنے کھڑا تھا، اصباح کی آنکھوں میں آج خوشی کے آنسو تھے، آفاق نے آگے بڑھتے اسے اپنے ساتھ لگایا، اس ایک لمحے میں ساری اداسی، اتنی دیر کی دوری کی اذیت کہیں دور جا سوئی۔ اصباح سے الگ ہوتے اسکی نظر کمبل میں لپٹی حورین پر پڑی، جس کی آنکھیں بند تھیں۔ اصباح نے حورین کو احتیاط سے اسکی گود میں دیا، آفاق کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی، وہ آج پہلی بار اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ ہنزلہ کی پیدائش کے وقت بھی اسے بیٹی کی آرزو تھی جو خدا نے اب حورین کی صورت میں پوری کر دی تھی۔ آفاق نے ایک نظر اصباح کو دیکھتے جھک کر حورین کا ماتھا چوما اور پھر اسکے رخسار۔ اس کی داڑھی کی چبھن محسوس کرتے حورین کے چہرے پر ناگواری کے

تاثرات در آئے جبکہ آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔اسکے ان تاثرات پر آفاق نے مسکراتے ہوئے دوبارہ اسکا ماتھا چوما اور اس بار حورین نے آنکھیں کھولتے آفاق کی جانب دیکھا اور ایک اجنبی چہرہ محسوس کرتے فوراً اسکے تاثرات بدلے اور دوسرے ہی لمحے وہ رونے لگی، جس پر آفاق نے واپس اسے اصباح کی گود میں دیا۔ماں کا چہرہ سامنے آتے ہی وہ پر سکون ہو گئی اور کچھ لمحے بعد کسمساتے ہوئے دوبارہ سو گئی۔

سیاہ پینٹ کوٹ پہنے وہ قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا، جسکا دروازہ کھلا ہوا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکی نظر سیدھا بیڈ پر موجود آٹھ ماہ کے عالیار پر پڑی، جو اپنے سامنے بکھرے کھلونوں سے کھیل رہا تھا جبکہ بیڈ پر دوسری جانب بیٹھی رتبہ کی پشت اس کی جانب تھی۔اس نے بغیر آہٹ پیدا کیے گاڑی کی چابی ٹیبل پر رکھی کہ عالیار کی نظر زاویار پر پڑی، اپنے باپ کو سامنے دیکھتے وہ ایک دم کھلکھلانے لگا اور بیڈ پر آگے ہوتے اسکی جانب بڑھنے لگا، اسکی اس حرکت پر رتبہ بھی اس جانب متوجہ ہوئی اور پلٹ کر پیچھے کھڑے زاویار کو دیکھا، چہرے پر بے اختیار ایک مسکراہٹ در آئی۔زاویار اسے سلام کرتے عالیار کی جانب آیا اور جوتے اتارے بغیر بیڈ پر نیم دراز ہوتے اسے گود میں ،اٹھایا

،کیسا ہے میرا شیر ؟"اسکے پھولے ہوئے رخسار چومتے زاویار نے سوال کیا"

ماما نے زیادہ تنگ تو نہیں کیا نا؟"اس سوال پر اس نے رتبہ کی جانب دیکھا جو مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ اس بار عالیار اپنی زبان میں اسے جواب دے رہا" تھا۔

دیکھ رہی ہو، تمہاری شکایت کر رہا ہے مجھ سے کہ پورا دن تم نے اسے بھوکا رکھا ہے اور خود اسکے سامنے بیٹھ کر کھانا کھاتی رہی ہو"زاویار کی بات پر رتبہ نے اسے گھورنا" ضروری سمجھا۔

ہاں، تم نے کہا اور میں نے مان لیا! "رتبہ اس کی بات ہوا میں اڑاتی اسی کے انداز میں بولی جبکہ عالیار کی آواز اسکی بات پھر ان دونوں کو اپنی جانب متوجہ کر چکی تھی۔عالیار" کے اپنے سارے نقوش بالکل زاویار جیسے تھے سوائے آنکھوں کے جو رتبہ کی آنکھوں جیسی تھیں، بھوری! رتبہ کو اکثر حیرت ہوتی کہ عالیار کا زیادہ وقت زاویار کی بجائے اسکے ساتھ گزرتا مگر اس کے باوجود وہ اپنے باپ سے زیادہ باتیں کرتا ہے، اسے ایک نظر دیکھتے ہی کھلکھلانے لگتا ہے، اسکی گود میں گھنٹوں گزارنے کے بعد بھی نہیں روتا، مختصراً وہ اس سے زیادہ زاویار سے اٹیچ تھا، جسکی وجہ شاید زاویار کی نیچر تھی وہ ابھی بھی تھکاوٹ کے باوجود اسے گود میں لیے اسکے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا۔چار سال قبل ان دونوں کی شادی طے پائی تھی، جو اسکی زندگی کا بہترین فیصلہ تھا۔ان چار سالوں میں اس شخص نے اسے زندگی کی ہر خوشی دی تھی، اسکی جاب میں رکاوٹ بننے کی

بجائے اسکا بھرپور ساتھ دیا تھا، جب بھی وہ ڈپریسڈ ہوتی یا کسی معاملے میں اسے مشکل پیش آتی تو اپنے تمام کام چھوڑ کر وہ پہلے اسکی مشکل آسان کرتا، وہ اکثر سوچتی کہ اس نے زندگی میں کون سی نیکی کی تھی جس کے پھل میں اسے زاویار ملا تھا۔ کچھ دیر بعد اسکے لیے کھانا لے آئی، کھانے سے فارغ ہوتے وہ تینوں بیڈ پر ہی بیٹھے تھے کہ رتبہ بولنے لگی

"کچھ دیر ریسٹ کر لو، شام میں ہم شاپنگ پر چلیں گے!" زاویار نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا

"کیا؟ یہ پلان کب بنا؟"

"بس ابھی کچھ دیر پہلے!" رتبہ پر سکون انداز میں جواب دیتے اٹھ کھڑی ہوئی

"ہم ویک اینڈ پر بھی شاپنگ کے لیے جا سکتے ہیں، ساتھ ڈنر بھی کر لیں گے باہر!" اس نے رتبہ کو نئی آفر کی۔

"نہیں یہ ممکن نہیں ہو پائے گا کیونکہ آج میں نے آف کیا ہے اس لیے اب مجھے ویک اینڈ پر کلینک جانا ہو گا اور ویسے بھی کافی چیزیں لینی ہیں مجھے اس لیے آج ہی چلیں گے شاپنگ پر" وہ اسے مطلع کرتے کمرے سے چلی گئی جبکہ زاویار کے چہرے پر تاسف تھا۔ اسے آج اپنے دوستوں کے ساتھ باہر جانا تھا مگر اب مجبوراً اسے وہ پلین کینسل کرنا پڑے گا، اسی لمحے اسکی نظر عالیار پر پڑی جو بیڈ پر بیٹھا پہلے اپنے ماں باپ کی باتیں سنتا اب زاویار کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"یار ایک بات تو بتاؤ! تمہاری ماما کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ میں خوش ہوں!" اسکے انداز پر عالیار ہنسنے لگا۔

"ارے ہنس کیوں رہے ہو! اچھا تو تم بھی میرا مذاق اڑا رہے ہو، بالکل اپنی ماما پر گئے ہو!" وہ اسکے گال زور سے کھینچتا بولا، جس پر عالیار کے چہرے کے تاثرات ایک دم تبدیل ہوئے مگر اس سے پہلے کہ وہ رونے لگتا زاویار اسے گود میں اٹھا کر سہلاتے چپ کروا چکا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عالیار بہت کم روتا ہے مگر ایک بار جب وہ رونا شروع کر دے تو اسے چپ کروانا کس قدر مشکل کام ہے۔

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز تھا، اسکی نظریں کمرے کے بدلے نقشے کا جائزہ لے رہی تھیں، جو یقیناً اصباح سے زیادہ بچوں نے تبدیل کر دیا تھا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور حورین کو گود میں لیے اصباح اندر داخل ہوئی، بیڈ پر بیٹھے آفاق کو دیکھتے لبوں پر گہری مسکراہٹ در آئی، اس شخص کی موجودگی سے ہر شے میں بہار تھی اور اس کے بغیر سب سونا سونا لگتا تھا جبکہ دوسری جانب آفاق کی نظریں اصباح پر جمی تھیں، اصباح کو اپنی زندگی میں شامل کرنا اسکی زندگی کا بہترین فیصلہ تھا۔ پہلے پہل وہ اسکی بیوی تھی، جس کی چاہت اسکے دل میں موجود تھی مگر گزرتے وقت کے ساتھ یہ چاہت محبت میں بدل گئی تھی اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکی محبت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ کچھ

دیر پہلے ہی کھانے سے فارغ ہوتے اب کمرے میں آئے تھے، اصباح آگے بڑھی کہ اسکی نظر زمین پر ہنزلہ کے بکھرے کھلونوں پر پڑی، وہ جھک کر انہیں اٹھانے ہی لگی تھی

، کہ آفاق تیزی سے اٹھ کر اسکے پاس آیا

تم بیٹھو، میں سمیٹ لیتا ہوں!" وہ کھلونے سمیٹنے لگا کہ اسی لمحے کمرے میں ہنزلہ داخل ہوا نظر کھولنے اٹھاتے آفاق سے ہوتی اصباح پر گئی جو اسے غصے سے دیکھ رہی تھی، وہ"

اپنی ماں کی نظروں کا مفہوم بخوبی سمجھتا تھا۔

بابا آپ رہنے دیں میں کر لوں گا" وہ آفاق کو روکتے خود زمین پر بیٹھ کر اپنے کھلونے ایک چھوٹے بیگ میں ڈالنے لگا جبکہ آفاق مسکراتے ہوئے بیڈ پر اصباح کے ساتھ جا"

بیٹھا، جس کی گود میں اس وقت حورین سو رہی تھی۔

یہ دن میں کتنے گھنٹے سوتی ہے؟" اسے گھر آئے تقریباً پانچ گھنٹے ہو چکے تھے اور حورین تب سے مسلسل سو رہی تھی۔"

، زیادہ نہیں بس یہی کوئی 14 یا 16 گھنٹے!" اصباح کی بات پر آفاق نے حیرت سے اسے دیکھا"

تو تم نے اسے بتایا نہیں کہ اسکے بابا آئے ہیں" وہ ہاتھ بڑھاتے حورین کے گالوں کی نرمی محسوس کرتا بولا، جس پر وہ کسمسانے لگی اور کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولتے آس پاس"

دیکھنے لگی کہ نظر پھر آفاق کے چہرے پر پڑی، اس سے پہلے کے آفاق اسے اپنی جانب دیکھتا دیکھ کر مسکراتا، حورین کے چہرے کے تاثرات بدلے اور وہ اپنی باریک آواز میں

، اونچا اونچا رونے لگی

یہ مجھے دیکھ کر ڈر کیوں رہی ہے؟" آفاق حیران و پریشان تھا کہ آخر کیوں وہ اسے دیکھتے ہی رونے لگ جاتی تھی۔"

نہیں، نہیں! یہ آپ سے ڈر نہیں رہی آفاق، بس فلحال آپکا چہرہ اسکے لیے اجنبی ہے، اس لیے گھبرا جاتی ہے، کچھ دنوں میں بالکل ٹھیک ہو جائے گی" اصباح حورین کو چپ"

کرواتے بولی، اتنے میں ہنزلہ اپنا سکول بیگ اٹھاتے آفاق کے پاس آیا اور اپنی بنائی ڈرائنگز اسے دکھانے لگا۔

"آپ کو پتا ہے بابا کل مس نے مجھ سے پوچھا کہ میں بڑا ہو کر کیا بنوں گا؟"

، تو پھر کیا جواب دیا میرے بیٹے نے؟" آفاق اسے اپنی گود میں اٹھاتے بولا"

پہلے آپ گیس کریں کہ میں نے کیا جواب دیا ہو گا؟" اسے جواب دینے کی بجائے ہنزلہ نے ایک اور سوال کیا، جس پر آفاق نے اصباح کی جانب دیکھا جو مسکراتے ہوئے"

ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

ڈاکٹر،انجینیئر یا آرٹسٹ!"آفاق کی نظریں اسکی بنائی ہوئی پینٹنگز پر تھیں۔"

غلط جواب!"وہ آفاق کے غلط جواب دینے پر بہت خوش تھا اور ایک دم وہ اسکی گود سے اترتا ڈریسنگ ٹیبل کی جانب گیا اور آفاق کی کیپ اٹھاتے اپنے سر پر پہنتے واپس اس" کے سامنے آیا۔

میں نے جواب دیا کہ میں بڑا ہو کر اپنے بابا کی طرح پائلٹ بنوں گا"وہ ہاتھ ماتھے تک لیجاتے اسے سلیوٹ کرتا بولا، جس پر آفاق کی آنکھوں میں ایک دم نمی اتر آئی،اس نے" آگے بڑھ کر اسے گلے لگاتے،اسکا ماتھا اور رخسار چومے،اسکا بیٹا اس سے کس قدر متاثر تھا اسے آج اندازہ ہو رہا تھا، جس میں کافی حد تک کردار سامنے بیٹھی اصباح کا تھا۔کافی دیر وہ اسے یونہی خود سے لگائے بیٹھا رہا،ایک سکون تھا جو اسکے سینے میں اتر رہا تھا۔

بابا میں آپ کو اپنی نئی گاڑی دیکھاؤں؟"اسکے سوال پر آفاق نے اثبات میں سر ہلایا، جس پر وہ اسکے آغوش سے نکلتا کمرے سے باہر چلا گیا کیونکہ اسکی گاڑی نیچے لاؤنج میں" ،موجود تھی۔اسکے جانے پر آفاق نے اپنے ساتھ بیٹھی اصباح کے گرد حصار باندھتے اسے اپنے ساتھ لگایا

میں نے آپ کو بہت مس کیا آفاق،بہت زیادہ!"اسکی آواز میں نمی گھلنے لگی، حورین کی پیدائش کے وقت آفاق کی کمی اسے بہت شدت سے محسوس ہوئی تھی جبکہ دوسری" جانب آفاق نے بھی یہ وقت بہت مشکل سے کاٹا تھا۔

وہ مشکل وقت تھا اصباح جو گزر گیا اور دیکھو اللہ نے ہمیں اس کا کتنا خوبصورت انعام دیا ہے"وہ حورین کی جانب دیکھتا بولا،جو اپنی پوری آنکھیں کھولتے ان دونوں کو دیکھ" رہی تھی۔

urdunovelsblog

شام کے اس پہر سبرینہ لاؤنج میں موجود تھیں، بالوں میں آتی چاندی دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی۔ان کے دائیں جانب تاشفین جبکہ بائیں جانب آئرہ بیٹھی تھی جو اپنے سکول بیگ سے کچھ چیزیں نکالتے ان دونوں کو دکھا رہی تھی، جو آج ٹیچر نے اسے دی تھیں۔پیدائش سے لے کر اب تک اس کا سب سے زیادہ وقت سبرینہ کے ساتھ گزرا تھا کیونکہ جب تاشفین اور آبرو جاب پر ہوتے تو وہ انہیں کے پاس ہوتی تھی اور سبرینہ کی موجودگی آبرو اور تاشفین کو اسکی جانب سے بے فکر رکھتی تھی۔تاشفین کے بعد وہ سب سے زیادہ اپنی اموجان کے قریب تھی۔وہ دونوں یونہی بیٹھے اسکی باتیں سن رہے تھے کہ آبرو ٹرے لیے لاؤنج میں داخل ہوئی، جس میں چائے کے تین بھاپ اڑاتے کپ موجود تھے۔اب آئرہ کے سامعین دو سے بڑھ کر تین ہو گئے تھے۔اتنے میں زاویار اور رتبہ تیار ہو کر نیچے آئے،رتبہ عالیار کو گود میں لیے سیدھا آبرو کے پاس آئی جبکہ آئرہ کی نظر زاویار پر پڑتے ہی اسے کچھ یاد آیا اور وہ تیزی سے اسکے پاس گئی، جس پر زاویار نے اسکے گال کھینچتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

چاچو آپ نے صبح مجھ سے کہا تھا کہ سکول سے واپسی پر آپ مجھے میری فیورٹ چاکلیٹ دیں گے "وہ اس سے الگ ہوتے اپنی بات مکمل کرتے اب اس سے چاکلیٹ لینے کے لیے کھڑی تھی، جس پر زاویار جھک کر اسکے کان میں کچھ کہنے لگا جبکہ دوسری جانب رتبہ عالیار کو آبرو کی گود میں دے چکی تھی۔ وہ جب بھی کہیں باہر جاتے تو یونہی اسے ان کے پاس چھوڑ جاتے۔

"میں چاکلیٹ لایا تھا پر میرے روکنے کے باوجود تمہاری آنی نے کھالی!" وہ آئرہ کے کان میں سرگوشی کرتا بولا، وہ اکثر یونہی الزام رتبہ کے سر ڈال دیتا آخر وہ اپنی بھتیجی کی نظر میں اپنی ریپوٹیشن خراب تو نہیں کر سکتا تھا کہ اسکا چاچو اسکے لیے چاکلیٹ لانا بھول گیا ہے۔

"مجھے پتا ہے آپ جھوٹ بول رہے ہیں" آئرہ اسی کے انداز میں سرگوشی کرتے بولی، وہ بھی اب اپنے چاچو کی عادتیں سمجھنے لگی تھی، جس پر زاویار نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ آئرہ افسردہ تاثرات لیے رتبہ کے پاس آئی

"آنی آپ نے میری چاکلیٹ کیوں کھالی؟" وہ خفگی سے بولی جس پر رتبہ سے سب سے پہلے ایک گھورتی ہوئی نظر زاویار پر ڈالی اور پھر جھک کر آئرہ کا گال چومتے اسکے کان میں سرگوشی کی، جس کی آواز زاویار سننے کی کوشش کرنے کے باوجود بھی نہیں سن پایا۔

"پرامس؟" آئرہ مسکراتے ہوئے بولی، اگر زاویار اسے بہلانے کے لیے جھوٹ بول سکتا تھا تو وہ بھی تو اپنی بھانجی کی نظر میں بری نہیں بننا چاہتی تھی۔

"پکا پرامس!" رتبہ نے مسکرا کر کہتے ایک طنزیہ نگاہ زاویار پر ڈالی اور اپنے پرس سے ایک چاکلیٹ نکالتے آئرہ کو تھمائی

"تھینک یو آنی، آپ چاچو سے زیادہ اچھی ہیں!" آئرہ خوشی سے کہتے اب عالیار کی جانب بڑھ چکی تھی کیونکہ اسکا اگلا مشن اسے گود میں اٹھانا تھا جبکہ اسکے جملے پر زاویار ہنستے ہوئے اسے دیکھنے لگا

"آبرو تم بس اسکا خیال رکھنا ہم کوشش کریں گے کہ جلدی آجائیں!" رتبہ آبرو کو مخاطب کرتے بولی

"تم فکر مت کرو میں اپنے عالیار کا پورا خیال رکھوں گی" آبرو اسکی پھولے ہوئے گال چومتے بولی، جس پر رتبہ مسکرائی، وہ جانتی تھی کہ آبرو اسکا پورا خیال رکھے گی۔ کچھ لمحے بعد وہ دونوں چلے گئے جبکہ لاؤنج میں اب آئرہ عالیار کو گود میں لیے آبرو کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ایک دم سبرینہ بولنے لگیں۔

"وہ مجھے یاد آیا کہ آج صبح نور کی کال آئی تھی، اسکی ساس عمرے سے واپس آگئی ہیں، اس لیے میں سوچ رہی تھی کہ اس اتوار کو ان کو دعوت پر بلا لیں! تم دونوں کا کیا خیال ہے؟" ایک سال پہلے ہی وہ نور کے فرض سے بھی سبکدوش ہو گئی تھیں۔

،جیسا آپکو مناسب لگے امو جان، میں خود کل نور کو ہی یاد کر رہا تھا، کافی دیر سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی "تاشفین جواب دیتا بولا"

میرے خیال سے اتوار کا دن بالکل ٹھیک رہے گا، میں کل نور کو خود کال کروں گی دعوت کے لیے!" آبرو کی بات پر سبرینہ مسکرائیں، وہ کبھی انہیں شکایت کا موقع نہیں" دیتی تھی، انکی ہر بات پر سب سے پہلے وہ کی انکے ساتھ کھڑی ہوتی تھی۔

ٹیبل پر سجے کھانے میں آج ساری چیزیں آفاق کی پسند کی تھیں، جن میں سے کچھ اصباح تو کچھ رابعہ بیگم نے بنائی تھیں۔

آؤ بیٹا بیٹھو!" سفید رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس آفاق کو اس جانب آتا دیکھ کر رابعہ بیگم نے اسے مخاطب کیا، اس ایک شخص کے گھر آنے سے ہر ایک کے چہرے پر" زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔ حرم اصباح کے ساتھ کھانا لگوانے میں اس کی مدد کر رہی تھی جبکہ ہنزلہ رابعہ بیگم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا، انکی گود میں موجود حورین کو دیکھ رہا تھا، جو آوازیں نکالتے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد تمام چیزیں ٹیبل پر رکھتے اس سب نے کھانے کا آغاز کیا۔ اصباح کے برابر میں بیٹھی حرم کو بھی گزرتے وقت نے بہت تبدیل کر دیا تھا۔ کم عمری میں سب سے زیادہ آزمائشیں اس نے دیکھی تھیں مگر اب زندگی بہت حد سہل ہو چکی تھی۔ ایف۔ ایس۔ سی کے بعد اسکا داخلہ میڈیکل کالج میں ہو گیا تھا اور وہ تاشفین کی طرح کارڈک سرجن بننا چاہتی تھی۔ اسکی پڑھائی کا سارا خرچہ آبرو اور تاشفین اٹھا رہے تھے اور یہ بات آج سے پانچ سال قبل اپنا گھر چھوڑتے ہوئے طے پائی تھی۔

امی، مہمل سے بات ہوئی آپکی؟ وہ کیسی ہے؟" آفاق نے رابعہ بیگم کو مخاطب کیا جو حورین کو اصباح کی گود میں دے رہی تھیں۔"

ہاں کل ہی ہوئی تھی بات، الحمداللہ وہ بالکل ٹھیک ہے" مہمل کی شادی ہوئے تین سال بیت گئے تھے اور اب وہ اپنے شوہر فاروق کے ساتھ بیرون ملک مقیم تھی۔"

،پاکستان آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اسکا؟ پہلے تو زین چھوٹا تھا مگر اب تو وہ بھی بڑا ہو گیا ہے ماشاءاللہ "آفاق مہمل کے بیٹے کا ذکر کرتا بولا"

ہاں کہہ تو رہی تھی کہ شاید اگلے ماہ پاکستان کا چکر لائے مگر فاروق کے کچھ دفتری کام ہیں، ان سے فارغ ہوتے شاید کچھ ماہ مزید لگا جائیں" رابعہ بیگم کی بات پر آفاق نے" ، سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا، اتنے میں حورین کی رونے کی آواز ان سب کی سماعت سے ٹکرائی

،مجھے لگتا ہے اسے نیند آگئی ہے، اسی لیے رو رہی ہے "رابعہ بیگم کی بات پر آفاق فوراً بولا"

،مگر یہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو جاگی تھی "اسکے بات کرنے کے انداز پر اصباح اور رابعہ بیگم ہنسنے لگیں"

urdunovelsblog

بیٹا چھوٹے بچوں کی نیند بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے وہ وقفے وقفے سے سوتے رہتے ہیں" رابعہ بیگم نے مختصر وضاحت دی۔"

، مگر مجھے یاد ہے ہنزلہ اتنا نہیں سوتا تھا" آفاق کی بات پر ہنزلہ جو کھانا کھانے کے ساتھ اپنی بہن کی نیند ہر تبصرہ سن رہا تھا فوراً بول پڑا"

کیونکہ میں لڑکا ہوں بابا اور حورین لڑکی ہے" اپنی جانب سے دلیل دیتے وہ خاموش ہوا جبکہ اسکی بات پر وہاں موجود سب لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی مگر توجہ" کسی اور کی جانب جاتی محسوس کرتے ہی حورین اونچی آواز میں رونے لگی۔

میں اسے سلا کر آتی ہوں" اصباح اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ آفاق کی نظریں اسکی پلیٹ پر گئیں جہاں کھانا جوں کا توں پڑا تھا، اس کی نظروں کی تعاقب میں دیکھتے" رابعہ بیگم اسکے دماغ میں چلتی سوچ پڑھ چکی تھیں۔

اسی لیے تو کہتے ہیں بیٹا کہ ماں کی محبت اور اسکی قربانیوں کا مول کوئی نہیں دے سکتا" رابعہ بیگم کی بات پر آفاق نے مسکراتے ہوئے انکی جانب دیکھا، انکی بات بالکل درست" تھی۔

وہ دونوں آج آئرہ کو ساتھ لیے ڈنر کے لیے باہر آئے تھے۔ سیاہ پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے تاشفین گاڑی چلا رہا تھا جبکہ ساتھ والی سیٹ پر گہرے سبز رنگ کے لباس میں ملبوس آبرو بیٹھی تھی۔ سفید رنگ کی فراک پہنے آئرہ آبرو کی گود میں بیٹھی تھی جو سارا راستہ مسلسل ان سے باتیں کرتے اب خاموش ہوئی تھی۔ گاڑی یونہی سڑک پر رواں تھی کہ تاشفین کی نظر کچھ فاصلے پر موجود ایک بچے پر پڑی جو گجرے بیچ رہا تھا۔ گاڑی کو روکتے تاشفین نے اشارہ کرتے اس بچے کو پاس بلایا اور کچھ دیر بعد وہ اس سے گجرے خرید چکا تھا۔ اس نے گجرے صرف آبرو کے لیے نہیں بلکہ آئرہ کے لیے بھی خریدے تھے۔ تاشفین کے آبرو کو گجرے پہناتے ہیں آئرہ نے اپنا ہاتھ فوراً آگے کیا جس پر تاشفین نے مسکراتے ہوئے اسے گجرے پہنائے جو اسکے ننھے ہاتھ کے مطابق بہت بڑے تھے مگر اس کے چہرے کی خوشی تاشفین کے لیے سب کچھ تھی۔ گجرے پہنتے اس نے اسی انداز میں تاشفین کو شکریہ کہا جس میں آبرو نے کہا تھا۔ وہ اسی عمر سے بہت سے معاملات میں اپنی ماں سے بہت متاثر تھی، اسکی عادتیں اپنانے کی پوری کوشش کرتی تھی۔

بابا آپ کو پتا ہے کل۔۔۔۔۔" کوئی بات یاد آنے پر وہ ایک بار پھر بات کا آغاز کر چکی تھی۔ وہ دونوں کم گو تھے مگر انکی بیٹی ان سے مختلف تھی، اس کی چھوٹی چھوٹی ہر وقت" جاری رہنے والی باتیں گھر میں رونق کا سبب تھیں اور اب عالیار کی پیدائش پر اس گھر کی رونق اور خوشیوں دونوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ آئرہ کے لیے وہ ایک ننھا کھلونا تھا جسے وہ ہر وقت اپنے سامنے دیکھنا چاہتی تھی۔ اسے گود میں اٹھانے کی کوشش کرتے وہ کبھی نہیں تھکتی تھی جبکہ دوسری جانب عالیار بھی جب آئرہ کو دیکھتا تو خوشی سے ہاتھ

urdunovelsblog

پاؤں مارتے اسکی جانب بڑھنے کی کوشش کرنے لگتا،ایک بات وہ یونہی عالیار کو اٹھانے کی کوشش میں وہ خود سمیت اسے بھی گرا چکی تھی۔اس لیے آبرو کے سمجھانے پر وہ اسے تب ہی اٹھاتی جب بڑوں میں سے کوئی ان دونوں کے پاس ہوتا۔ریسٹورنٹ میں ہر سو گہما گہمی کا سماں تھا،ٹیبل کی ایک جانب آبرو جبکہ دوسری جانب تاشفین اور آئرہ بیٹھے تھے۔وہ جب بھی باہر جاتے تو آئرہ تاشفین کے ساتھ ہی بیٹھتی،اسکے ساتھ کھانا کھاتی،نجانے کیوں پر شروع سے ہی اسے تاشفین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی عادت پڑ گئی تھی اور آج بھی وہ اسکے ساتھ بیٹھی اپنے سامنے رکھی پلیٹ سے فرائز اٹھاتے کھانے میں مصروف تھی،ہاتھوں میں پہنے گجروں میں لگی ساری پھول کی پتیاں ٹیبل پر ،بکھری تھیں۔تاشفین بار بار اسکی پلیٹ کو اسکے قریب کرتا اور اب بھی وہ جھک کر اسکی گود میں گرا کھانا اٹھا رہا تھا کہ آبرو بولنے لگی

تاشفین آپ آرام سے کھانا کھائیں!آئرہ بیٹا میرے پاس آجاؤ"وہ کافی دیر سے اپنا کھانا چھوڑ کر اسکی جانب متوجہ تھا۔"

نہیں!کوئی بات نہیں،تم کھاؤ میں آئرہ کو دیکھ لوں گا"وہ مسکرا کر کہتا دوبارہ اسکی جانب متوجہ ہوا،جو اپنی گہری سیاہ آنکھیں گھماتے تاشفین کو کچھ بتا رہی تھی جبکہ آبرو کی" نظریں تاشفین پر تھیں جو اپنی اولاد کے لیے بہت حساس تھا،اس کی چھوٹی چھوٹی تکلیف پر وہ پریشان ہو جاتا،اسکی خواہشات پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا جس کی وجہ سے آبرو بخوبی واقف تھی کہ وہ بچپن میں خود پر گزری ساری محرومیاں اپنی اولاد کو نہیں دینا چاہتا تھا،وہ اسکی زندگی میں ہر جانب خوشیاں بھر دینا چاہتا تھا کہ اسے کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو!اپنی مصروفیت کے باوجود آئرہ جہاں کہتی وہ اسکے ساتھ جاتا تھا۔بلاشبہ وہ ایک اچھے انسان کے ساتھ ساتھ ایک بہترین بیٹا،شوہر اور باپ بھی تھا۔

وہ آج زاویار کے ساتھ اسکے ایک دوست کی شادی میں جا رہی تھی۔عالیار کو تیار کرتے وہ سلا چکی تھی اور اب خود آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہونے میں مصروف تھی۔اسی لمحے کمرے میں زاویار داخل ہوا اور اسکی نظر جامنی رنگ کی لمبی قمیض جس کے دامن اور آستینوں پر سنہرے رنگ کا خوبصورت کام تھا،ساتھ ہم رنگ ٹراؤزر پہنے رتبہ پر پڑی،اس کے دل نے فوراً اعتراف کیا کہ وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اسکی جانب گیا اور عین اسکے پیچھے جا کھڑا ہوا،رتبہ کی نظر آئینے میں نظر آتے زاویار کے عکس پر پڑی جو آف وائٹ رنگ کے پینٹ کوٹ میں بالکل اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

،کوئی اتنا پیارا۔۔۔۔۔"زاویار نے وقفہ دیا،رتبہ کے لبوں پر ایک مسکان در آئی"

وہ بھی سارا کا سارا کیسے ہو سکتا ہے!"رتبہ نظریں جھکاتے دل سے مسکرائی،اس کی تعریف کا انداز بھی اسی کی طرح منفرد تھا۔اسکے گلابی ہوتے رخسار دیکھتے زاویار بولنے" ،لگا

اسکے پاؤں پر دے ماری، "ارے تم کیوں شرما رہی ہو میں تو اپنی بات کر رہا تھا!" اسکے جملے پر رتبہ کے تاثرات فوراً بدلے، ایک غصے بھری نظر اس پر ڈالتے اس نے اپنے پاؤں میں پہنی ہیل زور سے

"آہ! ظالم عورت!" زاویار کراہا،

"آہستہ بولو، عالیار جاگ جائے گا اور پھر تم ہی سنبھالنا اسے!" وہ دانت پیستے بولی،

"تو پہلے بھی اسے میں ہی سنبھالتا ہوں!" زاویار کی بات پر رتبہ نے ایک بار پھر اسے غصے سے دیکھا اور واپس پلٹتے تیار ہونے لگی، اسکی چہرے پر چھائی خفگی دور کرنے کے لیے

وہ اٹھ کر دوبارہ اسکے پاس گیا اور اسکے پیچھے کھڑے ہوتے اسکے شانوں پر ہاتھ رکھے،

"میں مذاق کر رہا تھا یار، تم واقعی میں آج بہت حسین لگ رہی ہو!" رتبہ اسکی بات کو نظرانداز کرتے سامنے پڑا بریسلٹ اٹھاتے، پہننے لگی، وہ اسکا ہک بند کر رہی تھی کہ زاویار

آگے بڑھتے اسکی مدد کرنے لگا،

"اس لیے میں سوچ رہا ہوں کہ آج ہم نہیں جاتے" اسکی فضول گوئی پر رتبہ نے غصے سے اسے دیکھا،

"ارے اگر تمہیں کسی کی نظر لگ گئی تو تمہارے بغیر میرا اور عالیار کا کیا ہوگا؟" زاویار کی بات پر رتبہ ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے بولنے لگی،

"واہ کیا انداز ہے تعریف کرنے کا!" وہ طنزیہ لہجے میں بولی کہ ایک دم زاویار کو کچھ یاد آیا اور وہ بھاگ کر الماری کی جانب گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ہاتھ میں کچھ چھپائے اسکے سامنے

کھڑا تھا۔

"اب یہ کیا ہے؟" رتبہ کو تجسس ہوا،

"پہلے اپنا موڈ ٹھیک کرتے آنکھیں بند کرو اور جب تک میں نہ کہوں مت کھولنا!" رتبہ نے آئبرو اچکاتے اسے دیکھا،

"پلیز!" زاویار کے دوبارہ کہنے پر اس نے آنکھیں بند کر لیں، وہ محسوس کر سکتی تھی زاویار اسکا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔

"میں آنکھیں کھول رہی ہوں زاویار!" وہ اسے مطلع کرتے آنکھیں کھول چکی تھی جبکہ زاویار سامنے ایک ڈبیہ میں انگوٹھی لیے کھڑا تھا۔

"کافی دنوں سے تمہارے لیے کچھ لینا چاہ رہا تھا مگر ٹائم ہی نہیں مل رہا تھا تو پھر اس دن شاپنگ پر میری نظر اس انگوٹھی پر پڑی اور تمہارے جانے کا فائدہ اٹھاتے میں نے اسے

خرید لیا" وہ انگوٹھی اسکے ہاتھ میں پہناتے بول رہا تھا جبکہ رتبہ کی ساری خفگی ایک لمحے میں دور ہو گئی تھی۔

"کیسی ہے؟"

بہت پیاری!"رتبہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"

،مگر تم سے کم!"زاویار کی بات پر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی عالیار کی آواز نے ان دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا"

تم جلدی سے ریڈی ہو جاؤ میں اسے دیکھ لیتا ہوں"زاویار نے آگے بڑھتے عالیار کو اٹھایا اور کمرے سے باہر لے گیا جبکہ رتبہ اب بھی مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ میں زاویار" کی پہنائی گئی انگوٹھی دیکھ رہی تھی۔

سڑک پر دوڑتی گاڑی میں اس وقت آبرو موجود تھی، آئرہ کو سکول سے واپس گھر چھوڑتے اب وہ اپنی اگلی منزل کی جانب رواں تھی۔ذہن کے پردے پر ایک بار پھر ماضی کی یادیں لہرانے لگیں، زندگی چاہے بہت پر سکون اور خوشگوار ہو چکی تھی، دنیا کی ہر نعمت پاس موجود تھی مگر کچھ رشتوں کے بچھڑ جانے سے پیدا ہونے والی خلا آج بھی اسی طرح باقی تھی، جسے کبھی کوئی چیز پر نہیں کر سکتی تھی۔قبرستان کے سامنے گاڑی روکتے اس نے گہری سانس لی، دوپٹہ اچھی طرح سر پر اوڑھتے وہ گاڑی سے باہر نکلی۔اتنے سال گزر جانے کے باوجود بھی یہاں آتے اسکے قدم بھاری ہونے لگتے، دل کی دھڑکن بے ربط ہونے لگتی، آنکھوں میں آتی نمی کو روکنا ناممکن ہو جاتا۔وہ قدم اٹھاتے اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچی جہاں حیات صدیقی کے برابر میں صالحہ بیگم کی قبر موجود تھی جبکہ ان کی دائیں جانب ایک اور قبر کا اضافہ ہو گیا تھا، وہ قبر کسی اور کی نہیں بلکہ شاہزین لاشاری کی تھی۔جس پر لکھے نام کے ساتھ درج وفات کی تاریخ آج سے چار سال قبل کی تھی۔آبرو کو اچھی طرح وہ دن یاد تھا جب اسے کورٹ میں فیاض لاشاری کی کال موصول ہوئی تھی کہ شاہزین اب اس دنیا میں نہیں رہا، وہ خبر اسکے لیے کسی شاک سے کم نہ تھی۔سب سے بڑھ کر جب اسے اسکی موت کی جگہ کا علم ہوا تو وہ کچھ لمحے اپنے کانوں پر یقین ہی نہ کر سکی، شاہزین نے اپنی آخری سانسیں اپنے حقیقی والدین کی قبروں کے درمیان لی تھیں۔آبرو کو فوراً کچھ روز پہلے اتفاقاً مارکیٹ میں شاہزین سے ہوئی اپنی ملاقات یاد آئی جہاں اس نے آبرو سے ایک گزارش کی تھی جس کے الفاظ آبرو کو آج بھی یاد تھے۔

میں آج تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں آبرو، تم چاہو تو اسے میری آخری خواہش سمجھ لو کہ میں زندگی میں تو اپنے والدین کے ساتھ نہیں رہ سکا مگر ہاں میں مرنے کے بعد انکے" ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں، میں اپنی قبر کی زمین خریدنے سے پہلے بس ایک بار تم سے پوچھنا چاہتا تھا!"اور اپنی اس آرزو کے مطابق آج وہ انکے ساتھ دفن تھا۔آبرو اس بات کو پوری طرح تسلیم کر چکی تھی کہ وہ واقعی بہت بدل گیا تھا۔وہ آٹھ افراد کا خاندان تھا، جس کے چار فرد اب منوں مٹی تلے دفن تھے، باقی سب کی طرح شاہزین کی موت نے بھی ان سب پر ایک گہرا اثر چھوڑا تھا۔آبرو ان تینوں قبروں پر دعا مانگتے واپسی کے لیے پلٹ گئی۔گاڑی میں بیٹھتے اب وہ اپنی دوسری منزل کی جانب رواں تھی۔شاہزین کی

وفات کے دو ہفتے بعد فواد اس سے ملنے آیا تھا، جس کی وجہ شاہزین کی وصیت تھی جو وہ مرنے سے بہت عرصہ پہلے ہی طے کر چکا تھا۔ اس وصیت کے مطابق وہ اپنے مرنے کے بعد وہ دارالامان آبرو کے نام کرنا چاہتا تھا، اسکا سارا انظام، سارے معاملات آبرو کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ فواد کی گزارش پر جب وہ پہلی بار اس دارلامان آئی تو اسکا نام دیکھتے کافی دیر اسکا جسم حرکت کرنے سے قاصر رہا تھا اور اسی لمحے اس نے شاہزین کی وصیت کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پچھلے چار سالوں سے جب بھی اسے وقت ملتا وہ یہاں ضرور آتی بلکہ کئی بار تو وہ تاشفین اور اپنی بہنوں کو لے کر بھی یہاں آئی تھی۔ آج بھی گاڑی کی منزل وہی دارالامان تھا جسے انکے بھائی نے اپنے اور ان سب کے والدین کے نام کیا تھا۔

میں نے مانا کہ شب و روز کے ہنگاموں میں

وقت ہر غم کو بھلا دیتا ہے رفتہ رفتہ

چاہے امید کے شمعیں ہوں کہ یادوں کے چراغ

مستقل بود ھ بجھا دیتا ہے رفتہ رفتہ

پھر بھی ماضی کا خیال آتا ہے گاہے گاہے

مدتیں درد کی لو کم تو نہیں کر سکتیں

زخم بھر جائیں مگر داغ تو رہ جاتا ہے

دوریوں سے کبھی یادیں تو نہیں مر سکتیں

وہ اپنے کمرے میں کھڑی جلدی جلدی تیار ہونے میں مصروف تھی، اسے پہلے ہی حورین کی وجہ سے دیر ہو گئی، جسے کچھ دیر پہلے ہی تیار کرتے بہت مشکل سے سلایا تھا۔ آج حورین کا عقیقہ تھا، جس کے سلسلے میں ان کے گھر دعوت تھی، کچھ ہی دیر میں آبرو اور رتبہ بھی اپنے بچوں کے ساتھ آنے والی تھیں۔ گہرے نیلے رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراک کے ساتھ سفید گرارا پہنے وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ بالوں کو جوڑے میں باندھتے، وہ جیولری پہننے لگی کہ اتنے میں دروازہ کھلا اور آفاق اندر داخل ہوا، وہ آج ہلکے، آسمانی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ اصباح کو دیکھتے اسکے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے اور وہ قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا

ہر بار کی طرح اس بار بھی میرا انتخاب بہت اچھا ثابت ہوا ہے" حورین کے جاگ جانے کے ڈر سے اسکی آواز مدھم تھی۔"

اور میرا بھی !"اس بار اصباح جواب دیتے مسکرائی، یہ ڈریسز وہ دو دن پہلے ہی خرید کر لائے تھے۔اصباح ایک نظر آئینے میں نظر آتے عکس پر ڈالتے پلٹی کہ سامنے آفاق کچھ " دیر پہلے اسکے لیے لائے گئے گجرے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔اصباح مسکراتے ہوئے اسکے قریب آئی، آفاق نے مسکراتے ہوئے گجروں کو اسکی کلائی کی زینت بنایا۔

،تھینک یو !"اصباح مسکرا کر کہتی پلٹی کہ آفاق نے اسکی کلائی تھامتے اسے روکا، وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی کہ آفاق گہری سانس لیتے بولنے لگا"

تھینک یو سو مچ اصباح، میری غیر موجودگی میں جس طرح تم نے گھر اور بچوں کی ہر ذمہ داری سنبھالی ہے، اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر امی اور بچوں کا خیال رکھا ہے اور اب " بھی رکھتی ہو، میں اس کے لیے دل سے تمہارا شکر گزار ہوں۔ میں خود کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ تم میری زندگی کی ہمسفر اور میرے بچوں کی ماں ہو" وہ واقعی اسکا مشکور تھا، جس نے حساس دل رکھنے کے باوجود بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔

اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے آفاق، یہ سب میرا فرض تھا اور میں بھی جب جب آپکو دیکھتی ہوں، خود کو بہت خوش قسمت تصور کرتی ہوں، خدا کا شکر ادا کرتی ہوں" جس نے آپ جیسے شخص کو میرے نصیب میں لکھ دیا، جو محبت، عزت اور حفاظت سب کرنا جانتا ہے !"اصباح مسکراتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولی، ان دونوں کی آنکھیں انکے الفاظ کی صداقت کی شاہد تھیں۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتے کمرے کا دروازہ کھلا اور ہنزلہ اندر داخل ہوا۔

ماما، آبرو اور رتبہ آنی آگئی ہیں" وہ مطلع کرتا واپس بھاگ گیا۔کچھ دیر بعد وہ سب لاؤنج میں موجود تھے۔ایک جانب پر سبرینہ کے ساتھ رابعہ بیگم بیٹھی تھیں جبکہ دوسری" جانب اصباح کے اطراف آبرو، حرم اور رتبہ موجود تھیں۔عالیار اصباح جبکہ حورین آبرو کی گود میں تھی۔

،دیکھا میں نے کہا تھا نہ کہ یہ بالکل مجھ پر گئی ہے"رتبہ حورین کو دیکھتے بولی"

جی نہیں، یہ ہو بہو اصباح جیسی ہے"اس بات بولنے والی حرم تھی۔کچھ فاصلے پر تاشفین اور آفاق کسی سنجیدہ موضوع پر گفتگو کر رہے تھے جبکہ زاویار ایک کونے میں ہنزلہ" اور آئرہ کے ساتھ کچھ کھیلنے میں مصروف تھا۔وہاں موجود ہر شخص زندگی میں بہت سی مشکلات برداشت کرتا یہاں پہنچا تھا، ہر ایک کو اپنے صبر کا پھل ملا تھا۔اگر آج صالحہ بیگم، حفصہ اور حیات صدیقی یہاں ہوتے تو ان سب کو خوش و خرم دیکھ کر کتنے پر سکون ہوتے۔مشکلات تو ان سب نے بھی برداشت کی تھیں مگر اپنے صبر کا اجر وہ اس دنیا !میں نہیں بلکہ دوسرے جہاں میں حاصل کرنے والے تھے کیونکہ یہ زندگی ہر ایک کو اسکے صبر کا پھل اس دنیا میں نہیں دیتی

آسمان پر چھائی سورج کی روشنی آہستہ آہستہ مدھم پڑنے لگی تھی۔لان میں ٹیبل کے اطراف لگی کرسیوں پر اس وقت سبرینہ بیٹھی تھی جبکہ کچھ فاصلے پر آئرہ ادھر ادھر بھاگتی عالیار کے ساتھ کھیل رہی تھی، جو واکر میں قدم اٹھاتا اسکے پیچھے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔سبرینہ نے ایک نظر مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا اور پھر اپنی گود میں رکھی اس سیاہ رنگ کی ڈائری کو جواب اپنے اختتام کی جانب رواں تھی۔زندگی انہیں کہاں سے کہاں لے آئی تھی، اس ڈائری کے پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحے تک انکی زندگی میں کتنی تبدیلیاں آئی تھیں، ہر طرح کی مشکل کا سامنا کرتے، انہیں اپنے صبر کا بہترین پھل بھی ملا تھا مگر آج تک دل میں ایک ملال، ایک پچھتاوا تھا کہ انکے والدین اس دنیا سے جاتے وقت ان سے راضی نہ تھے! کچھ پچھتاوے ساری عمر آپکا پیچھا نہیں چھوڑتے اور یہ پچھتاوا بھی انہی میں سے ایک تھا۔وہ انہیں سوچوں میں گم تھیں کہ آبرو اور رتبہ قدم اٹھاتی اس جانب آئیں، ایک کے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے تھی تو دوسری کے ہاتھ میں کباب! وہ چھٹی کی دن شام کی چائے یونہی ساتھ بیٹھ کر پیا کرتے تھے۔رتبہ اور آبرو کے بیٹھتے ہی سبرینہ کی نظر کچھ فاصلے سے آتے تاشفین اور زاویار پر پڑی جہاں تاشفین زاویار کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے کچھ سمجھا رہا تھا، جس پر نجانے اس نے ایسا کیا جواب دیا کہ وہ دونوں ہنسنے لگے۔اپنی اولاد کے چہرے پر مسکراہٹ والدین کے لیے کس قدر قیمتی ہوتی ہے، یہ صرف وہی جانتے ہیں۔

آئرہ بیٹا ادھر آجاؤ اور عالیار کو بھی ساتھ لے کر آؤ!" آبرو ان دونوں کے بیٹھ جانے پر آئرہ کو آواز دیتی بولی، جس پر آئرہ ماں کی آواز کو ان سنا کرتے بھاگتی رہی۔"

آپ رکیں بھابھی، میں لے کر آتا ہوں انہیں!" زاویار قدم اٹھاتا اس جانب گیا، کچھ دیر بعد وہ ایک طرف آئرہ جبکہ دوسری طرف عالیار کو اٹھائے اس جانب آنے" لگا۔زاویار کے چھوڑتے ہی آئرہ بھاگ کر تاشفین کے پاس چلی گئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ آبرو کے ہاتھ لگ جاتی تو اسکی خیر نہیں جبکہ عالیار اس وقت سبرینہ کی گود میں تھا۔سبرینہ کی نظریں اپنے اطراف اپنی اولاد اور انکی اولاد کو دیکھتے بار بار خوشی سے نم ہو رہی تھیں، کیا وہ اس قابل تھیں کہ خدا انہیں اتنی نعمتوں سے نوازتا! وہ جتنی بار اس رب کا شکر ادا کرتیں کم تھا، جس نے انہیں انکے صبر کا پھل نیک سیرت اولاد کی صورت میں عطا کیا تھا بلاشبہ یہ سب انکا حاصلِ زیست تھا جو انہوں نے بہت کچھ کھو کو پایا ، تھا۔انکی گود میں بیٹھا عالیار ایک دم رونے لگا

اسے مجھے دے دیں اموجان، شاید بھوک لگ گئی ہوگی" رتبہ ہاتھ بڑھاتے عالیار کو پکڑتے بولی، دوسری جانب اب چائے ختم کرتے آبرو برتن سمیٹ رہی تھی جبکہ زاویار" آئرہ کے پیچھے بھاگتے اس کے ساتھ کھیل رہا تھا اور کچھ لمحوں بعد آئرہ تاشفین کا بازو کھینچتے اسے بھی اپنے ساتھ کھیلنے کے لیے لے گئی۔سبرینہ نے سامنے ٹیبل پر پڑا پین اٹھایا اور آخری صفحے کے باقی خالی حصے پر چند سطور تحریر کرنے لگیں۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے

کہیں ایک حسین خواب ہے

کہیں جان لیوا عذاب ہے

کہیں کھو لیا کہیں پا لیا

کہیں رو لیا کہیں گا لیا

کہیں رحمتوں کی بارشیں

کہیں تشنگی بے حساب ہے

کہیں چھاؤں ہے کہیں دھوپ ہے

کہیں اور ہی کوئی روپ ہے

کہیں چھین لیتی ہے ہر خوشی

کہیں مہربان بے حساب ہے

یہ جو زندگی کی کتاب ہے

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے

(ختم شد)

urdunovelsblog

urdunovelsblog

urdunovelsblog

urdunovelsblog